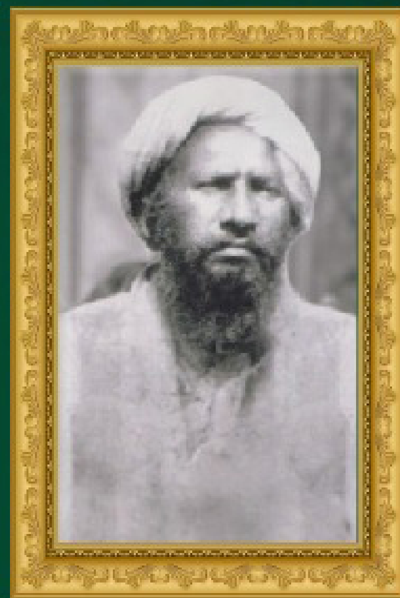
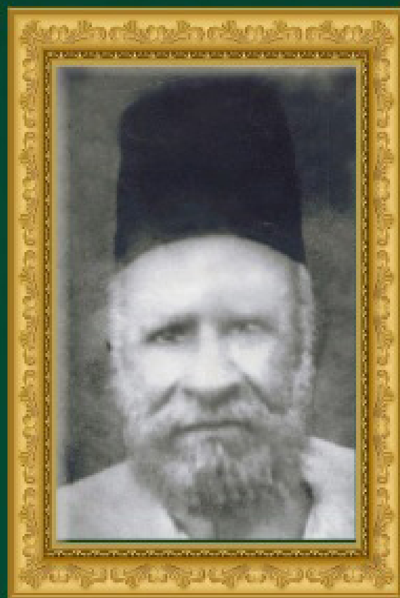
تاریخ احمدیت (راجپوتاں) کاٹھگڑھ



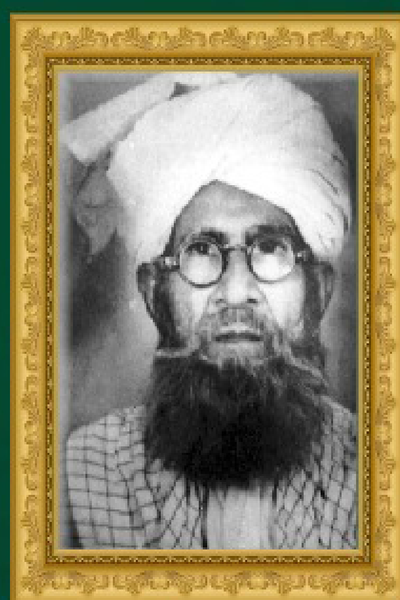
مولوی عبدالسلام خاں



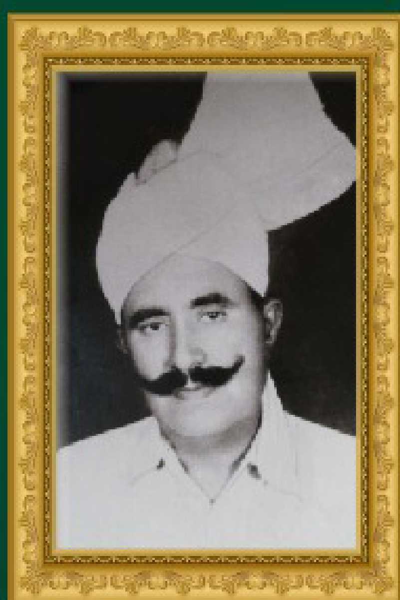
بابو عبدالحیٔ خاں



چوہدری عبدالمنان خاں



چوہدری عبدالحمید خاں



چوہدری عبدالرحیم خاں

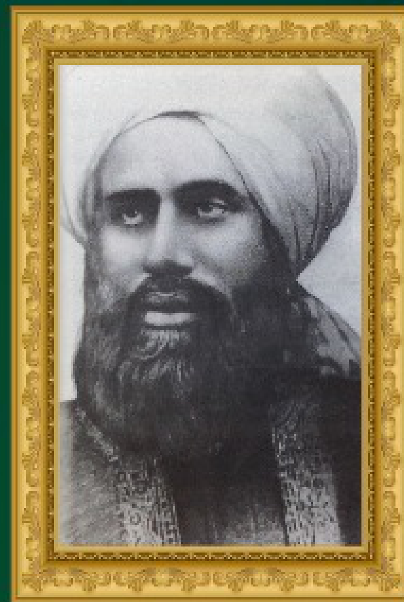


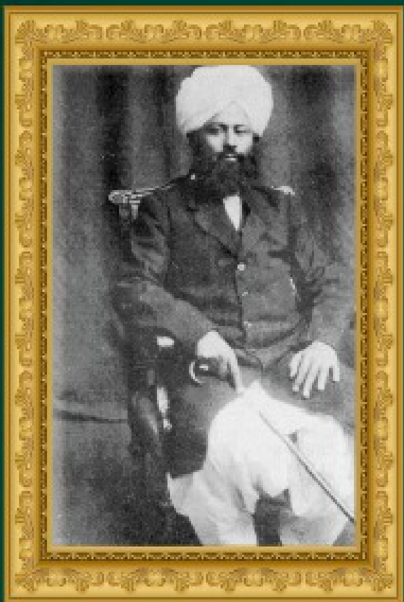
چوہدری عبداللطیف خاں نمبردار

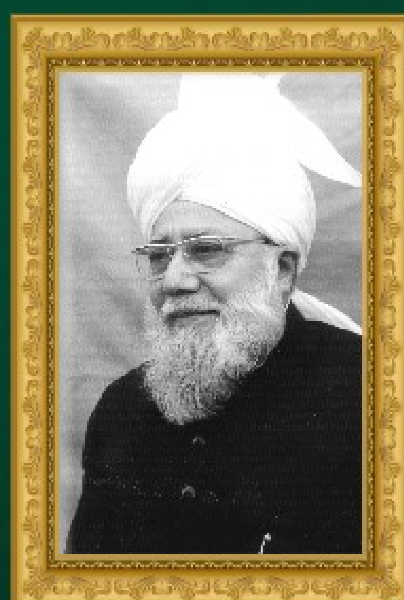
مرتّبہ رانا عبدالرزاق خاں کاٹھگڑھی، لندن

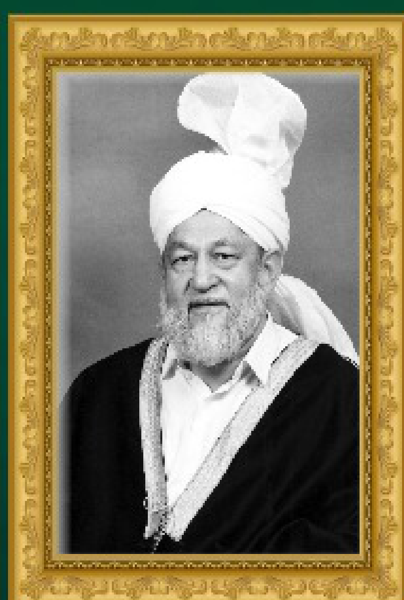
حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام
اور آپ کے خلفائے کرام

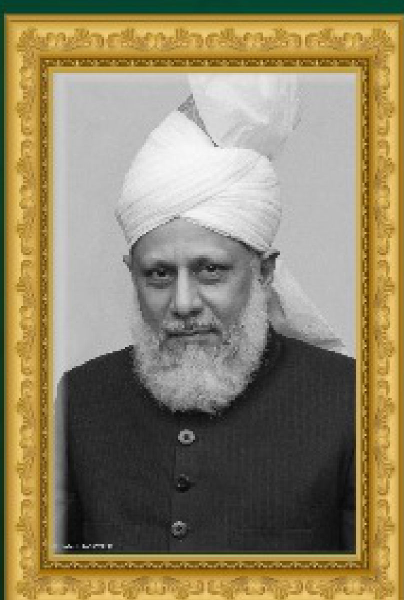












تاریخ جماعت احمدیہ (راجپوتاں) کاٹھگڑھ

ضلع ہوشیار پور، پنجاب، انڈیا

مؤلفہ

رانا عبدالرزاق خان کاٹھگڑھی۔لندن

نام کتاب: تاریخ جماعت احمدیہ (راجپوتاں) موضع کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور پنجاب انڈیا

مؤلفہ۔: رانا عبدالرزاق خان

فون 00447886304637

ناشر؛ قندیل پبلشرز اکیڈمی، لندن، یوکے

مقام اشاعت: لندن

14Woburn Road SM5 1RT Carshalton UK

سال اشاعت: 2023

قیمت: 20پونڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

باب (22)

باب (23)



تعارف مصنف

نام: راناعبدالرزاق خاں

تخلص: عاصی صحرائی

قوم: راجپوت گھوڑے واہ(والدین کااصل وطن کاٹھگڑھ ہوشیارپور پنجاب انڈیا)

قلمی نام: اےآرراجپوت،رجل خوشاب،ابنِ لطیف۔اےآرخاں

تاریخ پیدائش: 13۔اپریل1951ءککی نو،شورکوٹ جھنگ پنجاب پاکستان

ٹی آئی ہائی سکول ربوہ سے میٹرک،ٹی آئی کالج ربوہ سے1970ءمیں ایف اے کیا۔تعلیم بی اے پنجاب یونیورسٹی لاہور(1975ء)اُردوفارسی سپیشل مضامین تھے۔ملازمت۔سپروائزرپیپربورڈ ملزپیکیجز لمیٹڈ لاہور(1مئی1972ءتا 16ستمبر1975ء)۔17/ستمبر1975ءتا یکم مارچ1984ءتک بحرین عربین گلف(دیوان الامیری بطورایگریکلچراسسٹنٹ(سلطان البحرین عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ)۔مارچ1984ءتاجولائی2008ءنمبردار چک نمبر2ٹی ڈی اےخوشاب پنجاب پاکستان۔لندن یوکےآمد29/اکتوبر2005ءٹوٹنگ وانڈزورتھ لندن۔

پاکستان میں1991ءسے روزناموں میں مختلف شخصیات کےتعارف لکھتارہا۔لندن میں آکر2009ءمیں فراغت ملنے پر''بزم شعروسخن''تشکیل دی۔پہلامشاعرہ 2009ءمیں منعقدکیا۔جس میں پروفیسرمبارک عابدامریکہ،پروفیسرڈاکٹرعبدالکریم خالدلاہور۔پروین سلطانہ صباکنیڈا۔کرامت غوری سابق سفیرکنیڈاپاکستان،جنیداخترکنیڈا،عبدالحیٔ بشارت کنیڈا،اثراکبرآبادی کنیڈا،لئیق عابد،آفتاب شاہ،عطاءالعزیز،اطہرفراز،احمدمنیب،آصف محمودڈار،ڈاکٹرطارق انورباجوہ،شائق نصیرپوری،عبدالحمیدحمیدی،ڈاکٹرمنوراحمدکنڈے،ڈاکٹراسحاق ساجدجرمنی،پروفیسرعبدالقدیرکوکب،طفیل عامر،شہزادمبشرگلاسگو،امجدمرزاامجد،عارف نقوی برلن،سرورغزالی برلن،عابدہ شیخ محمودعلی،ریاست رضوی،نکہت افتخار،کوثرمنورشرقپوری،صادق باجوہ،انورندیم علوی،تسلیم الہیٰ زلفی کنیڈا،شاہینہ کشورکنیڈا،صبیحہ خان کنیڈا،صالح اچھاکنیڈا،کفیل احمدکنیڈا،مقصودچوہدری کنیڈا،ڈاکٹررونڈرکوربھاٹیہ جی کنیڈا،منجیت اندرا جی،امرجیت کورپنچھی ڈاکٹردوندرکورجی کنیڈا،ڈاکٹرجگموہن سنگھاکنیڈا،رنٹوبھاٹیہ کنیڈا،اعظم نویدکنیڈا،طاہربٹ امریکہ ،عدنان قدرت اللہ،عبدالشکور،انصر رضا،عبدالکریم قدسی،حنیف تمناجرمنی،مبارک صدیقی لندن،عبدالجلیل عبادجرمنی،افتخارراغب قطر،جمشیدمسرورناروے،،اقبال مجیدی لندن،زاہدشمسی کراچی،،نفس انبالوی انڈیا۔زیب النساءزیبی کنیڈا،طاہرعدیم جرمنی،نجمہ محبوب نجمہ اوکاڑہ،شازیہ عالم شازی کراچی۔بشارت احمدبشارت جرمنی،محمد اسحاق اطہرجرمنی،شعیب ناصرکنیڈا،جامی کراچی،یشب تمنالندن،امین اوڈیرائی سندھ،شہبازنیرراولپنڈی، شہزادنیرلاہور،مسعودچوہدری جرمنی،صغیر تبسم،حکیم احمدنعیم ارشدشکرگڑھ،ارشادسندھوقصور،ظفرشاہ اٹلی،امجدشاکرعارفی جرمنی،امتیازعلی گوہر،سلیم رضا،نعیم اللہ باجوہ،مرزامحمدفاتح،حافظ مبرور،طاہر زاہد،مرزامحمدنواز،ابن کریم،کاشف نسیم،پروفیسرعبدالصمدقریشی،ضیاءاللہ مشر،توقیراحمدخاں کراچی،یاسمین بخاری،سمیرہ عزیز،رضاعباس رضا،عائشہ چاند،ثریاحیاء،فدافاطم،اشرف جاویدملک،سارہ محبوب،نبیل احمد،بشارت ریحان،آصف علی آصف،افروزعالم،مجاہدلاثین،انورظہیررہبر،شفیق مراد،گلشن بیابانی،امن علی امن،اسحاق عاجز،ڈاکٹرجاذب اقبال جاذب،خالدملک ساحل،شگفتہ شفیق،کامران مغل،صغیرجعفری،تبدم صدیقی،حاجرہ نورزریاب، احساس نایاب،گل افشاں،محمودچغتائی،خضرحیات خضرکویت،دلشادنسیم،ظفراعوان،ممتازملک فرانس،محمدصدیق حیرت،ستوتی اگروال،منیرانورلیاقت پور، دلشادنسیم،نعمان بدرقصور،سیدفرح شاہ،ڈاکٹرسعادت سعید،پروفیسررضیہ سبحان قریشی،احمدفہیم میو،ناشادسومرو،نغمہ نورکولکتہ،ڈاکٹرعامرخان،جاویدسحر،حمیرہ

قریشی،ممتاز علی ممتاز،داوٗد قریشی،کرامت راج،ندیم ماہر،ظفر اقبال جاذب،سیما نقوی،مجیب علی پوری،احمد سوز،نور جمشید پوری،حمیرہ گل تشنہ،عائشہ شیخ آشی،ارشد نذیر ساحل،فوزیہ اختر،نسرین نکہت انڈیا،ساجدہ اختر،ریاض ندیم،ذیشان بلخی،مسعود قمر،سعدیہ ہما شیخ،غزالہ انجم،نزہت عباسی،ارجمند بانو افشاں،نگارآراء،مسکان علی،سرور نیپالی،شاہین برلاس،نیلم بھٹی،میمونہ علی چوگلے،غوثیہ سلطانہ،نادرہ ناز عطیہ نور،کاشف تنویر،میتہ کھنہ،رنٹو بھاٹیہ،اننت کور،بختاور شاہ،پریت پال،فوزیہ مغل،ناز پروائی،شمشاد جلیل،نبیلہ میر،خالق آرزو،احمد ستی،ابن شکیل،ثمینہ گل،محسن عظیم لکھنوی،تابندہ سحر عابدی،مرزا احمد افضل،انجم عثمان،عذرا نقوی،توقیر سید،اصغر خیالی،مبارک صدیقی،سید نصیر احمد شاہ،عامر امیر،عبدالمجید ظفر،نورالجمیل نجمی،جواد عالم،سہیل لون،آدم چغتائی اور دیگر بہت سے شعراء شامل ہوئے۔اب تک دوسو عدد کامیاب مشاعرے کرواچکا ہوں۔جس میں لندن کے نامور شعراء نے حصہ لیا ہے۔ارشد لطیف، باسط کانپوری،سوہن راہی،ایوب اولیاء،محمود،ہارون الرشید،اقبال مرزا، پاکستان سے ڈاکٹر نکہت افتخار،فرحت عباس شاہ،لئیق عابد،محترم سر افتخار احمد ایاز (ایم بی ای) جرمنی سے وسیم احمد طاہر اور اسحاق اطہر بھی شامل ہوئے۔

2011ء میں یوکے ٹائمز میں بھی کالم لکھنے شروع کئے۔اور گوشہ اَدب کی ادارت سنبھالی۔جنوری 2013ء سے''قندیل اَدب انٹرنیشنل لندن'' سے آن لائن میگزین نکال رہا ہوں جو کہ ساری دنیا میں لاکھوں قارئین تک بذریعہ ای میل اور ویب سائٹ پہنچتا ہے۔پاکستان،لندن،امریکہ،آسٹریلیا،انڈیا کے مختلف جرائد میں چارصد سے زائد مختلف عناوین پر سیاسی،علمی،مذہبی،اوراُردو پر مضامین شائع ہوچکے ہیں۔

کتب

نمبر ا۔قندیل حق۔2۔قندیل علم۔نمبر3۔دانشکدہ عظیم۔نمبر4۔سپوت ایشیا(5) تاریخ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ۔

زیر ترتیب کتب

(1) سیرت وسوانح حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔(2) تعارف شعراء اردو ادب(3) سیرت وسوانح ناصر احمد بہادر شہر صاحب(4) کلامِ عاصی صحرائی

قندیل علم کے نام سے یوٹیوب کا چینل بھی چلارہے ہیں۔اور ایک سہ ماہی رسالہ قندیل حق 2018 سے مرتب کر رہے ہیں

1۔غزل۔زیادہ آج تک اسی صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

2۔پاکستان،امریکہ،آسٹریلیا،انڈیا۔انڈیا کے مختلف اخبارات میں میرے آرٹیکل شائع ہوتے رہتے ہیں۔

3۔ ''قندیل شعروسخن لندن'' جو کہ 2009ء سے قائم ہے۔



حرف تعارف

کسی بھی خطّہ ارض کی تاریخ لکھنا بہت مشکل کام ہے۔ ایسے تاریخی موضوع پر قلم اُٹھانا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے جب اس بارہ میں تاریخی مواد بھی بہت کم ہو اور اس علاقہ کے قدیم باسی بھی داغِ مفارقت دے چکے ہوں۔ پھر اس تاریخ نویسی کا کام اس پہلو سے اور بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ موضوع بہت گہری تحقیق اور احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔

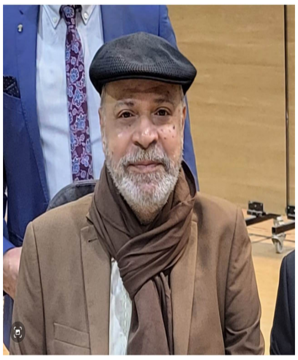
الحمدللہ کہ رانا عبدالرزاق خاں صاحب میں یہ دونوں خوبیاں پائی جاتی ہیں اور مستقل مزاجی کی خوبی اس کے علاوہ ہے۔ آپ نے متعدد تالیفات کے بعد اپنے آبا و اجداد کے علاقہ کاٹھ گڑھ کی تاریخ لکھنے کے لیئے قلم اٹھایا تو انہیں احساس ہوا کہ یہ کوئی معمولی اور آسان کام نہیں۔ لیکن مستقل مزاجی کی خوبی نے ان کے اس مشکل راہ پر گامزن رہنے کا حوصلہ دیا اور باوجود گونا گوں مشکلات اور مصروفیات کے وہ تحقیقات میں دن رات مصروف رہے اور ان کی منزل قدم بقدم ان کو قریب نظر آنے لگی۔ آپ اس کام کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر اپنے خاندان کی تاریخ جمع کرنے میں ہمہ تن مصروف رہے۔ جماعتی اخبارات و رسائل اور دیگر مآخذ سے استفادہ کرتیرہے اور بالآخر وہ اس وسیع اور گمشدہ تاریخ کو مدون کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس لمبی عرق ریزی کے دوران وہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کے بارہ میں ایمان افروز واقعات بتاتے رہے۔ اپنے بزرگوں کی ہمت و جراءت اور قربانیوں کا ذکر کرتے رہے۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ یہ ساری تحقیق جب پوری طرح مدون ہو کر کتابی شکل میں آئے گی تو جماعتی لٹریچر میں گرانقدر اضافہ کرنے والی ہوگی اور کاٹھ گڑھ کے بزرگوں کی نیک یادیں قارئین کے لئے ایمان افروز ثابت ہوں گی۔ انشاءاللہ کئی سالوں کی مسلسل محنت اور کوشش کے بعد ''تاریخ جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ'' پر مشتمل گرانقدر کتاب کے منصّہ ٔمشہود پر آنے کے حوالہ سے میں مکرم رانا صاحب موصوف کو مبارک باد بھی دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بے لوث محنت کو قبول فرمائے آمین۔

خاکسار

عطاالمجیب راشد

امام مسجد فضل۔ لندن 5 اپریل 2022



تاریخ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ایک ایسی ہی کتاب ہے جسے کئی برس کی سخت محنت کے بعد رانا عبدالرزاق خاں صاحب نے لکھا ہے۔

اگر بڑی بڑی تہذیبوں اور شخصیات کے متعلق کچھ بھی نہ لکھا جاتا تو انسان کبھی نہ جان پاتا کہ ماضی میں ان تہذیبوں اور نامور شخصیات کے ساتھ کیا ہوا تھا، کیوں ہوا تھا اور کیسے ہوا تھا۔ ہمیشہ سے تاریخ لکھنے والوں کی تعداد بہت کم رہی ہے۔ ایسے لوگ جو تاریخ لکھتے ہیں انہیں مصائب کے دریا سے گزرنا پڑتا ہے۔ مثلاً البیرونی نے کئی برس ہندو مذہب کا ہندوستان میں رہ کر جائزہ ہی نہیں لیا بلکہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ہندو مذہب کو سمجھا اور پھر کتاب الہند ہمارے لیے لکھی۔ تاریخ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ بھی ایک ایسی ہی کتاب ہے جسے کئی برس کی سخت محنت کے بعد رانا عبدالرزاق خاں صاحب نے لکھا ہے۔ اس دلیرانہ تاریخی کتاب کی جس قدر بھی تحسین کی جائے کم ہے اور اس سے بھی زیادہ تعریف و توصیف کے رانا صاحب مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کو لکھ کر نا صرف خود کو امر کیا ہے بلکہ اپنے قبیلے کے تمام افراد اور وفات یافتہ بزرگان کے ذکر کو بھی تاریخ کے پنوں پر آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ ہم تہہ دل سے محترم رانا صاحب کو اس عظیم تاریخی کام کو مکمل کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

تاریخ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ میں کاٹھ گڑھ کے ۳۷ صحابہؓ حضرت مسیح موعودعلیہ اور ۱۳ صحابیاتؓ کا تفصیلی ذکر خیر کیا گیا ہے۔ اس تفصیلی ذکر کرنے کے لیے محترم رانا صاحب کو گزشتہ تقریباً ایک سو بیس سال میں سلسلہ احمدیہ کے تحت شائع ہونے والے اخبارات، رسائل اور کتابوں کو دیکھنا پڑا۔ پھر شروع میں زمین اور راجپوتوں پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ گہرے مطالعے کا نتیجہ ہے۔ یہ عاجز یہ سوچ کر ہی دل تھام لیتا ہے کہ محترم رانا صاحب نے کاٹھ گڑھ کے دنیا بھر میں آباد افراد سے رابطہ کے لیے کس طرح اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا ہوگا۔ نجانے کتنے خطوط لکھے ہوں گے، فون کیے ہوں گے اس جذبے کے تحت کہ کاٹھ گڑھ کا کوئی بھی فرد تاریخ کے اوراق میں درج ہونے سے رہ نہ جائے اور مستقبل میں آنے والی نسلیں اس تاریخی دستاویز کو پڑھ کر اپنے آباء واجداد کے حالات وواقعات سے روحانی تسکین حاصل کر سکیں۔ اس عاجز کو مسودہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ عاجز بھی کاٹھ گڑھ کے ماضی کا حصہ ہے۔ میرے والد رانا محمد خاں صاحب آف سڑوعہ جب بھی چوہدری عبدالرحیم صاحب کا ذکر کرتے ہیں تو یہ عاجز بھی چشم تصور میں ان کی تصویر بنا لیتا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ''چوہدری عبدالرحیم صاحب نہایت حسین اونچے لانبے، با اخلاق، بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ ایک مرتبہ ان کی امامت میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ ان کی شخصیت سے توجہ کیسے ہٹاؤں اور نماز پر توجہ دوں۔''

اسٹیفن ہاکنگ نے کہا تھا کہ ماضی کا سفر کرنا ناممکن ہے اور اختر انصاری نے کہا تھا۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

غالب اور اسٹیفن عالیشان شخصیات ہیں انہوں جو بھی کہاں یقیناً درست ہے مگر اچھے، برے ماضی میں جھانکنے کے لیے بہر حال تاریخ کی کھڑکی ہمیشہ کھلی رہتی ہے۔ یہی وہ کھڑکی ہے جس سے روشنی لے کر انسان اپنے حال اور مستقبل کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے۔ اسی کھڑکی سے لی گئی روشنی کی بدولت انسان موجودہ جدید دور تک پہنچا ہے۔ جب بھی انسان تاریخ کے منفی کرداروں کی روش اپناتا ہے تو اس کا انجام بھی وہی ہوتا ہے جو ماضی میں غلط

روش اختیار کرنے والوں کا ہوا ہوتا ہے۔ جہاں تک تاریخ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کا تعلق ہے اس میں مقدس بزرگوں کے حالات زندگی ہمیں اس ماضی کے روشن چہرے سے متعارف کرواتے ہیں جو زندگیوں کو گل گلزار اور روحوں کو شادمانی عطا کرنے والا ہے۔ ۵۰ اصحاب احمد علیہ السلام کا ذکر بے شمار ایمان افروز واقعات سے پر ہے۔ اس کے علاوہ کاٹھ گڑھ کا ہر فرد اس کتاب میں اپنے خاندان کا شجرہ نسب دیکھ سکتا ہے۔ راجپوتوں کے متعلق معلوماتی باب بھی بے حد دلچسپ ہے۔

رانا روپ چند جی جو اسلام قبول کرنے والے پہلے راجپوت تھے ان کے لیے دل بے انتہا محبت کے جذبات رکھتا ہے۔ ان کا تعارف بھی اس کتاب میں شامل ہے۔ ان کا مقبرہ گڑھ شنکر میں ہے۔ ان کے متعلق یہ عاجز صرف اتنا اضافہ کرے گا کہ رانا روپ چند جی نے جس بزرگ ہستی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے ہم سب پر احسان عظیم کیا تھا ان کا اسم گرامی حضرت بندگیؒ تھا۔ اللہ تعالیٰ متذکرہ دونوں بزرگوں کے درجات بڑھاتا چلا جائے۔

محترم رانا صاحب بجا طور پر کاٹھ گڑھ والوں کے لیے ہی نہیں بلکہ اپنے حلقہ احباب کے لیے بھی قابل فخر وجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ رانا عبدالرزاق خاں صاحب جو شاعر، سات کتابوں کے مصنف، قندیل ادب اور قندیل حق کے چیف ایڈیٹر ہیں کو اللہ تعالیٰ بے شمار فضلوں سے نوازے، ان کی کاوشوں میں برکت ڈالے۔

رانا محمد حسن خاں

چیف ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل لندن

پیش لفظ

تاریخ کا علم جاننا اور اس سے دلچسپی از بس ضروری ہے۔ تاریخِ اسلام میں ایسے بلند پایہ مورخ اور فقید المثال شخصیات کے اسماء گرامی ہمیں نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے علمی اور تاریخی دنیا میں ایک دھاک بٹھا دی۔ فنِ تاریخ نویسی اور فلسفہ تاریخ میں ''علامہ ابنِ خلدون'' کا نام ایک روشن ستارے کی مانند ہے۔ سلسلہ احمدیہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس خلفاء نے علم تاریخ کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ اور بہت سے تاریخی واقعات پر اس شان سے روشنی ڈالی ہے کہ صدیوں کے دبیز پردے ہٹ گئے ہیں اور آفتاب حقیقت مغرب کے اُفق سے بھی جلوہ گر ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

1۔ علم تاریخ سے دینی مباحث کو بہت کچھ مدد ملتی ہے (البلاغ صفحہ 5)۔

2۔ صحیح تاریخ ایک عمدہ معلم ہے۔ (الحکم 24 اپریل 1902ء)۔

3۔ قومی تواتر اور تاریخ کو ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ (الحکم 10 ستمبر 1905ء)

حضرت علامہ مولانا نورالدین بھیروی خلیفۃ المسیح الاول ؓ فرماتے ہیں:۔

جب کسی قوم کو اپنی تاریخ بھول جاتی ہے تو غیرت اُٹھ جاتی ہے۔ (بدر 34 نومبر 1921ء)

حضرت مصلح موعود ؓ نے ارشاد فرمایا:۔

اقوام کی ترقی میں تاریخ سے آگاہ ہونا ایک بہت بڑا محرک ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسی قوم جو اپنی گزشتہ تاریخی روایات سے واقف نہ ہو کبھی ترقی کی طرف قدم نہیں مار سکتی۔ اپنے آباءواجداد کے حالات کی واقفیت بہت سے اعلیٰ مقاصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ (لیکچر اسلام میں اختلافات کا آغاز)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

1۔ کبھی کبھی پرانی تاریخ کو دوہرا دینا چاہیئے تا کہ نئی نسل کے لوگوں کو بھی معلوم ہو کہ آج سے کچھ سال پہلے جماعت کا کیا حال تھا۔ کون کون سے مخلصین تھے جو قربانیوں میں آگے آئے۔ اور پھر ان کے نتائج کیا نکلے۔

(خطبہ فرمودہ 2 نومبر 1990ء۔ الفضل ربوہ 11 دسمبر 1990ء)

خاکسار کے آباءواجداد کا تعلق موضع کاٹھگڑھ تھانہ بلاچور تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب بھارت کی سرزمین سے ہے۔ پنجاب کا یہ مردم خیز خطہ انتہائی تاریخی اہمیت کا ہے۔ مختلف ادوار میں سیاسی، مذہبی اور سماجی لحاظ سے بڑی بڑی قدآور شخصیات اس دھرتی نے پیدا کیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت چودھویں صدی کا اہم ترین واقعہ ہے۔ آپ کی بعثت بھی صوبہ پنجاب کی ایک دور افتادہ بستی قادیان ضلع گرداسپور میں ہوئی۔ جب آپ کا نام اور پیغام اس گمنام بستی سے نکل کر پنجاب میں اور پھر ہندوستان کے طول وعرض میں پھیل گیا۔ تب حق کی متلاشی سعید روحیں جوق در جوق ماموِر زمانہ پر ایمان لا کر اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتی گئیں۔ تو ان کی تعداد سینکڑوں، ہزاروں سے ہوتی ہوئی کروڑوں بابرکت نفوس پر محیط ہوگئی۔ اس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی برکت سے وہ افراد بھی ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے اور وہ علاقے اور زمینیں روحانی لحاظ سے انتہائی

اہمیت کی حامل ہوگئیں۔ایسے ہی علاقوں میں سے موضع کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور پنجاب انڈیا بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ سب سے پہلے ایک احمدی دوست سید محمد علی شاہ صاحبؓ ولد سید امیر علی شاہ صاحب (سن بیعت وسن زیارت 1903ء) نے کاٹھگڑھ میں احمدیت قبول کی جب کاٹھگڑھ کے رئیس چوہدری غلام احمد صاحب کو پتہ چلا کہ تو سید محمد علی شاہ صاحبؓ کو حکم دیا کہ تو احمدیت چھوڑ دو یا پھر گاؤں چھوڑ دو چنانچہ اس خدا تعالیٰ کے بندے نے گاؤں چھوڑ نا پسند کرلیا لیکن احمدیت کو نہ چھوڑا پھر جب بعد میں چوہدری غلام احمد صاحبؓ پر احمدیت کی صداقت ظاہر ہوگئی تو اس غریب احمدی یعنی سید محمد علی صاحبؓ کو بڑی تلاش کے بعد گاؤں واپس لایا گیا۔اگر اس وقت کا تصور کیا جائے تو کہ جب سید محمد علی شاہ صاحبؓ کو گاؤں سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تو ان کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی۔لیکن آسمان کے فرشتے دل میں کہہ رہے ہونگے کہ آج گاؤں والے تجھ سے احمدیت کی وجہ سے گاؤں سے ''بدر'' کر رہے ہیں پھر گاؤں والے خود ہی گاؤں گاؤں تلاش کر کے تجھے عزت سے واپس لائیں گے اور یہ گاؤں بدر ہونے کا واقعہ اور باعزت واپسی کی یاد تا قیامت زندہ رہے گی۔سید محمد علی شاہ کی یادگار بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ نمبر 9 میں لگائی گئی ہے۔جس پر آپ کا سن بیعت 1903ء درج ہے اور تاریخ پیدائش 1873ء درج ہے۔وفات مؤرخہ 18 جنوری 1961ء عمر 89 سال، وصیت نمبر 494 اور پتہ چک نمبر 135/16/L ملتان درج ہے۔

اس کتاب میں کاٹھگڑھ کی جماعت کے صحابہ کرام مخلصین اور دیگر جماعتی خدمات کا ذکر اس غرض سے کیا گیا ہے کہ سب کے لئے افادہ عام ہو۔اور باقی دوستوں کو بھی اس قسم کے چھوٹے اور بڑے موضوعات پر لکھنے کی ترغیب ملے۔اور ہماری آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگوں کے متعلق پتہ چلے۔اور اُن کے اخلاص اور قربانی کا علم ہو اور اُن کے لئے خصوصی دعائیں کریں۔

خاکسار اپنے احباب اور بزرگوں کا ممنون ہے جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور معاون بھی ثابت ہوئے اور مسوّدے پر تبصرے بھی لکھے۔پروف ریڈنگ اور کمپوزنگ میں خاکسار کی مدد کی۔اور کتاب کو تیار کرنے کے سب مراحل سے بخوشی گزرے۔

آپ سب کی دعاؤں کا طالب۔

خاکسار

رانا عبدالرزاق خاں لندن


ماسٹر عبدالسمیع خاں


عبدالمالک خاں


رانا مسعود احمد خاں


رانا عبدالغفور خاں


عبدالوحید خاں


عبدالرزاق خاں

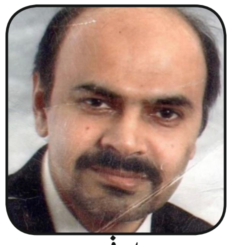

عبدالصمد خاں


عبدالواسع خاں


عبدالخالق خاں


عبدالماجد خاں


عبدالقادر خاں


عبدالرافع خاں


عبدالجبار خاں


عبدالغفار خاں


علی محمد خاں


محمد صدیق خاں


محمد بشیر خاں


محمد نذیر خاں


محمد سلیم خاں شہید


عبدالرحیم خاں جرنیل


کرامت اللہ خاں


محمد اسلم خاں مجاہد


چوہدری لئیق احمد خاں

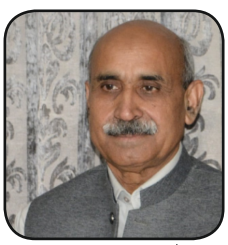

کرنل منور احمد خاں


سجاد منصور احمد خاں


کرنل محمد ظفر اللہ خاں


صفی اللہ خاں


رفیع اللہ خاں


میجر محمد ارشد خاں


رانا محمد افضل خاں


حسین افضل خاں


عبداللطیف خان


حفاظت علی رانا


نصیر احمد


نسیم اکبر


محمد فاروق رانا


عبدالجبار خاں


محمد عظیم خاں


شکیل احمد خاں


سمیع اللہ خاں


شراف اللہ خاں


بشارت اللہ خاں


ماسٹر عطاء اللہ خاں


محمد امجد رانا


عبدالباری خاں


شیخ عبدالرحیم صاحب


شیخ عبدالرحمن صاحب


اکرام اللہ خاں


چوہدری ولی محمد خاں


عرفان شہزاد خاں


مولوی عبدالکریم خاں


حافظ عبدالحلیم خاں


توقیر احمد خاں


محمد آصف خاں


رانا منظور احمد خاں


رانا عبدالرؤف خاں


رانا عبدالغنی خاں


ثقلین مبارک خاں


رانا مبارک احمد خاں


رانا ممتاز احمد خاں


رانا سعید ناصر خاں


وسیم احمد خاں


ظفر اللہ خاں شہید


مصاب خان


محمد لطیف خاں


محمد رفیق خاں


عطاء اللہ خاں


ماسٹر عبدالستار خاں


عبدالخالق خاں


منور احمد خاں


رانا بشیر احمد خاں


مبارک احمد خاں


مبشر احمد خاں


محمد اسمعیل خاں


عطاء الرحمن خاں


فیض اللہ خاں


عبدالستار خاں


محمد شریف خاں / محمد اعجاز خاں


عبدالحلیم خاں


مبشر احمد خاں


حافظ احمد علی صاحب

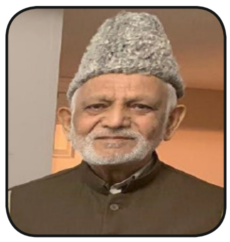

شیخ نذیر احمد


رفیع اللہ خاں


عبدالمغنی خاں


محمد نواز خاں

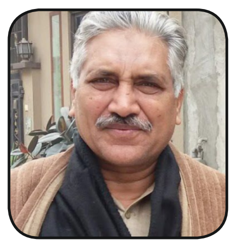

منور احمد خاں


ماسٹر مبارک احمد خاں


ماسٹر عبدالرب خاں


عبدالمجیب خاں


رانا نعیم الدین خاں


سلطان عمر خاں

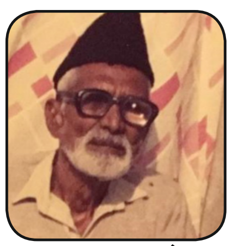

سلطان محمود خاں


سلطان انور خاں


شہزاد احمد خاں


سعید احمد خرم


صوفی عبدالعزیز خاں


صوفی عبدالرحمن خاں


طاہر احمد خاں


نصر اللہ خاں


بشیر احمد خاں


محمد شریف خاں


رانا محمد صادق خاں


عبدالشکور خاں

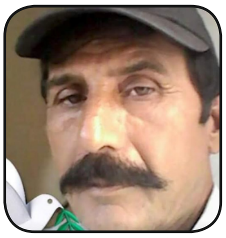

ذکاء اللہ خاں


منصور احمد خاں


محمد ابراہیم خاں


عبدالحکیم خاں


اطہر مجاہد خاں


مبارک احمد خاں


انعام اللہ خاں


مدثر احمد خاں


نبی احمد خاں


آصف منصور خاں


عبیدالرحمن خاں


عطاء الوہاب خان


عبدالرؤف خاں


نعیم احمد خاں


نصیر احمد


امتیاز احمد خاں


عبدالرشید خاں


احمد خاں


عبدالرزاق خاں


عبدالحمید خاں


رفیع اللہ خاں

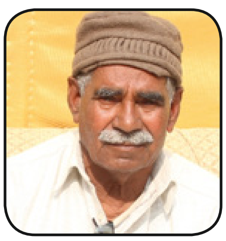

رانا افتخار احمد خاں

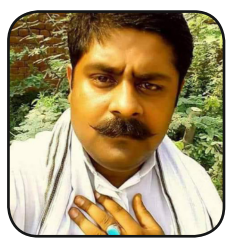

رانا منیر احمد خاں


عزیز الرحمن خاں

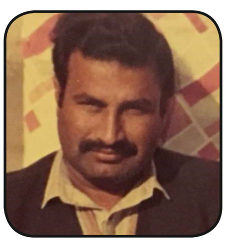

قمر محبوب خاں


محمد رفیق خاں


رانا ریاست خاں


نیر شہریار خاں


عبدالوحید خاں


عبدالشکور خاں


مقبول احمد خاں


رانا عبدالرزاق


ڈاکٹر نوید احمد خاں


ثاقب رشید خاں


مصاب خان


مبشر احمد خاں


ظفر اقبال خاں



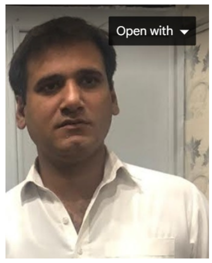
ابن اقبال



بابر احمد خان



بلال اکرم



عمران رزاق



محمد اسحاق



محمد سجاد احمد کاکی



محمد حنیف



منصور احمد



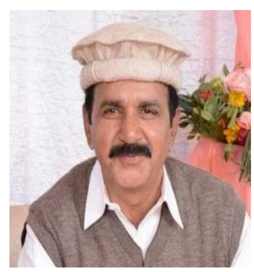
حسین صاحب کے بیٹے



محمد اسحاق ککی نو



رانا مبین احمد خان



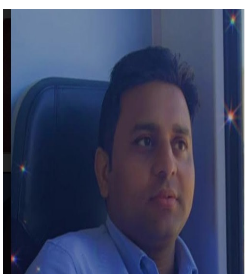
رانا محمد اقبال خان



رانا محمد سلیم ککی نو



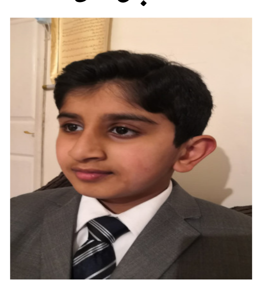
رانا محمد صدیق سلیم ککی نو



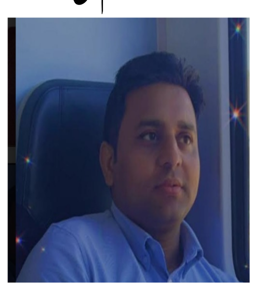
شاہد رانا ککی نو



شکران رزاق



حسنات احمد



شاہد رانا ککی نو



رانا ودود صاحب کے بیٹے



نصیر احمد ککے نو



حاجی عبدالکریم صاحب کے بیٹے



اشفاق صاحب کے بیٹے



سیف الرحمٰن



سیف الرحمٰن



فیضان ندیم رانا



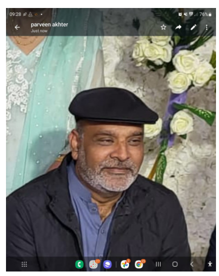
حافظ ایان ندیم رانا



ایشان ندیم رانا



محمود احمد



طاہر احمد



فائز احمد۔ بابر احمد



عطاالکریم منصور



ماہر احمد



ہاشم طاہر



عمیر طاہر



فرحان مقبول



عرفان احمد



عامر اور اُن کے بچے

ہماری زمین

ہماری زمین جس میں ہم رہتے ہیں اس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ اس کی عمر طبعی پانچ ارب سال ہے۔ پہلے یہ سورج کا حصہ تھی۔ ایک دن ایسا آیا کہ زبردست دھما کہ پیدا ہوا تو یہ سورج سے کٹ کر علیحدہ ہوگئی۔ اس وقت ہماری زمین کھولتے ہوئے مادہ کی مانند تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا ہماری زمین کا بیرونی حصہ ٹھیڈا ہوتا گیا۔ لیکن زمین کے اندر آج بھی وہ آگ روشن ہے۔ جو آفتاب پر پائی جاتی ہے۔ زمین کی اندر کی بناوٹ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خول کی اوسط موٹائی 25 میل ہے۔ اس کے نیچے سخت چٹانوں کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ جو سات سو میل تک چلا گیا ہے اس کے بعد نیم پگھلی ہوئی زمین کا حصہ آتا ہے۔ جو 1075 میل تک چلا گیا ہے اس کے نیچے لوہے اور نکل کی کھولتی ہوئی دھاتوں کا حصہ ہے۔ گویا ہماری زمین کا نصف قطر چار ہزار میل کے لگ بھگ ہے۔

جب یہ پگھلی ہوئی زمین جسے لاوا کہتے ہیں۔ اندر سے باہر کی طرف آتی ہے تو زمین کے کمزور حصوں کو توڑ پھوڑ کر نکلنے کی کوشش کرتی ہے اس وقت زمین کانپنے لگتی ہے جسے ''زلزلہ'' کہتے ہیں۔ ہماری زمین کے متعلق دیگر معلومات مندرجہ ذیل ہے۔ استوائی قطر۔ 7926 میل۔ قطبی قطر۔ 7898 میل (استوائی قطر سے صرف 28 میل کم) سورج سے کم از کم فاصلہ 91400000 میل۔ سورج سے زیادہ سے زیادہ فاصلہ 94600000 میل۔ مدار کے گرد ایک چکر کا عرصہ۔ 12 ماہ یا 365 دن/ مداری گردش کی رفتار 45۔18 میل فی سیکنڈ۔ زمانہ۔ موجودہ ابتدائے خلق آدم سے لے کر بعث رسول اللہ ﷺ تک 4739 سال چار ہزار سات صد انتالیس سال کی مدت گزری ہے۔ یہ تمام مدت سورۃ العصر میں بحساب قمری مندرج ہے۔ دنیا کی عمر چھ ہزار سال برس نہیں ہے یہ صرف موجودہ دور کی عمر ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کو کشفاً بتایا گیا ہے کہ 46 ہزار آدم گزر چکے ہیں۔

(بیان فرمودہ از مصلح موعود روزنامہ قادیان 16 جون 1931)

بتایا جاتا ہے کہ پہلا دور آج سے 600 ملین سال پہلے شروع ہوا۔ یہ زمین تو کروڑہا سال سے چلی آرہی ہے۔ لیکن آثار قدیمہ والے زمین کا سینہ چاک کر کے پانچ چھ ہزار سال سے آگے رسائی نہ حاصل کر سکے۔

زمین پر انسانی نسلیں۔ ہماری زمین پر مندرجہ ذیل چار انسانی نسلیں ہیں۔

1۔ آریائی نسل۔

یہ نسل یورپ۔ ترکی۔ ایران۔ اور برصغیر (پاک و ہند) میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کی رنگت سفید۔ ناک پتلا۔ اور آنکھیں کشادہ ہیں۔

2۔ سامی نسل

تمام یہودی اور عربی سامی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ عرب ممالک اور مشرقی افریقہ میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی رنگت، ناک و نقشہ آریائی نسل کے قریب ہے۔ نوٹ۔ حضرت رسول اکرم ﷺ اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ دین عیسوی و موسوی کا زیادہ تر تعلق بھی اسی سامی نسل سے تھا۔ (حوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 17)

3۔ یافث نسل

مشرق بعید۔ چین۔ منگولیا۔ ویت نام۔ تھائی لینڈ۔ کوریا۔ اور انڈونیشیا۔ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔ ان کی آنکھیں چھوٹی۔ ناک چپٹی۔ رنگت پیلی اور

قد کوتاہ ہوتا ہے۔قطب شمالی کے اسکیمو اور امریکی ریڈ انڈین اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔نوٹ۔تاریخ احمدیت جلد 1 جدید ایڈیشن کے صفحہ نمبر 30 پر مرقوم ہے کہ تیمور کا شجرہ نسب نوحؑ کے فرزند حضرت یافث سے جاملتا ہے۔فارس حضرت یافث کے بیٹے اور حضرت نوحؑ کے بیٹے تھے۔

4۔حبشی نسل

یہ نسل افریقہ میں کثرت سے رہتی ہے۔اقلیتی شکل میں امریکہ۔آسٹریلیا میں بھی موجود ہے۔ان کی رنگت سیاہ۔بال گھنگریالے۔ناک چپٹی۔ آنکھیں کشادہ۔قد اچھا ہوتا ہے۔

دنیا کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر

1۔از پانچ لاکھ سال قبل مسیح تا 8000ء برفانی زمانہ

2۔4000ہزار سال قبل مسیح مصری تہذیب کا آغاز۔اہرام مصر کی تعمیر۔تقویم سال وماہ۔

3۔3000۔ق۔م تین ہزار سال قبل۔سلطنت مصر۔

4۔ 2000۔ق۔م دو ہزار سال قبل عراق میں تہذیب کا دور۔شہر نینوا۔مصر میں تہذیب کا قیام۔

5۔ 1000۔ق۔م ایک ہزار سال قبل مسیح۔ایکنز کا یونان کا فتح کرنا۔

6۔900۔ق۔م یونان میں شہری ریاستوں کا قیام۔فلسطین میں حکومت اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر۔

800۔ق۔م یہود کے انبیاء۔شہر روما کا قیام۔

700۔ق۔م۔یونانی نوآبادیوں کی ابتداء۔شہر نینوا کا تباہ ہونا۔

600۔ق۔م۔چین میں حکیم کنفوشس۔ہندوستان میں گوتم بدھ۔حکیم سولن کا اہل ایتھنز کے لئے ضابطہ قوانین مرتب کرنا۔ 500۔ق۔م۔یونانی تھیٹر کا عروج۔ایتھنز کا دور زریں۔

400۔ق۔م۔ایتھنز کا جنگ میں تباہ ہونا۔ایتھنز میں علم وحکمت کا احیاء۔سقراط اور افلاطون۔300۔ق۔م۔سکندر اعظم۔ارسطو۔

200۔ق۔م۔یونان کا رومی سلطنت کا ایک صوبہ بن جانا۔روما کا بحیرہ روم پر قابض ہوجانا۔

100۔ق۔م۔بحیرہ روم۔سیزر کا فرانس فتح کرنا۔سیزر کا قتل۔آگسٹس کا شہنشاہ بن جانا۔

7۔1ءعیسوی۔مسیح کی ولادت اور انگلستان کی فتح۔مسیحت کی مغربی یورپ میں اشاعت۔

100ء عیسوی۔سلطنت روما کا دنیا پر حکمرانی کرنا۔

200ء ۔ 300ء۔وحشیوں کا سلطنت روما پر حملہ آور ہونا۔

400ء ۔پاپائیت کی ابتداء۔مغربی رومن سلطنت کا خاتمہ۔اہل سیکسن کا انگلستان میں ورود۔

500ء۔600ء۔روم کے کھنڈروں پر کلیساء کا قائم ہونا۔

بانیء اسلام حضرت محمد ﷺ کی ولادت۔(تاریخ ولادت 12 ربیع الاول بمطابق 22 اپریل 571ء)

700ء۔مسیحت کی شمالی یورپ میں اشاعت۔مسلمانوں کا شمالی افریقہ اور اسپین فتح کرنا۔

800ء۔900ء شارلیمان کا روم میں تاج سر پر رکھنا۔شمالی اقوام کے حملے۔پہلی روسی حکومت۔

1000ء۔عیسوی پوپ اور شہنشاہ گریگوری ہفتم اور ہنری چہارم کے مابین مناقشات۔ولیم فاتح انگلستان۔پہلی صلیبی جنگ۔

1100ء۔مزید صلیبی جنگیں۔بحیرہ روم کا تجارت کا مرکز قرار پانا۔یونیورسٹیوں کی ابتدا۔

1200ء عیسوی گاتھک طرز کے بہت سے گرجوں کی تعمیر۔اٹلی میں احیاء العلوم کا آغاز۔صلیبی جنگوں کا اختتام۔

1300ء۔بارود کی ایجاد۔حکومت ہائے عمومی اور مجالس شوریٰ کی ابتداء۔

1400ء۔جون آف آرک۔انگریزوں کا فرانس سے اخراج۔چھاپہ کی ایجاد۔ترکوں کا قسطنطنیہ فتح کرنا۔اور مشرقی رومن ایمپائر کا خاتمہ

1500ء۔کولمبس۔انکشافات کا زمانہ لوتھر۔ایلزبتھ ملکہ انگلستان۔

1600ء۔مذہبی مناقشات۔دنیا کے تمام حصوں میں یورپین نو آبادیوں کا قیام۔سہ سالہ جنگ انقلاب انگلستان۔شاہ چارلس کا قتل ہونا ۔سائنس کی ابتداء۔نیوٹن۔شیکسپیر۔

1700ء۔روس کا عالمگیر طاقت ہو جانا۔امریکن انقلاب۔واشنگٹن۔انقلاب فرانس اور فرانس میں جمہوریہ کا قیام۔

1800ء میں نپولین کا عروج و زوال۔انسداد غلامی۔طب جدید۔ریل گاڑی۔تار برقی۔دخانی جہاز۔دخانی انجن۔ابراہام لنکن۔سلطنت جرمنی کا دوبارہ قیام پذیر ہونا۔حضرت مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی پیدائش و آمد۔(13 فروری 1835ء)

1900ء عیسوی۔وسیع پیمانہ سامان زندگی کا تیا کیا جانا۔ہوائی جہاز کی ایجاد۔جنگ عظیم۔مجلس اقوام عالم۔تجارتی رقابت۔دنیا کے تمام ممالک میں اقتصادی بے چینی۔جرمنی اور روس کی سلطنتوں کا خاتمہ۔بہت سی نئی قومیتوں کا قیام۔2000ء میں یہ سلسلہ ایک غیر معین عرصہ تک یونہی چلتا چلا جائے گا۔

راجپوت

راجپوت جس کے معانی راجاؤں کے بیٹے کے ہیں اور وہ اپنا سلسلہ نسب دیو مالائی شخصیات سے جوڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ابتدا اور اصلیت کے بارے میں بہت سے نظریات قائم کئے گئے ہیں۔ ایشوری پرشاد کا کہنا ہے کہ وہ ویدک دور کے چھتری ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ سیھتن اور ہن حملہ آوروں میں سے بعض راجپوتانہ میں مقیم ہو گئے تھے اور انہوں نے اور گونڈوں اور بھاروں کے ساتھ برہمنی مذہب کو قبول کر کے فوجی طاقت حاصل کر لی تھی۔ مسٹر سی وی ویدیا کا کہنا ہے کہ پرتھوی راج راسو کے مصنف چندر برائے نے راجپوتوں کو سورج بنسی اور چندر بنسی ثابت کرنے سے عاجز آ کر ایک نئے نظریہ کے تحت ان کو 'اگنی کل' قرار دیا تھا۔ یعنی وہ آگ کے خاندان سے ہیں اور وشسٹ نے جو قربانی کی آگ روشن کی تھی۔ اس سے راجپوتوں کا مورث اعلیٰ پیدا ہوا تھا۔ لیکن اب بعض فاضل ہندوؤں نے اس شاعرانہ فسانے سے انکار کیا ہے اور زیادہ تر حضرات کا خیال ہے کہ راجپوت قوم کی رگوں میں غیر ملکی خون ہے۔ ٹاڈ نے اپنی مشہور کتاب 'تاریخ راجستھان' میں اسی نظریے کی تائید کی ہے اور راجپوتوں کو وسط ایشیا کے ستھین قبائل کا قریبی قرار دیا ہے۔ جمز ٹاڈ کا کہنا ہے کہ عہد قدیم سے محمود غزنوی کے دور تک بہت سی اقوام ہند پر حملہ آور ہوئیں وہ راجپوتوں کے چھتیس راج کلی میں شامل ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ان کے دیوتا، ان کے شجرہ نسب، ان کے قدیم نام اور بہت سے حالات واطوار چینی، تاتار، مغل، جٹ اور ستھیوں سے بہت زیادہ مشابہہ ہیں۔ اس لئے با آسانی اندازہ ہوتا کہ راجپوت اور بالا الذکر اقوام ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

راجپوتوں کا عنقا مسلم علاقوں میں

ساتویں صدی عیسویں میں ہیونگ تسانگ نے راجپوت کا کلمہ استعمال نہیں کیا۔ عرب حملوں کے زمانے (آٹھویں سے گیارویں صدی عیسوی) کے حوالے سے بدھ پرکاش لکھتا ہے کہ لفظ کشتری کم دیکھنے میں آتا ہے اور راجپوت کی اصلاح عام نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر پی سرن کے مطابق لفظ راجپوت نسلی معنوں میں دسویں صدی عیسوی تک استعمال نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ ٹھاکر کی اصطلاح جو مسلم مورخین نے اپنی تحریروں میں چند بار استعمال کی ہے ایک قبیلہ کے بارے میں ہے۔ رائے قبیلہ ایران میں بہت پہلے سے موجود تھا۔ پہلے پہل محمد بن قاسم نے رانگی (رانا) کا خطاب ایک جاٹ کو عطا کیا تھا۔ راوت کا کلمہ روٹھ یا روٹ یا ڑاٹ سے بنا۔ اس کا مطلب مشرقی ایران میں بادشاہ کے ہیں۔ واضح رہے کہ راجپوت کا کلمہ ساتویں صدی سے پہلے کہیں دکھائی دیتا ہے۔ غالباً اس کا قدیم ترین تلفظ ہن فاتح ٹورامن کے کتبہ پر ملتا ہے۔ اس کتبہ پر اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کو راج پتر کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے اس کلمہ کو لغوی معنوں میں (بادشاہ کی اولاد) میں استعمال کیا گیا، جو ایرانی کلمہ وس پوہر (بادشاہ کا بیٹا) کے مترادف ہے۔ وس سنسکرت میں بھی بادشاہ کے معنوں میں آتا ہے اور پوہر سنسکرت کے پتر کا مترادف ہے لیکن ساتویں صدی عیسویں سے اس کی جگہ راجہ استعمال ہو رہا ہے۔ چنانچہ جب شنکر اچاریہ کے تحت کٹر برہمن مت کا احیا ہوا تو راجہ پتر کا لفظ استعمال ہوا۔ کلہانا نے راج ترنگی میں راجپوتوں کو واضح انداز میں غیر ملکی، مغرور، بہادر اور وفادار کہا گیا ہے۔ یہ محض فرضی آراء نہیں ہیں کسی مسلمان مورخ نے پنجاب، سندھ، بلوچستان، مکران، کیاکان، افغانستان، غزنی اور کشمیر کی لڑائیوں میں راجپوتوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

راجپوتوں کا ارتقاء

ابوالغازی نے تاتاریوں اور مغل اقوام کے نسل ونسب کی روایتیں بیان کی ہیں۔ وہی روایتیں پرانوں میں آئی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ مغل وتاتار کے مورث اعلیٰ کا نام پشنہ تھا اور اس کے بیٹے کا نام اوغوز تھا۔ اوغوز کے چھے فرزند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام کین یعنی سورج تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام آیو یعنی چاند

تھا۔تاتاریوں کا دعویٰ ہے کہ وہ آیو یعنی چاند کی نسل سے ہیں۔آیو کا بیٹا جلدس تھا۔جلدس کا بیٹا ہیوتھا۔جس سے شاہان چین کی نسل ہوئی ہے۔ایلخان جوآیو کی چھٹی پشت پر تھااس کے دو بیٹے تھے۔ایک خان دوسرا ناگس۔ناگس اولادنے تاتارکوآبادکیا۔چنگیز خان کا دعویٰ تھا کہ وہ خان کی نسل سے ہے۔ناگس غالباً تکش یا سانپ کی نسل ہے۔افغانستان اور شمالی مغربی علاقہ قدیم زمانے میں ہندوستان سے ملحق رہا ہے اور یہ علاقہ عہد قدیم میں ہندوتہذیب کے بڑے مرکزوں میں سے تھا۔بھارت ورش کے زمانے میں یہ گندھارا کہلاتا تھا۔کابل،گندھار (قندھار) اور سیستان اکثر سیاسی حیثیت سے ہندوستان کا حصہ رہے ہیں۔پارتھی عہد میں ان مقامات کوسفید ہند کہا جاتا تھا۔اس علاقہ کی پرانی عمارات اور خانقاہوں کے کھنڈر اس کی تائید کرتے ہیں۔خصوصاً ٹیکسلہ کی عظیم الشان یونیورسٹی کے آثار جس کی شہرت آج سے دوہزار سال پہلے اپنے عروج پر تھی۔اس زمانے میں جوبھی فاتح ہند پر حملہ آور ہوتا تھاتھوڑے عرصے میں اس کا شمار چھتریوں میں ہونے لگتا تھا۔سکوں کودیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حکمران کا نام غیرملکی ہے۔لیکن بیٹے یا پوتے کا نام سنسکرت میں ہے اور اس کی تخت نشینی یا تاج پوشی چھتری رسوم کے مطابق ہوتی تھی۔راجپوتوں کے اکثر قبیلوں کا سلسلہ نسب سک یا سیتھی حملہ آوروں سے تھا یا وہ سفید ہن قوم کے حملہ آوروں میں سے تھے۔یہی زمانہ تھا کہ باہر سے حملہ آور اقوام ہندو معاشرے میں داخل ہورہی تھیں اور ہندوتہذیب اختیار کررہی تھیں۔ان حملہ آوروں کوگوتراعطا کرنے میں مقامی پنڈت سبقت لے جانے کی کوشش کررہے تھے۔اس طرح وہ ہندوتہذیب کی ترقی کی پوری کوشش کررہے تھے۔چنانچہ وشنو،شیوا،چندی اور سور یہ وغیر کے ادیان بہت پھیل گئے۔اس سے نہ صرف برہمنی مذہب اپنے عروج پر پہنچا۔بلکہ بدھ مذہب کوسخت صدمہ پہنچا اور وہ برصغیر کوخیر باد کہنے پر مجبور ہوگیا۔اس طرح راجپوتوں نے برہمنوں کے ساتھ مل کر ہندودھرم کوازسرنوزندہ کیا اور بدھوں کوتہس نہس کردیا۔سک،پہلویون اور ترشک جووسط ایشیا کی مشہورقومیں تھیں اور وہ ہند پر حملہ آور ہوکر ہندومذہب میں داخل ہوکر راجپوت کہلائیں۔ولسن کا کہنا ہے کہ راجپوت قبائل راٹھور، پوار، اور گہلوٹ وغیرہ یہاں پہلے سے آباد تھے۔یہ چاروں قبائل اصل میں جاٹ ہیں جنہیں بعد میں راجپوت کہا جانے لگا ہے۔کیوں کے یہ اس وقت حکمران تھے۔اس بناء پر راجپوت یا راج پتر یعنی راجاؤں کی اولاد کی اصطلاح وجود میں آئی۔اس کی اصل پہلوی کلمہ وسپوہر (شاہ کا بیٹا) سے ہے۔ولسن انہیں غیرملکی تسلیم کرتا ہے۔کیوں کہ ان لوگوں نے ساکا اور دیگر قبائل کے ساتھ مل کر برصغیر کی تسخیر کی تھی۔راجپوت رسمی طور پر برہمنی مذہب میں داخل ہونے والے جاٹ اور گوجر ہیں جن لوگوں نے رسمی طور پر متعصب برہمنی نظام کی شرائط کوقبول کرنے سے انکار کیا انہیں رسمی طور پر ہندومذہب میں داخل نہیں کیا گیا اور وہ آج تک وہی جاٹ،گوجراورآہیر ہیں۔یہی وجہ ہے جاٹوں اور راجپوتوں کے مشترک قبائلی نام ہیں۔ان لوگوں کواپنے مقصد کے پیش نظر وششتھا ؤں نے راجستھان میں کوہ آبو میں ایک قربانی کی آگ کا اہتمام کیا اور بہت سے نوواردلوگوں کواس آگ کے ذریعہ پاک کیا۔ان لوگوں کوراج پتر (بادشاہوں کی اولاد) کا نام دیا گیا جووہ پہلے ہی تھے۔دلچسپ امر یہ ہے کہ ایران بالخصوص سیستان میں بڑے زمینداروس پوہر بادشاہوں کی اولاد کہلاتے تھے۔برصغیر کی اصطلاح راج پتر کا ایرانی کلمہ کا ترجمہ ہے۔قانون گوکا کہنا غلط ہے کہ اس سرزمین پر ابتدائی قابض جاٹوں کی جگہ نوواردراجپوتوں نے لی۔قانون گونے اس بات کوفراموش کردیا کہ پوار (پنوار)،تنوار،بھٹی،جوئیہ وغیرہ جاٹوں اور راجپوتوں دونوں میں پائے جاتے ہیں۔جاٹوں کی جگہ راجپوتوں نے اس لئے لی کہ برہمنوں نے موخرالذکر کے عوام کوخلاف بھڑکایا۔کیوں کہ راجپوت تھوڑا عرصہ پہلے ہندو مذہب میں آئے تھے۔برہمنوں نے راجپوتوں کو اعلیٰ مقام دیا،ان کی تعریف میں قصائص لکھے اور انہیں رام ارجن (سورج اور چندربنسی) سے جاملایا۔اس کے بدلے راجپوتوں نے پھر پور'وکشنا' اور'اگر ہارا' دئے۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ برصغیر میں فاتح کی آمد پر جاٹوں کو براہمنی نظام میں مدغم کرنے کی سوچی سمجھی کوششیں کی گئی۔غیرملکی ساکا کوہندوسماج کا حصہ بنانے کی غرض سے مشہور'ورانا سٹوما' کی رسوم گھڑی گئیں اگروالا کا کہنا ہے کہ ان رسوم کی ادائیگی نہایت آسان تھی جومحض ایک ضابطہ کی کارروائی تھی

جس کا مقصد یہ تھا کہ غیر ملکیوں کو مذہبی رسوم کے ذریعہ ہندو سماج کا حصہ بنایا جائے۔ ویسنٹ اسمتھ کا کہنا ہے بعض گونڈوں اور بھاروں نے فوجی طاقت حاصل کرنے کے بعد برہمنی مذہب کو قبول کرلیا اس طرح وہ بھی راجپوتوں میں شامل ہو گئے۔ اس طرح راجپوت برہمنی رنگ میں رنگے جاٹ اور گوجر ہیں۔ یہی وجہ ہے ہم راجپوتوں کے ظہور سے بہت پہلے صرف جاٹوں اور گوجروں کو وسطی برصغیر، راجستان گجرات سندھ میں پاتے ہیں۔ اگر کوئی راجپوت کسی جاٹ عورت سے شادی کرلے وہ جاٹ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ یا اس کی بیوہ دوبارہ شادی رچالے تو، اس کی اولاد جاٹ بن جائے گی۔ یہ مسئلہ کا اصل نقطہ ہے ایک راج پوت اور جاٹ میں صرف بیوہ کی دوسری شادی کا ہے۔ بیوہ کی شادی ہر دور میں رہی ہے۔ لیکن راجپوتوں کو براہمنوں کے غلط، غیر اخلاقی اور غیر منصفیانہ نظریات کے تحت اس بارے میں سننا بھی گوارا نہ تھا۔ موجودہ دور میں پنجاب میں ان کی جاٹ اور راجپوتوں کی تقسیم بہت الجھی ہوئی ہے، ابسن کا کہنا ہے کہ پنجاب کے بڑے قبیلے راجپوت کہلاتے ہیں جب کہ ان کی شاخیں خود کو جاٹ کہتی ہیں۔ بیوہ کی شادی کا وہ اہم ترین نقطہ اختلاف تھا جو کوہ آبو کی قربانی کے موقع پر جاٹوں اور برہمنوں کا اختلاف ہوا۔ جن لوگوں نے برہمنوں کی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کیا وہ جاٹ کہلائے۔ اس کے برعکس جنہوں نے بیوہ کی شادی کے کرنے پر اصرار کیا وہ ہندو مذہب میں داخل ہونے کے باوجود راجپوت کہلائے۔

راجپوتوں کا عروج

سی وی ویدیا ہسٹری آف میڈول انڈیا میں لکھتے ہیں کہ جب بدھ مذہب کے زیر اثر ہندوؤں میں جنگی روح ختم ہوگئی تو راجپوتوں نے موقع پاکر ملک کے مختلف حصوں پر اپنی حکومتیں قائم کرلیں۔ بقول اسمتھ کے ہرش کی وفات کے بعد سے مسلمانوں کی آمد تک یعنی اندازاً ساتویں صدی عیسویں سے لے کر بارہویں صدی عیسویں تک کے زمانے کو راجپوتوں کا دور کہا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کی آمد کے وقت کابل سے کامروپ تک کشمیر سے کوکن تک کی تمام سلطنتیں راجپوتوں کی تھیں اور ان کے چھتیس راج کلی (شاہی خاندان) حکومت کررہے تھے۔ چندر بروے نے اس تعداد کو پہلے پہل بیان کیا اور پنڈٹ کلھیان نے 'ترنگی راج' میں اس تعداد کی تصدیق کی ہے۔ جیمز ٹاڈ کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے کیوں کے بعد کے ناموں میں اختلاف ہے۔ چھتیس راج کلی میں برصغیر کا پہلا تاریخی خاندان موریہ خاندان اس میں شامل ہے لیکن اس بنا پر نہیں ہے بلکہ میواڑ کے ایک قدیمی خاندان کی وجہ سے۔

راجپوتوں کی نسلی تقسیم

ان غیر ملکی اقوام نے برہمنی مذہب اختیار کرلیا، تو ہندو پنڈتوں نے انہیں نہ صرف چھتری قرار دیا اور انہیں گوتریں دیں اور ان کا نسلی تعلق دیو مالائی شخصیات سے جوڑ دیا۔ اس طرح یہ نسلی اعتبار سے پانچ طبقات میں منقسم ہیں۔ یعنی راجپوت پانچ طبقوں میں تقسیم ہیں جو درج ذیل ہیں۔

سوریہ یا سورج بنسی = ان کا مورث اعلی رام چندر ہے اور تمام سورج بنسی قبائل کے شجرہ نسب رام کے لڑکوں 'لو' اور 'کش' سے ملتے ہیں۔ چندر یا چندر بنسی = ان کا مورث اعلیٰ ہری کرشن تھا۔ ہری کرشن کا لقب یادو تھا، جس کا ایک تلفظ جادو ہے۔ اس لئے چندر بنسی قبائل یادو کے علاوہ جادو بھی کہلاتے ہیں۔ اگنی کل یا آگ بنسی = روایات کے مطابق برہمنوں نے کوہ آبو پر ایک اگنی کنڈ (آگ کے الاؤ) سے دیوتاؤں کی مدد سے پیدا کیا تھا۔ ناگ بنسی یا تکشک = ہند آریائی میں تکشک سانپ کو کہتے ہیں اور یہ اقوام کا دعویٰ ہے کہ یہ ناگ کی نسل سے ہیں۔ جٹ یا جاٹ = جٹ قوم کا راجپوتوں کے ساتھ نسلی تعلق ہے اسی وجہ سے کئی جٹ اور راجپوت قبیلے ایک ہی ہیں جیسے پارمر جٹوں کا بھی اور راجپوتوں کا بھی ایک کتاب کے مطابق جٹ اور راجپوت ایک ہی ہیں لیکن جو جٹ پچھلے دور میں بادشاہ تھے، اُن کی نسلوں کو اب راجپوت کہا جاتا ہے یا جٹ اور راجپوت ایک ہی نسل کی دوشاخیں ہیں

راجپوتوں کا کردار

ایشوری پرشاد کا کہنا ہے، کہ راجپوتوں نے جنگ کو اپنا پیشہ بنا رکھا تھا اور نظم ونسق کے بلند اور شریفانہ فرائض سے غافل ہو گئے تھے۔جس کی بجا آوری نے اشوک و ہرش کو غیر فانی بنا دیا تھا۔کوئی ایسی تحریری شہادت موجود نہیں ہے کہ جس سے نظم ونسق وحکومت کے دائرے میں راجپوتوں کے کارناموں کا اظہار ہوا ہو۔ان کی پوری تاریخ قبائلی جنگ و پیکار کا ایک طویل سلسلہ ہے۔یہی وجہ ہے وہ بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکے اور انہیں پسپا ہونا پڑا اور ان کی طاقت کو زوال آ گیا۔کبر ونخوت ان کی بربادی کا سبب بنی۔ذات پات کی قیود سے باہمی نفاق اور حسد وکینہ کی پرورش ہوئی۔اس لئے ان کی معاشی طاقت کمزور ہوگئی تھی۔اس لئے ان کا نظام حکومت جاگیرادرانہ تھا۔یہ سیاسی اعتبار سے متحد نہیں تھے۔اس لئے وہ بیرونی حملہ آوروں کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔سی وی ویدیا لکھتے ہیں کہ قنوج اور بنگال کے سوا راجپوت راجاؤں کو مستقل فوج رکھنے کی توفیق نہیں ہوئی۔بعض تو ضرورتوں کے وقت فوج بھرتی کرلیا کرتے تھے اور بعض اپنے جاگیرداروں سے ان کے متوسلین کو طلب کرلیا کرتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ عوام کو حکومتوں کے چلانے یا ان کو قائم رکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔صرف حکمران خاندان اپنے ہم قبیلہ بھائی بندوں کو ساتھ لے کر حریف سے بھڑ جاتا تھا۔فتح پائی تو فبہا،شکست کھائی تو ملک حریف کے حوالے کر دیا۔عوام کو راج کے پلٹ جانے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔قنوج کے پرتیہار اور دکن کے راشٹر کوٹ چونکہ جنگی قبیلے تھے،اس لئے ان کی فوج میں بیرونی عنصر شامل نہیں تھے۔البتہ بنگال کے پال اور سین راجاؤں نے مالوہ جنوبی گجرات کرناٹک وغیرہ کے بعض لوگوں کو بھرتی کر رکھا تھا۔ کیوں کہ بنگال میں راجپوتوں کی تعداد کافی نہیں تھی اور بنگالی اس زمانے میں جنگی قوم نہیں سمجھے جاتے تھے۔باقی ملک میں بھی راجپوت راجاؤں کے ہاں مستقل فوج کا کوئی وجود نہیں تھا۔شمالی برصغیر میں راجپوتوں کی ریاستیں دہلی، اجمیر، قنوج، گندھار، مالوہ اور گجرات میں قائم ہوئیں۔دہلی اور اجمیر کی ریاست کا بانی اگرچہ اننگ پال تھا،لیکن پرتھوی راج کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔قنوج میں مختلف راجپوت خاندانوں نے حکومت کی۔گندھارا کی ریاست کے حکمرانوں میں جے پال اور آنند پال زیادہ مشہور ہوئے۔جے چند راٹھور نے کافی نام پیدا کیا۔مالوہ میں پڑھیار خاندان کی حکومت تھی۔اس خاندان کا راجہ بھوج بحیثیت قدردان علم بہت مشہور رہا۔وہ خود عالم اور شاعر تھا۔گجرات بندھیل کھنڈ اور بنگال میں مختلف خاندانوں نے حکومت کی۔میواڑ کی ریاست میں بھی مشہور راجہ گزرے ہیں۔بالائی دکن کے زیریں (جنوبی علاقے) چولا، چیرا اور پانڈیا کی ریاستیں قائم ہوئیں۔

راجپوتوں کے خصائص

راجپوتوں نے اگرچہ ابتدا میں مسلمانوں کے خلاف کامیاب دفاع کیا اور مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔اور مسلمانوں کے خلاف یہ بعض اوقات متحد بھی ہو گئے۔خاص کر محمود غزنوی کے خلاف جے پال کی سرکردگی میں، محمد غوری کے خلاف پرتھوی راج چوہان کی سرکردگی میں اور بابر کے خلاف رانا سانگا کی سرکردگی میں۔مگر یہ وقتی وفاق تھا جو صرف جنگ تک محدود رہا اور جنگ کے بعد ان کے درمیان وہی نفاق، پیکار اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔

راجپوت آج بھی اپنی بہادری کی وجہ سے یاد کئے جاتے ہیں۔شجاعت اور دلاوری میں ہند کی اقوام میں کوئی ان سا پیدا نہیں ہوا ہے۔راجپوت اپنی بات کے پکے، تیغ زنی کے ماہر اور اعلیٰ قسم کے شہسوار تھے۔اپنی آن بچانے کے لئے جان کی بازی لگا دیتے تھے۔راجپوتوں نے اپنی خوبیوں کی بدولت کافی عرصہ (ساتویں صدی عیسوی تا بارہویں صدی عیسوی) تک برصغیر میں حکومت کی اور ایک تہذیب قائم کی۔لیکن یہ اپنی بالا الذکر برائیوں کی بدولت ان کی طاقت کو زوال آ گیا اور انہیں بیرونی حملہ آوروں کے مقابلے میں پسپا ہونا پڑا۔راجپوت نہ صرف میدان جنگ میں جوہر دکھاتے تھے، بلکہ عمدہ انسان اور اعلیٰ میزبان تھے۔مہمان نواز اور سخاوت کا جذبہ ان میں موجود تھا۔راجپوت آرٹ و ادب اور موسیقی کے دلدادہ تھے۔راجپوت مصوری کی اپنی

انفرادیت ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے مصوری کا ایک اسکول وجود میں آیا۔ ہر راجہ کے دربار میں ایک نغمہ سرا ضرور ہوتا تھا، جو خاندانی عظمت کے گیت مرتب کرتا تھا۔ ان کی معاشرتی زندگی اچھی ہوتی تھی۔ اگرچہ ان میں بچپن میں شادی کا رواج تھا، لیکن اعلیٰ خاندان کی لڑکیاں جب جوان ہوتی تھیں تو اپنی پسند کی شادی کرتی تھیں۔ راجپوت عورتیں اپنی پاک دامنی اور عصمت پر بجا طور پر ناز کرسکتی تھیں۔ ستی اور جوہر کی رسم اس جذبے کی ترجمانی کرتی تھی۔ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ آگ میں جل جانا پسند کرتی تھی۔ اس طرح کسی جنگ میں ناکامی کے خدشے کے بعد راجپوت اپنی عورتوں کو قتل کر کے میدان جنگ میں دیوانہ وار کود جایا کرتے تھے۔ (انوار ہاشمی، تاریخ پاک و ہند۔ 71) ایک عجیب رسم شادی کی تھی وہ شادی اپنے قبیلے یا ہم نسلوں میں نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس کے لئے ضروری تھا کہ شادی جس سے کی جاتی تھی ان کے درمیان پدری سلسلہ نہ ہو۔ راجپوت رانا، راؤ، راول، راجہ اور راجن وغیرہ لاحقہ استعمال کرتے ہیں، ان تمام کلمات کے معانی راج کرنے والے کے ہیں۔ مسلمانوں میں سے مغلوں نے راجپوتوں کے جنگی جذبہ سے فائدہ اٹھایا اور راجپوتوں کو اپنے لشکر میں کثرت سے بھرتی کیا۔ مغلوں کی اکثر فتوحات راجپوتوں کی رہین منت تھیں۔ جہانگیر اجمیر کے بارے میں لکھتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہاں سے پچاس ہزار سوار اور تین لاکھ پیادے با آسانی حاصل ہو سکتے ہیں۔

راجپوتوں کا مذہب

راجپوتوں کا سب سے بڑا دیوتا سورج تھا۔ وہ اس کی پرستش کرتے اور اس کو راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کے نام پر اشومیگھ (گھوڑے کی قربانی) کرتے تھے اور اسی کے نام پر لڑتے تھے اور جان دیتے تھے۔ وہ اسے سوریہ کہتے تھے۔ (بحوالہ وکی پیڈیا زیر لفظ راجپوت)

راجپوت قبائل کا قبول اسلام

ہندوستان میں اسلام کا پہلا قدم مالابار (جنوبی ہند) پر پڑا۔ مشہور ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے مسلمان سندھ میں داخل ہوئے۔ لیکن محمد بن قاسم کے حملے کا سبب تلاش کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ کہ جنوبی ہند میں سراندیپ اور مالابار کے جزائر میں مسلمان پہلے سے موجود تھے۔ عہد نبوی میں مالابار کے راجہ کو جب معجزہ ''شق القمر'' کی اطلاع ملی۔ تو اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جب محمد بن قاسم اپنی فوج لے کر سندھ میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد مالابار میں موجود تھی۔ جنہوں نے کالی کٹ میں پہلی مسجد تعمیر کروائی تھی۔ بعض عرب تاجروں نے مقامی عورتوں سے شادیاں بھی کرلی تھیں۔ اور وہیں آباد ہو گئے تھے۔ جن کی اولاد موپلا یا موپلے کے نام سے مشہور تھی۔ جس وقت مسلمانوں نے ہندوستان پر حملے شروع کئے جن کا آغاز محمد بن قاسم، بعد میں سلطان محمود غزنوی وغیرہ سے ہوا۔ اس وقت سارے شمالی ہندوستان میں راجپوتوں کی خودمختار ریاستیں موجود تھیں۔ جب سارے ہندوستان پر اسلامی پرچم لہرانے لگا تو اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ سے ہندوستانی اقوام پر بھی لافانی اثرات مرتب ہوئے۔ جس میں اولیائے کرام کی تبلیغی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ جس میں حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری۔ اور حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ جیسے بزرگان بھی شامل ہیں۔ یہ صرف ان بزرگان کے روحانی اور باطنی فیض کا اثر تھا کہ راجپوت راجے اسلام کی حقانیت سے متاثر ہوکر اسلام میں داخل ہو گئے۔ چونکہ کاٹھگڑھ میں اور اس کے قریبی گاؤں میں گھوڑے واہ راجپوتوں کے گاؤں تھے۔ اور ان سب کی آپس میں رشتہ داریاں تھیں۔ ان سب نے دیکھا دیکھی اسلام قبول کرلیا۔

گھوڑے واہ راجپوت

یہ سورج بنسی راجپوت ہیں گھوڑے واہ کہلانے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ راجہ ہر پال، گج پال دونوں بھائیوں نے شہاب الدین غوری کو اعلیٰ قسم کا گھوڑا بطور تحفہ دیا جس کے بدلہ میں اس نے حکم دیا کہ تم دونوں بھائی صبح سے شام تک گھوڑے دوڑاؤ۔ جس مقام پر سورج غروب ہو جائے وہیں تک تمہاری

حکومت ہوگی۔ چنانچہ ہر پال سورج غروب ہونے تک وہاں اس نے اپنا نیزہ گاڑ دیا۔ نیزے کو پنجابی میں سیلا کہتے ہیں اس لئے وہاں پر موضع سیلکیانہ آباد ہوا۔ گج پال نے وقت غروب آخر مقام پر پہنچ کر اپنے ہاتھ کا کنگن نکال کر پھینک دیا۔ جہاں کنگن گرا وہاں موضع کنگن وال آباد ہوا۔ ہر پال اور گج پال دونوں کی حکومت میں 1860ء گاؤں آئے۔ ہر پال کا دارالخلافہ روپڑ قرار پایا۔ یہ اپنے کو سورج بنسی راجپوت شمار کرتے ہیں بہادر، شجاع اور سیاسی نقطہ نظر میں دور اندیش ہیں۔ گھوڑے واہ راجپوت جالندھر، ہوشیار پور، لدھیانہ، اور انبالہ کے باشندے ہیں۔ اس خاندان کے ایک بزرگ رانا روپ چند نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ جس کا اسلامی نام عابد خان رکھا گیا تھا ان کا مزار تحصیل گڑھ شنکر شہر ضلع ہوشیار پور میں اب تک موجود ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اس خاندان کے افراد مغربی پنجاب کے مختلف اضلاع میں آباد ہیں۔

جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کے اصحاب احمد کے اسماء

اخبارالحکم قادیان، اخبارالبدر قادیان نیز مکرم رانا محمد احمد خاں صاحب مصنف تاریخ احمدیت سڑوعہ نے اپنی کتاب میں کاٹھگڑھ کے عنوان سے جن صحابہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ احباب کے لئے پیش خدمت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ہی جب احمدیت کا چرچا ہر طرف ہونے لگا تو دوآبہ بست جالندھر یعنی ستلج اور بیاس دو دریاؤں کا درمیانی علاقے کی راجپوت قوم کے چیدہ چیدہ گاؤں مثلاً کریام، راہوں، بنگہ، گناچور، کریہہ، سڑوعہ، کاٹھگڑھ، صاحبہ، بیگم پور، بیرم پور، گڑھ شنکر، پنام، ہوشیار پور، جالندھر، کا سنجیدہ طبقہ احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔ سڑوعہ کے بعد جو سب سے بڑی جماعت بلحاظ تعداد اخلاص بلکہ بعض قربانیوں میں علاقہ کے دوسرے گاؤں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے کاٹھگڑھ ہے۔ ویسے بھی سڑوعہ اور کاٹھگڑھ میں آپس میں بہت رشتہ دار ہیں۔

کاٹھگڑھ کے صحابہ کرام

(1) حضرت سید محمد علی شاہ صاحب امام مسجد کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور۔

(بحوالہ اخبار بدر قادیان مورخہ 24 جولائی 1903ء)

(2) حضرت جمال خان صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(3) حضرت نبی بخش صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(4) حضرت مولا بخش صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(5) حضرت احمد حسن صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(6) حضرت محمد حسن کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(7) حضرت عبدالمنان خان صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(8) حضرت رحمت اللہ صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(9) حضرت رحمت خان صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان 8 دسمبر 1903ء)

(10) حضرت خواجہ الدین صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (ب اخبار بدر مورخہ یکم مارچ 1904ء)

(11) حضرت بلند خان صاحب کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان مورخہ 1 مارچ 1904)

(12)۔ حضرت فیض بخش صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیار پور (اخبار بدر قادیان مورخہ 1 مارچ 1904)

(13) حضرت چوہدری غلام محمد صاحب ابن مکرم رحمت خاں صاحب کاٹھگڑھی۔

(14) مکرم عبداللطیف صاحب کاٹھگڑھی۔ (15) مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی۔

(16) مکرم میاں احمد حسن صاحب کاٹھگڑھی۔ (17) مکرم چوہدری عبدالمجید پٹواری۔ کاٹھگڑھ

(18) مکرم عبدالحمید خان ولد غلام نبی صاحب کاٹھگڑھی (19) مکرم عمرالدین ولد ہمن کاٹھگڑھی

(20) مکرم عبدالواحد صاحب کاٹھگڑھی
(21) مکرم محمد نواز صاحب کاٹھگڑھ
(22) مکرم میاں رحمت اللہ صاحب کاٹھگڑھی
(23) مکرم میاں محمد مہدی صاحب کاٹھگڑھی
(24) مکرم میاں عبدالمجید صاحب کاٹھگڑھی
(25) قطب االدین صاحب کاٹھگڑھی
(26) مکرم عطا محمد صاحب کاٹھگڑھی
(27) مکرم سندھو خاں صاحب کاٹھگڑھی
(28) مکرم میاں نذر محمد کاٹھگڑھی
(29) مکرم برکت علی کاٹھگڑھی
(30) چھجو خاں صاحب کاٹھگڑھی
(31) مکرم نعمت علی صاحب کاٹھگڑھی
(32) مکرم غلام احمد صاحب کاٹھگڑھی
(33) مکرم محمد دین صاحب کاٹھگڑھی
(34) مکرم عبداللہ صاحب کاٹھگڑھی
(35) مکرم محمد علی ولد عمرے خاں صاحب کاٹھگڑھی
(36) چوہدری دولت خان صاحب کاٹھگڑھی
(37) حضرت ہمیرے خان صاحب کاٹھگڑھی

(اخبار الفضل 3 مارچ 1931ء صفحہ 2)

اسماء صحابیات

(1) اہلیہ حضرت عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی (الحکم 21 اگست 1905ء صفحہ 2)
(2) مسماۃ سموں صاحبہ کاٹھگڑھی
(3) مسماۃ خوشحالہ صاحبہ کاٹھگڑھی
(4) مسماۃ حکومت بی بی صاحبہ کاٹھگڑھ
(5) مسماۃ دولی صاحبہ کاٹھگڑھی
(6) مسماۃ الفت بی بی صاحب کاٹھگڑھی
(7) مسماۃ عظمت بی بی صاحبہ کاٹھگڑھی
(8) مسماۃ رحمی صاحبہ کاٹھگڑھی صاحبہ
(9) مسماۃ جیواں بی بی کاٹھگڑھی
(10) اہلیہ میاں عبدالمنان صاحب کاٹھگڑھی
(11) والدہ برکت علی صاحب کاٹھگڑی
(12) والدہ نعمت علی صاحب کاٹھگڑھی
(13) مکرم دختر عطا محمد خاں کاٹھگڑھی

اصحاب احمد اصحابیات احمد کاٹھگڑھ کی مندرجہ بالا فہرست کے علاوہ بھی کئی احباب کو اصحاب احمد کے پاک زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

کاٹھگڑھ کے اصحاب احمد میں سے چند ایک کے حالات زندگی جو دستیاب ہو سکے احباب کے افادہ کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

باب (1)

حضرت سیّد محمد علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کاٹھگڑھ کے پہلے صحابی

(ولادت 1861ء۔ بیعت 1903ء۔ وفات 18 جنوری 1961ء بعمر قریباً سو سال)

کاٹھگڑھ میں سب سے پہلے بیعت کرنے کا شرف حضرت سید محمد علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حاصل ہوا۔ آپ امام مسجد تھے۔ آپ کی بیعت کا ذکر اخبار بدر قادیان مورخہ 24 جولائی 1903ء میں درج ہے۔ بیعت کے بعد آپ کی شدید مخالفت ہوئی۔ آپ نے اپنی بیعت کے حوالہ سے ایک روایت سیرت المہدی جلد سوئم روایت نمبر 541 میں درج کی ہے۔ آپ کے حوالہ سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سیّد محمد علی شاہ صاحب انسپکٹر نظارت بیت المال قادیان نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مَیں ابتداء میں حضور کی بیعت کے لئے قادیان آیا تو ارادہ یہ تھا کہ مَیں حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرونگا۔ نماز کے بعد بیعت کا وقت آیا اور لوگ بھی بیعت کے لئے موجود تھے مگر مجھے سب سے پہلے موقعہ ملا۔ اس کے بعد کئی لوگوں نے اپنی نظمیں سُنائیں۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن ترگڑی نے بھی اپنی پنجابی نظم ''چٹھی مسیح اور اس کا جواب'' سُنایا۔ جسے سُن کر آنحضور مع خدّام خوب ہنسے اور فرمایا۔ ''اسے شائع کردو'' دو تین روز کی پاکیزہ صحبت کے بعد مَیں نے حضرت اقدس سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا۔ ''ابھی ٹھہرو''۔ دو تین روز کے بعد پھر اجازت کے لئے عرض کیا۔ فرمایا۔ ''ابھی ٹھہرو''۔ تیسری مرتبہ پھر حضور سے اجازت طلب کی۔ فرمایا کہ ''اچھا اب آپ کو اجازت ہے'' مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور میں صرف اکیلا احمدی ہوں اور کاٹھگڑھ کے اردگرد دس دس میل تک کوئی احمدی نہیں ہے اور ہمارے خاندان سادات میں سے میرے ماموں سلسلہ مقدسہ کے سخت دشمن ہیں۔ اس لئے حضور دعا فرمائیں۔ فرمایا خدا تعالیٰ آپ کو اکیلا نہیں رکھے گا۔ اور آہستہ آہستہ لوگ احمدیت میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اب کاٹھگڑھ میں ایک بڑی جماعت ہے۔''

(سیرت المہدی جلد 3 صفحہ 535 ایڈیشن 2008ء)

آپ کو تبلیغ کا انتہائی شوق تھا۔ آپ کی ایک تبلیغی رپورٹ اخبار بدر قادیان میں بعنوان ''رپورٹ جلسہ کاٹھگڑھ'' شائع ہوئی ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ

''جلسہ کاٹھگڑھ کے متعلق سید محمد علی شاہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا چونکہ بدر میں اطلاع دی گئی تھی کہ ان ایام میں جلسہ نہ ہوا اس واسطے باہر سے بہت لوگ نہ آئے قادیان سے حافظ غلام رسول صاحب واعظ روانہ کئے گئے تھے جن کا بڑا اثر ہوا ایک سو روپیہ چندہ فراہم کر کے قادیان بھیجا گیا۔ چوہدری امیر محمد و منشی غلام نبی نے تقریریں کیں سیکریٹری نے رپورٹ جلسہ سنائی جلسہ کا تمام خرچ چوہدری محمد حسین خان صاحب نے برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔''

(اخبار بدر قادیان 24 جون 1909ء صفحہ 1 بعنوان جلسہ کاٹھ گڑھ)

بیٹے مکرم سید احمد علی کی پیدائش

احمدیت قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد نرینہ سے نوازا۔ چنانچہ اخبار بدر قادیان میں ''سید احمد علی ابن سید محمد علی کی پیدائش'' کے عنوان سے درج ہے

''سید محمد علی صاحب سیکریٹری انجمن چمکار اسلام کاٹھگڑھ کواللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے (آج 10 جون 1905ء۔ناقل) 10 بجے دن کے پہلا بیٹاعطافرمایا۔بچہ کی ماں کی حالت نازک تھی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس مردہ کوزندہ کیااور یہ فرزندنرینہ بخشا۔اللہ تعالیٰ مولود مسعود کی عمرخدمت دین میں دراز کرے۔حضرت اقدس نے احمد علی نام تجویز فرمایا ہے احباب بچہ کی درازی عمراوراُس کی سعادت کے لئے دعا کریں۔

(اخبار بدر قادیان 10 جون 1905ء صفحہ 1 بعنوان امور منزلیہ)

حضرت سید محمد علی شاہ صاحب کاٹھگڑھی ؓ کا ذکر خیر

آپ کے بارے میں آپ کے داماد ساکن خانیوال تحریر کرتے ہیں کہ

''میرے خسر جناب سید محمد علی شاہ صاحب کاٹھگڑھی صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام مورخہ 18 جنوری 1961ء کودس بجے درمیان اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملے۔اناللہ و انا الیہ راجعون

آپ کاٹھگڑھ کے سادات میں سے تھے۔1903ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ہاتھ پر قادیان آکر بیعت کی۔فرمایا کرتے تھے کاٹھگڑھ میں میرے ذریعہ جماعت کی ترقی ہوئی اور اردگرد بعض نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔مرحوم پرانے موصی تھے۔فارسی کی اچھی قابلیت تھی۔حافظہ غضب کا تھا۔جو کتاب پڑھتے تھے غور اور انہاک کے ساتھ مطالعہ فرماتے تھے۔کتابوں کی عبارتیں حفظ ہو جاتی تھیں۔مرحوم کو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا اردو اور فارسی کلام قریباً حفظ تھا۔عمر 100 سال کے قریب تھی۔اس عمر میں اخبارات اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی کتابوں کا با قاعدہ مطالعہ رکھتے تھے۔قرآن شریف کی تلاوت اور ذکرالٰہی اور درود شریف ان کی غذا تھی۔صاحب کشف وکرامت تھے۔اکثر رؤیائے صالحہ ہوتی تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ سے محبت اور فدائیت کا رنگ تھا۔کہ حضور کی بیماری کا سن کر تڑپتے تھے۔پہلے ریاست جموں وکشمیر میں سرکاری ملازمت کی۔پھر نہر سرہند پر ضلع لدھیانہ اور پٹیالہ کے علاقہ میں رہے۔پھر ہجرت کر کے قادیان آگئے۔یہاں غالباً 1926ء سے لے کر 1947ء تک انسپکٹر بیت المال رہے۔جون 1941ء میں ریٹائرڈ کردئے گئے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد تقسیم ملک سے قبل منٹگمری میں میرے ہی پاس کئی سال رہے۔پھر قادیان تشریف لے گئے۔تقسیم ملک کے وقت فیروز پور میں تھے۔لباس اور غذا میں سادگی رکھتے تھے۔بڑے قانع تھے۔پنجگانہ باقاعدہ اور وقت پر ادا فرماتے تھے۔مورخہ 19 جنوری 1961ء کوصرف چند احمدی جماعت کے ساتھ نماز جنازہ ادا کر کے نعش یہاں امانتاً دفن کر دی گئی ہے۔جنازہ میں صرف چند احمدی دوست تھے۔'' (الفضل ربوہ 15 فروری 1961ء صفحہ 6)

آپ کا ذکر خیر تاریخ احمدیت جلد 21 صفحہ 317 میں درج ہے۔

رئیس کاٹھ گڑھ حضرت چوہدری غلام احمد خاں صاحب
صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام
(بیعت 1903ء صدر مسلم انجمن راجپوتان ہند (1910ء)

خاندانی حالات

تاریخ احمدیت کاٹھگڑھ کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی جب تک ایک بہادر سپوت کا ذکر نہ ہو۔ جس کا نام نامی چوہدری غلام احمد خاں آف کاٹھگڑھ ہے۔

حضرت چوہدری غلام احمد خاں کا (ولد رحیم خاں ولد جمال خاں ولد کافی خاں کا) گھوڑے واہ راجپوت خاندان سے تعلق تھا۔ آپ کے جد امجد (کافی خاں صاحب) مغلیہ دور میں راجستھان کے علاقے جے پور سے ہجرت کر کے ہوشیار پور کے اس علاقہ میں آکر آباد ہوئے تھے۔

فہیم اور ذکی انسان

آپ اپنے علاقے کے ایک فہیم و ذکی انسان تھے۔ اور آس پاس کے علاقے میں ان کی ملنساری اور معاشرتی میل جول مشہور تھا۔ آپ اس علاقے کی ایک سنجیدہ شخصیت تھے۔ آپ کا خاندان اور عزیز واقارب کی ایک معقول تعداد اس گاؤں میں رہائش پذیر تھی۔ علاقے میں بڑے مالک سکھ سفید پوش تھے۔ بعض اوقات جب کبھی علاقہ کے سرداروں سے کسی وجہ سے اختلاف ہوجاتا تو چوہدری صاحب قائم ہو کر اپنی رائے کو منواتے۔ آپ بہت ہی ملنسار خلق خدا کے ہمدرد اور خلیق تھے۔

کاٹھگڑھ کے پنچ

کاٹھگڑھ میں سات نمبرداریاں تھیں مگر سب سے مضبوط نمبردار اور رئیس چوہدری صاحب غلام احمد خاں صاحب ہی تھے۔ ہر مہمان کے لئے قیام اور طعام کا فراخدلانہ انتظام کرتے تھے۔ سرکاری عہدیداروں کے مقام کے مطابق ان سے حسبِ مرتبہ سلوک اور خاطر تواضع کی جاتی تھی۔ علاقے میں جب بھی کوئی تصادم یا کوئی بے انصافی، چوری چکاری ہوجاتی تو اس کا فیصلہ محترم چوہدری صاحب ہی فرمایا کرتے تھے۔ جب کبھی سکھوں سے کوئی معرکہ درپیش آتا تو آپ کے پاس ایک صد جوان کا جتھہ موجود ہوتا تھا۔ اس جتھے کا رعب سارے علاقے پر تھا۔ آپ بڑے زمیندار بھی تھے۔ اور علاقے کے عقیل اور فہیم شخص تھے۔ آپ کے والد کا نام چوہدری رحیم خاں تھا۔ آپ کے ایک بیٹا 1903 میں پیدا ہوا۔ جس کا نام عبدالرحیم رکھا گیا۔ آپ کے چچازاد کے بیٹے چوہدری محمد حسین صاحب تھے۔ جو پشاور میں تحصیلدار تھے۔ ایک کزن سوہنے خان تھے جن کے بیٹے بابو عبدالحئی خان لاہور میں محکمہ ڈاک کے افسر تھے۔

مہمان نواز

چوہدری غلام احمد خاں آف کاٹھگڑھ کا مسلک اہل حدیث تھا۔ اور آپ سر سید احمد خان سے متاثر تھے۔ اور ان سے رابطے میں تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی بازگشت سنی۔ اور براہین احمدیہ نظر سے گزری۔ تو آپ نے پہلے قادیان جا کر بیعت کی اور پھر اپنے خاندان سے اکثر افراد کی حضرت مرزا صاحب کی بیعت کرائی۔ یوں کاٹھ گڑھ میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس سے چند ماہ قبل آپ کی مسجد کے امام سید محمد علی شاہ احمدی ہو چکے تھے۔ جسے آپ نے مسجد کی امامت سے نکال دیا تھا۔ اسی دور میں آپ کے کزن مولوی عبدالسلام خاں صاحب اور بابو عبدالحئی خاں جو لاہور میں

طالب علم تھے۔ وہ بھی بیعت کر چکے تھے۔

حضرت چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھگڑھ کے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے حالات

اخبار الحکم قادیان میں ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے حضرت چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھگڑھ کا ایک خط بعنوان ''میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیوں ایمان لایا'' درج کیا ہے۔ یہ خط انتہائی ایمان افروز ہے۔ اور حضرت چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھگڑھ کے حالات زندگی کو بیان کرتا ہے۔ ذیل میں یہ خط درج کیا جاتا ہے

ایڈیٹر صاحب الحکم اپنے نوٹ میں تحریر کرتے ہیں کہ

''ذیل میں چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھ گڑھ کی ایک چھٹی درج کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے حالات کے متعلق لکھی ہے۔ چوہدری صاحب جیسا کہ خود انہوں نے ظاہر کیا ہے وہ سرسید مرحوم کے دلداہ تھے اور جہاں تک مجھے علم ہے ان کے کاموں میں بہت بڑی مدد دیا کرتے تھے اس پیرانہ سالی میں خدا تعالیٰ نے انہیں توفیق دی ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ایڈیٹر)

حضرت چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھگڑھ تحریر کرتے ہیں کہ

''میں کچھ اپنے حال اپنے عقائد و اعمال مذہبی کا عرض کرتا ہوں۔ میں سن تمیز کو پہنچ کر وہابی عقائد کا بڑی مضبوطی اور استقلال سے معتقد رہا۔ پھر سید احمد خان کی تحریرات نکلنی شروع ہوئیں ان کو بھی بلاتعصب مطالعہ کرتا رہا۔ اور بہت سی باتوں کی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا رہا مگر جب اخیر نتیجہ پر غور کیا تو اسلام یعنی مسلمانوں کی عملی حالت دن بدن بگڑتی نظر آئی۔ گو دونوں صاحبان (مولوی محمد شہید۔ اور سید احمد خان) کی تحقیقات سے مسلمانوں کے عقائد کی بہت کچھ اصلاح ہوگئی مگر عملاً اور بھی خرابی ہوتی گئی۔ اب دل میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اس دین کی حفاظت کا وعدہ فرماتا ہے مگر اس کا ایفا کب ہوگا؟ میں اپنے عقیدہ میں مہدی کی حدیثوں کو مجروح سمجھتا تھا۔ اور عیسیٰ کا زندہ آسمان پر ہونا اور پھر واپس آنا لغو جانتا تھا۔ البتہ اس امر کا یقین دل میں پختہ تھا کہ خدا تعالیٰ آیت استخلاف اور آیت اور ثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا کے وعدے کے بموجب کسی ایسے شخص کو پیدا کر دے گا جو اس دین کو پھر زندہ کر کے دکھلا دے گا۔ مگر اس کے انتظار کی از حد بیقراری تھی کہ وہ دن کب آئے گا۔ جب اسلام کے خشک شدہ باغ کی آبادی ہوگی۔

میں مرزا صاحب کی تحریرات اس وقت سے دیکھتا ہوں جب کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار سفیر ہند پریس امرتسر میں پادری رجب علی کے پاس چھپنے کے لئے گیا۔ پھر براہین احمدیہ کی بعض جلدیں بھی مطالعہ کیں جس سے مرزا صاحب کے بیان صداقت اسلام اور اظہار نکات و رموز قرآن کا قائل ہوگیا۔ اور مرزا صاحب کے دعویٰ الہام کو بھی سچ مانتا رہا۔ مگر خیال یہ تھا کہ اس بھی اسلام کے متروک شدہ عمل کو کیا فائدہ ہوا؟ اسی اثنا میں مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کے حکم سے دعویٰ مہدیت و مسیحیت کر دیا۔ اور مسلمانوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ اب میں اس سے تجسس و تحقیق میں ہوا کہ آیا مرزا صاحب امام ہیں؟ اور ان میں اماموں کے چار اوصاف کا ہونا بھی ضروری سمجھتا تھا۔ کیونکہ امام کی فطرت نبیوں کے قریب قریب ہوتی ہے اور وہ اوصاف یہ ہیں۔ اس ریفارم کا جس کے مامور ہوا پورا عامل اور سچا عاشق۔ ارادہ مستقل ایسا کہ کوئی تکلیف جسمانی یا مالی یا کوئی سختی دنیاوی اس کو اپنے کام سے روک نہ سکے۔ کشش مقناطیسی۔ شرف مکالمہ اور تائید غیبی۔

اس کے بعد حضرت اقدس کی تصدیق کے لئے دل میں مجھے دو ہی معیار میسر تھے۔ حضرت کا مضبوط ارادہ سے مسلمانوں کی عملی اصلاح میں لگے

رہنا۔(2) جماعت کے بعض افراد کا سچے دل سے اسلام کی پیروی کرنے سے ان کے ریفارم کا اثر۔بس یہی میرا مطلوب تھا۔یہی مقصود وعرصہ تخمیناً تین سال سے خود قادیاں حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوا پھر مجھ کو باقی دو امر بھی حضرت اقدس کی ذات میں تصدیق ہو گئے۔میرا یہ بھی یقین ہے کہ مامور کی کشش سعید فطرت دلوں کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔نہ کہ شقی القلب لوگوں کو خواہ وہ قادیان میں رہیں یا کہیں۔کوئی شاعر کہتا ہے

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

اب اس امر کا اظہار باقی ہے کہ میں امام کا رتبہ کیا سمجھتا ہوں؟ میں حضرت مرزا صاحب کو نہ خدا سمجھتا ہوں جیسا کہ یہودیوں نے اپنے پیشواؤں کو سمجھا۔اتخذوا احبارھم ورھبانا اربابا اور نہ خدا کا وہ برگزیدہ اور امام المرسلین اور خاتم النبین رسول۔البتہ محمد رسول اللہ کے اُس دین کی خدمت کے لئے جو سب دینوں میں سچا اور پکا دین ہے۔اور زمانہ کے دل اور مکاریوں سے نہایت خراب حالت کو پہنچ گیا ہے۔اور عملی لحاظ سے اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا۔بحکم حدیث لایبقی من الاسلام الا اسمہ اصلاح اور تجدید کے لئے خدا کی طرف سے مسیح موسوی کی خو و عادات پر مامور ہوکر آئے ہیں۔کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے بلکہ شریعت محمدی کا عمل قائم کرنے کے لئے مقرر ہوئے ہیں اور انہیں اوصاف کے ساتھ جو ایسے ریفارمروں کے لئے ضروری ہیں بلکہ ان میں ازمنہ گذشتہ کے مصلحاں کی نسبت الٰہی طاقت بڑھ کر کام کر رہی ہے کیونکہ موجودہ زمانہ کی خرابی مذہب حد سے بڑھ گئی ہے جیسا کہ دشمن قوی ہو ویسا ہی نگہبان بھی قوی ہونا چاہیے اور حضرت اقدس ایسے ہی ہیں اور اپنی ساری طاقت سے کام کر رہے ہیں۔البتہ اجتہاد میں غلطی کرنا امام وقت کا ایسا ہی ممکن ہے جیسا کہ رسولوں کا اگر کوئی صاحب اس پر اعتراض کریں گے تو یہ عمل آدم سے لے کر خاتم النبین تک قرآن سے ثابت کردوں گا۔

صاحبان میرے دل میں احمدی جماعت کے کسی فرد کے عمل سے جو برائے نام احمدی ہوا اور عمل قرآن کا نام نشان نہ ہو یا ظاہر میں بڑے پکے احمدی ہیں اور باطن میں تہذیب اسلام کا کچھ اثر نہیں اور باوصف اس بات کے کہ حضرت اقدس کے ہاتھ پر بلکہ خدا کے ہاتھ۔خدا کی گواہی اور اس کے رسول کی گواہی اور جماعت مسلمانوں کی گواہی سے اس امر کا اقرار اور عہد کر چکے ہیں کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔کچھ پاس نہیں۔شبہات پیدا ہوتے تھے مگر وہ شبہات خدا نے اس طرح رفع کر دئے کہ اگر موجودہ مسلمان اپنی اصلاح نہیں پائیں گے تو خدا اسلام کی اعانت کے لئے کوئی ایسی اور قوم اس مذہب میں داخل کر دے گا جو اسلام کو مثل اوّلین مسلمانوں کے غالب کرے گی۔اور وہ وقت قریب ہے۔کہ کل روئے زمین کے انسانوں کا مذہب اسلام ہوگا۔اور وہ حضرت مرزا صاحب ہی کے ذریعہ ہوگا۔

غلام احمد۔کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور

(الحکم 10 مئی 1907ء صفحہ 10)

حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحبؓ کا تحقیق حق کے لئے قادیان آنا

مکرم ماسٹر محمد علی خان صاحب اشرف چینوٹ حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحبؓ اور حضرت چوہدری عبدالعزیز خان صاحبؓ کا ذکر خیر اور قادیان تحقیق کے لئے آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''چوہدری عبدالعزیز خان صاحبؓ مرحوم ومغفور موضع ضربدیال اور چوہدری غلام احمد صاحب مرحوم موضع کاٹھگڑھ ہر دو صاحبان راجپوت قوم ضلع ہوشیار پور کے باشندے تھے اور اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے۔1903ء کا ذکر ہے بندہ تعلیم الاسلام ہائی اسکول کے درجہ نہم میں تعلیم پاتا تھا۔یہ صاحبان

تحقیق حق کی غرض سے قادیان تشریف لائے۔ان دنوں قادیان کی معمولی سے گاؤں کی حیثیت تھی۔اکثر کچے مکان برائے نام چندایک معمولی سی دوکانیں کچی اور بوسیدہ سی گلیاں، بازر بے رونق اگر قادیان کی تھوڑی بہت رونق کے موجب تھے تعلیم الاسلام ہائی سکول و بورڈنگ ہاؤس کے طلباء واساتذہ اور بس یا گاہ وبگاہ وہ کسی نہ کسی مہمان کی آمد جوحضرت اقدس کے دعاوی کوسن کرتحقیقات کے لئے آیا کرتے۔مہمان خانہ ولنگرخانہ کی حالت بھی بالکل سادہ تھی۔اگرکوئی ذی وجاہت خط وکتاب کر کے قادیان آتا تو اس کے کھانے وغیرہ کا انتظام خودحضرت اقدس گھر میں فرماتے۔چوہدری صاحبان بھی جب تشریف لائے بندہ بورڈنگ میں رہائش رکھتا تھا۔ مجھے پتہ چلا کہ ضلع ہوشیار پور کے دوصاحبان مہمان خانہ میں اقامت پذیر ہیں۔لہذا میں ان کو جاملا۔وہ بہت خوش ہوئے کہ ہمارے ضلع کا ایک طالب علم پہلے سے ہی قادیان پہنچ چکا ہے۔میں نے اپنی حسب توفیق ان کی رہائش وخوراک کا انتظام اپنے بورڈنگ کے صحن میں کردیا۔احمدیت کے متعلق مجھ سے بہت حالات انہوں نے معلوم کئے اور پھر غالباً تیسرے دن واپس ہو گئے۔بندہ موضع بسراواں تک ان کو احمدیت کے حالات سناتا گیا۔جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہماری آنکھیں اشکبار تھیں اور دل مجروح و غمگین۔دونوں صاحبان نے مجھے تسلی دی کہ ان شاءاللہ پھر آئیں گے۔چنانچہ وہ قریباً بعداز ایک ماہ تشریف لائے اور چنددن کی رہائش کے بعد بیعت حضرت اقدس علیہ السلام سے بہرہ اندوز ہوکر واپس گئے۔الحمدللہ جو میری غرض تھی وہ خدا نے پوری کر دی۔ہر دونے اپنے علاقہ میں جا کر احمدیت کی تبلیغ کی۔چنانچہ موضع ضربدیال کے گردونواح کے دیہات مثلاً اہرانہ، پھگلانہ، ملیانہ بھجیاں ودیگر مواضع میں احمدیت کو ماننے والے چوہدری عبدالعزیز خان صاحب مرحوم ومغفور کی یادگار ہیں۔اسی طرح موضع کاٹھگڑھ کا قریباً سارا علاقہ مکرم چوہدری غلام احمد خان صاحب کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہیں۔''

(الفضل ربوہ 13 اگست 1959ء صفحہ 5)

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں بار بار حاضری

امام الزمان کی بیعت کے بعد آپ کو متعدد بار قادیان آنے کی توفیق ملی۔اور ہر بار ایک نئی روحانیت کے نور سے مالا مال ہوکر واپس لوٹے۔خصوصاً جلسہ سالانہ قادیان میں بڑے اہتمام سے شامل ہوتے اور اپنی جماعت سے بکثرت لوگوں کو جلسہ سالانہ میں شامل کرتے۔

مقدمہ گورداسپور کے وقت گورداسپور میں حاضر ہونا

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں کرم دیں ساکن بھیں کا مقدمہ مشہور معروف ہے۔اس مخالف نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام پر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔جس کے نتیجہ میں 1904ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو عدالتی کاروائی کے لئے گورداسپور میں مقیم ہونا پڑا۔عشاق احمدیت حضور کے دیدار اور ملاقت کے لئے دوردراز سے گورداسپور تشریف لانے لگے۔ان عشاق میں حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحبؓ بھی شامل تھے۔

حضرت شیخ جان محمد صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس اپنی ایک روایت میں تحریر کرتے ہیں کہ

''مَیں نے 1903ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوۃ والسلام کی پہلے بذریعہ خط بیعت کی پھر 1904ء میں بمقام گورداسپور دورانِ مقدمہ مولوی کرم دین بھیں والے میں حاضر ہوا اور سعادۃً دستی بیعت سے مشرف ہوا۔مَیں منٹگمری سے آیا اور والد صاحب مرحوم چوہدری غلام احمد خان صاحب مرحوم آف کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور سے بمقام گورداسپور حاضر ہوئے تھے۔حضرت خلیفۂ اوّل نے چوہدری صاحب مرحوم کی وجہ سے۔۔۔ایک علیحدہ چھولداری ہم کو دے دی جس میں ہم تین ٹھہرے اور دیگر احباب بعض نیچے مکان میں اور بعض چھولداریوں میں ٹھہرے ہوئے تھے۔چوہدری غلام احمد خان مذکور نے مجھے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ باورچی خانے میں بٹیرے پکائے گئے ہیں مجھے دو بٹیرے لا دو۔چنانچہ مَیں نے باورچی خانے سے دریافت کیا تو اُس نے

بتلایا کہ لاہور سے مہمان آئے ہوئے ہیں یہ اُن کے لئے پکائے گئے ہیں۔ مَیں ان سے اصرار کر رہا تھا کہ چوہدری غلام احمد خان ایک امیر آدمی اور خوش خور ہیں اور میرے والد صاحب کے دوست ہیں تو ضرور دو بٹیرے دے دو (کہ ان کے لئے مَیں جو لے جا رہا ہوں وہ امیر آدمی بھی ہیں اور اچھا کھانے والے ہیں)۔ اسی اثناء میں حافظ حامد علی صاحب مرحوم بالائی حصہ مکان میں آ گئے اور یہ ماجرا انہوں نے سنا۔ باورچی نے بتلایا کہ خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ آئے ہوئے ہیں، اُن کے لئے بٹیرے پکائے گئے ہیں تو مَیں مایوس ہو کر چھولداری میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد حافظ حامد علی صاحب مرحوم ایک طشتری میں دو بٹیرے بُھنے ہوئے لے کر آ گئے اور فرمایا کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ذکر کیا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ جلد اُنہیں بٹیرے پہنچاؤ اور فرمایا کہ کل سب کے لئے بٹیرے پکائے جائیں۔ چنانچہ دوسرے دن ایک بڑے دیگچہ میں بٹیرے پکائے گئے اور سب کو کھلائے گئے۔''

(رجسٹر روایات صحابہ جلد نمبر 15 صفحہ 17 غیر مطبوعہ) (بحوالہ خطبہ جمعہ 15/ جولائی 2011ء)

حضرت چوہدری غلام احمد صاحبؓ کا جلسہ سالانہ 1907ء میں شامل ہونا

حضرت چوہدری نور احمد صاحب سڑوعہ اپنی بیعت کے حالات وقادیان آمد کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت چوہدری غلام احمد صاحب کاٹھگڑھی کے جلسہ سالانہ 1907ء میں شرکت کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ

اس کے بعد مجھے جلسہ سالانہ پر آنے کا اتفاق ہوا۔ دوآبہ یعنی ضلع جالندھر اور ضلع ہوشیار پور کے تمام احمدی ایک ہی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ چوہدھری غلام احمدؓ رئیس کاٹھگڑھ بھی تھے۔ رات کو قادیان پہنچے تھے۔ کمرہ میں بسترے رکھ کر تمام دوست بیٹھ گئے۔ مگر نصف رات تک کھانا نہ ملا۔ لوگ بہت بھوکے تھے اور بار بار چوہدھری صاحب مذکور کے پاس شکوہ کرتے تھے کہ ابھی تک کھانا نہیں ملا۔ اخیر چوہدھری صاحب نے کہا کہ بازار میں جا کر کچھ دودھ پی لو۔ مگر اتنی بے چینی پیدا مت کرو۔ کھانا مل جائے گا۔ لوگ کھانے کا انتظار کر کے تھک گئے۔ آخر بہت سے دوست بھوکے سو گئے۔ رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔ اچانک چند آدمی نمودار ہوئے۔ کہنے لگے کہ حضرت صاحب کو الہام ہوا ہے کہ مہمان بھوکے ہیں ان کو کھانا کھلاؤ۔ بدیں وجہ لوگ کمروں میں سے جگا جگا کر کھانا دے رہے ہیں۔ ہمارے کمرہ میں بھی چند آدمی کھانا لے کر آئے۔ چوہدھری صاحب نے تمام دوستوں کو جگا کر کھانا کھلایا۔ ہمارے ساتھ چوہدری غلام قادر صاحبؓ سڑوعہ والے بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کھانا خدا نے جگا کر دیا ہے۔ وہ بقیہ ٹکڑے بطور تبرک کہ یہ الہامی کھانا ہے اپنے پاس سڑوعہ لے گئے۔ سنہ یاد نہیں رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد 24 صفحہ 653)

تبلیغی کاوشیں

امام الزمان کی بیعت کے بعد آپ ہمہ تن تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی تبلیغ سے علاقے کے راجپوتوں پر غیر معمولی اثر ہوا۔ اور دوآبے کے اور باقی علاقے میں بھی چھوٹے چھوٹے دیہات میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ آپ کے احمدی ہونے سے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ مندرجہ ذیل دیہات میں پہلے سے اکا دکا اگر احمدی تھے بھی تو وہاں مزید لوگ احمدی ہوئے۔ اور جماعتوں کی تعداد بڑھی۔ اور کاٹھگڑھ میں بڑے جلسے کروائے جاتے۔ جو دیہات کاٹھگڑھ سے ذرا دور تھے تو ان کے جلسے قریبی کسی بڑے گاؤں میں منعقد کروایا جاتا۔ وہاں مرکز قادیان سے مبلغین اور علمائے دین بلائے جاتے۔ علاقے کے غیر احمدی رؤسا کو بھی دعوتیں دی جاتیں اور کریام اور سڑوعہ سے بھی بااثر شخصیتیں تشریف لاتیں۔ بڑے بڑے مباحثے ہوئے۔ وفات مسیح ناصری، ختم نبوت، امام مہدی کا ظہور، احادیث سے نشانیاں ثابت ہونے پر اس علاقے کے متقی لوگوں نے بیعتیں کیں۔ اور اس طرح ان دیہات میں

احمدیت کی ترقی ہوئی۔

دیہات میں اثر و رسوخ۔

ان دیہات کے نام یہ ہیں ۔بیگم پور کنڈی ،پنام،موہراں تحصیل گڑھ شنکر، ایمہ، انند پور، میٹیانہ، ضرب دیال،اہرانہ خورد،چنکوعہ، چنکوعی،مکیریاں، بیرم پور،ساہوہ،پھگلانہ،مہت پور، دیاں،گھوڑے واہ،میانی پٹھاناں،جھنگڑ کلاں، پنڈ بیگووال،نواں شہر،بکھلور، آٹھور، روپڑ،لنگڑوعہ، بنگہ، کریہہ، جاڈلہ،نکند پور،لنگیری،غوث گڑھ،جاولی،گڑھ شنکر، کنکنہ، سمبلی، پھمبیاں،عمر پور، منڈیراں، بہہ،کتنا،زبراں،اُڑمڑ،میمووال،سحووال،میانی سیداں،کنگنی، پوی، ماہل پور، پنڈوری، کھرل، بھیووال، چھپر ماں کھٹانے،سرشت پور،سار چور،دسوہہ،شام چوراسی، کبیروالہ، چٹالہ، چجی،اوڑ ،بازید پور، کلیان،بجواڑہ، بیرسیاں،کھماچوں،گُنا چور، بہرام، پھلور، گوڑ پور،ملسیاں،حاشنہ کلاں، بگوراں، تھابل،نکودر،رسول پور،صریح وگوڑہ، رام گڑھ، ہمبوال، ماچھی واڑہ، پووت،کوٹالہ، برج، چک لوہٹ،ٹانڈا چکلی،ہلواڑہ،کوم کلاں،رجاولی،

جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کا قیام 1903۔

چوہدری غلام احمد صاحب نمبردار رئیس کاٹھ گڑھ کی قبولیت احمدیت کے وقت اکثریت کاٹھ گڑھ کے افراد نے بیعت کرلی تھی ۔اس موقع پر حضرت مولوی عبدالسلام خان صاحبؓ کے والد حضرت چوہدری محمد حسین خاں صاحب تحصیلدار پشاور نے بھی باجماعت بیعت کی تھی ۔مولوی عبدالسلام خاں صاحب نے زمانہ طالب علمی میں لاہور میں چند ماہ پہلے جب بیعت کی تو ان کے والد چوہدری محمد حسین تحصیلدار پشاور نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا بلکہ اُن کا ماہانہ خرچ بھی بند کردیا تھا۔بعدازاں چوہدری غلام احمد نمبردار رئیس کاٹھگڑھ نے چوہدری محمد حسین تحصیلدار پشاور سے بات چیت کی اور سمجھایا، پھر چوہدری محمد حسین تحصیلدار پشاور نے خود بھی بیعت کرلی۔اس طرح 1903 میں ہی کاٹھگڑھ میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ایک روایت کے مطابق لاہور میں بابو عبدالحئی خاں ولد چوہدری سوہنے خاں ملازم پوسٹ آفس نے بھی بیعت کی تھی ۔مگر ان کا تعلق جماعت لاہور کے کھاتے میں آتا ہے۔کاٹھ گڑھ میں پہلے بیعت کنندہ سید محمد علی شاہ ہی قرار پاتے ہیں ۔ بیعت کے بعد آپ کی سخت مخالفت ہوئی اور مخالفت کرنے والوں میں چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھ گڑھ پیش پیش تھے۔ چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھ گڑھ نے آپ کو امامت سے ہٹا کر گاؤں سے نکال دیا تھا۔لیکن جب احمدیت کی حقیقت خود چوہدری غلام احمد صاحب پر کھلی تو پھر سید محمد علی شاہ کو واپس کاٹھ گڑھ اسی شان سے واپس لایا گیا۔کاٹھ گڑھ کی جماعت اس وقت سے ترقی کرتی چلے گئی ۔جماعتی نظام کو وہاں مستحکم کردیا گیا۔ جماعتی نظام کو فوقیت دے کر بدعات کو ختم کرنے کی ترغیب دی گئی ۔ ایک نیک اسلامی معاشرے کی شکل وہاں احمدیوں نے پیش کرنے کی کسی حد تک کوشش کی ۔جس میں سب احباب کا عمل دخل تھا۔اس طرح جماعت احمدیہ کے نیک عمل، اتفاق واتحاد کی دھاک مزید علاقے پر بیٹھ گئی ۔چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھ گڑھ کی فراست اور حکمت نے برادری کی عزت کو چار چاند لگادیئے ۔اُس وقت کسی بھی جماعت میں احمدیہ ورنیکلر سکول نہیں تھا۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کا سفر کاٹھ گڑھ 1908ء

تاریخ احمدیت جلد 3 میں مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت سیدنا محمود کے سفر کاٹھ گڑھ کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے حکم سے اور جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ (ضلع ہوشیار پور) کی درخواست پر 16 دسمبر 1908ء کی صبح کو حضرت میر محمد

اسحاق صاحب کے ساتھ کاٹھ گڑھ تشریف لے گئے۔اور غالباً 21 دسمبر کو وارد قادیان ہوئے۔

کاٹھ گڑھ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ جب آپ وہاں پہنچے تو دوستوں سے مشورہ دیا کہ فلاں طرف راستہ میں ایک شدید دشمن رہتا ہے۔اندیشہ ہے کہ کہیں آپ پر حملہ نہ کردے لیکن آپ نے اس بات کی ذرا پرواہ نہ کی اور اسی راستہ پر چل پڑے۔جب اس شخص کی نظر آپ پر پڑی تو وہ دوڑ کر آپ کی طرف آیا آپ کے ساتھیوں نے سمجھا کہ شاید آپ پر حملہ کرنے آرہا ہے اس لئے وہ لاٹھیاں لے کر اکٹھے ہو گئے لیکن وہ شخص انہیں دھکہ دیتے ہوئے آگے بڑھا اور کہنے لگا یہ صرف تمہارے ہی پیر نہیں بلکہ ہمارے بھی پیر ہیں کیا ہم ان کی زیارت بھی نہ کریں پھر اس نے ایک روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا یہ میری طرف سے نذرانہ ہے اسے قبول فرمائیں۔

(بحوالہ تاریخ احمدیہ جلد 3 صفحہ 220۔221 سن اشاعت 2009ء قادیان)

اس سفر کی مزید تفصیل اور اس سفر کے دوران ظاہر ہونے والے ایمان افروز واقعات کا ذکر کرتے ہوئے محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مزید تحریر کرتے ہیں کہ

''وسط دسمبر 1908ء میں حضرت سیدنا محمود رضی اللہ عنہ نے حضرت میر محمد اسحاق صاحب کاٹھ گڑھ کا سفر اختیار فرمایا جو آپ کو دوسرا تبلیغی سفر تھا۔

آپ بٹالہ سے پھگواڑہ تک ریل میں گئے پھگواڑہ اسٹیشن پر حضرت حاجی حبیب الرحمٰن صاحب ؓ حاجی پورہ استقبال کے لئے موجود تھے آپ حاجی صاحب کے درخواست پر حاجی پورہ تشریف لے گئے اور مختصر سے قیام کے بعد وہاں سے میاں چانن صاحب احمدی برادر خورد میاں شیر محمد صاحب یکہ بان کے ٹانگہ پر بنگہ پہنچے اور میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالہ کے مکان میں جو کوتوالی سے متصل تھا مقیم ہوئے۔شہر میں آپ کی آمد کا عام چرچا ہو گیا تھا۔لوگ جوق درجوق آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے۔زائرین میں غیر مسلم بھی شامل تھے۔حضور کا بنگہ میں ایک دورات قیام رہا۔پھر آپ ٹانگے میں نواں شہر اور وہاں گھوڑی پر کاٹھ گڑھ پہنچ گئے۔بنگہ سے نواں شہر کے سفر میں جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے (مولف اصحاب احمد) کے والد بزرگوار جناب ملک نیاز محمد صاحب کو بھی ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ملک نیاز محمد صاحب کا بیان ہے کہ ''راہوں ضلع جالندھر میں ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بنگہ میں بھی قیام فرمائیں گے۔میں بنگہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کاٹھ گڑھ جانے کے لیے لئے بالکل تیار ہیں۔چنانچہ احباب جماعت بنگہ کی معیت میں آپ حضرت میر محمد اسحاق صاحب یکوں کے اڈہ پر تشریف لے گئے۔یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے۔کہ وہاں بابا شیر محمد صاحب مرحوم ؓ (یکہ بان) ایک نیا یکہ لے کر کھڑے تھے۔حضرت صاحبزادہ صاحب اور میر صاحب دوستوں سے مصافحہ کرکے ٹانگہ پر سوار ہونے لگے۔تو بابا جی نے عرض کی کہ میرا ایک خواب ہے۔حضور اسے پورا فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائیں ہیں اور میں نے حضور کو اپنے ٹانگہ میں سوار ہونے کے لئے عرض کی لیکن اس یکہ کا پائدان نہیں ہے۔میں نے عرض کی کہ حضور میری پیٹھ پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جائیں۔چنانچہ حضور نے میری عرض قبول فرمائی اور اسی طریق سے یکہ پر سوار ہو گئے۔اس خواب کے ماتحت میں نے یہ ٹانگہ بنوایا ہے اور دانستہ اس میں پائیدان نہیں لگوایا اب میں جھکتا ہوں اور حضور میری پیٹھ پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جائیں تاکہ میرا خواب پورا ہو جائے۔محض بابا شیر محمد صاحب کی اس رویا کی بناء پر آپ نے ان کے پشت پر قدم رکھا اور سوار ہو گئے اور میں بھی شریک سفر ہو گیا۔باقی سب دوست واپس ہو گئے۔اس یکہ میں ہم تین سواریاں تھیں اور چوتھے بابا شیر محمد صاحب۔بنگہ سے نواں شہر تک دونوں بزرگوں کا یہ شغل رہا کہ پہلے حضرت صاحبزادہ صاحب سورۃ ق تلاوت کرکے حضرت میر صاحب کو سناتے پھر حضرت میر صاحب یہی سورت حضرت صاحبزادہ صاحب کو سناتے۔اس طرح سارے سفر میں ایک

دوسرے کوسناتے رہے۔ یہاں تک کہ نواں شہر پہنچ گئے اور وہاں کاٹھ گڑھ کی جماعت کے دوست گھوڑیاں لے کر آئے ہوئے تھے۔ وہاں ظہر وعصر کی نماز جمع کر کے یہ دونوں بزرگ کاٹھ گڑھ کے لئے روانہ ہو گئے اور میں واپس راہوں چلا گیا۔

حضرت صاحبزادہ سیدنا محمود رضی اللہ تعالیٰ کاٹھ گڑھ میں چند روز ٹھہرنے کے بعد واپسی پر آ کر کریام لنگڑوعہ اور راہوں میں دوستوں کے اصرار پر تھوڑا تھوڑا وقت ٹھہرتے ہوئے دوبارہ بنگہ میں وارد ہوئے۔ بنگہ میں مختصر قیام فرمایا پھر قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔''

(تاریخ احمدیہ جلد 4 صفحہ 73۔74 سن اشاعت 2007ء قادیان)

بیان حضرت مولوی عبدالمنان صاحبؓ کاٹھ گڑھی بابت سفر کاٹھ گڑھ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولوی عبدالمنان صاحبؓ کاٹھگڑھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر کاٹھ گڑھ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ

''حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خلافت کے پہلے سال میں مولوی عبدالسلام مرحوم نے جو میرے حقیقی بھائی تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے شاگرد تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کلاس فیلو بھی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں درخواست گزاری تھی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کو ہمارے ہاں آنے کی اجازت فرمائیں اور ساتھ میر محمد اسحاق صاحب بھی آئیں کیونکہ افراد جماعت کاٹھگڑھ کی خواہش ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ہمارے گھروں میں پاؤں رکھیں۔ تا ہمارے گھروں میں برکت ہو جائے۔ حضور نے منظور فرمایا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور صاحبزادہ صاحب کو اجازت دے دی اور فرمایا۔ ''جانا چاہیئے مخلص جماعت ہے'' چونکہ جلسہ سالانہ 1908ء کی تاریخیں قریب تھیں اور کاٹھ گڑھ دور تھا۔ حضرت حاجی غلام احمد صاحب آف کریام کو اطلاع دے دی کہ صاحبزادگان کاٹھ گڑھ جانے کے لئے آرہے ہیں آپ انتظام کریں۔ اس وقت ہمارے نزدیک پھگواڑہ اسٹیشن ہی تھا۔ الغرض حضرت صاحبزادہ صاحب اور حضرت میر اسحاق صاحب 16 دسمبر 1908ء کو بٹالہ اسٹیشن سے سوار ہو کر امرتسر سے گاڑی بدل کر پھگواڑہ اسٹیشن پر اتر کر تانگہ پر سوار ہو کر بنگہ ضلع جالندھر جہاں ہماری جماعت تھی، رات کو آ گئے۔ رات وہیں قیام کیا اور وہاں سے ایک مخلص احمدی دوست شیر محمد صاحب جو نواں شہر تک اپنا تانگہ چلایا کرتے تھے ان کے تانگہ میں سوار ہو کر کاٹھگڑھ کو روانہ ہو گئے اور چند آدمی بنگہ سے بھی آپکے ہمراہ چل پڑے۔ راستے میں حضرت حاجی غلام احمد صاحب بھی آپ کو مل گئے۔ راستہ میں چوہدری غلام قادر صاحب رئیس آف لنگڑوعہ بھی کسی ذریعہ سے اطلاع پا کر مل گئے۔ راستہ میں ہی ایک جاڈلہ قصبہ (حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کا قصبہ) سے حاجی غلام احمد صاحب نے اپنے رشتہ داروں سے گھوڑی لے لی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب گھوڑی پر سوار ہو کر اکیلے ہی کاٹھ گڑھ کا راستہ پوچھ کر کاٹھ گڑھ پہنچ گئے۔ گاؤں میں آ کر دریافت کیا کہ عبدالسلام صاحب کا مکان کہاں ہے؟ پوچھتے ہوئے جہاں ہماری حویلی تھی اور ہمارے مہمان ٹھہرا کرتے تھے گھوڑی باندھ کر اکیلے ہی مسجد احمدیہ جو بہت اونچی جگہ پر واقع تھی، پہنچ گئے۔ نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ہمارے چچازاد بھائی بابو عبدالحیٔ خانصاحب جو ان دنوں اپنی ملازمت سے رخصت پر آئے ہوئے تھے بے اختیار بول اٹھے کہ عبدالسلام! میاں صاحب آ گئے ہیں۔ پھر میں اور میرے بھائی عبدالسلام صاحب، عبدالحیٔ خانصاحب اور دیگر افراد آپکے گرد جمع ہو گئے۔ (آپ کو) ساتھ لے کر اپنے پختہ مکان میں جہاں صرف ابھی دو کمرے ہی تیار ہوئے تھے، آئے۔ جب وہاں آئے تو ہمارے والد چوہدری محمد حسین صاحب اور ایک رشتہ دار احمدی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کھڑے ہو گئے۔ حضور سے مصافحہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب، حاجی غلام احمد صاحب، چوہدری غلام قادر صاحب آف لنگڑوعہ و دیگر افراد قریبا پندرہ کس مع بھائی شیر محمد تانگہ والے آ گئے۔ 18 دسمبر 1908ء کو جہاں حضور کی

تقریر کے لئے دریاں وغیرہ بچھائی گئیں تھیں اور اہل کاٹھ گڑھ کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں بہت ہندو رؤسا ، دوکاندار اور مسلمان غیراز جماعت اور احمدی احباب کا ایک خاص مجمع ہو گیا۔حضور نے الحمد شریف کے بعد فرمایا کہ ''ہر ایک چیز جس کو ہم چھو سکتے ہیں یا ہر ایک چیز جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے یا ہر ایک چیز جس کو ہمارے ناک سونگھ سکتے ہیں وہ تمام ایک صانع خدا کی ہستی کا ثبوت دے رہے ہیں''۔اس سے آگے کے الفاظ یاد نہیں۔

اخویم چوہدری عبدالحیٔ خان صاحب نے تقریر لکھنی شروع کی اور جلد ہی بند کر کے بیٹھ گئے۔ میں نے کہا آپ لکھتے کیوں نہیں؟ کہنے لگے کہ تقریر سننے میں زیادہ لذت آتی ہے۔اس جلسہ میں **چوہدری غلام احمد صاحب چیف نمبردار رئیس جو ہمارے تایا بھی تھے،موجود تھے**۔اسی طرح میرے والد محمد حسین صاحب بھی تھے۔جلسہ خوب بارونق رہا۔پھر ہم واپس اپنے مکان میں آ گئے۔جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور حضرت میر محمد اسحق صاحب بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔اس دروازہ پر اخویم مولوی عبدالسلام صاحب نے لکھا ہوا تھا ''بیت المحمود'' گویا اس کمرہ کا (نام) ہی بیت محمود تھا اور اندر دیوار پر لکھا ہوا تھا۔''17، 18 دسمبر 1908ء کو حضرت مرزا محمود احمد صاحب اس مکان میں رونق افروز ہوئے''۔ یہ الفاظ جب تک وہاں رہے بدستور لکھے رہے۔

19 دسمبر 1908ء کی صبح کو نماز فجر کے بعد جماعت کاٹھگڑھ کی خواہش کے مطابق حضور مع میر اسحق صاحب و دیگر افراد جماعت جن کی تعداد بیس پچیس کے قریب ہوگی کاٹھگڑھ کے ہر ایک احمدی کے گھر تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 24 صفحہ 694 تا 696 سن اشاعت)

صدر مسلم انجمن راجپوتان ہند

23 جون 1910ء کی اخبار بدر قادیان سے پتہ چلتا ہے کہ راجپوت قوم میں دین حق کی تبلیغ کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رحمہ اللہ نے حضرت چوہدری غلام احمد خاں صاحب کو انجمن راجپوتان ہند کا صدر 26 مارچ 1910ء کے اجلاس میں نامزد کیا تھا۔اس کے سیکرٹری چوہدری مولا بخش صاحب سیالکوٹی تھے۔اس انجمن کے قیام کا مقصد اس قوم میں احمدیت اور اسلام کی تبلیغ اور اس قوم میں اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں یہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنا تھا تاکہ اور ان کو دیکھ کر ان کی قوم اسلام کی طرف متوجہ ہوں۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 317)

کئی جلسوں کے صدر

ان تمام گاؤں میں دورہ کرنے والے آپ کے بھتیجے منتظم مولوی عبدالسلام آگے آگے ہوتے تھے اور باقی روساء اپنے اثر ورسوخ سے علاقے میں جلسوں پر آ کر لوگوں میں احمدیت کی سچائی کو چار چاند لگاتے تھے۔اور باقی روساء کو صدارت کی کرسی پر بٹھاتے تھے۔خود بھی صدارت فرماتے تھے۔اس طرح بڑی تیزی سے اس قریبی دیہات میں جماعتیں بڑھیں۔اس علاقے کے سینکڑوں لوگ صحابہ حضرت مسیح موعود ہوئے۔اب ان کی اولادیں پاکستان ہجرت کے بعد دوبارہ ہجرت کر کے ساری دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو پھیلانے میں مصروف ہیں۔حضرت چوہدری غلام احمد صاحب نے ہر لحاظ سے احمدی احباب کی حوصلہ افزائی کی۔اور ہر موقع پر جماعت کی تائید میں کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔آپ کی وفات 1924 میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ایک سو سال کے قریب تھے۔آپ کے بعد آپ کا اکلوتے بیٹے چوہدری عبدالرحیم خاں کاٹھ گڑھ کے نمبردار اور رئیس بنے۔اور تبلیغ کا سلسلہ پہلے سے بھی مزید تیز ہوتا چلا گیا۔اور علاقے میں احمدیت کے نفوذ کو مزید مواقع ملے۔اور بڑی بڑی جماعتیں وقوع پذیر ہوئیں۔کاٹھ گڑھ میں ہر سال جلسہ

ہوتا تھا۔ مرکز سے علمائے کرام آتے تھے۔ قیام وطعام کا بندوبست ہوتا تھا۔ گویا کہ کاٹھ گڑھ ایک سنٹر بن چکا تھا۔ علاقے میں جماعت احمدیہ کی دھوم تھی۔ کاٹھ گڑھ میں احمدیہ پرائمری سکول کا قیام بھی آپ کی کوششوں سے عمل میں لایا گیا۔ پھر بعد ازاں اسے مڈل اسکول کا درجہ بھی ملا۔ جس کی مالی امداد محترم چوہدری صاحب ہی کیا کرتے تھے جبکہ اس کے مدارالمہام مولوی عبدالسلام صاحب تھے۔ عمارت کی تعمیر اور اس کی چھت کت لئے شہتیر چوہدری صاحب نے فراہم کئے۔

جلسہ ومباحثہ مابین احمدیہ جماعت کاٹھگڑھ وآریہ سماج 1917ء کا حال

3 مئی 1917 کے اخبار نور قادیان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ 26۔ اپریل 1917 کو آریہ سماج کے ساتھ ایک مباحثہ رکھا گیا۔ جس کے صدر سردار بختاور سنگھ تھے۔ جماعت کی طرف سے مرکز سے مولانا حافظ روشن علی صاحب، ماسٹر محمد یوسف صاحب، میر قاسم علی صاحب، مولوی قطب الدین صاحب تشریف لائے۔ (اخبار نور قادیان 3 مئی 1917)

اس جلسہ کی تفصیلی روئداد اخبار نور قادیان میں شائع ہوئی ہے جو قارئین کے لئے درج کی جاتی ہے۔

روئیداد مباحثہ کاٹھ گڑھ مابین احمدیہ جماعت وآریہ صاحبان

مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب قائم مقام سیکریٹری انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ تحریر کرتے ہیں کہ

"25،26 اپریل 1917ء کو احمدی جماعت وآریہ صاحبان کے درمان مباحثہ قرار پایا۔ احمدی جماعت کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح (الثانیؓ) کی خدمت میں لکھا گیا کہ حضور اس بحث پر واعظین بھیج کر مشکور فرمائیں۔ اور تمام خرچ کے ذمہ دار چوہدری غلام محمد صاحب ہوئے۔ چوہدری محمد حسین خان صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ نے کہا کہ واعظین اور مہمانوں کے کھانے کا میں خود انتظام کروں گا۔ اور جو خرچ ہوگا وہ اپنی گرہ سے خرچ کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ السلام نے بھی واعظ بھیجنے منظور فرمالئے۔ اور نواں شہر 24 اپریل 1917ء کو 11 بجے دن کی گاڑی میں جناب حافظ روشن علی صاحب، جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب، جناب میر قاسم علی صاحب، جناب مولوی قطب الدین صاحب تشریف لائے۔ اور اسٹیشن پر چند احباب آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے

کارروائی جلسہ

مباحثہ کے تمام شرائط تو پہلے سے ہی طے ہو چکے تھے۔ مگر وقت کے متعلق ابھی طے نہیں ہوا تھا۔ کہ ہر ایک تقریر کرنے والے کو کتنا کتنا وقت ملے گا۔ اس کے متعلق پہلے تو خط وکتابت ہوتی رہی مگر کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ آریہ سماج یہ چاہتی تھی کہ صرف دس منٹ رکھا جاوے اور احمدی جماعت یہ چاہتی تھی کہ کم ازکم دو دو گھنٹے ایک تقریر کنندہ کو ملنے چاہیے۔ جب تحریر کے ذریعہ فیصلہ نہ ہوا۔ فریقین دس بجے کے قریب جلسہ گاہ میں آ گئے اور وہاں بھی اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہوا۔

پریذیڈنٹ جلسہ

مباحثہ کے پریذیڈنٹ سردار بختاور سنگھ صاحب مقرر ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کے بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے گئے۔ اور آپ تشریف لے آئے۔ اور ان کے سامنے بھی یہی بات پیش ہوئی۔ کہ وقت کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لئے آپ نے فیصلہ کر دیا کہ ہر ایک فریق کو نصف نصف گھنٹہ ملے گا۔ اور آج کی

بحث اڑہائی گھنٹہ پر رہے گی۔ اور اس میں پانچ تقریریں ہونگی۔ تین آریہ سماج کی طرف سے اور دو احمدی احباب کی طرف سے اور آج کا مضمون تھا کہ دنیا کی ہدایت کے لئے وید کافی ہیں۔ یا قرآن شریف۔ اس مسئلہ کی مدعی آریہ سماج تھی۔ اس لئے پہلے ان کی تقریر پنڈت وگیا نبکھشو نے نصف گھنٹہ تک کی اور اپنی طرف سے ثابت کر دیا کہ ویدک دھرم دنیا کی ہدایت کے لئے کافی ہیں۔ اور اس پر شیخ محمد یوسف صاحب نے اعتراض کئے اور ثابت کیا کہ ویدک دھرم عالمگیر مذہب نہیں ہے۔ اس کے اصول اور قواعد ایسے نہیں ہیں کہ جس پر ایک انسان چل سکے اور خوب اچھی طرح اور واضح طور پر بیان کیا اور لوگوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر دیا کہ ویدک دھرم عالمگیر مذہب نہیں ہے اور دوران تقریر آریہ مناظر نے انکار کر دیا کہ ہم ستیارتھ پرکاش کے حوالہ کو نہیں مانتے۔ اس لئے ماسٹر محمد یوسف صاحب ویدوں کے ہی حوالے دیتے رہے۔ اس کے بعد بنڈت وگیان بخشو نے اپنی تقریر شروع کی اور ابھی پنڈت وگیان بخشو 15 منٹ ہی بولے تھے کہ سردار صاحب نے جب یہ دیکھا کہ پنڈت وگیان بھکشو صاحب موضوع بحث سے اِدھر اُدھر جارہا ہے اور اوٹ پٹانگ باتیں کر کے پبلک کا وقت ضائع کر رہا ہے۔ تو سردار صاحب نے تقریر بند کروا دی۔ اور کہا کہ مجھے کچہری کا کام ہے اس لئے میں جاتا ہوں اور فریقین کسی اور کو میری جگہ پریذیڈنٹ بنالیں۔ مگر آریہ سماج نے انکار کیا کہ ہم تو آپ کی موجودگی میں ہی مباحثہ کر سکتے ہیں اس لئے بحث کو بند کرنا پڑا۔ اور اس کے بعد ایک گھنٹہ تک حافظ روشن علی صاحب کا لیکچر ہوتا رہا۔ اس کے بعد نماز ظہر و عصر کی جمع کر کے پڑھی گئی۔ اور اس کے بعد مولوی قطب الدین صاحب کا وعظ ہوا۔ جس کو لوگوں نے بہت لوگوں نے بہت دلچسپی کے ساتھ سنا۔ اور رات کو تناسخ پر بحث ہونے والی تھی۔ اس لئے سردار صاحب رات کو تشریف لے آئے اور باقاعدہ بحث شروع ہوئی۔ پہلے نصف گھنٹہ دھرم ویر صاحب آریہ مناظر نے تقریر کی۔ اور اس کے بعد جناب میر قاسم علی صاحب نے نصف گھنٹہ تقریر کی۔ اور اسی طرح ہر ایک نے باری باری تقریر کی۔ دو تقریریں احمدی جماعت کی طرف سے اور تین تقریریں آریہ سماج کی طرف سے ہوئیں اور رات کا جلسہ ختم ہوا۔

26 تاریخ کو مدعی احمدی جماعت تھی۔ اس لئے پہلے مولوی حافظ روشن علی صاحب نے اپنی تقریر نصف گھنٹہ تک کی اور ثابت کیا کہ قرآن کریم ہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد چند بودے اعتراض قرآن شریف پر کئے گئے جس کا جواب بہت عمدہ طور پر حافظ روشن علی صاحب نے دیا اور آخری تقریر احمدی جماعت کی طرف سے ہوئی۔ تین تقریریں احمدی جماعت کی طرف سے اور دو تقریریں آریہ سماج کی طرف سے ہوئیں۔ اس کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔ اور فریقین نے پریذیڈنٹ صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ماسٹر محمد یوسف صاحب کی تقریر ہوئی۔ جس میں انہوں نے خوب اچھی طرح سے وید کے حوالوں سے ثابت کیا کہ آریہ سماج عالمگیر مذہب نہیں ہے۔ اب اس بات کا فیصلہ کون فریق حق پر رہا۔ سو اس کی بابت عام پبلک گواہی دیتی تھی کہ آریہ اپدیشک احمدی مناظروں کی باتوں کا جواب نہیں دے سکے۔ 27 اپریل کو تمام واعظین کاٹھ گڑھ سے قادیان کو روانہ ہو گئے۔''

(عبدالسلام کاٹھ گڑھ سیکریٹری انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ (اخبار نور قادیان 3/17 مئی 1917ء صفحہ)

حضرت چوہدری غلام محمد خان صاحبؓ کا کاٹھ گڑھ کے مباحثہ کے متعلق بیان

حضرت چوہدری غلام محمد خانؓ گرداور قانونگو کاٹھ گڑھ کے اس عظیم مباحثہ کے عینی شاہد تھے۔ آپ اس حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ

''میں نے کاٹھ گڑھ کے حلقہ کا چارج لیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ ایک اعلیٰ قسم کی تحریک جاری کر دی۔ مجھے خوب تبلیغ کا موقع ملا۔ میں ہندو مسلمان غرض کے ہر قسم کے مزاج اور مذہب والوں سے ملتا اس سے ملازموں اور غیر ملازموں میں تبلیغ جاری رہتی۔ اس دفعہ کئی آدمیوں کو سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق خدا نے دی۔ ہندوؤں کے دلوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اثر بیٹھنے لگا۔

میرے ماتحت رام ناتھ پٹواری کٹر آریہ تھا۔ وہ اکثر بحث کرنے کے لئے سب لوگوں سے پیش پیش رہتا تھا۔ آخر ہم دونوں کے درمیان مباحثہ کرانے

کی تحریک پیدا ہوئی۔ اور طئے پایا کہ کاٹھگڑھ میں مباحثہ ہو۔ اُس نے اپنے ایک بلند پایہ پنڈت ایک اُپدیشک جو" آریہ مسافر" کا ایڈیٹر تھا۔ اور پنڈت رام چند دھرم بھکشو کو بُلا لیا۔ دراصل وہ چار پنڈت تھے چوتھے کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ہماری طرف سے حضرت حافظ روشن علی۔ میر قاسم علی۔ محترم محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" اور مولوی غلام رسول راجیکی صاحب تشریف لائے۔ زیر مباحثہ مضمون دو تھے۔

(1) وید عالمگیر کتاب ہے یا قرآن شریف؟ (2) تناسخ کا مسئلہ

وقت باری باری 20 منٹ کا تھا۔

مباحثہ کے لئے کافی وقت رکھا گیا تھا۔ تا کہ خاصی بحث ہو سکے۔ سردار بختاور سنگھ صاحب آنریری مجسٹریٹ کاٹھ گڑھ کو صدر جلسہ منتخب کیا گیا تھا۔

پہلے وقت میں ویدوں کے عالمگیر ہونے کا مضمون زیر بحث آیا۔ آریوں کی طرف سے تقریر ہوئی۔ محترم محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے اس پر جرح کی۔ بحث ہوتی رہی۔ ہندو اپنا پہلو کمزور پا کر بھاگنے کی کوشش کرتے رہے۔ بہانہ نقص امن کا بناتے تھے۔ میں بار بار اُن کا یقین دلاتا تھا کہ نقصِ امن بالکل نہ ہوگا۔

قرآن شریف کی باری آئی تو آریہ کچھ زیادہ گھبرا گئے۔ میں اُن کے درمیان جا بیٹھا۔ دھرم ویر ایڈیٹر آریہ مسافر آگرہ نے قرآن پر 30 اعتراضات کئے۔ جواب کے لئے حافظ روشن علی کھڑے ہوئے۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ مہاشہ جی آپ نے 30 اعتراضات قرآن مجید پر کئے ہیں۔ وقت بھی 20 منٹ ہے۔ آپ کے ہر ایک اعتراض کے جواب کے لئے کم سے کم ایک ہفتہ درکار ہے۔ اور پھر قرآن مجید کا عالمگیر ہونا ثابت کرنا بھی میرے ذمہ ہے۔ حافظ صاحب نے ایک آیت قرآن مجید کی پڑھی اور اُس کی تفسیر کچھ ایسی فصاحت سے فرمائی کہ مہاشہ دھرم ویر کی آنکھوں سے آنسو فوارہ کی طرح جاری ہو گئے۔ وہ بار بار کہہ رہا تھا۔ میر ساری عمر کی کمائی اس شخص نے ایک آیت سے جلا کر خاک کر دی۔ ہائے افسوس کہ میں اس شخص کی شاگردی کرتا۔ رات کو تناسخ کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ اور ہماری طرف سے اس کے مقرر میر قاسم علی تھے۔ میر صاحب کی تقریر اتنی بلند پایہ اور ایسی پُر تاثیر تھی کہ سردار صاحب صدر جلسہ کہنے لگے کہ اس تقریر سے مجھے ایسی لذت آئی ہے کہ ساری عمر ایسی لذت نصیب نہیں ہوئی۔ میں اس وقت سردار صاحب صدر جلسہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جھوم جھوم کر مزے لے رہے تھے۔ اور بار بار میر صاحب کی قابلیت کی داد دے رہے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے جو تقاریر فرمائیں اُن کو یاد کر کے وہ خوب لطف اٹھاتے رہے۔ اور ان مقررین کی بزرگی کے قائل ہوئے۔ صبح ہوتے ہی میرے پاس سردار صاحب نے رقعہ بھیجا کہ اگر آپ کے بزرگان اور علماء میرے قلعہ میں چائے نوش فرمائیں تو میرے لئے بڑی خوش قسمتی اور ہمت افزائی ہوگی۔ گویا یہ ہماری صداقت اور فتح کا نشان تھا۔ اور دوسرے پنڈتوں کو کسی نے پوچھا تک نہیں تھا۔"

(حضرت چوہدری غلام محمد خان رضی اللہ عنہ گرداور قانونگو اور اُن کی اولاد صفحہ 42 تا 44)

مذبح خانہ کاٹھ گڑھ کی منظوری

26۔ اگست 1920 کے دن جب ہمارے لوگ گائے مذبحہ خانے روپڑ کی طرف لے کر جا رہے تھے۔ جو کہ چوہدری غلام احمد خاں صاحب ہی کے برادری کے افراد تھے۔ راستے میں کسی مخبری کی وجہ سے اُن سے گائے چھینی گئی۔ اور متعلقہ افراد کو زدوکوب کیا گیا۔ اور گائے چھین لی گئی۔ شکایت کرنے کے باوجود عملہ پولیس کی وجہ سے ملزمان کو نہیں پکڑا گیا۔ تو چوہدری صاحب نے ہندوؤں سے نپٹنے کی ٹھان لی۔ ان کو سزا دینے کی ٹھانی۔ کاٹھ گڑھ میں ہندوؤں کی دو کانوں کے تالے تڑوا کر اُن کی دکانیں لوٹی گئیں۔ جس پر ہندوؤں نے شکایت کر دی۔ پولیس تفتیش کے لئے کاٹھگڑھ آئی مگر اسے کوئی سراغ

نہ ملا۔حضرت چوہدری غلام احمد صاحب ؓ نمبردار نے اس سارے کیس میں خوب دلیری دکھاتے ہوئے دفاع کیا۔مقدمہ داخل دفتر ہوگیا۔اور آئندہ ہندوؤں کومسلمانوں کو کمتر سمجھنے اور کوئی شرارت کرنے کی جرات نہ ہوئی۔اس واقعہ کے بعد مذبحہ خانہ کاٹھگڑھ کی منظوری لی گئی۔اور سب احمدی بچوں کو آریہ اسکول سے خارج کروا کر احمدیہ مڈل اسکول میں داخل کروادیا گیا۔اور اس کے بعد عمارت میں توسیع کا فیصلہ بھی کیا گیا راجپوت برادری کا رعب سارے گاؤں پر تھا۔ بلکہ اس علاقے کے رئیس جو کہ سکھ برادری کے تھے۔ان سے بھی چوہدری غلام احمد خاں نمبردار کے اچھے تعلقات تھے۔علاقے کے باقی دیہات میں بھی چوہدری غلام احمد خاں نمبردار کی اچھی شہرت تھی۔لوگ احترام بھی کرتے تھے۔بلکہ اس سارے علاقے میں چوہدری غلام احمد خاں نمبردار کا سکہ چلتا تھا۔اس علاقے میں زیادہ تر گھوڑے واہ راجپوت ہی تھے۔آپس میں رشتہ داریاں بھی تھیں۔راہوں اور گڑشنکر کے راجپوتوں سے تعلقداری بھی تھی۔باہم شادی غمی پر بھی جایا کرتے تھے۔یہ دوآبہ کے علاقے میں راجپوتوں کی اکثریت تھی۔جب اس برادری نے احمدیت کو قبول کیا تو مزید اخوت بڑھ گئی۔

عالم بے بدل

حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحب کاٹھ گڑھی ؓ عنہ ایک عالم فاضل انسان تھے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بیعت میں آنے سے قبل سرسید کی تحریک سے متاثر تھے۔اور اُن کی کتب اور دیگر اسلامی کتب واخبارات کا مطالعہ کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے بارے میں آپ کو خبر براہین احمدیہ کے زمانہ 1880 تا 1884ء کے دوران ہی مل چکی تھی۔ چنانچہ آپ خود ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

''میں مرزا صاحب کی تحریرات اس وقت سے دیکھتا ہوں جب کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار سفیر ہند پریس امرتسر میں پادری رجب علی کے پاس چھپنے کے لئے گیا۔پھر براہین احمدیہ کی بعض جلدیں بھی مطالعہ کیں جس سے مرزا صاحب کے بیان صداقت اسلام اور اظہار نکات ورموز قرآن کا قائل ہو گیا۔'' (الحکم 10 مئی 1907ء صفحہ 10)

احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ نے کئی مضامین لکھے خوش قسمتی سے آپ کے دو مضامین اخبار الحکم میں شائع شدہ ہیں۔ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(1) مخالفت

حضرت چوہدری غلام احمد خاں صاحب ؓ کاٹھ گڑھی تحریر کرتے ہیں کہ

''اخبار الحکم مطبوعہ 24 جولائی 1907ء میں ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا ایک خط بجواب مولوی نوردین صاحب چھپا ہے۔جس میں انہوں نے اپنے الہام اور پیشگوئیاں بھی درج کی ہیں۔قابل ایڈیٹر اخبار موصوف نے اس خط کے مضمون پر یہ ادعا ظاہر کیا ہے کہ دیکھئے مولوی صاحبان مذہب اسلام ڈاکٹر صاحب کی نسبت کیا فتویٰ دیتے ہیں۔

مجھ کو اس سے تو کوئی بحث نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئیاں صحیح ہیں یا غلط یہ امر تو خود بخود ظاہر ہوجائے گا۔میرے نزدیک دریافت طلب امر ہے کہ مولوی صاحبان ان کی نسبت کیا فتویٰ دیں گے۔تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحبان اُن کی نسبت کچھ نہیں کہیں گے۔کیونکہ قدرت کا یہ مستمرہ قانون ہے کہ خدا کے ماموروں کے ساتھ اُس زمانہ کے آدمی مخالفت کیا کرتے ہیں اور یہی امر اُن کے کام کی ترقی کا باعث ہوتا ہے بلکہ جس قدر زیادہ مخالفت ہوگی

اُسی قدر اُن کا طریق ریفارم زیادہ ترقی کرے گا۔ پہلے ہم اپنے پیارے نبی کے حالات کو پیش کرتے ہیں اُن کے مخالفوں نے کس درجہ سخت مخالفت کی اور قتل تک منصوبہ بنایا اور آپ اپنے مولیٰ کے حکم سے جان بچا کر بھاگ گئے اور تین دن تک غار ثور میں چھپے رہے پھر مدینہ کو تشریف لے گئے۔ پھر ان کے شائع کردہ دین نے اُن کی آنکھوں کے سامنے کہاں تک ترقی کی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ وقت کہ جب آنحضرت ایک فاتح کی شان سے حرم بیت اللہ میں بیٹھے ہیں اور روساءِ قریش مجرموں کی طرح دست بدست حضور کے سامنے کھڑے ہیں کس امر کا نتیجہ تھا؟ سو اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ تین دن تک غار ثور میں چھپے رہنے کا۔

غرض مخالفت ہی ترقی اشاعت سچے مذہب کا ذریعہ ہوسکتی ہے۔ اس میں قدرت کی یہ حکمت ہے کہ اس مخالفت میں مامور من اللہ کا امتحان مطلوب ہوتا ہے۔ اس کے سچے جوش کی آزمائش ہے اور یہی اُس کی بڑی بھاری دلیل ہے۔ اگر اس میں سچائی اور راستی کی روح نہیں بولتی تو اس نے اتنی تکلیف اور مخالفت کس لئے گوارہ کر رکھی ہیں اور حضرت اقدس مرزا صاحب کا یہی بڑا بھاری ثبوت ہے کہ اُن کی سخت مخالفت ہوئی اور ہو رہی ہے اور آپ اسی دھن میں لگے ہوئے ہیں اور وہی مخالفت اُن کی ترقی ریفارم کا ذریعہ بن رہی ہے اور یہ الہام یاتیك من كل فج عميق انہوں نے اپنی آنکھوں سے سچا ہوتا دیکھ لیا تھا۔ سعید الفطرت آدمی کے لئے ایک نکتہ کافی ہے۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔ اور بدطینت اور شقی القلب آدمیوں نے آنحضرت کی ساری پیشگوئیوں کو اپنے سامنے پوری ہوتے دیکھا مگر ایمان نہیں لائے۔

دنیا میں شروع سے سچائی کی مخالفت کی جاتی ہے کیونکہ راستی عام انسانی خیالات کے برخلاف ہوتی ہے اس لئے اس کی مخالفت ضرور ہوتی ہے اور راستی چونکہ راستی ہے اور انسانی طبیعت پر ضرور اثر کرتی ہے جن میں راستی کی طلب قدرت نے ودیعت کی ہے اس لئے وہ راستی کا حامی اور پیروکار شخص ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ دو شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کریں اور دونوں سچے ہوں۔ سچا وہی ہے جس کی صداقت کا ثبوت خدا کے مقرر قانون سے مل چکا اور جو شخص جناب خاتم المرسلین کی پیروی کے سارے منازل (مخالفت عام اور تکلیف دہی اور دشنام دہی سے یاد کرنا) اور اُن اسی اصلاح مذہب میں لگے رہنا جن کے لئے وہ مامور ہوئے ہیں وہی شخص محمد رسول اللہ کا سچا خادم کہلانے کا استحقاق رکھتے ہیں نہ کہ ہر ایک شخص جو منہ سے کہہ دے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

سر مدِ غمِ عشق بوالہوس را ندہند   سوز دلِ پروانہ مگس را ندہند

جو مخالفت مرزا صاحب کی ہوئی وہ ڈاکٹر صاحب کی نہیں ہوسکتی کیونکہ ان کا دعویٰ سچا نہیں ہے اور ان کا دعویٰ اس لئے سچا نہیں کہ پہلے دعویدار کا دعویٰ تصدیق ہو چکا کیا ہر ایک مدعی مسیحیت سچا ہوسکتا ہے اور اس کے دعویٰ کے بطلان کی یہی دلیل کافی ہے کہ اس کی مخالفت نہیں ہوتی بلکہ اس کی تائید کی جاتی ہے۔

محمد رسول اللہ پر تو فوجیں لے لے کر چڑھائی کرتے ہیں اور مسلمہ کی مدد کو لاکھوں آدمی خود بخود جمع ہو جاتے ہیں میری رائے میں ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ مسیح موعود حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کی غرض سے ہے جیسا کہ مسلمہ کا دعویٰ جناب خاتم المرسلین کی مخالفت کے لئے تھا اور امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی بمقابلہ حضرت مرزا صاحب کے وہی کامیابی حاصل کریں گے جو مسیلمہ کو ہوئی اور ضرور ایسا ہی ہوگا کیوں کہ نیچرل لاء یہی ہے۔

غلام احمد خان کاٹھ گڑھ۔ ضلع ہوشیار پور (الحکم 12 اگست 1908ء صفحہ 3)

(2) خلافت

حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحب ؓ کاٹھ گڑھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موعود برحق خلیفہ ہونے کے متعلق اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں کہ

''خداوند تعالیٰ نے انسان کو دوقوتوں ملکیت ۔ بہیمیت کا مجموعہ بنایا ہے۔ بہیمیت ایسی قوت ہے جس کے بے موقع استعمال سے بہت سے فسادات اور خونریزیوں کا اندیشہ ہے۔اس واسطے فرشتوں نے خدا کے اس ارادہ یزدانی إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً عرض کیا تھا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ مگر اس اس انتظام کے متعلق اس کے پیدا کرنے والے کو بخوبی علم تھا اس لئے ارشاد فرمایا إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور ملکی قوت کو غالب کرنے اور بہیمی طاقت کے مناسب استعمال کے لئے انتظام فرمایا کہ بنی آدم میں سلسلہ خلافت (نبوت) قائم کر کے ارشاد فرمایا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورۃ البقرہ آیت 39)

بنی آدم کو ان دونوں قوتوں کے علاوہ ایک اور جوہر لطیف عقل عطا فرمایا اور اسی جوہر کے باعث انسان الٰہی احکام کی تعلیم کا مکلف کیا گیا۔

مگر عقل کی مثال آنکھ کی ہے آنکھ میں قوت بصارت تو موجود ہے مگر بلا امداد دوسری روشنی کے مثلاً آفتاب کی روشنی یا چراغ و مشعل کے کچھ دیکھ نہیں سکتی۔

ایسا ہی عقل بھی بدیہات اور محسوسات کو بلا امداد تجربہ کے جانچ نہیں سکتی اور اشیاء غیر مہذب اور غیر مرئی، جیسا کہ خدا کی ذات اور صفات کا علم یا روح کی کیفیت یا آئندہ آنے والے عالم کی واقفیت یا خدا کی رضامندی اور ناراضمندی کی سمجھ عقل بلا اعانت کسی دوسرے معاون کے معلوم نہیں کر سکتی اور اس کا وہ معاون الہام الٰہی ہے۔اس لئے قوت بہیمہ کے قابو رکھنے کے لئے ملکی قوت اور روحانی مدارج کی ترقی کے لئے الہام الٰہی کا ہونا ضروری تھا۔اور اس کے اظہار اور صدقہ کا ذریعہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو خدا کی طرف سے خاص فطرت پا کر پیدا ہوتے ہیں اس واسطے خاص خاص بندوں کو مخصوص فرما کر حکم دیا کہ تمہارے پاس تم میں سے میرے رسول آویں گے اور میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں گے اور تم کو پاک کریں گے اور تم کو حکمت اور دانائی کی باتیں سکھلائیں گے۔ چنانچہ اسی قاعدہ کے بموجب بنی آدم میں سے خدا کے مرسل وقتاً فوقتاً آتے رہے اور اپنی آمد کے حکم کے اُن لوگوں کے لئے جن کے لئے وہ مبعوث ہوئے سناتے رہے۔جن لوگوں نے اس خلیفہ وقت (نبی) کی اطاعت کی وہ لاخوف علیہم ولا یحزنون کے وعدہ کے حقدار ہو گئے اور جنہوں نے بہیمی قوت کے محکوم ہو کر ایک مرسلوں کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور ماوجدنا علیہ آباءنا کہہ دیا وہ ہدایت سے دور اس کے عذاب کے مستحق ٹھہر گئے۔

انسانی فطرت پر غور کرنے سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انسان کسی حکومت کے ماتحت رہے۔حکومت سے آزاد رہنا اس کی بہیمیت کو کھلا چھوڑ دینا ہے۔ جو ساری برائیوں اور فسادوں کی بنیاد ہے۔ گو بنی آدم نے اپنے ظاہری اور جسمانی انتظام کے لئے سلطنت کا سلسلہ قائم کیا مگر چونکہ انتظام کے ساتھ عقل کا وہ زبردست اور قوی رہنما (الہام) معاون نہیں تھا اس لئے ان کی بہت سی غلط کاریوں اور خودداریوں سے مخلوق الٰہی پر بہت سے مظالم اور فساد برپا ہوئے لیکن چونکہ قدرت کو اپنا کامل انتظام روحانی اور جسمانی قائم کرنا منظور تھا اور عقل انسانی بھی اس درجہ کے قریب پہنچ گئی تھی اس انتظام کے حسن و قبح کو بخوبی سمجھ سکے اور اخیر زمانہ میں ایسے ملک اور قوم میں جو انسانی خصلتوں سے معرا تھے۔ایسے شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) جو ظاہری عقل و تجربہ سے امی محض تھے۔ بذریعہ وحی اپنا کامل اور مکمل ہدایت نامہ دے کر بنی نوع انسان کے لئے مبعوث فرمایا اور آپ نے اپنے مولیٰ کی ہدایت کے بموجب پورا پورا عمل کر کے روحانی اور جسمانی معادیہ نمونہ قائم کر دیا۔اور آپ کے متبعین نے اپنے خلیفہ کے احکام کے سچی سچی پیروی کر کے دنیا کو دکھلا دیا کہ دنیاوی حکومت اس طرح ہونی چاہیے اور روحانی مدارج یوں حاصل ہوتے ہیں۔

چنانچہ خلافت راشدہ کا نمونہ اس کا عملی گواہ موجود ہے۔موجودہ زمانہ کے عقلا اور فلاسفروں نے دنیاوی انتظام سلطنتوں کے متعلق اکثر امور میں اُن کی تقلید کی ہے گو وہ اس کو تسلیم نہ کریں۔آنحضرت ﷺ کے خلفاء نے روحانی وجسمانی ترقی کا راز عملاً بول کر دکھا دیا۔

اس وقت کی ظاہری سلطنتوں کے احکامی اور جمہوری سلطنت ،مجلس تقرری کا تقرر اور محکوم قوموں کی آزادی، رعایا کی حفاظت اور عدالتی بندوبست صرف انہیں کی پیروی کا نتیجہ اگر کوئی متعصب مخالف اس امر سے انکار کرے تو ہم کو چھٹی صدی عیسوی سے پہلے کی کوئی قواعد انتظام سلطنت دکھلائے۔پھر ہم مان لیں گے کہ فلاسفروں کا عقلی چراغ ہے۔

اب میں اس مضمون میں لفظ خلافت کی تحقیق کرتا ہوں۔خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور قدرت کا اس حکم إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً خلیفہ سے یہی منشا تھا کہ بنی آدم میں اس کی روحانی ترقی اور درستی اخلاق وحسن معاشرت کے احکام اپنا ایسا جانشین مقرر کرے جو اس کی منشاء کے مطابق بنی نوع انسان کی اصلاح کرتا رہے چنانچہ وقتاً فوقتاً اس کے خلفاء آتے رہے اور انسانی کو الہام الٰہی کے بموجب ہدایت تبلیغ کرتے رہے گو بہت سے خلفاء کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہوئی مگر یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور اُن خلفاء کی نافرمانی کے باعث بہت سی قومیں خدا کے عتاب اور عذاب میں آتی رہی ہیں۔آخر زمانہ میں جو خلیفہ مقرر ہوا اس نے تمام جنس انسانی کو قولاً اور فعلاً قدرت کی منشاء سے آگاہ کر دیا۔خلیفہ ہونے کا استحقاق اسی شخص کو ہے جو روحانی قابلیت رکھتا ہو۔اسلام کا تنزل اس وقت سے شروع ہے جب سے تقرر خلیفہ کا قاعدہ اسلام کے موقوف ہو گیا۔

جب تک خلافت کا قاعدہ اسلام میں جاری رہا اس مذہب نے معاش ومعاد میں کیسی ترقی کی مگر جب یزید جیسے ناخلف لوگوں نے الٰہی نیابت کو موقوف کر کے شخصی سلطنت طریقہ جاری کر لیا۔اس وقت اسلام میں ضعف آنا شروع ہو گیا۔اور اس درجہ تک ضعف ہو گیا کہ صرف اسلام کا نام باقی رہ گیا اور اسلام موجودہ زمانہ کے کفار قوموں کے رنگ میں رنگے اسلام کے محافظ مولوی صاحبان جو اپنے لئے حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل سند پیش کرتے ہیں۔ نادان دوست نائب ہوئے اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ یا وعدہ استخلاف عین اس کے بانی کی پیشگوئی کے مطابق اس دجالی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خلیفہ مقرر فرمایا اور شرف نیابت بخشی اور ممدوح نے بموجب حکم قرآنی مسلمانوں کی ایک جماعت قائم کر کے اسلام کی اصلی صورت پیش کر دی۔اور دشمنان اسلام کو دلائل اور براہین کے حربہ سے شکست فاش دے کر اسلام کی حفاظت کا پورا سامان کر دیا اور مفوضہ خدمت ادا کر کے اپنے مولیٰ سے جا ملے۔

اب یہاں یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ خلافت کے لئے کسی دنیاوی حکومت کی بھی ضرورت ہے؟ جہاں تک اس سوال پر غور کیا جائے اس کا یہی جواب ہوسکتا ہے کہ اگر اب بھی ہم خدا کے فرستادہ مسیح موعود کے جانشین کی روحانی حکومت کو تسلیم کر لیں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے یہی سلسلہ جاری رہے اور وہ ہم میں الٰہی قانون کے مطابق حکم کرتا رہے تو ہم کو دنیاوی حکومت کی ضرورت ہی نہیں۔ہماری موجودہ دنیاوی حکومت ہماری جان و مال کی حفاظت اور ہماری مذہبی آزادی کی ذمہ دار ہے اور نہایت منصفانہ طور پر ہم پر حکومت کر رہی ہے۔

اور اس کی اطاعت بھی ہمارا فرض ہے مگر ہم سارے معاملات اور تنازعات میں قرآن اور محمد رسول اللہ کی حکومت کو اپنے اوپر بموجود وعدہ وقت بیعت (کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے) بکلی وارد کر لیں اور ہمارا خلیفہ ہم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ماتحت رکھے۔

پھر دیکھ لیں کہ اسلام کیسے ترقی کرتا ہے۔ہم کو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء66)

مسلمانوں دیکھا تمہارا خدا تم کو کیا حکم دیتا ہے تم تو ایمان والے ہی نہیں ہوسکتے جب تک تم محمد رسول اللہ ﷺ کی حکومت (جس کا حکم دینے والا تمہارا خلیفہ ہے) اپنی دلی خوشی سے تسلیم نہ کرلو اس لئے اگر اس آیت کے حکم کے بموجب محمد رسول اللہ ﷺ کے نائب مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین کو احکام الٰہی کی بجا آوری کا ذریعہ سمجھ کر اپنا حاکم بنالیویں اور اپنے سارے تنازعات اور خصومتوں میں اس کے فیصلہ کو خوشی سے مان لیویں تو ہمارے دین اور دنیا کی بہتری ہوسکتی ہے۔

سوائے احمدی جماعت!! اے آخرین منھم کے گروہ جب کہ تم نے خدا کے مسیح سے یہ عہد کرلیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے تو تم کو کیوں اپنے سارے معاملات اور تنازعات کو اپنے موجودہ خلیفہ کے روبرو پیش نہیں کرتے اور خدا اور رسول کے حکم کے برخلاف دنیاوی عدالتوں میں ذلیل ہوتے ہو۔

ہمارے ملک کے بہی خواہ تو اس امر کے درپے ہیں کہ ہمارے تنازعات پنچایتوں کے ذریعہ فیصلے ہوا کریں۔ چنانچہ گورنمنٹ کے حضور اس کا مشورہ درپیش ہے اور تم کیوں اپنا فیصلہ اپنے مذہبی پیشوا سے نہیں کراتے۔

یہ خوب یادرہے کہ ہمارے ساتھ سلسلہ میں جب تک ہمارا دینی حاکم موجود رہے گا اور ہم اُس کی حکومت دین کے سچے اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہیں گے ہم کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور نہ ہی کوئی دنیاوی مشکلات (مقدمات وغیرہ) درپیش آئیں گے اور اسلام ایسے ہی ترقی کرتا رہے گا جیسے کہ خلفائے راشدین کے وقت کی تھی کیونکہ انسان کے لئے ایسی حکومت سے آزادی ہی ایسی بلا ہے جو اس کو قعر ضلالت میں پھینک دیتی ہے اور اس آزادی کی باعث ہی اس کی بہیمیت اس کی گردن پر سوار ہوجاتی ہے اور شیطان کے پھندے میں پھنس جاتا ہے۔

اس واسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری ہدایت پر عمل کرے گا وہ گمراہ اور شقی نہ ہوگا۔ اور اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے قرآن شریف کا کاغذ اور حروف کچھ کام نہیں دے سکتے اور ان کاغذات کی موجودگی میں مسلمان شتر بے مہار ہو کر وادی ضلالت میں بھٹکتے پھرے۔

مگر جب خدا تعالیٰ نے اپنے مستمرہ قاعدہ کے بموجب ہم میں سے ایک شخص (مرزا صاحب) کی قابلیت دیکھ کر ہم پر خلیفہ مقرر فرمایا تو دیکھ لیں اسلام کا کیسا نورانی چہرہ چمکنے لگا۔ اسی طرح اگر ہم ہمیشہ ایسے ہی قانون کی پابندی کرتے رہیں گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے۔

کیونکہ ہم پر ایک ایسا حکمران رہے گا جو ہمارے ہر ایک فعل اور عمل کی درستی کرتا رہے گا اور ہماری روحانی ترقی کے وسائل پیدا کرتا رہے گا۔ اگر ہم اس حکومت سے آزاد ہوگئے تو ہم پھر اُسی گڑھے میں گریں گے جہاں سے ہم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکالا ہے۔

غلام احمد از کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور (الحکم 7 اگست 1909ء صفحہ 6 تا 8)

وفات

حضرت چوہدری غلام احمد صاحبؓ کی وفات 1924 میں ہوئی۔

نرینہ اولاد

حضرت چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھگڑھ کے بیٹیاں ہی تھیں اور نرینہ اولا کوئی نہ تھی۔ جب آپ نے اپنے بعض دوستوں سے سنا کہ قادیان میں مرزا صاحب نے امام مہدی کا دعویٰ کیا ہے۔ تو آپ قادیان تشریف لے گئے۔ اور حضور سے نرینہ اولاد کے لئے دعا کی گزارش کی۔ جس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا، انشاء اللہ دعا کریں گے۔ ایک سال بعد 1903ء میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند ارجمند عنایت فرمایا۔ تو آپ کی عقیدت بڑھی۔ اس سے قبل حضرت چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں ایک بچہ دکھلایا۔ اور بتایا کہ اس کا نام بشمر داس رکھنا۔ بچے کی پیدائش کو جب چند ماہ ہوئے تو

حضرت چوہدری صاحب بچے کو لے کر قادیان گئے اور نام کی درخواست حضور سے کی۔اور چوہدری صاحب نے اپنی خواب بھی سنائی۔حضور نے فرمایا کہ بشمر داس کا معنی اللہ کا بندہ ہے۔لہذا میں اس کا نام عبدالرحیم رکھتا ہوں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بچے کے سر پر پیار بھی دیا اور فرمایا کہ بچہ کا بلند اقبال ہوگا۔یہ روایت ہمارے خاندان میں بزرگوں کی زبانی چلی آرہی ہے۔

چوہدری غلام احمد خاں صاحبؓ کی اولاد

آپ کی اولاد کے بارے میں آپ کے پوتے یعنی مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب کے بیٹے مکرم سجاد منصور احمد خاں صاحب تحریر کرتے ہیں کہ چوہدری غلام احمد خان کی اولاد میں مختلف معلومات ہیں، کچھ بزرگوں کی روایت کے مطابق آپ کی 9 بیٹیاں تھیں۔لیکن ان میں سے چھ بیٹیوں کی تفصیل ملتی ہے جبکہ تین بیٹیاں چھوٹی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔

1:۔سردار بیگم: آپکی ایک بیٹی کا نام سردار بیگم تھا جس کی شادی سڑوعہ میں ہوئی تھی۔ان کے بچے آجکل جرمنی میں ہوتے ہیں ان کے بیٹوں کے نام عبداللہ خان، نصر اللہ خان، سیف اللہ خان، فیض اللہ خان اور سلیم اللہ خان ہیں۔سلیم اللہ خان کی شادی نہیں ہوئی تھی اور وہ جوانی میں ہی وفات پا گئے تھے جبکہ باقی بیٹوں کی اولاد ماشاءاللہ جرمنی اور انگلینڈ میں مقیم ہیں۔

2۔ممتاز بیگم: آپ کی دوسری بیٹی کا نام ممتاز بیگم تھا ان کی شادی راہوں میں مکرم محترم عبدالمجید خان صاحب سے ہوئی تھی۔جب 1945 میں امارتوں کا نظام حضرت مصلح موعودؓ نے جاری کیا تو چوہدری عبدالمجید آف راہوں امیر جماعت ہائے ضلع جالندھر نامزد ہوئے تھے۔ان کا ایک بیٹا مکرم کرنل ظفر اللہ خان اور بیٹی اقبال بیگم تھیں۔اقبال بیگم کی کوئی اولاد نہ تھی جبکہ کرنل ظفر اللہ خان کے بچے بھی ماشاءاللہ پاکستان اور امریکہ میں مقیم ہیں۔کرنل ظفر اللہ خان کی شادی چوہدری غلام احمد خاں کی پوتی محمودہ بیگم سے ہوئی۔

3:۔آپ کی ایک بیٹی کا نام فیروزہ بیگم تھا ان کی شادی گناچور میں ہوئی تھی۔

4:۔آپ کی ایک بیٹی کا نام دولت بیگم تھا جنکی کوئی اولاد نہ تھی۔

5:۔آپ کی پانچویں بیٹی کا نام نیامت بیگم تھا ان کے بچے چک 14 ایم بھی خوشاب میں رہائش پذیر ہیں۔ان کے ایک بیٹے کا نام، محمد رمضان، عبدالغنی، عبدالحکیم تھا اور انکا ایک بیٹا ڈاکٹر محمد اشفاق تھا جو کہ جنرل کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوا۔نیامت بیگم کی شادی حدیہ آباد میں ہوئی۔

6:۔آپ کی ایک بیٹی کا نام فاطمہ تھا جو کہ آپ کے بھتیجے عبدالرحمن خان سے بیاہی گئیں ان کا ایک بیٹا حبیب الرحمن خاں ہے جسکی اولاد ماشاءاللہ پیر محل اور انگلینڈ میں مقیم ہے۔

(7)۔چوہدری عبدالرحیم خان: حضرت مسیح موعود کی دعاؤں سے چوہدری غلام احمد خان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جن کا تفصیلی ذکر کیا جا رہا ہے۔



حضرت چوہدری عبدالرحیم خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت چوہدری غلام احمد صاحبؓ کی بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے 1903ء میں بڑھاپے میں ایک نرینہ اولاد سے نوازا۔ اس بچے کا نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبدالرحیم تجویز کیا تھا۔ ہمارے خاندان میں یہ روایت بزرگان سے چلی آرہی ہے۔ عبدالرحیم صاحب کو بچپن کی عمر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور حضور نے از راہ شفقت بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

آپ کی پیدائش پر مکرم عبدالحکیم ہوشیار پوری صاحب نے ایک تہنیت نامہ لکھا تھا۔ اور حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحبؓ کو مبارکباد پیش کی تھی۔ یہ نظم اخبار بدر قادیان میں شائع ہوئی ہے۔ جو قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

حضرت چوہدری غلام احمد خان صاحبؓ احمدی رئیس کاٹھ گڑھ کے یہاں بیٹے عبدالرحیم کی پیدائش

اخبار بدر قادیان اس حوالہ سے تحریر کرتا ہے۔

''ہمارے مکرم دوست اور قدیم مہربان چوہدری غلام احمد خان صاحب احمد رئیس کاٹھ گڑھ کو بھی جو ابھی آج کل شرف بیعت سے مشرف ہوئے ہیں گویا مراد مل گئی یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد نرینہ عطا فرمایا اور حضرت اقدس مسیح آخر الزمان مہدی دوران علیہ الصلوۃ والسلام نے اس مولود مسعود کا نام عبدالرحیم رکھا،، میں نے اس تقریب پر چند اشعار لکھے ہیں جو البدر کے ذریعہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

نقش اول

میرے مکرم و محسن غلام احمد خان	تلاش حق کے لئے تھے بہت سرگردان
دکھا دیا ہے خدا نے رہِ ہُدیٰ ان کو	ملا دیا ہے کرم سے انہیں مسیح زمان
ابھی سے لطف خدا کا اثر ہوا ظاہر	ہوا ہے حق کا بہت ان پہ فضل اور احسان
کہ بار لایا ہے اب نخل زندگی ان کا	پڑا ہے شجر توقع پہ سایۂ یزدان
خدا نے بیٹا دیا ہے انہیں بڑھاپے میں	بروزی رنگ میں آیا ہے یوسفِ کنعان
پسر خدا نے دیا ان کو اور دنیا پر	ہوئی ہے آیت لا تقنطو کی شرح عیان
کرے کہ وہ پھولے پھلے بڑھے شب روز	زمیں پہ مہروقمر جب تک رہیں تابان
حکیم کی طرح صادقِ غلام احمد ہوں	یہی خواہش بسمل ہے یہی ہے وردزبان

نقش ثانی

(جس میں صدق ووفا کا رنگ ہے)

میرے مکرم محسن غلام احمد خان	تلاش حق کے لئے جو بہت تھے سرگردان
خدائے پاک نے ان کی دستگیری کی	کہ مل گیا شرف بیعت مسیح زمان

ہوئے مسیح کے خدام میں جو وہ داخل	تو مہربان ہوا ان پر یزدان
ملی مراد کے آرزو ہو پوری	غرض خدا کا ہوا ان پہ فضل و احسان
نسیم لطف سے دل کی کلی کھلی ایسی	کہ باغ دہر میں آیا نظر گل خندان
عطا کیا ہے خدا وند نے انہیں فرزند	حسین صورت ماہ کنعان
فیوض مہدی دین ہادی زماں سے	ہوئی یہ آیت لاتقنطو کی شرح عیان
یہ نوار چشم سعادت نشان و راحتِ دل	مبارک آپ کو ہووے غلام احمد خان
مری دعائے دلی ہے کہ یہ خجستہ نہاد	بڑھے جوان ہو پھولے پھلے رہے شادان
بلند قدر جوان بخت نیک سیرۃ ہو	رہے ہمیشہ ضیا بخش عالم امکان
حکیم کی طرح صادق غلام احمد ہو	امام وقت پر مال و جان سے قربان
الٰہی دونوں سلامت رہیں قیامت تک	یہی خواہش بسمل یہی ہے ورد زبان

عبدالحکیم ہوشیار پوری (البدر قادیان 8 جنوری 1904ء صفحہ 18)

مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب کا بچپن کاٹھ گڑھ میں گزرا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم آریہ ہائی سکول کاٹھگڑھ میں ہی حاصل کی۔ آپ کے اپنے والد کی خوبیوں کے سچے جانشین ہوئے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ چوہدری عبدالرحیم خاں بھی اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلے۔ معاشرتی رکھ رکھاؤ، مہمان نوازی تو آپ کی گھٹی میں شامل تھی۔ آپ بھی برادری کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے والد کے دوستوں کی بات مانتے۔ بلکہ اپنے والد کی تمام روایات کو زندہ رکھا۔ جماعت احمدیہ کی روایات کو بھی زندہ رکھا۔ آپ بھی اپنے والد مرحوم کی طرح بہت ہی معاملہ فہم اور ذہین تھے۔ سب فیصلے برادری سے مشورے کے بعد کرتے۔ اور برادری کے اتحاد کو مقدم رکھتے۔ اور والدین کی اچھی تربیت کے نتیجے میں خلافت سے ہمیشہ وابستہ رہے۔

مہمان نوازی

سب آنے والوں کے آرام اور آسائش کو مقدم رکھتے۔ آپ کے دور میں قادیان سے بہت سے وفود تشریف لاتے رہے۔ آپ ان کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ بعض اوقات جو علاقائی یا مقامی طور پر سکھوں اور مسلمانوں کے جھگڑے ہوتے اور مذہبی رنگ اختیار کر جاتے تو چوہدری عبدالرحیم خاں اپنی خداداد فراست سے ان مسائل کو حل کرتے اور اپنی برادری کا خاص خیال رکھتے۔ اس طرح برادری کا رُعب اور دبدبہ قائم اور دائم رہا۔ چوہدری عبدالرحیم خاں خوبصورت جوان تھے۔ دلیر اور نڈر نمبردار تھے۔ اردگرد کے سب اہل دیہات کی شادی غمی میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ اور سب راجپوتوں اور دیگر برادریوں کے دُکھ سُکھ میں کام آتے تھے۔ غرباء اور مساکین کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیتے اور سب برادری کو برابر سمجھتے اور سب سے یکساں سلوک کرتے۔ بلکہ حفظِ مراتب کا خیال بھی رکھتے۔

افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کاٹھگڑھ میں آمد

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے بھی بہت اچھے تعلقات تھے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ نے بھی وسط دسمبر 1908

میں کاٹھگڑھ کا دورہ کیا تھا۔ اس سفر میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب آپ کے ساتھ تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 73) آپ نے بٹالہ سے پھگواڑہ تک بذریعہ ریل سفر کیا۔

کاٹھگڑھ پہاڑیوں کے دامن میں تھا۔ یہ کوہستانی سلسلہ شملہ تک چلا جاتا تھا۔ اور یہ علاقہ شکار کے لئے بہت موزوں تھا۔ اس لئے شکار کے لئے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، نواب مسعود احمد خان بھی کاٹھگڑھ تشریف لاتے رہے اور چوہدری عبدالرحیم خاں کے مہمان ٹھہرتے۔

بہترین نشانہ باز

چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب ایک بہترین نشانہ باز اور ماہر شکاری تھے۔ ایک بار پتہ چلا کہ نزدیکی گاؤں میں روزانہ رات کو شیر آتا ہے اور کوئی نہ کوئی جانور کھا جاتا ہے۔ اس گاؤں میں آپ نے مچان بنا کر رات کو شیر کو مار گرایا تھا۔ اس پر حکومت نے آپ کو بلجیم کی بندوق مع سارے ہندوستان کا لائیسنس دیا تھا

احمدیہ مڈل اسکول کے جاری رکھنے کے لئے مساعی

کاٹھگڑھ میں مولوی عبدالسلام صاحب کی وفات کے بعد احمدیہ مڈل سکول کچھ عرصہ کے لئے بند ہو گیا تو وہ دوبارہ چوہدری عبدالرحیم خاں کے تعاون سے کھلا۔ آپ نے ایک دن ساری برادری کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ بھائیو! میں آپ سے دو باتیں منوانا چاہتا ہوں۔

(1) کل سے ہمارے سب بچے آریہ سکول نہ جائیں۔

(2) یہ کہ مجھے فوری طور پر اس سکول کو چلانے کے لئے چار ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔

فوری طور پر دوسرے ہی دن سکول کے لئے اپنی کوٹھی فراہم کر دی۔ سب برادری نے تعاون کیا۔ اپنے پڑھے لکھے دوستوں کو سکول میں مدرس رکھا۔ عرصہ دراز تک ان کے قیام وطعام اور مشاہرہ جات کا خرچ خود برداشت کرتے رہے۔ بعد ازاں مرکز سے سکول کو امداد ملنے لگ گئی۔ اور یہ احمدیہ ہائی سکول قیام پاکستان تک خوش اسلوبی سے چلتا رہا۔

تقسیم ہند کے وقت بہترین معاملہ فہمی

آپ عرصہ تک جماعت کے کئی عہدوں پر کاٹھگڑھمیں مامور رہے۔ چوہدری صاحب انتہائی فراخ دل اور مہمان نواز تھے۔ مرکز سے آمدہ مہمانوں کی میزبانی ہمیشہ ان کا شعار رہی۔ آپ کی وجاہت اور رعب۔ غیروں سے اخلاقی تعلقات اور تعاون کا قیام پاکستان کے وقت چوہدری صاحب کو اور عوام الناس کو اس قدر فائدہ ہوا کہ آپ کے سکھ دوست تمام اہل کاٹھ گڑھ کو (تمام فسادیوں، جتھہ داروں کی مخالفت مول لے کر) موضع راہوں ضلع جالندھر (واقع فوجی کیمپ) تک چھوڑ گئے۔ تمام سکھ دوست قافلہ کے چاروں طرف گھوڑوں پر سوار کر پانوں سمیت سب قافلے کے محافظ رہے اور جب وہ الوداع ہوئے تو ان سکھ حضرات کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس طرح تمام اہل کاٹھگڑھ کا کوئی بھی مالی اور جانی نقصان نہ ہوا۔ یہ کارنامہ چوہدری صاحب کی خدمات میں سے ایک سنہری اور تاریخی احسان ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔

پاکستان روانگی

تقسیم ہند کے بعد مکرم چوہدری عبدالرحیم خاں اپنی برادری کے ساتھ چک نمبر 68 ج ب فیصل آباد پنجاب میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اور آپ کو

نمبرداری بھی مل گئی۔اس کے علاوہ آپ نے کئی مربع زمین واں بھچر اں ضلع میانوالی میں خریدی کچھ الاٹ کروائی۔وہاں جدید کاشت کاری کورائج کیا ۔وہاں مرغی خانہ اور لائیو سٹاک فارم بھی بنایا۔نہر کے اوپر ڈیزل انجن لگا کر بالائی حصے کو آبپاش کیا۔اور 1955 میں آپ نے میسی فرگوسن ٹریکٹر بھی خریدا۔ جسے اکثر خود بھی چلایا کرتے تھے۔

بڑے بڑے زراعت محکمے کے لوگ آپ کی کاشتکاری دیکھنے آیا کرتے تھے۔کپاس، گنا،مکئی، گندم سوسوا ایکڑ کاشت کیا کرتے تھے۔کینو اور مالٹے مسمی کا باغ بھی لگایا ہوا تھا۔اپنی برادری کے نوجوانوں کو آبادکاری اسکیم کے تحت ایک گاؤں چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں ملکیت ایک ہزار ایکڑ کا الاٹ کروا دیا۔ جہاں چوہدری عبدالرحیم خاں کے چچازاد بھائی اور بھانجے بھتیجے آباد ہوئے۔ ہر کسی کے نام پندرہ ایکڑ زمین الاٹ ہوئی۔ چوہدری صاحب اکثر خوشی اور غمی کے مواقع پر چک 2 ٹی ڈی اے تشریف لایا کرتے تھے۔

مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب کی خاندان حضرت مسیح موعود سے محبتؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے دوستانہ تعلقات

قیام پاکستان کے بعد چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب چک نمبر 68 ج ب تحصیل وضلع فیصل آباد میں آکر آباد ہو گئے تھے۔چونکہ خود حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب کے بہت گہرے مراسم تھے۔اس لئے قیام پاکستان سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ شکار کیلئے اکثر کاٹھ گڑھ جایا کرتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد بھی جب حضور کالج کے پرنسپل تھے اور بعد میں جماعت کے خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضور کالج کے پرنسپل تھے تو چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب کے ڈیرے پر واں بھچر اں ضلع میانوالی بغیر اطلاع دیئے تشریف لے گئے اور بلا تکلف چولہے کے سامنے بیٹھ کر سادہ کھانا کھایا۔ پورا واقعہ تشحیذ الاذہان اپریل مئی 1983ء میں اس طرح درج ہے۔ چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اچانک ان کے ڈیرے پر تشریف لے آئے۔ہمیں اس رنگ میں حضور کی اچانک آمد کی بے انتہا خوشی ہوئی اور آپ کے مناسبِ حال کھانے کا انتظام کرنے لگے۔تو آپ نے فرمایا کہ بالکل تکلف نہیں کرنا اور میں وہی کھاؤں گا جو اس وقت گھر میں موجود ہوگا چنانچہ آپ نے کھانا چولہے کے سامنے بیٹھ کر ہمارے ساتھ تناول فرمایا اس حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طبیعت کے عجز اور سادگی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب سے بھی آپ کے نہایت دوستانہ تعلقات تھے۔اسی طرح نواب محمد احمد خان صاحب اور نواب مسعود احمد خان صاحب سے بھی نہایت ہی ذاتی تعلقات تھے کیونکہ نواب صاحبان کی کافی زمین خوشاب میں تھی۔صاحب ثروت ہونے کے باوجود آپ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تھے۔کبھی بھی غرور اور کبر کو پسند نہ کیا۔کئی مشکل اور صبر آزما مواقع پر نہایت ہی اعلیٰ صبر کا مظاہرہ کیا۔ بلند ہمت اور عالی حوصلہ تھے۔سب کا درد بانٹتے اور ہر کسی کی مشکل کے وقت ڈھارس بندھاتے۔اور اس کی حسب توفیق مدد کیا کرتے۔اقرباء۔یتیموں۔مسکینوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔خاندان میں ایک مرکز تھے۔ ہر کوئی اپنا مسئلہ آپ سے بیان کرتا۔اور بہتر حل اور مشورہ لے کر جاتا۔

ایک دلچسپ واقعہ!

مکرم جناب محمد خاں صاحب (والدمحترم محمد صادق ناصرانچارج خلافت لائبریری ربوہ) آفیسر حفاظتِ خاص بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب رئیس کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش ہوئے چونکہ آپ دونوں بچپن کے دوست تھے اس لئے بے تکلف تھے۔ کسی بات پر چوہدری صاحب نے حضور سے کہا کہ میں راجپوت ہوں اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ اب تمہارا راج نہیں رہا صرف پوت رہ گئے ہو۔ اس پر سارے ہنسنے لگے۔

آپ کی زمینوں میں مالٹا، کینو، میٹھے فروٹ وغیرہ کے باغات تھے۔ جب بھی موسم آتا تو برکت اور دعا کی خاطر خلیفۂ وقت کی خدمت میں ضرور پیش کرتے، اور افراد خاندان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے گھروں میں ضرور بھجوایا کیا کرتے تھے۔ زیادہ تر کام بہادر شیر کے ذمہ ہوتا تھا۔ کیونکہ حضور کے خاندان کے اس خاندان سے تعلقات ایک صدی پر پھیلے ہوئے ہیں۔ 1968ء میں جب کرنل منور احمد کی شادی ہوئی تو آپ کے سسر مکرم غلام اللہخاں صاحب ڈائرکٹرا یگری کلچرانسٹیٹیوٹ پشاور تمغہ (قائداعظم) کی بیٹی کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے گھر قصر خلافت سے بڑی شفقت سے روانہ کیا تھا۔ اوراسی طرح پھر دعوت ولیمہ میں بہت سے افراد خاندان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے چک 68ج۔ب فیصل آباد تشریف لاکر شرکت کی تھی۔

جلسہ ہائے سالانہ ربوہ پرآمد

چوہدری صاحب ہر جلسہ سالانہ پر ضرور آتے۔ ہمیشہ ہی آپ کا قیام صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے دولت خانہ پر ہوتا۔ جلسہ گاہ میں فراغت کے وقت سب عزیز رشتہ داروں سے ملتے اور سب کا حال احوال دریافت کرتے۔ برادری کے سب لوگ آپ کو مل کر خوشی محسوس کرتے۔ کیونکہ آپ ہر کسی کے کام آتے تھے اور ہر کسی کی اشک شوئی کرنا آپ کا شیوہ تھا۔

انتہائی صابر

1971ء جنگ میں جب آپ کے بیٹے کرنل منور احمد سقوط ڈھاکہ کے بعد انڈیا میں محصور ہوئے تو اس وقت آپ نے بہت صبر دکھایا (اس وقت کاٹھ گڑھ کے سکھ جو چوہدری صاحب کے دوست تھے) کرنل صاحب کی خبر گیری کے لئے رانچی کیمپ جایا کرتے تھے۔ جب کرنل صاحب قید سے رہا ہوئے تو آپ سیدھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو ملنے آئے۔ حضور نے آپ کی ساری فیملی کو بہت وقت دیا۔ مہمانوازی کی اور بہت شفقت سے پیش آئے۔ اور آپ سب کی بہت حوصلہ افزائی کی۔

مسجد بشارت سپین کی سنگ بنیاد پرحاضری

آپ 1980 میں مسجد بشارت سپین کی سنگ بنیاد کے موقع پر سپین تشریف لے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ چونکہ آپ کے جوانی کے دور کے دوست تھے۔ ان کی ترغیب پر آپ شامل ہوئے تھے۔ بہادر شیر بھی اس موقع پر وہاں موجود تھے۔ اور ہمیں بتایا کرتے تھے کہ چوہدری صاحب اس موقع پر بہت پرمسرت تھے۔

واں بھچراں کی زمین کی فروخت

1984 میں آپ نے کل زراعتی زمین فروخت کردی۔ اور خود عملی زندگی سے ریٹائرڈ ہوگئے۔

چوہدری عبدالرحیم خاں کی دوستوں سے ہمدردی اور شفقت

مکرم سجاد منصور احمد خاں صاحب اس حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ

محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب عزیز واقارب کے ساتھ ساتھ اپنے دوستوں کی بھی بھرپور مدد کیا کرتے تھے اور ہر ایک کی خبر رکھتے تھے۔ آپ کے دوست محترم نواب مسعود احمد صاحب جو کہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے سوتیلے بیٹے تھے آپ کے ساتھ ان کی دیرینہ دوستی تھی۔ جب اُنہیں مٹھہ ٹوانہ خوشاب کوٹھی نواب بجار میں زرعی رقبہ الاٹ ہوا تھا۔ تو نواب صاحب کے مزارعین نے فصل کا حصہ نصف دینے سے انکار کردیا۔ چوہدری صاحب کو خبر ملی تو آپ نے نواب صاحب سے رابطہ کیا اور تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ اور علاقے کے حالات اور لوگوں کی ذہنیت کو بھانپتے ہوئے ایک منصوبہ بنایا۔ 68ج ب میں آپ نے نیامت خاں جو کہ آپ کے ماموں زاد بھائی تھے کے بیٹے محمد حسین کو جو کہ اُس وقت گھبرو جوان تھے۔ آپ کہنا شروع کردیں کہ نواب صاحب نے لائلپور سے گونگے بدمعاش کو بلایا ہے جو کہ بڑا خونی قاتل ہے۔ جو بھی حصہ دینے سے انکار کرے گا اس کی خیر نہیں۔ غرض جب علاقے میں یہ افواہ پوری طرح زور پکڑ گئی تو آپ نے محمد حسین کو اپنی بندوق اور پستول پہنایا اور حکم دیا کہ پورے علاقے میں گھوڑے پر بیٹھ کر چکر لگاؤ بولنا نہیں، مگر ہر بندے کو گھور کر دیکھنا ہے۔ اور ملازمین کو ساتھ بھجوا دیا کہ ہر مزارعہ سے اس کا سامنا کرواؤ اور ان کو بتاؤ یہ گونگا بدمعاش ہے۔ اگر کل تک فصل کوٹھی پر نہ پہنچی تو یہ ان لوگوں کو چھوڑے گا نہیں۔ اس طرح آپ کی حکمت اور تدبر سے اگلے دن ہی تمام مزارعین اپنا اپنا حصہ فصل لے کر پہنچ گئے اور نواب صاحب سے معافی بھی مانگی۔

محترم والد صاحب کے خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور نواب مسعود احمد صاحب سے دوستانہ تعلقات تھے۔ تینوں بزرگ اکثر و بیشتر شکار کے لئے کاٹھ گڑھ آیا کرتے تھے۔ ہفتہ ہفتہ کاٹھ گڑھ میں رہتے اور شکار سے محظوظ ہوتے۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد بھی تعلقات میں وہی گرم جوشی قائم رہی۔ اور حضور کا حکم تھا کہ آپ جب بھی واں بھچراں سے فیصل آباد آئیں گے یا واپس جائیں گے تو مجھے مل کر جائیں گے۔ محترم بھائی ناصر احمد بہادر شیر سے روایت ہے کہ میں کسی وجہ سے قصرِ خلافت میں موجود نہیں تھا محترم چچا جان چوہدری عبدالرحیم خانصاحب دوپہر کے وقت قصرِ خلافت پہنچے اور ڈیوٹی پر موجود عملہ نے بتایا کہ حضور آرام فرما رہے ہیں میں ان کو نہیں جگا سکتا۔ چوہدری صاحب نے اصرار کیا مگر اس نے اطلاع دینے سے معذرت کرلی۔ جس پر چوہدری صاحب نے چٹ پر لکھ دیا کہ میں آپ سے ملنے کے لئے آیا تھا مگر آپ کے عملہ نے مجھے انکار کردیا اب میں واں بھچراں جا رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد حضور نمازِ عصر کے لئے جانے لگے تو میں بھی ڈیوٹی پر پہنچ گیا۔

حضور نے جب رقعہ پڑھا تو سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اس کارکن کی سزا یہ ہے کہ فوراً واں بھچراں جائے اور چوہدری صاحب سے معذرت کرے۔ اور کل ان کو واپس لے کر ربوہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگلے دن چوہدری صاحب واپس ربوہ آئے اور حضور سے ملاقات کی۔

جلسہ سالانہ پر آپ کی رہائش نواب مسعود احمد صاحب کے گھر ہوتی تھی۔ جلسہ سالانہ پر روانگی سے قبل ہماری والدہ بہت سا، ساگ اور مکئی کی روٹیاں اور مکھن تیار کرتی تھیں۔ اور اپنے باغ کے کینوں بطور تحفہ نواب مسعود صاحب کے گھر اور صاحبزادہ مرزا منور احمد کے گھر بھجواتے تھے۔

نواب صاحب کے گھر رہائش پذیر تمام مہمان اور گھر والے بھی اس انتظار میں ہوتے تھے کہ چوہدری صاحب کے گھر سے آئے ہوئے ساگ اور مکئی کی روٹیوں سے کب لطف اندوز ہوں۔ اور اس بات کا برملا اظہار کرتے کہ ساگ اور مکئی کی روٹی سے جلسہ کا مزا دوبالا ہو جاتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح

الثالث ؒ ایک اچھے گھڑسوار اور گھوڑوں کی پہچان بھی رکھتے تھے۔لیکن اس کے باوجود حضور جب بھی کوئی گھوڑا یا بھینس خریدتے تو والدمحترم کو پیغام بھیجتے تو آپ آکر جانور کو چیک کرتے اور رائے دیتے اور آپ کی رائے صائب ہوتی۔

جلسہ سالانہ پر اجتماعی ملاقات کا احوال کچھ اس طرح ہے کہ چونکہ آپ کا خاندان 4 اضلاع میں پھیل چکا تھا تمام احباب محترم بھائی ناصر احمد بہادر شیر کے گھر اکٹھے ہوئے اور والدمحترم کی سربراہی میں تمام خاندان ایک ہی وقت پر ملاقات کے لئے آجاتا۔اور اگر فیصل آباد کی باری ہوتی تو تمام خاندان فیصل آباد کی لائن میں لگ جاتا۔اور اگر جھنگ اور میانوالی یا خوشاب کی باری ہوتی تو تب بھی لائن میں کھڑے ہوجاتے والد صاحب حضور سے ملاقات کرنے کے بعد حضور کے پاس کھڑے ہوجاتے اور تمام افراد کے خاندان کا فرداً فرداً تعارف کرواتے اور آخری فرد تک کا تعارف کروانے کے بعد جب حضور سے اجازت چاہتے تو حضور تحفہ کے طور پر ایک شہد کی بوتل آپ کو دیتے تھے۔غرض عجیب پرکیف نظارہ ہوتا تھا جس کا تصور آج تک دماغ میں نقش ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وفات پر آپ جنازہ میں شریک ہوئے تو تدفین کے وقت قطعہ خاص سے بار بار اعلان ہوا کہ چوہدری عبدالرحیم آگے آکر قبر پر مٹی ڈالنے کی سعادت حاصل کریں۔لیکن بے پناہ رش کی وجہ سے آپ قبر تک نہ پہنچ سکے اور مایوس ہوکر واپس آگئے۔

وفات وتدفین

آپ موصی تھے۔آپ 1986 میں اپنے بیٹے کرنل منور احمد کے پاس کوئٹہ میں مقیم تھے۔جون میں 86 سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔جنازہ ربوہ لایا گیا۔ممبران جماعت اور برادری کے سب سوگواروں نے نماز جنازہ پڑھی۔موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔خلق خدا کے لئے شفیق اور نفع رساں وجود تھے۔آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔اور خلق خدا کے لئے ایک شجر سایہ دار سے کم نہ تھے۔خدا تعالیٰ غریق رحمت کرے۔

حضرت چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب ؓ کی شادیاں

چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب کی تین شادیاں تھیں۔

(1) پہلی شادی محترم شریفاں بیگم آف (گاؤں چتاملہ) ضلع انبالہ سے 20، 1919ء میں ہوئی تقریباً 16 سال کی عمر میں ہوئی۔آپ کے ہاں پہلا بیٹا مبشر احمد خاں 1923ء میں پیدا ہوا۔پہلی بیٹی محمودہ بیگم صاحبہ 1928ء میں پیدا ہوئیں۔مبشر احمد خاں 23 سال کی عمر میں بیمار ہوکر فوت ہوگئے۔**انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

آپا محمودہ بیگم زوجہ کرنل ظفر اللہ خاں بنت چوہدری عبدالرحیم خاں

چوہدری عبدالرحیم خاں کی پہلی شادی سے پہلی بیٹی کا نام محمودہ بیگم تھا۔ان سے بڑا بھائی تھا تو جوانی میں وفات پا گیا۔آپا محمودہ بیگم کی پیدائش غالباً 1928 کی ہوگی۔آپ کی شادی چوہدری عبدالمجید خاں آف راہوں کے بیٹے محمد ظفر اللہ خاں 1946ء میں ہوئی۔چوہدری عبدالمجید خاں آف راہوں امیر جماعت ہائے احمدیہ جالندھر بھی رہے۔آپ کے بڑے بیٹے کا نام محمد ظفر اللہ خاں تھا۔جو کہ انڈین آرمی میں کمیشن آفیسر تھے۔جن کی شادی محمودہ بیگم بنت چوہدری عبدالرحیم خاں سے ہوئی۔محمد ظفر اللہ خاں چوہدری عبدالرحیم خاں کی سگی بہن کے بیٹے بھی تھے۔اس طرح وہ آپ کے بھانجے لگتے تھے۔کرنل محمد ظفر اللہ خاں کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا تھا۔کرنل محمد ظفر اللہ خاں صاحب ایک ایکسیڈنٹ میں 1976 میں وفات پا گئے تھے۔ان

کے ایک بیٹے کرنل صفی اللہ صاحب بھی فوج میں کرنل تھے۔جن کی شادی چوہدری بشارت احمد خاں کی بیٹی ریحانہ بیگم سے ہوئی تھی۔جن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔

آپا محمودہ بیگم بہت ہی سگھڑ خاتون تھیں، صابرہ اور شاکرہ، تحمل مزاج، مہمان نواز، خوش خلق، پابند نماز و روزہ، موصیہ بھی تھیں۔خاوند کی وفات کے بعد بچوں کو باپ کا پیار بھی دیا۔سب کی شادیاں بھی کیں اور ان سب کی تربیت خاص ڈھنگ سے کی۔والدین کی طرح بہت ہی مہمان نواز خاتون تھیں۔آپ کے دو بیٹے فوج میں تھے اور ایک بیٹا رفیع اللہ خاں امریکہ میں تھا جو کہ جوانی ہی میں وفات پا گیا۔اس کے دو بیٹے ماشاء اللہ ہیں۔آپا جان بہت ہی حلیم طبیعت کی مالکہ تھیں۔اپنے بہن بھائیوں اور خاندان کا بہت خیال رکھتی تھیں۔جماعت سے لگاؤ اور خلافت سے محبت ان کا شعار تھا۔اپنی اولاد کو بھی یہی بات سکھائی۔لاہور کینٹ میں ہی ساری زندگی گزاری۔فروری 2021 میں آپ کی وفات ہوئی۔موصیہ ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئیں۔**انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا سب سے بڑے بیٹے کرنل صفی اللہ خاں صاحب کی شادی ریحانہ بیگم بنت بشارت احمد خاں صاحب سے ہوئی۔(جن کے دو بیٹے مکرم محمد احمد خاں صاحب اور علی احمد خاں اور ایک بیٹی نادیہ ہیں)۔

(2) پہلی بیوی کی وفات کے بعد چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب کی دوسری شادی عنایت بیگم سے ہوئی جو کہ موضع دوبرجی ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھیں۔ان کی بھی جلد ہی وفات ہوگئی۔

(3) آپ کی تیسری شادی مکرم چوہدری غلام محمد خاں آف پھگلانہ صحابی حضرت مسیح موعود کی بیٹی سرداراں بیگم سے ہوئی۔آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔بڑے بیٹے کا نام منور احمد خاں، لئیق احمد خاں، آصفہ رشید، شاہدہ باسط اور سجاد منصور احمد ہے۔

کرنل منور احمد خاں



برادرم کرنل منور احمد خاں 1939ء میں کاٹھ گڑھ میں پیدا ہوئے آپ نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے FSc کی اور گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے بی۔ایس۔سی کرنے کے بعد 1966ء میں پاک فوج میں کمیشن حاصل کیا اور 21 پنجاب رجمنٹ جوائن کی اور ترقی کرتے ہوئے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔آپ نے 1971ء کی پاکستان انڈیا کی لڑائی میں حصہ لیا اور مشرقی پاکستان کے جیسور سیکٹر پر وطن عزیز کی حفاظت کی اور جنگی قیدی بھی رہے۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کالج کے پرنسپل تھے۔حضور آپ سے خصوصی پیار اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔آپ کو انہوں نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا، جلسہ سالانہ کے موقع پر آپؒ افسر جلسہ سالانہ ہوتے تھے اور منور احمد خاں ایک کارکن کی حیثیت سے آپ کے ساتھ جماعت کی خدمت پر مامور ہوتے تھے۔

1970ء میں آپ کی شادی ریحانہ یاسمین بنت ڈاکٹر غلام اللہ خاں آف فارسٹ کالج پشاور ہونا قرار پائی، اس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو ملی تو آپ نے چوہدری عبدالرحیم خاں کو بلا کر فرمایا کہ میرے بیٹے منور احمد خاں کی شادی ہے اور میں اس شادی میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔والد صاحب بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ بارات پشاور جانی ہے۔آپ کی شمولیت ہمارے لئے ہر لحاظ سے باعث افتخار ہوگی۔حضور نے فرمایا پشاور جانا تو میرے لئے مشکل ہوگا ایسا کریں کہ غلام اللہ خاں کو پیغام بھجوائیں کے وہ بچی کو لے کر ربوہ آجائیں۔بارات قصر خلافت سے ان کے گھر جائے گی۔ڈاکٹر غلام اللہ خاں

کی رضامندی پر محترم چوہدری شاہ نواز کا گھر جو کہ ربوہ میں خالی تھا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں قیام پذیر ہوئے۔ 10 دسمبر 1970ء کو بارات چک نمبر 68 ج ب لیلاں فیصل آباد سے روانہ ہو کر قصر خلافت پہنچی وہاں پر حضور نے چائے وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ وہاں سے بارات ڈاکٹر غلام اللہ خاں کے گھر گئی اور حضور نے اس شادی میں شرکت کی، بارات کے ساتھ کھانا کھایا اور دعا کروائی۔ چوہدری عبدالرحیم خاں کے خاندان کے ساتھ حضور کا یہ شفقت بھرا تعلق آپ کی وفات تک ایسے ہی رہا۔

1993ء میں فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ ماڈل ٹاؤن لاہور میں شفٹ ہو گئے اور جماعت ماڈل ٹاؤں میں خدمات بجالاتے رہے۔ آپ وہاں جماعت میں سیکرٹری امور عامہ رہے۔ 28 مئی 2010ء کے واقعہ کے وقت آپ کے بڑے بیٹے مبشر احمد خاں ماڈل ٹاؤن مسجد میں ہی موجود تھے۔ حملہ کے وقت آپ گیٹ کے سامنے تھے۔ ماڈل ٹاؤن دہشت گردی کے واقعہ کی ایف۔ آئی۔ آر کا اندراج بھی آپ کی طرف سے ہوا۔ جو بھی شخصیات ماڈل ٹاؤن مرکز کا دورہ کرتی تھیں ان کو تفصیلات مہیا کرنا آپ کی ذمہ داری تھی۔ گورنر پنجاب سلیمان تاثیر ماڈل ٹاؤن مسجد کے دورہ کے وقت بھی، آپ وہاں موجود تھے اور مختلف ٹی۔ وی چینلز کو آپ نے واقعہ کے بارہ میں بطور سیکرٹری امور عامہ تفصیل بھی بتائی۔

جماعت کی ہدایت پر آپ کو ماڈل ٹاؤن والا گھر بیچ کر لاہور کینٹ میں شفٹ ہونا پڑا۔ وفات تک آپ عسکری ہاؤسنگ کالونی لاہور میں رہے۔ آپ کے تینوں بچے کینیڈا میں مقیم تھے۔ انہوں نے بارہا اصرار کیا کہ وہ ان کے پاس کینیڈا آ جائیں مگر آپ نے ہمیشہ انکار کیا اور باوجود دہشت گردوں کی دھمکیوں کے آخر تک اپنے اسی فیصلے پر قائم رہے۔ آپ کی وفات 25 جنوری 2018ء کو لاہور میں ہوئی اور آپکی تدفین آپ کے آبائی شہر فیصل آباد میں ہوئی۔

آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ بڑے بیٹے عزیزم مبشر احمد خاں MBA کرنے کے بعد عسکری کمرشل بینک میں مینیجر کے عہدے پر فائز ہو گئے اور آجکل لاس اینجلس امریکہ میں مقیم ہیں۔ آپ کی شادی کرنل صفی اللہ خاں کی صاحبزادی عزیزہ نادیہ صاحبہ سے ہوئی اور آپ کی دو بیٹیاں ہیں۔

آپ کے دوسرے بیٹے عزیزم مدثر احمد خاں ویٹنری ڈاکٹر ہیں۔ وہ ایم۔ فل کرنے کے بعد کینیڈا شفٹ ہو گئے اور کیلگری میں مقیم ہیں۔ آپکی شادی 2009ء میں میجر ریٹائرڈ منور احمد خاں صاحب کی صاحبزادی عزیزہ ربیعہ سے ہوئی ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ آپ کی بیٹی عزیزہ مہرین منور جو کہ آئی سپیشلسٹ ہیں ان کی شادی 2007ء میں عزیزم منیب احمد ابن ادریس احمد خاں آف اوکاڑہ سے ہوئی آپ کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔



کرنل منور احمد صاحب کاٹھ گڑھی

داؤد احمد طاہر

مکرم داؤد احمد طاہر صاحب مکرم کرنل منور احمد صاحب کاٹھگڑھی کے بارے میں اپنی کتاب ''قریۂ جاوداں'' میں لکھتے ہیں کہ

''آیئے آپ کی ملاقات تعلیم الاسلام کالج کے ایک اور سابق طالب علم سے کراتے ہیں جن کا نام منور احمد ہے لیکن وہ عوام الناس میں لیفٹینٹ کرنل (ر) رانا منور احمد خان کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ضلع فیصل آباد کے رہنے والے چوہدری عبدالرحیم خان کے فرزند ہیں۔ آج کل عسکری 10 لاہور میں مقیم ہیں۔ اوران مخلص احمدیوں میں سے ہیں جو جماعت کے ساتھ اپنے تعلق کو باقی سب امور پر اوّلیت دیتے ہیں

۔وہ تعلیم الاسلام ہائی سکول سے 1958ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوئے تھے۔انہوں نے پری میڈیکل میں داخلہ لیا تھا جس میں صرف تیرہ طالب علم تھے۔منور کہتے ہیں: ہماری کلاس کے بھی طلبہ ماشاءاللہ بہت ذہین اور محنتی تھے۔ان میں پروفیسر نصیر احمد خان کے چھوٹے بھائی حمید احمد خان اور منور چونڈہ جو کچھ سال پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں اوّل رہے تھے، کے بھائی،سعید چونڈہ قابل ذکر ہیں۔ ہمارے استاد بھی بہت ہی اچھے اور قابل تھے اور اپنا کام بے حد محنت سے سرانجام دیتے۔ان سب کے سرخیل پر خدا کی خاص عنایت تھی۔صاحبزادہ مرزا ناصر احمد جب اپنے دفتر سے نکلتے تو طلبہ بھاگ کر کمروں میں گھس جاتے۔کوئی بھی آپ کے سامنے کھڑا نہ رہتا۔یہ سب ان کی بارعب اور پروقار شخصیت کا ہی کمال تھا۔آپ کو تقریباً ہر طالب علم کا نام بلکہ اس کی ولدیت تک یاد تھی۔

وہ کہتے ہیں: ان دنوں تعلیم الاسلام کالج کا کھیلوں میں بھی خوب نام تھا۔اگرچہ میں خود تو کشتی رانی ٹیم کا رکن نہ تھا تاہم میرے بعض عزیز دوست اس کھیل سے وابستہ تھے۔لہذا میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ کالج کی مضبوط روئنگ ٹیم کی تشکیل صاحبزادہ مرزا ناصر احمد اور چوہدری محمد علی کی دن رات کی کوششوں کی مرہونِ منت تھی۔کالج کی طرف سے ان کھلاڑیوں کے لئے صحت بخش خوراک کا وافر انتظام موجود ہوتا تھا۔انہیں دودھ،سویابین اور بادام مہیا کئے جاتے اور مالٹے کے موسم میں ان کے سامنے اس پھل کے ڈھیر لگا دیئے جاتے۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کھلاڑیوں کو کھانے پینے میں کبھی کمی نہیں محسوس ہونے دی جاتی تھی۔یہی وجہ کہ کھلاڑی بھی پوری محنت کرتے اور ہر سال ٹرافی جیت کر لاتے۔

کالج میں تعلیم کے دوران منور احمد فضل عمر ہوسٹل میں مقیم تھے۔وہ بتاتے ہیں: ہوٹل سپرنٹنڈنٹ چوہدری محمد علی ہوا کرتے تھے۔وہ لمبے عرصے سے یہ ذمہ داری ادا کرتے چلے آرہے تھے اور بہت ہی کامیاب سپرنٹنڈنٹ تھے۔

مجھے یاد نہیں کہ ہمارا ماہانہ بل جس میں کھانا، رہائش، صفائی اور کامن روم فیس شامل تھی کبھی پچیس روپے سے بڑھا ہو اور عمدہ کھانا، اچھا رہن سہن، صاف ستھرے واش روم، غرض ہمیں بہت ہی اچھا ماحول مہیا تھا۔

منور اس دور کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم تین چچیرے بھائی ایک ڈارمیٹری میں قیام پذیر تھے۔ہمارے سب سے سینئر روم میٹ اسلم بُوسٹر تھے جو فائنل ایئر کے سٹوڈنٹ تھے۔انہیں کسی دوسرے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا اور ان کی جگہ فرسٹ ائیر کے ایک سٹوڈنٹ کو جو بالکل ہی بچہ تھا ہمارے ساتھ ڈال دینے کے احکامات صادر ہوگئے۔میرے باقی روم میٹس یعنی شکراللہ اور ذکراللہ اور میں نے مل کر اس فیصلے کو بدلوانے کی کوشش کی لیکن ہماری ایک نہ چلی۔چوہدری محمد علی نے مجھے اپنے دفتر میں بلوایا اور پیار سے منالیا کہ ہم اسے اپنے ساتھ رکھ لیں گے۔یوں وہ لڑکا ہمارے کمرے میں آگیا۔اگلے روز جب ہم نے اپنے کمرے کا تالا کھولا تو بُو کے ایک بھبھوکے نے ہمارا استقبال کیا۔یوں محسوس ہو رہا تھا کے کمرے میں کوئی چھپکلی یا چوہا مرا ہوا ہو۔ہم اس بُو کی وجہ پر غور کر ہی رہے تھے کہ مَیں بے دھیانی میں اس لڑکے کے بستر پر جا بیٹھا۔مجھے محسوس ہوا بستر گیلا ہے۔رضائی ہٹائی تو پتا چلا کہ بیچارے کا گدا گیلا ہے اور بُو اُسی میں سے آرہی ہے۔اس سے پوچھا گیا تو اس نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ہمیں کافی تشویش ہوئی۔فیصلہ ہوا کہ فضل عمر ہسپتال سے اس کے لئے دوا لائی جائے۔ہم نے اس کا بستر اٹھا کر باہر دھوپ میں ڈلوایا اور اس رات اسے اپنے پاس سے بستر مہیا کیا۔ہم تینوں بھائیوں نے اسے چھوٹے بچے کی طرح ٹریٹ کرنا شروع کر دیا۔اسے کسی دوسرے کے ساتھ بازار نہ جانے دیتے،کھانے کے وقت بھی اسے اپنے ساتھ رکھتے اور رات کو سوتے میں اسے دو تین بار پیشاب کے لئے اٹھاتے۔اس کے بعد وہ جب تک ہوٹل میں رہا اللہ کی مہربانی سے اس نے کبھی بستر گندہ نہیں کیا۔چوہدری محمد علی کو اس چیز کا پہلے سے علم تھا چنانچہ انہوں نے ایک بار پھر مجھے بلایا اور بتایا کہ یہ لڑکا یتیم ہے،اس کی والدہ خود اسے ہوٹل چھوڑنے آئی تھی

اوراس نے اس کی پیشاب کی عادت کا ذکر بھی کیا تھا جو وہ ہمیں بتانا بھول گئے تھے۔ یہ لڑکا ہوسٹل میں صرف ایک ہی سال رہا۔اس کے بعد وہ غائب ہو گیا اور پھر کالج میں نظر نہیں آیا۔شاید اس نے پڑھائی چھوڑ دی تھی یا وہ کسی اور کالج میں چلا گیا تھا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس سال ایف ایس سی پری میڈیکل گروپ میں منور سمیت صرف تیرہ طالب علم تھے۔ جب ایف ایس کی کا نتیجہ آیا تو اللہ کے کرم سے حمید احمد خاں لاہور بورڈ میں فرسٹ اور سعید چونڈہ سیکنڈ رہے۔ باقیوں میں سے بھی کچھ طلبہ کو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج یا دیگر میڈیکل کالجز میں داخلہ مل گیا۔ جہاں تک منور کا تعلق ہے وہ بی ایس سی کے لئے گورنمنٹ کالج، لائلپور چلے گئے۔

ربوہ میں قیام کے زمانے کی خوشگوار یادوں کا ذکر ہو تو منور بتاتے ہیں:

''ربوہ میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ جماعتی خدمت کا بھی کچھ نہ کچھ موقع ملتا رہتا تھا۔ وقارِ عمل تو وہاں کا معمول تھا۔ مجھے فخر ہے کہ میں ایک ایسے وقار عمل میں بھی شریک ہوا جس میں صاحبزادہ مرزا طاہر احمد شامل تھے۔ مَیں نے خود انہیں مٹی کی ٹوکریاں ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پھینکتے دیکھا ہے۔

اس زمانے میں صاحبزادہ مرزا ناصر احمد افسر جلسہ سالانہ ہوا کرتے تھے۔ان کے ساتھ چھ سات معاون ہوتے تھے۔ جو کالج کے طلبہ میں سے منتخب کئے جاتے تھے۔ ان میں سے تین تو ہم کزن ہوا کرتے تھے۔ ہماری ڈیوٹی 23 دسمبر سے شروع ہوتی اور 31 کو ختم ہوتی تھی۔ ہمارے ناموں کے لئے دسمبر کے شروع سے ہی رسہ کشی شروع ہو جاتی۔ چوہدری محمد علی ہمیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے لیکن صاحبزادہ مرزا ناصر احمد کی طرف سے ویٹو جاتا اور ہم افسر جلسہ سالانہ کے معاونین میں شامل ہو جاتے۔ ہم جلسہ سالانہ کے مختلف شعبوں کی رپورٹیں اکھٹی کرتے تھے۔ ہمیں سائیکلیں مہیا کر دی جاتیں جن سے ہم موبائل ہو جاتے اور بخوشی یہ بھاگ دوڑ کرتے۔ اس طرح ہمیں بہت سارے بزرگوں سے ملاقات اور ان کی دعائیں لینے کا موقع مل جاتا۔

منور نے بی ایس سی کے بعد اپنا کاروبار شروع کیا تاہم 1967ء میں وہ تیرہویں وار کورس کے لئے منتخب ہو گئے۔ انہوں نے ربع صدی سے زیادہ عرصہ کی فوج کی ملازمت میں گزارا اور 1993ء میں بطور لیفٹیننٹ کرنل ریٹائر ہوئے۔ اگر اُن سے فوجی ملازمت کا سب سے یادگار واقعہ بیان کرنے کی درخواست کی جائے تو وہ فوراً جواب دیتے ہیں کہ واقعات تو بہت سے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں میری ملازمت کا سب سے یادگار حصہ وہ تھا جب میں بطور کیپٹن سابق مشرقی پاکستان بھجوایا گیا۔ مَیں نوجوان تھا اور دفاع وطن کے جذبے سے سرشار تھا۔ میں نے اسی جذبہ سے 1971ء کی جنگ لڑی اور بدقسمتی سے اُن نوّے ہزار افراد میں شامل تھا جو 16 دسمبر 1971ء کو ہندوستان کی قید میں چلے گئے تھے۔

وہ کہا کرتے ہیں: ہندوستانی قید میں گزرے ہوئے کم وبیش تین سال میری زندگی کا ایک المناک باب ہیں تاہم مجھے خوشی ہے کہ وطنِ عزیز کے دفاع میں مجھے یہ قربانی دینے کا موقع ملا۔ قید میں بیشک کوئی تکلیف نہ ہو، ہوتی قید ہی ہے اور اس اذیت کا اندازہ صرف ان ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جو اس کیفیت میں سے گزر چکے ہوں۔

اگر ان سے قید کے زمانے کی تفصیلات سنانے کے لئے کہا جائے تو وہ بتاتے ہیں: ڈھاکہ 16 دسمبر 1971ء کو فال ہوا۔ پہلے دو دن تو وہیں گزرے لیکن 18 دسمبر کو مَیں ڈھاکہ سے پاناگڑھ منتقل کر دیا گیا جو کلکتہ سے زیادہ دور نہیں اور جہاں انگریز دور کا اسلحے کا ایک ڈپو تھا۔ وہاں سو کے قریب igloos یعنی وہ گنبد نما عمارتیں جن میں اسلحہ سٹور کیا جاتا ہے بنی ہوئی تھیں۔ ان اِگلوز کو خاردار تاروں سے بند کر کے ہمارے لئے کیمپ تیار کیا گیا تھا۔ ایک ایک اِگلو میں اسّی اسّی نوّے نوّے افسران ٹھونس دیئے گئے۔ قیدیوں کو باہر نکلنے کی اجازت تھی نہ ایک اِگلو والا دوسرے اِگلو والے سے بات کر سکتا تھا۔ اگر کوئی قیدی کسی طرح باہر نکل آتا تو گارڈ فوراً اس پر رائفل تان لیتا اور تحکمانہ لہجے میں کہتا: اندر چلے جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔ اس وقت تک ہمارا ریکارڈ بھی تیار نہیں کیا

گیا تھا۔ کیمپ میں انٹرنیشنل ریڈ کراس کی کوئی رسائی تھی نہ ہمارے قیام کے دوران ان کا کوئی نمائندہ کیمپ میں آیا۔ بعد میں انڈینز نے ہمارے ہی کلیریکل سٹاف کی مدد سے ہماری لسٹیں بنائیں اور میرا خیال ہے یہی لسٹیں ریڈ کراس اور ہمارے جی ایچ کیو کو بھجوائی گئی ہوں گی۔

ان سے سوال کیا جائے کہ وہ پانا گڑھ کیمپ میں کتنا عرصہ رہے تو وہ کہتے ہیں:

اب پورے طور پر یاد نہیں۔ ممکن ہے دو ماہ یا اس سے کچھ زیادہ وقت وہاں گزرا ہو۔ اگر مَیں غلطی نہیں کر رہا تو فروری 1972ء کی ایک صبح ہندوستانی فوج کا ایک افسر ہاتھ میں ایک لسٹ پکڑے ہمارے اِگلو میں آیا اور اعلان کیا کہ فلاں فلاں قیدی کو آج کسی دوسرے کیمپ میں شفٹ کیا جائے گا۔ لہذا وہ منتقلی کے لئے تیار رہیں۔ ٹرین سیدھی اِگلو کے اندر ہی آ گئی اور ہم اس میں سوار ہو گئے۔

آپ کو کہاں منتقل کیا گیا؟ اس سوال کے جواب میں وہ کہتے ہیں: ہمیں نہیں بتایا گیا تھا کہ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ ٹرین کی کھڑکیاں بند تھیں اور دروازوں پر تالے پڑے تھے۔ کھڑکیاں کھولنے کی اجازت نہیں تھی۔ لہذا ہمیں کچھ اندازہ نہ ہو سکا کہ کون سا شہر ہماری منزل ہے۔ جب گاڑی کسی سٹیشن پر رکی تو ہم آہستگی سے کھڑکی کھولنے کی کوشش کرتے لیکن ہندوستانی فوجیوں کے علاوہ جو پلیٹ فارم پر رائفل تانے کھڑے ہوتے اور کچھ نظر نہ آتا لہذا فوراً کھڑکی بند کر دیتے۔ راستے میں کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ تھا چنانچہ جب ٹرین کو چلتے ہوئے دوسرا دن آ گیا تو بھوک نے ہمیں نڈھال کر دیا اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کھانے پینے کی کوئی شے حاصل کرنے کے لئے ہمارا کون سا حربہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی سوچ بچار میں تھے کہ ایک سٹیشن پر پلیٹ فارم کی دوسری طرف انڈین آرمی کی ایک سپیشل ٹرین آ کر رکی۔ ہمارے گارڈز کہیں ادھر ادھر ہوئے تو ہم نے کھڑکی کھول کر انڈین سپاہیوں کو اشارے سے بتایا کہ ہمارے پاس کچھ سامان قابل فروخت ہے۔ سب سے پہلے تو ایک پین فروخت ہوا۔ پھر فِلپس کا ایک ٹرانزسٹر تھا جو کسی اور سپاہی نے لے لیا۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہمیں پیسے نہیں چاہئیں، ان کے بدلے کھانے کو کچھ لا دو۔ وہ مان گئے اور دونوں چیزیں لے کر چلے گئے۔ جب دیر تک واپس نہ آئے تو ہمارے منہ لٹک گئے کہ چیزیں بھی ہاتھ سے گئیں اور پیٹ پُوجا کا بھی کوئی سامان نہیں ہو سکا تاہم جب ہماری ٹرین چل پڑی تو دیکھا کہ ان میں سے ایک کچھ چیزیں اٹھائے بھاگتا چلا آ رہا ہے۔ اس نے وہ چیزیں چلتی گاڑی میں ہمارے ڈبے میں پھینک دیں اور جلدی جلدی صرف اتنا بتایا کہ سٹیشن سے بس یہی کیک پیس اور بسکٹ مل سکے ہیں جو وہ لے آیا ہے۔ ہم ان کیک پیسوں اور بسکٹوں کو منٹوں میں چٹ کر گئے۔

اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ سفر کتنے دن کا تھا تو وہ بتایا کرتے ہیں: خدا خدا کر کے ہمارا یہ سفر تیسرے دن شام کے وقت ''بریلی'' ریلوے سٹیشن پر اختتام پذیر ہوا۔ پلیٹ فارم بالکل خالی کرا لیا گیا تھا۔ ہمیں ٹرکوں میں بٹھا کر بریلی کنٹونمنٹ کی بیرکس میں جو خاردار تاروں سے اچھی طرح محفوظ بنائی گئی تھیں ڈال دیا گیا۔

وہ اس کیمپ کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: یہاں پانا گڑھ والی تنگی اور دقت تو نہ تھی لیکن اس کیمپ کی حالت بھی تسلی بخش نہیں تھی۔ چارپائی کے ساتھ چارپائی پھنسی ہوئی تھی۔ بدنظمی انتہا درجے کی تھی۔ چنانچہ صبح کا ناشتہ گیارہ بارہ بجے ملتا اور دوپہر کا کھانا مغرب کے وقت۔ رہا رات کا کھانا تو اکثر قیدیوں کو کھانے کے لئے سوتے سے جگانا پڑتا تھا۔ یہ کھانا ڈھنگ کا نہیں ہوتا تھا۔ لیٹرینیں زمین میں گڑھے کھود کر بنائی گئی تھیں۔ پردے کے لئے لکڑی کے ڈنڈے گاڑ کر ٹاٹ باندھ بنا دیا گیا تھا لیکن اس ٹاٹ کی چوڑائی دو فٹ سے زیادہ نہ تھی چنانچہ لیٹرین میں بیٹھے ہوئے آدمی کو دور و نزدیک کے تمام لوگ دیکھ سکتے تھے۔

مارچ 1972ء تک ہمارا پاکستان میں اپنے عزیزوں سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ اس کے بعد ہمیں پوسٹ کارڈ ملنا شروع ہو گئے جن پر ہم خط لکھ کر اپنے گھر

کے پتے پر بھیج سکتے تھے۔ یہ ساری ڈاک اکٹھی کر کے شاید واہگہ پہنچائی جاتی تھی۔ اسی طرح واہگہ سے موصول ہونے والی ڈاک انڈیا میں مختلف کیمپوں میں پہنچائی جاتی تھی۔ میرے گھر سے پہلا خط بھی مارچ میں آیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے گھروں سے پارسل آنا شروع ہو گئے جن میں کپڑے جوتے اور بعض دفعہ کھانے پینے کا بھی سامان ہوتا تھا۔

پوچھا جائے کہ ان کی قید کا باقی زمانہ بریلی ہی میں گزرا تو منور کہتے ہیں: ہم اس کیمپ میں بمشکل ایک ڈیڑھ ماہ رہے ہوں گے۔ ایک روز ایک ہندوستانی فوجی افسر نے آ کر اعلان کیا کہ ساٹھ افسران کو ایک اور کیمپ بھجوایا جانا مقصود ہے اور دعوت دی کہ ہم میں سے جو لوگ اکٹھے رہنا چاہتے ہوں اپنے نام دے دیں۔ ہم آٹھ قیدی ایک ہی یونٹ سے تھے چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہمیں یہاں سے اکٹھے چلے جانا چاہئے۔ اس فیصلے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کرنل منور کہا کرتے ہیں: ہمارے اس فیصلے کی دو تین وجوہ تھیں۔ ہم توقع کر رہے تھے کہ ممکن ہے سہولیات میں وہ کیمپ اس کیمپ سے بہتر ہو اور اگر بہتر نہ بھی ہوا تو اس جیسا تو ہوگا ہی۔ ہمارا یہ بھی خیال تھا کہ اگر یہ کیمپ پاکستانی بارڈر سے قریب تر ہوا تو قیدیوں کی وطن واپسی شروع ہونے پر ہم پاکستان جانے والے ابتدائی قیدیوں میں سے ہوں گے۔ ہمارا یہ فیصلہ درست ثابت ہوا۔ ہمیں بریلی سے ٹرکوں کے ذریعے میرٹھ شفٹ کر دیا گیا۔ یہ کیمپ بریلی والے کیمپ سے بدرجہا درجہ بہتر تھا۔ کھانا پینا بھی بہتر تھا اور لیٹرینیں بھی سٹیل کی چادر سے تیار کی گئی تھیں اور پردہ دار تھیں۔

وہ بتاتے ہیں: بعد میں پتا چلا کہ اس کیمپ کو ماڈل کیمپ کا درجہ دیا گیا ہے۔ جو غیر ملکی مہمان دہلی آتا اسے کیمپ وزٹ کروانے کے لئے میرٹھ ہی لایا جاتا جس کی وجہ سے وہاں صفائی کا انتظام بہتر اور وہاں کا سٹاف قدرے بااخلاق تھا۔ اس کیمپ میں ہم صرف ساٹھ افسر تھے۔ تیس ایک بیرک میں ہوا کرتے تھے اور تیس دوسری بیرک میں۔

ان سے سوال کیا جائے کہ کیا انہیں بھی قید کے کسی ضابطے کی خلاف ورزی پر سزا کا مستحق بھی سمجھا گیا تو وہ کہتے ہیں: جیل سے فرار ہونے کی کوشش کسی قیدی کا سب سے سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔ میں یا میرا کوئی ساتھی اس جرم میں ملوث نہیں رہا لیکن یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ہم قیدی تھے اور ہماری کوئی بھی بات ہندوستانی فاتحین کو ناگوار گزر سکتی تھی۔ کئی واقعات ہیں لیکن صرف ایک واقعہ عرض کروں گا جس سے آپ قید کی مجموئی فضا کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

ارشاد! میں نے کہا۔

کرنل منور کی طرف سے جواب آیا میں جس بیرک میں مقیم تھا اس کے کمانڈر ہمارے ایک بزرگ، میجر نجم تھے۔ صبح فجر کے وقت ہماری گنتی ہوا کرتی تھی۔ میجر نجم ہمیں ایک لائن میں کھڑا کر کے ہماری گنتی کرتے اور ہندوستانی فوج کا جو افسر ڈیوٹی پر ہوتا اسے ''سب اچھا'' کی رپورٹ دے دیتے۔ ہمارے کیمپ کی گارڈ ڈیوٹی جلدی جلدی بدلتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مرہٹہ یونٹ آئی اور ان کا ایک سیکنڈ لیفٹیننٹ صبح صبح ہماری گنتی کرنے آ گیا۔ اُس نے میجر نجم سے کہا کہ قیدیوں کی گنتی کر کے مجھے رپورٹ کریں۔ میجر نجم سینئر آفیسر تھے۔ انہوں نے اسے کہا نوجوان! سب قیدی لائن میں کھڑے ہیں۔ تم خود گنتی کیوں نہیں کر لیتے۔ وہ یہ بات سن کر سخت ناراض ہوا اور اس نے کمانڈنگ آفیسر سے شکایت کر دی۔ مجھے یاد ہے یہ جون کا مہینہ تھا۔ 11 بجے دوپہر کیمپ کا کمانڈنگ آفیسر بہت سے فوجیوں کے ساتھ آ گیا۔ ہمیں بیرکوں سے باہر بلوا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا۔ مشین گنیں ہمارے چاروں طرف لگوا دی گئیں اور حکم دے دیا گیا کہ کوئی قیدی اپنی جگہ سے ہلے گا نہیں۔ کمانڈنگ آفیسر اپنے سپاہیوں سے یہ کہہ کر اگر کوئی قیدی اپنی جگہ سے ہلے تو اسے گولی مار دی جائے خود واپس چلا گیا۔ اس وقت ہمیں قید میں چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا۔ اور ہماری قوتِ برداشت تقریباً صفر تھی۔ جون کا مہینہ اور دوپہر کا وقت۔ سورج ہمارے سر پر چمک رہا تھا جس کی وجہ سے ہم جلد ہی پسینے سے شرابور ہو گئے۔ ہمیں ایک گھنٹے تک چلچلاتی دھوپ میں کھڑا رکھا گیا جس کے بعد

اپنے کمروں میں جانے کی اجازت مل گئی۔ ہمارے ساتھ دوسری بیرک میں چار لیفٹیننٹ کرنل قید تھے۔ ان میں سے ایک کا نام رشید قاضی تھا۔ وہ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ہماری سزا ختم ہوئی تو انہوں نے ہمیں مخاطب کر کے کہا: گھبرانا نہیں، دِس از پارٹ آف دی گیم۔ ابھی تو پتا نہیں ہمارے ساتھ کیا کچھ ہونا باقی ہے۔

اس مرحلے پر کرنل منور چند لمحے کی خاموشی کے بعد کہنے لگے:

اس وقت تو ہمارا کسی دوسرے کیمپ سے کوئی رابطہ نہ تھا لہٰذا ہمیں پتا نہ چل سکا کہ باقی قیدیوں پر کیا بیت رہی ہے لیکن بعد میں پتا چلا کہ مختلف جرائم کی سزا میں ان کی مار پیٹ ایک معمول تھا۔ ''سنگین جرائم'' میں ملوث ہونے والوں پر وحشی کتے چھوڑے جاتے جو انہیں بھنبھوڑ کر رکھ دیتے۔ دھوپ میں دیر تک کھڑا رکھنا اور راشن میں تخفیف معمولی سزاؤں میں شمار ہوتی تھی۔

کرنل منور بتاتے ہیں: ہر قیدی کو اس کے رینک کے مطابق جنیوا کنونشن کے تحت الاونس ملتا تھا۔ میں اس وقت کیپٹن تھا اور مجھے ہر ماہ بانوے روپے کے کوپن ملتے تھے۔ ہم اس رقم سے کینٹین سے صابن، تیل وغیرہ منگوا سکتے تھے اور اگر پھر بھی کچھ پیسے بچ جاتے تو چائے، کافی یا دودھ کا ڈبہ منگوا لیتے۔ میں ساٹھ افسران کا کیئر ٹیکر تھا چنانچہ میں ہر افسر سے ڈیمانڈ لیتا اور ایک فہرست تیار کرتا۔ کنٹین کنٹریکٹ کیمپ کے اندر ہی آجاتا، مجھ سے لسٹ لے لیتا اور ایک دو دن میں چیزیں لاکر میرے حوالے کر دیتا۔ میں یہ سامان قیدیوں میں بانٹ دیا۔ پھر افسر وار اس سامان کی ایک فہرست بنی اور اس کے اخراجات کا حساب لکھا جاتا۔ یہ ذمہ داری کا کام تھا جس میں میرا بہت سا وقت گزر جاتا۔ میں یہ حساب رکھنے میں بڑی محنت کرتا تھا۔ چنانچہ خدا کا شکر ہے کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں ملا۔ کنٹین کنٹریکٹر کو حکم تھا کہ قیدیوں کی ڈیمانڈ پوری نہیں کرنی۔ مثال کے طور پر اگر سگریٹ کی سوڈبیوں کی ڈیمانڈ ہوتی تو وہ کبھی ساٹھ اور کبھی ستر ڈبیاں لاتا۔ ساری چیزیں ڈیمانڈ سے کم ہوتیں اور اس کا مقصد یہ تھا کہ قیدیوں کو یکسوئی حاصل نہ ہو پائے اور وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں تا ہم کم از کم میں نے دشمن کی یہ سکیم کامیاب نہیں ہونے دی اور ہمارے کیمپ میں اس بنیاد پر کوئی دنگا فساد نہیں ہوا۔ الحمدللہ۔ ایک مختصر عرصے کے علاوہ قید کے پرانے زمانے میں میں ہی کینٹین آفیسر رہا اور کسی سے لڑائی نہیں ہوئی۔

اگر کرنل منور سے پوچھا جائے کہ قید کی عمومی زندگی کیسی تھی تو وہ کہتے ہیں: بے حد بے رونق۔ کرنے کو کچھ نہیں ہوتا تھا چنانچہ دن گزارنا مشکل ہو جاتا۔ شروع شروع میں قیدیوں نے وقت گزارنے کے لئے تاش پر زور دیا۔ وہ ناشتے کے بعد بیٹھ جاتے اور مغرب تک تاش کھیلتے رہے لیکن وہ جلد ہی اس کام سے اکتا گئے۔ ان دنوں شطرنج کے عالمی مقابلے ہو رہے تھے۔ انگریزی اخبار میں ہر روز شطرنج کے بارے میں نوٹس چھپا کرتے۔ وہ اخبار لے کر بیٹھ جاتے اور شطرنج کھیلنا شروع کر دیتے۔ میں اکثر اپنے ایک گہرے دوست کے ساتھ جو میری یونٹ کا تھا کھیلا کرتا تھا۔ ہم آپس میں لڑ پڑتے تھے اور ایک آدھ دن کے لئے ہماری بات چیت بھی بند ہو جاتی لیکن اگلے ہی دن دونوں میں سے کوئی ایک کہتا: چال یار صلح کر لیتے ہیں یہاں کوئی نہیں جو ہماری صلح کروائے گا اور ہماری صلح ہو جاتی۔

پنج وقتہ نماز کی ادائیگی یوں تو ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن مشکل حالات میں خدا کی طرف انسان کی توجہ بڑھ جاتی ہے۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ہمارے یہ بھائی قید کے دوران نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے تو وہ کہتے ہیں: الحمدللہ مجھے بچپن ہی سے نماز پڑھنے کی عادت تھی اور قید کے دوران بھی میری یہ عادت قائم رہی لیکن میری بیرک کے تیس افسروں میں سے شاید ہی کوئی اور نماز پڑھتا ہوگا۔ مَیں برآمدے میں جائے نماز بچھاتا تھا۔ چنانچہ کچھ لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی۔ آہستہ آہستہ کچھ قیدیوں نے میری دیکھا دیکھی نماز پڑھنا شروع کر دی اور یہ اہتمام پوری قید کے دوران قائم رہا۔

کرنل منور کہتے ہیں: میں شطرنج کے ضمن میں اپنے جس عزیز دوست کا پہلے ذکر کر چکا ہوں اس کا نام کیپٹن فاروق تھا۔ وہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ایک بار میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ اسے نماز کی طرف راغب کروں لیکن مَیں اسے جب نماز پڑھنے کے لئے کہتا، وہ مرنے مارنے پر اتر آتا اور کہا کرتا تھا: سر! کہاں ہے آپ کا خدا؟ ہم نے تو ضرور کوئی گناہ کیا ہوگا کہ ہندوستان کی قید میں پھنس گئے ہیں لیکن ان چھوٹے چھوٹے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کا کیا قصور ہے جو یہاں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں۔ کیپٹن فاروق تھا بھی بہت جذباتی۔ شروع شروع میں برآمدے میں بیٹھتے تو وہ کہا کرتا تھا: سر! اگر میں ان تاروں میں سر دے ماروں تو کیا ہوگا؟ جواب میں کہتا: تمہیں معلوم نہیں شمشیر سنگھ مشین گن لئے بیٹھا ہے۔ ایک برسٹ مارے گا تو چھ گولیاں تمہارے جسم میں سے گزر جائیں گی۔

اس پر وہ کہتا: اچھا ہے نا، اس بک بک سے تو میری جان چھوٹ جائے گی۔ وہ تقریباً ہر روز اسی طرح کی گفتگو کرتا جس پر میں پریشان ہو جاتا اور ڈرنے لگتا کہ وہ کہیں کوئی ایسی حرکت کر ہی نہ بیٹھے۔ چنانچہ میں اسے اکیلا نہ چھوڑتا اور ہر وقت سائے کی طرح اس کے ساتھ لگا رہتا۔ یہ خدا کا خاص فضل تھا کہ میری کوشش سے اس کی توجہ ادائیگی نماز کی طرف ہوئی حتی کہ قید کے آخری دنوں میں وہ ہمارے کیمپ کا امام الصلوٰۃ تھا۔

کرنل منور بتاتے ہیں کہ قید قیدیوں پر کئی طرح کے نفسیاتی اثرات مرتب کرتی ہے۔ کئی لوگ ڈپریشن میں چلے جاتے ہیں، بعض کو خود کلامی کی عادت ہو جاتی ہے اور بعض مائل بہ خودکشی ہو جاتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں ہمارے کیمپ میں قیدیوں کے موڈ جلد جلد بدلتے رہتے تھے۔ کسی پر اداسی کا دورہ پڑ جاتا تو کوئی کسی گہری سوچ میں چلا جاتا اور کئی کئی گھنٹے اس کیفیت سے باہر نہیں آتا تھا۔ فاروق ایسے لوگوں کی ٹوہ رکھتا۔ میں اس سے تھوڑا سا سینئر تھا۔ وہ بھاگ کر میرے پاس آتا اور کہتا: سر! فلاں قیدی آج بہت اداس ہے اور فلاں شاک میں ہے چلیں انہیں تسلی دے کر آتے ہیں۔ ہم جاتے، ان افسروں کو دلاسا دیتے اور بتاتے کہ ہماری حکومت ہماری رہائی کے لئے کوشش کر رہی ہے اور ہم بہت جلد پاکستان واپس جانے والے ہیں لہذا مایوس اور اس طرح مغموم ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُمید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اس طرح کی کونسلنگ بالعموم مفید نتائج پیدا کرتی اور ہم انہیں قائل کر لیتے کہ مایوسی کفر ہے اور یہ کہ ہمارے دن جلد ہی بدلنے والے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا کبھی ہندوستانی فوج کا کوئی سینئر افسر بھی کیمپ کے معاینہ پر آیا تو وہ کہتے ہیں ہاں۔ کم از کم ایک بار میرا خیال ہے 1972ء کی کوئی تاریخ تھی۔ انڈین آرمی کے لیفٹیننٹ جنرل، پری مندرا سنگھ بھگت جنہیں جنگِ عظیم دوم کے دوران سوڈان کے محاذ پر عدیم المثال جرأت کے مظاہرے پر برطانوی حکومت کا بہادری کا سب سے بڑا اعزاز، وکٹوریہ کراس مل چکا تھا اور جو بعد میں ہندوستانی فوج کے وائس چیف بھی رہے ہمارے کیمپ کے معاینے پر تشریف لائے۔

ادھر ادھر کی باتیں شروع ہوئیں تو سب سے سینئر قیدی، کرنل رشید قاضی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ پارٹیشن سے پہلے جب جنرل بھگت ڈیرہ دُون کینٹ میں کرنل کے طور پر تعینات تھے تو ان کے پڑوس میں کرنل رحیم رہا کرتے تھے جو کرنل رشید قاضی کے بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ جب وہ چھوٹے تھے تو وہ جنرل بھگت کے گھر کھیلنے جایا کرتے تھے۔ یہ باتیں سن کر جنرل بھگت بے تکلفی سے کہنے لگے: اچھا! تُو شیدا ایں۔ کرنل قاضی نے کہا: جناب درست فرماتے ہیں۔ پھر وہ دونوں اپنے اپنے خاندانوں کی باتیں کرنے لگ گئے اور ہم سب مزے سے یہ باتیں سنتے رہے۔ جنرل بھگت جاتے ہوئے کہنے لگے: رشید! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتاؤ۔ اس پر رشید قاضی نے کہا: سر! کیمپ میں اتنی تاریں لگی ہوئی ہیں کہ ہمارے کھیلنے کے لئے کوئی جگہ نہیں بچی۔ ہو سکے تو کچھ تاریں ہٹوا دیں۔ اسی طرح ہم میں سے اگر کوئی بیمار پڑ جائے تو اسے ایمبولینس کے ذریعے میرٹھ سی ایم ایس

میں پہنچانے اور علاج کا انتظام ہونا چاہئے۔ بعد میں ہم نے محسوس کیا کہ جنرل کے ہمارے کیمپ کے اس دورے سے ہمارے حالات پر مثبت اثر ہوا ہے اور کیمپ کے منتظمین ہم سے کسی حد تک نرمی برتنے لگے ہیں۔

جب کچھ خاردار تاریں ہٹائی گئیں تو ہمیں چھوٹی سی گراؤنڈ مل گئی جس میں ہم والی بال یا کرکٹ کھیل سکتے تھے تاہم مسئلہ یہ تھا کہ ہمارے پاس ان کھیلوں کا ضروری سامان موجود نہ تھا۔ کینٹین کنٹریکٹر سے یہ چیزیں لانے کو کہا تو وہ والی بال اور ٹینس بال تو لے آیا مگر بیٹ کیمپ میں نہیں آنے دیا گیا۔

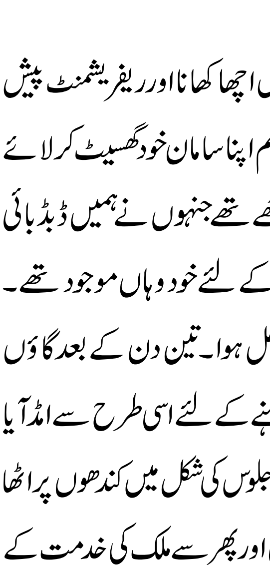
ہم زندگی میں کئی دفعہ ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' والے محاورے کی صداقت آزما چکے تھے۔ اس موقع پر بھی یہی محاورہ ہمارے کام آیا۔ چنانچہ ہم لنگر میں جلانے کے لئے آنے والی لکڑی بنظر غائر دیکھنے لگے۔ آخر میں ایک ٹکڑا اس طرح کا مل گیا جسے چھری سے چھیل چھال کر بیٹ کی شکل دی جاسکتی تھی۔ اس کام پر تقریباً ایک ہفتہ لگا۔ بس پھر کیا تھا صبح کے وقت کرکٹ اور شام کو والی بال سے دل بہلانے لگے۔ خوب تھک ہار کر رات کو لیٹتے تو بہت مزے کی نیند آتی۔

اس سوال کے جواب میں کہ کرنل منور کو پاکستان واپسی کی خوشخبری کب ملی وہ کہتے ہیں۔ دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ جب ڈھائی سال گزر گئے اور ہماری واپسی کی کوئی امید پیدا نہ ہوسکی تو ہم اداس رہنے لگے۔ کھیل کود میں ہماری دلچسپی ختم ہوگئی۔ چنانچہ کینٹین سے کتابیں لے کر پڑھنا شروع کر دیں اور ناشتے کے بعد یوں لگتا گویا کل سب کا امتحان ہو۔ پھر اچانک خبریں آنا شروع ہوئیں کہ قیدی واپس پاکستان جا رہے ہیں جس سے سب کے چہروں پر رونق لوٹ آئی۔ پہلے مرچنٹ نیوی کے افسران کا نام آیا۔ پندرہ بیس دن میں یہ لوگ چلے گئے جس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

اگر کرنل منور سے پوچھا جائے کہ وہ پاکستان کب پہنچے تو وہ کہتے ہیں:

31 اکتوبر 1973ء صبح دس یا گیارہ بجے ہماری ٹرین اٹاری سٹیشن پر پہنچی۔ میرٹھ سے اٹاری تک دو تین مقامات پر ہمیں اچھا کھانا اور ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ اٹاری سٹیشن پہنچ کر ہمیں بتایا گیا کہ سامنے واہگہ ہے، اپنا اپنا سامان اٹھائیں اور چلے جائیں۔ باؤنڈری لائن تک ہم اپنا سامان خود گھسیٹ کر لائے۔ بارڈر کے اس پار ہمارے لوگ ہمیں دیکھ کر بے قرار ہو رہے تھے۔ پانچ سات قدم اندر پاکستان آرمی کے افسران بھی بیٹھے تھے جنہوں نے ہمیں ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ ایک بڑے استقبالئے کا انتظام تھا اور لاہور کے کور کمانڈر ہمیں خوش آمدید کہنے کے لئے خود وہاں موجود تھے۔ ضابطے کی کارروائی کے لئے غالباً تین روز تک مجھے لاہور رکنا پڑا جس دوران میں اپنی ایک بھابھی کی شادی میں بھی شامل ہوا۔ تین دن کے بعد گاؤں جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے گاؤں کا سٹاپ مین فیصل آباد، جھنگ روڈ پر ہے۔ میرا پورا گاؤں مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے اسی طرح سے امڈ آیا تھا جس طرح انہوں نے مجھے اگست 1971ء میں مشرقی پاکستان کے لئے روانہ کیا تھا۔ مجھے کار میں سے اتار لیا گیا اور ایک جلوس کی شکل میں کندھوں پر اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔ اس دن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں، سڑک سے گھر پہنچتے پہنچتے جوان ہوگیا ہوں اور پھر سے ملک کی خدمت کے لئے تیار ہوں۔ اللہ کا بہت شکر ہے کہ میں فوج میں ستائیس سالہ ملازمت کے بعد آج بھی زندہ و سلامت ہوں۔

(بحوالہ شہر خوباں صفحہ 475 تا 483)



چوہدری لئیق احمد خان صاحب

مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

رئیس کاٹھ گڑھ چوہدری عبدالرحیم خان کاٹھ گڑھی کو خدا تعالیٰ نے تین بیٹوں سے نوازا۔ 1۔ کرنل ریٹائرڈ منور احمد مرحوم۔ 2۔ رانا لئیق احمد خان۔ 3۔ رانا سجاد منصور احمد خاں ریٹائرڈ آفیسر اے۔ ایس۔ ایف۔ رانا لئیق احمد خان

30 نومبر 1942 کو کاٹھ گڑھ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہندوستان کے بعد اپنے والد محترم کے ساتھ چک نمبر 68 ج ب لیلاں میں سکونت اختیار کر لی۔ ابتدائی تعلیم چک نمبر 68 ج ب سے حاصل کی اور مڈل تک تعلیم ٹیکنیکل ھائی سکول جوھرآباد سے کی جہاں ان کے کزن حکیم محمد اشرف آف ھدیہ آباد کے چھوٹے بھائی عزیز الرحمن ھدیہ آبادی رہائش پذیر تھے۔ مڈل کے بعد ایک سال رانا شریف صاحب آف ضرب دیال مرحوم جو کہ آپا اقبال بیگم (آپا بالی) کے خاوند تھے کے پاس ملتان میں رہے اور بعد ازاں تعلیم الاسلام ھائی سکول ربوہ سے میٹرک کیا۔ میٹرک کے بعد چک نمبر 68 ج ب لیلاں واپس آ گئے۔ اور اسلامیہ کالج فیصل آباد میں داخلہ لے لیا اور بعد ازاں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں سپورٹس کوٹہ میں مائیگریشن کروالی۔

فٹ بال لیجنڈ

محترم چچا جان رانا لئیق احمد خان شروع ہی سے مضبوط اور کسرتی جسم کے مالک رہے ہیں۔ کھیلوں کا آپ کو بہت شوق تھا۔ جس کی وجہ سے اپنے گاؤں اور بعد میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد کی تاریخ کے ان چند تاریخ ساز کھلاڑیوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے فٹ بال کے لیجنڈ ہونے کا اعزاز پایا۔ ان کی شمولیت نے گورنمنٹ کالج فیصل آباد کی فٹ بال ٹیم کو ناقابلِ تسخیر بنا دیا۔ اور مسلسل تین سال گورنمنٹ کالج فیصل آباد کو انٹر یونیورسٹی چیمپیئن ہونے کا اعزاز دلوایا۔ جن میں ان کے ساتھ دیگر کھلاڑی رمضان المعروف جاناں چیچے والا، محمد بوٹا سرلی والا اور رانا مجید آف ٹھیکریوالا شامل ہیں۔ کالج کی ٹیم کے علاوہ فیصل آباد ڈسٹرکٹ کی ٹیم کا حصہ رہے اور بعد ازاں سیکرٹری ڈی۔ ایف۔ اے ذکاء اللہ صاحب کے ساتھ ڈسٹرکٹ کی ٹیم کے خلاف باغی الیون کا حصہ رہے۔ اُس کے علاوہ 1960 سے 1975 اپنے گاؤں چک نمبر 68 ج ب کی فٹ بال، والی وال اور کبڈی کی ٹیم کے مستقل رکن رہے اور روایتی حریف قریبی گاؤں جیال کو مسلسل چار سال یونین کونسل کے ٹورنامنٹ میں شکست دی۔ چک نمبر 68 ج ب نے نہ صرف گاؤں کی سطح پر بلکہ یہاں سے پاکستان بھر میں نیوی، آرمی، کریسنٹ ملز، کوہ نور ملز اور دیگر اداروں کیلئے کھلاڑی نکالے۔ گاؤں کی ٹیم کے قابلِ ذکر کھلاڑیوں میں عبدالرحمن المعروف ماناں، ھدیہ آبادی بھائی مختار، بھائی دلدار، بھائی نثار آف راھوں، رانا ادریس، مٹھو (ادریس کا بھائی)، رانا شکراللہ، رانا طاہر، رانا زاہد، رانا انور اور رانا کلیم اللہ شامل ہیں۔

چچا جان کے علاوہ علاقہ میں ان کے ماموں کلیم اللہ بھی فٹ بال میں اپنی مثال آپ تھے۔ جبکہ گاؤں میں پاکستانی ٹیم کو فٹ بال کا عظیم کھلاڑی اور کپتان دیا جس کا نام رانا زاہد تھا جو آج بھی پاکستان نیوی سے وابستہ ہیں۔ اور اسلام آباد میں کوچنگ کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ 1960 سے 1980 کا دور جسمانی سرگرمیوں کے لحاظ سے سنہری دور تھا۔ جب گاؤں کے نوجوان سارا دن کام کرنے کے بعد گاؤں کے گراؤنڈ میں مختلف کھیلوں میں شامل ہوتے اور اس طرح دوسری سماجی سرگرمیوں سے بچے رہتے۔ ہمارا گھر پیر محل میں تھا جبکہ ہمارے ننھیال اور ددھیال چک نمبر 68 میں تھے تو ہمارا آنا جانا ہمیشہ لگا رہتا تھا اور گاؤں جا کر شام کو ان سب لیجنڈز کو فٹ بال کھیلتے دیکھنا ہمارا محبوب مشغلہ تھا۔ مجھے یاد ہے ایک بار جب میں پرائمری سکول کا سٹوڈنٹ تھا ہم چھٹیاں گزارنے 68 چک گئے تھے شام کو میں بھی رانا لئیق صاحب کو پریکٹس کرتے دیکھنے چلا گیا۔ میں چونکہ ناآشنا چہرہ تھا تو کسی نے پوچھا کہ'' کاکا تم کون ہو؟'' تو میں نے بڑے فخر سے اترا کر کہا'' تم مجھے نہیں جانتے! میں لئیق لمبڑدار کا سالا ہوں'' اس پر سارا گراؤنڈ کشت زعفران بن گیا اور گاؤں میں آج تک مجھے پرانے لوگ ''لیکی دا سالا'' بلاتے ہیں۔ 68 چک کے علاوہ چچا لئیق کے کھیل کی شہرت باقی گاؤں میں بھی پھیلی تھی جس کا نظارہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

نومبر 1990 میں میں ربوہ سے ایم۔ اے عربی کرنے کے بعد عربی زبان سیکھنے کیلئے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد داخلہ کیلئے

گیا۔ جب ٹمل پہنچا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کالج بند تھا مگر کینٹین میں کچھ لوگ نظر آئے۔ میں نے ان سے معلومات لیں۔تو وہ بولے کالج بند ہے اگلے سمیسٹر کے لئے جنوری میں کلاسز ہونگی جبکہ داخلے اگلے ماہ کھلیں گے۔اور یہاں پر داخلہ آسانی سے نہیں ملتا اور یہ کالج فوج کے انڈر ہے تو کرنل تک کی کم از کم سفارش چاہئے۔ میں نے کہا میرے پاس تو کوئی سفارش نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ پھر تو مشکل ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہاں سے ہو میرے بتانے پر کہ وہ بولے تم بھائی لئیق کے گاؤں سے ہو؟ میں نے کہا ہاں وہ تو میرے بہنوئی ہیں آپ کیسے جانتے ہیں؟ تو ٹھیکیدار بولا:۔میرا نام اشرف ہے اور چک نمبر 66 ج ب دھاندرہ سے ہوں۔ میں بچپن سے ان کو کھیلتے دیکھتا ہوں مگر آج تک کبھی ملا نہیں ہوں۔اب تم بے فکر ہو کر گھر جاؤ تمہارا داخلہ اور ہاسٹل کا کمرہ میری ذمہ داری ہے۔ چچا لئیق کے گمنام فین کی وجہ سے مجھے کالج میں داخلہ اور ہاسٹل کا کمرہ آسانی سے مل گیا۔

شادی اور نمبرداری

رانا لئیق احمد خان کی شادی 1970 میں میری آپا محترمہ بشریٰ بیگم بنت چوہدری حبیب الرحمن خاں سے ہوئی۔ بڑے ابا جان چوہدری عبدالرحیم خاں چونکہ میانوالی رہتے تھے لہذا چچا جان لئیق 1986 تک سربراہ نمبردار کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔خدا نے آپکو اپنے فضل سے اولاد سے نوازا جن میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔عنبرین لئیق زوجہ حسین افضل خان حال لندن۔ 2۔نورین لئیق زوجہ رانا عدنان ودود حال لندن۔ 3۔فرید احمد خان حال جرمنی۔

4۔نوید احمد خان حال جرمنی۔خدا تعالیٰ نے رانا لئیق احمد کو اس اولاد سے پوتوں پوتیوں اور نواسوں اور نواسیوں سے کثیر تعداد میں نوازا۔

جرمنی ہجرت

1986 میں بڑے ابا جان چوہدری عبدالرحیم خاں کاٹھ گڑھی کی وفات کے بعد محمد اعظم آف راہوں نے نمبرداری کا کیس کر دیا جو کہ ریوینیو بورڈ میں اپیل کے بعد چچا جان کرنل منور احمد خاں نے جیت لیا اور ہمارے ماموں رانا شبیر احمد خان سربراہ نمبردار بن گئے۔اور ان کی وفات کے بعد چچا سجاد منصور احمد خاں تا حال نمبردار ہیں۔ پاکستان میں احمدیوں کے لئے جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں جب حالات خراب ہونے کے باعث چچا جان 1989 میں مع اہل و اعیال جرمنی ہجرت کر گئے۔اور کولن رہائش اختیار کر لی اور گزشتہ بتیس سالوں سے وہیں مقیم ہیں۔کولن جماعت میں ان کو بحیثیت سیکرٹری امور عامہ اور سیکرٹری مال خدمت کی توفیق ملی۔ان کے بڑے بیٹے خدام الاحمدیہ کولن میں قائد مجلس خدمات انجام دیتے رہے انکے پوتے ولید احمد خان ولد فرید احمد خان اس وقت جامعہ احمدیہ جرمنی میں زیر تعلیم ہیں۔



چوہدری سجاد منصور خاں

چوہدری عبدالرحیم خاں کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام سجاد منصور خاں ہے۔انہوں نے گورنمنٹ ہائی سکول ٹھیکری والا سے میٹرک کیا۔FA کی تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور B.A گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے کیا جبکہ L.L.B کی ڈگری کراچی یونیورسٹی سے حاصل کی۔

1983ء میں پاکستان ائر پورٹس سیکیورٹی فورس میں بطور انسپکٹر ملازمت شروع کی اور 2009ء میں 25 سال

ملازمت مکمل کر کے ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے میں ریٹائرمنٹ لے لی اور فیصل آباد میں مستقل رہائش اختیار کی۔ دوران ملازمت پاکستان کے مختلف ائر پورٹس پر خدمات انجام دیں۔لیکن ملازمت کا زیادہ عرصہ بطور انسٹرکٹر ASF اکیڈمی میں ڈیوٹی سرانجام دی اور مختلف کورسز کنڈکٹ کرواتے رہے مگر زیادہ عرصہ انسداد دہشت گردی کی تربیت کروائی۔2002ء میں کراچی ائر پورٹ پر بطور آفیسر کمانڈنگ اے ایس ایف انٹیلی جنس ونگ تعینات تھے۔اسی عرصہ میں کراچی ائر پورٹ کو میزائل حملہ سے ٹارگٹ کرنے کی کوشش کی گئی۔معلومات ملنے پر آپ نے بروقت کاروائی کی اور میزائل ناکارہ بنا دیے جس پر آپ کو محکمہ کی طرف سے Comandation سرٹیفیکیٹ دیا گیا۔کراچی پوسٹنگ کے دوران ماڈل کالونی میں رہائش اختیار کی اور جماعتی خدمات بھی بجالاتے رہے۔اور مجلس خدام الاحمدیہ ملیر میں بطور ناظم ذہانت وصحت جسمانی اور نائب قائد کے امور پر جماعتی خدمت کی توفیق ملی جبکہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی میں بطور ناظم صحت وجسمانی کی بھی توفیق ملی۔2004ء میں فیصل آباد منتقل ہونے کے بعد 2006ء میں چک نمبر 68 ج ب کی جماعت کے صدر مقرر ہوئے اور 2018ء تک جماعت کی خدمت بجالاتے رہے۔ریٹائرمنٹ کے بعد 2009ء میں امیر صاحب ضلع فیصل آباد نے سیکیورٹی امور کے متعلق اپنا نمائندہ مقرر کر لیا اور تادم تحریر ضلع فیصل آباد کے سیکیورٹی اُمور میں امیر صاحب کی نمائندگی کر رہے ہیں۔خصوصی طور پر احباب جماعت اور خدام الاحمدیہ کی حفاظتی امور میں تربیت بھی کرتے ہیں۔مجلس انصاراللہ فیصل آباد کے فعال رُکن ہیں اور ناظم ذہانت اور صحت جسمانی فیصل آباد کے عہدے پر لمبے عرصے سے کام کر رہے ہیں۔چک نمبر 68 ج ب میں نمبردار کے فرائض انجام دیتے ہیں اور گاؤں کے فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔گرلز ہائی سکول میں بلڈنگ کی کمی کی وجہ سے میٹرک میں سائنس کلاس کا اجرا نہیں ہو سکا تھا اس کے لیے خاندان کی مدد سے خطیر رقم خرچ کر کے سائنس لیبارٹری کے لیے بڑا کمرہ تعمیر کروا کر دیا اور سکول میں سائنس کلاسز کا اجرا کروایا گیا۔غرض گاؤں میں رفاہِ عامہ کا کام ہو تو اپنے والدین کی تربیت کے مطابق کبھی قدم پیچھے نہیں گیا ہمیشہ آگے بڑھ کر مثال قائم کی۔

1987ء میں آپ کی شادی مبشرہ افضل صاحبہ بنت محمد افضل خاں کاٹھگڑھی سے ہوئی خدا تعالیٰ نے ایک بیٹی اور دو بیٹوں سے نوازا۔سب سے بڑی بیٹی ماہم منصور رانا ماشاءاللہ ڈاکٹر ہیں۔انہوں نے جنرل سرجری میں Specilize کیا ہے۔عزیزہ ماہم کی شادی 2019ء میں عزیزم شعیب احمد ولد پروفیسر مبشر احمد سے ہوئی۔آپ کا ایک بیٹا ہے جس کا نام صارم احمد ہے۔عزیزم شعیب احمد پیشے کے اعتبار سے Harticulturist ہیں۔آپ نے زرعی یونیورسٹی سے ہارٹیکلچر میں ایم فل کیا ہے اور ملٹی نیشنل کمپنی میں منیجر کے عہدے پر کام کر رہے ہیں۔اپنے کام کے انتہائی ذمہ دار اور محنتی ہیں۔بڑے بیٹے سعد منصور رانا نے NUST یونیورسٹی سے الیکٹریکل انجینئرنگ میں ڈگری حاصل کی ہے اور آجکل نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسپیچ کمپنی (NTDC) واپڈا میں اسٹنٹ ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہیں۔اور آپ کی پوسٹنگ لاہور میں ہے۔سب سے چھوٹے بیٹے آصف منصور رانا نے حال ہی میں زرعی یونیورسٹی سے کمپیوٹر سائنس میں ڈگری حاصل کی ہے اور سافٹ ویر ڈیزائنگ کا کام کر رہے ہیں۔سب بچوں کا جماعت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔اور جماعتی خدمات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔



محترم رانا عبدالرشید خاں صاحب داماد اور بھانجا چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب

چوہدری عبدالرحیم خان کی دوسری بیٹی آصفہ بیگم صاحبہ 1949 میں پیدا ہوئیں۔اُن کی شادی یکم جنوری 1972ء کو عبدالرشید رانا ابن رانا ظہیرالدین خان آف سڑوعہ سے ہوئی۔آپ ریلوے میں ٹکٹ ایگزامنیر تھے۔آپ پر جوش احمدی تھے ریلوے میں کسی احمدی کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کے استقبال کے لئے



حاضر رہتے تھے۔اور یہ چیز جماعت کے مخالفین کو بہت کھٹکتی تھی خاص طور پر فیصل آباد ریلوے اسٹیشن کی مسجد کا امام جو کہ جماعت مخالف رسالے لولاک کا سر پرست مولوی تاج محمود پیش پیش تھا یہی وہی مولوی تھا جس نے 1974ء میں جماعت مخالف ہنگاموں کو ہوا دی تھی۔ جب یہ شخص کسی بھی طرح اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہوسکا تو جنوری 1986ء میں رانا عبدالرشید خاں کے خلاف مولوی اسلم قریشی کے اغوا اور قتل کی FIR درج کروادی جو کہ بعد میں اسلم قریشی کی برآمدگی کے بعد ختم ہوئی۔اور اس عرصہ میں آپ نے بڑی جوان مردی اور ہمت سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔اور کبھی بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ 1974ء میں آپکا گھر توڑا گیا اور تمام سامان لوٹ لیا گیا اور جو نہیں لوٹ سکے اسے آگ لگادی۔لیکن دونوں میاں بیوی خدا کی رضا پر راضی رہے۔بہن آصفہ بیگم فیصل آباد میں عبداللہ پور حلقہ کی صدر بھی رہیں۔آپ کو خدا تعالیٰ نے دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔ بڑے بیٹے عزیزم عدنان ودود لندن میں ہیں۔ دوسرے بیٹے عزیزم رضوان ودود پیشے کے اعتبار سے ویٹرنری ڈاکٹر ہیں انہوں نے MSc کرنے کے بعد پاک فوج کی RVFc کور میں کمیشن حاصل کیا اور 1999ء میں بطور کیپٹن فوج کو جوائن کیا۔اب خدا کے فضل سے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر فائز ہیں۔ان کی بیٹی کی شادی رانا محمود احمد ولد رانا محمد ارشد آف چک نمبر 88 ج ب سے ہوئی وہ آجکل کیلگری کینیڈا میں مقیم ہیں۔رانا عبدالرشید خان کی وفات اکیس جنوری 2005 کو ہوئی۔آصفہ رشید صاحبہ کی وفات 27 فروری 2017ء کو ہوئی۔

شاہد شاہین صاحبہ

چوہدری عبدالرحیم خان کی تیسری بیٹی کا نام شاہد شاہین تھا آپ 1953ء کو چک نمبر 68 ج ب میں پیدا ہوئیں۔آپ کی شادی مکرم عبدالباسط صاحب ابن میجر عبدالقادر آف پھگلانہ سے 1978ء میں ہوئی۔ چوہدری غلام محمد خاں صحابی مسیح موعود کے پوتے ہیں۔آپ انتہائی خدا ترس اور غریب پرور خاتون تھیں اور بہت سے لوگوں کی چپکے سے امداد کرتی تھیں اور خاندان میں کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔آپ کی وفات کے وقت سب لوگوں نے اس بات کا برملا اظہار کیا۔آپ انتہائی شفیق وجود تھیں اور تمام بہن بھائیوں کی لاڈلی اور عزیز رشتہ داروں سے محبت کرنے والا وجود تھیں۔گھر آئے ہوئے مہمان کی خدمت ان کا شعار تھا۔رانا عبدالباسط خاں نے 1971ء میں پاک فوج میں کمیشن حاصل کیا لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔انہوں نے بھی ہر نیک کام میں آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔آپ جماعت کی خدمت میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہے اور اب بھی جماعت کے ایک فعال کارکن ہیں۔ آجکل لاہور میں اپنا کاروبار کررہے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔آپ کی بڑی بیٹی قرۃ العین کی شادی رانا عبدالرشید صاحب کے بیٹے رضوان ودود رانا سے ہوئی۔ان کے دو بیٹے حمزہ ودود رانا اور حارث ودود رانا ہیں اور ایک بیٹی زینب ہے۔آپ کی دوسری بیٹی جویریہ کی شادی سلمان احمد سے ہوئی آپ کے بھی دو چھوٹے بیٹے ہیں۔آپ کے بیٹے اُسامہ احمد رانا کی شادی 2019ء میں ہوئی ہے وہ بھی اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں شریک ہیں۔

شاہدہ شاہین کی وفات 22 اکتوبر 2006ء کو ہوئی اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔مہمان نوازی اور اقربا پروری آپ کا ایک خاص وصف تھا اپنی بیمار ساس کی خدمت میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں آنے دی اپنی ماں کی طرح ان کی خدمت کی۔اسی طرح اپنے سُسر مکرم میجر عبدالقادر صاحب کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ آنے دی۔



میرے پیارے دادا جان چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب

محترمہ عنبرین حسین صاحبہ اپنے دادا جان کا ذکر خیر کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں کہ

میرے دادا جان چوہدری عبدالرحیم خان صاحب رئیس آف کاٹھ گڑھ 1903 میں کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پورر انڈیا میں پیدا ہوئے۔آپ چوہدری غلام احمد خان صاحب رئیس آف کاٹھ گڑھ کے بیٹے تھے۔میرے دادا جان نے ابتدائی تعلیم کاٹھ گڑھ میں ہی حاصل کی۔آپ کا بچپن بھی کاٹھ گڑھ میں گزرا اور آپ کی دوسری شادی بھی وہیں پر ہوئی۔جب آپ 1947 میں انڈیا سے پاکستان آئے اس وقت آپکے دونوں بڑے بیٹے یعنی میرے تایا جان کرنل منور احمد خاں اور والد چوہدری لئیق احمد خاں بھی ہمراہ تھے۔

جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق اور خدمات کا ذکر تو پہلے ہی بیان ہو چکا ہے ہم سب گھر والے دادا جان کو بڑے ابا جان کہہ کر پکارتے تھے۔آپ بھی اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔آپ نہایت رکھ رکھاؤ والے شفیق انسان تھے آپ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے آپ نے نہایت سادہ زندگی گزاری آپ بہت بہادر اور نڈر تھے اور بہت ہی معاملہ فہم تھے۔دادا جان نے اپنا زیادہ وقت میانوالی کے ایک علاقے واں بھچراں میں گزارا اور وہیں اپنی زرعی اراضی کی کاشتکاری میں مصروف رہے اور آپ کی رہائش گاہ اب بھی رانا صاحب کے ڈیرے کے نام سے جانی جاتی ہے۔اور ہم سب گھر والے ہر سال گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے ابا جان کے پاس واں بھچراں جایا کرتے تھے۔پھر 1984 میں ابا جان نے اپنی ساری زمین فروخت کر دی اور عملی زندگی سے ریٹائر ہو کر واپس چک نمبر 68 ج ب فیصل آباد آ گئے۔آپ لوگوں میں لڑائی جھگڑوں کے فیصلوں کو بہت خوش اسلوبی سے ادا کرتے اور لوگ بھی آپکے فیصلوں کو بلا چون و چرا مان لیتے تھے۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب گاؤں میں الیکشن ہوتے تھے تو دادا جان جس کسی کو بھی الیکشن کے لئے نامزد کرتے تو خدا کے فضل سے جیت اس کا مقدر بن جاتی تھی۔مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ الیکشن کے موقعہ پر جو بھی عملہ ہوتا انکے کھانے پینے کا تمام انتظام بھی ہمارے ہی گھر پر ہوتا تھا۔بعض دفعہ پولنگ رات دیر تک بھی جاری رہتا تھا تو عملے کے لوگوں کا موسم کے لحاظ سے خیال رکھا جاتا تھا۔

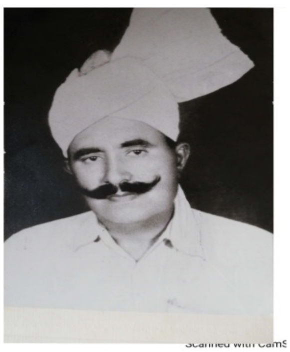
آپ شکار کے شوقین تھے غالباً آپ کو جو بندوق حکومت انگریز نے انعام میں دی تھی وہ ابھی بھی میرے والد صاحب کے پاس موجود ہے۔آپ بچوں سے بہت پیار اور شفقت سے پیش آتے۔آپ روزانہ صبح و شام گھر سے باہر ڈیڑھی میں بیٹھتے تھے۔اور وہیں پر گاؤں کے دوسرے بڑے بزرگ بھی آتے تھے آپ وہیں پر گاؤں کے بچوں کو بلاتے اور انہیں کھیلتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور میرے دونوں بھائی فرید احمد خاں اور نوید احمد خاں بھی ان بچوں کے ساتھ مل کر کھیلتے تھے۔ایک دفعہ دادا جان کی بھانجی لاہور سے آئیں اور پوچھا ماموں جان آپکے پوتے گاؤں کے بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں کیا یہ گالیاں نہیں دیتے تو آپ نے فرمایا میرے پوتے تو کیا گاؤں کا کوئی بھی بچہ میرے ہوتے ہوئے گالی نہیں دیتا۔آپ محلے کے بچے اور بچیوں کو گھر پر اکٹھا کر کے پڑھاتے تھے۔جس میں ہم بہن بھائی بھی شامل ہوتے تھے۔پڑھانے کے بعد ہمیں گھر کے صحن میں کھیلنے کے لئے کہتے اور ہمیں دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔دادی جان اکثر غصہ کر جاتیں اور بچوں کو ڈانٹ دیتیں کہ اپنے گھر جا کر کھیلیں تو دادا جان ان کو نہایت خوش اسلوبی سے سمجھاتے کہ کیا آپ کو اچھا نہیں لگتا کہ ہمارے پوتے پوتیاں ان بچوں کے ساتھ ہماری نظروں کے سامنے کھیلتے ہیں۔

اسی طرح انکی کوشش ہوتی کہ ہر انسان کی مدد کریں وہ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔مجھے ایک واقعہ اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے ہمسائے میں ایک بزرگ علی محمد صاحب رہتے تھے انکے مالی حالات کچھ زیادہ اچھے نہ تھے۔اس لئے انکی اکثر مدد کرتے رہتے تھے۔دادا جان نے انکے بڑے

بیٹے کو فوج میں سپاہی بھرتی کروایا جس دن اسکے بیٹے نے اپنی ڈیوٹی پر جانا تھا اس سے ایک دن پہلے اس کی چھوٹی بیٹی ایک گٹھری اُٹھائے ہوئے دادا جان کے پاس سے گزر رہی تھی تو انہوں نے پوچھا کہاں جارہی ہو تو اس نے کہا کہ کل بھائی نے جانا ہے روئی پنجوانے جارہی ہوں اسکے لئے نیا تکیہ بنانا ہے ۔اگلے دن صبح کو وہ ہمارے گھر لسی لینے آئی تو دادا جان نے پوچھا کہ بھائی کا تکیہ بن گیا تو اس بچی نے کہا کہ نہیں مشین بند تھی ۔تو دادا جان نے فوراً میری والدہ سے کہا کہ اس بچی کو نیا تکیہ دے دو۔اسی طرح ہم بہن بھائیوں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ایک دفعہ عید سے کچھ دن پہلے ہمارے امی ابو سے کہا کہ عید آرہی ہے بچوں کے لئے خریداری کرلو جس دن ہم نے خریداری کے لئے جانا تھا اس سے ایک دن پہلے دادا جان کی طبیعت خراب ہوگئی۔جسکی وجہ سے ہم خریداری کرنے نہ جاسکے۔اس واقعہ کے ایک دوروز بعد آپ نے مجھ سے پوچھا کہ ہم نے خریداری کرلی تو میں نے کہا کہ نہیں ابا جان آپکی طبیعت خراب ہوگئی تھی اس لیے ہم جا نہیں سکے۔پھر آپ نے والد صاحب سے کہا کہ بچوں کو لے کر جاؤ ہماری ہر چیز کو بڑے شوق سے دیکھتے اور خوش ہوتے تھے۔ہمیشہ عید کے دن صبح سب سے پہلے ہمارے مہندی والے ہاتھ چومتے تھے والدہ بتاتی ہیں کہ جب ہم چھوٹی تھیں اور جلدی سو جاتی تھیں تو مجھے کہتے کہ سوتے میں بچیوں کے ہاتھ پہ مہندی لگاؤ۔اسی طرح گاؤں کے مولوی صاحب جو کہ غیر احمدی تھے انکی بہن جو کہ بہت ضعیف تھیں روزانہ صبح ہمارے سکول جانے سے پہلے میرے چھوٹے بھائیوں کو قرآن مجید پڑھانے آتی تھی ۔تو ہمیشہ میری والدہ سے کہتے کہ پہلے اماں جان کو گرم چائے اور ناشتہ دو اور سردیوں میں خاص طور پر کہتے کہ انہیں روزانہ ایک انڈا ضرور دیا کرو۔انکا خیال رکھا کرو وہ چل کر ہمارے بچوں کر پڑھانے آتی ہیں ۔استاد کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔دادا جان کھانے پینے کے بہت شوقین تھے۔جب بھی کہیں جاتے اور کہیں بھی نئی ڈش کھاتے تو گھر والوں سے اسکی ترکیب ضرور پوچھتے اور گھر آکر ہماری والدہ کو بتاتے اور بنواتے تھے۔دادا جان ہماری والدہ سے بہت خوش تھے ہماری والدہ نے بھی انکی دل وجان سے خدمت کی تھی اور دادا جان ہمیشہ والدہ کو دعاؤں سے نوازتے تھے۔اپنے آخری ایام میں بھی جب ہم سارے خاندان والے کوئٹہ اپنے تایا جان اور پھوپھی کے پاس گئے تو وہیں دل کا دورہ پڑا اور وہیں CMH میں ایڈمٹ تھے تو وہاں بھی سب کو یہی کہتے رہے کہ بشریٰ بیگم نے میری بہت خدمت کی ہے۔آپ سب نے اسکا بہت خیال رکھنا ہے۔دو تین دن ہسپتال میں رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔آپ موصی تھے آپ کا جنازہ پہلے چک 68 میں لایا گیا اور پھر اگلے دن ربوہ میں بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔جب آپ ہسپتال میں تھے تو پہلے ہی ہدایات دے دیں کہ گاؤں میں جو کوئی بھی میرے فوت ہونے پر فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو اُٹھانے دینا کسی کو ناراض نہیں کرنا کیونکہ انکا حلقہ احباب غیر از جماعت بھی بہت تھا ۔آپ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔اور خلق خدا کے لئے سایہ دار درخت سے کم نہ تھے۔اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند کرے اور اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے۔آمین۔وہ ڈائری بھی لکھتے تھے مجھے انکی ڈائری میں لکھا ایک شعر ابھی بھی ذہن نشین ہے۔

کوئی پل کا مہمان ہوں اے اہل محفل

چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں



میرے پیارے بڑے ابا چوہدری عبدالرحیم خاں کاٹھ گڑھی

محترمہ زاہدہ تبسم رانا صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

میرے بڑے ابا جان (ابا جی کے چچا) 1903ء میں کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو حضرت مسیح موعودؑ کی دست شفقت کا اعزاز بخشا اُس دستِ شفقت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے دنیاوی، دینوی عزت شہرت و نیک نامی بخشی۔ جو کچھ میں احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کروں گی وہ میری اپنی یادداشتیں ہیں جن کا سلسلہ بچپن سے شروع ہوا۔ میرے ابا جی کے خاندان پر آپکی محبتوں شفقتوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ اور میرے ابا جی رانا حبیب الرحمن خاں بھی ہمیشہ آپکے فرمانبرداروں میں رہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میری بڑی بہنوں نے پانچویں کا امتحان سکالرشپ کے ساتھ پاس کیا تو بڑے ابا جان نے ابا جی رانا حبیب الرحمن خاں کے ہاتھ باجیوں کے لئے انعام میں کچھ پیسے بھیجے اور تاکید کی کہ بچیوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں۔ تعارف کرواتے تو میری پوتیاں میرے پوتے کہہ کر کرواتے۔

اسی سلسلہ میں ایک واقعہ تحریر کرتی ہوں 1981ء جلسہ سالانہ میں بوجہ کثیر شاملین جلسہ سالانہ ضلع کی ملاقاتیں ہوئیں۔ تو پیارے بڑے ابا جان کو اپنے خلیفۂ وقت کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا اس ملاقات میں میرے چھوٹے بھائی عرفان شہزاد نے حضور سے سوال کیا حضور نے پوچھا آپ کون ہیں تو ابا جان نے بڑے فخر سے تعارف کروایا کہ حضور یہ میرا پوتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ چھٹی کلاس تک مجھے اپنے حقیقی دادا جان کا نام بھی نہیں آتا تھا۔ ہمارے دادا جان تو ہمارے بڑے ابا جان تھے۔ ایک دفعہ جبکہ میں ہائی سکول میں زیرِ تعلیم تھی وہاں پر حفاظتی ٹیکے لگانے والا عملہ آیا جب میری باری آئی تو انہوں نے باپ کے نام کے ساتھ دادا کا نام پوچھا تو میں نے عبدالرحیم خاں بتایا لیکن ساتھ ہی جھٹ سے ابا جی کے پیپرز میں لکھا ہوا۔ دادا جان کا نام آیا تو میں نے ان سے کہا کہ ٹھہریں میں گھر سے پوچھ کر آتی ہوں، وہ میری بات پر بہت ہنسے کیونکہ گھر بہت دور تھا۔

ابا جی عید ہمیشہ ہی چک 68 ج ب میں کرتے تھے۔ جب ہم بڑے ہوئے تو پھر عید کے دوسرے دن جانا کیونکہ انہوں نے اپنے چچا جی اور اپنے بہن بھائیوں سے اور دوسرے خاندان کے افراد سے ملنا ہوتا تھا۔ پھر ہمارے بہن بھائی بھی وہاں تھے۔ پھر بڑے ابا جان کے کے کہنے پر عید کے دوسرے دن جاتے۔ ابا جان کے کہنے پر شروع کیا تھا۔ ابا جان نے کہا کہ عید ان بچوں کے ساتھ کیا کروان کے ساتھ تو ہم سب ہوتے ہیں۔ پھر ابا جی نے بڑے ابا جان کے حکم کی تعمیل میں عید کے دوسرے دن جانا شروع کر دیا۔ ابا جی ہمیشہ ہمیں بتایا کرتے تھے کہ میری بہن شاہدہ شاہین دختر عبد الرحیم خاں میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں نے تو عید کے روزے اس کے ساتھ رکھنے ہیں۔ بڑے ابا جان کی عادت تھی کہ وہ زیادہ بچوں سے غصے نہیں ہوتے تھے۔ بڑے پیارے انداز سے دوسروں کو سمجھاتے کہ میری امی اور انکے چھوٹے بھائی رانا محمود خان چھوٹی عمر میں والدین کے سایہ سے محروم ہونے کے بعد اپنی ماسی مقیمین اور چچا نعمت خاں کے گھر رہتے تھے۔ امی بتاتی ہیں کہ بڑے ابا جان صبح کے وقت اُنکے گھر بہانے سے یہ دیکھنے کہ لئے آتے کہ سب بچوں کو ایک جیسا ناشتہ مل رہا ہے کہ نہیں۔

ہم رشتے داروں کی شادیوں میں جاتے تو پھر بڑے ابا جان سے ملاقات ہو جاتی۔ ہم جب چھوٹے تھے تو ہمارے ماما جی ہمیں چھٹیوں پہ اپنے گھر لے کر جاتے تھے لیکن میرا زیادہ وقت بڑے ابا جان کے گھر میں گزرتا تھا۔ پھر 1979ء میں مَیں واں بھچراں (میانوالی) چھٹیوں میں آپا بشریٰ کے ساتھ گئی وہاں بھی انکی محبتوں اور شفقتوں کو دیکھا۔ وہاں انہوں نے مجھ سے کھانا پکوانا بھی شروع کیا۔ مجھے یاد ہے مجھے چنے کی دال پکانی تھی لیکن وہ جل گئی۔ تو میری پیشی بڑے ابا جان کے سامنے ہوگئی۔ میں تو رونا شروع ہوگئی لیکن بڑے ابا جان نے مجھے بڑے ہی پیارے اور نرم انداز میں خانہ داری کی اہمیت

سمجھائی اور اسی طرح وقت گزرتا رہا۔ 1981 میں مَیں نے پیر محل میں جاب شروع کر دی تو دوبارہ میں واں بھچراں تو نہ جا سکی۔ پھر بڑے ابا جان 1984ء میں چک نمبر 68 میں شفٹ ہو گئے جب میں نے 1983ء میں ایف۔اے کے پرائیویٹ امتحان میں بہت اچھے نمبر حاصل کئے تو بڑے ابا جان نے مزید تعلیم کے لئے مجھے 68 چک بلا لیا۔ دو سال کا عرصہ خوبصورت یادوں کے ساتھ گزرا۔ بڑی امی میں اور بڑے ابا جان اور میں ایک ہی کمرے میں سوتے۔ صبح کے وقت بڑے ابا جان کو چائے اور گاجر کا حلوہ دینا تو بڑے ابا جان نے چپکے سے مجھے بھی دے دینا۔ پہلے ہمیں ریڈیو سننے کی اجازت نہ تھی لیکن بڑے ابا جان کو پتہ تھا کہ میں اپنی پڑھائی پر پوری توجہ دیتی ہوں تو میں جب رات کو پڑھتی تو مجھے ریڈیو دے دیتے اور کہتے سب سے زیادہ نمبر لینے ہیں۔ زیادہ روک ٹوک نہ کرتے تھے۔ ہمیشہ بچوں کے ساتھ دوستانہ روّیہ رکھا لیکن اسکے ساتھ ڈسپلن بھی قائم رکھا۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب ٹی۔وی پہ ڈرامہ دیکھتے تھے تو ہم سب نے عنبرین، نورین، فیض اللہ اور بھی محلے کے رشتے داروں کے بچے تھے کھانا وہیں ٹی۔وی روم میں لے جاتے۔ تو ایک روز سکو بڑے زور کی پیار بھری ڈانٹ پڑی کہ کھانا ڈائیننگ ٹیبل پر کھائیں۔ محلے کے بچے میرے ماموؤں کے ہی بچے تھے۔ مجھے میرے ننھیال جانے کی اجازت تھی لیکن مغرب سے پہلے واپس آنا ضروری تھا۔

چھوٹی چھوٹی باتوں کا اتنا خیال رکھتے۔ ایک دفعہ میں برتن دھو رہی تھی تو میری بڑی امی جان سردار بیگم (زوجہ عبدالرحیم خاں) کو کہنے لگے کہ اسکو برتن دھونے کیلیئے نہیں بلایا اس نے پڑھنا بھی ہوتا ہے، پھر خود ہی ڈیوٹیاں لگا دیں۔ بڑی امی جان بھی جانتی تھیں کہ بڑے ابا جان مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اپنے ملازموں کا بھی خیال بچوں سے بڑھ کر رکھتے۔ غیر احمدی ملازم ہوتے تھے جب شبِ برات آتی تو انکے لئے آلو گوشت اور حلوہ بنواتے اور اپنی نگرانی میں انکو کھانا کھلاتے۔ ان میں سے ایک ملنگ تھا جو شروع میں ملازم کی حیثیت سے آیا اور گھر کا فرد بن گیا۔ وہ بھی سب کا بہت وفادار تھا۔ بڑے ابا جان کی وفات کے بعد میری آپا بشریٰ لئیق زوجہ لئیق احمد ابن عبدالرحیم خاں اور انکے خاوند نے اسکا بہت خیال رکھا اللہ تعالیٰ انکو اسکا بہترین اجر دے آمین۔ سارا خاندان بڑے ابا جان سے اپنے مسائل کے حل کے لئے آتا تھا۔ بڑے اچھے طریقے سے سب کے معاملات نپٹاتے۔ ایک دفعہ ایسا ہی فیصلہ کروانے چاچا جی عبدالرشید خاں پسر حضرت عبدالحمید خاں صحابی بڑے ابا جان کے پاس گئے دوسرے فریق میرے ابا جی تھے۔ چاچا جی عبدالرشید خاں کے بڑے بیٹے کے ساتھ میری بڑی باجی مسرت کا نکاح جبکہ وہ آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی ہوا تھا کچھ وجوہات کی بنا پہ ابّا جی، باجی کو رُخصت نہ کرنا چاہتے تھے۔ غالباً خلافتِ ثالثہ 1980ء جلسہ سالانہ کے موقع پر جب بڑے ابا جان گیسٹ ہاؤس میں قیام پذیر تھے۔ سب خاندان وہاں گیا عرفان میرے چھوٹے بھائی ابا جی کے ساتھ تھے۔ گلے شکوے کے بعد بڑے ابا جان نے ابا جی کو کہا کہ تم نے بچی کو رُخصت کرنا ہے کہ نہیں؟ ابا جی نے کہا کہ میں نے تو رُخصت نہیں کرنا چاچا جی میں نے آج تک آپکی بات نہیں ٹالی اگر آپ چاہتے ہیں یعنی آپ سمجھتے ہیں کہ رُخصت کر دینا چاہئے تو آپ رُخصت کر دیں میں تو مطمئن نہیں ہوں بڑے ابا جان نے کہا جاؤ پھر دفعہ ہو جاؤ اور سب خاندان کو کہہ دیا کہ اسکا بائیکاٹ کر دو سب خاندان نے ابا جی کا بائیکاٹ کر دیا سوائے میری بھابی ساجدہ شفیق الرحمن کے نانا عبدالجبار سسر محترم چاچا جی عبدالحلیم بن مولوی عبدالمنان خاں صحابی۔

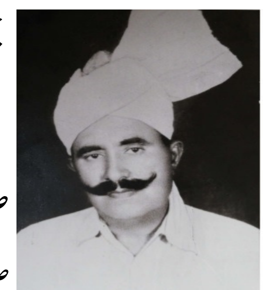
اسی مقاطعہ کے دوران ابا جی میری پھوپھی آصفہ (زوجہ عبدالرشید خاں) بنت چوہدری عبدالرحیم خاں کے گھر فیصل آباد گئے۔ پھوپھی آصفہ نے ابا جی کی مہمان داری تو کی پھر ڈرتے ڈرتے ابا جی سے کہا کہ بائی جی آپ آ گئے ہیں لیکن ابا جان نے تو آپکے بائیکاٹ کا کہا تھا۔ آپ میرے بڑے ابا جان کی ابا جی سے محبت دیکھیں کہ جب انکو اس واقعہ کا علم ہوا تو پھوپھی کو ڈانٹا کہ تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ تم بھائی کو گھر آنے سے منع کرو۔ میرے بعد یہی آپ کے بزرگ ہیں۔ بس ابا جی نے یہی ایک بات نہ مانی پھر جب باجی مسرت کے لئے جٹ فیملی سے رشتہ آیا تو پھر ابا جی باجی کے سسر کو لیکر چک 68 لیلاں گئے

بڑے ابا جان کے مشورہ کے بغیر تو اتنا بڑا فیصلہ نہ کر سکتے تھے۔ بڑے ابا جان خاندانی روایات کا بہت احترام کرتے تھے۔ ہمارے خاندان میں عورتوں کا لڑکے کی بارات کے ساتھ جانا مناسب خیال نہ کیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ مجھے یاد ہے میری امی کے ماموں کی بیٹی کی شادی اپنی بڑی بہن کے دیور سے ہونی تھی۔ ان کو بھی برات کے ساتھ آنے کی اجازت نہ ملی۔ مگر انکو بارات سے پہلے دلہن کے گھر بھیج دیا چونکہ بارات کے ساتھ منع تھا۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنی برادریوں کے باہر بھی رشتے کریں۔ صرف احمدی دیکھیں ابھی تک خاندان کے کسی فرد نے کسی بیٹی کا اپنی قوم کے باہر رشتہ نہ کیا تھا۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت کا سب سے پہلے میرے ابا جی نے مظاہرہ کیا، بڑے ابا جان نے کچھ نہ کہا جب باجی کی رُخصتی کا وقت آیا، ظاہر ہے میرے ننھیال والے غیر احمدی تھے اور اس وقت 68 چک میں تو تمام برادریاں الگ الگ محلوں میں رہ رہی تھیں۔ میرے ننھیال والوں نے ابا جی سے تو کوئی بات نہ کی کیونکہ ان دنوں داماد کا احترام تو بہت کیا جاتا تھا نواسی کی شادی میں بھی شرکت کی۔ لیکن میری امی کے ماموں نذیر جو بڑے ابا جان سے بڑے تھے۔ وہ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے نہ گئے اور غصے کے بھی تیز تھے۔ دوسری طرف بڑے ابا جان بھی بڑے دور اندیش تھے۔ انہوں نے بڑی امی سردار بیگم کو اور میری بہن بشریٰ لئیق اور بہنوئی کو شادی میں بھیج دیا لیکن خود نہ گئے۔ میری امی کے ماموں نذیر احمد سپاہی انکے پاس گئے اور کہا کہ اب یہاں کیوں بیٹھے ہو جاؤ جا کر پوتی کو رُخصت کر کے آؤ۔ ابا جان نے ان سے کوئی بحث نہ کی بلکہ بڑے بھائی کو ہنس کر ٹال دیا۔ ایک طرف ابا جی کو غیر ذات میں شادی کی اجازت بھی دے دی اور خلیفہ وقت کی اطاعت کی اور نہ جا کر امی کے میکے والوں کو جو کہ انکا اپنا بھی ننھیال تھا انکی تالیفِ قلب کی۔

اکرامِ ضعیف کا بہت خیال رکھتے تھے، ایک دفعہ عرفان فیصل آباد میڈیکل کالج میں زیر تعلیم ہمارے ہمسائے ڈاکٹر مختار کو ساتھ لے کر گھر آئے پھر ناشتہ وغیرہ کروا کر عرفان خود اپنے کزنز کے ساتھ کھیلنے چلے گئے۔ چچا جی لئیق احمد خاں آئے تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو اکیلے بیٹھے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب عرفان کدھر ہے؟ چچا جی کو جب پتہ چلا کہ عرفان انکو تنہا چھوڑ کر کھیلنے چلا گیا ہے تو چچا جی نے بڑے ابا جان کو بتا دیا۔ تو جب عرفان گھر آئے تو بہت ڈانٹا سمجھایا اور پھر معاف کر دیا۔ بڑے ابا جان ڈانٹتے تھے لیکن انکی ڈانٹ میں پیار اور اپنائیت ہوتی تھی اسلئے کبھی ان سے ڈر نہیں لگا تھا بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ میرے چھوٹے بھائی عرفان چھت پر گئے اور وہاں سے نیچے چھلانگ لگا دی، تو وہاں دیوار کی کیل میں عرفان کی قمیض پھنسی آدھی قمیض اوپر کیل میں رہ گئی اور عرفان آدھی قمیض کے ساتھ نیچے آئے بڑے ابا جان نے دیکھا تو بہت ہنسے عرفان سے مذاق کرنے لگے کہ عرفان تمہارا نام عرفی نہیں پھرکی ہے۔ کیونکہ عرفان ہر سال 14 اگست کو اپنے نام کا تخلص تبدیل کرتے تھے۔ اور ان دنوں اس نے اپنے نام کے ساتھ عرفان شہزاد (عرفی) لگایا تھا۔ بس بڑے ابا جان اسکو پھرکی کہتے تھے کیونکہ یہ شرارتی بھی بہت تھے۔ میں جب کالج میں پڑھتی تھی تو ایک دفعہ ہمارا آٹھ دن کا ٹرپ مری نتھیا گلی اور ایبٹ آباد جانا تھا۔ ہماری ٹیچرز نے کہا کہ اگر کسی رشتہ دار کو ملنے جانا ہے تو گھر والے آفس میں آ کر بتائیں۔ میرے پیارے بڑے ابا جان اسلامیہ کالج کے دفتر میں پرمیشن لیٹر سائن کرنے خود آئے تھے۔ ان دنوں صفی اللہ بھائی مرحوم ابن محترم کرنل ظفر اللہ مرحوم راولپنڈی میں رہتے تھے۔ بڑے ابا جان کہتے تھے کہ بھائی کے گھر چلے جانا۔ ایک دفعہ بڑے ابا جان کے باتھ روم میں چوہا آ گیا ہم ڈر رہے تھے تو کہنے لگے نہیں اسکو مارو میں نے عنبر اور فرحت نے اس چوہے کو مار دیا۔ بس پھر اس دن جو بھی آتا اس کو بتاتے کہ میری پوتیوں نے شیر مارا ہے۔ میں کالج میں ابا جان کا اکثر ذکر کرتی رہتی تھی میری بہت ساری سہیلیاں ابا جان سے ملنے کی بہت مشتاق تھیں۔ اور بڑے ابا جان بھی ان کا انتظار کرتے کہ آپکی سہیلیوں نے کب آنا ہے میری سہیلیاں تو نہ آسکیں لیکن بڑے ابا جان نے انکو ساگ اور مکئی کی روٹی بطور تحفہ بھجوا دی۔ میں اپنے پیارے ابا جان کو اپنے والدین کے ساتھ ہمیشہ

اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میرے بیٹے صہیب طاہر کا ایڈمیشن اللہ کے فضل سے 2018 میں جامعہ احمدیہ یو۔کے میں ہوا تو دل میں ایک خلش سی رہتی تھی کہ سب خاندانوں میں کوئی نہ کوئی مربی ہے۔میرے بڑے ابا جان کے بچوں میں نہیں، ہمیشہ دعا کرتی کہ اللہ کرے بڑے ابا جان کے خاندان کو بھی یہ سعادت مل جائے۔اللہ کے فضل سے اب میرے ابّا جان کا پڑپوتا میرے اباجی کا پڑنواسہ ولید احمد خاں ولد فرید احمد خاں جامعہ احمدیہ جرمنی میں پہلے سال کا طالب علم ہے۔ان دونوں بزرگان بڑے ابا جان چوہدری عبدالرحیم خاں اور اباجی چوہدری حبیب الرحمن خاں کے سب بچے پیار و وفا کے اس گلشن کی آبیاری میں اب بھی مشغول ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ نسلوں میں بھی اس پیار و محبت کو برقرار رکھے۔آمین۔ وفات۔میرے پیارے بڑے ابا جان جون 1986 کو کوئٹہ چچا کرنل منور احمد کے پاس گئے۔بڑی امی جان سردار بیگم چک 68 میں ہی رہیں۔وہ بتاتی تھیں کہ جاتے وقت کہہ کر گئے تھے کہ اکیلی نہ رہنا کسی کو بھیج کر پیر محل سے بچیوں کو بلا لینا۔یہ سفر ابا جان آخری سفر ثابت ہوا، وہیں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔اللہ تعالیٰ اُن کو اعلیٰ ترین مقام عطا کرے۔آمین۔



چوہدری عبدالرحیم خاںؓ صاحب کی زندگی کے مختلف واقعات



سجاد منصور احمد خاں

صلہ رحمی

صلہ رحمی کا وصف آپ کی ایک خاص پہچان تھی۔خاندان کی بہت سی بچیوں کی پرورش کی اور انکی شادیاں کیں باوجود رُعب و دبدبہ کے بچوں اور خصوصی طور پر بچیوں سے انتہائی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔خاندان کے تمام بچوں کو اپنے بچوں کی طرح جانتے تھے اور انکی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے تھے۔خصوصی طور پر خاندان کے یتیم بچوں سے انکی محبت دیدنی تھی۔کاٹھ گڑھ سے لے کر ہجرت کے بعد 68 ج ب لیلاں فیصل آباد میں آبادکاری کے بعد علاقے کی سیاست میں خاص اثر و رسوخ رکھتے تھے۔علاقے کے MPAs کی سپورٹ کی ان میں سے اکثر کامیاب ہوتے تھے۔وزیر تعلیم، وزیر داخلہ چوہدری علی اکبر اور رائے عبدالرزاق وزیر آب پاشی پنجاب، اس کی مثال ہیں۔خود بھی ڈسٹرکٹ بورڈ کے انتخاب میں حصہ لیا اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے۔کوئی بھی سیاسی فیصلہ کرنے سے پہلے اہالیان گاؤں سے رائے لیتے تھے۔1962ء میں یونین کونسل کا انتخاب ہوا تو بہت سے راجپوت میدان میں آ گئے باوجود آپ کے سمجھانے کے اتفاق رائے نہ ہوا تو آپ نے شیر محمد جولاہے کو الیکشن لڑوانے کا فیصلہ کیا اور اس کو کامیاب کروایا اور تمام مخالفین کو سبق سکھایا۔

گاؤں میں جھنگ روڈ سے گاؤں تک آنے کے لئے ایک کلومیٹر کچا راستہ آتا تھا اور بارشوں میں گاؤں تک پہنچنا بہت تکلیف دہ ہوتا تھا۔آپ نے ذاتی دلچسپی لی لوکل گورنمنٹ سے گرانٹ منظور کروائی۔اور گرانٹ کا 1/4 حصہ اپنی جیب سے دیا اور اپنے ٹریکٹر سے اس سڑک پر مٹی وغیرہ ڈلوا کر پختہ سڑک تعمیر کروائی۔جس سے گاؤں کے لوگ آج بھی مستفید ہو رہے ہیں۔گاؤں میں گندے پانی کے نکاس کا کوئی نظام نہ تھا آپ نے گاؤں کی نالیوں کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا اور گندے پانی کے ڈسپوزل کے لئے اپنی ایک ایکڑ زمین وقف کر دی۔

بہادری کا وصف آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔مشکل حالات میں کبھی بھی نہیں گھبراتے تھے۔مشکل حالات کا بلند حوصلگی اور تدبر سے مقابلہ کرتے تھے اور ہمیشہ ایسے حالات میں کامیاب ہوئے اور پائے ثبات میں کبھی بھی لغزش نہیں آئی خود فرماتے تھے کہ یہ وصف مجھ میں میرے والدین کی

تربیت اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔جوانہوں نے میری پیدائش کے وقت مجھے دیں اور حضرت مسیح موعود نے محترم چوہدری غلام احمد خاں صاحب سے فرمایا تھا کہ آپ کا یہ بچہ بہت بختاور ہوگا۔اس کے راستے میں مشکلات بھی آئیں گی مگر یہ ہر مشکل میں سرخرو ہوگا۔ چیتے کے شکار کا واقعہ سناتے ہوئے فرماتے تھے کہ موضع چد یانی میں چیتے نے جانوروں کو مارنا شروع کر دیا تو گاؤں کے لوگوں نے مدد کی درخواست کی۔فرمایا میں اور میرا ایک شکاری ملازم دونوں چیتے کے شکار کے لئے چد یانی پہنچ گئے اور رات کو ایک موزوں جگہ پر شکار کے لئے شکار کے طور پر ایک بکرا باندھ دیا اور انتظار کرنے لگے رات کے پچھلے پہر تقریباً چار بجے ہمیں دور سے چیتے کی آنکھیں چمکتی ہوئیں نظر آئیں۔میں نے اس پر فائر کیا اور وہ فائر چیتے کو لگا تو اس نے ایک جست لگائی اور مجھ پر حملہ کر دیا میں نے اس پر کلہاڑی کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔1974 کے جماعتی مخالف فسادات میں بھی آپ واں بھچراں میانوالی میں آپ اپنے ڈیرے پر موجود رہے روز جلوس حملہ کرنے کے لئے آتا تھا اور چوہدری صاحب کو موجود پا کر نہر کے دوسری طرف نعرہ لگا کر چلا جاتا تھا۔جبکہ مقابلہ میں آپ کے ساتھ تین چار لوگ ہوتے تھے۔

صلح جُورویہ

صلح جوئی اور انصاف پسندی کا وصف آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔کسی بھی قسم کا لڑائی جھگڑا برداشت نہیں کرتے تھے اور فوراً وجہ عناد کو ختم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔اس کے لئے ان کو خواہ لاٹھیوں کی لڑائی میں گھسنا پڑے یا گولیاں چل رہی ہوں آپ لڑائی جھگڑا ختم کروا کر ہی دم لیتے۔اور آخر انکی کوشش صلح پر ہی منتج ہوتی تھی۔1963ء میں ساتھ والے گاؤں 63ج ب مہتہ میں دو خاندانوں کی لڑائی میں ایک شخص قتل ہو گیا اور نوبت خاندانی دشمنی تک پہنچ گئی اور کسی بھی وقت خون ریزی کا خطرہ تھا۔علاقہ کے رؤساء کی انتہائی کوشش کے باوجود صلح نہ ہوسکی آپ چونکہ واں بھچراں شفٹ ہو چکے تھے۔پنچائیت نے پیام بر بھیج کر آپ کو پنچائیت کی سربراہی کی درخواست کی۔آپ تشریف لائے اور کمال تدبر سے فریقین کی صلح کروا دی۔آدھی صدی گزرنے کے بعد آج بھی علاقہ کے بزرگوں کو یہ واقعہ یاد ہے اور سینہ بہ سینہ آگے منتقل ہو رہا ہے۔

واں بھچراں

تمام خاندان کی آبادکاری کے بعد آپ نے اپنے کلیم کے لئے کوشش شروع کر دی اور آخرکار 1960ء میں ضلع میانوالی کے موضع واں بھچراں میں 150 ایکڑ زمین الاٹ کروائی۔مگر تقریباً ہزار پیداواری یونٹ بقایا رہ گئے جو کہ ابھی تک لاپتہ ہیں۔یہ قطعہ زمین جو کہ غیر آباد تھا اس کی آبادکاری کے لئے دن رات ایک کر دیا اور اس مقصد کے لئے مشینی کاشت کاری کو رواج دیا۔ٹریکٹر خریدا اور آبپاشی کے لئے نہر برانچ سے پانی کا موگہ منظور کروا کر لفٹ ایری گیشن شروع کی کیونکہ رقبہ اونچائی پر تھا اور نہر نیچی تھی۔زراعت کے لئے اس علاقہ میں پہلی دفعہ مشینی زمینداری کو رواج دیا اور جو بھی نئی مشین پاکستان میں آتی تھی آپ وہ خرید لیتے تھے اور استعمال کرتے تھے۔کمبائن ہارویسٹر اور کٹر بائنڈر جیسی جدید مشینوں کو رواج دیا۔ہر سال گندم کی کٹائی کے موقع پر واں بھچراں میں ضلعی انتظامیہ کو کٹائی کا افتتاح کرنے کے لئے مدعو کیا جاتا تھا اور اخباروں میں خبر بھی لگتی تھی۔

مہمان نوازی

آپ انتہائی مہمان نواز شخصیت تھے۔آپ کا دسترخوان ہمیشہ مہمانوں کا ہر وقت منتظر ہوتا علاقے کے رئیس ہوں یا عام لوگ جو بھی آتے چائے پانی اور کھانا کھانے کے بغیر جانے نہ دیتے تھے۔جماعتی سلسلہ کے افراد بھی آتے۔مشورہ لینے بھی احباب زیادہ آتے تھے

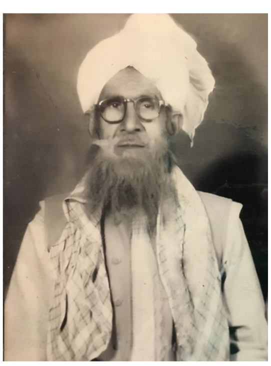
اثر و رسوخ

آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ وزراء، ایس پی پولیس، کمشنر، بیوروکریٹس ہر قسم کے لوگ آپ کو جانتے تھے۔ آپ بہت ہی شفیق باپ اور بہت ہی خلیق انسان تھے۔ پنجاب کے سارے اضلاع میں کوئی نہ کوئی آپ کا واقف اور رشتہ دار ضرور ملازم ہوتا تھا۔ راجپوت افسران کی بہتات تھی۔ پولیس میں بھی بہت لوگ ملازم تھے۔ ڈی سی صاحبان، مجسٹریٹ صاحبان، غرض یہ کہ ہر محکمہ میں اور ہر شہر میں آپ کے جاننے والے مل جاتے تھے۔ آپ اپنے دوست احباب اور عزیزوں کی سفارش کر کے ان کے کام بے لوث کروا دیا کرتے تھے۔

باب (4)

حضرت چوہدری غلام نبی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محترم چوہدری غلام نبی خاں کاٹھگڑھی چوہدری بندو خاں کے ہاں تقریباً 1860 میں پیدا ہوئے۔ آپ دو بھائی تھے۔ ایک آپ کے بھائی رحمت خاں تھے۔ آپ کی شادی 1890 میں ہوئی۔ آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹے عبدالحمید خاں، عبدالحق خاں، عبدالغفور خاں، بیٹی احمد جان اور محمد جان تھیں آپ کی بیعت 1903 کی ہے۔ جب چوہدری غلام احمد خاں رئیس کاٹھگڑھ احمدی ہوئے۔ جو کہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ اس وقت آپ نے بھی بیعت کی۔ آپ پڑھے لکھے نہ تھے۔ کھیتی باڑی کے کام سے منسلک تھے۔ آپ کے بھائی بھی اور باقی سارا خاندان وہیں مقیم تھا۔ آپ نے اپنی ایک بیٹی سڑوعہ گاؤں میں بیاہ دی۔ اور دوسری حدیہ آباد میں بیاہ دی۔ اس وقت احمدی اور غیر احمدی رشتہ داریاں کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی مرکز شکایت ہوگئی۔ جس پر حضرت مصلح موعودؓ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ رشتے داری کو بھی کافی وقت ہو گیا تھا۔ بعد ازاں آپ کو معافی ہو گئی۔ آپ بہت ہی نیک اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ جب پاکستان ن کا وجود عمل میں آیا۔ راہوں ضلع جالندھر کے فوجی کیمپ میں مقیم تھے۔ وہاں آپ کی بیوی وفات پا گئی۔ بعد ازاں ہمارے سب مہاجرین لاہور والٹن کیمپ میں پناہ گزیں ہوئے تو یہاں آپ بیمار ہو گئے اور وفات پا گئے۔ آپ کی تدفین آرائے بازار نشاط کالونی کے قبرستان میں ہوئی۔ آپ کے بیٹے حضرت چوہدری عبدالحمید خاں عبدالغفور خاں اور عبدالحق خاں تھے۔



محترم حضرت چوہدری عبدالحمید خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از مکرم منیب احمد صاحب

مکرم منیب احمد صاحب اپنے دادا جان کے بارے میں ایک مضمون بعنوان ''میرے دادا جان حضرت حاجی چوہدری عبدالحمید خاں صاحب کاٹھگڑھی''، میں تحریر کرتے ہیں

''میرے دادا جان حضرت حاجی چوہدری عبدالحمید خاں صاحب کاٹھگڑھی غالباً 1890ء میں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ چوہدری غلام نبی خاں صاحب کے بیٹے اور چوہدری غلام احمد خان رئیس آف کاٹھ گڑھ کے بھتیجے تھے۔ چوہدری غلام احمد خاں صاحب کو 1910ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے انجمن راجپوتان ہند کا صدر مقرر کیا تھا۔ ان کا ذکر تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 317 پر موجود ہے۔ حضرت دادا جان نے کسی سکول میں تو تعلیم حاصل نہ کی لیکن آپ لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے۔ آپ کا سارا بچپن کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور ہی میں گزرا۔

آپ کبڈی کے اچھے کھلاڑی تھے۔اور مختلف جگہ پر جا کر کبڈی کے مقابلوں میں حصہ لیتے رہے۔آپ بہت جفاکش اور بہادر تھے۔محترم والدصاحب نے بتایا ہے کہ ہمارا سارا خاندان 1903ء میں احمدیت میں داخل ہو گیا تھا۔ دادا جان حاجی چوہدری عبدالحمید خاں صاحب کاٹھ گڑھی 05-1904ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے لئے قادیان دارالامان اپنے خالہ زاد بھائی عبدالحئی خاں صاحب کے ساتھ گئے۔اس وقت دادا جان کی عمر 14 یا 15 سال کی تھی۔اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مصافحہ کا شرف حاصل کیا اور آپ کے پیچھے نماز بھی ادا کی اور کچھ وقت آپ کی صحبت میں بیٹھے رہے۔

حضرت دادا جان کو طاعون بھی نکلی تھی۔لیکن آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق کوئی علاج نہ کروایا لیکن پھر بھی خدا کے فضل سے بچائے گئے اور لمبی عمر پائی۔ جب کبھی غیر از جماعت لوگ کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا کوئی نشان دکھائیں تو حضرت دادا جان فرماتے میں ان کی صداقت کا زندہ نشان آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ مجھے طاعون نکلی لیکن میں اللہ کے فضل سے زندہ موجود ہوں۔آپ کی صحت کا یہ حال تھا کہ نوے سال کی عمر میں اگر کوئی جوان آدمی آپ کے پاس آتا آپ اس کے ہاتھ کو دبا کر فرماتے میرے ہاتھ کو دباؤ مگر وہ اپنی پوری کوشش کے ہاتھ دبا نہ سکتا آپ بڑھے جلال کے ساتھ فرماتے تم جانتے ہو تم اس جوان میں ایک بوڑھے آدمی کے ہاتھ کو کیوں نہیں دبا سکتے کیونکہ یہ ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں آیا ہے یہ سب اُن کی برکت کے طفیل ہے۔اس بات کے سلسلہ میں کئی بزرگ بھی شاہد ہیں۔

1947ء میں ہجرت کے بعد آپ لکی نو ضلع جھنگ میں کچھ عرصہ رہے۔ 1951ء میں چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب میں چلے گئے۔ وہاں آپ نے الاٹ شدہ زرعی زمین کو بڑی محنت سے آباد کیا۔ وہاں جماعت قائم کی اور کچھ عرصہ صدر بھی رہے۔ ہمارا اکثر خاندان وہیں آباد ہوا۔محترم والدصاحب اور ہمارے چچاؤں اور تایا جان وغیرہ کا زرعی رقبہ چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب میں ہے۔

دادا جان کو 1969ء میں حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔حج کی درخواستیں جمع کروائی جاتی تھی۔دو تین دفعہ فہرست میں آپ کا نام نہ آیا تو ایک غیر از جماعت دوست نے کہا چوہدری صاحب مکے والا آپ کو حج کے لئے بلانا نہیں چاہتا۔آپ نے اسے بڑے وثوق سے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک میں حج نہ کرلوں۔خدا کے فضل سے اسی سال حج کا قرعہ نکل آیا۔

آپ خلفائے احمدیت کی بے حد اطاعت کرتے تھے۔حضرت دادا جان کے آبائی قصبہ کاٹھ گڑھ میں خلافت سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث تشریف لے گئے۔اور وہاں قیام کیا۔اور اسی طرح حضرت دادا جان کو ان کی مہمان نوازی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

محترم والدصاحب ایک واقعہ سناتے ہیں کہ خدام الاحمدیہ کے رسہ کشی کے مقابلے ہو رہے تھے۔ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی موجود تھے۔ محترم والدصاحب حضرت دادا جان کے ہمراہ ان مقابلہ جات کو دیکھنے وہاں موجود تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت دادا جان کو صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہونے کی وجہ سے اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ ایک اچھے کھلاڑی ہیں۔حضور نے کہا کہ چوہدری صاحب آپ ان خدام کو کچھ کھیل کے بارے میں بتائیں۔حضرت دادا جان نے کہا کہ حضور میرا اپنا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقابلے میں حصہ لوں۔حضور نے از راہ شفقت حصہ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔اس وقت حضرت دادا جان کی عمر 66 سال تھی۔جسمات اور صحت کے لحاظ سے تندرست تھے۔ جب ریفری نے سیٹی بجائی تو جس ٹیم کی طرف سے آپ نے حصہ لینا تھا۔آپ نے زوردار آواز سے سب خدام کو زور لگانے کا کہا اور ٹیم جیت گئی۔

حضرت دادا جان کو مہمان نوازی کا بہت شوق تھا۔آپ سلسلہ کے مربیان اور دیگر احباب کی اکثر مہمان نوازی کرتے۔آپ اکثر کہا کرتے تھے

مہمان کی آمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہوتی ہے۔ اکثر دو چار مہمان تو آتے ہی رہتے تھے۔ جس دن کوئی مہمان نہ آتا تو آپ گھر والوں سے پوچھتے کہ آج ہم سے کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی مہمان نہیں آیا۔

آپ غرباء کی اکثر مدد کرتے تھے۔ کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے تھے۔ دادا جان تمام مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ نے اپنی اولاد کو ہر طرح سے تربیت کی آپ ان کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتے تھے۔ ہمیشہ سر ڈھانپ کر رکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ آخری عمر میں بینائی چلی گئی تھی اس وقت آپ سے جب میرے والد صاحب ملاقات کرتے تو آپ ان کے سر پر ہاتھ لگا کر دیکھتے کہ سر پر پگڑی پہنی ہوئی ہے کہ نہیں جب ننگے سر ہوتے تو بہت ناراض ہوتے تھے حضرت دادا جان کو اللہ تعالیٰ نے کثیر اولاد سے نوازا۔ آپ کے پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں آپ کی زندگی میں فوت ہوگئیں۔ آپ کے 21 پوتے اور 14 پوتیاں ہیں۔

آپ کی وفات 18 اپریل 1985ء کو گڑھ موڑ ضلع جھنگ اپنے بیٹے رانا عبدالحکیم خاں صاحب کے گھر میں ہوئی۔ آپ موصی تھے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت صوفی غلام محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پڑھائی۔ اور آپ قطعہ صحابہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

آپ کی اولاد اور اولاد در اولاد خدا کے فضل سے مختلف جگہوں پر جماعت کی خدمت کر رہی ہے۔ محترم والد صاحب رانا عبدالحکیم خاں صاحب کاٹھگڑھی تقریباً 35 سال تک جماعت احمدیہ ونگران موڑ ضلع جھنگ کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ اب ربوہ میں قیام پذیر ہیں۔ اسی طرح میرے بڑے بھائی جرمنی میں صدر جماعت بون ہیں۔ ایک بھائی بیلجیئم میں قائد مجلس وسیکرٹری مال اور ایک بھائی دارالقضاء ربوہ کے ممبر کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اسی طرح ایک کزن سیکریٹری مال اور دوسرے کزن صدر جماعت لکی نو ضلع جھنگ ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 4 جولائی 2008ء صفحہ 6)

اولاد

محترم عبدالحمید صاحبؓ کے پانچ بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

(1) عبداللطیف خان صاحب۔ (2) عبدالرشید خان صاحب۔

(3) عبدالمجید خان صاحب (نصیر آباد ربوہ)۔ (4) عبدالحکیم خان گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ۔

(5) عبدالکریم خان صاحب (ابوظہبی)

مکرم رانا عبدالحکیم خان صاحب کاٹھ گڑھی (سابق امیر حلقہ وصدر جماعت گڑھ موڑ ضلع جھنگ) کی وفات 7 جون 2019ء کو 89 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حاجی چوہدری عبدالحمید خانصاحب کاٹھ گڑھی کے بیٹے، مکرم رانا مبین کاشف خان صاحب (کارکن دارالقضاء۔ ربوہ) کے والد اور مکرم بشارت احمد صاحب (کارکن جامعہ احمدیہ یوکے) کے سمدھی تھے۔ آپ ایک دعا گو، عبادت گزار نیک ومخلص اور باوفا بزرگ انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔



سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے
ساتھ خاکسار عبدالرزاق خاں کی شادی بتاریخ
28 نومبر 1977ء کے موقع پر ایک یادگار
تصوری، مکرم چوہدری عبد الرحیم صاحب
کاٹھگڑھی، مکرم کرنل منور احمد صاحب اور والد
مکرم عبدالطیف خاں بھی ساتھ شامل ہیں



دادا جان حضرت عبدالحمید صاحب کاٹھگڑھی
صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ
خاکسار عبدالرزاق خاں کی شادی بتاریخ 28
نومبر 1977ء کے موقع پر ایک یادگار تصویر



خاکسار عبدالرزاق خاں کی شادی بتاریخ 28
نومبر 1977ء کے موقع پر ایک خاندان
کے افراد کے ساتھ ایک یادگاری تصویر

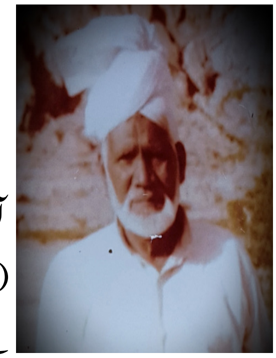


خاکسار عبدالرزاق خاں اپنے بیٹے اور پوتوں
کے ساتھ (دائیں سے بائیں) رانا عبدالوحید
خان بیٹا، گود میں عزیزہ صائمہ، عزیزم شیراز
وحید خاں، عزیزم اعزاز لطیف خاں، عزیزم
فراز حمید خاں

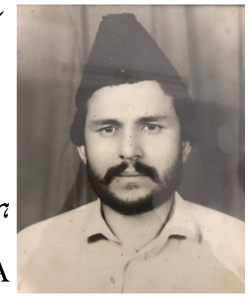


محترم چوہدری عبداللطیف خاں کاٹھ گڑھی

راناعبدالرزاق خان



آپ 1914ء میں حضرت چوہدری عبدالحمید خان صحابی ولد چوہدری غلام نبی خاں صحابی (بیعت 1903ء) کے گھر پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم احمدیہ مڈل سکول کاٹھگڑھ سے حاصل کی۔ 1930ء میں پھرلاہور گورنمنٹ ہائی سکول لوئر مال میں داخل ہو گئے۔مگر تعلیم مکمل کرنے سے قبل ہی پولیس میں بھرتی ہو گئے۔اکتوبر 1934ء میں آپ کی شادی ہوگئی۔1947ء تک آپ نے پولیس میں سروس کی اور پھر ملک کی تقسیم ہوگئی۔پہلے آپ نے لکی نوشورکوٹ میں رہائش اختیار کی۔مگر فروری 1951ء میں اپنی برادری کے ساتھ چک نمبر 2ٹی ڈی اے خوشاب میں آباد ہو گئے۔جہاں آپ کو ساری برادری نے متفقہ طور پر نمبردار منتخب کیا۔اس گاؤں کو آباد کرنے اور سب آبادکاروں کی حوصلے افزائی کے لئے آپ نے بہت اہم کردار ادا کیا۔اس ریگستانی اور بے آب و گیاہ علاقے کو آباد کرنے میں آپ نے بہت قربانی دی۔جہاں مسلسل ہفتوں ریت کی آندھیاں چلنے کی وجہ سے کھانا پکانے سے محروم رہنا پڑھتا تھا۔صرف چنوں پر گزارہ کرنا پڑتا تھا۔اس کے علاوہ نہر چلنے سے قبل کوئی فصل نہ ہوتی تھی۔بھوک اور ننگ، پانی کی کمی، ذرائع نقل وحمل کی ناپیدگی، سوداسلف کی عدم دستیابی، تازہ سبزیوں سے مسلسل محرومی، پیدل سفر جیسی صعوبتوں سے آپ اپنے آبادکار ساتھیوں سمیت بڑے استقلال سے گزرے۔کہ اب ہمیں اس دور میں سب ماڈرن سہولتوں کو دیکھ کر 1951ء کے دور کے متعلق سوچ کر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔گورنمنٹ سے ملنے والی مراعات تقاوی یا قرضہ سب کو لیکر دیئے۔افسران کے دورہ جات کے موقع پر کسی کی کوئی غیر حاضری نہ لگنے دی۔سب کی ضروریات پوری کرنے میں سب سے آگے رہتے۔اکثر لوگوں کا آبیانہ وغیرہ اپنی جیب سے ادا کردیا کرتے تھے۔پھر گاؤں کا 1964ء میں پرائمری سکول منظور کروایا۔آپ صاحب علم تھے۔بات کرنے کا ڈھنگ آتا تھا۔ہر افسر کو بات کرکے قائل کرلیا کرتے تھے۔1977ء میں جب سیم وتھور نے زمین ناکارہ کردی۔اور مکانات بھی بارشوں کی وجہ سے گر گئے تو اپنے نئے مکان پچھلے ٹیلے پر نئے تعمیر کئے۔جماعت چک نمبر 2ٹی ڈی اے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔اپنے والد صاحب کی پیروی میں اور سب برادری کے ساتھ ملکر گاؤں کی احمدیہ مسجد کی عمارت کو 1958ء میں مکمل کروایا۔جس کا سنگ بنیاد حضرت مولوی محمد حسین صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصب فرمایا تھا۔مسجد سے آپ کو بہت محبت تھی۔روزانہ تہجد کے لئے اٹھنا اور فجر کی اذان دینا آپ کا معمول تھا۔ان کے اس مسلسل عمل سے ہمیں بھی نماز کی عادت پڑی۔جماعت کے وقار اور عزت کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔مرکز سے آنے والے مہمان کا خصوصی اہتمام کرتے۔اس وقت روحانی طور پر اس سنگلاخ زمین پر آپ نے دعوت الی اللہ کی بھی حتی المقدور کوشش کی مگر یہ مٹی اس وقت نمناک نہ تھی پھر ربوہ میں دارالیمن غربی حلقہ یمن سعادت میں بھی اپنا مکان بنوایا اور رہائش اختیار کرلی۔یہاں بھی آپ کا دل مسجد میں اٹکا رہتا تھا۔اور سب بچوں کی تعلیم وتربیت کو اہمیت دیا کرتے تھے۔اپنے سب بچوں کو ربوہ سے تعلیم دلوائی مجھے بھی بی اے تک پڑھایا۔آپ کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہی بڑے بیٹے راناعبدالغنی خاں مقیم دارالیمن غربی، خاکسار عبدالرزاق خاں لندن، رانا مبارک احمد خاں بحرین کی پولیس میں ملازم ہیں۔دو بیٹیاں لندن، ایک ربوہ میں، دو کی اولاد ربوہ میں ہی مقیم ہے۔آپ معمولی بیمار ہوئے اور 5 فروری 1984ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔وصیت نمبر 24653 ہے۔قطعہ نمبر 15 ہے اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔آمین۔(19 نومبر 2011ء الفضل ربوہ)



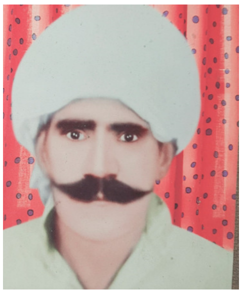
مکرم راناعبداللطیف خان کاٹھ گڑی نمبردار چک نمبر 2 ٹی ڈی اے



حافظ عبدالحلیم

ہمارا آبائی گاؤں چک T. D. A 2 ضلع خوشاب سے بس سٹاپ سے اُتر کر پہلے چک 4 T.D.A آتا ہے اور کم وبیش سوامیل پر ہمارا گاؤں ہے چک T.D.A4 کی حدود آخری کھال پر ختم ہوتی ہے اور پھر ہمارا پیارا گاؤں آجاتا ہے اس تمہید کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم اپنے پیارے گاؤں میں داخل ہوتے ہیں تو سب سے پہلا گھر مکرم رانا عبدالمجید خاں کاٹھ گڑی مرحوم کا ہوتا تھا۔ اس کے عین سامنے ان کے بھائی مکرم رانا عبداللطیف خان کاٹھ گڑھی نمبر دار مرحوم کا گھرانہ ہوتا تھا۔ یہ دونوں صحابی حضرت مسیح موعودؑ الحاج چوہدری عبدالحمید کے صاحبزادے تھے مجھے اپنے آبائی وطن سے جومحبت ہے اس کا اندازا آپ نے لگالیا ہوگا۔ کہ جب ہم وہاں سے کسی ضرورت کے لئے جاتے تو وہ واپسی پر سارے قدموں کے نشانات اور دائیں بائیں آباد کھیت کھلیان تک ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آج بھی آنکھوں میں 52 گھروں پر مشتمل گاؤں سمایا ہوا ہے۔ اور قلب رُوح ہے اس کی خوشبو رچی بسی ہے زور 52 گھروں پر نہیں بلکہ وہاں بسنے والے احمدیت کے شیدائیوں اور پروانوں پر ہے۔ وہ گاؤں نہیں بلکہ ایک طرح کا تعلیمی اور تدریسی مرکز کی محبت میں رچا ہوا ایک وسیع العریض سکول تھا۔ ہمارے ہاں آئے روز ہمارے مربیان کرام کے دورہ جات اور انسپکٹر صاحبان کی آمد بھی ہمارے لئے از حد خوشی کا موجب ہوتی تھی۔ ان کی پیاری پیاری باتیں جو وہ مرکز کے متعلق بیان کرتے تھے۔ آج بھی لطف دیتی ہیں۔

مکرم رانا عبداللطیف خان صاحب نمبردار جنکو ہم چچا جان کہتے تھے کا بڑا رعب و دبدبہ تھا بڑی پروقار شخصیت کے حامل تھے۔ ظاہری لحاظ سے بھی اچھی صحت سڈول جسم کے مالک زمینداری کی جاہ وحشمت اور نمبرداری کا اعزاز یہ کوئی معمولی اعزازات نہ تھے۔ آپ کے مہمان خانہ میں ایک گھنا شریں کا درخت تھا۔ کرسیاں، چارپائیاں بچھی رہتی اور اور عموماً دیکھا کہ مہمان نوازیاں چل رہی ہیں۔ کبھی گورنمنٹ کے مہمان اور کبھی دیہاتوں کے مہمان یا جماعتی مہمان مستفیض ہورہے ہیں۔ جماعتی عہدیداروں کے سامنے عاجزانہ انداز نرالہ ہوتا تھا۔ مگر میں نے ہمیشہ دیکھا غریب پرور، بنی نوع کے ہمدرد صلہ رحمی کرنے والے اور مجھے انکی سب سے نمایاں خوبی جو میں نے بہت بچپن میں دیکھی وہ یہ تھی کہ علی الصبح اذان فجر آپ دیا کرتے تھے۔ اب آپ اندازہ لگالیں کہ بچے کے ذہن پر کیسے کیسے نقوش ثبت ہوتے ہیں۔ ہمارے بچپن کے زمانہ میں ہمارے گاؤں میں بجلی نہ تھی اور دلچسپ امر یہ ہے کہ اردگرد کے دیہات میں بھی یہ سہولت میسر نہ تھی۔ دوتین میل دور سے اذانوں کی آوازیں ہمارے ہاں سنائی دیتی تھیں اور یقیناً یہ آواز بھی اتنی ہی دور ضرور جاتی ہوگی۔ ہمارے گاؤں کی تو ہر دیوار ہر صحن اس مسحور کن آواز پر گواہ ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ آؤ لوگو فلاح وکامیابی کی طرف۔ آجاؤ آجاؤ نماز کے لئے آجاؤ۔ یہ آواز اب بھی کبھی گاؤں جاؤں تو کانوں میں گونجتی سنائی دیتی ہے۔ اخلاص اور وفا اور محض خدا اور رسول کی محبت میں یہ نکلے ہوئے فقرات کس شان سے آج قبولیت کی معراج بنتے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ کے فرزند مکرر رانا عبدالرزاق صاحب نمبردار مدیر قندیل جنکی وہاں پورے ضلع میں بھی خاص شہرت اور عزت تھی آج حضرت خلیفۃ المسیح کی بستی میں کھڑے ہوکر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے ندائیں اور آوازیں لگاتے ہیں تو وہ نیٹ کے ذریعے ایک خادم احمدیت ہونے کے ناتے سنائی دیتی ہیں۔ احمدیت کے شیر بن کر حریف پر جھپٹتے ہیں اپنی توفیق اور علم کے مطابق اس کا ایسا تعاقب کرتے ہیں کہ وہ ڈر کر اور دم دبا کر ایسا بھاگتا ہے



کہ اُسے چھپنے کی جگہ نہیں ملتی۔ ہاں تو ذکر ہو رہا تھا چک T.D.A 2 ضلع خوشاب کا۔ آج وہی مسجد احمدیہ جسکی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کے 6 صحابہ نے رکھی تھی ان صحابہ کے سرخیل حضرت مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والے تھے۔ آج مخالفوں کے زیر قبضہ ہے۔ مگر یہ کوئی فکر مندی کی بات اسلیئے نہیں کہ ۔

حسینیت اگر موجود ہے بزمِ دو عالم میں
زمانہ بن کے ان پر کربلا آیا ہی کرتا ہے

اور ہم دعاؤں اور التجاؤں کے ساتھ اپنے اس عزم کو بھی دھراتے ہیں کہ ہم آخری سانس تک انشاءاللہ اپنے بڑوں کی طرح یہ ہی گواہی دیں گے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسولؐ ہیں۔ ؎

میں بھی تو حسین ابن علی کا ہوں ثنا خواں
سر میرا سرِ عام قلم کیوں نہیں کرتے

اب آخر پر چک نمبر 2T.D.K کی احمدیہ مسجد جو مخالفانہ یورش کے نتیجہ میں دوسروں کے قبضہ میں ہے کے اس سانحہ پر پنجابی میں خاکسار نے کچھ اشعار کہے درج ہیں۔

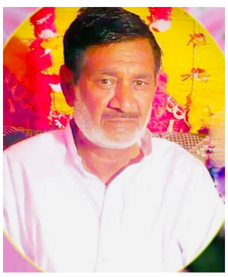
تینوں یاد اے اُس دانا دی گل

تینوں یاد اے اُس دانا دی گل جیہڑا کعبہ دا متولی سی
میرے اُٹھ چا مینوں واپس دے جیدا گھر اے آپ سنبھالے گا
اینہاں شاخان ، اینہاں کونپلاں نیں بن جانا شجر تناور اے
جو بوٹا یار نے خود بویا اوہ آپ ای اینہوں پالے گا
اوس پہلاں دی تے فضاواں وچ خاک بنا کے اُڑایا سی
جیہڑا آیا سامنے زیر ہویا رب گل اپنی نہ ٹالے گا
ایہہ لنگر اوس دا چار چفیر جیہڑا نان لُٹاندا پھر دا اے
اسیں در دے آں درویش اودھے او کل نسلاں نوں پالے گا
ساڈی سجدہ گاہ پامال ہوئی ساڈے سینے تے پھٹ وجّے نیں
اَساں سجدے کرن تو نئیں مُڑنا ساڈا سجدہ عرش نوں جالے گا
اَج بہتراں 72 اَگے کلا میں رکھ جان ہتھیلی پھرنا ہاں
میں مرکے تیتھوں نئیں مرنا مرا یار مرا مُل پالے گا
ہُن کنکر پھڑ کے چُنجاں وچ بس اذن اُڈیکن ڈاراں وی
جنہیں جو کیتا تے جنج کیتا او اوس دا بھارا چالے گا



محترم چوہدری عبدالرشید خاں صاحب کاٹھ گڑھی

چوہدری عبدالرشید خاں حضرت چوہدری عبدالحمید خاں کے دوسرے بیٹے تھے۔ جن کی پیدائش غالباً 1918 کی ہے ب۔ آپ ان پڑھ تھے۔ اپنے دادا جان اور چچا جان عبدالغفور خاں کے ساتھ مل کر کھیتی باڑی کرتے تھے۔ آپ کی شادی غالباً 1937 میں مکووال کے گاؤں میں ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے اپنے خاندان کے ساتھ ککی نو شورکوٹ میں رہائش اختیار کی۔ آپ کی زمین ککی نو میں بھی تھی اور چک 2ٹی ڈی اے خوشاب میں بھی پندرہ ایکڑ آبادکاری اسکیم کے تحت الاٹ تھی۔ وہاں آپ کے سب بھائی اور خاندان کے باقی افراد مقیم ہوئے۔ آپ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بڑے بیٹے مکرم نذیر احمد نثار بی اے بی ٹی ٹیچر تھے۔ مکرم محمود احمد پی ٹی سی ٹیچر تھے۔ رانا مسعود احمد زمیندار ہیں اور رانا نبی احمد خاں اپنا کھاد بیج کا بزنس کرتے ہیں۔



مکرم ماسٹر نذیر احمد نثار صاحب آف ککی نو کا ذکر خیر

نصیر احمد ککی نو جھنگ

ہماری جماعت کے نہایت پیارے دعا گو بزرگ، خوش مزاج، ہمدرد شخصیت ہمیشہ تعاون کا ہاتھ بڑھانے والے ماسٹر نذیر احمد نثار صاحب 71 سال کی عمر میں طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں چند روز علالت کے بعد مورخہ 28 جنوری 2010ء کو صبح 6 بجے اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ 1939ء کو چوہدری عبدالرشید صاحب ابن حضرت حاجی عبدالحمید صاحب رضی اللہ عنہ کے یہاں کاٹھگڑھ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کی فیملی نے ککی نو ضلع جھنگ میں سکونت اختیار کی۔ آپ اپنے خاندان میں سب سے پہلے BSc کی ڈگری حاصل کرنے والے نوجوان تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ شعبہ تعلیم سے منسلک ہو گئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول شورکوٹ شہر میں لمبا عرصہ S.S.T کی خدمات سرانجام دیں۔ جماعت احمدیہ ککی نو میں آپ نے قائد مجلس خدام الاحمدیہ، زعیم مجلس انصاراللہ، سیکرٹری تحریک جدید، سیکرٹری وقف جدید، سیکرٹری دعوت الی اللہ اور کافی لمبا عرصہ سیکرٹری مال کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ککی نو کی بیت الذکر، مربی ہاؤس اور قبرستان کی چار دیواری کی تعمیر میں آپ کا سیکرٹری مال ہونے کی وجہ سے خاص تعاون حاصل رہا۔ اکثر دوپہر کے وقت گرمیوں میں اپنی موجودگی میں کام کرواتے تھے۔ آپ کی آواز اچھی تھی۔ خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ کو بطور امام الصلوٰۃ بھی لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح خطبہ جمعہ بھی آپ ہی دیا کرتے تھے۔ آپ ایک علمی ہستی تھے۔ آپ سادہ مزاج، خاموش طبیعت اور باہمت شخص تھے۔ آپ نہایت ملنسار، جماعت کے افراد سے تعلق ہمدردی رکھتے اور غیر از جماعت احباب سے وسیع تعلقات رکھتے تھے پریشانی اور تکلیف کے تمام حالات کو استقامت اور صبر سے برداشت کیا ہر خدمت کے لئے خود کو پیش کرنے پر ہر دم تیار رہتے۔ آپ کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ بہت اچھے راز دان تھے۔ کبھی ایک کی بات دوسرے کو نہ بتاتے بعض اوقات ایسے معاملات بھی ہوتے جن میں دونوں فریق آپ کے پاس آتے رہتے اور اپنا غبار نکالتے مگر آپ کبھی فریق ثانی کی کہی ہوئی باتوں کی بھنک بھی نہ پڑنے دیتے مگر ایسی باتوں کا حوالہ ضرور دیتے جو اصلاحِ احوال میں مددگار ثابت ہو سکیں۔ خلافت سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر خلفاء سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میری اولاد کا ہونا خلفاء کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ آپ نے تین شادیاں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے آپ کو تیسری بیوی سے 50 سال کی عمر میں اولاد عطا ہوئی۔ آپ کے تین بیٹے وقف نو کی مبارک

تحریک میں شامل ہیں۔آپ کے بڑے بیٹے عبیدالرحمن رانا جامعہ احمدیہ ربوہ کے طالب علم رہے ہیں۔

12 سال پہلے ککی نو سے 7 کلومیٹر کے فاصلے پر 20 گھگھ جماعت کے 4افراد پر 295-C کے مقدمات ہوئے۔وہاں جماعت کے لوگوں کا بائیکاٹ کیا گیا۔ان حالات میں آپ نے ان کی ضمانت دی اور ضرورت کی اشیاء خود دینے جایا کرتے تھے۔آپ نے بعض نایاب دوائیں پاس رکھی ہوئی تھیں جو کہ ضرورت مندوں کو فری دیا کرتے تھے۔ماسٹر صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ اور قابل انسان تھے دینی اور دنیوی دونوں قسم کے علوم سے دلچسپی تھی سیاست، تاریخ، قانون، طب وغیرہ علوم پر کافی دسترس رکھتے تھے۔پھر زمینوں، زراعت وغیرہ علوم کے ماہر تھے۔حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کے لئے نیوز ٹیلی ویژن کے علاوہ کافی عرصے سے بی بی سی لندن ریڈیو کے بہت پرانے شوقین تھے۔اگر کوئی جماعتی خبر ہوتی تو احباب جماعت کو آگاہ کرتے تھے۔ماسٹر صاحب بہت ذوق رکھتے تھے لیکن مزاج میں قناعت اور سادگی ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے دیئے پر راضی رہتے۔آپ پر عزم اور باحوصلہ انسان تھے جو کام کرنے کا ارادہ باندھ لیتے وہ کر کے چھوڑتے چاہے کتنی ہی مشکلات راہ میں حائل ہوتیں۔لیکن خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے کبھی ہمت نہ ہارتے۔غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ ان کے دل کو بہت مضبوط کر دیتا دراصل انسان خدا کے بغیر کچھ بھی نہیں وہ بزدلی کا مظاہرہ بھی تو تب ہی کرتا ہے جب خدا پر سے اس کا ایمان اُٹھ جاتا ہے۔آپ کا خاکسار کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا ہر معاملے میں آپ خاکسار کی راہنمائی کیا کرتے تھے۔آپ اکثر خاکسار سے سابق صدر جماعت ککی نو مکرم ماسٹر عبدالعزیز صاحب کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔جو خاکسار کے دادا کے بھائی ہیں اور بتایا کرتے تھے کہ کس طرح احمدیہ بیت الذکر ککی نو کی تعمیر ہوئی اور کس طرح اس وقت ہم خام مال جھنگ سے لے کر آیا کرتے تھے۔وفات سے کچھ دیر پہلے آپ نے اپنے بیٹے سفیر احمد رانا سے کہا کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے اور دوسرے ہی لمحے آپ اس دارِفانی سے اپنے محبوب حقیقی کی طرف جا چکے تھے۔آپ کی نماز جنازہ مورخہ 28 جنوری 2010ء کو حافظ عبدالمجید صاحب طاہر مربی سلسلہ ککی نو ضلع جھنگ نے پڑھائی احمدیہ قبرستان ککی نو میں تدفین کے بعد مربی صاحب موصوف نے ہی دعا کروائی۔آپ نے اپنی یادگار دو بیوہ، 4 بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو اور ان کو اپنے عظیم والد کی خوبیوں کو اپنانے کی توفیق دے اور ماسٹر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔(آمین) (الفضل ربوہ ۲۸ مئی ۲۰۱۱)

محترم رانا نذیر احمد صاحب نثار

رانا نذیر احمد نثار بی اے بی ٹی ولد رانا عبدالرشید خاں ککی نو شورکوٹ۔رانا نذیر احمد نثار کی پیدائش 13۔اپریل 1939 کو کاٹھ گڑھ میں پیدا ہوئے۔آپ رانا عبدالرشید خاں کے بڑے بیٹے تھے۔آپ نے ایف اے سی ٹی کے بعد ٹیچر ملازم ہو گئے۔بعد ازاں بی اے بی ٹی کیا۔اور بہت اچھی ملازمت کی۔آپ مختلف علاقوں میں ملازم رہے۔بہت ہی محنتی اور خوش اخلاق انسان تھے۔آپ سرگودھا، ساہیوال، شورکوٹ وغیرہ میں بسلسلہ ملازمت رہائش پذیر رہے۔آپ کی پہلی شادی ماموں زاد سے ہوئی۔جس میں سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔آپ نے پھر دوسری شادی 1985 میں کی۔جس میں سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔آپ نہایت صلح جو انسان تھے۔ساری عمر کسی سے نہ کوئی جھگڑا کیا اور نہ کسی سے دشمنی رکھی۔جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔بیس سال سے بھی زائد عرصہ سیکٹری مال بھی رہے۔مسجد کی تعمیر میں پیش پیش رہے۔جماعت کی تربیت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔علاقے کے سب بچوں کو ٹیوشن پڑھائی۔اور سارے علاقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔آپ چار بھائی اور ایک بہن تھی۔آپ نے اپنے بہن بھائیوں کا خوب خیال رکھا۔اور ان کو پڑھایا۔آپ کی وفات دل فیل ہونے کی وجہ سے 2010 میں ہوئی۔



محترم رانا محمود احمد خاں صاحب

رانا محمود احمد خاں ولد رانا عبدالرشید خاں ککی نوشورکوٹ۔ رانا محمود احمد خاں کی پیدائش 1952 ککی نوشورکوٹ ہی کی ہے۔ آپ نے میٹرک پاس کی اور پی ٹی سی پاس کر کے پرائمری سکول میں بطور ٹیچر ملازم ہو گئے۔ دو سال کے لئے بحرین بھی گئے۔ آپ کی شادی 1978 میں ہوئی۔ آپ کے تین بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ آپ کی اہلیہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں کنیڈا اور دو بیٹے جرمنی میں مقیم ہیں۔ ربوہ کے گردونواح میں دس ایکڑ زرعی اراضی بھی خریدی ہے۔ باب الابواب میں کوٹھی بھی تعمیر کی ہے۔ آپ کی وفات 2012 میں ہوئی۔



محترم رانا مسعود احمد خاں صاحب

رانا مسعود احمد خاں ولد رانا عبدالرشید خاں ککی نوشورکوٹ غالباً 1955 میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ بعدازاں 1978 میں بحرین چلے گئے۔ جہاں رانا عبدالرزاق خان ملازم تھے۔ انہوں نے انہیں وہاں بلایا تھا۔ آپ کی شادی اپنے چچا رانا عبدالمجید خاں کی بیٹی سے 1981ء میں ہوئی۔ آپ کے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ آپ نے کافی زرعی زمین خرید لی ہے۔ جو کہ تقریباً پندرہ ایکڑ ہے۔



محترم رانا نبی احمد خاں

رانا نبی احمد خاں ولد رانا عبدالرشید خاں ککی نوشورکوٹ۔ رانا نبی احمد خاں کی پیدائش 1960 کی ہے۔ آپ نے میٹرک کیا۔ 1982 میں بحرین چلے گئے۔ آپ کی شادی 1986 میں ہوئی۔ چوہدری نثار احمد خاں آف سڑوعہ کی بیٹی سے ہوئی۔ آپ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ آپ عرصہ بیس سال سے جماعت احمدیہ ککی نو کے صدر ہیں۔ اور خدمت دین میں مصروف ہیں۔ آپ کا کاروبار کھاد اور زرعی ادویہ کا ہے۔ جو کہ اچھا چلتا ہے۔



محترم رانا عبدالمجید خاں کاٹھ گڑھی

خاکسار رانا عبدالرزاق خان تحریر کرتا ہے کہ

میرے چاچا رانا عبدالمجید خاں 1920ء میں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چوہدری عبدالحمید خاں اور آپ کے دادا چوہدری غلام نبی خاں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت 1903ء میں کی تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم احمدیہ مڈل سکول کاٹھگڑھ سے حاصل کی۔ اور پھر آپ رائل ایئر فورس برٹش انڈیا میں بھرتی ہو گئے۔ آپ بہت ہی تندرست، تنومند اور خوب رو نوجوان تھے۔ آپ کا ایک احسان جس کا ذکر ہمارے سب بزرگ اکثر کیا کرتے تھے۔ 1947ء میں جب ہمارے خاندان کے سب افراد تقسیم ہندوستان کے وقت راہوں ضلع جالندھر کے مہاجرین کیمپ میں بے یارومددگار پڑے تھے۔ رانا صاحب اپنے کسی افسر کی اجازت سے ایک ٹرک ائر فورس کا لے کر گئے اور ان سب کو اس میں سوار کر کے لاہور والٹن سکول کیمپوں میں پہنچایا۔ جہاں ان سب کو ہر قسم کا امن، سکون ملا تھا۔ اس کار خیر پر سب لوگوں کو میں نے چچا جان کا کئی محافل میں اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے سنا اور دیکھا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کا تبادلہ لاہور سے کراچی ہو گیا تھا جہاں آپ

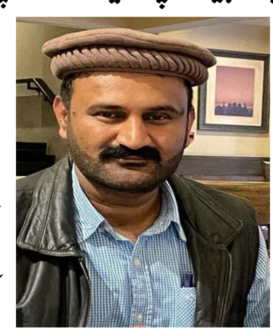
کافی عرصہ رہے۔ جب سرگودھا میں ائرفورس کا اڈا بنا تو آپ کا تبادلہ یہاں ہوگیا۔ درمیان میں کچھ عرصہ میانوالی میں بھی سروس کی۔ مگر آپ سرگودھا سے ہی ریٹائر ہوئے آپ کے والد اور بھائی بہن تو چک 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں آباد ہو گئے تھے۔ جہاں ان سب کو پندرہ پندرہ ایکڑ زرعی زمین آبادکاری سکیم پر ملی تھی۔ آپ پانچ بھائی اور پانچ بہنیں تھے۔ آپ کی اپنی اولاد بھی پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ رانا منیر احمد مرحوم۔ رانا افتخار احمد سیکورٹی آفیسر منڈی بہاؤالدین شوگر ملز، رانا ارشاد احمد، رانا اقبال احمد، رانا فاروق احمد ربوہ محلہ نصیرآباد حلقہ سلطان۔ ائیرفورس سے ریٹائرمنٹ کے بعد تھوڑا عرصہ چک 2 ٹی ڈی اے میں گزارنے کے بعد 1977ء میں آپ ربوہ منتقل ہو گئے۔ جہاں آپ بطور ڈرائیور (ردفتر پرائیویٹ سیکرٹری قصر خلافت ربوہ میں) ملازم ہو گئے۔ بعدازاں فضل عمر ہسپتال اور دفتر بہشتی مقبرہ میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کا گھر نصیرآباد حلقہ سلطان کے قریب ہی تھا۔۔ آپ کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا تھا۔ دسمبر 2001ء میں آپ کی اہلیہ کی وفات ہوئی اور چند دن بعد آپ کے بڑے بیٹے منیر احمد کی جوانی میں وفات ہوئی۔ آپ نے کمال صبر وتحمل کا نمونہ دکھایا۔ اور سب کو مشیت ایزدی پر راضی رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ آپ نے اپنے والد صاحب کی بھی بہت خدمت کی۔ جو کہ اپریل 1985ء تک تادم وفات آپ کے پاس ہی رہے۔ آپ نہایت سادہ، بلند حوصلہ، ہنس مکھ، مہمان نواز، پابند صوم و صلوۃ، موصی، حق دوستی ادا کرنے والے، سب سے حسن سلوک رکھنے والے اور خلافت احمدیہ کے عاشق تھے۔ آپ کی وفات 2008ء میں ہوئی۔ موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ خدا تعالی آپ کو غریق رحمت کرے۔ خدا تعالی ہم سب کو ان کی طرح ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے۔ اوران کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ (10 فروری 2011ء الفضل ربوہ)

چوہدری عبدالمجید خاں ولد حضرت چوہدری عبدالحمید خاں۔ آپ کی پیدائش غالباً 1925 کی ہے۔ پاکستان کے قیام سے قبل ہی آائرفورس میں بھرتی ہو گئے تھے۔ راہوں جالندھر سے فوجی ٹرک میں یہی اپنے سب خاندان کو لاہور والٹن لائے تھے۔ 1975 میں ریٹائرڈ ہو گئے۔ کھیتی باڑی شروع کردی۔ داداجان نے اپنی پندرہ ایکڑ زمین ان کو ہبہ کردی تھے۔ اسی دوران گاؤں میں ان کے ایک عزیز سے قتل ہوگیا تو پھر رہائش ربوہ اختیار کرلی۔ آپ کے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ آپ کی وفات 2010 کو ربوہ میں ہوئی۔



محترم رانا عبدالحکیم خاں صاحب کاٹھگڑھی

مکرم رانا مبین کاشف خاں



مکرم رانا مبین کاشف خاں ایڈووکیٹ۔ کارکن دارالقضاء ربوہ پنے والد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

میرے والد محترم دسمبر 1930ء میں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیارپور انڈیا میں حضرت حاجی چوہدری عبدالحمید خاں صاحب کاٹھگڑھی رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر محترمہ نیاز بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کے 5 بھائی اور 6 بہنیں تھیں۔ بھائیوں میں سے آپ چوتھے نمبر پر تھے۔ آپ نے تعلیم کاٹھگڑھ سے ہی حاصل کی۔ آپ میٹرک میں تھے کہ پارٹیشن پاک وہند کا وقت آگیا جس کی وجہ سے آپ میٹرک کا امتحان نہ دے سکے۔ الحمدللہ آپ شروع سے ہونہار تھے پارٹیشن کے مشکل حالات میں آپ اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان پہنچے۔ راستے میں آپ کی دادی جان کی وفات ہوگئی۔ جن کی تدفین راہوں انڈیا میں ہوئی۔ لاہور پہنچنے کے بعد آپ کے دادا جان محترم چوہدری غلام نبی خاں صاحب کی وفات

ہوگئی۔ان کی تدفین لاہور میں ہوئی۔

محترم دادا جان کے ہمراہ لکی نوضلع جھنگ میں آباد ہوئے۔کچھ عرصہ کے بعد دادا جان اور آپ کے چچازاد اور خالہ زاد بھائی چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب رئیس آف کاٹھ گڑھ کی محنت اور کوشش سے چک نمبر 2 ٹی ڈی اے ضلع خوشاب میں ہماری ساری فیملی کو زمین الاٹ ہوگئی۔تقریباً 120 ایکٹر اراضی دادا جان اوران کے بچوں اور نواسوں کوالاٹ ہوئی۔ ہر فرد کو 15 ایکٹر کی ایک مستطیل الاٹ ہوئی۔جس کی کچھ رقم گورنمنٹ کوادا کرنی تھی۔زمین کی آبادکاری میں سارا خاندان مصروف ہوگیا۔

ہجرت کے بعد گھر، ذریعہ معاش، اور دوسری کوئی بھی بنیادی سہولیات میسر نہ تھیں جبکہ کاٹھ گڑھ ہوشیار پور انڈیا میں آپ سب سہولیات سے آراستہ گھر اور جائیدادیں، کاروبار اور سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آئے تھے۔ان حالات میں پورے خاندان کو ازسرنو زندگی کا آغاز کرنا پڑا۔اس بے سروسامانی کے حالات میں بڑی مشکل سے گزر بسر ہورہی تھی۔محترم دادا جان نے والد صاحب کو جھنگ پٹوار سکول میں داخل کروادیا۔محترم والد صاحب نے بڑی محنت سے پٹوار کورس مکمل کیا اور آپ کی تقرری بطور پٹواری مال ضلع جھنگ میں ہوگئی۔محترم والد صاحب بیان کرتے تھے کہ میری پہلی تنخواہ صرف 36 روپے تھی۔ میں اپنے گزارا کی رقم رکھ کر ساری تنخواہ حضرت دادا جان اور دادی جان کو دے آتا تھا۔اس رقم سے دادا جان زمین کی اقساط ادا کرتے تھے۔ وقت گزرتا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حالات بہتر کردیئے۔ 30 جون 1959ء کو محترمہ دادی جان نیاز بیگم صاحبہ کی وفات چک نمبر 2 ٹی ڈی اے ضلع خوشاب میں ہوئی تھی۔آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔آپ ایک نہایت سلیقہ شعار، مہمان نواز، دعا گو اور صائب الرئے، خداترس اور شفیق خاتون تھیں۔محترم والد صاحب نے ہمیشہ اپنی والدہ کو دعا دی اور یہ کہا میری ماں نے مجھے یہ سکھایا۔اللہ ان پر رحم کرے۔آمین۔

والد صاحب کی شادی محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ بنت چوہدری عبداللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی کے ساتھ مورخہ 24 جولائی 1957ء کو چک نمبر 2 ٹی ڈی اے ضلع خوشاب میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری بڑی والدہ محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بطن سے ایک بیٹی اور 2 بیٹوں سے نوازا۔والد صاحب کچھ سالوں کے بعد کسوآنہ ضلع جھنگ میں اپنی فیملی کو ساتھ لے گئے۔وہاں پر میری بڑی والدہ محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی مختصر علالت کے بعد مؤرخہ 21 ستمبر 1970ء کو وفات ہوگئی۔آپ نے چھوٹی عمر میں نظام وصیت کے بابرکت نظام میں شمولیت اختیار کرلی تھی۔آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔آپ بہت ساری خوبیوں کی مالک تھیں۔محترم والد صاحب ہمیشہ آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو دعا گو، صابرہ، سلیقہ شعار، مہمان نواز اور عبادت گزار ہونے کا ذکر کیا کرتے تھے۔

بچے ابھی چھوٹے تھے اور والد صاحب کی عمر بھی 40 سال تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں صورت حال لکھ کر مشورہ کی درخواست کی تو حضور انور رحمہ اللہ نے از راہ شفقت فرمایا کہ بہتر ہے کہ بچوں کی خالہ سے شادی ہوجائے۔اس ارشاد کی تعمیل میں محترم نانا جان نے اپنی دوسری بیٹی محترمہ آصفہ فرحت صاحبہ کا رشتہ کردیا اور مؤرخہ 14 نومبر 1972ء کو دوسری شادی ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بطن سے ایک بیٹی اور 3 بیٹوں سے نوازا۔حضور انور رحمہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل کی برکت سے انتہائی پیار و محبت سے فیملی پروان چڑھی۔ جوانی کی عمر تک پہنچنے میں ہمیں یہ علم نہ تھا کہ والد صاحب کی اولاد 2 بیویوں سے ہے۔اس میں میری والدہ محترمہ نے بھی اپنا بہترین کردار نبھایا۔ **فجزاھم اللہ تعالیٰ**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد سے نوازا جس میں دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے شامل ہیں۔ بڑی بیٹی محترمہ امتہ الشافی صاحبہ زوجہ رانا نعیم احمد صاحب آف

چک نمبر 88 ج ب فیصل آباد حال مقیم ربوہ، دوسری بیٹی محترمہ شائستہ انجم صاحبہ اہلیہ محمد بوٹا صاحب آف ڈوگری گھمناں سیالکوٹ حال مقیم ربوہ ہیں۔ بیٹوں میں بڑے بیٹے محترم رانا ممتاز احمد خاں صاحب سابق صدر جماعت بون جرمنی حال مقیم جرمنی، محترم رانا سعید ناصر خاں صاحب حال مقیم یوکے، خاکسار رانا مبین کاشف خاں ایڈووکیٹ کارکن دارالقضاء صدر انجمن احمدیہ ربوہ، ممبر عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ، عزیزم رانا نوید احمد خاں صاحب (پی ایچ ڈی۔ ریسرچ اسسٹنٹ صدر جماعت کوٹ بُس جرمنی حال مقیم جرمنی)، عزیزم رانا منیب احمد خاں صاحب ماسٹر ان پروجیکٹ مینجمنٹ لندن حال مقیم لندن سابق زعیم خدام الاحمدیہ دارالعلوم شرقی نور۔ ربوہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپکی اہلیہ محترمہ اور آپ کے سب بیٹے بیٹیوں کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ علیٰ ذالك

والد صاحب محترم کی سروس ضلع جھنگ میں تھی۔ اس لیے والد صاحب بڑی والدہ کی وفات کے بعد اپنے غیر از جماعت کزن رانا عبدالغفور خاں صاحب کے پاس گڑھ موڑ ضلع جھنگ میں شفٹ ہو گئے۔ چچا جان رانا عبدالغفور خاں صاحب کی والدہ محترمہ نواب بی بی صاحبہ حیات تھیں انہوں نے والد صاحب کو اپنے بیٹوں کی طرح رکھا۔ گھر کے دو بیڈروم تھے۔ ایک چچا جان کے پاس اور دوسرا والد صاحب کے پاس تھا۔ وہاں تقریباً 11، 12 سال کا عرصہ گزارا۔ وہاں نماز سنٹر بنایا، جماعتی مہمانان اور مربیان بھی جاتے تھے۔ 1974ء کے نامساعد حالات میں وہیں مقیم تھے چچا جان مرحوم نے سیسہ پلائی دیوار کی طرح ان حالات میں استقامت دکھائی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی کو ان کی طرف آنکھ اٹھانے کی جسارت نہ ہوئی۔

محترم والد صاحب پیدائشی احمدی، موصی، باعمل، دلیر، باہمت نڈر انسان تھے۔ آپ نافع الناس، خدمت خلق اور مہمان نوازی کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آپ صائب الرائے اور صاحب فراست اور زیرک انسان تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بارعب شخصیت کے ساتھ گرجدار اور بااثر آواز سے بھی نوازا تھا۔ آپ خوش اخلاق، خوش لباس، دراز قد اور وجیہہ انسان تھے۔ آپ ایک پرجوش اور باثمر داعی الی اللہ تھے۔

کیونکہ آپ کی ساری ملازمت ضلع جھنگ میں ہی رہی اور عارضی رہائش چچا جان عبدالغفور خاں صاحب کے پاس تھی۔ اس لئے 1981ء میں والد صاحب نے گڑھ موڑ ضلع جھنگ میں دو کنال زمین خرید کر اپنا مکان تعمیر کیا۔ اور وہاں شفٹ ہو گئے۔ گڑھ موڑ ضلع جھنگ میں ہمارا احمدیوں کا اکیلا مستقل گھر تھا۔ اسکے علاوہ کوئی ملازمت پیشہ اور کچھ دوست تھوڑے عرصہ کے لیے آئے۔ اس طرح باقاعدہ جماعت کا قیام ہوا۔ نماز سنٹر بھی قائم تھا۔ والد صاحب نے ایک کنال جگہ میں ڈیرہ بنایا ہوا تھا۔ جہاں پر مہمانوں کے ٹھہرنے کے لیے جگہ اور دیگر انتظام موجود تھا۔ والد صاحب پٹواری مال تھے نیز آپ اپنے کام میں مہارت اور عبور کی وجہ سے علاقہ میں نمایاں تھے اور آپ بے لوث خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے اس وجہ سے بے شمار غیر از جماعت لوگ تقسیم جائیداد، لین دین اور وراثت کے مسائل کے مشورہ کے لیے آپ کے پاس بڑی تعداد میں آتے تھے۔ ان کی موسم کے مطابق مہمان نوازی بھی کی جاتی تھی۔ اسی طرح جماعتی نمائندگان بھی کثیر تعداد میں تشریف لاتے تھے۔ ان سب کی بھرپور مہمان نوازی کا موقع بھی ملتا رہا۔

میں نے محترم والد صاحب کو حضرت دادا جان کی یہ بات بار بار دہراتے ہوئے سنا کہ یہاں جگہ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جھنڈا لگاؤ۔ ان کے ارشاد کی تعمیل میں پھر یہ جگہ میں نے خریدی تھی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مہمان خانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مہمان نوازی میں والد صاحب نے مہمان خانہ کی مثال قائم کی ہوئی تھی۔ مہمانوں کے لیے 20 چار پائیاں تیار کر کے رکھی ہوئی تھی اور 20 بستر موسم گرما اور 20 بستر موسم سرما کے تیار کر کے مہمانوں کے لیے رکھے ہوئے تھے۔ 50 من سے زائد گندم ہر سال گھر میں سٹور کی جاتی تھی۔ اس کے پکانے کے لیے لکڑیوں کا ایندھن اکٹھا کر کے رکھا جاتا تھا۔ روٹی پکانے کے لیے بڑے توے کا انتظام تھا جس پر ایک وقت میں 4 یا 5 روٹیاں پک سکتی تھیں۔ اس پر روزانہ 3 وقت روٹیاں پکائی جاتی تھیں۔

حضرت داد جان چوہدری عبدالحمید خاں صاحب کاٹھ گڑھی رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام محترم والد صاحب کے پاس گڑھ موڑ تشریف لے آئے۔محترم داد جان نے وہاں آ کر بہت خوشنودی کا اظہار کیا اور حضرت داد جان محترم والد صاحب سے بہت خوش تھے کہ انہوں نے میری ہر کام میں اطاعت کی اور اپنی آواز میں یہ پیغام ریکارڈ کروایا نیز محترم والد صاحب کو بہت ساری دعاؤں سے نوازا۔آپؓ کی وفات 18 اپریل 1985ء کو گڑھ موڑ ضلع جھنگ میں ہوئی۔آپ کا جنازہ گڑھ موڑ ضلع جھنگ میں پڑھایا گیا تو غیر از جماعت لوگوں کی کثیر تعداد نے اس میں شرکت کی۔اس کے بعد آپ کا جسد خاکی ربوہ لایا گیا اور مسجد مبارک میں جنازہ ہونے کے بعد آپ کی تدفین قطعہ صحابہ بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں عمل میں آئی۔

محترم والد صاحب نے ہمیشہ اپنے عمل سے ہمیں احمدیت کی تعلیم دی۔بارہا میں نے آپ سے غیر از جماعت دوستوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں احمدیت کا نشان ہوں۔میں آپ کے درمیان میں اتنے عرصہ سے رہ رہا ہوں۔بتاؤ میں نے کبھی کسی کا کوئی حق مارا ہو، کسی کو دکھ دیا ہو یا کسی سے زیادتی کی ہو؟ یا میرے بچوں نے آپ سے کبھی زیادتی کی ہو؟ یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور احمدیت کی سچائی کا ثبوت ہے۔ورنہ میری راجپوت برادری اور بھی یہاں موجود ہے وہ یہ سب کچھ بڑے فخر سے کر لیتے ہیں۔

آپ نے احمدیت کی تعلیم کو عملی شکل میں رائج کرنے کے لیے جہاد کیا۔ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔میرے بڑے بھائی کی شادی 1989ء میں ہوئی۔شادی کے وقت چچا جان مکرم عبدالغفور خاں صاحب اور دادی جان مکرمہ نواب بی بی صاحبہ جن کا اوپر ذکر کیا ہے کہ وہ غیر از جماعت تھے اور انہوں نے بے انتہا قربانیاں دی تھیں، انہوں نے اصرار کیا کہ خوشی کا موقع ہے اس پر ہمیں ڈھول اور بینڈ باجے بجانے ہیں بلکہ بینڈ باجوں والوں کو بلوا لیا۔یہ ایک انتہائی مشکل وقت تھا کیونکہ دادی جان کی بات کو نہ ماننا ناممکن تھا۔ہم سب بھی کافی پریشان تھے کہ اب کیا ہوگا۔والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کمال حوصلہ اور فراست دی تھی۔آپ نے بینڈ باجے والوں کو جا کر کہا کہ آپ نے باجے بجا کر پیسے لینے ہیں اگر میں آپ کو ویسے ہی رقم دے دوں؟ پس ان کو رقم دے کر واپس بھجوا دیا۔اس پر دادای جان ناراض ہو گئیں کہ آپ نے ہماری اتنی سی بات نہیں مانی۔اس پر آپ نے نہایت ادب سے عرض کی کہ یہ میرے ایمان کی بات ہے، میں یہ نہیں کر سکتا۔تھوڑی ناراضگی کے بعد ان کو منا لیا۔

چونکہ اپنا ملکیتی زرعی رقبہ خوشاب میں تھا اور گڑھ موڑ میں اپنی زرعی زمین نہ تھی تو ایک دوست سے ٹھیکہ پر 15 ایکڑ اراضی لے کر مزارع سے کاشت کرواتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اسی میں اس قدر برکت رکھ دی تھی کہ سارے معاملات بااحسن وخوبی چلتے رہے۔اس عرصہ میں جو بھی مہمان آیا اس کی خوب خاطر مدارات کیں۔بلکہ جس دن مہمان نہ آتا تھا تو فکر کرتے تھے اور مکرم دادا جان کی یہ بات یاد کرتے تھے کہ جس دن مہمان نہ آئے اس دن یہ سوچو کہ کیا گناہ ہوا ہے کیونکہ مہمان تو رحمت ہوتا ہے۔

مہمان کو کھانا بھجوانے سے پہلے آپ خود کھانا نہیں کھاتے تھے۔ہم میں سے ایک بھائی کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ جب تک مہمان کھانا ختم نہیں کر لیتا ہم نے اس کے پاس بیٹھ کر اس سے دریافت کرنا ہے کہ کچھ مزید چاہیے؟ نہ صرف دریافت کرنا ہے بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ مہمان کے پاس روٹی ختم نہیں ہونی چاہیے کیونکہ والد صاحب کا خیال تھا کہ بعض مہمان شرم محسوس کرتے ہیں کہ بتائیں کہ کچھ اور چاہیے یا نہیں۔

میری والدہ صاحبہ اور ہمشیرگان کو اکثر یہ نصیحت کرتے کہ سالن بناتے وقت اس میں مزید پانی شامل کر کے شوربہ بنا لیں اور ضرورت مند ہمسائیوں کو ضرور دیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گھر سے روزانہ تین، چار گھر سالن لے کر جاتے تھے۔آپ ہر سال میری والدہ کو تقریباً 1 من کچے آم لا کر دیتے اور اس سے 4 مرتبان اچار کے تیار کر کے گھر رکھے جاتے تھے۔کہتے تھے کہ اگر سالن نہیں تو ان کو اچار لازمی دے دیں۔مہمان کو بھی ضرور پیش

کریں کیونکہ بعض سالن پسند نہیں کرتے۔

ایک دفعہ رات کے 1 بجے کے قریب محترم جہانگیر محمد جوئیہ صاحب مرحوم سابق امیر ضلع خوشاب ہمارے گھر تشریف لائے۔ ان سے تعارف کے بعد ان کو اندر ڈیرے پر لایا گیا۔ والد صاحب نے حسب معمول بھائی کو کھانا لانے کے لیے کہا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے آگے کام سے جانا تھا تو کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی اور ہم نے ہوٹل پر کھانا کھالیا ہے اور ان سے ہی دریافت کیا کہ یہاں کوئی احمدی رہتا ہے تو انہوں نے ہمیں آپ کا بتایا اس لئے تو ہم قیام کے لیے یہاں آ گئے۔ والد صاحب نے ان کو کہا کہ جب آپ نے قیام کے لیے آنا تھا تو آپ کو کھانا بھی یہاں آ کر کھانا چاہیے تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم آئندہ خیال رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ معروف احمدی تھے اس لئے آپ کو سب جانتے تھے۔ غیر از جماعت دوست مہمانوں کو گھر پہنچا جایا کرتے تھے۔

جماعتی میٹنگ اور دیگر کئی مواقع پر 25 سے 30 افراد کے کھانے کا بھی انتظام کرنا معمول تھا۔ مربیان کرام کی ضلعی میٹنگ جس میں مکرم ناظر صاحب اصلاح وارشاد مقامی تشریف لائے، وہ بھی گڑھ موڑ پر منعقد ہوئی تو اس کے انتظامات بھی آپ نے کئے۔ ایک موقع پر محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کی مہمان نوازی کا بھی موقع ملا۔ اس کے علاوہ بہت سارے بزرگان سلسلہ جن میں محترم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب، محترم حافظ مظفر احمد صاحب، محترم محمود احمد بنگالی صاحب، محترم نصر اللہ خان ناصر صاحب، محترم اشرف ضیاء صاحب، محترم مسعود سلیمان صاحب، محترم حافظ خالد افتخار صاحب، محترم ظفر احمد ناصر صاحب اور دوسرے بہت سارے واقفین زندگی شامل ہیں، کی خدمت کا موقع ملا۔

آپ پیغام حق پہنچانے کا کوئی موقع نہ چھوڑتے بلکہ خود مواقع پیدا کرتے۔ جو آدمی مشورہ لینے کے لیے آتا اس کی مہمان نوازی کے بعد اس کو پیغام حق پہنچاتے۔ ہم بچے تھے تو ہمیں کہتے نماز سناؤ، کلمہ سناؤ، درود شریف سناؤ جب ہم سنا دیتے تو کہتے آپ لوگ ان کو غیر مسلم کہتے ہو۔ آپ لوگ تو سرکاری مسلمان ہو اصل مسلمان تو ہم ہیں۔ اختلافی مسائل اور عقائد احمدیت پر کمال دسترس تھی۔ ہم نے آپ کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے بااثر آواز سے نوازا تھا اور اس وجہ سے مجمع کی توجہ اپنی طرف آسانی سے مبذول کروا لیتے تھے۔ آپ جو بھی حق بات ہوتی آپ بغیر کسی خوف کے کہہ دیتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے بحیثیت احمدی علاقہ میں ان کے کردار کی وجہ سے بہت عزت عطا کی تھی۔ ہم نے لوگوں کو علاقہ کی روایت کے مطابق جھک کر ان کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر سلام کرتے دیکھا اور یہ بھی اکثر کہتے ہوئے سُنا کہ ''توں ساڈا بابا ایں'' یعنی آپ ہمارے باپ کی طرح ہیں۔ اگر آپ کی نماز کا وقت ہو جاتا تو مشورہ لینے والے مہمان کو کہتے کہ میری نماز کا وقت ہو گیا ہے ہم نماز پڑھنے لگے ہیں۔ آپ بھی نماز پڑھ لیں۔ آپ کا جو بھی مسلک یا عقیدہ ہے آپ وضو کرو اور اپنی نماز پڑھ لو۔ میں نے اکثر یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ میرے گھر میں بے نمازی کوئی نہیں رہتا۔ میں، میری بیوی، بہوئیں، بیٹیاں اور بیٹے سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز پڑھ کر سوتے ہیں۔ اس لیے آپ بھی نماز پڑھ لیں۔ آپ کی پابندئ نماز کا یہ عالم تھا کہ میں نے بارہا سنا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالی ہے نماز ترک نہیں کی اور یہ حدیث بھی پڑھا کرتے تھے کہ مَنۡ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا۔ ہم بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ نے بہت توجہ سے نماز کو قائم کیا۔ آخری بیماری میں آپ مسجد نہیں جا سکتے تھے تو گھر پر ہی نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کے دوست محترم عبدالعزیز مجاہد صاحب آپ کے پاس رہتے تھے۔ انہوں نے نماز ادا کر کے آنا اور بتانا کہ میں مسجد سے نماز پڑھ کر آیا ہوں تو والد صاحب گھر پر ہی نماز پڑھ لیتے۔ آپ کی وفات جمعہ کے روز مغرب سے چند منٹ قبل ہوئی۔ اس روز جمعہ کی نماز کے ساتھ نماز عصر جمع ہوگئی تھی۔ مکرم مجاہد صاحب نے آ کر بتایا کہ نمازیں جمع ہوگئیں ہیں تو آپ نے میرے سامنے لیٹے ہوئے پہلے نماز ظہر ادا کی اور پھر نماز عصر ادا کی۔ گویا اپنی زندگی کی آخری نماز بھی ادا کر کے گئے۔

سال 1984ء میں جب حالات خراب ہوئے تو ایس ایچ او صاحب دو سپاہیوں کے ساتھ ہمارے گھر آئے اور کہا کہ مجھے آپ کی حفاظت کے لیے ہدایت ملی ہے۔ حالات اچھے نہیں ہیں۔ آپ نے ان کو سمجھایا کہ میں گورنمنٹ سروس کرتا ہوں، میرے بیوی بچے ہیں، میرے نوکر ہیں اور میری گائے بھینس ہیں، آپ کس کس کی حفاظت کریں گے؟ آپ ان لوگوں کو سمجھائیں۔ ہم کام چھوڑ کر تو نہیں بیٹھ سکتے۔ ہماری حفاظت ہمارا خدا کرے گا۔ والد صاحب اس بات سے بھی فکرمند تھے کہ یہ ہماری آمدورفت پر نظر رکھیں گے۔ ان کا یہاں ہونا اچھا نہیں ہے لیکن ایس ایچ او صاحب بضد تھے اور وہ ان دو سپاہیوں کو چھوڑ گئے۔ خیر وہ رات کو سو گئے اور صبح فجر کے وقت والد صاحب نے اپنے دو بیٹوں کو ساتھ لیا اور ان سپاہیوں کو اٹھایا کہ فجر کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ جائے نماز اور لوٹا لو اور اپنی نماز پڑھ لو۔ سپاہیوں کے لیے یہ حیران کن تھا۔ انہوں نے کچھ لیت ولعل کی تو آپ نے کہا کہ اگر یہاں رہنا ہے تو آپ کو نماز پڑھنی پڑے گی۔ وہ دونوں کچھ دیر بعد وہاں سے چلے گئے۔

میں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ مجھے میرے سکول ٹیچر نے کہا کہ آپ کے لیے وظیفہ آیا ہے۔ یہ مینارٹیز کے لیے سکالرشپ تھی۔ میں بچہ تھا، میں نے آکر والد صاحب کو بتایا کہ وظیفہ ملنا ہے اور وہ پوچھ رہے ہیں کہ آپ نے لینا ہے؟ والد صاحب نے کہا کہ میں آپ کے سکول جاؤں گا۔ والد صاحب بہت خوش لباس تھے۔ آپ ہمیشہ سر پر پگڑی، شیروانی اور کھسہ پہنا کرتے تھے جو کہ آپ کی ایک پہچان تھا۔ آپ نے اپنا لباس زیب تن کیا اور میرے سکول چلے گئے۔ جا کر ہیڈ ماسٹر صاحب کو ملے اور باقی سکول ٹیچر بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے ان کو نہایت اچھے طریق سے احمدیت کا پیغام پہنچایا اور ان کو بتایا کہ میں یہاں لمبے عرصہ سے رہ رہا ہوں۔ آپ نئے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نادار لوگوں کی مدد کرتا ہوں۔ اگر کسی غریب بچے کی فیس وغیرہ کا مسئلہ ہو تو مجھے بتائیں۔ جماعت احمدیہ کے عقائد انہیں بتائے اور کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں اور اسطرح یہ موقع بھی پیغام حق پہنچانے کا ضائع نہ کیا۔

ایک دفعہ والد صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی۔ آپ ایک نئے ڈاکٹر صاحب کے پاس گئے۔ میں والد صاحب کے ساتھ تھا۔ ڈاکٹر صاحب کچھ متعصب تھے۔ آپ نے جا کر حسب معمول السلام علیکم کہا تو ڈاکٹر صاحب نے آگے سے کہا کہ آپ آئین پاکستان کے تحت السلام علیکم نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اس پر آپ نے فوراً کہا کہ ڈاکٹر صاحب! میں نے تو آئین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت آپ کو السلام علیکم کہا ہے۔ آپ آئین پاکستان کو مانتے ہیں جبکہ میں آئین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے۔

آپ باعمل اور صاف گو انسان تھے۔ اس بات کا غیر از جماعت بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بہت بڑے جو کہ زمیندار قریشی فیملی کا تھا، جائیداد کا تنازعہ پیدا ہو گیا۔ یہ اہل تشیع تھے۔ ایک فریق نے والد صاحب کو اپنا ثالث بنانے کا عندیہ دیا اور دوسرے فریق نے سید مہدی حسین شاہ صاحب کو ثالث بنانا چاہا۔ سید مہدی حسین شاہ صاحب اہل تشیع میں ایک بلند مقام رکھتے تھے اور مسجد کے امام اور پیر تھے۔ سید مہدی حسین شاہ صاحب ہمارے گھر والد صاحب کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ یہ معاملہ اس طرح ہے۔ میں اپنی طرف سے بھی آپ کو ثالث کرتا ہوں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ آپ صرف انصاف پر مبنی ہی فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ والد صاحب کو واحد ثالث مقرر کیا گیا۔ والد صاحب نے 6 ماہ کیس کی سماعت کی۔ ہر پیشی پر تقریباً پچاس سے ساٹھ مہمانان ہوتے جن کی مہمان نوازی بھی کی جاتی اور انکو پیغام حق بھی پہنچایا جاتا۔ عدالت نے بھی اس فیصلہ کو برقرار رکھا۔

آپ چندہ کی ادائیگی میں نہایت باقاعدہ تھے۔ بڑی فکر کے ساتھ چندہ وصیت کی ادائیگی کرتے۔ اپنی زندگی میں ہی آپ نے اپنی جائیداد کی تشخیص کروا کر حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ اپنی اولاد کو بھی اس کی تلقین کرتے اور کوشش کرتے تھے کہ جب بھی کوئی آمد آتی تو سب سے پہلے اس میں سے چندہ کی رقم

الگ کرتے۔ پنشن کی رقم لے کر آتے تو سب سے پہلے چندہ وصیت کی ادائیگی کرتے۔ بیماری کے ایام میں جب مسجد نہ جاسکتے تو پنشن آنے پر رقم بھجوا کر رسید کٹواتے۔ اس کی تلقین لوگوں کو بھی کرتے۔ جب کاشتکاری کرواتے تو بعض دفعہ لوگ کہتے کہ رانا صاحب آپ کی فصل کی پیداوار زیادہ کیوں ہوتی ہے تو آپ کہتے کہ میں اس میں سے دسواں حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہوں اس لیے اس کی پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہمیں بھی بتاتے کہ رزق میں برکت کا یہی ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرو۔

حقوق العباد کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے بلکہ یہ کہتے تھے کہ بندوں کے حقوق زیادہ توجہ سے ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق کی حفاظت ضروری ہے۔ ذاتی طور پر اور اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کر کے بھی آپ نے ہمیشہ ضرورت مندوں اور کمزوروں کی مدد کی۔ کسی نے بھی مدد چاہی تو اس کو اس کی توقع سے بڑھ کر دیا۔ پھر اس سے مسلسل رابطہ رکھ کر اس کی مشکل کے بارے میں بھی دریافت کرتے۔ ہر ہمسائے کی خوشی اور غمی میں سب سے پہلے پہنچے اور مدد کرتے۔ اگر کسی کی وفات ہوجاتی تو سب سے پہلے کھانا ان کے گھر والد صاحب نے پہنچایا۔ اسی طرح غریب بچیوں کی شادی میں بہت مدد بھی کی۔ اگر کسی نے زمین وغیرہ کے معاملات میں مشورہ چاہا تو اس کی ساری بات سن کر اس کو مشورہ دیا۔ اگر کسی کے پاس بھجوانا مقصود ہوتا تو اس کو چھٹی لکھ کر دیتے کہ یہ غریب آدمی ہے، اس کی مدد کردیں۔

ایک دفعہ ایک غریب شخص جو مٹی کے برتن بنانے کا کام کرتا تھا، اس نے کچھ رقم جمع کر کے ایک دکان خریدنا چاہی۔ جس شخص سے سودا ہوا وہ شخص کافی اثر ورسوخ والا تھا اور والد صاحب کا دوست بھی تھا۔ وہ لالچ کی وجہ سے اس غریب آدمی سے بھی رقم لے چکا تھا اور دکان کسی اور کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ وہ والد صاحب کے پاس آیا کہ میری مدد کریں۔ آپ نے فوری طور پر اس کو خط لکھ کر دیا کہ میرے جاننے والے وکیل صاحب کے پاس جاؤ اور فوری سٹے آرڈر لے آؤ۔ میں کچھ کرتا ہوں۔ جب وہ سٹے آرڈر لے آیا تو والد صاحب نے دکان مالک کو بھی سمجھایا کہ وہ غریب اور کمزور شخص ہے اور اصل حقیقت کا تمہیں بھی علم ہے۔ اس لیے کسی کا حق نہ مارو۔ آپ نے غریب آدمی کو پہلے قانونی طور پر محفوظ کیا اور پھر حکمت کے ساتھ مالک کو سمجھایا۔ اس طرح معاملہ سلجھ گیا اور دُکان اس کو مل گئی۔ وہ بہت دعائیں دیتا رہا۔ جب والد صاحب بیمار ہوئے اور اس کو علم ہوا تو حال دریافت کرنے آیا کرتا تھا۔ اسی طرح بہت سے غیر از جماعت دوستوں کے خیریت دریافت کرنے کے لیے فون آنے لگے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے علم ہوا تو اس پر انہوں نے بتایا کہ آپ کی طبیعت کے بارے میں ہم نے اس سے سنا تھا کہ آپ علیل ہیں۔

جب والد صاحب نے 2006ء میں اپنی بیماری کی وجہ سے ربوہ ہجرت کی تو ہم نے لوگوں کو زاروقطار روتے دیکھا۔ بہت ساری عورتوں نے کہا کہ ہمارا باپ جا رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف ہے تو ہم دور کر دیتے ہیں۔ آپ نہ جائیں۔

یہ آپ کا اخلاق تھا اور احمدیت کی تعلیم تھی کہ اُس نے لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب جھنگ سے آ کر علاقہ کی مسجد میں احمدیت کے خلاف بولنے لگے۔ جب والد صاحب کا نام لیکر اس نے کہا کہ ان سے کوئی نہ ملے اور مقاطع کریں تو وہاں پر موجود ایک شریف النفس سکول ٹیچر نے ہمت کی اور کہا مولوی صاحب! ہم یہاں بڑے امن کے ساتھ رہ رہے ہیں اور میں اس چیز کا گواہ ہوں کہ ہمیں جس چیز کی بھی ضرورت پڑی ان کے گھر سے ہی ملی۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ان کا مقاطع کریں پھر آپ کوئی ذریعہ بھی بتادیں کہ ہم کہاں جائیں؟ اس لیے آپ مہربانی کریں اور نفرت نہ پھیلائیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بلند حوصلہ دیا تھا کہ اس پر رشک آتا ہے۔ ایک دفعہ کسی مولوی نے سپیکر پر نام لیکر نفرت انگیز تقریر کی۔ ہم کچھ خوف

زدہ تھے کہ لوگوں کا اس پر کیا ردعمل ہوگا۔ آپ بغیر کسی خوف کے حسب معمول اپنا باوقار لباس، پگڑی، کھسہ اور شیروانی زیب تن کر کے بازار کے لیے تیار ہو گئے۔ میری والدہ صاحبہ نے کہا کہ آپ آج نہ جائیں تو کہنے لگے کہ اگر ہم ان سے ڈر گئے تو پھر یہ ہمیں گھر میں بھی نہیں رہنے دیں گے۔ ہم آپ کے پیچھے اور آپ آگے آگے سب کو سلام کرتے بازار گئے۔ اپنے دوستوں کو ملے بلکہ انہوں نے اظہار کیا کہ رانا صاحب! یہ مولوی بس اپنے رزق کے لیے ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ ہمیں تو سارا علم ہے کہ حقیقت کیا ہے۔

محترم والد صاحب الفضل کا روزانہ مطالعہ کرتے۔ ہمیشہ الفضل اپنی واسکٹ کی جیب میں رکھتے اور دوستوں کو پڑھ کر سناتے۔ مجھے یاد ہے کہ محرم الحرم کے ماہ کے آغاز میں والد صاحب اپنے جاننے والے ایک مشہور شیعہ تاجر کے پاس گئے تو والد صاحب نے اپنی جیب سے الفضل نکال کر اسے دیا جس کے صفحہ اول پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں تحریرات درج تھیں۔ تحریرات کو پڑھنے کے بعد اس تاجر نے کہا کہ جو مرزا صاحب نے لکھا ہے ہمارا بھی بالکل یہی عقیدہ ہے اور اس نے بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔

جب ڈش انٹینا کے ذریعہ ایم ٹی اے کی نشریات شروع ہوئیں تو اس وقت بڑی کوشش کر کے 12 فٹ کی ڈش لگوائی اور جس دن خطبہ سنا اس قدر خوش تھے کہ اب احمدیت کا پیغام گھر گھر پہنچے گا۔ خطبہ کے وقت اہتمام کر کے غیر از جماعت دوستوں کو بلوا کر خطبہ سناتے اور کہتے خود سن لیں کہ ہمارے امام ہمیں کیا تعلیم دیتے ہیں۔

جلسہ سالانہ کے پروگرام کے حوالے سے دوستوں کو پہلے سے شیڈول دے آتے اور آنے کی دعوت دیتے کہ آپ آ کر ہمارے جلسہ میں شامل ہوں اور تقاریر سُنیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک کثیر تعداد جلسہ پر ہمارے گھر جمع ہو جاتی تھی۔ پردہ میں غیر از جماعت عورتوں کو بھی جلسہ سنایا جاتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر غیر از جماعت دوستوں کو دیکھاتے اور کہتے کہ غور سے دیکھ لیں۔ یہ وقت کے امام کی تصویر ہے۔ اگر صاحب بصیرت ہو تو بتاؤ کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ ہو سکتا ہے؟۔ ڈیرہ پر ہی نماز سنٹر تھا جو ہر آنے والے کو نظر آتا تھا۔ نماز سنٹر میں کلمہ طیبہ تحریر کروایا۔ ایک دیوار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ اشعار لکھوائے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا نام اُس کا ہے محمد ﷺ دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

ہر آنے والا یہ اشعار پڑھتا تو اس طرح اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچ جاتا۔ والد صاحب فرماتے کہ یہ حضور علیہ السلام کا اپنا کلام ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ ''وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے''۔ آپ لوگ ہم پر جو الزام لگاتے ہیں وہ تو سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں۔

میرے محترم والد صاحب کا خلافت سے پختہ تعلق تھا اور آپ نے اپنی اولاد کو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کی تعلیم دی کہ جو لفظ خلافت کی منہ سے نکلے فی الفور اس کی تعمیل میں لگ جاؤ۔ خلافت ثالثہ میں ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ شکار کے لئے عنایت بنگلہ لیہ تشریف لے گئے۔ گڑھ موڑ جہاں والد صاحب مقیم تھے، عنایت بنگلہ لیہ کے راستہ میں آتا تھا۔ تایا جان مکرم ناصر احمد بہادر شیر افسر حفاظت تھے۔ ان کے ذریعہ معلوم ہو گیا تو والد صاحب دو احمدی دوستوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے۔ چونکہ یہ نجی دورہ تھا تو جماعتوں کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ انتظامیہ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ آپ کیوں آئے ہیں تو والد صاحب نے فرمایا کہ پروانوں کو دعوت نہیں دی جاتی۔ شمع کے گرد وہ خود ہی چلے آتے ہیں۔

حضور رحمہ اللہ نے جب والد صاحب کو دیکھا تو از راہ شفقت فرمایا کہ کاٹھگڑھی صاحب آپ کدھر تو عرض کی حضور جہاں سے آپ کی گاڑی لیہ کے لیے مڑی میں وہاں رہتا ہوں یہ جگہ دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ کے پاس ہے۔حضورؒ نے فرمایا کہ اُن کی کوئی بات سناؤ۔والد صاحب نے عرض کیا کہ حضور! وہ تو ایک بزرگ تھے تو حضورؒ نے فرمایا ان کو میں جانتا ہوں۔ان کے گدی نشینوں کی بات سناؤ۔والد صاحب کہتے کہ میں نے پنجابی میں کہا کہ حضور! وہ بہت جھوٹ بولتے ہیں۔تو حضورؒ نے فرمایا کہ اس بزرگ کی ان کو کیا قدر ہے۔اس دوران ایک رات بارش ہوگئی اور صفیں بھی باہر بارش میں گیلی ہوگئیں۔فجر کے وقت حضورؒ باہر تشریف لائے تو والد صاحب نے اپنے ساتھ والے احمدی دوست مکرم چوہدری منور احمد وڑائچ صاحب سے چادر لیکر جائے نماز پر بچھا دی۔حضورؒ نے اس پر نماز پڑھائی اور پیچھے تین چار لوگوں نے نماز ادا کی جن میں سے ایک والد صاحب بھی تھے۔

خلافت رابعہ میں جب مباہلہ کا پمفلٹ تقسیم کیا۔تو ایک اہل تشیع دوست سردار باقر علی خان صاحب جو بہت بڑے زمیندار تھے کسی کام سے والد صاحب کے پاس مورخہ 14۔اگست 1988ء کو آئے۔حسب معمول باتوں میں مباہلہ کا بھی بتایا۔اہل تشیع بھی اس دور میں کافی تنگ تھے تو انہوں نے کہا کہ اب اس کا کیا بنے گا۔والد صاحب نے کہا خان صاحب فرشتوں نے مسل تیار کر کے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کر دی ہے۔اب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ لکھنا ہے دیکھیں وہ کب لکھتا ہے۔4 روز بعد خدا کی تقدیر نے فیصلہ کر دیا۔اگلے دن خان باقر علی خان صاحب میرے والد صاحب کو ملے اور مذاقاً کہنے لگے میں پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں والد صاحب نے کہا کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ نے کہا تھا کہ فیصلہ ہونے والا ہے وہ ہو گیا ہے یہ آپ نے کروایا ہے۔والد صاحب نے بتایا کہ یہ خدائی تقدیر تھی۔ہمیں ہمیشہ کہا کہ جب بھی کوئی کام شروع کرو تو پہلے حضرت صاحب کو خط لکھو۔اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالتا ہے نیز فرماتے تھے خط لکھتے ہی دعا شروع ہو جاتی ہے۔خود بھی ہمیشہ یہی عمل رہا۔

مجھے 2005ء میں قادیان جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔مجھے نصیحت کی کہ سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہو کر میرا اسلام پہنچانا۔واپسی پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تفصیل پوچھی اور کہا تم سعادت مند ہو جو تمہیں یہ موقع میسر آیا ہے۔پھر خود کوشش کی 2008ء میں ویزا لگ گیا لیکن ملکی حالات کی خرابی کی وجہ سے کوئی بھی پاکستانی شامل نہ ہوسکا تو والد صاحب بھی اس سال نہ جاسکے۔پھر 2011ء میں قادیان تشریف لے گئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر حاضری دی خاکسار ساتھ تھا مجھے کہا یہ سعادت ہے کہ ہم مسیح آخر الزماں کے مزار پر حاضر ہیں جن کو سلام پہنچانے کی تاکید آنحضرت ﷺ نے کی تھی۔مجھے بتایا کہ میں جوبلی کے جلسہ پر پارٹیشن سے پہلے حضرت المصلح الموعود کے دُور میں قادیان آیا تھا۔کوشش کر کے تمام مقامات مقدسہ میں حاضری دی اور شکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت دوبارہ دی ہے۔میرے چھوٹے بھائی عزیزم رانا منیب احمد خاں کی شادی یوکے میں ہوئی۔اس میں ہماری فیملی سے کوئی شامل نہ ہوسکتا تھا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت نکاح پڑھایا اور شادی کے دن از راہ شفقت اپنے دفتر سے دعا اور تحائف کے ساتھ رخصتی فرمائی۔اس پر اس قدر خوش تھے کہ ان کی خوشی کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔آپ نے عزیزم کو بھی تسلی دی کہ تمہیں اب کسی کی بھی کمی کی ضرورت محسوس نہیں کرنی چاہیے۔کیونکہ ماں باپ سے بڑی اور بابرکت ہستی شامل ہوگئی ہے۔

آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک باثمر داعی الی اللہ تھے۔آپ کو 40 سال تک صدر جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔آپ تحصیل احمد پور سیال کی 4 جماعتوں کے امیر حلقہ تھے۔آپ باقی جماعتوں کے لیے ڈھال کا کام کرتے رہے۔ایک دفعہ کوٹ بہادر میں ہمارے مربی صاحب مکرم شکیل خان صاحب اور دو احمدی دوستوں پر ایف آئی آر ہوگئی۔آپ پولیس اسٹیشن گڑھ مہاراجہ میں گئے تو وہاں بہت سارے مولوی حضرات بھی تھے۔آپ نے السّلام علیکم کہا

تو مولویوں نے شور کیا کہ ان پر بھی پرچہ کریں انہوں نے السّلام علیکم کہا ہے آپ نے کہا کہ میں نے تھانے دار کو کہا ہے تھانے دار صاحب نے کہا میں نے نہیں سنا۔ مولویوں نے کسی بات پر کہا آپ واجب القتل ہیں تو آپ نے کہا پھر دیکھ کیا رہے ہیں میں سامنے بیٹھا ہوں اگر ہمت ہے تو مجھے ہاتھ لگاؤ۔ آپ علاقہ میں صاحب اثر تھے آپ کے ساتھ غیر از جماعت دوست بھی تھے انہوں نے مولویوں کو چپ کروایا۔

علاقہ میں اچھے اثر ورسوخ کا یہ عالم تھا کہ الیکشن کے دنوں میں امیدوار یا اس کے نمائندے والد صاحب کے پاس آتے کہ ہمیں ووٹ چاہیے آپ بتاتے کہ ہم ووٹ کاسٹ نہیں کرتے تو وہ کہتے ہمیں علم ہے تاہم آپ کے زیر اثر افراد ہیں آپ ان کو کہیں گے تو وہ ہمیں ووٹ دے دیں گے۔

ہمارے ہاں ایک سرکاری ہسپتال کے ڈاکٹر صاحب جو ہارٹ کے حوالے سے اچھا تجربہ رکھتے تھے اور دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ کے گدی نشین صاحبزادہ مجید سلطان صاحب کے پرسنل ڈاکٹر بھی تھے۔ والد صاحب نے وہاں ان سے علاج شروع کروایا تو لوگوں نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ یہ احمدی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کسی وقت ملتان میں ایک احمدی ڈاکٹر صاحب کے زیر اثر رہے تھے اُن کو لوگوں کے بتانے پر والد صاحب سے اور بھی ہمدردی پیدا ہوگئی اور ان سے دوستی ہوگئی وہ گھر آ کر والد صاحب کو چیک کر جاتے تھے۔ ایک دفعہ میرے دو چھوٹے بھائی عزیزم نوید احمد اور منیب احمد ان کے پاس ملنے گئے عین اس وقت ڈاکٹر صاحب کو دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ کے گدی نشین صاحبزادہ حاجی مجید سلطان صاحب کا فون آیا کہ ان کی طبیعت اچھی نہیں جلدی آئیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فوری ای سی جی مشین وغیرہ گاڑی میں رکھی اور ان دونوں کو بھی ساتھ بٹھالیا اور کہا چلیں اسی بہانے آپ کو ملاقات بھی کروادوں گا۔ (یہ ذہن میں رہے کہ کسی دربار کے گدی نشین سے ملنا ہر شخص کے لیے ممکن نہ ہے) اور ڈاکٹر صاحب نے ملاقات کے کچھ پروٹوکول بھی سمجھانے شروع کیے۔ جو ان کی طبیعت پر ناگوار گزرے تاہم برداشت کیا۔ سیکورٹی چیکنگ کے بعد اندر بتایا گیا کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دو لڑکے بھی ہیں انہوں نے کہا اگر ڈاکٹر صاحب تسلی دیتے ہیں تو آنے دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جھک کر سلام کیا اور ساتھ انہوں نے بھی سلام کیا اور ڈاکٹر صاحب نے چیک اپ شروع کر دیا۔ یہ بیٹھ گئے دوران چیک اپ حاجی مجید سلطان صاحب نے پوچھا کہ یہ لڑکے کون ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا یہ مجھے ملنے آئے تھے یہ اسٹوڈنٹ ہیں۔ میں نے کہا چلیں آپ کی ملاقات بھی کروادوں اور ساتھ والد صاحب کا نام لیا کہ یہ گڑھ موڑ سے رانا عبدالحکیم خاں پٹواری صاحب کے بیٹے ہیں۔ اس پر حاجی صاحب نے ان دونوں سے کہا آپ رانا پٹواری صاحب کے بیٹے ہیں؟ میرا اپنے ابو کو سلام کہنا۔ میں نے ان کا ایک کام کیا تھا۔ یعنی حاجی صاحب ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ کر ان سے براہ راست مخاطب ہو گئے۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب نے بھائیوں سے کہا کہ حاجی صاحب تو آپ کے والد صاحب کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ نے بتایا نہیں۔ گھر آ کر والد صاحب سے ذکر کیا تو والد صاحب نے بتایا کہ میرا ذاتی تعلق رہا ہے میں نے ان کے کئی کام کیے ہیں اور انہوں نے بھی میرا ایک کام کیا تھا جو کافی مشکل تھا۔ آپ کا یہ تعلق الحمد للہ علاقہ میں احمدیت کے لیے کافی فائدہ مند رہا ہے۔ 2019ء میں چک نمبر 5 / 3-L کی جماعت کے ایک احمدی پر کیس کر دیا گیا۔ تو آپ نے اپنے ایک عزیز سے ایم پی اے کو فون کروایا کہ ایم پی اے کو میرا تعارف کروانا کہ اس کے والد صاحب مجھے اچھی طرح جانتے تھے یہ بھی مجھے شاید پہچانتا ہوگا۔ اس کو کہو کہ اس مسئلہ کو عقلمندی سے حل کروادے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے پیغام دیا ہے ایم پی اے صاحب نے کہا کچھ وقت دے دیں میں حل کروادوں گا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد معاملہ ختم کروا دیا گیا۔

آپ غیر از جماعت عزیزوں سے بہت تعلق رکھتے تھے اور ان کی بے لوث خدمت کرتے تھے۔ اس وجہ سے وہ بھی والد صاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔ ہر خوشی میں دعوت دیتے اور غمی کی اطلاع دیتے تھے۔ جیسا کہ غیر احمدی ختم، چالیسواں وغیرہ کرتے ہیں۔ ایک چالیسواں پر دو تین سو افراد اکٹھے تھے والد صاحب بھی گئے مولوی صاحب کو یہ اچھا نہیں لگا اور اس نے کہا کہ آپ نے جب کلام نہیں بخشنا تو آپ آئے کیوں ہیں آپ نے بلند آواز

میں کہا مولوی صاحب یہ میرا عزیز فوت ہوا ہے آپ کا نہیں۔اس لیے میں آیا ہوں جب آپ کا فوت ہوگا تو نہیں آؤں گا۔لیکن آج تم مجھے یہ بتاؤ کہ ان سادہ لوح لوگوں کو کیوں بے وقوف بنایا ہوا ہے۔ یہ بتاؤ کہ آنحضرت ﷺ کے بیٹے فوت ہوئے اور صحابہ فوت ہوئے کیا کسی ایک کا چالیسواں ختم وغیرہ آپ نے کیا ہے۔مولوی نے کہا نہیں لیکن یہ تو ثواب کا کام ہے۔ والد صاحب نے کہا یہ کیسا ثواب ہے جس کو آنحضرتؐ نے پسند نہ فرمایا؟ اس فیملی نے ادھار لیکر یہ سب اہتمام کیا ہے۔ میں نے ان کو چاول گھی وغیرہ ادھار لیکر دیئے ہیں۔کچھ خدا کا خوف کرو دین میں یہ بگاڑ پیدا نہ کرو۔ چونکہ وہ مولوی جن لوگوں کے ختم پر آیا تھا وہ والد صاحب کی بے انتہا عزت کرتے تھے اس لیے مولوی کی وہاں کسی نے نہ سنی۔

اللہ تعالی نے آپ کو کمال کا حافظہ عطا کیا ہوا تھا۔آپ کو قرآن کریم کی بہت ساری سورتیں زبانی یاد تھیں۔درثمین ساری زبانی یاد تھی۔کافی احادیث زبانی یاد تھیں۔باجماعت نمازیں، جمعہ اور عیدین اور نماز تراویح پڑھاتے تھے۔سلسلہ کے بزرگان اور مربیان کرام کا بے انتہا احترام کیا کرتے تھے۔کہا کرتے تھے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہیں۔واقفین زندگی کی مہمان نوازی میں آپ کا الگ ہی رنگ ہوتا تھا بعض مربیان پہلی دفعہ جامعہ سے پاس ہوکر فیلڈ میں تعینات ہوتے تھے ان کی عزت واحترام میں بھی کسی رنگ میں کمی نہیں آنے دیتے تھے یہ کہتے تھے دیکھو یہ بھی کسی کے بیٹے ہیں جو اپنا گھر چھوڑ کر دین کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔ان کی عزت اور مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں آنی چاہیے۔بس سٹاپ سے کچھ فاصلہ پر ہمارا گھر تھا مہمان کی واپسی پر ہماری ڈیوٹی ہوتی تھی کہ مہمان کے سامان کو بس سٹاپ پر پہنچا کر اس کو اس کی سواری پر سوار کروایا جائے تاکہ مہمان کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہو۔آپ کی ایک خوبی یہ تھی کہ آپ کو اپنے والدین سے بے انتہا محبت تھی۔ ہر موقع پر ان کو یاد کرتے اور انکی نیکی کو بیان کرتے تھے ان کے لیے دعا گو رہتے تھے کہ ان کی تربیت کی بدولت میں نے زندگی میں آسانی پائی ہے۔

ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ آپ نے کوئی جائیداد کیوں نہ بنائی جب کہ آپ خود محکمہ مال میں تھے۔تو مجھے جواب دیا بیٹا میں نے عزت کمائی ہے اور آپ کو حلال رزق کھلایا ہے آپ کو تعلیم دلوادی ہے آپ اب خود بنالینا۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ پیسہ سے قطعاً محبت نہ کی۔ جب بھی آمد ہوتی چندہ وغیرہ دینے کے بعد ساری خرچ کر دیتے۔کسی سوالی کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے۔اس کے نتیجہ میں اللہ تعالی کا یہ سلوک ان کے ساتھ نمایاں تھا کہ جب بھی کوئی ضرورت پیش آئی اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل سے اس کا سامان پیدا کر دیا۔خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کے ہم سب شاہد ہیں۔

سال 2016ء میں آپ جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے لیے مسجد گئے ہوتے تھے بعد ادائیگی نماز وہیں پر برین ہیمرج کا اٹیک ہوا۔خاکسار آپ کو فوری طور پر طاہر ہارٹ انسی ٹیوٹ لیکر گیا۔ڈاکٹر صاحب نے چیک کرنے کے بعد کہا یہ اس وقت قومہ میں چلے گئے ہیں۔آپ فوری طور پر فیصل آباد لے جائیں۔میرے ایک عزیز محترم بشارت احمد صاحب کا رکن جامعہ احمدیہ یوکے کا فون آیا۔ میں نے ان کو حضور انور کو دعا کے لیے لکھنے کا کہا۔ میں ایمبولینس کا انتظام کر کے فوری طور پر فیصل آباد نکلنے لگا تھا کہ ان کا فون آیا کہ میں نے پرائیوٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر میں دعا کے لیے لکھوا دیا ہے۔اللہ فضل کرے گا۔

وہ مریض جس کے جسم کا کوئی حصہ حرکت نہیں کر رہا تھا اور قومہ میں تھا۔ابھی ایمبولینس چنیوٹ میں داخل ہوئی تو میرے ساتھ فیضان احمد صاحب زعیم خدام الاحمدیہ تھے انہوں نے کہا انکل ہاتھ ہلا رہے ہیں میں نے کہا نہیں غالباً گاڑی کے جھٹکے ہیں۔تھوڑی دُور جانے کے بعد مجھے بھی لگا کہ ٹانگ نے حرکت کی ہے۔ابھی ہم فیصل آباد میں داخل ہوئے ہی تھے کہ مجھے والد صاحب کی ہلکی سی آواز آئی۔ میں نے غور سے سنا تو کہہ رہے تھے کہ مجھے جھٹکے لگ رہے ہیں۔جب ہم ہسپتال کی ایمرجنسی وارڈ میں پہنچے۔ڈاکٹر صاحب کے پوچھنے پر آپ نے اپنا پورا نام رانا عبدالحکیم خاں بتایا۔اور ڈاکٹر صاحب کے باقی

سارے سوالات کے جواب بھی دیئے۔ جب نیورو فزیشن آئے تو انہوں نے تسلی دی کہ ایک کلاٹ آیا تھا جو اس وقت نہیں ہے۔ یہ بالکل تندرست ہیں آپ گھر جا سکتے ہیں۔ گھر آنے پر مجھے بڑے اطمینان سے کہا کہ یہ سب خلیفۃ المسیح کی دعا کی بدولت ہوا ہے اور یہ پڑھا کہ بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد ﷺ کے غلام اکثر۔

آپ نے اس کے بعد فعال زندگی پائی۔ مورخہ 8 مارچ 2019ء کو پاؤں سلپ ہوا جس سے ٹانگ میں کھچاؤ کی تکلیف ہوئی۔ ڈاکٹرز نے بیڈ ریسٹ کا کہا۔ اس کے بعد بتدریج عوارض بڑھ گئے۔ حرکت نہ کر سکنے کی وجہ سے یورن بیگ لگ گیا۔ لیکن یادداشت ٹھیک تھی اور خوراک بھی لیتے تھے۔ نمازیں وقت پر ادا کرتے رہے۔ کبھی لیٹ کر ادا کی اور کبھی کرسی پر بیٹھ کر ادا کی۔ مئی میں طبیعت زیادہ خراب ہونے پر طاہر ہارٹ انسی ٹیوٹ ربوہ میں داخل ہوئے۔ وہاں کمزوری بڑھتی گئی۔ خوراک کی نالی لگا دی گئی۔ کچھ طبیعت سنبھلنے پر گھر آ گئے اور عیدالفطر کے روز خود کہہ کر اپنا نیا سوٹ پہنا۔ بچوں کو عیدی دی۔ خوراک نالی لگے ہونے کے باوجود چمچ کے ساتھ کھائی۔ ہم سب مطمئن ہو گئے کہ اب الحمد اللہ طبیعت بہتر ہو گئی ہے۔ بظاہر ہمیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ابو جان کی طبیعت اب بہتر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے بھیدوں کو کوئی نہیں جانتا۔ وہ لمحہ جس سے کسی کو انکار نہیں آخر وہ لمحہ آن پہنچا۔ مؤرخہ 7 جون 2019ء بروز جمعۃ المبارک شام 7 بج کر 10 منٹ پر ہم سب موجود بہن بھائی آپ کے ارد گرد کھڑے تھے آپ نے اچانک ایک لمبا سانس لیا ہم نے آپ کو بلانا چاہا۔ لیکن وہ اس لمبے سانس کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے تقریباً 90 سال کی فعال عمر پائی اور اس نافع الناس وجود نے خدمت خلق اور حقوق العباد کی ادائیگی کو اپنی زندگی کا اولین مقصد سمجھا نیز حقوق اللہ کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کی۔ سینکڑوں دکھی دلوں کی ڈھارس بندھانے والا یہ نافع الناس وجود اب ہم میں موجود نہیں رہا۔ آپ کی وفات کی خبر نے غیر از جماعت احباب، دوستوں اور عزیز و اقارب کی آنکھ کو آشکبار کر دیا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

محترم والد صاحب کی خواہش تھی کہ انکی تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں ہو۔ اس خواہش کے پیش نظر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درخواست کی گئی جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں تدفین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ مورخہ 9 جون 2019ء کو بیت المبارک ربوہ میں محترم سید خالد احمد شاہ صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ نے پڑھائی۔ آپ کی تدفین ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا عدیل احمد صاحب اسسٹنٹ مشیر قانونی ربوہ نے دعا کروائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت مورخہ 26 جون 2019ء کو بعد نماز عصر اسلام آباد یو کے میں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے اولاد کی ہر لحاظ سے ایسی تربیت کی کہ قدم قدم پر یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین ثم آمین

محترم عبدالکریم خاں صاحب کاٹھگڑھی



حاجی عبدالکریم خاں۔ آپ سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی پیدائش غالباً 1935 کی ہے۔ آپ کا قیام بھی چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں ہی تھا۔ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ 1980 میں ربوہ رہائش اختیار کر لی۔ آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ آپ کی ساری فیملی لندن اور جرمنی میں مقیم ہے۔ ایک بیٹا شبیر احمد خاں ربوہ میں ملازم ہے۔ آپ 1980 میں ابوظبی چلے گئے تھے۔ آپ کو دو حج کرنے کی توفیق بھی ملی۔ آج کل جرمنی میں مقیم ہیں۔

محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ آف کاٹھ گڑھ

میری پیاری بہن منصورہ بیگم تقریباً 1939ء کو رانا عبداللطیف خاں ولد چوہدری عبدالحمید خاں صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کاٹھگڑھ ضلع ہوشیارپور انڈیا میں پیدا ہوئیں۔ان سے ایک بڑی بہن نصرت بیگم تھی۔جو کہ 1949ء میں بعد تقسیم ملک ککی نوشورکوٹ میں فوت ہو گئیں تھیں۔ہم سب پانچ بہنیں تین بھائی ہیں۔خاکسار نے چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں جب والدین کے گھر میں آنکھ کھولی تو اسی باجی کو زیادہ ذمہ دار پایا۔اسی نے ہمیں تربیت دی۔قرآن پڑھایا۔اورسب نیکی کی باتیں، وضو، نماز، قرآن اس نے ہم سب بہن بھائیوں کو سکھائیں۔صبح سویرے اٹھنا، مسجد کو ابا جان کے ساتھ تیار کر کے بھیجنا گھر آ کر سبق پڑھنا پھر ناشتے کے بعد مدرسے کی تیاری اور روانگی تک ہمارے آگے پیچھے رہنا۔ہماری کتابوں تک کا خیال رکھنا پھر ہر نماز کا پوچھنا، اور خیال رکھنا، اسلام اور احمدیت کی تاریخی کہانیاں اور عقائدرات کو سوتے وقت بتانا، سب بزرگوں کے نام اور واقعات ہمیں ہر روز رات کو سوتے وقت سنانا جو کہ سب ہمیں اب تک یاد ہیں۔اور اب ان کی یہ بچپن کی تربیت یاد آتی ہے تو ان کی بلند کرداری اور نیکی کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔1962ء میں ان کی شادی ہمارے ماموں زاد رانا محمد حنیف خاں ولد رانا عبدالستار خاں کاٹھ گڑی آف ککی نوشورکوٹ سے ہوئی تو ہم سب چھوٹے بہن بھائی اداس رہنے لگے مگر وہاں بھی ہماری محبت اسے بہت یاد آئی جلد ہی واپس آ جایا کرتی تھیں۔انہیں ہم سب بہن بھائیوں کے ساتھ ساتھ والدین سے بہت محبت تھی 1965ء میں جب ہم دونوں بھائی ربوہ پڑھنے لگے تو اس نے رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو پیش کر دیا۔چونکہ اور کوئی ہمارے پاس نہ رہ سکتا تھا۔اسنے ہمارا بہت خیال رکھا۔ہماری دینی تربیت کی۔پھر 1967ء میں خاکسار لاہور سکول میں داخل ہو گیا وہاں بھی میں اسی بہن کے گھر میں رہا۔اس کی تربیت اور شفقت نے مجھے ایک صحیح احمدی بننے کی توفیق دی پھر اپنے بچوں کی بھی انہوں بہت اچھی تربیت کی سب کو پڑھایا۔بعض اوقات تنگی حالات میں بھی اپنے بچوں کو کسی کمی کا احساس تک نہ ہونے دیا ان کی شادیاں کیں ہمارے بہنوئی رانا محمد حنیف صاحب تو کسب معاش کی خاطر بحرین چلے گئے تھے ساری ذمہ داریاں باجی پر ہی تھیں آپ کے دو بیٹے دو بیٹیاں ہیں رانا نسیم اکبر خاں لاہور، رانا وسیم احمد خاں کنیڈا، رانا تسنیم اکبر خاں ربوہ، محترمہ زرینہ کوکب صاحبہ زوجہ راؤ ذوالفقار خاں صاحب آف پھلروان، محترمہ لبنیٰ شمیم صاحبہ زوجہ رانا محمد انور صاحب آف شورکوٹ کینٹ۔بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ربوہ میں ایک کنال کا پلاٹ مسجد یمن سعادت کے بالکل قریب لیکر چار حصے بنوائے خودنگرانی کی۔اور پھر بچوں کو ان میں منتقل کیا۔ربوہ میں رہائش رکھنے پر بہت خوش تھیں۔جماعت کے کاموں سے انہیں بہت رغبت تھی۔لاہور میں بھی لجنہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں مگر جب سے ککی نوشورکوٹ میں رہائش اختیار کی تھی تو انھوں نے سب شعبہ جات میں نمایاں کام کیا تعمیر مسجد ہو، کسی قسم کی تحریک چندہ کی وصولی ہو، سب سے ہمیشہ پیش پیش رہتیں۔اجلاسات باقاعدگی سے کرواتیں، ناصرات کی تربیت کا بہت خیال رکھتیں، کمزور لجنہ کو بڑے پیار سے سمجھاتیں، ہر قسم کے لوگوں کو قائل کرنے کا آپ میں بہت ملکہ تھا۔مسجد کی تعمیر کے لئے گھر گھر جا کر سب عورتوں سے وعدہ جات لئے اور پھر وصولی کو یقینی بنایا۔مہمان نوازاتنی کہ مرکز کے مہمانوں کے لئے صاف ستھرے بستر مخصوص کئے ہوئے تھے جو اور کسی کو نہیں دیئے جاتے تھے۔ان کے آرام اور کھانے کا بہت عزت وتوقیر سے اہتمام کرتیں۔اپنے بچوں کو ہر وقت ان باتوں کی تنبیہ کرتی رہتی۔صاف گو اتنی کہ کوئی بات دل میں نہ رکھتی۔قول سدید سے ساری عمر کام لیا۔ہر کسی کا احترام ان کا شیوہ تھا۔ہر کام میں ہمیں احمدیت کے بزرگوں کی مثالیں دے کر سمجھایا کرتیں حضرت اماں جان کی تو ساری زندگی انہوں نے زبانی رٹی ہوئی تھی۔صوم و صلوۃ کی بہت پابند کہ مجھے ان پر رشک آتا ہے۔نہایت صالحہ خاتون تھیں جماعت کے لئے بہت غیرت رکھتی تھیں۔تبلیغ اور تربیت میں وہ بہت مستعد تھیں۔لوگوں کے دکھ درد کو اپنا درد سمجھتیں۔حتی المقدور اس درد کو بانٹنے کی کوشش کرتیں۔کسی احمدی یا غیر احمدی کا کوئی عزیز اگر فوت ہو جاتا تو فوراً پہنچ

جاتیں۔مہمانوں کو سنبھالتیں اور اپنے گھر سے کھانا بھجواتیں۔دکھی دل مساکین کا دکھ درد کم کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتیں۔وہ کسی کا بھی دکھ دیکھ نہیں سکتی تھیں۔مانٹریال کنیڈا میں اپنے بیٹے کو ملنے گئیں۔تو مجھے فون پر حضور ایداللہ تعالی بنصر العزیز کی صحت اور احوال پوچھتیں ہم پر رشک کرتیں اور فرماتی کہ تم سب کتنے خوش قسمت ہو کہ خلیفہ وقت کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہو۔خدا تعالیٰ ہمیں بھی کبھی یہ موقع عطا کرے گا۔مگر زندگی نے وفا نہ کی۔اس بار جلسہ لندن پر ان کا آنے کا پروگرام تھا۔شوگر کی مریضہ تھیں۔7 مارچ 2011ء کو ہارٹ فیل ہو گیا۔موصیہ تھیں۔جنازہ ربوہ لایا گیا۔13 مارچ کو بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔سب دور ونزدیک سے رشتہ دار آئے اور ان کی رحلت پر سب نے ہی بہت دکھ، رنج اور افسوس کا اظہار کیا۔خدا تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے۔پسماندگان کو صبر جمیل عنایت کرے۔اور ہم سب کو ان کی طرح خلافت سے وابستہ رکھے۔آمین۔

(19 ستمبر 2011ء الفضل ربوہ)

محترم چوہدری عبدالحق خاں صاحبؓ کاٹھگڑھی

(ولادت: تقریباً 1893ء بیعت: 1904ء وفات: 26 مارچ 1965ء)

خاندانی تعارف

خاکسار رانا عبدالرزاق خان کے دادا کے چھوٹے بھائی چوہدری عبدالحق خاں صاحب تقریباً 1894ء میں چوہدری غلام نبی خاں کے گھر کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد چوہدری غلام نبی صاحب نے 1903ء میں بیعت کی تھی۔آپ تین بھائی اور دو بہنیں تھے آپ کے والد صاحب کا پیشہ کھیتی باڑی تھا آپ نے 1903ء میں اپنے والد صاحب اور باقی بزرگوں کے ساتھ بیعت کی۔جن میں سرکردہ ہمارے پردادا چوہدری غلام احمد صاحب نمبردار اور رئیس کاٹھ گڑھ تھے اس وقت بھی بہت سے لوگوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی اس طرح کاٹھ گڑھ کی جماعت عددی اعتبار سے اس علاقے کی بڑی جماعت بن گئی تھی آپ کے بڑے بھائی چوہدری عبدالحمید خاں تھے اور چھوٹے بھائی کا نام چوہدری عبدالغفور خاں تھا۔

خواجہ کمال الدین کے گھر میں ملازمت

جب آپ کے بڑے بھائی چوہدری عبدالحمید خاں گورنمنٹ کالج لاہور میں ملازم تھے۔تو انھیں خواجہ کما ال الدین صاحب نے کہا کہ مجھے گھر میں کام کاج کے لئے چھوٹے بچے کی ضرورت ہے غالباً 1907ء میں آپ کے بڑے بھائی نے آپ کو خواجہ صاحب کے گھر احمدیہ بلڈنگز لاہور میں ملازم کروادیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت

ہمارے دادا جان چوہدری عبدالحق خاں فرمایا کرتے تھے کہ وہاں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی بار دیکھنے، مصافحہ کرنے، پانی کا لوٹا بھر کر پیش کرنے، اور کھانا پیش کرنے، ٹانگیں اور پاؤں دبانے کا خوب موقع ملا۔چونکہ مرزا صاحب جب وہاں آتے تو مہمانوں کا تانتا بندھ جاتا۔میری بھی مصروفیت بڑھ جاتی۔اور حضورؑ بھی کافی مصروف ہو جاتے تھے جب کبھی لوگوں کا رش کم ہوتا تو پھر حضور علیہ السلام میرا احوال بھی پوچھتے۔چونکہ میں تو ان ہی کی خدمت پر معمور تھا۔میری کئی بار حضرت مرزا صاحب نے حوصلہ افزائی کی اور پیار بھی کیا۔ایک بار فرمایا آپ کا نام بہت اچھا ہے۔مجھے یاد ہے کہ حضور عصر کے بعد ٹانگے پر پرانے لاہور کے گرد چکر لگا لیتے تھے۔جبکہ ٹانگے والے کو اس کی مزدوری عموماً پہلے دے دیا کرتے تھے۔جب حضورؑ کی وفات ہوئی

تو اس وقت بھی دادا جان وہیں ملازم تھے۔ یہ روایت دادا جان کی ہمارے سب خاندان کے افراد کو زبانی یاد ہے۔ اور بڑے دادا جان چوہدری عبدالحمید خاں صاحب بھی ان باتوں کے مصدق تھے کیونکہ وہ بھی حضرت مرزا صاحب کو احمدیہ بلڈنگز ملنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ یہ باتیں خاکسار نے بھی ان کی زبانی سنی ہیں۔ جو کہ مفہوماً بالکل صحیح ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد قیام پاکستان

چوہدری عبدالحق خاں بہت ہی نیک پابند صوم صلوۃ تھے تقسیم ہند کے بعد آپ کو پندرہ ایکڑ رقبہ چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب الاٹ ہوا اور باقی بھائیوں کے ساتھ آپ نے یہاں ہی رہائش اختیار کی۔ ہمیں ان کی پابندی نماز اب تک یاد ہے آخری سالوں میں آپ بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ پھر بھی وہ کسی نہ کسی بچے کا ہاتھ تھام کر مسجد پہنچ جاتے اور سب کے متعلق پوچھتے کہ کون کون نماز پڑھنے آیا ہے۔ اگر کوئی بھی بلا وجہ سستی کرتا تو اس سمجھانے کے لئے اس کے گھر چلے جاتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کے متعلق بتاتے۔ اور نماز کی اہمیت اس پر واضح کر دیتے۔ اپنی اولاد کی، پوتے پوتیوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی۔ اور خلافت سے ان کو بہت محبت تھی حضرت مصلح موعودؓ کے تو وہ عاشق تھے۔ ان کے بارے بھی ہمیں بہت باتیں بتایا کرتے تھے۔ ہم سب بچوں سے نماز سنتے، جو کوئی غلطی کرتا اس کی تصحیح فرماتے اور دعائیں سکھاتے۔ (15 جون 2011 الفضل ربوہ)

آپ کے بارے میں خاکسار رانا عبدالرزاق خان مزید عرض کرتا ہے کہ

چوہدری عبدالحق صاحب اور چوہدری عبدالحمید صاحب دونوں بھائی تھے اور ہم زلف بھی تھے ان کی شادی کاٹھگڑھ میں ہی ہوئی تھی۔ چوہدری عبد الحق صاحب خواجہ کمال دین صاحب (احمدیہ بلڈنگ والے) کے ذاتی ملازم تھے۔ بابا چوہدری عبدالحق خاں صاحب مجھے بتایا کرتے تھے میں بچہ تھا جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو میں پانی کا لوٹا بھر کر دیتا تھا اور حضور بگھی میں بیٹھ کر پرانے لاہور کا چکر لگاتے۔

اولاد

بیٹے:: مکرم رانا سیف الرحمن خاں صاحب مرحوم، مکرم رانا عزیز الرحمن خاں مرحوم، مکرم رانا رشید الرحمن خاں صاحب مرحوم ملازم کمشنر آفس سرگودھا، مکرم رانا مشتاق احمد خاں صاحب مرحوم پٹواری مال، بیٹی:: محترمہ سروری بیگم بیوہ رانا عبدالغفور خاں مرحوم سابق پہریدار قصر خلافت۔

تاریخ احمدیت میں آپ کا ذکر خیر

تاریخ احمدیت جلد 23 میں آپ کا ذکر خیر مندرجہ ذیل الفاظ میں موجود ہے

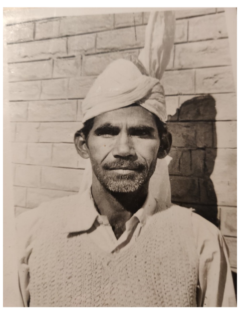
حضرت چوہدری عبدالحق صاحب کاٹھ گڑھی

آپ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام حضرت چوہدری غلام نبی صاحب تھا۔ آپ کے والد صاحب اور دادا حضرت چوہدری غلام احمد صاحب بھی صحابی تھے۔ غالباً 1907ء میں آپ خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاں احمدیہ بلڈنگز لاہور میں ملازم رہے۔ وہاں آپ کو پہلی بار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت و خدمت کا موقع ملا۔ آپ بہت نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ تقسیم ہند کے بعد چک 2۔TDA خوشاب میں باقی بھائیوں کے ساتھ رہائش اختیار کی۔ 26 مارچ 1965ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ صحابہ میں تدفین ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 375)



محترم منشی سیف الرحمٰن خاں صاحب

منشی سیف الرحمن خاں۔ ولد حضرت عبدالحق خاںؓ۔ آپ کو بھی 15 ایکڑ زمین الاٹ تھی۔ آپ نواب محمد احمد خاں کے ملازم تھے۔ ان کی زرعی اراضی ضلع خوشاب میں پانچ ہزار ایکڑ تھی۔ جس کی دیکھ بھال آپ کے ذمہ تھی۔ آپ کی پہلی شادی حاجی عبدالحمید خاں کی بیٹی سے ہوئی تھی جو کہ 1954 میں وفات پا گئی۔ اس سے صرف ایک بیٹی تھی۔ پھر آپ کی شادی 1958 میں ہوئی۔ جس میں سے آپ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ دو بیٹے جرمنی میں مقیم ہیں اور دو پاکستان میں ہی ہیں۔ آپ کا بڑا بیٹا عبدالحفیظ ائرفورس سے ریٹائرڈ ہو چکا ہے۔ رانا محمد رفیق خوشاب ضلع کی مجلس عاملہ میں ناظم انصاراللہ ہے۔ رانا ندیم احمد ربوہ میں جنگ نیوز کا نمائندہ ہے۔



محترم چوہدری عزیز الرحمٰن خاں صاحب

چوہدری عزیز الرحمن خاں ولد چوہدری عبدالحق خان صاحب۔ آپ کی پیدائش تقریباً 1930 بمقام کاٹھ گڑھ کی ہے۔ آپ چار بھائی اور آپ کی ایک بہن تھی۔ آپ کوئی خاص تعلیم تو حاصل نہ کر سکے۔ مگر باورچی کا کام آپ نے سیکھ لیا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کچھ عرصہ پنجاب میں رہے۔ شادی آپ کی بہادر شیر کی بہن ناصرہ بیگم سے ہوئی۔ 1960 کے بعد آپ کراچی چلے گئے۔ اور کافی عرصہ وہاں کام کرتے رہے۔ اور اپنے خاندان فیملی کو رقم ارسال کرتے رہے۔ پانچ سال کے بعد آپ واپس پنجاب تشریف لے آئے۔ اور کچھ عرصے بعد ربوہ میں رہائش اختیار کر لی۔ صاحبزادہ میاں اظہر احمد کے ملازم رہے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ خوش گفتار اور خوش طبیعت بھی تھے۔ آپ کے پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا قمر محبوب احمد ہے۔ مکرم قمر محبوب احمد صاحب کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ آپ کی وفات جون 2005 میں ہوئی۔



محترم رانا رشید الرحمن خاں

رانا رشید الرحمن خاں ولد چوہدری عبدالحق خان صاحب۔ رانا صاحب کی پیدائش غالباً 1933 کی تھی اور وفات جنوری 1996 کی ہے۔ آپ قیام پاکستان کے وقت لاہور اپنے خاندان کے ساتھ آئے۔ پھر کراچی چلے گئے۔ بوقت الاٹمنٹ زمین چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب آپ کراچی میں تھے۔ بعد ازاں آئے تو آپ کو سرگودھا کمشنری میں ملازمت مل گئی۔ جہاں آپ نے 1980 تک ملازمت کی۔ بہت ہی ہنس مکھ انسان تھے۔ سرگودھا میں رہائش کے دوران اپنے چچازاد بھائیوں کو اپنے پاس رہائش دے کر پڑھایا۔ اور ان کو ملازمت دلوائی۔ رانا عبدالرؤف، رانا منظور احمد، محمد آصف، خالد اشرف وغیرہ۔ پھر ربوہ باب الابواب میں رہائش اختیار کر لی۔ آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑا بیٹا رانا ثاقب رشید خاں لندن میں اور عادل رشید ہالینڈ میں اور بیٹی ناروے میں مقیم ہے



محترم رانا مشاق احمد خاں صاحب

رانا مشتاق احمد خاں پٹواری مال ولد عبدالحق خاں۔ رانا مشتاق احمد خاں پٹواری 1937 میں کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے



۔تقسیم ملک کے بعد لکی نوشورکوٹ میں آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ جھنگ میں پٹواریوں کے کورس کے لئے اسکول کھلا تو اس میں داخل ہو گئے۔ مالی پٹواری کا کورس کر کے سرگودھا کوٹ مومن میں ملازم ہو گئے۔ نیک فطرت اور شریف انسان تھے۔ ان کی شادی مئی 1971 میں ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد ستر کی دہائی میں آپ نے اپنا مکان باب الابواب محلے میں بنا لیا۔ اور پھر اپنی فیملی کو ربوہ لے آئے۔ خود آپ کی ملازمت سرگودھا ضلع میں تھی ذیابیطس کے مریض ہو گئے۔ پرہیز کم ہی کرتے تھے۔ آپ کے چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ بیٹے جرمنی میں مقیم ہیں اور بیٹیاں بھی۔ دو بیٹیاں ربوہ میں ہی مقیم ہیں۔ آپ کی وفات 18 جون 1998 کو ہوئی۔ موصی ہونے کی وجہ سے تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

محترم چوہدری عبدالغفور خاں صاحب



چوہدری عبدالغفور خاں ولد غلام نبی خاں۔ آپ حضرت چوہدری غلام نبی خاں کے تیسرے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ کھیتی باڑی میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ بڑے دونوں بھائی لاہور میں ملازم تھے۔ آپ کی پیدائش غالباً 1903 کی تھی۔ آپ کی وفات 13 جنوری 1979 میں ہوئی تدفین ربوہ میں ہی ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ بھی چک 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں آباد ہوئے۔ آپ بہت ہی سادہ اور محنت کش انسان تھے۔ نمازی اور متقی انسان تھے۔ ہر وقت آپ کا دل مسجد میں اٹکا رہتا۔ آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھے۔ بڑا بیٹا عبدالشکور آغاز جوانی میں ہی اپنڈیکس کی وجہ سے بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ اس سے چھوٹا بیٹا رانا عبدالرؤف خاں دفتر سیکرٹری آر ٹی اے سرگودھا میں ملازم رہا۔ آج کل کنیڈا میں مقیم ہے۔ دوسرا بیٹا رانا منظور احمد خاں مینیجر شوگر ملز تھا۔ اس سارے علاقے میں وہ بیس سال ملازم رہے۔ بہت ہی ملنسار اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ محمد احسن خاں ربوہ میں مقیم ہیں۔ رانا محمد آصف خاں بھی فاطمہ شوگر ملز سے ریٹائرڈ ہو کر آج کل برطانیہ میں مقیم ہیں۔ ان سب کی اولادیں آسٹریلیا اور امریکہ کنیڈا میں آباد ہیں۔







باب (5)

حضرت چوہدری عبدالواحد خاں صاحب

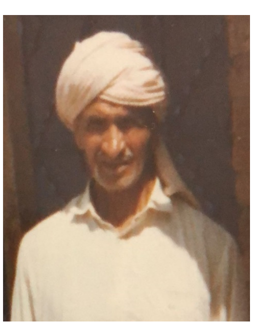
حضرت چوہدری عبدالواحد خاں صاحب ولد حضرت چوہدری رحمت خاں صاحب صحابی۔ آپ کی پیدائش بھی کاٹھگڑھ کی ہے۔ آپ رحمت خاں ولد بندو خاں کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ چوہدری عبدالرحیم خاں رئیس کاٹھگڑھ کے ہم زلف بھی تھے۔ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ آپ بھی پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے بیٹے عنایت اللہ خاں اور محمد صدیق خاں تھے۔ اور بیٹیاں جنت بیگم زوجہ عبدالمنان کاٹھگڑھی تھی دوسری بیٹی مبارکہ بیگم زوجہ عبدالجبار خاں آف لنگڑوعہ تھیں۔ چوہدری عبدالواحد خاں صاحب تقسیم ملک کے بعد لکی نوشورکوٹ ضلع جھنگ آ کر آباد ہو گئے۔ آپ کا ایک بیٹا عنایت اللہ لکی نوہی میں مقیم رہا۔ اور دوسرا محمد صدیق خاں کو چک نمبر 2 ٹی ڈی اے میں 15 ایکڑ زمین آبادکاری کے تحت الاٹ ہوئی تھی۔ چوہدری عبدالواحد خاں صاحب لکی نوہی میں مقیم رہے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ سرخ مہندی اپنی داڑھی کو لگایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات نومبر 1962 میں ہوئی۔ موصی ہونے کی وجہ سے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔



محترم عنایت اللہ خاں صاحب

محترم عنایت اللہ خاں صاحب محترم عبدالواحد خاں کے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی پہلی شادی چوہدری عبدالحمید خاں صاحب کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ مگر وہ جلد ہی وفات پا گئیں۔ اس کے بعد ان کی شادی محمد اسمٰعیل خاں کی بیٹی صفیہ بیگم سے ہوئی۔ ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا مبشر احمد خاں اور مظفر احمد خاں اور دونوں بیٹیاں ہمبرگ جرمنی میں مقیم ہیں۔ رانا منور احمد کنیڈا میں مقیم ہے۔ عرفان احمد خاں لکی نوہی میں مقیم ہے۔ عنایت اللہ خاں نے 1974 میں خوشاب میں وفات پائی۔

رانا مبشر احمد خاں ولد عنایت اللہ خاں چار بھائی ہیں۔ رانا منور احمد کنیڈا میں مقیم ہیں۔ رانا مبشر احمد خان اور رانا مظفر احمد خاں ہمبرگ جرمنی میں مقیم ہیں۔ رانا عرفان احمد خاں 2021 میں لکی نو پاکستان میں وفات پا گئے تھے۔



چوہدری محمد صدیق خاں صاحب کاٹھگڑھی

محترم محمد صدیق خان صاحب ولد عبدالواحد خان صاحب 1927ء میں کاٹھ گڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ پاکستان بننے پر خاندان کے افراد کے ساتھ چک T.D.A/2 خوشاب میں آبادکاری سکیم میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ بہت سے خوبیوں کے مالک تھے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ جوانی سے نمازوں کے پابند تھے۔ جوانی میں ہی داڑھی رکھی۔ آپ ایک سیدھے اور شریف انسان تھے۔ بعض موقعوں پر اپنے حقوق سے محروم ہو کر بھی امن کو قائم رکھا۔ جماعت کے عہدوں پر بھی اپنے فرائض کو عمر نبھاتے رہے۔ جب بھی کوئی تعمیر اور مرمت کا پروگرام جماعت بناتی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ گاؤں میں رہائش کے لئے بہت اچھا مکان بنوایا۔ جماعت کے مہمانوں کی میزبانی کر کے بہت خوش ہوتے۔ کھیتی باڑی میں بہت محنت کرتے۔ ان کی پندرہ ایکڑ رقبہ دوسرے کاشتکاروں کی نسبت بہترین فصل دیتا۔ لکی نوشورکوٹ 1990ء جنوری میں سڑک پار کرنے لگے تو ایک ٹرک سے حادثہ پیش آ گیا بہت چوٹیں آئیں فوری ہسپتال لے جایا گیا۔ بعد ازاں لکی ہسپتال

فیصل آباد لایا گیا۔ جہاں ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق آپ کی ٹانگ کاٹنی پڑی۔ پھر فضلِ عمر میں لایا گیا چوٹیں جان لیوا ثابت ہوئیں، 22 جنوری 1990ء کو وفات پائی۔ موصی تھے تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

آپ کی شادی مولوی عبدالمنان خاں کی بیٹی امت الحفیظ بیگم سے ہوئی تھی۔ جس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کی شادی رانا عبدالرزاق خاں سے ہوئی تھی جو کہ ائرفورس میں ملازم تھے۔ دوسری کی بیٹی مبشر احمد سے ہوئی جو عنایت اللہ خاں کا بیٹا ہے۔ مبشر احمد نے دوسری شادی اپنے ماموں نصیر احمد کی بیٹی سے کر لی۔ بشریٰ بیگم فروری 2020 میں وفات پا گئی اور ربوہ بہشتی مقبرے میں تدفین ہوئی۔

باب (6)

ہدایت خاں آف سڑوعہ اور اُن کی اولاد



ہمارے دادا جان کی ایک بہن محمد جان صاحبہ موضع سڑوعہ میں بیاہی گئی۔ اُنکے تین بیٹے تھے۔ اُنکے خاوند رانا ہدایت خان صاحب عہدِ جوانی میں ہی وفات پا گئے۔ ان کے تینوں بیٹے ہمارے پڑدادا جان کے پاس کاٹھگڑھ میں ہی پلے بڑھے۔ انکے دو بڑے بیٹے تو تعلیم حاصل نہ کر سکے مگر ان کے چھوٹے بیٹے رانا محمد اشرف صاحب میٹرک فرسٹ ڈویژن میں پاس کر گئے اور رانا محمد اشرف صاحب پوسٹ آفس میں کلرک بھرتی ہو گئے۔



جب گاؤں ۲ ٹی ڈی اے ضلع خوشاب آباد ہوا تو ان تینوں بھائیوں کو پندرہ پندرہ ایکڑ زمین الاٹ ہو گئی اور یہ سب اسی گاؤں میں آباد ہو گئے۔ دو بھائی رانا محمد افضل صاحب اور رانا محمد اسلم صاحب احمدی نہ تھے جبکہ رانا محمد اشرف صاحب احمدی تھے۔ رانا محمد اشرف صاحب کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ رانا محمد اشرف صاحب بہت ذہین اور قانونی آدمی تھے۔ ایک دفعہ ہمارے گاؤں چک نمبر ۲ ٹی ڈی اے میں ایک پولیس والے نے ہمارے ایک عزیز کو ناجائز پریشان کرنا شروع کیا تو رانا محمد اشرف صاحب نے اس کے خلاف قانونی کاروائی کرا کے اسے معطل کرا دیا۔ اس کے بعد پولیس ہمارے گاؤں میں آنے سے گریز کرتی تھی۔ رانا خالد اشرف صاحب خاکسار کے کلاس فیلو رہے ہیں اور لاہور میں مقیم تھے۔



اپریل ۲۰۲۱ کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے۔ رانا طارق اشرف صاحب منسٹری آف فوڈ اینڈ ایگریکلچر اسلام آباد سے حال ہی میں ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔ اور ربوہ میں مقیم ہیں۔ رانا محمد افضل صاحب کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ جو ربوہ اور سرگودھا میں مقیم ہیں۔ رانا جاوید اقبال صاحب ربوہ میں مقیم ہیں جو کہ احمدی ہیں۔ رانا محمد ریاض صاحب چک نمبر ۴ ٹی ڈی اے ضلع خوشاب میں مقیم ہیں اور کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ ان سب کے بچے جوان ہیں رانا طارق اشرف صاحب کے دو بیٹے رانا محمد حماد اور رانا محمد طلحہ جرمنی میں مقیم ہیں۔

باب (7)

محترم چوہدری مظہرالحق خاں صاحب رضی اللہ کاٹھ گڑھی

چوہدری مظہرالحق خاں صاحب 1890ء کو حسن خاں کے گھر کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے۔آپ کی دو بہنیں تھیں۔ایک بہن نیاز بیگم زوجہ ماسٹر احمد علی صاحب کاٹھگڑھی آف سانگھڑ سندھ جو کہ رانا محمد سلیم شہید آف سانگھڑ سندھ کی دادی تھیں۔آپ نے ساری برادری کے ساتھ 1903ء میں بیعت کی۔آپ کھیتی باڑی کرتے تھے۔آپ کی بیٹی محترمہ بسم اللہ صاحبہ اہلیہ بہادر شیر مرحوم کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب حضرت مولوی عبدالسلام خاں صاحب کے ساتھ 1903ء میں قادیان گئے تھے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔حضرت مولوی صاحب نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ حضور یہ میرے چچازاد یتیم بھائی ہیں اور آپ کو ملنے کے شوق میں میرے ساتھ آئے ہیں۔اس پر حضور نے خوشی کا اظہار فرمایا۔اور مظہرالحق خاں صاحب کو اپنی ایک مستعمل قمیض عنایت فرمائی۔پھر 1940ء میں چوہدری مظہرالحق خاں صاحب قادیان میں آ کر بورڈنگ تعلیم الاسلام سکول میں ملازم ہو گئے۔آپ محترم سید عبدالرزاق شاہ صاحب کے ماتحت کام کرتے تھے۔اور محترم صوفی غلام محمد صاحب، ماسٹر غلام رسول صاحب مرحوم کے ساتھ کام کرنے کا بھی موقع ملا۔تقسیم ملک کے بعد اہل قادیان کے ساتھ پاکستان تشریف لائے۔بعد ازاں آپ نے اپنی زرعی زمین کا کلیم لکی نو شورکوٹ میں الاٹ کروالیا۔اور خود چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں اپنے بیٹوں کے پاس رہنے لگے۔آپ کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔بڑے بیٹے رانا عبدالجبار خاں دارالیمن شرقی ان کی ایک بیٹی فوزیہ خانم زوجہ احمد محمود مربی سلسلہ ابن بہادر شیر مرحوم، رانا مشتاق احمد اتفاق کالونی سرگودھا، رانا محمد اشفاق خاں کے تین بیٹے ہیں و رانا مظفر احمد طاہر آباد کی ایک بیٹی ہے، رانا محمد اکرم خاں کلاتھ ہاؤس ربوہ کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے سب لندن اور کنیڈا میں مقیم ہیں، رانا عبدالرزاق خاں کراچی ہیں ان کے تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں ہیں۔آپ اس قدر صلح جو اور پرامن انسان تھے کہ آپ نے ساری عمر کسی کو کبھی ناراض نہیں کیا تھا۔آپ نہایت ہی شریف طبع، نیک، سادہ اور بے ضرر انسان تھے۔خود بھی خلافت سے وابستہ رہے اور اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ دربار خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔آپ نے اپنی ساری اولاد کی بہت اچھے رنگ میں تربیت کی۔آپ سارے خاندان میں معزز، نیک ترین، شریف اور سچے انسان جانے جاتے تھے۔آپ کی وفات 1961ء میں ہوئی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔آمین۔

(18 اکتوبر 2010ء الفضل ربوہ)

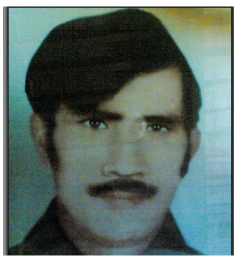
میرے نانا جان حضرت چوہدری مظہرالحق خان صاحب رضی اللہ عنہ کاٹھگڑھی

(پروین اختر)

میرے نانا جان 1990ء کو چوہدری حسن خاں کے گھر کاٹھ گڑھ میں پیدا ہوئے۔آپ کی دو بہنیں تھیں۔آپ کے خاندان میں احمدیت 1903ء میں آئی۔آپ چوہدری عبدالحیٔ خاں کے ساتھ قادیان بھی گئے۔دستی بیعت بھی کی۔آپ نے قادیان میں چند دن قیام کیا اور حضور کی محافل سے مستفید بھی ہوئے۔آپ بہت سادہ اور نیک تھے۔سب کو احترام سے پکارتے تھے۔اپنے سے چھوٹی بچیوں کو بھی بی بی یا بہن کہہ کر پکارتے تھے۔سب گاؤں والے آپ کو ماموں کہہ کر پکارتے تھے۔آپ نے غالباً 1935ء میں قادیان جا کر رہائش اختیار کر لی۔اور بورڈنگ میں مددگار کارکن کی ملازمت کر لی۔وہاں آپ حضرت صوفی غلام محمد صاحب اور حضرت عبدالرزاق شاہ صاحب کے زیر نگرانی کام کیا۔ان دو ہستیوں نے آپ کا بہت خیال رکھا۔محترم صوفی

صاحب اپنی وفات تک میرے نانا جان کی بیٹی یعنی کہ میری امی جان جو کہ اہلیہ بہادر شیر بھی ہیں۔کوعیدی ہر سال دیا کرتے تھے۔ 1947ء میں آپ قافلہ قادیان کے ساتھ ہجرت کی۔اور پہلا جلسہ سالانہ رتن باغ لاہور سنا اور دیکھا۔آپ کے ایک بیٹے مشتاق احمد کو اور میرے والد کو چک 2ٹی ڈی اے میں زمین الاٹ ہوئی تھی۔تو آپ یہاں مقیم ہو گئے۔طبیعت بہت ہی حلیم تھی۔آپ نے اپنی اولاد کی بہت اچھی تربیت کی۔آپ کے سات بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔1960ء میں آپ کی وفات ہوگئی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

محترم بابو خاں صاحب

بابو خاں ولد حسین خاں۔چوہدری مظہر الحق خاں کا چچا زاد ایک بھائی بابو خاں بھی تھا۔اس کی شادی ایک گاؤں اپرے میں ہوئی تھی۔فضیلت جہاں بیگم سے۔اس کے دو بیٹے محمد انور خاں اور محمد سرور خاں اور ایک بیٹی ممتاز بیگم پیدا ہوئی۔تقسیم ملک سے قبل ہی نے بابو خاں وفات پائی۔ تو فضیلت جہاں بیگم اپنے بچے لے کر قادیان چلے گئی۔اور وہاں رہائش اختیار کر لی۔اور کڑک صاحب کے دواخانے میں ملازمت کر لی اور بعد ازاں وہاں پر ملازم ڈاکٹر نصیر احمد خاں سے شادی کر لی۔قیام پاکستان کے بعد آپ نے رہائش گجرانوالہ میں اختیار کر لی۔آپ کی بیٹی ممتاز احمد کی شادی مکرم مشتاق احمد ولد مظہر الحق صاحب سے ہوئی۔محمد سرور عہد جوانی ہی میں وفات پا گئے۔محمد انور کی شادی فیصل آباد ہوئی۔اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔آپ دل فیل ہونے کی وجہ سے جوانی میں ہی وفات پا گئے۔اُن کے بڑے بیٹے مکرم محمد امجد صاحب کوئٹہ پولیس میں اے ایس آئی ملازم ہیں۔

محترم رانا عبدالجبار خاں



رانا عبدالجبار خاں ولد مظہر الحق خاں صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔آپ کی پیدائش تقریباً 1925 میں کاٹھگڑھ میں ہوئی۔آپ سات بھائی اور آپ کی ایک بہن تھی۔ایک بہن جس کا نام بسم اللہ بیگم ہے ان کی شادی ناصر احمد بہادر شیر کے ساتھ ہوئی۔رانا عبدالجبار خاں کی شادی غالباً 1955 میں منشی احمد علی خاں آف سانگھڑ سندھ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی نصیراں بیگم سے ہوئی، جن کی ایک بیٹی فوزیہ خانم ہے۔جس کی شادی مکرم احمد محمود مربی سلسلہ احمدیہ (فی جی آئی لینڈ) ابن ناصر احمد بہادر شیر سے ہوئی۔رانا عبدالجبار خاں کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہے۔آپ کی وفات 2012 کو ربوہ میں ہوئی۔آپ مخلص احمدی تھے۔

رانا مشتاق احمد خاں



رانا مشتاق احمد خاں چوہدری مظہر الحق خاں کے دوسرے بیٹے تھے۔ان کی پیدائش ۱۹۳۲ کی ہوگی۔ان کی شادی اپنے چچا بابو خاں کی بیٹی سے ہوئی تھی۔چک ۲ٹی ڈی اے میں ان کو پندرہ ایکڑ رقبہ الاٹ تھا۔ان کے اولاد کوئی نہ تھی۔بہت اچھے انسان تھے۔

محترم رانا اشفاق احمد خاں



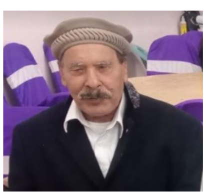
رانا اشفاق احمد خاں ولد مظہر الحق خاں صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ رانا اشفاق احمد خاں کی پیدائش بھی تقریباً 1934 بمقام کاٹھگڑھ کی ہے۔ آپ پہلے تو اپنے والد کی زمین 13۔ ایکڑ جو کہ ککی نو میں تھی۔ وہاں کھیتی باڑی کرتے رہے۔ آپ کی شادی 1964 میں ہوئی۔ بعد ازاں ربوہ میں رہائش رکھ لی۔ اور محنت مزدوری کرتے رہے۔ آپ کے چار بیٹے ہیں۔ دو کراچی میں مقیم ہیں اور دو ربوہ میں ہی کاروبار کرتے ہیں۔ آپ کا بیٹا مقبول احمد خاں جو پہلے ابوظبی میں کام کرتا تھا اب ربوہ میں ہی پلمبنگ کا کام کرتا ہے۔ اس کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔

محترم رانا عبدالرزاق خاں



رانا عبدالرزاق خاں ولد مظہر الحق خاں صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپ کی پیدائش بھی 1939 کی ہے۔ آپ زیادہ کراچی میں ہی مقیم رہے۔ آپ کی شادی 1973 میں ہوئی۔ آپ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بڑے بیٹے کی شادی ناصر احمد بہادر شیر کی بیٹی امت الصبور حولہ سے ہوئی ہے۔ جس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ خود ربوہ میں مقیم ہیں۔

محترم محمد اکرم خاں صاحب ربانی

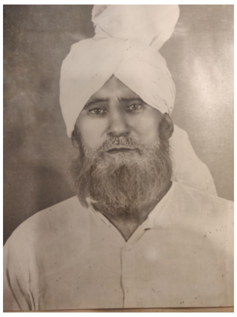


محمد اکرم خاں ربانی ولد مظہر الحق خاں صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپ کی بھی پیدائش 1943 کی ہے۔ آپ کی شادی 1977 میں ربوہ میں ہی ہوئی۔ آپ کے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں۔ آج کل آپ کنیڈا میں مقیم ہیں۔ جہاں آپ کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا مقیم ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام مکرم بلال احمد ہے۔

محترم رانا مظفر احمد صاحب خاں



رانا مظفر احمد خاں ولد مظہر الحق خاں صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ مظفر احمد خاں خاں کی پیدائش بھی 1948 پاکستان کی ہے۔ آپ نے میٹرک پاس تعلیم الاسلام اسکول ربوہ سے کیا ہے۔ میٹرک کے بعد اپنے بھائی عبدالرزاق خاں کے پاس کراچی چلے گئے۔ وہاں کام کرتے رہے۔ آپ کی شادی 1981 میں ہوئی پھر 1990 میں ربوہ آکر کریانہ کی دکان کرتے رہے۔ ان کے ایک ہی بیٹی ہے۔ جو محمد اشفاق احمد خاں کے بیٹے مقبول احمد خاں سے بیاہی ہوئی ہے۔ جو پہلے ابوظبی میں کام کرتا تھا اب ربوہ میں ہی پلمبنگ کا کام کرتا ہے۔ اس کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔



باب (8)

محترم چوہدری محمد علی خاں شاہی

محترم چوہدری محمد علی خاں شاہی ولد چوہدری عبدالعزیز خاں تھے۔آپ کی پیدائش بھی 1901 کی ہے۔آپ کی چار بہنیں تھیں۔آپ اکلوتے بھائی تھے۔آپ کے والد نے بھی 1903 میں ہی بیعت کی تھی۔جو کہ چوہدری عبدالعزیز خاں صحابی تھے۔آپ کی شادی بھی 1925 میں ہوئی۔آپ کی شادی چوہدری محمد حسین لنگری کی بیٹی جنت بی بی سے ہوئی تھی ۔آپ کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔اور بیوی 1933 میں وفات پا گئی۔1947 میں آپ نے اپنے بیٹے ناصر احمد بہادر شیر کی شادی کاٹھ گڑھ میں ہی چوہدری مظہر الحق خاں کی بیٹی بسم اللہ بیگم سے کر دی تھی۔1947 میں آپ بھی بچوں سمیت اپنے خاندان کے ساتھ 68 ج ب لائلپور آ گئے۔اپنی زمین کا کلیم اس چک میں الاٹ کروایا۔کل زمین سات ایکڑ تھی۔ناصر احمد کو آبادکاری اسکیم کے تحت چک 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں 15۔ایکڑ زمین الاٹ ہوگئی تھی۔کچھ سال تو آپ 68 چک میں ہی رہائش پذیر رہے۔بعد ازاں چک 2 ٹی ڈی اے آباد ہونے کے بعد آپ کچھ عرصہ اپنے بیٹے کے پاس ہی رہنے لگے۔جب آپ کا بیٹا ناصر احمد خاں ربوہ 1962 میں منتقل ہوا تو پھر آپ نے لائلپور کی بجائے اپنی رہائش ربوہ میں ہی اختیار کر لی۔آپ صوم صلوٰۃ کے پابند، خوش پوش، خوش خور اور خوش لباس شخص تھے۔آپ کی آواز بہت اچھی تھی۔جب اذان دیتے تو ایک سماں باندھ دیتے۔آپ کے ہاتھ میں ہر وقت ایک کھونٹی ہوتی تھی۔اور داڑھی اور سر کے بالوں کو سرخ مہندی لگایا کرتے تھے۔بہت ہی کم گو اور سنجیدہ گفتگو کرنے والے انسان تھے۔اپنے پوتے پوتیوں سے بھی آپ کو بہت پیار تھا۔آپ کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا تھا۔آپ موصی تھے اور آپ کی وفات 2 جنوری 1972 ربوہ کی ہے۔آپ کا جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا تھا اور تدفین بہشتی مقبرے میں ہوئی۔

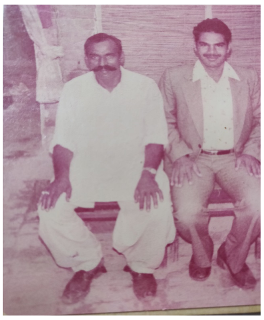
محترم ناصر احمد خاں بہادر شیر

(سابق افسر حفاظت خاص خلفائے احمدیہ)



خاندانی تعارف

آپ کے والد کا نام محمد علی خاں شاہی اور دادا کا نام عبدالعزیز خاں تھا۔جو کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں رہتے تھے۔چوہدری عبدالعزیز خاں ولد میراں بخش ولد گلاب خاں ولد کافی خاں۔چوہدری عبدالعزیز خاں 1903 میں حضرت چوہدری غلام احمد خاں راجپوت رئیس کاٹھگڑھ کے ساتھ احمدی ہوئے۔چوہدری عبدالعزیز خاں کے چار بیٹیاں اور ایک ہی بیٹا تھا۔بیٹیوں کے نام۔احمد جان زوجہ نور احمد آف سڑوعہ۔محمد جان زوجہ عبدالمجید جوڑا۔نیاز بیگم زوجہ عبدالمجید خاں کاٹھگڑھی۔بیگم جان زوجہ عبدالحق خاں کاٹھگڑھی۔محمد علی خاں شاہی کی شادی محمد حسین کاٹھگڑھی لنگری کی بیٹی جنت بی بی سے ہوئی۔ان کے ایک بیٹا ناصر احمد خاں اور ایک بیٹی ناصرہ بیگم تھی۔ناصر احمد خاں بہادر شیر محمد علی خاں شاہی کے بیٹے تھے۔ان کی پیدائش 1928 بمقام کاٹھگڑھ کی ہے۔ناصر احمد خاں بہادر شیر کی والدہ 1933 میں کاٹھ گڑھ میں ہی وفات پا گئی تھی۔آپ خاطر خواہ تعلیم حاصل کرنے سے قاصر رہے۔آپ اور آپ کی بہن والدہ کی وفات کی وجہ سے



پانچویں کلاس بھی پاس نہ کر سکے تھے۔ 1947 میں یہ خاندان بھی اپنی برادری کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گیا۔ اور چک 68ج ب لیلاں جا کر رہائش کی اور زرعی زمین کا کلیم بھی اسی چک میں الاٹ کروایا۔

شادی

آپ کی شادی 1947 اپنے عزیزوں میں ہی ہوئی۔ چوہدری مظہرالحق خاں کی بیٹی بسم اللہ بیگم سے ہوئی۔ چوہدری مظہرالحق خاں جو صحابی حضرت مسیح موعود تھے۔ اور قادیان میں تعلیم الاسلام کالج میں مددگار کارکن بھی رہے۔

اولاد

ناصر احمد بہادر شیر کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا طاہر احمد جامعہ احمدیہ لندن کی سکیورٹی میں ملازم ہے۔ طاہر احمد کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ دوسرا بیٹا محمود احمد مربی سلسلہ امیر و مشنری انچارج فی جی ہے۔ اسکے بھی تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ ایک بیٹا ماہر احمد کنیڈا میں درجہ ثانیہ کا طالب علم ہے۔ باقی دو بیٹے اور ایک بیٹی جرمنی میں مقیم ہیں۔ بہادر شیر کی بڑی بیٹی پروین اختر کی شادی راناعبدالرزاق خان سے ہوئی ہے۔ اس کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ وہ لندن میں مقیم ہیں۔ بیٹی کی شادی سویڈن میں مقیم شاہین اختر کے بیٹے مظفر احمد خاں سے ہوئی ہے۔ اس ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ پروین اختر کے بیٹے کا نام عبدالوحید خاں ہے۔ اس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے جو کہ سب وقف نو میں شامل ہیں اور لندن میں مقیم ہیں۔ دوسری بیٹی شاہین اختر کی شادی بشیر احمد خان سے ہوئی ہے۔ اس کی دو بیٹیاں، دو بیٹے ہیں۔ تیسری بیٹی بشریٰ نسرین زوجہ سعادت احمد رانا ہیں ان کے دو بیٹے ہیں وہ جرمنی میں مقیم ہیں۔ چوتھی بیٹی امت الشکور کی شادی رانا مبارک احمد سے ہوئی ہے۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ وہ کوبلنز جرمنی میں مقیم ہیں ایک بیٹا بسالت احمد مربی سلسلہ ہے۔ پانچویں بیٹی امت الصبور حولہ ہے۔ اس کی شادی اپنے ماموں زاد عامر غفار سے ہوئی ہے۔ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے وہ لندن میں مقیم ہیں۔

الفرقان فورس



1948 میں آپ ایک سال کے لئے الفرقان فورس میں بھی بطور رضا کار رہے۔ جہاں آپ کو خدمات کے صلہ میں طلائی تمغہ دیا گیا۔ 1951 میں آبادکاری اسکیم کے تحت ایک گاؤں چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب نے اپنی برادری کو الاٹ کروا کر دیا۔ محترم ناصر احمد خاں بھی اسی چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں زمیندارہ کرتے رہے۔ آپ کی شادی 1947 میں ہوئی۔ آپ کی زرعی زمین پندرہ ایکڑ تھی۔

چک نمبر 2 ٹی ڈی اے

آپ چک نمبر 2 ٹی ڈی اے کی جماعت احمدیہ میں سیکرٹری مال کے عہدے پر بھی رہے۔ 1958 میں مسجد کی تعمیر میں بھرپور مالی تعاون بھی کیا اور مزدوری بھی کی۔ آپ کی اکثر برادری اسی گاؤں میں مقیم تھی۔ آپ کی تین پھوپھیاں بھی یہاں رہائش پذیر تھیں۔ اور ان کی اولادیں اور خاندان بھی یہاں رہائش پذیر تھا۔

ربوہ

1962 میں آپ ربوہ منتقل ہو گئے۔ جہاں آپ کی ملاقات افسر حفاظت خاص صوبیدار عبدالمنان صاحب دہلوی سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو

الفرقان فورس کے حوالے سے پہچان لیا۔انہوں آپ کو بطور پہریدار عملہ حفاظت میں بھرتی کرلیا۔آپ اپنے بیوی بچے بھی ربوہ لے گئے۔اور وہیں رہائش پذیر ہو گئے۔ چک 2 ٹی ڈی اے کی زمین کو بٹائی اور ٹھیکے پر دیتے رہے۔اس سے قبل آپ کی تین بیٹیاں تھیں۔ پہلا بیٹا طاہر احمد 1963 مارچ میں پیدا ہوا۔دوسرا بیٹا محمود احمد دسمبر 1965 میں پیدا ہوا۔آپ کے والد صاحب محمد علی خاں شاہی بھی آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ان کی زمین 68 چک ج ب میں سات ایکڑ تھی۔جس کی آمد بھی آتی تھی۔قلیل تنخواہ کے باعث بھی گزارہ اچھا ہوتا تھا۔چوہدری محمد علی خاں شاہی جنوری 1972 میں فوت ہوئے اور موصی ہونے کی وجہ سے تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔آپ کی بیوی یعنی کہ والدہ ناصر احمد بہادر شیر 1933 میں ہی وفات پا گئی تھی۔

خدمات

1962 میں آپ ملازم ہوئے۔آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت کا بھی موقع ملا۔جب حضور کی کرسی نشین کر کے نیچے کی منزل پر لانا ہوتا تو دو جوان آپ کی کرسی کو سنبھال کر نیچے لاتے تھے۔اور واپسی پر اسی طرح آپ کو کرسی نشین کر کے اوپر والے کمرے میں لے جاتے تھے۔اس خدمت کا بھی ناصر احمد بہادر شیر کو بیسیوں بار موقع ملا۔اور نخلہ ضلع خوشاب جانے کا بھی موقع ملا۔

مہمان نوازی

آپ کا گھر برادری کے لئے مہمان خانہ تھا۔سب لوگ اس گھر میں آتے اور آرام و آسائش سے رہتے۔محترم ناصر احمد بہادر شیر بہت ہی سوشل اور مہمان نواز تھے۔ چک نمبر 2 ٹی ڈی اے میں آپ تمام سسرال سمیت ایک ہی گھر میں مقیم تھے۔آپ کی پھوپھی جو محمد جان بیوہ ہو چکی تھیں وہ بھی آپ کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ جو کہ موصیہ تھیں اور مارچ 1957 میں وفات پا گئیں۔ان کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ربوہ میں بھی آپ کو ایک کوارٹر قصر خلافت میں مل گیا تھا۔چونکہ آپ زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کو اپنی زرعی زمینوں کی دیکھ بھال بھی سنبھال دی تھی۔آپ کے ذمہ باہر ڈیرے سے دوددھ لانا اور ہر طرح کا خیال رکھنا بھی تھا۔ہر فصل کی برداشت کے وقت آپ کو باہر کھیتوں میں موجود رہنا ہوتا تھا۔فصلوں کو پانی لگوانا۔ان کی کاشت اور برداشت آپ کے ذمہ تھا۔حضور نے جب بھی ڈیرے پر جانا ہوتا تو بہادر شیر کو قبل برائے انتظامات پہلے جانا ہوتا تھا۔اسی طرح حضور نے نصرت آباد میں کئی مربعے زمین حکومت سے عارضی کاشت کے لئے بھی لے لی تھی۔جو کہ بنجر قدیم اور بے آباد تھی۔اس کی کاشت اور آبادی کے لئے بھی بہادر شیر نے بہت کام کیا۔کئی کئی دن وہاں جنگل میں رہنا پڑتا۔اور مزدوروں سے کام کروانا ہوتا تھا۔یہ رقبہ موضع برالی سے آگے اور موضع کاواں والے کے پاس تھا۔پکا نسوآنہ بھی قریب تھا۔

بہادر شیر

آپ کڑیل جوان تھے۔ چھ فٹ قد اور موٹی موٹی آنکھیں۔بڑی بڑی مونچھیں۔چوڑا چکلا جسم۔سر پر پگڑی۔ایک خوبصورت باڈی گارڈ، خادم خلیفہ وقت تھے۔آپ کی شجاعت اور اطاعت کے پیشِ نظر حضور نے آپ کا نام بہادر شیر رکھ دیا تھا۔آپ نے اپنا مکان بنانے کے لئے دس مرلے زمین 21/6 دارالعلوم غربی میں خریدی۔اور 1967 میں مکان تعمیر کروایا۔1978 میں آپ نے زرعی زمین 29 کنال احمد نگر میں خریدی۔اور چک نمبر 2 ٹی ڈی اے والی زمین پندرہ ایکڑ فروخت کردی۔آپ نے اپنی بڑی بیٹی پروین اختر کا نکاح بہمراہ اپنے بھتیجے رانا عبدالرزاق خاں ولد رانا عبداللطیف خاں نمبردار اور شاہین اختر کا نکاح بہمراہ بشیر احمد خان 27 نومبر 1977 کو کیا۔جو کہ حضرت خلیۃ المسیح الثالث نے مسجد مبارک میں پڑھایا اور دونوں کا حق مہر خود

لکھا۔اور دوسرے دن بڑی بیٹی کی شادی تھی۔جس میں حضور تشریف لائے اور دعا کی۔دوسری بیٹی شاہین اختر کی شادی نومبر 1978 میں کی۔جس میں حضور نے بھی شرکت فرمائی۔

ایم ایم احمد

ایک بار جب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد مشیر صدر پاکستان پر ایک لفٹ آپریٹر نے چاقو سے حملہ کر دیا۔بہادر شیر کو چند ہفتوں کے لئے ان کی حفاظت کے پیش نظر خلیفہ وقت نے اسلام آباد بھیجا۔وہاں آپ اکثر اوقات ایم۔ایم احمد کے ساتھ ہوتے تھے۔چند ہفتے بہادر شیر ایم ایم صاحب کے ساتھ وہیں رہے اور اپنی ڈیوٹی پوری تندہی سے دیتے رہے۔ایک دن ایم ایم احمد صاحب نے بہادر شیر کی وفاداری سے متاثر ہوکر اسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اپنے ساتھ مستقل رکھ لوں۔جس پر بہادر شیر نے کہا کہ جناب میں تو خلافت کی خدمت کے لئے نوکری کر رہا ہوں۔اور ان کے حکم سے ہی آپ کی خدمت پر مامور ہوا ہوں۔خلافت پر میری جان فدا ہے۔

دورہ افریقہ و یورپ

1983 میں دورہ افریقہ کے لئے حضور نے بہادر شیر کو بھی ساتھ لے جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔آپ کے لئے تھری پیس سوٹ تیار کروایا۔ٹائی بوٹ وغیرہ تیار کروائے۔کیونکہ بہادر شیر تو ایک سادہ انسان تھے۔نہ خرچ برداشت کر سکتے تھے اور نہ کبھی سوٹ پہنا تھا۔بالکل سادہ مزاج تھے۔یہ حضور کی اپنے خادم سے شفقت اور پیار تھا۔آپ نے اس دورے میں چودہ ممالک دیکھے۔اور اسی دورے میں مسجد بشارت پیدرو آباد سپین کی رسم سنگ بنیاد میں بھی شرکت کا موقع ملا۔یہاں حضور نے بہادر شیر کو فرمایا کہ آپ قدم (کرم) مار کر اس رقبے کی تعداد ایکڑ میں بتائیں۔آپ اس دورے کے بعد بہت خوش نظر آتے تھے۔اور سب ممالک کے مناظر سناتے ہوئے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے جا سکتے تھے۔

وفات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مئی 1982 کو دورہ اسلام آباد تشریف لے گئے۔بہادر شیر بھی ساتھ گئے۔وہاں حضور بیمار ہوئے تو بہادر شیر سب وہاں باری باری سب حضور کے کمرے کے باہر ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔جن میں صاحبزادہ میاں لقمان احمد، صاحبزادہ میاں فرید احمد، صاحبزادہ میاں انس احمد، صاحبزادہ میاں غلام احمد وغیرہ بھی باری باری ڈیوٹی دیا کرتے۔جب حضور کی میت صندوق میں رکھی گئی تو بہادر شیر بھی اس وقت اس کام میں شامل تھے۔جب حضور کی میت کو ربوہ لایا گیا تو جس گاڑی میں جنازہ تھا اسی گاڑی میں بہادر شیر بھی جنازے کے ساتھ بیٹھ کر آئے۔

انتخاب خلافتِ رابعہ

انتخابِ خلافت کے وقت بھی آپ افسر حفاظت کے منصب پر فائز تھے۔ہر لحاظ سے ہر طرف نظر رکھنا اور سارے عملے کی ڈیوٹیاں لگانا اور چاق و چوبند رہنا آپ کے فرائض میں شامل تھا۔مسجد مبارک اور ارد گرد کی سیکیورٹی پر آپ کی نظر تھی۔ہر اندر آنے والے پر نظر رکھنا بھی ضروری تھا۔جوں ہی انتخاب ہوا تو آپ نے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو عملے کے ساتھ اپنے حصار میں لے لیا۔اور خود ان کی پشت پر کھڑے نظر آتے ہیں۔جنازہ اور تدفین کے وقت آپ نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر سارے انتظامات کو نبھایا۔بہشتی مقبرے میں بھی بہتر سیکیورٹی کا انتظام کیا تھا۔

دورہ سپین 1982

دورہ مغرب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو شامل کیا۔اس دورہ میں آپ ساتھ ساتھ رہے۔اس موقع کی کئی تصاویر ہیں۔آپ سارے دورے میں خلیفہ وقت کے ساتھ رہے۔

وفات

22 مارچ 1983 کوحسب معمول آپ زمینوں کی طرف دودھ لینے اپنے سائیکل پر جارہے تھے۔کہ پل کے قریب آپ کو دل کا دورہ پڑا۔جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔آپ کا جنازہ یوم مسیح موعود 23 مارچ کو ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے پڑھایا جلسہ مسیح موعود کی وجہ سے ایک بھاری تعداد نے جنازہ پڑھا۔خلیفہ وقت نے آپ کے جنازہ کو کندھا دیا۔اور سارے خاندان سے افسوس کا اظہار کیا۔موصی ہونے کی وجہ سے آپ کی تدفین بہشتی مقبرے میں ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کی وفات پر بہادر شیر کی فیملی کی بہت ڈھارس بندھائی۔بچوں کو دلاسا دیا۔دو تین بار گھر آ کر بچوں کو حوصلہ دیا۔اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی تلقین کی۔اور ہر لحاظ سے سہارا بنے۔پھر ایک دو ماہ بعد عید الفطر تھی۔حضور عید کے بعد بہادر شیر کے گھر پھر آئے۔اور ساری فیملی کو ملے۔ڈھارس بندھائی۔بلکہ خود فرمایا کہ میں آج بہادر شیر کی قبر پر بھی اسے ملنے گیا تھا۔خلافت کی مسلسل شفقت نے اس خاندان کو صبر کی توفیق دی۔اور جب تک بچے بچیوں کی شادیاں نہ ہوئیں۔اس خاندان سے قصر خلافت کا مکان بھی خالی نہ کروایا۔اور پنشن آج تک اہلیہ بہادر شیر کو مل رہی ہے۔

جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کا بھی بہت خیال رکھتے۔سب مہمانوں کی اطلاع بروقت دفتر میں بھی اور صدر محلہ کو بھی دیتے۔اگر مہمان زیادہ ہوجاتے تو صحن میں چھوٹی سی چھولداری لگوا لیتے۔پرالی بچھا دیتے۔

اوصاف

ناصر احمد بہادر شیر بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔نماز روزے کے اور روزانہ تلاوت کلام پاک کے پابند تھے بہت ہی شفیق، ملنسار، نرم گفتار، معاملہ فہم، خوش لباس، اور خوش طبیعت تھے۔لوگوں کے کام آنا ان کی عادت ثانیہ تھی۔غربا اور مساکین اور رشتے داروں کی امداد کرنا بھی ان کی عادت تھی۔آپ اپنی ڈیوٹی میں معین وقت کی قید نہ رکھتے تھے۔جب تک خلیفہ وقت جاگتے اس وقت تک باہر بیٹھے رہتے۔حالانکہ ڈیوٹی پر عملہ موجود رہتا تھا۔خلیفہ وقت کے گھر میں کوئی بھی چیز کھانے والی جاتی تو اس کو چیک کیا جاتا تھا۔روزانہ نماز فجر کے بعد دودھ لینے ڈیرے پر خود جاتے۔خود دودھ نکال کر ڈبوں میں ڈال کر حضور کے گھر پہنچاتے۔بقیہ دودھ کو گھر میں گرم کر کے جماتے اور اس کی دہی بناتے۔لسّی بناتے اور اس میں سے مکھن نکال کر حضور کے گھر پہنچاتے۔گھر میں آٹا پیسنے کی چکی بھی رکھی ہوئی تھی۔جب حضور کی طرف سے مکی کی روٹی اور ساگ کی خواہش کا اظہار ہوتا تو آپ کی بیگم مکی کے آٹے کی روٹی اور ساگ بنا کر بھجوا دیتیں۔ہر چیز کی تیاری کے وقت بہادر شیر موجود ہوتے۔سب کام اپنی نگرانی میں کرواتے۔اور خود سرانجام دیتے۔اُن کی بڑی بیٹی پروین اختر سے روایت ہے۔

ایک بار حضور خلیفہ ثالث نے فرمایا کہ آج نو بجے سے قبل پہلے کسی کو اندر آنے نہیں دینا۔نو بجے سے قبل ہی صاحبزادہ مرزا غلام احمد آگے اور اندر جانے تقاضا کیا۔آپ نے سختی سے منع کر دیا۔صاحبزادہ صاحب نے واپس جا کر گھر سے حضور کی خدمت میں فون کر دیا کہ میں حاضر ہوا تھا مگر بہادر شیر

نے اندر آنے نہیں دیا۔ پھر دوبارہ صاحبزادہ صاحب تشریف لائے تو نو بج چکے تھے۔ اور ان کو کسی نے نہ روکا۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے بہادر شیر کو بلاوا آیا۔ صاحبزادہ صاحب بھی وہیں موجود تھے۔ حضور نے مسکراتے ہوئے پوچھا کہ آپ نے انہیں اندر آنے سے روکا تھا۔ بہادر شیر نے ہاں میں جواب دیا۔ کہ جناب آپ کا حکم تھا۔ حضور نے شاباش بھی دی اور مٹھائی کا ڈبہ بھی عنایت فرمایا

خلیفہ وقت کی خدمت

حضور کا جوتا خود پالش کرتے اور پگڑی کو مائع بھی خود گھر پر لگایا جاتا۔ یعنی کہ آپ حضور کے ذاتی خادم کا کردار ادا کرتے تھے۔ بچپن میں جب صاحبزادہ لقمان احمد صاحب پرائمری کلاسوں میں پڑھا کرتے تھے۔ تو ان کو بھی بہادر شیر مرحوم اسکول چھوڑنے جاتے۔ بیگم صاحبہ کو کوئی بازار سے چیز منگوانی ہوتی تو وہ بھی بہادر شیر کی ڈیوٹی لگا دیتی تھیں۔ آپ ہر کسی کے کام آتے تھے۔ اور ہر مشکل کے وقت ہر کسی سے تعاون کرتے تھے اور بلکہ ڈھارس بندھاتے تھے۔ ان کی بڑی بیٹی سے روایت ہے کہ جب ہم نئے ربوہ آئے تو ایک بار گولبازار میں رہائش تھی۔ ابو گھر پر ہی موجود تھے۔ کوئی مانگنے والی فقیر دو عورتیں آئیں میرے ابو باہر کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے رات رہنا ہے اگر کوئی جگہ مل جائے تو مہربانی ہوگی۔ آپ نے کہا کہ شام کو آجانا۔ اس وقت ہمارے پاس صرف دو ہی کمروں کا مکان تھا۔ شام کو جب وہ عورتیں آئیں ہم بچیاں باہر کھیل کود رہی تھیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں تو جگہ ہی نہیں وہ کہیں چلے گئیں۔ سردیوں کے دن تھے۔ ابو جب گھر آئے تو انہوں نے پوچھا کہ کوئی فقیر عورتیں تو نہیں آئیں تھیں۔ امی جان کو تو اس بات کا پتہ نہیں تھا میں نے کہا کہ آئی تو تھیں مگر ہم نے تو ان کو جواب دے دیا تھا اور وہ کہیں چلی گئیں۔ ابا جان کو بہت افسوس ہوا۔ مجھے ساتھ لے لیا اور ان کو ڈھونڈنے لگے۔ جب خواجہ ریسٹورنٹ کے سامنے گئے تو دیکھا وہی دو عورتیں الکیمیسٹ کے سامنے بستر بچھا کر نیچے ہی سردی میں لیٹی ہوئی ہیں۔ ابا جان نے ان سے معذرت بھی کی اور ان کا سامان اٹھایا اور گھر لا کر ایک کمرہ ان کو دیا اور بستر بھی دیا۔ صبح ناشتہ کروا کر انہیں جانے دیا۔ آپ کی بڑی بیٹی روایت کرتی ہیں کہا آپ روزانہ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ہمائے بھی آپ کی سریلی تلاوت سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ ایک دن ضروری کام کی وجہ سے تلاوت رہ گئی تو سارا دن بے چین رہے۔ رات کو سونے سے قبل کچھ حصہ تلاوت کیا تو پھر سکون آیا۔ رشتے داروں میں کسی بھی عورت کا نام نہیں لیتے تھے۔ آپا جان یا بہن کہہ کر پکارتے تھے۔ گاؤں سے کوئی غیر احمدی غریب آدمی ملنے آتا تو اس کی ضرورت بھی پوری کرتے اور بس اڈا تک چھوڑ کر آتے اور اس کو جانے کا کرایہ بھی دیا کرتے تھے۔ مجھے بھی جب 1979 میں بحرین جانا تھا تو مجھے کراچی تک چھوڑ کر گئے۔ فون پر بھی ہر وقت نصائح کرتے رہتے تھے۔ میرے جب بڑا بیٹا پیدا ہوا تو والدہ کی طرح نصائح کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے فرائض میں ہر وقت اسقدر مصروف رہتے کہ رشتہ داروں میں کوئی شادی غمی ہوتی تو ہماری امی ہی جایا کرتی۔ خود جا نہیں سکتے تھے۔

روزانہ کی ملاقات

بہادر شیر نے حضرت خلیفۃ المسیح کے خادم کے علاوہ ایک با اعتماد رفیق طرح وقت گزارا۔ روزانہ شام کو زمینوں کے متعلق سارے حالات پوچھتے۔ بلکہ زرعی زمینوں کی آبپاشی، کاشت و برداشت کے معاملات، مزارعین کے حالات، مویشیوں، اور گائے بھینسوں کے متعلق بھی سب احوال پوچھتے۔ بہادر شیر بھی سب تفصیل بتاتے۔ فلاں کلہ نمبر میں کیا کاشت کیا ہوا ہے۔ فلاں بھینس دودھ دے رہی ہے ابھی کہ نہیں۔ چھوٹے بچھڑے اور بھینس کے بچوں کا کیا وزن ہے۔ نر بچھڑے رکھنے ہیں کہ ابھی فروخت کرے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ سب حالات پوچھتے اور آئندہ پروگرام کی حضور منظوری بھی دیتے۔ اور ہفتے دو ہفتے بعد زمینوں کا دورہ بھی حضور فرماتے۔ نئے بیج اور ان کی دیکھ بھال اور کاشت، محکمہ زراعت کی طرف سے آنے والے مشیروں اور کارکنوں

سے بات چیت اوران کے مطالبے کے مطابق ہر چیز کی فراہمی بھی بہادر شیر کے ذمہ ہوتی تھی۔ٹریکٹر اوراس کے ڈرائیور کی نگرانی بھی ان کے ہی ذمہ تھی۔فصل برداشت کے موقع پر کتنی گندم رکھنی ہے۔کتنی فروخت کرنی ہے۔وغیرہ، وغیرہ، یہ معاملات پر اکثر بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ بلکہ روزانہ شام کو پوری ڈائری خلیفہ وقت کے سامنے پیش کی جاتی تھی۔

صلہ رحمی

عزیز رشتے داروں سے صلہ رحمی سے پیش آتے۔سب کی حتی المقدور ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے۔بعض کو یہاں نوکری بھی دلائی۔اوران کی ہرطرح سے مدد کی۔آپ نے اپنی بیوی کے بھائیوں کی شادی میں بطور سربراہ شرکت کی اوران کی ہر طرح سے امداد کی۔چھوٹے مظفر احمد کو ربوہ میں اپنے پاس رکھ کر پڑھایا۔اس کی بھی شادی کی۔محمد اکرم اور عبدالرزاق کی بھی شادی کی۔محمد اشفاق کی بھی خود شادی کی۔



میرے پیارے ابا جان ناصر احمد بہادر شیر

پروین اختر صاحبہ

پیدائش ناصر احمد بہادر شیر 1928۔وفات 22 مارچ 1983ء

میرے ابا جان 1928ء کو کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں چوہدری محمد علی خاں شاہی کے گھر پیدا ہوئے۔آپ دو بہن بھائی تھے آپ کی والدہ جب آپ چار سال کے تھے تو وفات پا گئیں بہن چھوٹی تھی۔دادا جان نے دوسری شادی نہیں کی اوران بچوں کی خود دیکھ بھال کی۔ابا جان پیدائشی احمدی تھے۔میرے دادا جان کی ایک بہن بھی ان کے گھر میں رہتی تھیں۔جوان بچوں کی دیکھ بھال کرتیں۔میرے ابا جان بچپن ہی سے بہادر تھے۔گھریلو حالات کچھ اچھے نہ تھے۔جسکی وجہ سے یہ پڑھ نہیں سکے اور چھوٹی عمر میں ہی کاٹھ گڑھ سے مزدوری کرنے کے لئے لاہور آ گئے تھے۔ہمارے خاندان میں احمدیت چوہدری غلام احمد خاں صاحب صحابی رئیس کاٹھ گڑھ کے ذریعہ سے آئی۔میرے دادا جان کے والد حضرت عبدالعزیز خاں ولد میراں بخش نے 1903 میں اپنے خاندان کے ساتھ بیعت کی۔میرے دادا جان چوہدری محمد علی شاہی کی پیدائش 1901ء کی تھی۔جو 2 جنوری 1972 کو ربوہ میں فوت ہوئے۔موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

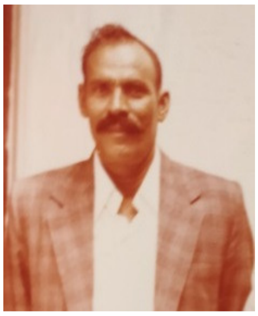
1947ء میں میرے ابا جان کی شادی میرے نانا جان حضرت چوہدری مظہر الحق خاں کی بیٹی بسم اللہ بیگم سے ہوگئی۔کچھ مہینوں کے بعد پارٹیشن ہوگئی میرے والد صاحب لاہور میں تھے پھر یہاں سے گئے اور سب گاؤں والوں کو لے کر لاہور آ گئے۔لاہور کچھ دیر قیام کرنے کے بعد آپ سب بمعہ فیملی لکی نوشورکوٹ چلے گئے۔وہاں پر بھی کچھ روز قیام کیا اور پھر دادا جان محترم چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب جو کہ میرے دادا ابو کے کزن تھے۔انکے کہنے پر فیصل آباد چک نمبر 68 ج ب ہماری فیملی آ گئی۔ پھر میرے ابوسر گودھا غلہ منڈی میں ملازم ہو گئے۔دادا جان کو 68 چک لائلپور زمین الاٹ ہوگئی۔وہ فیملی کے ساتھ وہاں رہنے لگ گئے۔پھر 1951ء میں ہمارے دادا چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب نے ساری برادری کو ایک گاؤں چک 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں الاٹ کروا دیا۔دادا جان چوہدری ابو جان کو کہا کرتے تھے کہ آپ بھی یہاں آ جائیں ابو نے کہا کہ میرا ایک سالا مشتاق احمد بھی میرے ساتھ ہے، انہوں نے نے کہا کہ اس کو بھی لے آئیں۔اس طرح ان دونوں کو وہاں زمین اور مکان الاٹ ہو گئے۔پھر میرے ابو جان اپنی فیملی یعنی کہ امی جان

پھوپھو اور دادی کو لے کر گاؤں آ گئے۔ پھر وہاں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ ابو جان بڑے جوان اور محنتی اور بہادر تھے۔ سب لوگ انکی تعریف کرتے اکیلے ہونے کے باوجود بہت محنت کرتا ہے۔ 1957ء میں میری دوسری بہن پیدا ہوئی۔ پھر ہمیں امی جان نے سنبھالنا اور گھر کا کام بھی کرنا۔ اسکے بعد 1960ء میں تیسری بہن بھی پیدا ہو گئی پھر امی جان ابا جان سے کہنے لگی کہ گاؤں میں کوئی سکول نہیں بچیوں کو کہاں تعلیم دلوائیں گے؟

قرآن تو میں نے گھر میں پڑھا لیا ہے۔ سکول دوسرے گاؤں میں ہے بھائی بھی کوئی نہیں آپ کے پاس ٹائم نہیں انکو اکیلا کیسے بھیجوں؟ دن رات ہمارے گھر میں یہی بات ہوتی تھی ابو کہتے کہ میں شہر کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر میری امی جان اچانک بیمار ہو گئی۔ وہ دوائی کے لینے ربوہ آئیں اور مجھے نانی اماں کے پاس گاؤں چھوڑ آئیں۔ ابا جان کا یہاں کوئی اتنا واقف نہیں تھا نہ ہی ابا جان کو کسی کے گھر جانا اتنا پسند تھا۔ وہ سارا دن فضلِ عمر ہسپتال کے گراسی پلاٹ میں بچوں کو لے کر بیٹھے رہتے تھے۔ اور شام کو کبھی دارالیمن اپنے کزن ہمارے چچا بشیر احمد خاں کے گھر چلے جاتے۔ یا کبھی کسی اور رشتہ دار کے گھر رات گزار لیتے۔ روزانہ صبح کو آ جاتے ہوٹل سے دوپہر کا کھانا کھاتے ایک ہفتہ ایسے گزار لیا۔ پھر ایک دن چچا عزیز سائیکلوں والے نے پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے؟ کوئی مریض ادھر ہے؟ آپ کو میں روزانہ یہاں دیکھتا ہوں۔ ابا جی نے ساری بات بتائی کہ مجھے مکان چاہیے۔ اس نے کہا ایک مکان تو ہے مگر کرایہ زیادہ ہے۔ تیس روپے ماہوار دینے ہیں۔ ابا جان نے کہا دکھاؤ انہوں نے دکھایا مکان پسند آ گیا۔ ابا جان نے فوراً لے لیا اس دن سے چچا عزیز ابا جان کو بھائی کہنے لگ گیا۔ ابا جان کو سلسلہ کی کتب پڑھنے کا بہت شوق تھا جب بھی ربوہ آتے تو کتب خرید کر لے جاتے پھر رات کو لالٹین کی روشنی میں میری نانی اماں اور باقی گھر والوں کو سناتے۔ میرے ابو جان ہر جلسہ سالانہ دیکھنے کے لئے ضرور ربوہ آتے اور پھر اپنی ڈیوٹی بھی کسی نہ کسی شعبے میں لگواتے۔

ربوہ آ کر انہوں نے میرے دادا جان کو بھی فیصل آباد سے ربوہ بلا لیا کہ آپ کی بہو ادھر آئی ہوئی ہے۔ وہ بھی ربوہ آ گئے میری امی نے کہا کہ چچا جان میں واپس چک نہیں جانا چاہتی اور آپ کے بیٹے صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ ربوہ کا خرچہ نہیں اُٹھا سکتے۔ میں تو مزدور آدمی ہوں۔ میں اپنی بچیوں کو پڑھانا چاہتی ہوں۔ دادا ابو کہنے لگے کہ ٹھیک ہے میں آپ کی مدد کروں گا۔ آپ مکان دیکھئے ابو اور ماسٹر عبدالسمیع صاحب کے والد یہاں رہتے تھے انہوں نے دو دن میں ہی ہمیں مکان کرایہ پر لے دیا۔ گولبازار میں جہاں اب کلثوم مارکیٹ ہے۔ دوسرے دن ابو چک گئے اور مجھے اور گھر کا تھوڑا بہت سامان لے کر ربوہ آ گئے۔ یہ تقریباً 1962ء کی بات ہے، گاؤں والے سب بہت حیران تھے کہ آپ نے اتنی جلدی اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔ چھٹیاں تھیں جب ہم آئے تو امی نے مجھے یہاں جو عزیز رشتہ دار تھے ان سے کہا کہ میں اپنی بیٹی کو سکول داخل کروانا چاہتی ہوں۔ میں تقریباً آٹھ یا دس سال کی تھی مجھے کچھ نہیں آتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ اتنی بڑی ہے پہلی کلاس میں تو داخل نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے گھر میں پڑھانا شروع کر دیا میں روزانہ ان کے پاس جاتی اور پڑھتی جب سکول کھلے تو وہی مجھے سکول داخل کروانے کے لئے مجھے لے گئیں۔ مجھے پہلی کی بجائے انہوں نے تیسری جماعت میں داخل کیا۔ ابو جان فارغ تھے وہ کسی کام کی تلاش میں رہتے، امی جان تنگی سے بھی گھر چلا لیتی۔ کیونکہ وہ واپس گاؤں نہیں جانا چاہتی تھیں جو کوئی بھی آتا کہتا کہ یہاں تمہارا گزارا مشکل ہے بہتر ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ بعض دفعہ ابو جان بھی پریشان ہو جاتے پھر ایک دن ابو کو ایک آدمی نے کام پر لگوایا جہاں بوٹ پالش بنتی تھی۔ وہاں سے تنخواہ ملتی امی اسی میں گزارا کر لیتی۔ پھر ایک دن آپ کسی کام کے لئے بازار گئے وہاں آپ کو محترم صوبیدار عبدالمنان صاحب افسر حفاظت ملے۔ انہوں نے ابا جان کو پہچان لیا پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ نام بتانے پر انہوں نے کہا کہ میں آپ کو الفرقان فورس سے جانتا ہوں۔ باقی حال احوال پوچھا پھر پوچھا کہ آپ کام کیا کرتے ہیں۔ ابو جی نے کہا کہ چھوٹی موٹی مزدوری کرتا ہوں انہوں نے کہا کہ اگر میں آپ کو

پہریدار کی نوکری پہ لگوا دوں تو آپ کرلیں گے؟ میرے ابوجان نے کہا کہ اس خدمت کا موقع مل جائے تو اور کیا چاہیئے۔اس دن سے میرے ابوناصراحمد بہادرشیر قصر خلافت کے ہوکر رہ گئے۔اس قدر دلجمعی سے کام کیا کہ خلفاء کے منظور نظر رہئے۔تین خلفائے وقت کی خدمت کی۔پہرے دار سے باڈی گارڈ بنے پھر افسر حفاظت تک ترقی پائی۔دو دوروں پر بیرون ممالک کا سفر کیا۔قادیان بھی گئے۔بہت سی برکتیں پا کر 22مارچ 1983 کو اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔دل فیل ہونے سے آپ کی وفات پائی۔حضور خلیفہ رابعؒ نے بہت افسوس کا اظہار کیا۔بہادر شیر کی پیشانی پر بوسہ بھی دیا ان کے جنازے کو کندھا بھی دیا۔اورسب سوگواران سے گلے بھی ملے۔اور بہادر شیر کے خاندان پر دست شفقت بھی رکھا۔جب تک سب بچے بچیوں کی شادی نہ ہوگئی۔مکان دیئے رکھا۔اور ہر طرح سے نوازا۔آپ بہت ہی شفیق اور مہربان انسان تھے۔اپنے عزیز و اقارب کے حقوق کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔رانا عبدالغفور خاں اور رانا محمد انور خاں کو بھی پہریدار لگوایا۔اوران کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ بچوں کی تربیت پر بھی بہت توجہ دی۔آپ کے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مہمان ضرور آیا رہتا۔آپ نے رانا عبدالحکیم خاں اور رانا عبدالکریم خاں کو اوران کے مزدور مستریوں کو دوران تعمیر مکانات اپنے گھر پر رکھا۔رہائش کے علاوہ طعام کا بھی انتظام کیا۔ابوجان کے مرنے کے بعد یہ سب رشتہ دار ہمارا ساتھ چھوڑ گئے۔دو بچیوں کی شادی کے بعد والدصاحب فوت ہوگئے تھے۔میرے میاں رانا عبدالرزاق خاں اور میرے بہنوئی رانا بشیر احمد خاں نے ہمارا ساتھ دیا۔اور خلافت کی برکت سے ہم کامیاب ہوئے۔والدصاحب کی وفات کے بعد ہماری امی جان کو بازار اور خرید فروخت کا علم ہوا۔ پہلے اباجان ہی یہ سب کام کیا کرتے تھے۔ایک بار رات کو بارش آگئی تو ہمارے گھر فصل گندم کی بیس بوریاں باہر پڑی تھیں۔رات کو ایک بجے کس کو بلاتے۔میں جوان تھی والدصاحب نے میرے بازو کو اپنے بازو سے پکڑ کر اوپر 20 بوری لاد کر کمرے کے اندر منتقل کر دیں۔صبح کو سب آس پاس رہنے والے لوگ پوچھ کر حیران ہوئے۔میرے ابو خلافت کے اطاعت گزار تھے۔کھانا کھانے کے لئے بیٹھے ہوتے اور منہ میں لقمہ ہوتا۔جب بھی قصر خلافت سے کوئی بلاوا آجاتا وہیں سب کچھ چھوڑ کر بھاگ پڑتے۔اور حاضر ہو جاتے۔روزانہ عشاء کی نماز کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فصل باڑی کی اور دن بھر کی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرتے۔جس دن نہ جا پاتے تو حضور کی طرف سے بلاوا آجاتا۔ایک دن کا واقعہ ہے کہ 1982 میں بحرین سے والدین کو ملنے آئی ہوئی تھی۔جب حضور سے ملنے گئی تو اباجان بھی ساتھ ہی تھے۔میں بچوں سمیت حضور کے پاس بیٹھی تو اباجان نیچے قالین پر بیٹھ گئے تو حضور نے فرمایا کہ نہیں اوپر بیٹھو۔حضور نے یہ اصرار فرمایا تو ابوجان پھر کرسی پر بیٹھ گئے۔حضور الثالث کی نوازشات کا ذکر تو بہت طویل ہے۔حضور الثالث کی وفات کے موقع پر آپ اسلام آباد میں موجود تھے۔آتے ہوئے ربوہ کو میت کے ساتھ بیٹھنے کا شرف بھی اباجان کو ملا۔میرے ابوجان کی وفات والے دن محترمہ بیگم آصفہ صاحبہ کو خواب آیا جو انہوں نے حضور الرابع کو بوقت فجر بتایا کہ حضور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کا سامنے والا دانت شہید ہو گیا ہے۔حضور نے فرمایا کہ فجر کے وقت میں نے بہادر شیر کو غور سے دیکھا تو وہ ٹھیک ٹھاک تھا۔نماز فجر کے بعد میرے ابوجان جب ڈیرے پر دودھ لینے گئے تو راستہ میں پل کے پاس احمد نگر ہارٹ فیل ہو گیا۔اور اپنی جان اپنے خالق کے سپرد کر دی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔وفات سے ایک دن قبل میرے ابوجان نے میری امی جان کو بتایا تھا کہ آج رات مجھے میرے آقا حضور الثالث نظر آئے ہیں۔میں بہت خوش ہوں۔ایک گرین کپڑے پر ناصر احمد لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا۔مگر اس کی سمجھ نہیں آئی۔میرے ابو تو عہد جوانی میں چلے گئے۔مگر ہمیں خلافت کی برکتوں سے نہال کر گئے۔آپ کی سب اولاد خلافت سے وابستہ ہے اور دیار مغرب میں آباد ہے۔آپ کا ایک بیٹا ایک پوتا، ایک نواسہ مربی سلسلہ ہیں۔



میرے پیارے ماموں جان ۔ ناصر احمد بہادر شیر خاں کا ذکر خیر



محبوب احمد قمر ربوہ

پیارے ماموں جان کی یادیں واقعات تو اتنے ہیں کہ نہ ہی ان کو لکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو بھول سکتے ہیں۔ان کی یادوں کی کتاب بھی لکھنا نا کافی ہے۔آپ کا نام ناصر احمد بہادر شیر ولد چوھدری محمد علی شاھی قد ما شاءاللہ چھ فٹ آنکھیں موٹی چھاتی چوڑی اور رنگ گندمی تھا شیر جوان تھے اس لئے۔پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کا نام بہادر شیر رکھا تھا یہ اعزاز بھی آپکو پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے عطا کیا۔آپ کو اللہ تعالی کے فضل کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ یورپ کے دورے کی توفیق بھی ملی۔دو دفعہ آپ یورپ کے دورے پر گئے۔دوسری مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ سپین میں پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے اور اس کا افتتاح کرنے کی بھی پیارے خلفاء کے رفاقت ملی۔آپ پہلے حفاظت دفتر تھے جن کو خلفاء کے ساتھ یورپ کے دوروں کی توفیق ملی۔

پیارے ماموں جان بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔آپ بہت ہی محبت پیار اخلاق اور احساس کے مالک تھے۔ہر کسی سے محبت پیار اخلاق سے ملنا آپکا شیوہ تھا ہر کسی کے دکھ درد اور تکلیف کا احساس کرتے تھے بہت ہی شفیق انسان تھے۔پورے خاندان سے بھی آپکا بہت تعلق تھا ربوہ میں جو کوئی رشتہ دار آتا آپ کے ہی گھر ٹھہرتا۔اپنوں اور غیروں کا سب کا خیال اور احساس کرتے تھے۔میرے ماموں جان اور میری امی جان دو ہی بہن اور بھائی تھے ۔آپس میں بھائی اور بہن کا اتنا پیار اور محبت مند احساس تھا کہ آج کے دور میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ایک جھلک محسوس ہوتی ہے ۔ہمارا سارا خاندان انڈیا سے ہجرت کرنے کے بعد چک نمبر 2T.D.A ضلع خوشاب میں رہائش پذیر ہوا وہاں سب کو زرعی زمین الاٹ ہوئیں اور گاؤں کو بھی خود آباد کیا۔آپ کا ہندوستان میں گاؤں کاٹھ گڑھ اور ضلع ہوشیار پور تھا۔خاندان میں سب سے پہلے ماموں جان ہی تھے جو ربوہ میں آئے پیارے خلفاء کے ساتھ حفاظت خاص میں نوکری کی توفیق ملی۔قصر خلافت میں رہائش پذیر ہوئے۔پھر ابا جان کو ماموں جان نے اپنے پاس ربوہ میں بلوایا اور اپنے پاس رکھ کر نوکری پر لگایا۔مجھے اتنا یاد ہے غالباً میاں صاحبزادہ اظہر احمد کے پاس نوکری کرتے تھے۔پھر 1976 میں ماموں جان نے ہم کو ربوہ شفٹ کیا۔محلہ باب الابواب میں جس مکان میں ہم رہائش پذیر ہوئے اس کا کرایہ 30 روپے تھا۔پھر ہم سب کا ایک دوسرے گھروں میں آنا اور راتوں کو رہنا معمول بن گیا۔قصرِ خلافت سے باب الابواب دن میں پیدل دو دفعہ بھی ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے تھے۔بہت ہی محبت اور پیار سے وہ دن اور وہ وقت گزرا جو کہ آج کے دور میں بہت کم ہے۔اس دور میں نہ ہی کوئی رکشہ سائیکل ہی بہت کم لوگوں کے پاس ہوتا تھا۔پیدل ہی زیادہ تر جاتے تھے جہاں بھی جاتے تھے۔جب ہم گاؤں سے ربوہ آئے تو میں اس وقت چہارم جماعت میں پڑھتا تھا۔گاؤں سے ہم اپنے ساتھ ایک بکری بھی لائے جو کہ دودھ زیادہ دیتی تھی۔ماموں جان نے کہا کہ اس کا چارہ احمد نگر سے لایا کرو۔جو کہ سوئی گیس روڈ کے ساتھ ماموں جان کی ذاتی ملکیت زمین تھی۔جو کہ اللہ کے فضل سے اب بھی ماموں جان کی اولاد کے پاس ہے۔وہاں سے میں سائیکل پر چارہ لے کر آتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماموں جان عید الفطر والے دن ہمارے گھر آئے اور آتے ہی کہتے میری بہن ناصو کدھر ہے۔ناصرہ نہیں کہا پیار سے ناصو کہا جو کہ مجھے آج بھی یاد ہے اتنا محبت اور پیار ہوتا تھا۔حالانکہ ماموں جان کے پاس وقت بہت ہی کم ہوتا تھا۔ہر وقت حضور خلیفہ وقت کے ساتھ رہتے تھے

۔5 نمازوں پر اکثر شام کو حضور اپنی زمین پر بھی جایا کرتے تھے۔ایک دفعہ مجھے بھی ماموں جان اپنے ساتھ حضور کی زمین پر لے کر گئے کہ یہ حضور کی زمین ہے۔ 1977ء کی بات ہے جب پاکستان میں الیکشن ہوا ذوالفقار علی بھٹو کا دور تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب ووٹ ڈالنے آئے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں جو کہ ہمارے گھر کے بالکل قریب تھا میں بھی وہاں محلے کے لڑکوں کے ساتھ الیکشن دیکھنے تعلیم الاسلام کالج میں چلا گیا۔جب حضور آئے ووٹ ڈالنے صبح کا وقت تھا ہم سب لڑکے اس طرف گئے کہ حضور آئے ہیں تو ماموں جان نے مجھے دیکھ لیا کہتے تم ادھر کیا کر رہے ہو۔پھر ماموں جان نے مجھے گاڑی میں اپنے ساتھ بٹھایا اور قصر خلافت لے گئے۔گھر میں مامی جان اور باجی جان کہتے یہ بھی ووٹ ڈالنے آیا تھا اس کو میں لے آیا ہوں یہ سب باتیں اور یادیں نہیں بھول سکتے۔یہ الیکشن 1977ء کا آخری الیکشن تھا جس میں احمدیوں نے ووٹ ڈالے اس کے بعد ووٹ نہیں ڈالے۔میں آٹھویں جماعت میں پاس ہوا تو ماموں جان نے مجھے گھڑی لے کر دی بازار سے ماموں جان کے دوست تھے کامران گول بازار میں وہ بھی مجھے یاد ہے وہاں سے اس وقت گھڑی بھی کسی کسی کے پاس ہوتی تھی بہت کم لوگوں کے پاس میرے دوست کہتے یہ تم نے کہاں سے لے لی ہے میں نے کہا یہ میرے ماموں جان نے مجھے لے کر دی ہے۔

ہمارے گھر میں ایک چکی ہوتی تھی جو ہم گاؤں سے لائے تھے اپنے ہاتھ سے آٹا بیسن یا اور کوئی چیز پیسنی ہو تو اس سے پیسا کرتے تھے اکثر لوگ ہمارے گھر میں آتے تھے تو مجھے یاد ہے کہ مامی جان حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جو روٹی کھاتے تھے اس میں گندم جو مکئی مکس آٹا ہوتا تھا۔تو اکثر مامی جان امی جان اور بڑی آپا وہ آٹا پیسا کرتے تھے یہ سب باتیں مجھے آج تک یاد ہیں مامی جان وہ آٹا پینے کے لئے لاتی تھیں۔

1982ء کی بات ہے میری دونوں بڑی بہنیں راشدہ اور امت الوحید کی شادیاں تھیں۔بڑی باجی اور احمد محمود بھی ہمارے گھر میں ہی رہتے تھے کیونکہ شادیوں کے دن قریب تھے۔میں اور احمد محمود کسی کام کی وجہ سے ماموں کے گھر گئے تو ماموں جان نے احمد محمود کو اور مجھے بھی کہا کہ ادھر کیا کرنے آئے ہو جاؤ ادھر کام کرو ادھر نہیں آنا بڑی سختی سے احمد محمود کو کہا جب تک بہنوں کی شادیاں نہیں ہو جاتیں ادھر نہیں آنا۔اتنا ہی احساس اور ہمدردی تھی استقبال کے لئے ڈیکوریشن گیٹ بھائی جان نے بنایا۔ابا جان نے جو بھی مشورہ دیا یا کام کرنا ہو تو ماموں جان سے صلاح اور مشورہ بھی کرتے اتنا اعتماد، پیار، محبت ،اتفاق ،احساس، ہمدردی اور ایک دوسرے کی فکر تھی کہ آج کے دور میں اس کی ایک جھلک بھی نظر نہیں آتی۔ابا جان ماموں جان کے گھر میں بہت عرصہ رہے اور آپس میں بچوں کے ساتھ ابا جان کا بہت پیار اور محبت تھی۔عزت اور احترام تھا ابا جان کو قرآن شریف نہیں آتا تھا۔قرآن شریف بڑی باجی جان پروین اختر نے ابا جان کو سارا پڑھایا میں اس وقت چھوٹا تھا کہ ایک دن میں نے باجی جان کو قرآن شریف پڑھاتے ہوئے دیکھا تو باجی جان بڑے ہی ادب سے چچا جان ایسے نہیں ایسے پڑھو بار بار ایک لفظ کو کہا چچا جان ایسے پڑھو ایسے پڑھو۔وقت تو وہ اب گزر گیا ہے کیونکہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا مگر وہ یادیں اور باتیں نہیں بھول سکتے۔

مسجد مبارک میں نماز پڑھنے جانا خلیفہ وقت کی امامت میں تو بعض دفعہ لیٹ ہو جاتے تھے۔کیونکہ بچے تھے جب اللہ اکبر ہوتی پھر بھاگ کر جانا کہ نماز کھڑی ہو گئی ہے۔نماز پڑھ کر گھر آنا تو ماموں جان نے کہنا کہ آج تم سب لیٹ آئے ہو سختی سے بھی کہنا کہ نماز پڑھنے پہلے آیا کرو جب اللہ اکبر ہوتی ہے نماز کھڑی ہوتی ہے تم سب اس وقت آتے ہو۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔غلط ہے۔ہر بات اور کام سمجھایا کرتے تھے کہ ایسے نہیں ایسے کرنا ہے بڑے پیار اور محبت سے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نماز مغرب کے بعد مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مجلس عرفان کے لئے بیٹھا کرتے تھے میں بھی اجلاس میں شامل تھا تو ایک آدمی جس نے پاؤں سے لے کر سر تک اپنے آپ کو ڈھانپا ہوا تھا۔کیونکہ سردیوں کے دن تھے۔وہ مرداب کے بالکل

تیسری صف میں بیٹھا تھا میں بھی اس کے قریب ہی بیٹھا تھا کہ حضور کو دیکھیں گے۔ تو ماموں جان نے اس کو اشارہ سے کہا کہ چادر اُتارو وہ شخص نہ سمجھا میں بھی دیکھ رہا تھا کیونکہ اس شخص نے اپنا چہرہ، بازو اور پاؤں سب چادر کے اندر ڈھانپے ہوئے تھے جب اس نے نہ اُتاری تو دوسری دفعہ ماموں جان نے بڑے جذبات میں اپنی دائیں بازو گھوما کر کہا اس کو یہ چادر اُتارو جو اوپر لی ہوئی ہے۔ کیونکہ ماموں جان کا اتنا جذبات میں اشارہ تھا کہ اکثر لوگ ماموں جان کی طرف دیکھنے لگ گئے پھر شخص نے فوراً اپنے اوپر سے چادر اُتار دی۔ یہ سارا واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ واقعہ آج تک اپنی آنکھوں میں اسی طرح دیکھتا ہوں۔

جون 1982ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اسلام آباد میں وفات ہوئی تو ماموں جان حضور کے جسد خاکی کے ساتھ اسلام آباد سے ربوہ بیٹھ کر آئے یہ اعزاز بھی ماموں جان کو حاصل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ کے ساتھ بہت محبت پیار کرتے تھے۔ آپ بھی بہت بہادر اور وفادار تھے ہر وقت حضور کے ساتھ رہتے تھے۔ جب بھی حضور کے ساتھ ہوتے بڑی نظر اور ہوشیاری سے ہر طرف اور ہر چیز پر نظر رکھتے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ دفتر پرائیوٹ سیکریٹری میں رات کے وقت تحریری کام میں مصروف تھے تو ماموں جان بھی آپ کی حفاظت کیلئے ساتھ تھے رات کے تقریباً 12 بجے کا ٹائم ہو گیا حضور کام بند کر کے چلے گئے۔ حضور کو کوئی کام یاد آیا آپ دوبارہ واپس دفتر آ گئے ماموں جان فوراً اور جلدی گھر نہیں آئے ماموں جان ادھر ہی رہے کہ حضور گھر پہنچ جائیں گے تو ہر طرف اچھی طرح چیک کر کے جاؤں گا۔ جب حضور واپس آ کر دفتر میں بیٹھ گئے تو ماموں جان بھی حضور کے پیچھے آ کر بیٹھ گئے حضور نے سمجھا بہادر شیر تو چلا گیا ہوگا۔ وقت بھی کافی ہو گیا ہے۔ اچھا ہوا وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد حضور نے اس طرف دیکھا جہاں ماموں جان ڈیوٹی دے رہے تھے۔ تو حضور نے بڑی شفقت سے کہا کہ بہادر شیر تم گئے نہیں تو ماموں جان نے کہا حضور آپ نہیں گئے تو میں آپ کو کیسے چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔ حضور نے کہا میں نے کہا اچھا ہوا بہادر شیر چلا گیا ہے وقت کافی ہو گیا۔ حضور ماموں جان کی اس بات پر بہت حیران اور خوش ہوئے۔ اتنی ذمہ داری اور وفاداری تھی۔ یہ واقعہ میں نے ماموں جان سے خود سنا تھا۔ جب باجی پروین اور باجی شاہین کی شادی کے بعد ہم دونوں گھروں کے سب فرد ایک دن کے لئے دریائے چناب پر پکنک سیر بھی منانے گئے تھے سردیوں کے دن تھے۔ صبح گئے اور شام کو واپس آئے وہاں پر دوپہر کا کھانا کھایا۔ تصویریں بھی بنوائی تھیں۔ بہت ہی پرانا واقعہ یاد آ گیا ہے چک نمبر 2T.D.A چنے کی بوریاں پڑی ہوئی تھیں گھر میں ماموں جان اور امی جان ہی تھے اور کوئی نہ تھا۔ تو بارش آ گئی تو ماموں جان نے کہا ناصرہ آؤ ادھر بوریاں اندر اٹھا کر رکھیں بارش آ گئی ہے چنے خراب ہو جائیں گے۔ ماموں جان نے امی جان کی بازو پکڑی دونوں بھائی اور بہن نے ساری چنے کی بوریاں اُٹھا کر اندر کمرے میں رکھ دیں۔ غالباً یہ واقعہ شادیوں سے پہلے کا ہوگا۔

واقعات اور یادیں تو بہت ہیں بیماری کیوجہ سے چند ہی لکھ سکا ہوں۔ اکتوبر 2018ء میں بیمار ہوا پہلے فیصل آباد میں اپریشن ہوا وہاں جو رپورٹ آئی اس میں انہوں نے کہا کہ آپ کو کینسر ہے پھر 11 جنوری 2019ء کو لاہور شوکت خانم میں کینسر کا اپریشن ہوا اس بیماری، غم اور دکھ میں میرے ماموں زاد بھائی رانا عبدالرزاق خاں اور بہن نے میرا بہت ساتھ دیا میرے اس غم، دکھ اور درد میں شامل ہو کر مجھے حوصلہ اور ہمت دی اور اس مشکل اور پریشانی میں میرا ساتھ دیا۔ باجی جان پروین باجی جان شاہین بھائی جان طاہر احمد اور احمد محمود امیر جماعت فجی بہت خیال کیا ہر وقت رابطے میں رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بھائی بہنوں کو جزا دے اور فضلوں اور رحمتوں سے ہمیشہ نوازتا رہے (آمین)۔

اب اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں پیارے ماموں جان 52 کی عمر مورخہ 22 مارچ 1983ء صبح کے وقت ہم سب کو چھوڑ کر

اس دنیا کو چھوڑ اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے اللہ آپ کے درجات بلند سے بلند کرے جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے (آمین)۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مورخہ 23 مارچ 1983ء کو آپ کی نماز جنازہ پڑھائی خلافت سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ بلا لیا تیرے ناصر نے اپنے پاس تجھے۔



پیارے ابا جان ناصر احمد بہادر شیر

شاہین اختر

میں ابا جان کے بارے میں کیا لکھوں جب سوچنے بیٹھتی ہوں تو بس پیار ہی پیار نظر آتا ہے۔ کوئی بھی بات ایسی نہیں ہوتی تھی جس سے ان کا پیار نہ جھلکتا ہو۔ وہ تو پیار کا ایک خزانہ تھے جو ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اس پہ اے دل تو جاں فدا کر

جو سب سے پہلی یاد مجھے یاد آتی ہے وہ یہ کہ میں 8 یا 10 سال کی تھی اور میری چھوٹی بہن مجھ سے دو اڑھائی سال چھوٹی ہو گی۔ ہم ایک Hair band کے لئے بحث کر رہے تھے ابا جان نے دروازے میں سُنا کہ ایک Hair band ہے اور دونوں لینا چاہتی ہیں بس وہیں سے واپس چلے گئے۔ ہمیں تو کوئی علم نہیں تھا جب واپس آئے تو جیب میں سے بہت سارے band نکال کر دیئے۔ ہم ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے کہ ابا جان کو کیسے معلوم ہوا بعد میں امی جان نے بتایا کہ ابا جان سُن کر باہر سے واپس بازار گئے اور لے کر آئے۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری چھوٹی چھوٹی خوشی اور خواہش کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ ابا جان کے بہت سارے کزن تھے سب گاؤں میں مقیم تھے انکا ربوہ آنا جانا رہتا تھا سب آ کر ابا جان کے پاس ٹھہرتے تھے ہم نے بچپن سے لے کر ابا جان کی وفات تک دیکھا کہ ہر وقت مہمان گھر میں موجود رہتے۔ ابا جان کے اخلاق کی وجہ سے ماشاءاللہ سب کا آنا جانا تھا۔ ابا جان امی کو ہمیشہ کہتے میرے لئے کچھ بچے یا نہ، بچوں کو اور مہمانوں کے لئے ہمیشہ کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ کبھی سالن والی دیگچی اور روٹی والا تھال خالی نہیں ہونا چاہیے۔ ہر آنے جانے والے کا خیال رکھتے۔ اللہ میاں ان کے درجات بلند کرے۔ حضور سے اتنی محبت کہ کبھی امی جان کہیں جانے کا کہتیں تو کہتے میرا دل بس حضور کے قدموں میں رہنے کو چاہتا ہے۔ یہاں سے باہر جانے کو تو دل ہی نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ابا جان کو تین خلفاء کرام کی خدمت کا موقع دیا۔ مجھے کئی واقعات یاد ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پیار کا ایک واقعہ بتا دیتی ہوں۔ حضور مری تشریف لے گئے ابا جان بھی باڈی گارڈ کے طور پر ساتھ تھے۔ وہاں رات کو ڈیوٹی پر تھے کہ کُرسی پر بیٹھتے ہی نیند آ گئی۔ پیارے حضور ٹہلتے ہوئے وہاں تشریف لے آئے اور ابا جان کو سوتے ہوئے پایا۔ پاس کھڑے رہے دور سے ایک اور باڈی گارڈ دوڑتا ہوا آیا حضور نے انگلی سے اشارہ کیا کہ بولنا نہیں اسے سونے دو۔ جب حضور اندر تشریف لے گئے تب آنکھ کھلی تو اس باڈی گارڈ نے بتایا۔ ابا جان کہتے ہیں کہ میں کافی پریشان ہوا کہ مجھ سے اس غفلت کی وجہ سے ساری رات سوتا پایا۔ ظاہر ہے یہ غلطی تو بہت بڑی تھی، مگر قربان جائیں ان پیار کرنے والی ہستیوں کے۔ صبح کے گیارہ بجے ابا جان کو بلاوا آیا کہ حضور نے یاد فرمایا ہے۔ ابا جان کہتے کہ میں ڈرتے ہوئے گیا تو حضور نے فرمایا رات خوب سوئے۔ میں نے جواب دیا حضور غلطی ہو گئی پتہ نہیں کیسے نیند آ گئی۔ حضور مسکرائے اور کیلوں کے باکس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اچھا جاؤ یہ کھا

دُعا کر۔ سبحان اللہ کیسا پیار تھا۔ اور بھی بہت سارے واقعات ہیں جو مجھے یاد ہیں مگر میں اسی پر اکتفا کرتی ہوں۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وفات ہوئی تو کچھ دن ابا جان بہت اداس رہے پھر ہمیں پیارے حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی صورت میں نئی خلافت دے دی۔ الحمد للہ۔ اباجان 24 گھنٹے میں سے بس 5 یا 7 گھنٹے گھر آتے باقی پورا ٹائم دفتر میں ہی یعنی قصرِ خلافت میں ہی گزارتے۔ ہر وقت مُنہ پر درود شریف رہتا۔ ہم امی سے پوچھتے امی اباجان کیا پڑتے رہتے ہیں تو امی کہتی حضور کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جماعت کے پھلنے پھولنے کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔ میں جب چھوٹی تھی تو میں نے اباجان کو کئی دفعہ سجدے میں روتے سُنا جب دن میں امی کو بتاتے تو امی کہتی وہ تہجد میں اکثر دعائیں کرتے ہوئے روتے ہیں۔ خلیفۃ المسیح الرابع کا ایک واقعہ بیان کرتی ہوں کہ جو حضور کے خلیفہ بننے کے بعد پہلا رمضان آیا تو حضور دفتر ہی میں روزہ افطار کرتے تھے۔ اباجان بھی دفتر ہی میں حضور کے کمرے کے باہر ہوتے تھے۔ اور باڈی گارڈ اور افسر حفاظت بھی موجود ہوتے تھے۔ پیارے حضور افطاری کے بعد آدھا پانی کا گلاس دروازے کے پاس آکر اباجان کو پکڑا دیتے۔ اس طرح تبرک اباجان کو مل جاتا اور وہ بہت خوش ہوتے ہمیں روزانہ آکر بتاتے۔ ہم بھی بہت خوش ہوتے کہ اباجان کتنے خوش قسمت ہیں کہ روزانہ ہی تبرک مل جاتا ہے۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ اباجان کہتے کہ میرے دوسرے دوست کچھ ناراض ہوتے ہیں کہ یہ موقع ہمیں نہیں ملتا کل سے میں ذرا پیچھے کھڑا ہو جاؤں گا تا کہ ان کو موقع ملے۔ مگر اگلے دن اباجان کی خوشی ان کے ہر انداز سے پتہ چل رہی تھی۔ جب گھر آئے تو بتایا کہ میں دروازے سے ہٹ کے کھڑا ہو گیا کہ حضور دوسروں کو تبرک دے دیں مگر حضور نے دروازے سے نکلتے ہی کہا کہ بہادر شیر کہاں ہے۔ جیسے ہی میں آگے آیا مجھے پانی کا گلاس پکڑا دیا۔ دوسرے سارے دوست بھی خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ خدا نے تمہارے حصے میں ہی خوش قسمتی لکھ دی ہے۔ کیا ہی پیاری روحیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

1978 میں میری شادی ہوئی میرے خاوند جرمنی چلے گئے بعد میں میرے بیٹا پیدا ہوا۔ چار سال بعد میرے خاوند واپس آئے۔ ان چار سالوں میں میرے بیٹے کا اور میرا بے حد خیال رکھا۔ کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی۔ بازار صبح کو روزانہ لے کر جاتے جس چیز پہ ہاتھ رکھتا وہ لے کر دیتے۔ جب میں کہتی کہ اباجان آپ کیوں اتنی چیزیں لے کر دیتے ہیں تو کہتے اسے یہ احساس نہ ہو کہ اس کے والد یہاں نہیں ان چار سالوں میں میرے بچے کو بے حد پیار دیا۔ جب وفات ہوئی تو انکی جیب میں اس کے لئے ٹافیاں اور ایک چھوٹی سی Ball نکلی تھی۔ اللہ میاں انکے درجات بلند کرے۔

پیارے اباجان ناصر احمد بہادر شیر کا ذکر خیر

بشریٰ نسرین



میرے والد ناصر احمد بہادر شیر پیار کا خزانہ تھے۔ ہم سات بہن بھائی تھے ہر ایک کو لگتا تھا کہ ابو مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ ہماری ہر جائز ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اگر انہیں مزدوری بھی کرنی پڑتی تو کر لیتے لیکن اپنی اولاد کو ہر خوشی دی سب کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا۔ لوگوں کے لئے بہت سخت تھے لیکن اولاد کے لئے بہت نرم۔ تربیت کے لحاظ سے تیر کی نظر لیکن سونے کے نوالے دینے والے والد تھے۔ ہم نے تو جب سے ہوش سنبھالا ہم نے اپنے والد کو خدمت دین میں مصروف پایا۔ ہمیشہ کہتے کہ جب سے خلیفہ وقت کے قدموں میں آیا ہوں اللہ نے مجھ پر بہت فضل کئے ہیں۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو آپ پر بہت اعتماد تھا (نصرت آباد) میں زمین لی تو میرے اباجان کو وہاں بھیجا۔ کافی خطرناک علاقہ تھا زہریلے سانپ، بچھو اُدھر بہت زیادہ تھے۔ میرے ابو نے وہاں ایک بہت بڑا اور زہریلا سانپ مارا تھا جس سے وہاں کے لوگ

کافی خوف زدہ تھے۔ وہ لوگوں کے راستہ میں رہتا تھا۔

احمد نگر کی زمینوں کی ذمہ داری بھی ابا جان کے سپرد کر دی تھی۔ روزانہ رات کو میرے ابو حضور کے پاس جاتے ان کے پاؤں دباتے اور ساری رپورٹ دیتے جب واپس آتے تو بہت خوش ہوتے کہ میرا خلیفہ مجھ سے خوش ہو گیا۔ خدا تعالیٰ کا خاص فضل کہ اللہ نے ہمارے ابا جان کو خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے آخری دورہ یورپ اور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پہلے دورہ یورپ پر ساتھ جانے کی توفیق دی۔ مسجد بشارت کی بنیاد اور افتتاح پر میرے والد دونوں خلفاء کے ساتھ گئے۔ میرے ابو بہت عاجز انسان تھے۔ اگر کوئی کچھ کہہ بھی لیتا تو کبھی دل پر نہیں لیتے تھے۔ اپنے ہوں یا غیر سب کا خیال رکھتے تھے۔ جب کوئی ضرورت مند آتا تو کوشش کرتے کہ اسکی ضرورت ضرور پوری کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات پر جب ان کا جسد خاکی ربوہ لایا گیا تو میرے ابو ایمبولینس میں جنازے کے ساتھ آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رابعؒ کے ساتھ بھی آپ کو بہت محبت تھی۔ جب رمضان میں حضور رابع کے گھر سے افطاری آتی تو پیارے حضور کھجور کا تبرک ابو کو دیتے اور آدھا گلاس پانی بھی۔ محترم محمد اسلم منگلا صاحب پرائیویٹ سیکرٹری بھی وہاں موجود ہوتے۔ ایک دن منگلا صاحب نے وہ پانی لینا چاہا تو حضور نے فرمایا یہ صرف بہادر شیر کا حق ہے۔ جس میرے ابو فوت ہوئے فجر کی نماز پڑھا کر حضور جب گھر میں داخل ہوئے تو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بہادر شیر کو آواز دی۔ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ میں کیوں پریشان ہوں۔ جب کوئی بات نہ ہوئی تو اتنا کہ سات بجے دفتر آ جانا۔ ابو نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور امی جان کو کہا کہ میں نے سات بجے آ جانا ہے۔ احمد نگر زمینوں پر گئے۔ راستے میں ہی دل کا دورہ پڑھا اور ٹھیک سات بجے گھر آ گئے۔ ڈاکٹر لطیف قریشی کو بلایا گیا جس نے بتایا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ ابا جان کی وفات پر ہم غم کے ماروں کا غم کم کرنے کے لئے پیارے حضور رابعؒ ہمارے گھر تین بار تشریف لائے۔ میرے ابو کے چہرے پر بوسہ دیا ہم سب کی بہت ڈھارس بندھائی اور ہم سب کو اپنے گلے لگایا۔ میرے ابو کے جنازے کو کندھا بھی دیا۔ ہم ناچیز گنہگار ہیں۔ اتنی بڑی ہستی ہمارے گھر تشریف لائی۔ یہ صرف ہمارے ابو کا پیار اور حضور کی شفقت تھی۔ والد کی کمی تو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ لیکن ان کی دعائیں اور خلافت کی شفقتیں ہمارے ساتھ ساتھ ہیں۔ ہم سب بہن بھائی خوش و خرم اور صاحب اولاد اور یورپ میں سیٹ ہیں۔ ایک بھائی احمد محمود مربی سلسلہ فی جی اور اس کا بیٹا بھی کنیڈا میں مربی بن رہا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ میرے والد کے درجات بلند رکھے۔



محترم ناصر احمد صاحب بہادر شیر

مجید احمد سیالکوٹی لندن



ہمارے آقا و مولیٰ، سرورِ دو جہان، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ یہ دنیا انہیں کی وجہ سے آباد ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی بعثت کے ساتھ ہی دشمن احمدیت کا بھی خطرناک طوفان اُٹھا اور قادیان میں بھی انہوں نے حملے کئے۔

عدُو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں   نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

1953ء کا پر آشوب دور ایک اور طرح کا سونامی بھی لیکر اُٹھا وہ بھی اپنی موت مر گیا۔ لیکن اس کی چنگاری سلگتی رہی انہوں نے چاقو کو زہر آلود کیا اور کرایہ پر قاتل لیا اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر ایک کاری حملہ کیا جس دن مسجد مبارک ربوہ شروع ہو گئی۔ حضورؓ ٹارگٹ ہوئے اور

دوسرے چند اشخاص بھی اس حملہ آور کو پکڑتے ہوئے زخمی ہوئے۔اس سانحہ کے بعد جماعت نے حفاظتی عملہ کو بڑھایا اور اپنی ذمہ داری کو خوب سمجھا۔خلیفہ وقت کی اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن عملہ کو ڈیوٹی سونپی جاتی ہے کہ اردگرد کے ماحول پر خبری نظر رکھے اور شرپسند کو حملہ اور نقصان پہنچانے کا موقع نہ دے۔الحمدللہ اس ڈیوٹی پر متعین افراد نے جانثار وفادار ہونے کا ثبوت دیا اور خلیفہ وقت کی حفاظت کی ڈیوٹی کو خوب سرانجام دیا۔مکرم ناصر احمد بہادر شیر ایک ایسی شخصیت تھے جو اپنی مثال آپ تھے بہادر، نڈر جرات مند اتنے کہ اپنی جان نشاور کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے۔آپ افسر عملہ حفاظت مقرر ہوئے۔حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ دور میں آپ نے بڑی ذمہ داری سے ڈیوٹی کے فرائض سرانجام دیئے اور حضور کے منظورِ نظر ہوئے اور آپؒ نے ہی ان کو انکی بےلوث خدمات کو دیکھتے ہوئے ان کو بہادر شیر کا اعزاز عطا فرمایا۔یہ ایک بہادر شیر کی طرح چاک و چوبند نظر آتے۔چھوٹی چھوٹی داڑھی اور معقول قسم کی بارُعب مونچھیں جو چہرہ پر خوب جچتی تھیں اور چہرہ کو بارُعب بنائے رکھتی تھیں۔بہادر شیر کی چمکدار آنکھیں اس کے مردانہ حسن اور رُعب کو دوبالا کرتی دکھائی دیتی تھیں۔ان کا قد بھی ماشاءاللہ چھ فٹ سے زیادہ تھا جن کی وجہ سے ایک نارمل نوجوان کے مقابلہ میں نمایاں نظر آتے تھے۔آپ چونکہ ڈیوٹی کے فرائض اور ذمہ داری کا خوب ادراک رکھتے تھے اس لئے ورزش میں باقاعدہ تھے بالخصوص صبح کی نماز کے بعد پیدل چلنا اور ورزش کرنا ان کا معمول تھا

مجھے تو ان سے اس وقت واسطہ پڑا جب 82۔1981ء میں حضور نے خاکسار کی تقرری کوٹھی بیت الفضل F8/3 اسلام آباد میں فرمائی۔بہادر شیر بھی حضور کے ساتھ آتے۔آپ اپنے سٹاف کا قریبی کمروں میں قیام کا بندوبست کرتے اور ڈیوٹیاں مختلف پوسٹوں پر لگا کر کوٹھی کو Cover کرتے اور خود کوٹھی کے اندر خاکسار کے کمرہ اور دفتر کے سامنے والے برآمدہ میں ڈیوٹی کیلئے ہمہ وقت موجود رہتے۔آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا مضبوط قسم کا ڈنڈا بھی ہوتا۔آپ اپنی پسند کے سکیورٹی گارڈ بھی اپنے ساتھ لاتے۔مکرم ناصر سعید صاحب بھی ان دنوں آپ کے ہمراہ ہوتے اور ڈیوٹی سرانجام دیتے۔خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے صدر صاحب مکرم محمود احمد بنگالی صاحب ہوتے اور اسلام آباد کے قائد ضلع کلیم خاور صاحب اور ریاض صاحب اپنے اپنے حصہ کی ڈیوٹی ادا کرتے۔ان سب کی ڈیوٹی پر بھی بہادر شیر کی نظر ہوتی لیکن کبھی بھی ان کو محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ ان کا ہی افسر ہے۔دخل اندازی کرنا انہیں پسند نہیں تھا۔انہوں نے کہا مربی صاحب سب ہی ذمہ ار ہیں فرض جان کر انہیں شوق سے نبھاتے ہیں۔

ایک روز جمعہ کی نماز پر حضورؒ کے ساتھ مسجد گئے واپس آئے تو دیکھا کہ کوٹھی کے اندر والے دروازے پر جس گارڈ کی ڈیوٹی ہے وہ کاہلی کا شکار ہو گیا ہے اور چند سیکنڈ حضورؒ کو اندر داخل ہونے میں تاخیر ہوگئی ہے گارڈ پر گھبراہٹ طاری ہونا تو ایک قدرتی امر تھا لیکن میں نے دیکھا بہادر شیر نے اپنے بندے کی نسبت زیادہ گھبراہٹ دکھائی۔بار بار کہتے یار اس آدمی پر تو مجھے زیادہ اعتبار تھا کہ وہ نوجوان ہے چوکنا ہے اور فرض شناس ہے۔آج اس سے اتنی چھوٹی سی کوتاہی، سستی کیوں سرزد ہوگئی ہے۔وقت دے کر فوراً حضورؒ کی خدمت میں اپنی شرمندگی اور دوسرے کی معمولی سی کوتاہی کو اپنے سر لیتے ہوئے بڑی لجاجت سے معافی مانگنے لگ گیا۔حضور معاف کردیں۔میں نے اپنی طرف سے اچھا نوجوان متعین کیا تھا۔میں خود اس کوتاہی کا ذمہ دار ہوں۔حضور نے فرمایا جاؤ اپنا کام کرو آئندہ ایسا نہ ہو۔بہادر شیر خوشی خوشی معافی لیکر باہر آئے اور کہنے لگے مربی صاحب الحمدللہ حضور نے شفقت فرمائی ہے۔اس واقعہ سے میں نے بھی سبق سیکھا اور بہادر شیر کے کریکٹر، خلوص اور ایمان کا قائل ہو گیا۔ورنہ بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ افسر لوگ اپنے سر نہیں لیتے جس پر پڑتی ہے اس کو اور دباتے ہیں یہ کہہ کر بے پرواہ ہوجاتے ہیں کہ اب تم خود ہی بھگتو۔

رات کو میں نے بہادر شیر صاحب سے کہا کہ میرے کمرے میں سو جائیں۔انہوں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا مربی صاحب میری ڈیوٹی ہے میں

یہیں برآمدہ میں چٹائی ڈال کر کمر سیدھی کرلوں گا۔ کیونکہ صبح کی نماز بھی حضور نے یہیں پڑھانی ہے۔ہاں میں وقت سے پہلے آپ کو جگادوں گا کیونکہ آپ نے ہی اذان اور اقامت کہنی ہے۔صبح کی نماز کے بعد پھر دیکھا کہ بہادرشیر صاحب اسلام آباد F8/3 کی سڑکوں پرسیر کے بعد ورزش میں مصروف ہیں اور اپنے جسم کی Fitness پر پوری توجہ دے رہے ہیں۔ بڑے سمارٹ تھے، پگڑی بھی ان پر سجتی تھی۔مکرم بہادرشیر صاحب اپنے فرائض منصبی نبھانے کے ساتھ ساتھ عمدہ اخلاق کے بھی مالک تھے۔بڑے پیار سے دیکھنے اور جامعہ کے طلباء یا مربیان کو حضور کے پیچھے صف بندی کیلئے اشارہ کرتے اور سکیورٹی بھی باز شاہین کی نظر سے کرنے اور چُستی بھی ٹائیگر کی سی تھی اور زبان پر ہمیشہ تسبیح وتحمید کیونکہ وہ خلیفہ وقت کی حفاظت پر متعین تھے۔ہاں وہ خلیفہ جو ساری جماعت کی رُوحِ رواں ہے اور Man of God ہے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی جگہ خدمات بجالانے والوں کو دوربین نگاہ عطا فرمائے اور خلوص، ایمان عطا فرمائے۔آمین۔



سابق افسر حفاظت خاص ناصر احمد بہادرشیر موحوم کا ایک انٹرویو

الیاس منیر ایڈیٹر ماہنامہ خالد ربوہ



محترم ناصراحمد صاحب جنہیں حضور ایدہ اللہ پیارے بہادرشیر کہتے تھے۔ضلع ہوشیارپور کے ایک گاؤں کاٹھگڑھ میں مکرم محمد علی خان شاہی صاحب کے گھر 1928 میں پیدا ہوئے۔آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا حضرت عبدالعزیز خانؓ کے ذریعہ آئی۔تقسیم برصغیر کے بعد آپ کا خاندان تھل خوشاب میں آکر آباد ہوگیا اور بوجوہ محترم بہادرشیر صاحب تھل میں اپنی زمینیں چھوڑ کر ربوہ آکر آباد ہوگئے۔اور 1962 میں عملہ پرائیویٹ سیکرٹری سے منسلک ہوگئے۔(ادارہ)

ہم جونہی ربوہ سے 26 جون 1980 کو حضور کی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ عظیم الشان عالمی دورے پر روانہ ہوئے ہم نے ہرقدم پر خدا تعالیٰ کے بارش کی طرح برستے نشان دیکھے۔جہاں بھی گئے ہرجگہ ہی پاکستان یا پاکستان سے باہر لوگ بہت عزت اور احترام سے پیش آتے رہے احمدیت کی اتنی برکات دیکھیں جنکی انتہا نہیں، جس گلی سے ہمارا قافلہ گزرگیا عیسائی بھی کھڑے ہوکر سلام کرتے نظر آئے۔نائجیریا اور غانا میں ہم نے جو کچھ دیکھا بتا ہی نہیں سکتے۔گلیاں سڑکیں سب انسانوں سے بھری ہوئی تھیں۔ہوائی اڈوں پر تو کو یا دیوانوں کا ایک ٹھاٹھیں یں مارتا ہوا سمندر تھا جس کو اگر قانونی روک نہ ہوتی تو وہ دیوانہ وار جہاز کے گرد جمع ہوجاتے۔وہاں ہم نے لوگوں میں عجیب عشق دیکھا۔یقین جانیئے جہاں سے حضور گزرتے وہاں کی خاک کو وولوگ چومتے۔ہرکوئی ہرممکن کوشش کرتا کہ وہ حضور کے جسم کو کم ازکم چھولے اور حضور بھی ہجوم کی پرواہ نہ کرتے۔اس بات کو خاطر میں نہ لاتے کہ دھکے لگیں گے بلکہ جہاں زیادہ لوگ ہوتے اس طرف آپ جاتے۔اور اس دھکم پیل میں آپ خوشی سے مسکراتے ہی رہتے۔قارئین! شاید آپ یہ کہیں کہ میں حضور کا خادم ہوں اس لئے یہ بیان کررہا ہوں۔نہیں خدا کی قسم میں بالکل صحیح بتارہا ہوں اور وہی بتارہا ہوں جو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل اور دماغ نے محسوس کیا۔محترم بہادرشیر صاحب جو حضور کے ساتھ چار ماہ تک گزارے ہوئے لمحات کے واقعات سنارہے تھے کہ آپ کی آنکھ بھرآگئی اور بولے۔''خدا کی قسم ان افریقہ کے لوگوں کو حضور سے والہانہ محبت اور حضور کا ان سے پیار دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے''۔

انہوں نے افریقہ میں خوشی سے معمور حضور کا استقبال کرنے والوں کی کثرت بیان کرنے کی کوشش میں کہا۔

ہم ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے تو سارا سارا راستہ لوگوں کے دورویہ ہجوم سے اٹا ہوتا۔ یہ فاصلہ بعض اوقات آٹھ دس گھنٹوں میں ہوتا اور بعض جگہ تو ہم نے میلوں میل راستے تک ایسے چشم براہ افریقیوں کو نعرہ تکبیر اللہ اکبر اسلام زندہ باد۔ احمدیت زندہ باد۔ وغیرہ نعرے لگاتے سنا۔ اور ہاں ایک شہر میں اس قدر احباب جمع تھے کہ ہمارے قافلے کے افراد بھی کھو گئے اور ہم صرف تین رہ گئے۔ ایک حضور آقا بیگم صاحبہ اور میں۔ میاں فرید میرے ساتھ تھے میں نے ان کا بازو پکڑا ہوا تھا مگر اس ہجوم میں وہ بھی پتا نہیں کہاں گئے۔

میں نے پوچھا۔ اتنی مصروفیت کے دوران کیا حضور ایدہ اللہ کے چہرے سے کبھی تھکن کا احساس ظاہر ہوا؟ بے اختیار بے ساختہ بولے۔ کبھی تھکن کا اظہار نہیں دیکھا تھا کبھی بھی نہیں تھکے میرے آقا کو پتا بھی نہیں لگا۔ آپ کی مصروفیات کیا تھیں۔ آپ کو کس قدر آرام کا موقع ملتا تھا؟ ''میں ہر وقت حضور کے ساتھ یا حضور کے کمرہ کے دروازے پر رہتا۔ دن کے اوقات میں آرام کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رات بارایک بجے تمام دروازے بند کرتا۔ ڈیوٹیوں پر متعین خدام کو دیکھتا اور اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ جاتا۔ اور صبح نماز سے پہلے پھر حاضر خدمت ہو جاتا۔

میرا کمرہ اکثر حضور کے کمروں کے ساتھ ہوتا اور بعض اوقات تو حضور کے دروازے کے باہر فرش پر ہی بستر ڈال کر لیٹ رہتا۔ حضور مختلف مواقع پر جو تقاریر میں فرماتے ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ مجھے تو کچھ پتہ نہ ہوتا کہ حضور نے کیا فرمایا ہے کیونکہ اول تو میں انگریزی نہیں جانتا دوم یہ کہ اگر سننے کی طرف توجہ کرتا تو اصل فرائض سے لاپرواہی برتتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جو بھی کانفرنس ہوتی تو میں ہال کے دروازے پر کھڑا ہوتا اور حضور واپس تشریف لے جاتے ہوئے بعض اوقات مجھے فرماتے۔ کیوں بہادر شیر کیسی رہی کانفرنس؟ میں عرض کرتا۔ حضور بہت اچھی فرماتے: تجھے کیسے پتا ہے؟ عرض کرتا۔ ''حضور لوگ بڑے خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں ان کے چہروں سے خوشی کا اظہار ہوتا ہے''۔ بہادر شیر صاحب پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور لیگوس کانفرنس کا نقشہ کھینچنے لگے۔ دیکھو بڑے بڑے علماء اور سائنسدان اور صحافی پریس کانفرنسوں میں آتے انہیں اپنے علم پر بڑا گھمنڈ ہوتا۔ اور ادھر اکیلا ہمارا شیر ہوتا۔ اور وہ اکیلا ہی ان سب کے منہ بند کر دیتا۔

جناب بہادر شیر ایک مرتبہ پھر ہمیں میں ارض بلال لے گئے۔ غانا میں اتنی پبلک چھتوں پر نہ تھی جتنی نیچے اور تھی۔ وہاں جناب عبدالوہاب ابن آدم کا انتظام دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے تنظیم کے ساتھ سب احمدی قطار اندر قطار کھڑے تھے کیا مجال تھی کہ کوئی احمدی مرد یا عورت اپنی اپنی قطار سے ایک انچ بھی آگے پیچھے ہوتی۔ حضور اور اہل قافلہ قطاروں میں سے گزر جاتے۔ اور نہایت اطمینان سے کھڑے رہتے ہیں۔

وہاں ایک عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا کسی علاقے کا ایک عیسائی چیف اپنے روایتی لباس میں ملبوس حضور کے استقبال کے لئے آیا ہوا تھا جونہی حضور کا قافلہ وہاں پہنچا اس نے آگے بڑھ کر کر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے حضور کی کار کا دروازہ کھولنے کی اجازت مانگی۔ چنانچہ اجازت ملنے پر اس نے دروازہ کھولا اور انتہائی مسرت اور خوشی محسوس کیا۔

وہاں ایک روز میں صبح کے وقت مشن ہاؤس سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی ٹولیاں اسلام زندہ باد احمدیت زندہ باد۔ مہدی علیہ السلام زندہ باد کے نعرے لگاتی ہوئی ادھر ادھر جا رہی تھیں۔ حضور کو ان افریقیوں سے بہت ہی پیار تھا جس وقت بھی وہ آ جاتے حضور ان سے ملاقات فرماتے۔ ایک جگہ رات کے ساڑھے گیارہ بجے 400 احمدی احباب کی ایک جماعت آ گئی۔ جن میں سارے کے سارے مرد اور عورتیں سفید لباس میں ملبوس تھیں۔ مردوں نے سفید پگڑی پہن رکھی تھی اور عورتوں نے مکمل پردہ کیا ہوا تھا ان میں سے مجھے کسی ایک کا بھی چہرہ بے پردہ نظر نہیں آیا۔ ان کی طرف

اشارہ کر کے میرے آقا نے اس وقت مجھے فرمایا:۔دیکھو میرے راجپوت!

میں نے کہا دوران سفر حضرت ایدہ اللہ کی شفقت اور پیار کے واقعات سنائیں تو کہنے لگے:۔ ہمارا محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ اور مرزا انس احمد صاحب اور مرزا فرید احمد صاحب بھی نے بہت خیال رکھا۔ جب تک ہمیں کھانا نہ ملتا خود نہ کھاتے۔لیکن حضور ایدہ اللہ تعالی بنصرالعزیز کے پیار محبت اور شفقت کے کیا کہنے۔ جو آپ کے ساتھ گزرا کیا ہی سہانے وہ لمحات تھے۔حضور باہر سیر کو جاتے تو ہمارے ساتھ بڑے ہی بے تکلف ہو جاتے آپ بالکل احساس نہ ہونے دیتے کہ آپ کے ساتھ کوئی باڈی گارڈ ہے۔ بلکہ آپ اپنے ساتھ بٹھا کر ہلکا پھلکا مذاق بھی فرماتے اور کچھ باتیں سنتے کچھ سناتے۔

اور ہاں اس وقت تو حضور کی شفقت کی انتہا ہی ہوگئی۔ جب ہم اسپین میں مسلمانوں کا ایک محل دیکھ رہے تھے جو سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود ایسا ہی نیا لگ رہا تھا جیسے کل بنا ہو۔اور اس پر مرور زمانہ کا کوئی اثر نہیں تھا۔اور اس میں مختلف حصے دیکھتے دیکھتے جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں بادشاہ مجلس لگا کر بیٹھا کرتا تھا۔تو اس کے تخت کے ساتھ بادشاہ کے محافظ کے لئے بنی ہوئی جگہ کو دیکھ کر حضور بڑے محبت بھرے انداز میں مجھے بلا کر فرمانے لگے:۔ بہادر شیر! یہاں بادشاہ کا باڈی گارڈ کھڑا ہوتا تھا۔کیا میرا باڈی گارڈ کھڑا نہیں ہوسکتا چلو کھڑے ہو۔ پھر حضور نے اپنے کیمرہ سے میری وہاں کھڑے ہوئے تصویر لی اور فرمایا یہ تاریخی تصویر ہے۔دونگا نہیں۔ چنانچہ وہ نہیں ملی پھر حضور ہر جگہ ہی فرماتے رہے کہ فلانی چیز بڑی اچھی ہے جاؤ دیکھ کر آؤ چنانچہ مجھے اس طرح بہت سی اچھی اچھی جگہ دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ تھیں حضور کی مسلسل شفقتیں سے جن کی ایک مثال یہ ہے۔

آپ اسپین کے اس محل میں سیر کر رہے تھے تو اس وقت دوسرے زائرین کی کیا کیفیت تھی؟ وہ حضور کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مصافحہ کرتے اور تصویر لینے کی درخواست کرتے چنانچہ حضور عورتوں کو کہتے بیگم صاحبہ کے ساتھ تصویر کھینچ والو اور مردوں کے ساتھ خود کھڑے ہو کر کھنچواتے۔

اور آخر میں میں جب میں نے بہادر شیر صاحب سے پوچھا اس دورہ سے آپ نے کیا تاثر لیا۔؟ اس پر ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک آ گئی کہنے لگے بھائی میں وہاں جو کچھ دیکھ کر آیا ہوں اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں ان ملکوں میں احمدیت کے لئے ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ ان لوگوں کے دلوں میں جتنا جوش میں نے دیکھا ہے ان اس نے مجھے اس بات کا یقین دلا دیا ہے ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ انشاءاللہ!

(ماہنامہ خالد نومبر دسمبر 1981)



باب (9)

حضرت چوہدری منشی احمد علی خاں صاحب کاٹھگڑھیؓ

آف سانگھڑ سندھ

آپ چوہدری ابادان خاں کے گھر 1891ء کو کاٹھگڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق کاٹھ گڑھ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب انڈیا) کی راجپوت برادری سے تھا۔ قبل تقسیم ہند 1945ء میں آپ کے دونوں بیٹوں رانا بشیر احمد، رانا نذیر احمد، کو اس چک نمبر 2 میں فوجی ہونے کی وجہ سے زرعی زمین الاٹ ہوئی تھی۔ تقسیم ملک کے وقت آپ کا خاندان کچھ عرصہ ہڑپہ ضلع ساہیوال پنجاب میں مقیم رہا پھر اس چک نمبر 2 منگلی سانگھڑ سندھ میں آباد ہو گیا۔ پھر منشی احمد علی صاحب نے اپنی جدی زمین کا کلیم بھی اسی گاؤں الاٹ کروالیا۔ آپ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ اور جب کاٹھگڑھ میں 1903ء میں چوہدری غلام احمد خاں صاحب رئیس کاٹھگڑھ اپنی ساری برادری سمیت سلسلہ بیعت میں شامل ہوئے تو آپ بھی ان میں شامل تھے۔ آپ بہت اچھے کردار کے مالک بزرگ تھے۔ آپ نے تعلیم الاسلام احمدیہ مڈل سلول کاٹھگڑھ میں تیس سال سے زائد عرصہ تک بچوں کو پڑھایا۔ آپ کا خاندان اسی علاقے میں رہائش پذیر ہو گیا۔ آپ کے خاندان کی شرافت اس علاقے میں بہت مشہور ہے۔ آپ کے خاندان کے کسی فرد نے کبھی بھی کسی سے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔ آپ کا تقریباً سارا خاندان تعلیم جیسے معزز پیشے سے منسلک ہے۔ اس علاقے کو جہالت کی تاریکی سے نکالنے میں اس خاندان نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ خدا کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کی اہلیہ کا نام نیاز بیگم تھا۔ جو کہ موصیہ تھیں۔ (آپ کی بیوی مرحومہ اہلیہ ناصر احمد بہادر شیر مرحوم (سابق افسر حفاظت خاص) کی پھوپھی تھیں۔ آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ مکرم رانا بشیر احمد صاحب، مکرم رانا نذیر احمد صاحب، مکرم رانا شریف احمد صاحب، محترمہ نصیراں بیگم صاحبہ زوجہ رانا عبدالجبار خاں صاحب دارالیمن شرقی، نذیراں بیگم صاحبہ زوجہ رانا عبدالرحیم جرنیل صاحب کاٹھگڑھی، محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ زوجہ رانا عبدالمجید خاں صاحب)۔ آپ نے اسی 80 سال کی عمر میں 29 جولائی 1971ء کو وفات پائی۔ آپ اور آپ کی اہلیہ بھی موصیہ تھی۔ اور دونوں بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں وصیت نمبر 3439 تھا۔ آپ کی ساری نسل اللہ کے فضل سے خلافت سے وابستہ ہے۔ آپ کے بڑے بیٹے بشیر احمد بھی راہ مولا میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ کے دو پوتے رانا سلیم احمد مورخہ 26 نومبر 2009ء کو اور رانا ظفر اللہ خاں 18 مارچ 2011ء کو راہ مولا میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ کی ساری نسل جماعت کی مخلص کارکن ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان نیک بزرگوں کی طرح ان کی ساری نسل کو اور ہم سب کو بھی خلافت سے وابستہ رکھے۔ آمین۔ (الفضل ربوہ 9 اپریل 2011ء)



محترم چوہدری منشی احمد علی خاں

چوہدری منشی احمد علی خاں ولد ابادان خاں سانگھڑ کی اولاد

آپ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ آپ کاٹھگڑھ کے احمدیہ مڈل سکول میں پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں فوج میں ملازم ہو گئے۔ آپ کو 125 ایکڑ زمین چک نمبر 2 سانگھر میں آلاٹ ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے ہڑپہ میں کچھ سال قیام کیا۔ اور اپنی آبائی زمین کا کلیم بھی ہڑپہ میں آلاٹ کروایا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد آپ اپنی ساری اولاد کو لے کر سانگھڑ جا کر آباد

ہو گئے ۔آپ کے تین بیٹے تین بیٹیاں تھیں ۔ چوہدری بشیر احمد خاں ، چوہدری نذیر احمد خاں ، چوہدری شریف احمد خاں ۔آپ کی وفات 1971 میں ہوئی موصی ہونے کی وجہ سے تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی ۔آپ نہایت نیک متقی انسان تھے ۔آپ نے چک نمبر 2 سانگھڑ میں نے 32، ایکڑ زمین خریدی تھی ۔ اور 32، ایکڑ زرعی اراضی چوہدری بشیر احمد کو اور 32، ایکڑ چوہدری نذیر احمد کو فوج کی طرف سے الاٹ ہوئی تھی ۔ ہڑپے کی زمین بھی فروخت کر کے سانگھڑ ہی میں زرعی اراضی خرید لی گئی تھی ۔آپ کے پاس ایک صد سے زائد ایکڑ زمین تھی ۔ چوہدری بشیر احمد خاں کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں ۔



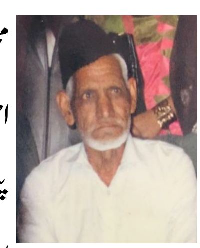
چوہدری نذیر احمد خاں کے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں ، ایک بیٹے محمد سلیم صاحب کو شہادت نصیب ہوئی ۔ چوہدری محمد شریف خان ہائی وے میں ملازم تھے ۔ انہوں نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایف اے کیا تھا ۔ اور پھر محکمہ ہائی وے سندھ کے ملازم ہو گئے تھے ۔آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے ۔آپ کے بڑے بیٹے ظفر اللہ خاں کو بھی شہادت کا مقام نصیب ہوا ۔آپ کے سب پوتے پوتیاں اکثر محکمہ تعلیم کے ملازم رہے ۔مگر اب جماعت احمدیہ کے ساتھ حکومت کے متعصّبانہ روّیے کی وجہ سے بیرون ممالک نقل مکانی کر کے یورپ اور آسٹریلیا اور امریکہ میں مقیم ہیں ۔ سب لوگ احمدیت سے مخلص اور خلافت کے مطیع ہیں ۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضلوں کی بارش ان پر کر دی ہے ۔ اور سکون قلب دیا ہے ۔نسلوں کا مستقبل روشن اور درخشاں ہے ۔

محترم رانا سلیم احمد صاحب شہید سانگھڑ



یہ سچے عشق کی باتیں ہیں خوش بختی کی معراج ہے یہ
وہ لطف مجسم جب بھی کہے جانوں کے بھی اب نذرانے دو
(ثاقب زیروی)

خاندان





محترم رانا سلیم احمد صاحب 27 نومبر 1958ء کو چک نمبر 2 منگلی ضلع سانگھڑ میں چوہدری نذیر احمد ولد حضرت منشی احمد علی صاحب ؓ کے یہاں پیدا ہوئے ۔آپ چار بھائی اور چار بہنیں ہیں ۔آپ کا نمبر پیدائش پانچ ہے ۔آپ کے بڑے بھائی محمد عظیم صاحب ماڈل کالونی کراچی میں مقیم ہیں ۔ دوسرے بھائی رانا منیر احمد محکمہ تعلیم میں ٹیچر ہیں ۔ان سے چھوٹے بھائی رانا شبیر احمد محکمہ پولیس میں ملازم ہیں ۔آپ کے دادا منشی احمد علی صاحب کا تعلق کاٹھگڑھ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور (انڈیا مشرقی پنجاب) کی راجپوت برادری سے تھا ۔ (آپ کی دادی مرحومہ اہلیہ ناصر احمد بہادر شیر مرحوم (سابق افسر حفاظت خاص) کی پھوپھی تھیں ۔قبل تقسیم ہند 1945ء میں آپ کے تینوں بیٹوں بشیر احمد، نذیر احمد، شریف احمد اور آپ کو اس چک نمبر 2 میں زرعی زمین الاٹ ہوئی ۔ چونکہ آپ کے دونوں بڑے بیٹے بشیر احمد، نذیر احمد فوج میں ملازم تھے ۔ان دونوں کو زرعی زمین 1945ء میں اس گاؤں میں الاٹ ہوئی ۔آپ کے دادا نے نوے سال کی عمر 1971ء میں وفات پائی ۔آپ نے بچپن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہوا

تھا۔اور جب کاٹھگڑھ 1903ء میں چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھگڑھ اپنی ساری برادری سمیت سلسلہ بیعت میں شامل ہوئے تو آپ بھی ان میں شامل تھے۔آپ بہت اچھے کردار کے مالک بزرگ تھے۔آپ نے احمدیہ مڈل سلول کاٹھگڑھ میں 1927ء سے 1947ء تک بچوں کو پڑھایا۔آپ اور آپکی اہلیہ بھی موصیہ تھی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔شہید کے والد پاک فوج سے ریٹائرڈ تھے بہت نیک، سادہ، اور دعا گو تھے۔آپ کا قریبی خاندان اسی علاقے میں رہائش پذیر ہوگیا۔آپ کے خاندان کی شرافت اس علاقے میں بہت مشہور ہے۔آپ کے خاندان کے کسی فرد نے کبھی بھی کسی سے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔آپ کا تقریبا سارا خاندان تعلیم جیسے معزز پیشے سے منسلک ہے۔اس علاقے کو جہالت کی تاریکی سے نکالنے میں اس خاندان کا اہم کردار رہا ہے۔تعلیم۔محترم رانا محمد سلیم صاحب منشی احمد علی صاحب کے منجھلے بیٹے چوہدری نذیر احمد صاحب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔آپ 27 نومبر 1958ء کو پیدا ہوئے۔محترم رانا صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے چک نمبر 2 منگلی سے حاصل کی۔اور قریبی چک نمبر 3 منگلی سے میٹرک پاس کیا۔گورنمنٹ کالج سانگھڑ شہر سے ایف ایس سی پاس کی۔پھر جامشورو کی سندھ یونیورسٹی سے انجینئرنگ کی۔ پھر دو سال پرائیویٹ جاب کیا۔اور سانگھڑ سے بی اے بی ایڈ پاس کیا۔1989ء میں برائے تلاش روزگار جرمنی تشریف لے گئے۔اسی سال اپنی تایازاد منصورہ صاحبہ سے شادی کی وہاں دو سال قیام کے دوران صوبہ بائرن کے شہر وراٹنگ ورگ کی جماعت احمدیہ کے صدر بھی رہے۔مگر جرمنی میں ان کا جی نہ لگا۔اور 1992ء میں واپس پاکستان آ گئے۔سانگھڑ آ کر اقبال اکیڈمی کے دو سال پرنسپل رہے۔اس کے بعد خود نیو لائف اکیڈمی کے نام سے 1994ء میں تعلیمی ادارہ کھولا۔جو کہ آج اس علاقے کا کامیاب، ایک بڑا مشہور و مقبول ادارہ ہے۔جس میں طلباء کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے ۔

ہم جورو جفا کے خوگر ہیں، بدلیں گے نہ اپنی خوئے وفا
ہم پیار کی شمعیں جلائیں گے نفرت کو زور دکھانے دو

خدمات

رانا محمد سلیم صاحب نے ساری عمر ایک مجاہد کی طرح مختلف جماعتی عہدوں پر کام کیا۔آپ کو بچپن سے ہی دینی کام کرنے کا شوق تھا۔پہلے مقامی جماعت میں کام کیا۔پھر ضلع سانگھڑ میں منتقل ہوگئے۔وہاں 92۔1991ء میں قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سانگھڑ مقرر ہوئے۔اسی دوران 97۔1996ء میں آپ کو قائد علاقہ حیدرآباد ڈویژن مقرر کر دیا گیا۔ایک سال بعد جب سانگھڑ ضلع بنا۔تو آپ کو علاقہ سانگھڑ کا 98۔1997ء میں پہلا قائد مجلس خدام الاحمدیہ مقرر کر دیا گیا۔جب آپ 1998ء میں ناصر ہوئے۔تو آپ کو ناظم مجلس انصاراللہ ضلع سانگھڑ مقرر کر دیا گیا۔اور تا شہادت اس عہدہ پر کام کرتے رہے۔آپ کے دور میں ایک بار ضلع سانگھڑ اول قرار پایا تھا۔2009ء کے لئے آپ کو ناظم علاقہ میرپور خاص نامزد کیا گیا۔2004ء سے نائب امیر جماعت ضلع سانگھڑ خدمات بجالا رہے تھے۔قائم مقام صدر جماعت سانگھڑ بھی خدمت کا موقع ملا۔سانگھڑ شہر کے 2007ء سے۔2010ء کے لئے سیکرٹری تحریک جدید منتخب ہوئے۔2004ء سے 2007ء تک سیکٹری وقف جدید مقرر رہے۔آپ کو 2005ء تو میں جلسہء قادیان میں شرکت کی سعادت ملی۔

جھکا سکی نہ ہمیں کوئی جبر کی آندھی
تیرا کرم ہے کہ اب تک بھی سر کشیدہ ہیں

(ثاقب زیروی)

اوصاف

آپ کردار کے بہت ہی اچھے اور نیک تھے۔آپ بہت ہنس مکھ اور شستہ طبیعت کے مالک تھے۔خوش پوش،خوش خور اور خوش گفتار انسان تھے۔شہید بہت سی خوبیوں کا مجموعہ تھے۔مثلاً محبت کرنے والے،ایثار سے پیش آنے والے،شفیق، ذہین، ہمدرد،غریب پرور، زندہ دل،ہنس مکھ،نڈر اور دلیر تھے۔مہمان نواز اتنے کہ کسی کے مہمان کو بھی بغیر کسی تواضع کے ہرگز جانے نہ دیتے تھے۔مرکزی مہمانوں کی آمد پر اپنی خدمات پیش کر دیتے اور دل وجان سے خدمت کرتے۔ جماعتی روپے کو بہت احتیاط سے خرچ کرتے اور اس کا باقاعدہ حساب رکھتے اور سب کارکنان کو اس کی ترغیب دیتے۔اپنی اکیڈمی میں مستحق طلباء کی فیس معاف کر دیتے تھے۔حساب کا مضمون خود پڑھاتے تھے۔

طبیعت میں مزاح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔موقع کی مناسبت سے لطائف بھی سنایا کرتے تھے۔سب دوستوں میں یکساں ہر دلعزیز تھے۔اطاعت امیر میں سب کے لئے ایک مثال تھے۔آپ کے سکول کے طلباء ہر رمضان المبارک اپنے جیب خرچ سے جو رقم جمع کرتے اس میں خود بھی حصہ ڈال کر فلاحی اداروں کو جمع کرواتے جو دکھی انسانیت کے کام آتی تھی۔ ہر سال عید کے موقع پر سنٹرل جیل کے قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔اور بیسیوں قیدیوں کو رہا کروایا جو چند سو روپوں کی وجہ سے جیل میں پڑے ہوئے تھے۔آپ کے تعلقات ضلعی انتظامیہ اور عدلیہ کے سب افسران سے مثالی تعلقات تھے۔اور آپ ان سے ہر قسم کے تعاون کے لئے ہر لحظہ تیار رہتے تھے۔اور اسی لئے ان کی شہادت پر سب نے رنج وغم کا اظہار کیا۔آپ کی اہلیہ محترمہ منصورہ سلیم بتاتی ہیں کہ 26 نومبر کی دوپہر کو جب کھانا کھانے لگے تو فرمانے لگے کہ منصورہ کل آپکو پتہ ہے کہ ہمیں تین خوشیاں ملنی ہیں۔ایک تو میرا یوم پیدائش ہے۔دوسرا حج کا بابرکت دن ہے۔تیسرا جمعے کا دن ہے۔

وہ اس دن معمول سے زیادہ بہت خوش تھے۔اسی دن شام کو نماز مغرب کی نماز آپ نے پڑھائی۔بعد نماز سب دوستوں کے جانے کے بعد بیت الذکر کو تالا لگا کر گھر کو جانے لگے۔جوں ہی آپ اپنی کھڑی موٹر سائیکل کی طرف بڑھے نقاب پوش ظالم دشمن نے اچانک گولی آپ کی دائیں آنکھ پر ماری اور موٹر سائیکل پر فرار ہو گئے۔آپ ہسپتال کے راستے میں ہی راہ مولا میں قربان ہو گئے۔اور جماعت کی تاریخ اپنی رگوں میں دوڑنے والے بیش قیمت خون سے رقم کر گئے تا کہ ہر آنے والا مجاہد اس روایت کو زندہ رکھے۔اور بزدل دشمن کو بتادے کہ ہم کیسے مال،وقت،اولاد اور جان اپنے دین پر نچھاور کرنے کو ہر دم تیار رہتے ہیں۔قوموں کی زندگیوں میں ہمیشہ ہی ایسے جوانوں نے تواریخ رقم کی ہیں اور جن کو اقوام مشعل راہ بنایا کرتی ہیں۔رانا محمد سلیم شہید بھی ایک نڈر اور بہادر باپ کے سپوت تھے جو ہمارے لئے ایک مثال بن گئے۔اور ہمیشہ کے لئے زندگی پا گئے۔آپ کی شہادت پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ 27 دسمبر کو رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا نماز جنازہ غائب پڑھائی۔اور دوسرے دن خطبہ عیدالاضحیٰ پر بھی بڑے پیار سے شہید کا پھر ذکر فرمایا۔آپ کی معیت ربوہ لائی گئی۔جہاں ہزاروں کی تعداد میں مختلف مقامات سے احباب نے آکر آپ کا چہرہ دیکھا اور نماز جنازہ میں شرکت کی۔جو کہ عید کے روز بعد نماز ظہر بیت المبارک میں صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔اور قبر تیار ہونے پر آپ نے ہی دعا کرائی۔اور قبرستان عام میں آپ کی امانتاً تدفین ہوئی۔آپ نے اپنی یادگار ایک بیوہ،ایک بیٹا اسامہ سلیم واقف نو،دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا حامی وناصر ہو۔

زہے نصیب جو مرا لہو بھی کام آئے مجھے جنوں ہے چراغ حرم جلانے کا

(ثاقب زیروی)(الفضل ربوہ۔22مارچ 2010ء)



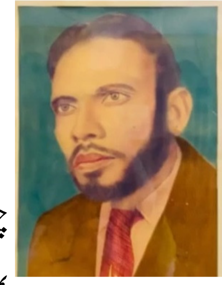
رانا ظفر اللہ خاں صاحب شہید سانگھڑ

اپنے لہو سے لکھی ہے کہانی اہل سانگھڑ نے	پانچویں بار جو پیش ہے کی قربانی اہل سانگھڑ نے
تازہ لہو کے چھینٹوں سے بتلائے اہل دنیا کو	راہ حق میں قربانی کے معانی اہل سانگھڑ نے (قدسی)

آپ رانا محمد شریف خاں مرحوم ولد ماسٹر احمد علی خاں کاٹھ گڑھی مرحوم صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔او۔آپ کے نانا چوہدری عبدالعزیز خاں مرحوم آف لکی نوشورکوٹ تھے۔آپ کی پیدائش یکم اپریل 1971ء کی ہے۔آپ کی شادی جولائی 2007ء میں محترمہ ملیحہ ظفر بنت رانا عبدالرزاق خاں آف کراچی سے ہوئی تھی۔ جو کہ مکرم رانا عبدالغفار خاں سابق سیکٹری مال شہر سرگودھا کی بھتیجی ہیں۔آپ کے پسماندگان میں محترمہ ملیحہ ظفر صاحبہ دوشیر خوار بچیاں دوسالہ فوزیہ ظفر آٹھ ماہ کی صبغۃ البشریٰ ہیں آپ کی بوڑھی والدہ نذیراں شریف، دو بھائی مکرم نصر اللہ صاحب،مکرم اسد اللہ صاحب ایک بہن آنسہ بیگم صاحبہ ہیں۔آپ کی تعلیم میٹرک تک تھی سانگھڑ میں ہی آپ کا فوٹو کاپی کا کاروبار تھا۔شروع ہی سے آپ کو دینی کام کرنے کا بہت شوق تھا۔۔بچپن سے ہی جماعتی خدمت کرنے کا شوق تھااس وقت ضلع سانگھڑ کے نائب قائد خدام الاحمدیہ تھےاور شہر سانگھڑ کے قائد مجلس خدام الاحمدیہ، ناظم مال اور منتظم صنعت وتجارت بھی تھے۔آپ ہر سال سالانہ نمائش مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ پر کوئی نہ کوئی نئی چیز بنا کر پیش کیا کرتے تھے۔اور اکثر انعام کے حقدار ٹھہرتے تھے۔ نیز شہر کی جماعت کے سیکٹری مال بھی تھے۔ چندہ جات کی وصولی میں بھی بہت فعال تھے۔اطاعت امیر میں بھی بہت مثالی تھے۔آپ اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔آپ بہت ہی ملنسار،مہمان نواز، ہنس مکھ، بااخلاق، ہمدرد، مسلسل خدمت کرنے والے وجود تھے۔پونے نو بجے محترم معراج ابڑو صاحب مربی سلسلہ نے آپ کی نماز جنازہ چک نمبر 24 میں پڑھائی۔مورخہ 19 مارچ کوآپ کا جنازہ ربوہ پہنچا۔20 مارچ کو بعد نماز فجر مسجد المبارک میں مکرم ومحترم مرزا خورشید احمد صاحب ناظر صاحب اعلی وامیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی۔اور آپ کی تدفین قبرستان عام میں عمل میں آئی۔قبر تیار ہونے پر مکرم ومحترم صاحبزادہ صاحب ہی نے دعا کرائی۔ 18 مارچ کے خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''ایک افسوس ناک خبر ملی ہے میرے جمعہ پر آنے سے پہلے ملی ہے۔سانگھڑ میں ہمارے ایک نوجوان رانا ظفر اللہ صاحب ابن مکرم محمد شریف صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ اور سیکریٹری مال ضلع تھے۔ان کو دونا معلوم موٹر سائیکل سواروں نے شہید کر دیا ہے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔رانا صاحب ایک جماعتی پروگرام میں شرکت کے بعد گھر واپس جارہے تھے۔رانا صاحب جب گھر کے دروازے کے قریب پہنچے ہیں۔دو افراد نے فائرنگ کی اور فرار ہو گئے۔ان کی فائرنگ سے آپ کے چہرے پر تین فائر لگے۔فائرنگ کی آواز سن کر آپ کا چھوٹا بھائی باہر آیا۔دیکھا تو آپ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔فوری طور پر گاڑی میں ڈال کر نواب شاہ لے جارہے تھے لیکن راستے میں آپ نے شہادت کا رتبہ پایا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔اور ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ان کی دو بیٹیاں ہیں۔رانا ظفر اللہ صاحب، رانا سلیم صاحب شہید سانگھڑ کے عزیز (چچازاد بھائی) تھے۔گزشتہ کچھ عرصے میں چند سال میں یہ سانگھڑ میں پانچویں شہادت ہے۔چھوٹی سی جماعت ہے۔بڑی جانی قربانی سب سے بڑھ کر ہے۔اللہ تعالیٰ وہاں کے احمدیوں کو بھی محفوظ رکھے اور دشمنوں کی پکڑ کا سامان فرمائے،ان کے بچوں کا،اہلیہ کا حافظ وناصر ہو۔صبر، حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔نمازوں کے بعد میں ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا''

(خطبہ جمعہ 18 مارچ 2011)

احباب سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر لحاظ سے شہید کا اور اس کے پسماندگان کا حامی وناصر ہو۔آمین۔(23 مئی 2011ء الفضل ربوہ)





محترم چوہدری بشیر احمد خاں صاحب کاٹھ گڑھی

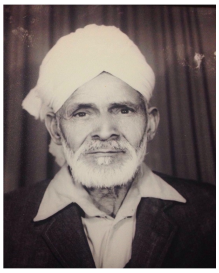
محمد سلیم ناصر

چوہدری بشیر احمد صاحب مرحوم کاٹھگڑی منشی احمد علی کے گھر کاٹھ گڑھ میں پیدا ہوئے۔آپ سات بھائی اور تین بہنیں تھیں۔آپ سب سے بڑے بیٹے تھے۔علم اور عقل وفہم کے لحاظ سے بھی بڑے تھے۔جب بلوغت کو پہنچے تو آرمی میں چلے گئے۔سروس کے دوران انڈیا کے مختلف مقامات پر رہے۔آپ کی شادی فاطمہ بیگم سے ہوئی جو چوہدری بوٹے خان کی بیٹی تھیں جن کی سکونت قادیان میں تھی۔جب والد صاحب چھٹی پر آتے تو روزانہ مجلس عرفان میں شامل ہوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے درسوں سے مستفید ہوتے۔آپ نے ذاتی ضرورتوں پر ہمیشہ جماعت کو ترجیح دی۔آرمی سے ریٹائر ہونے پر چک نمبر 2 پنجابی سانگھڑ میں آگئے جہاں آپ کے چھوٹے بھائی کو زمین الاٹ ہوئی تھی۔آپ نے زمین آباد کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا کچھ عرصہ بعد آپ کو بھی زمین مل گئی۔پھر 1953ء سانگھڑ شہر آ گئے کیونکہ بچوں کو پڑھانے کے لئے سکول ضروری تھا یہاں آکر مختلف بااثر افراد کے پاس ملاقات کرتے رہے۔چک نمبر 2 میں فیصلے کرنے والی کمیٹی کے سرگرم رکن تھے۔آپ کی رائے کو بڑا وزن دیا جاتا۔ایک دفعہ میں اور والد صاحب بازار گئے والد صاحب کا دوست ملا دوران گفتگو میرے ماموں جان آ گئے دوست کہنے لگے یہ کون ہیں آپ نے جواباً یہ نہیں کہا کہ سالہ ہے بلکہ کہا کہ یہ میرے بیٹے کے ماموں ہیں۔باوجود تنگی کے اولاد کو تعلیم دلوائی آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں میں اکثر عہدوں پر بھی رہے اور آپ بھی جماعتی خدمت بجالا رہے ہیں،خلافت سے دلی محبت رکھتے ہیں قربانی میں پیش پیش رہتے ہیں کتنی بھی مالی تنگی ہو والد صاحب ہر سال جلسہ سالانہ پر جاتے اکثر جلسوں میں غیر احمدی دوست بھی لے جاتے تھے۔کئی غیر احمدی دوستوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔چوہدری بشیر احمد صاحب جب گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوتا پھر خواہ بیٹا ہو یا بیٹی ایک جیسی خوشی کرتے۔بیٹیوں کے پیدا ہونے پر بھی مٹھائی تقسیم کرتے اور بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلے میں زیادہ پیار کرتے۔اور ان کا خیال رکھتے۔



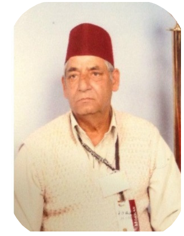


والد صاحب کو چک 2 میں ابھی ایک سال ہی ہوا تھا کہ برصغیر تقسیم ہوگیا۔اور انڈیا سے رشتہ دار ہجرت کر کے چک نمبر 2 میں آ گئے۔غالباً رشتے دار ایک صد ہونگے والد صاحب کو مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔میں اس بات پر حیران ہوں کہ تنگی کے باوجود کس طرح مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔یہ سلسلہ کئی مہینوں پر محیط ہے۔آخر میں جب شہادت قریب تھی میرے والد صاحب محسن شاہ صاحب کی زمینوں پر مینجر تھے جو سانگھڑ شہر سے 16 میل کے فاصلے پر تھی ممبرات کو محسن شاہ صاحب کہنے لگے کہ وہ جمعہ پر سانگھڑ جائیں گے شاہ صاحب کی دشمنی بہت تھی والد صاحب کہنے لگے کہ شاہ صاحب آپ جمعہ یہاں بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن مجھے جانے دیں کیونکہ میں یہاں نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ہمارے سانگھڑ میں دشمنوں کو پتہ چل گیا تھا کہ شاہ صاحب سانگھڑ جائیں گے اور وہ اسلحہ لے کر روڈ پر کھڑے ہونگے اندھیرا چھایا ہوا تھا موٹر سائیکل پر والد صاحب سوار تھے اور شاہ صاحب کا بھتیجا موٹر سائیکل چلاتا تھا۔دشمنوں نے فائرنگ کر دی والد صاحب شہید ہو گئے اور بھتیجا شدید زخمی۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے والد صاحب کو جنت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ہم سب کو اللہ تعالیٰ جماعت کا بہترین وجود بنائے ہر آن ہم جماعت کو مقدم رکھیں۔آمین۔



باب (10)

حضرت چوہدری غلام محمد خان صاحب کاٹھگڑھی رضی اللہ عنہ



مکرم عبدالرشید صاحب صاحب اپنے پڑنانا حضرت چوہدری غلام محمد خان صاحب کاٹھ گڑھی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

''حضرت چوہدری غلام محمد خاں صاحب مشرقی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کے معروف گاؤں کاٹھگڑھ میں مکرم چوہدری رحمت خاں صاحب کے ہاں 1887ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد کی پہلی اولاد تھے۔ آپ کے علاوہ تین اور بیٹے بھی تھے۔ دوسرے بیٹے کا نام غلام رسول خاں اور تیسرے کا نام عبدالحمید خاں تھا۔ آخری بیٹا جس کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ وہ کسی وجہ سے گھر سے چلا گیا اور بعد میں کوئی رابطہ نہ رہا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا چرچا پنجاب کے دیہات میں عام ہونے لگا تو کاٹھگڑھ کے محترم سید محمد علی شاہ صاحب حضور کی زیارت کے لئے قادیان تشریف لے گئے اور بیعت کر کے کاٹھ گڑھ کے پہلے احمدی ہونے کا اعزاز حاصل کرلیا۔ جب یہ بیعت کر کے اپنے گاؤں واپس لوٹے۔ تو انہیں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور جب گاؤں کے رئیس چوہدری غلام احمد صاحب کو ان کے احمدی ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت سید محمد علی شاہ صاحب کو حکم دیا کہ یا تو احمدیت سے انکار کردیں۔ ورنہ گاؤں چھوڑ کر چلے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندہ نے محض خدا تعالیٰ کے خاطر گاؤں چھوڑنے کو ترجیح دی اور اپنا ایمان سلامت رکھا۔ بعد میں جب گاؤں کے رئیس چوہدری غلام احمد صاحب پر احمدیت کی صداقت ظاہر ہوگئی۔ تو حضرت سید محمد علی شاہ صاحب کو ڈھونڈ کر عزت کے ساتھ گاؤں لائے اور وہ کاٹھ گڑھ میں مقیم ہوئے اور ان کے ذریعہ احمدیت گاؤں میں پھیلنے لگی۔



حضرت چوہدری غلام محمد خان صاحب کو بھی 1904ء میں قادیان جا کر 17 سال کی عمر میں مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور بیعت کی توفیق ملی۔ آپ کاٹھ گڑھ کے ابتدائی احمدیوں میں سے ہیں۔ کچھ دن حضرت مسیح موعود کی صحبت سے فیضیاب کے بعد جانے کی اجازت حضور سے چاہی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ آپ ابھی چھوٹے ہیں۔ کچھ عرصہ مزید قادیان میں ٹھہریں تا کہ آپ کو ہمارے دعاوی اور عقائد کا بخوبی علم ہوجائے۔ اس پر آپ مزید اڑھائی تین ماہ تک قادیان میں مقیم رہ کر حضور کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اس کے بعد حضور نے آپ کو جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بعد میں آپ کے ذریعہ آپ کے دو بھائی مکرم غلام رسول خاں صاحب اور مکرم عبدالحمید خاں صاحب کو احمدیت کی نعمت ملی۔ تاہم ان کے والد مکرم چوہدری رحمت خاں صاحب کو بیعت کی توفیق نہ ملی

آپ کے اکلوتے بیٹے مکرم چوہدری غلام اللہ خاں صاحب (پیدائش 1909ء) کی روایت ہے کہ محترم والد صاحب نے بتایا کہ جب مکرم عبدالکریم صاحب آف حیدر آباد دکن کو 1907ء میں کتے نے کاٹ لیا تھا اور انہیں علاج کے لئے بورڈنگ ہاؤس سے الگ ایک کمرہ میں رکھا گیا۔ اس موقع پر مجھے بھی چند دن ڈیوٹی دینے کا موقع ملا۔

حضرت چوہدری غلام محمد خاں صاحب بعد میں بسلسلہ ملازمت لاہور تشریف لے گئے اور ایک لمبا عرصہ سنٹرل ماڈل سکول لاہور میں کام کیا۔ قیام پاکستان سے قبل بہت سے احمدی احباب روزگار کے سلسلہ میں لاہور آتے رہے۔ آپ ان کو روزگار حاصل کرنے میں حتی المقدور تعاون کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے وقت آپ نے سکول کے پرنسپل صاحب سے سے خصوصی اجازت حاصل کرلی کہ ہندوستان سے آنے والے مہاجرین سکول میں چھٹیوں

کے ایام میں رہ سکیں۔اس سہولت سے بہت سے احمدی احباب نے استفادہ کیا۔

آپ کوطب کے شعبہ سے بھی شغف تھا۔اس لئے عام ضرورت کی دیسی جڑی بوٹیوں سے تیارشدہ ادویات اپنے پاس رکھتے تھے اورغرباء کومفت تقسیم کرتے تھے۔آپ جوانی سے ہی عبادت گزار اور سلسلہ کی کوئی کتاب اپنے پاس رکھتے اوراس کا مطالعہ کرتے تھے۔خاکسار نے خودآپ کوحقیقۃالوحی ،ازالہ اوہام اور براہین احمدیہ حصہ پنجم کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔بلکہ یہ کتب آپ کے سرہانے کی طرف الماری میں ہوتی تھیں۔جو ہاتھ کی پہنچ میں ہوتی تھی۔

قیام پاکستان کے بعدآپ کوزرعی زمین ہڑپہ ساہیوال میں الاٹ ہوئی۔وہاں کچھ عرصہ مقیم رہنے کے بعدربوہ تشریف لے آئے اوراپنے بیٹے مکرم چوہدری غلام اللہ خاں صاحب کے پاس مقیم ہوئے۔ان کا گھر مسجد ناصر محلّہ دارالرحمت غربی کے سامنے محراب کی طرف تھا۔مسجد کے قریب ہونے کی وجہ سے خودبھی بروقت نماز کے لئے تشریف لے جاتے اوراپنے پوتوں کوبھی تلقین فرماتے۔قیام ربوہ کے دوران اپنے عزیزواقارب کی خیرخیریت معلوم کرنے کے لئے جاتے اورخاص طور پر بیمار کی عیادت اپنے پرفرض کر لیتے اور باوجود بڑی عمر کے دوردراز محلوں میں بھی جاتے رہے۔جلسہ سالانہ اوراجتماعات میں شرکت فرماتے اورتمام دن انہماک سے پروگرام سنتے۔آخری تقریب جس میں آپ کوشرکت کا موقع ملا وہ انصاراللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع 1970ء تھا۔آپ درمیانے دن ہونے والے دعوت میں بھی شریک ہوئے۔اسی رات نمازتہجد کے وقت آپ دماغ کی شریان پھٹ جانے سے بیہوش ہوگئے۔اس موقع پرمکرم رانا کرامت احمدخان صاحب کمپوڈر فضل عمرہسپتال ابن حضرت منشی برکت علی خاں صاحب سابق وکیل المال تحریک جدید نے بیماری کے دوران خدمت کی توفیق پائی۔آپ اسی بیماری میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

آپ کی وفات 26اکتوبر 1970ءکوہوئی۔اگلے روزحضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد المبارک میں بعدنمازعصرنماز جنازہ پڑھائی اورتمام عزیزوں سےتعزیت کی۔آپ کی تدفین امانتاً قبرستان عام میں ہوئی۔بعدمیں وصیت کی تکمیل کے بعدتدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔آپ کا وصیت نمبر 14726 تھا۔آپ کی تدفین قطعہ نمبر 10 صحابہ حصہ نمبر 12 اورقبرنمبر 5 میں ہوئی۔

آپ مجلس انتخاب خلافت کمیٹی کے ممبر تھے۔تاریخ احمدیت جلدنمبر 19 میں صفحہ نمبر 190 پراس طرح درج ہے۔غلام محمد صاحب کاٹھگڑھی ہڑپہ منٹگمری۔

آپ کے اکلوتے بیٹے مکرم چوہدری غلام اللہ خاں صاحب ہیں وہ 1909ء میں کاٹھ گڑھ میں پیدا ہوئے اورروزگار کے سلسلہ میں لاہوراورلالہ موسیٰ ضلع گجرات میں رہائش پذیر رہے بعدمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انہیں اپنا ذاتی ٹریکٹرڈرائیور رکھ لیااورانہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پیار سے باباجی کہہ کربلاتے تھے۔اوران پرحضور نے بہت شفقتیں فرمائیں۔انہیں ذاتی ٹریکٹرڈرائیور کے طور پرایک لمباعرصہ خدمت کا موقع ملا۔ان دنوں حضورکی زرعی اراضی احمدنگر نزدجنوبی ضلع سرگودھا ربوہ اورنصرت آباد چک نمبر 54 جنوبی ضلع سرگودھا میں تھی۔وہاں سے فارغ ہوئے توحضرت صاحبزادہ مرزا منصوراحمد صاحب نے بھی بہت شفقتیں فرمائیں۔آپ کی وفات 19اکتوبر 1983ءکوہوئی۔بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ نمبر 15 حصہ نمبر 41 قبرنمبر 4 میں تدفین ہوئی۔

مکرم چوہدری غلام اللہ خاں صاحب کی درج ذیل اولاد ہے۔

بیٹے

(1) مکرم رانا محمد ارشد خاں صاحب جرمنی۔ (2) مکرم رانا احسان الحق خاں صاحب شورکوٹ کینٹ۔ (3) مکرم رانا محمد انور خاں صاحب سابق ملازم واپڈا ربوہ۔ حال جرمنی۔ (4) مکرم محمد اکبر خاں صاحب سابق صدر جماعت ازنگن جرمنی۔ (5) مکرم عطاء اللہ خاں صاحب سابق صدر جماعت ازنگن جرمنی۔ (6) مکرم رانا عبدالمومن خاں صاحب برطانیہ

بیٹیاں

(1) مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب سابق نائب افسر حفاظت خاص حضرت مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث۔

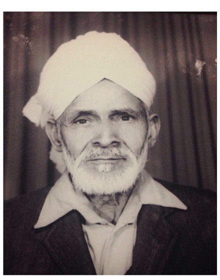
(2) مکرمہ آنسہ خاتون صاحبہ اہلیہ رشید احمد راشد صاحب ملکانہ محلّہ مصطفیٰ آباد لاہور۔

حضرت چوہدری غلام محمد خاں صاحب کی بڑی پوتی مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ خاکسار عبدالرشید احمد کی والدہ ہے۔ آپ کا پڑنواسہ مکرم عبدالحفیظ شاہد صاحب مربی سلسلہ وکالت اشاعت لندن میں خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ جبکہ دوسرا پڑنواسہ خاکسار عبدالرشید احمد نظارت علیاء صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں اور تیسرا پڑنواسہ مکرم عبدالقدوس صاحب آج کل ازنگن جرمنی میں بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق پا رہا ہے۔

آخر پر میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت چوہدری غلام محمد خاں صاحب کی نیکیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے۔

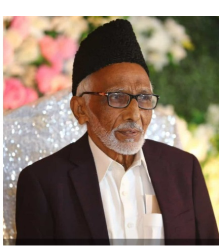
(الفضل ربوہ 12 جولائی 2014ء صفحہ 6)

حضرت غلام محمد صاحب کاٹھگڑھی ولد رحمت خاں کاٹھگڑھی



آپ کی بیعت بھی 1903 کی ہے۔ جب 1903 میں حضرت چوہدری غلام احمد خاں رئیس کاٹھگڑھ نے بیعت کی تو آپ نے بھی برادری سمیت بیعت کی تھی۔ آپ کی آٹا پیسنے کی چکی بھی تھی۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام غلام اللہ اور دوسرے کا نام عطاء اللہ تھا۔ جو کہ جوانی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ صوفی غلام اللہ خاں کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹے احسان الحق 497 شورکوٹ میں آباد ہیں۔ باقی جرمنی میں مقیم ہیں۔ بیٹیاں دونوں وفات پا چکی ہیں۔

حضرت چوہدری غلام محمد خاں کے بھائی چوہدری عبدالحمید خاں کے پانچ بیٹے تھے۔ ان کے بڑے بیٹے عبداللطیف خاں کی رہائش ہڑپہ میں تھی۔ باقی بھائی محمد اعجاز، محمد شریف، یاسین احمد، محمد جمشید ربوہ میں رہائش پذیر تھے۔ تین بہنیں تھیں۔



باب (11)

حضرت چوہدری دولت خان صاحبؓ

مکرم عبدالسمیع صاحب کاٹھگڑھی آپ کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''حضرت چوہدری دولت خان صاحب ولد بلند خاں صاحب، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ 1905ء میں دستی بیعت کی۔ وصیت نمبر 2502 تاریخ تحریر 27 اگست 1926ء ہے۔ 21۔ اپریل 1960ء کو چک 497 ج۔ب تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں بعمر 90 سال وفات پائی۔ بہشتی مقبرہ دارالفضل میں قطعہ نمبر 10 حصہ 25 قبر نمبر 5 قطعہ رفقاء میں مدفون ہیں۔ مکرم عبدالرحیم عارف صاحب مربی سلسلہ ضلع جھنگ تحریر کرتے

ہیں کہ ”آپ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ 1947ء میں اپنے گاؤں کاٹھ گڑھ سے ہجرت کر کے تحصیل شورکوٹ چک 497 ج ب ضلع جھنگ میں آباد ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں سے تھے۔ ہمیشہ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ اور موجودہ جماعت چک 497 ج ب کے سیکرٹری مال رہے۔ صدر جماعت بھی رہے۔ جماعت کے اس عہدہ کو نہایت کامیابی اور محنت کے ساتھ نبھایا۔ چندہ باقاعدہ ادا کرتے اور دوسروں سے بھی وصول کر کے مرکز کو بروقت ارسال کرتے۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ کوئی موقع دعوت الی اللہ کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے جو فضل آپ پر ہوئے ہمیشہ ان کا ذکر کرتے اور سلسلہ کے کارکنوں کا خصوصیت سے ذکر کرتے۔ باوجود بوڑھے اور کمزور ہونے کے خود کھانا لا کر پیش کرتے۔ آپ محکمہ جنگلات میں ملازم تھے۔ اپنے فرائض نہایت محنت اور دیانتداری سے ادا کرتے“

مکرم عبدالرحیم عارف صاحب مزید تحریر کرتے ہیں کہ

”آپ جب احمدی ہوئے تو آپ کا افسر ناراض ہو گیا اور کہا ’دولت خاں! اب میں دیکھوں گا تمہیں کون ترقی دلاتا ہے‘۔ آپ نے کہا ’اللہ تعالیٰ ترقی دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا‘۔ جب موقع آیا اور آپ کے بالا افسر کا حکم آیا کہ اپنے ماتحتوں کی ترقی کے لئے سفارش کرو تو آپ کے افسر نے آپ کی بجائے دوسرے آدمی کی سفارش کر دی لیکن بالا افسر کا حکم آیا کہ ہمارے حکم کی تعمیل کرو، ترقی دولت خان کو دی جاتی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میرا افسر مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس امرتسر لے گیا۔ جب مولوی صاحب سے آپ کی گفتگو ہوئی تو مولوی ثناء اللہ نے کہا ”پتہ نہیں مرزا صاحب اپنے ماننے ولوں کو کیا پڑھا دیتے ہیں۔ ہر سوال کا جواب ان کے پاس موجود ہوتا ہے۔

پندرہ بیس دن (وفات سے) پہلے بندہ نے ان سے چک 497 ج ب میں ملاقات کی تو باوجود بیمار ہونے کے میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر فرماتے رہے“ (الفضل 4 مئی 1960ء)

آپ کا سارا خاندان نمازی اور دیندار تھا۔ ہمارے دادا حضرت مولوی عبدالسلام صاحبؓ کے اس خاندان سے گہرے تعلقات تھے۔ 20،19،18۔ اپریل 1930ء کی مشاورت کی رپورٹ کے صفحہ 225 پر درج ہے۔

”کاٹھ گڑھ کی جماعت نے جو چھ سکول جاری کئے ہیں۔ 1:۔ مڈل سکول مردانہ، 2:۔ پرائمری سکول زنانہ، 3:۔ نائٹ سکول مردانہ، 4:۔ نائٹ سکول زنانہ، 5:۔ بالغان سکول مردانہ، 6:۔ بالغان سکول زنانہ۔ ان سکولوں کی انتظام کے لئے کمیٹی مقرر کی گئی۔ اس کے صدر دولت خاں صاحب ہیں۔ مولوی عبدالسلام صاحب امیر جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کی زیر ہدایت و نگرانی نہایت خوش اسلوبی سے یہ کمیٹی کام کر رہی ہے۔

ہر سال مشاورت میں شمولیت اختیار کرتے رہے۔ چک 497 ج ب میں ان کے گھر نماز باجماعت کا انتظام ہوتا تھا۔ جب تک مسجد تیار نہ ہوئی۔ مولوی عنایت اللہ خلیل صاحب مربی مشرقی افریقہ کے آپ حقیقی چچا تھے۔ آپ کے خاندان میں سے ہی آپ کے بھتیجے عبدالعزیز خاں صاحب کے بیٹے عبدالکریم شاہد صاحب کاٹھ گڑھی (والد ماجد حافظ عبدالحلیم صاحب) مربی سلسلہ تھے۔

دولت خاں صاحب کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ چوہدری علی محمد خاں صاحب آپ کی وفات کے بعد سیکرٹری مال چک 497 ج ب رہے۔ علی محمد صاحب نے دو بھتیجوں شریف احمد صاحب اور عبداللطیف صاحب جن کی والدہ بچپن میں وفات پا چکی تھی، ان کی پرورش کی اور اپنی دو بیٹیوں کی شادی ان سے کی۔ مرکز سے مولوی قمر الدین صاحب فاضل اور بشارت اللہ صاحب کو شرکت کی دعوت دی اسلامی طرز پر شادی ہوئی۔

دولت خاں صاحب کے بیٹے علی محمد خاں صاحب 1973ء میں وفات پا گئے۔ جبکہ محمد علی صاحب بعد تک زندہ رہے۔ محمد علی صاحب کے بیٹے عبداللطیف خاں صاحب محلہ دارالعلوم غربی حلقہ صادق میں مقیم ہیں۔ ان کے ایک بیٹے شریف خاں صاحب وفات پا چکے ہیں۔ محمد علی صاحب کی دوسری شادی سے سلطان محمود صاحب ساکن چک 2ٹی ڈی اے ضلع خوشاب جبکہ باقی اولاد لاہور میں ہے۔

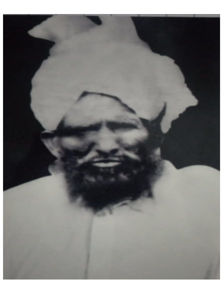
جامع مسجد احمدیہ کاٹھ گڑھ ٹیلے پر تھی۔ سیڑھیاں چڑھ کر جاتے تھے۔ ان کی طرف سے راستہ پتھروں پر سے گزرکر تھا۔ لیکن دولت خاں صاحب اور ان کا خاندان باقاعدہ نماز کے لئے آتا تھا۔ کسی زمانے میں یہ خاندان ٹیلے پر آباد تھا۔ اسی مناسبت سے اس خاندان کو ''اوپر والے'' کہتے تھے۔ مگر ہماری ہوش میں تو یہ میدانی علاقہ پر ہی آباد تھے۔

وفات

''محترم چوہدری دولت خاں صاحب کاٹھ گڑھی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک 497ج ب ضلع جھنگ 21۔اپریل 1960ء بروز جمعرات 90سال کی عمر میں وفات پا گئے''۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔ آپ 1905ء میں حضور علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ آپ موصی تھے اس لئے آپ کا جنازہ 22۔اپریل بروز جمعۃ المبارک چک نمبر 497ج ب سے بذریعہ ٹرک ربوہ لایا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد احاطہ مسجد مبارک میں مرزا بشیر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی بعد ازاں جنازہ بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔ جہاں نعش کو سپرد خاک کیا گیا۔ 1923ء میں ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ قیام پاکستان تک جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کے سیکرٹری مال رہے۔ اس کام کو نہایت محنت اور خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے چک 497ج ب ضلع جھنگ میں سکونت اختیار کی اور یہاں بھی 1959ء تک مسلسل سیکرٹری مال اور پریذیڈنٹ جماعت کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ بہت نیک مخلص اور سلسلہ کے خدمت گزار تھے۔ آپ نے ایک بیوہ، ایک لڑکی اور دولڑکے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مبلغ مشرقی افریقہ عنایت اللہ خاں صاحب خلیل کے حقیقی چچا تھے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم چوہدری صاحب کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں خاص مقام قرب سے نوازے نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرتے ہوئے۔ دین و دنیا میں ان کا حامی و ناصر ہو'' (الفضل 26۔اپریل 1960ء)



حضرت چوہدری ہدایت خاں صاحبؓ

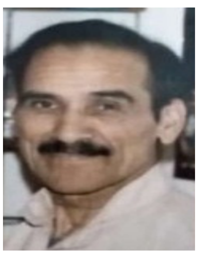


چوہدری کرامت اللہ صاحب ولد ہدایت اللہ صاحب آف 2 ٹی ڈی اے بیان کرتے ہیں کہ:۔ چوہدری ہدایت خاں صاحب کے والد کا نام بلند خان تھا جو کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ چوہدری ہدایت خاں صاحب 1886ء میں کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے۔ بلند خان صاحب کے چار بیٹے تھے۔ دولت خاں صاحب۔ رحمت خاں صاحب۔ خواجہ خان صاحب اور ہدایت اللہ خان صاحب۔ چوہدری رحمت خان اور چوہدری خواجہ خان صاحب تو ہندوستان میں فوت ہو گئے اور دولت خان صاحب اور ہدایت خاں صاحب پاکستان بننے کے بعد پاکستان ہجرت کر کے آ گئے۔ چوہدری ہدایت خان صاحب نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ ہدایت اللہ خان صاحب قادیان میں حضرت اُم ناصر کی ڈیوڑھی پر تقریباً

چار سال دربان رہے آپ کی آواز بہت سریلی تھی اس لئے اکثر مسجد مبارک قادیان میں اذان دیا کرتے تھے۔ اور دو، دو سے آدمی مل کر نظمیں پڑھا کرتے تھے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی اکثر نظمیں زبانی یاد تھیں۔ پارٹیشن کے بعد وہاں سے ہجرت کر کے فیصل آباد چک 68 تحصیل و ضلع فیصل آباد آ گئے۔ وہاں 1951ء تک رہے پھر چک 2 ٹی ڈی اے میں آ گئے۔ آپ کی شادی ہندوستان میں ہی ہوئی تھی۔ آپ نے 1955ء میں دارالرحمت ربوہ میں بیماری کی حالت میں وفات پائی۔ آپ خدا کے فضل سے موصی تھے اس لئے آپ کی تدفین مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

آپ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ بڑے بیٹے کرامت اللہ خاں اور محمد اسلم مجاہد اور آپ کو پندرہ پندرہ ایکڑ الاٹ تھے۔ کرامت اللہ خاں کے بھی تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ایک پوتا طلحہ احمد خاں جامعہ احمدیہ ربوہ کا طالب علم ہے۔ بعد ازاں محمد اسلم مجاہد تو جرمنی چلے گئے تھے اور ان کی ساری اولاد بھی جرمنی چلے گئی تھی۔ آپ غالباً 1994ء میں جرمنی میں وفات پا گئے۔

محترم محمد اسلم خاں صاحب مجاہد کاٹھگڑھی

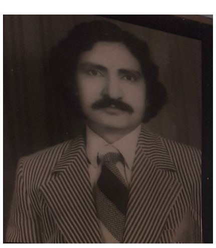


خاکسار رانا عبدالرزاق کے چچا جان محمد اسلم خاں مجاہد 1935ء میں کاٹھگڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار م ہدایت خاں صاحب صحابی حضرت بانیٔ سلسلہ تھے۔ انہوں نے قادیان میں حضور کی خدمت میں کافی وقت گذارا۔ حضرت اماں جان کی ڈیوڑھی کے دربان رہے۔ محمد اسلم خاں مجاہد شروع ہی سے سادہ طبیعت رکھتے تھے۔ مسجد سے ان کا بہت ہی تعلق تھا۔ میں نے بچپن میں انہیں مسجد کی تعمیری کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے دیکھا۔ 1958ء میں جب ہمارے گاؤں چک نمبر 2TDA میں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو باقی بزرگوں کے ساتھ انہوں نے بھی بہت کام کیا۔ 1987ء میں آپ بچوں سمیت جرمنی تشریف لے گئے۔ بچوں کی تربیت بھی آپ نے اور آپ کی اہلیہ شگفتہ بیگم صاحبہ نے بہت اچھے رنگ میں کی۔ جرمنی سے ایک دو بار آپ لندن کے جلسہ پر بھی تشریف لے گئے۔ جرمنی میں بھی آپ خدمت دین میں مصروف رہے۔ وہاں آپ کو معدہ کی بیماری لگ گئی۔ آپ عرصہ چھ ماہ سے زائد ہسپتال میں داخل رہے۔ اور 10رجنوری 1993ء کو آپ نے وفات پائی اور جرمنی میں ہی آپ کی تدفین ہوئی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر بلانے والا ہے سب سے پیارا

(بحوالہ الفضل ربوہ 22 مئی 1993ء)

محترم چوہدری برکت اللہ خان صاحب کاٹھگڑھی



مکرم چوہدری برکت اللہ صاحب حضرت بلند خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ آپ کے حقیقی بھائی مکرم عنایت اللہ خان خلیل سابق مبلغ مشرقی افریقہ تھے۔ آپ اپنے بھائی کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''مورخہ 8 اکتوبر 1966ء بروز ہفتہ عاجز کے بڑے بھائی چوہدری برکت اللہ خان صاحب کاٹھ گڑھی ریٹائرڈ پوسٹمین لمبی علالت کے بعد اپنے مولائے حقیقی کو جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت صوم وصلوٰۃ کے پابند اور نہایت محنت و جانفشانی اور دیانتداری سے کام کرنے والے تھے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ خاص اخلاص رکھتے تھے۔ ابتداء میں گھنٹیا کا مرض خیال کیا گیا جس کا علاج ہوتا رہا۔ مگر اس کا کوئی بھی خاص فائدہ نہ ہوا۔ پھر فالج تشخیص ہوا اس کا بھی بہت علاج ہوتا رہا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دعا کی۔ آخر خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور 8 اکتوبر

1966ء بوقت سوا چار بجے شام رحلت فرما گئے۔ عاجز کی درخواست پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے از راہ شفقت مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحوم عام قبرستان میں امانتاً دفن کئے گئے۔ مرحوم نے بیوہ 3 بچیاں اور ایک بچہ یادگار چھوڑا ہے مرحوم پیدائشی احمدی تھے اور بوقت وفات 60 سال عمر تھی۔

(الفضل ربوہ 23 اکتوبر 1966ء صفحہ 6)

میرے دادا جان مکرم چوہدری محمد علی خان صاحب

مسرت سلطانہ خان



چوہدری محمد علی خانصاحب کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے آپ چوہدری دولت خاں صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے آپ دو بھائی اور ایک بہن تھے۔ چوہدری محمد علی خانصاحب، چوہدری علی محمد خانصاحب اور لطیفاں بیگم۔ آپ کے پانچ بچے تھے، شریف احمد، لطیف احمد، ناصرہ بیگم، سائرہ بیگم، بلقیس بیگم (بلقیس بیگم بہت چھوٹی عمر میں وفات پا گئیں)۔ آپ کی بیگم کا نام سلامت بیگم تھا۔ جوانی میں ہی آپ کی بیگم وفات پا گئیں تھیں آپ کے بچے بہت چھوٹے تھے۔ آپ نے بیگم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد 1947ء میں سلیمہ بیگم سے دوسری شادی کر لی۔ سلیمہ بیگم ملکانہ ٹھاکر فیملی راجپوت قوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ شادی کے تین ماہ بعد ہی پارٹیشن ہوگئی۔ کاٹھ گڑھ سے ہجرت کر کے فیصل آباد کے قریب 68 چک رہے۔ 1952ء میں 68 چک سے چک T.D.A/2 ضلع خوشاب میں آباد ہو گئے، 1966ء تک تقریباً تیرہ چودہ سال کا عرصہ وہاں رہے۔ آپ نے کچھ عرصہ حضور کی زمینوں پر بھی کام کیا کچھ عرصہ خوشاب آڑھت کا کام کیا۔

سلیمہ بیگم سے اللہ تعالیٰ نے آپکو پانچ بچوں سے نوازا چار بیٹے ایک بیٹی، سلطان محمود، سلطان انور، سلطان عمر، سلطان منور، آمینہ خالدہ۔ 1958ء میں آپ نے اپنی بڑی دونوں بیٹیوں کی شادی رانا لطیف احمد اور رانا نعیم الدین دونوں بھائیوں سے کر دی۔ آپ کے بڑے بیٹے رانا شریف احمد اور رانا عبداللطیف کی شادی 1962ء میں انکے بھائی چوہدری علی محمد خان نے اپنی دونوں بیٹیوں سے کر دی۔

1966ء میں چک T.D.A/2 سے آپ ربوہ آ گئے۔ ربوہ دارالبرکات محلہ میں رہے دارالبرکات کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ دارالرحمت چلے گئے آپکا بیٹا سلطان محمود ملتان کام کرتا تھا۔ آپ کچھ عرصہ ربوہ رہنے کے بعد ملتان اپنے بیٹے کے پاس چلے گئے۔ وہاں تقریباً دواڑھائی سال رہے پھر آپ 1970ء میں ربوہ دارالعلوم اپنا گھر بنا کر وہاں آ گئے تقریباً 1978ء تک آٹھ سال رہے۔ 1978ء میں آپ اپنی فیملی کے ساتھ لاہور شفٹ ہو گئے لاہور دھرم پورہ میں رہے۔ پھر آپ سمن آباد چوہدری کالونی میں شفٹ ہو گئے وہاں کافی عرصہ رہے، آپ کے چھوٹے بیٹے سلطان محمود کی شادی بھی آپ کے بھائی کی چھوٹی بیٹی گلزار خانم سے ہوئی۔ چوہدری علی محمد کی تینوں بیٹیاں آپ کی بہویں تھیں۔

آپ بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ بہن بھائیوں سے آپ کا بہت اچھا تعلق تھا، آپ بہت صابر او رشاکر تھے۔ بچوں اور بڑوں کے ساتھ آپ کا بہت پیار کا تعلق رہا، بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ 7 مئی 1982ء کو آپ کی وفات ہوئی آپ اچھے بھلے تھے سارا دن اچھا گزارا کھانا وغیرہ کھایا۔ اپنی فیملی کے ساتھ رات کو دیر تک بیٹھے رہے باتیں وغیرہ کرتے رہے۔ بالکل کوئی کسی قسم کا مسئلہ نہیں تھا نماز پڑھ کر روٹین کے مطابق سو گئے صبح اُٹھے ہی نہیں۔ سوئے ہوئے ہی ہارٹ اٹیک ہوا پتہ ہی نہیں چلا۔ آپ کی بہن لطیفاں بیگم کی وفات بھی اسی طرح ہوئی تھی وہ بھی بالکل روٹین کے مطابق

ٹھیک ٹھاک سوئیں صبح اُٹھی ہی نہیں۔

وفات کے وقت آپ کی عمر 80 سال تھی۔آپ کی وصیت تھی لاہور سے آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔آپ تینوں بہن بھائی بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں الحمد للہ۔اللہ ان سب درجات بلند کرے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ہمیں ان کی نیکیاں آگے بڑھانے کی توفیق دے (آمین)۔



میرے نانا جان مکرم چوہدری علی محمد خان صاحب

مسرت سلطانہ خان

چوہدری علی محمد علی خان صاحب کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔آپکے والد کا نام چوہدری دولت خان صاحب تھا، والدہ رحمی بی بی تھی۔آپکے والد چوہدری دولت خانصاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔آپ پیدائشی احمدی تھے، آپ دو بھائی اور ایک بہن تھی۔محمد علی، علی محمد اور لطیفاں بیگم۔کاٹھ گڑھ سے ہجرت کرنے کے بعد آپ شورکوٹ کینٹ سے چھ سات میل کے فاصلے پر چک نمبر 497 تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں آباد ہوئے۔آپ بہت محنتی اور کاروباری تھے۔چک نمبر 497 کاشت کے لئے ایک مربہ زمین خریدی اور پرچون کی دوکان بھی کھولی جو اچھی چلتی رہی گھر کا نظام اچھا چلتا رہا۔

آپ کی شادی آپ کی چچازاد محمد جان سے ہوئی تھی۔آپ کے چار بچے تھے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا، سعیدہ بیگم، سلمیٰ بیگم، گلزار خانم اور نصیر محمد خان۔آپ کے بڑے بھائی چوہدری محمد علی خان کی بیوی بہت چھوٹی عمر میں چھوٹے چھوٹے چار بچے چھوڑ کر وفات پا گئی تھیں۔چوہدری علی محمد خان صاحب ان بچوں کے سر پر بھی شفقت کا ہاتھ رکھا ہر طرح ان کا خیال رکھا۔جس طرح وہ اپنے بچوں کا رکھتے تھے، ان کے بیٹے شریف احمد، عبداللطیف جو کہ والدہ کی وفات پر تین سال کے تھے۔ان کا بچپن اور انکی جوانی کا وقت اپنے چچا کے پاس گزرا۔علی محمد خان صاحب نے اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی ان دونوں بھائیوں سے کر دی تھی۔آپ بہت رحم دل اور بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔

احمدی برادری کے ساتھ ساتھ پورے گاؤں کے لوگ چھوٹے بڑے سب ہی آپکی بہت عزت کرتے تھے۔اپنے پرائے سب آپ کو چوہدری صاحب کہتے تھے۔آپکے گھر کی بیٹھک لوگوں کے لئے ڈیڑھی بنی ہوئی تھی۔فارغ وقت پر لوگ آپکے پاس آ کر بیٹھ جاتے اپنا دکھ سکھ آپ سے بانٹتے۔احمدی گھرانے گاؤں کے غیر از جماعت لوگ کوئی بھی کسی قسم کا مسئلہ ہوتا۔آپ کے پاس پنچایت بیٹھتی۔آپ بہت اچھے اور احسن طریقے سے فیصلہ کرتے جس کو لوگ بہت خوشی سے قبول کرتے۔گاؤں کے نمبردار سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے طبقے کے لوگ سب کے سب آپ کے اخلاق کے گرویدہ تھے۔سب کے سب آپ کو بے انتہا عزت کی نگاہ سے دیکھتے اپنی احمدی برادری گاؤں کے لوگ شادی بیاہ کے موقع پر آپ کو کھانا وغیرہ برتانے کے لئے آگے کرتے۔

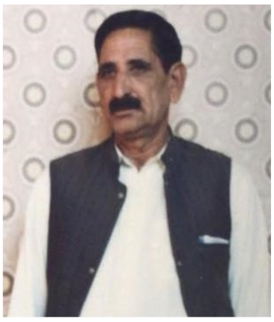
آپ بہت اچھی طرح اور احسن طریقے سے یہ کام نبھاتے۔آپ سب کی خوشی غمی میں شرکت کرتے اپنی جماعت کے ساتھ بھی آپ کا بہت اچھا تعلق رہا۔آپ اپنے چندہ جات باقاعدگی سے ٹائم پر ادا کرنے کی کوشش کرتے۔کافی عرصہ اپنی جماعت چک نمبر 497 کے صدر رہے۔آپ نے اپنے گھر میں مسجد بنوائی ہوئی تھی مسجد کا ایک دروازہ باہر کو کھلتا تھا۔ایک آپ کے گھر میں اللہ کے فضل سے وہ مسجد اب تک وہاں ہے جماعت اتنی اب وہاں نہیں ہے۔لوگ ادھر اُدھر آباد ہو گئے ہیں لیکن اللہ کا بہت فضل رہا اب تک وہاں احمدی اور غیر احمدیوں کی کوئی کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے اور نہ کبھی تھی۔انڈیا سے ہجرت

کے بعد آپ کے والدین بھی آپ کے ساتھ ہی چک نمبر 497 آپکے پاس ہی رہے۔

والدہ اور والد چوہدری دولت خان کی وفات چک نمبر 497 میں ہی ہوئی دونوں موصی تھے، بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔آپ بہت محنتی تھے دوکان کے ساتھ ساتھ آپ نے آٹا پیسنے کی چکّی بھی بنائی ہوئی تھی جس کو کچھ عرصہ ان کا بھتیجا شریف احمد چلاتا رہا۔وفات سے کچھ عرصہ پہلے چینی کا ڈپو بھی چلا رہے تھے۔آپ غریبوں کا بھی بہت خیال رکھتے آپ کے گھر سے کوئی سوالی خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔آپ دل کے بہت سخی تھے، غریبوں، مسکینوں، یتیموں، ضرورت مندوں کا بہت خیال رکھتے۔اپنی جماعت سے بھی بہت لگاؤ تھا اپنے چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے نماز روزہ کے بہت پابند تھے۔گھر میں کوئی کسی قسم کی پریشانی ہوتی کوئی بڑا چھوٹا نواسے نواسیوں میں سے کوئی بیمار ہو جاتا فوراً صدقہ خیرات کرتے گاؤں کے بچوں کو کھانے والی چیز یا پیسے بانٹنے لگ جاتے۔اپنے پرانے رشتے دار بہن بھائیوں سب سے آپکا حسن سلوک بہت اچھا تھا فرشتہ صفت انسان تھے۔آپ وفات سے کچھ عرصہ پہلے چک T.D.A/2 اپنی بیٹی سعیدہ کے پاس گئے کچھ عرصہ وہاں رہے اچانک وہاں طبیعت ناساز رہنے لگ گئی۔آپ واپس آ گئے واپسی پر تین چار دن کے لئے ربوہ اپنی بہن لطیفاں بیگم کے پاس رہے پھر واپس چک نمبر 497 اپنے گھر واپس آ گئے۔اپنی دوکان اور ڈپو کا حساب کتاب کرتے رہے۔پیٹ میں ایک سائیڈ پر درد اکثر ہوتی تھی، گھریلو ٹوٹکے استعمال کرتے رہے لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔

آپ اپنی چھوٹی بیٹی کے پاس شورکوٹ آ گئے وہاں سے دوائی وغیرہ لے کر استعمال کرتے رہے لیکن افاقہ نہیں ہوا تقریباً دو ہفتہ کے قریب آپ شورکوٹ رہے۔روزانہ گاؤں کے لوگ آپ کی تیمارداری کے لئے آتے رہے آپ کی صحت وسلامتی کی بہت دعائیں دیتے رہے۔سب ہی بہت اداس اور پریشان تھے سب کی یہی خواہش تھی کہ چوہدری صاحب جلد از جلد صحت یاب ہو کر گاؤں اپنے گھر واپس چلے جائیں۔انکے بغیر گاؤں میں بہت اداسی اور بے رونقی تھی انکے بغیر گھر کی بیٹھک بھی بہت سونی اور خالی ہو گئی تھی۔سب ہی آپ کے آنے کی راہ تکتے رہتے تھے جب آپ کی طبیعت بحال نہ ہوئی تو آپ کو ربوہ لے آئے۔فضل عمر ہسپتال میں داخل کروایا ان کے چیک اپ کیا تو پتہ چلا کہ اپینڈکس کا درد تھا۔ڈاکٹروں نے کوشش کی کہ کسی طرح علاج سے ان کی طبیعت بحال ہو جائے مگر اپینڈکس اندر پھیل گئی تھی۔ڈیڑھ ہفتہ ہسپتال رہنے کے بعد آپ 10 مارچ 1975ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی وصیت تھی بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔آپ کا ایک ہی بیٹا تھا آپکی خواہش تھی کہ میرا بیٹا میرے ساتھ مل کر سب جائیداد و دکان ڈپو وغیرہ سنبھال لے گا۔لیکن بیٹے کو فوج میں جانے کا شوق تھا وہ ان کی زندگی میں ہی فوج میں چلا گیا تھا۔چوہدری محمد علی خان صاحب کی وفات کے بعد قریباً پورا گاؤں بہت سوگ میں تھا۔سب کے لئے یہ صدمہ بہت بڑا تھا مگر کیا کر سکتے تھے۔اللہ کی رضا پر راضی رہنا پڑا اللہ کی طرف سے انکی زندگی اتنی ہی تھی۔انکے وجود کی اللہ کی طرف خاص ہی برکت تھی انکے جانے کے بعد آہستہ آہستہ ساری رونق اور برکتیں ختم ہوتی گئیں۔گھر کی چہل پہل آہستہ آہستہ ماند پڑ گئی ان کی بیٹھک اداس اور ویران ہو گئی۔شروع شروع میں لوگ ان کی یاد میں بیٹھک میں آکر بیٹھ جاتے اپنا دکھ شیئر کرتے تھے۔ان کو اچھے لفظوں میں یاد کرتے رہتے کچھ لوگ انکو یاد کر کے بہت روتے۔بڑے بزرگ، بچے اور عورتیں انکی کمی کو بے انتہا محسوس کرتے۔آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے سب کو صبر دے دیا لیکن آج بھی گاؤں میں ان کے جاننے والے ان کو یاد کر کے یہی کہتے ہیں چوہدری علی محمد جیسا انسان ہم لوگوں نے آج تک نہیں دیکھا نہ ہمیں ایسا شخص کبھی ملے گا۔اللہ ان کے درجات بلند کرے انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے (آمین)۔وہ ایک روشن چراغ تھے جو بجھ گئے۔جنہوں نے اپنی نسلوں کی اور احمدیت کی آبیاری اپنے خون سے کی۔خدا رحمت کند این پاک طینت را۔



مکرم رانا شریف احمد خان صاحب کاٹھگڑھی

مسرت سلطانہ خان

مکرمہ مسرت سلطانہ صاحبہ اپنے تایا جان مکرم رانا شریف احمد خان صاحب کے بارے میں تحریر کرتی ہیں کہ

رانا شریف احمد صاحب 1935ء میں کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ آپ چوہدری محمد علی خان صاحب کے بیٹے اور چوہدری دولت خاں صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ چوہدری علی محمد خان کے بھتیجے اور بڑے داماد تھے آپکی تین بہنیں اور ایک بھائی تھا۔ ناصرہ بیگم، سائرہ بیگم، بلقیس بیگم اور عبداللطیف خاں۔ آپ بہن بھائی میں سب سے بڑے تھے، آپ کے بھائی عبداللطیف آپ سب میں سے چھوٹے تھے۔ آپ کی بہن بلقیس بچپن میں ہی وفات پا گئیں تھی، آپ راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ سب بہن بھائی بہت چھوٹی عمر میں تھے جب آپ کی والدہ سلامت بیگم وفات پا گئیں۔ آپ کی والدہ کے انتقال کے بعد آپکے والد صاحب نے دوسری کر لی تھی۔ آپ کی دوسری والدہ کا نام سلیمہ بیگم تھا دوسری والدہ سے آپکے چار بھائی اور ایک بہن ہے۔

سلطان محمود صاحب، سلطان انور صاحب، سلطان عمر صاحب، سلطان منور صاحب اور آمینہ خالدہ صاحبہ۔ آپ کی عمر تقریباً بارہ سال تھی جب کاٹھ گڑھ سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ بچپن اور جوانی کا زیادہ تر وقت آپ نے اپنے چچا چچی کے پاس گزارا۔ چچا نے آپ سب بہن بھائیوں کا بہت خیال رکھا، بہت پیار اور شفقت کا سلوک رکھا اسی طرح انکی ضروریات کا خیال رکھا جیسے وہ اپنے بچوں کا رکھتے تھے۔ آپ اپنے چچا کے ساتھ کاموں میں ان کی ہر طرح کی مدد کرتے۔ آپ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ چچا نے آپکو آٹا پیسنے کی چکی بنا کر دی آپ بہت محنت اور لگن سے کام کرتے رہے۔ جونہی آپ نے جوانی میں قدم رکھا، چچا نے اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی آپ دونوں بھائیوں سے کر دی۔ شادی کے بعد کچھ عرصہ آپ اپنے چچا کے ساتھ انہی کے گھر میں رہے۔

چک T.D.A/2 گورنمنٹ کی طرف سے زمین اور مکان آپ کے نام الاٹ کروایا۔ آپ چک T.D.A/2 آباد ہو گئے آپکے ساتھ والا گھر آپکے والد صاحب چوہدری محمد علی خانصاحب کا تھا۔ وہ کچھ عرصہ وہاں رہے پھر وہ ربوہ آ کر آباد ہو گئے، آپ کا اپنے والدین کے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک رہا انکی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ اپنی والدہ کو آپا سلیمہ کہتے تھے اور والد صاحب کو ابا جی، چچا کو چچا جی اور چچی کو بی بی جی کہتے تھے۔ چچا چچی کی بھی آپ بہت عزت کرتے تھے، بہت پیار اور ہمدردی کا تعلق تھا ان سے۔ اپنے سب بہن بھائیوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے بہن بھائی بھی آپ سے بہت پیار کرتے اور عزت دیتے تھے۔ آپ بہت خوش اخلاق تھے ہر وقت آپکے چہرے پر مسکراہٹ چھوٹے بڑوں کی آپ بہت عزت کرتے، بچوں کے ساتھ بچے اور بڑوں کے ساتھ بڑے بن جاتے۔ بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے۔ ہم لوگوں نے کبھی ان کو غصہ میں نہیں دیکھا اپنے پرائے چھوٹے بڑے سب آپ کی بہت تعریف کرتے۔ آپ اپنے نام کی طرح شریف النفس انسان تھے۔ آپ کے پانچ بچے تھے جن میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے۔ روبینہ طاہرہ، روزینہ، نادیہ، بشیر احمد اور شکیل احمد۔ آپ کا اپنے بچوں کے ساتھ بھی بہت دوستانہ ماحول رہا۔ میرا خیال ہے 1980ء میں چک T.D.A/2 سے ربوہ دارالنصر میں آباد ہو گئے۔ چک T.D.A/2 میں بچوں کی پڑھائی کے لئے کوئی خاص سکول وغیرہ نہیں تھا اس لئے ربوہ آنا پڑا۔ آپ کا جماعت کے ساتھ بھی بہت اچھا تعلق تھا۔ آپ کی زندگی میں بہت مشکلات اور تنگیاں آئیں مگر آپ نے ہمیشہ صبر و شکر کیا۔ آپ کی طبیعت میں یہ خوبی بہت اچھی تھی کہ

آپ کبھی بھی کسی کا برا نہیں سوچتے تھے، ہمیشہ سب کے لئے اچھا ہی چاہتے تھے۔ کسی کے ساتھ کبھی کوئی زیادتی نہیں کی۔ ہم لوگ اپنے تایا جان کو بڑے ابو کہتے تھے اور انہوں نے بھی ہمیشہ ہمارے ساتھ باپ جیسا تعلق رکھا۔

بہت شفقت اور پیار کا تعلق رہا ہم سب سے آپ کی کوشش ہوتی اپنے بہن بھائیوں کے گھروں میں روزانہ چکر لگائیں تاکہ خیر خیریت کا پتہ چلتا رہے۔ آپ ربوہ فوٹو گرافر دکان پر کام کرتے تھے معمول کے مطابق ناشتہ وغیرہ کر کے تیار ہو کر کام پر گئے۔ دوپہر کھانا کھانے کے لئے گھر آئے سب فیملی کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور کھانے کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ اپنی بیٹی کو چائے بنانے کے لئے کہا وہ چائے بنانے لگ گئی اچانک آپ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ سینہ کا درد آہستہ آہستہ بڑھتا گیا طبیعت گھبراہٹ اور متلانا شروع ہو گئی۔ آپ سینے پر ہاتھ مسلتے ہوئے باتھ روم جار ہے تھے اچانک جاتے ہو گر گئے اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ چہرے کا رنگ بدلتا گیا۔ گھر والے ان کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئے کوئی ہاتھ پاؤں مسلے کوئی پانی کی چھینٹے ڈالنے لگ گیا۔ تاکہ جلدی ہوش آجائے بیٹا جلدی ڈاکٹر کو لینے گیا۔ ڈاکٹر نے آکر چیک کیا تو پتہ چلا کہ یہ تو وفات پا گئے ہیں۔ (انّا للہ وانا الیہ راجعون)

ہارٹ اٹیک نے ایسا حملہ کیا کہ منٹوں میں زندگی ختم ہو گئی۔ اسی روز انہوں نے اپنے دوست بھائی اعجاز کے ساتھ پروگرام بنایا ہوا تھا کہ چار بجے کے قریب مل کر رانا رزاق صاحب کے بھائی رانا مبارک صاحب کے گھر جائیں گے۔ کچھ دن پہلے انکی بیگم کی وفات ہو گئی تھی افسوس کے لئے جانا تھا۔ اعجاز صاحب دروازے پر تقریباً چار بجے کے قریب ان کو لینے گھر آئے دروازے پر ہی آوازیں دیتے رہے بھائی آجاؤ ہو آئیں۔ پھر آپ نے دکان پر بھی جانا ہے انہوں نے محسوس کیا کہ شریف تو میری ایک دو آواز میں ہی باہر آجاتا ہے۔ گھر سے رونے اور شور کی آوازیں بھی آرہی تھیں بھائی اعجاز جب آئے ایک دم گھبرا گئے یہ کیا ماجرہ ہے۔

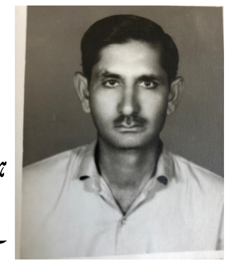
پتہ چلا شریف صاحب تو اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ بیوی بچوں اور بہن بھائیوں کے لئے یہ صدمہ کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ بھائی اعجاز جوان کے بہت عرصہ سے فرینڈ تھے ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا تعلق تھا۔ جدھر بھی جانا ہوتا تھا دونوں اکٹھے جاتے تھے بہت اچھی اور گہری دوستی تھی ان دونوں کی۔ ان سے انکی جدائی برداشت کرنا بہت مشکل تھا انکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دوسرے کے افسوس پر ایک ساتھ جاتے جاتے اللہ مجھے انکے افسوس کے لئے کھینچ لایا۔ اچانک یہ صدمہ بہت بھاری تھا سب کے لئے مگر کر بھی کیا سکتے تھے۔ اللہ کی رضا میں راضی رہنا پڑا۔

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا ہو راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

سب ان کو بہت اچھے لفظوں میں یاد کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ سب نے انکی کمی کو بہت محسوس کیا بھائی اعجاز ان کے بغیر اپنے آپ کو بہت اکیلا محسوس کرتے رہے۔ آپ کا سب کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا کبھی کسی سے کسی قسم کا شکوہ شکایت نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی کبھی کسی سے کوئی زیادتی کی سب کا اچھا ہی چاہتے تھے اور اچھا ہی سوچتے تھے۔ فرشتہ صفت انسان تھے ہمارے تایا جان اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے (آمین)۔ آپ کی وفات سے گیارہ دن قبل آپ کی چچی محمد جان جن کو بی بی جی کہتے تھے ان کی وفات ہوئی تھی۔ ان کی وفات کا آپ کو بہت صدمہ تھا بہت پیار، شفقت اور رحم کا سلوک تھا ان کے ساتھ۔ آپ کا زیادہ تر وقت ان کے ساتھ گزرا تھا آپ انہیں ماں کا درجہ دیتے تھے ان کو بہت عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ گیارہ دن بعد خود ان کے پاس چلے گئے۔ آپ کی وفات 21 اپریل 1995ء میں ہوئی۔ آپ کی عمر 61 سال تھی، آپ کی وفات کے تین ماہ بعد آپ کی والدہ سلیمہ بیگم کی وفات ہوئی۔ آپ کی بی بی جی، آپ اور آپ کی والدہ تینوں آگے پیچھے چلے گئے۔ آپ کا اپنے والدین کے ساتھ بھی بہت اچھا تعلق رہا آپ کی والدہ سلیمہ بیگم بھی آپ کی طرح خوش اخلاق تھیں۔ آپ کا ان کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا ان کی بہت عزت کرتے

تھے۔ جب آپ کی وفات ہوئی آپ کی والدہ سلیمہ جنہیں آپ آپا سلیمہ کہتے تھے بہت افسردہ تھیں۔ آپ کی کمی ان کو بھی بہت محسوس ہوتی تین ماہ بعد خودان کے پاس چلی گئیں۔ بھائی اعجاز صاحب بھی 1 اپریل 2020ء کو وفات پا گئے ہیں۔ (انّا للہ و انا الیہ راجعون)۔ اللہ سب پر اپنی رحمت کرے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اگلے جہان ان سب کے لئے ہر طرح کی آسانیاں پیدا فرمائے ہمیں ان کی سب نیکیاں آگے بڑھانے کی توفیق دے (آمین)۔ یہ سب عظیم ہستیاں تھیں ہمیں کبھی ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گی۔ ان کی کمیاں کبھی بھی نہیں پوری ہوسکتیں خلا کبھی پر نہیں ہوسکتے۔ روشنیوں کے چراغ جو تھے ایک ایک کر کے بجھ گئے یا اللہ ان سب بزرگوں کو اگلے جہاں اپنی رحمت کے سائے میں رکھنا۔ (آمین ثم آمین)

مکرم رانا عبداللطیف خان صاحب کاٹھگڑی





مکرم رانا عبداللطیف خان صاحب 10 مئی 1943ء کو کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ آپ چوہدری محمد علی خانصاحب کے بیٹے اور چوہدری دولت خانصاحب کے پوتے تھے۔ آپ دو بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ ایک بہن کی بچپن میں ہی وفات ہوگئی تھی آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ تین سال کے تھے جب آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ بہت جوانی میں وفات پا گئی۔ سب بہن بھائی بہت چھوٹے تھے۔ آپ کی والدہ کچھ عرصہ بیمار رہی۔ بیماری میں ایک دن انہوں نے اپنے دیور چوہدری علی محمد خان صاحب جن کو وہ اپنا چھوٹا بھائی سمجھتی تھیں بلا کر کہا اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔ ان کی کفالت کا ذمہ ان کے چچا چوہدری علی محمد خانصاحب نے لے لیا۔ جب پاکستان ہجرت کر کے آئے تو آپ کی عمر چار سال تھی ہجرت کے بعد چوہدری علی محمد خانصاحب ان سب کے ساتھ چک نمبر 497 شورکوٹ کے ایک گاؤں میں آباد ہوگئے ان کے والد محمد علی خان صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ کیونکہ والد صاحب کی بھی بہت چھوٹی عمر تھی جب ان کی بیوی کا انتقال ہوا۔ دوسری بیوی سے ان کے چار بھائی اور ایک بہن ہے۔ آپکے چچا چچی نے آپ کا بہت خیال رکھا۔ ویسا ہی سلوک ان سے کرتے تھے جو وہ اپنے بچوں سے کرتے تھے۔ آپکو پڑھنے کا شوق تھا۔ آپ کے چچا نے آپکو پڑھایا جہاں تک سہولت تھی گاؤں میں پڑھے۔ مڈل کے بعد آپکے چچا نے آپ کو ربوہ بھجوا دیا میٹرک آپ نے ربوہ سے کیا۔ میٹرک کے بعد 1962 میں آپ نے ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی اور ساتھ ساتھ پرائیویٹ ایف اے کیا 1962 میں ہی آپ کے چچا نے آپ کی اور آپ کے بھائی رانا شریف احمد کی شادی اپنی بیٹیوں سے کر دی چچا کے پاس ہی رہتے تھے۔ شادی بھی اسی گھر میں۔ ایک حصہ سے دوسرے حصے میں بیٹیوں کو رُخصت کیا شادی کے سارے اخراجات دونوں طرف سے خود ہی اُٹھائے شادی کے بعد کچھ عرصہ وہی رہتے رہے پھر ریلوے کی طرف سے شورکوٹ کینٹ کوارٹر مل گیا۔ پھر آپ اپنی بیوی سلمیٰ بیگم کے ساتھ کوارٹر میں چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو آٹھ بچوں سے نوازا۔ چھ بیٹے اور دو بیٹیاں۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ ملازمت کے دوران آپ کو مختلف شہروں میں رہنے کا موقع ملا۔ خانیوال سمہ سٹہ، ساہیوال، وزیر آباد، بہاولپور، ملتان، زیادہ عرصہ شورکوٹ کینٹ اور ملتان کینٹ رہنے کا موقع ملا کافی شہروں میں ملازمت کے دوران دوروں پر بھی جایا کرتے تھے۔ 1977 سے لیکر 1999 تک آپ ملتان ہی رہے۔ ملتان آپ کو احمدی ہونے کی وجہ سے مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مخالفت کی وجہ سے انکی ترقی روک لیتے تھے۔ انہوں نے صبر شکر سے وقت گزارا جو لوگ مخالفت نہیں کرتے تھے وہ ان کی عزت بھی بہت کرتے تھے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ آپ برتنوں کا کاروبار بھی کرتے تھے۔ پشاور باڑہ سے برتن اور مختلف چیزیں منگوا کر دوکانوں

پر ملتان دیتے تھے ان کا یہ کام بہت اچھا چلتا رہا۔1999 میں آپ نے ریلوے سے ARLY ریٹائرمنٹ لے لی۔اور ربوہ آ گئے کیونکہ فیملی ربوہ ہی میں رہتی تھی۔کافی عرصہ آپ ربوہ اپنے حلقہ کے جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری مال رہے۔با قاعدہ نمازوں پر جانا میٹنگ اٹینڈ کرنا ان کا معمول تھا۔لوگوں کی طرح مدد کرتے رہتے تھے۔اپنے بہن بھائیوں اپنے چچا چچی کی بھی بہت عزت کرتے تھے۔اپنی چچی کو یہ بی بی جی کہتے تھے۔اپنے Step بہن بھائیوں والدہ کے ساتھ بھی اچھا تعلق رہا۔آپ لندن جلسہ پر آتے رہے مختلف شعبہ جات پر ڈیوٹی دیتے رہے۔حضور سے ملاقاتوں کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا۔

پڑھائی کے زمانہ میں یہاں تک سہولت تھی چک 497 میں سکول جاتے رہے۔اسکے بعد چک 497 سے پانچ چھ میل دور ایک گاؤں تھا کالو والا وہاں پڑھنے جاتے رہے۔اس زمانہ میں سواری کی اتنی سہولت بھی نہیں تھی۔روزانہ پانچ چھ میل کا سفر روزانہ پیدل ہی آتے جاتے تھے۔وہاں مڈل تک پڑھا۔پھر ربوہ چلے گئے ربوہ اس وقت اپنا گھر تو تھا نہیں دارالنصر میں عبدالکریم صاحب حافظ عبدالحلیم کے والد صاحب کا گھر تھا۔وہاں رہے۔نصراللہ صاحب دو چک والے سیف الرحمان صاحب 497 والے۔یہ سب اکٹھے ہی رہتے تھے۔یہ اپنے اپنے گاؤں سے پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔1966 میں اپنے چچا علی محمد کی مدد سے انہوں نے ربوہ پلاٹ خریدا اور گھر بنایا۔شروع میں کچھ عرصہ ان کی بیوی اپنی چھوٹی بہن گلزار اور بھائی نصیر کے ساتھ رہتی رہی۔کیونکہ وہ بھی وہاں پڑھتے تھے۔اور چچا نے گھر میں ہی ایک دوکان بنا کردی۔فارغ ٹائم پر چچا کا بیٹا نصیر وہ دوکان کھول لیتا تھا۔جب یہ دونوں پڑھ لئے تو واپس ان کی بیگم شورکوٹ آ گئی اور گھر کرایہ پر دے دیا۔زیادہ عرصہ کرایہ پر ہی رہا۔1977 ربوہ آئے۔وہاں آ کر ان کے بچے پڑھے۔خود یہ ملتان رہتے رہے۔ایک ہفتہ کے بعد ربوہ چکر لگا لیتے تھے۔اللہ کے فضل سے ان کو دو تین دفعہ قادیان جلسہ پر جانے کا بھی موقع ملا۔نمازوں میں با قاعدگی روزانہ قرآن شریف کی تلاوت کرنا ان کا معمول تھا۔یہ اپنی Step امی کو آپا سلیمہ کہتے تھے۔اپنے والد کو ابا جی۔ان کے ساتھ ان کا اچھا تعلق رہا۔ان کے والد اور والدہ اکثر ان کے پاس آتے رہتے رہے۔سب بہن بھائیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک رہا۔

وفات سے تین چار سال پہلے انہوں نے اپنی بیٹی مسرت سلطانہ کو بتایا کہ میں نے خواب میں قبر دیکھی ہے وہ بہت اونچی ہے میں خواب میں ہی کسی سے پوچھتا ہوں یہ اتنی اونچی قبر کس کی ہے۔مجھے جواب ملا کہ یہ تو آپ کی ہے۔بیٹی کو کہنے لگے وہ قبر لندن کے کسی علاقہ میں ہے۔بیٹی کو انہوں نے دو تین دفعہ کہا مجھے واضح کیا ہے کہ یہ قبر آپکی ہے۔اور لندن میں ہے۔شائد اللہ کی طرف سے ان کی مٹی ادھر کی ہی تھی۔ربوہ اکیلے رہتے تھے۔وہاں بیمار رہنے لگ گئے۔انہیں لندن لے آئے۔ڈیڑھ دو سال بیمار رہنے کے بعد 7 جنوری 2016 کو لندن ST George's Hospitals میں وفات پائی۔آپ موصی تھے۔آپ کا وصیت نمبر 33605 موصیان کے قطعہ موڈرن قبرستان میں تدفین ہوئی۔ان کی بیگم سلمٰی بیگم کی وفات بھی اچانک ہارٹ اٹیک سے لندن ST George's Hospitals میں ہی ہوئی۔وہ ربوہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔اللہ ان کے درجات بلند کرے۔ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔آمین۔

آپ کی ایک بیٹی اور چار بیٹے ہیں۔سب لندن میں مقیم ہیں۔

عبدالرشید۔ندیم احمد طاہر۔ماہر احمد،توحید احمد۔

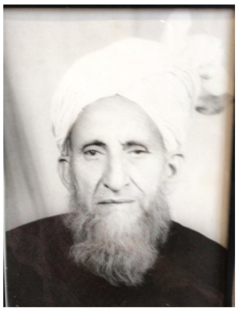
فہیم احمد طاہر۔عارش احمد،تکریم احمد،تسلیم احمد۔

وسیم شہزاد۔اریان احمد۔

☆☆☆☆



باب (12)
مولوی عنائت اللہ خلیل صاحب کاٹھ گڑھی
مسرت سلطانہ



مولوی عنائیت اللہ خلیل چوہدری رحمت اللہ خاں کے بیٹے تھے۔آپ 1914ءکوکاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔آپ دو بھائی اور دو بہنیں تھیں برکت اللہ، عنائت اللہ، محمد جان اور احمد جان۔آپ چھوٹی عمر کے تھے جب آپ والد کا انتقال ہو گیا بچپن میں کبھی ایک چچا کے گھر رہے تو کبھی دوسرے کے گھر۔تھوڑی سی بارانی زمین تھی اس سے انکی گزر بسر ہو رہی تھی۔آپ بہت چھوٹے تھے صحن میں بیٹھے کھیل رہے تھے گائے بھاگی آئی اور آپکے اوپر پاؤں رکھ دیا آپکے سینے پر رائٹ شولڈر پر کافی گہرا زخم ہو گیا کافی عرصہ علاج معالجہ ہوتا رہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر شفا دی والدہ ان کو قادیان لے آئی آپ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے پاس رہے مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی آجکل جامعہ احمدیہ میں واقفین تعلیم حاصل کرتے ہیں اس زمانہ مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب جیسے جلیل القدر صحابہ سے شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔دوران تعلیم آپکو آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے نظر کمزور ہوگئی اس وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے تعلیم روکنا پڑی آنکھوں کا علاج ہوا شکر اللہ نے شفا دی۔1944ء میں آپ نے مولوی فاضل پاس کیا حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا لوگوں کو اپنی زندگیاں وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔آپ اس تحریک میں شامل ہوئے اپنی زندگی وقف کر دی اللہ کے فضل سے خاندان میں آپ پہلے تھے جنھوں نے اپنی زندگی وقف کی اور مبلغ بنے۔7 فروری 1947ءکو قادیان سے 6 مبلغ مشرقی افریقہ بجھوائے گئے جن میں مولوی عنائیت اللہ خلیل بھی تھے۔

1947ء سے لیکر 1951ءتک مشرقی افریقہ کینیا کے مختلف علاقوں میں رہے۔کینیا۔یوگنڈا ٹانگانیکا۔کچھ عرصہ نیروبی بھی رہے۔1951ء سے لیکر 1960ءتک کسوموں شہر میں رہے، کسوموں میں مشن ہاؤس قائم کیا مسجد بنوائی کسوموں تیائزہ کے علاقہ میں احمدیت کی جڑیں قائم کی۔اس زمانہ میں نہ گاڑیوں کی سہولت تھی نہ سائیکلوں کی سہولت تھی 30 چالیس میل کا پیدل سفر کر کے تبلیغ کے لئے جایا کرتے تھے۔1951ء میں ان کے بیوی بچوں کو بھی احمدیت نے افریقہ بجھوا دیا دو بچے تھے ان کے اس وقت شرافت اللہ، حمید اللہ۔تین بچے ان کے کینیا کسوموں میں پیدا ہوئے۔بشارت اللہ، امتہ الشافی ،امتہ الباقی۔امتہ الباقی دواڑھائی سال کی عمر میں وفات پا گئی۔افریقہ کے مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے جایا کرتے تھے۔ایک علاقہ میں بیوی بچوں کے ساتھ تبلیغ کیلئے وہاں اکثر جگہ پر سانپ ہی سانپ تھے وہاں کے رہائشی تو عادی تھے انکے بیوی بچے بہت گھبرا گئے پریشان ہوئے چھوٹے چھوٹے بچے تھے بہت ڈر گئے مولوی صاحب نے انکو تسلی دی کہا پکو کچھ نہیں کہیں گے مولوی صاحب نے وضو کیا جائے نماز بچھا کر نفل پڑھنے لگے نفل پڑھنے کے بعد بہت دعا کی کہ یا اللہ ہم تیری جماعت کی تبلیغ کے لئے آئے ہیں تو ہم سب کی ان سانپوں سے حفاظت فرما اللہ تعالیٰ نے ایسا معجزا کیا کہ سانپ پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئے جتنا عرصہ بھی وہاں رہے سانپ دوبارہ نہیں دیکھے۔

1960ء میں جماعت نے انھیں واپس پاکستان بلا لیا ربوہ آکر تحریک جدید کے کواٹر میں رہائش رکھی اس دوران انکے گھر ایک بیٹی کی پیدائش ہوئی امتہ الرؤف، وہ ایک سال کی ہو کر وفات پا گئیں۔تین ماہ ربوہ رہنے کے بعد جماعت نے انکو افریقہ مساکاہ بجھوا دیا۔فیملی ربوہ تحریک جدید کے کواٹر میں

ہی رہی۔مساکاہ میں مشن قائم کیا مسجد بنوائی اس زمانہ اندرہ گاندھی وزیراعظم انڈیا افریقہ کے دورے کے لئے گئی آپ نے انکو قرآن مجید کا نسخہ پیش کیا ساڑھے تین سال مساکاہ رہنے کے بعد جماعت نے واپس بلالیا۔اس زمانہ میں مبلغین جب جاتے تھے تو جماعت ربوہ اسٹیشن پر الوداع کرنے آتی تھی اور جب مبلغین واپس آئے تو استقبال کرنے جماعت ربوہ اسٹیشن پر جمع ہوجاتی تھی جماعتی مبلغین کے آنے پر اُن کو پھولوں کے ہار پہنائے جاتے تھے۔

ربوہ واپس آنے کے بعد سندھ بشیر آباد مربی مقرر کیا وہاں تقریباً ڈیڑھ دوسال رہے۔بشیر آباد واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد ننکانہ صاحب کے پاس ایک گاؤں ہے جھنگڑ حاکم والا وہاں بھیج دیا وہاں نئی جماعت بنی تھی کچھ عرصہ وہاں رہے پر ربوہ آ گئے۔بطور انسپیکٹر تحریک جدید مختلف علاقوں کے دورے کرتے رہے اور 1965ء میں دارالعلوم غربی حلقہ صادق میں اپنا گھر بنایا پھر اپنے گھر میں شفٹ ہو گئے۔کئی سال دارالعلوم غربی کے صدر بھی رہے۔1976ء میں فیملی سمیت لندن آ گئے لندن آ کر سب سے پہلے hadyons road رہے۔کچھ عرصہ ادھر رہے پھر gartlane رہے۔

قرآن شریف سے بہت زیادہ لگاؤ تھا جہاں بھی جاتے بڑوں کو بچوں کو قرآن پڑھاتے ،قرآن کا ترجمہ سکھاتے۔لندن میں بھی گھروں میں جا کر بچوں کو قرآن پڑھاتے رہے ان کی بیگم امتہ اللہ خلیل نے بھی بیس سے پچیس سال گھر جا کر بچوں کو قرآن پڑھاتی رہیں۔

مولوی عنائیت اللہ خلیل صاحب رمضان میں پورے سپارے کا درس لجنہ میں دیتے مسجد فضل میں جمعہ پڑھانے کا بھی موقع ملا۔جب gartt lane رہتے تھے اس دوران اپنا گھر خریدنے کی کوشش کر رہے تھے۔اپنے بچوں کو یہی کہتے تھے آپ لوگ کام جدھر مرضی کرو لیکن گھر مسجد کے قریب ہی لینا ہے تاکہ میں آسانی سے مسجد آجاسکوں۔گھر کافی دیکھے کوئی ایریا پسند نہیں آتا تھا۔کوئی گھر پسند نہ آتا 39 lavenham road پر گھر دیکھا، گھر میں کافی کام ہونے کی وجہ سے بھی پسند آ گیا کہ مسجد کے قریب ہے۔شام کو یہ گھر دیکھ کر گئے دوسرے دن آفر دینے جانا تھا اسی دن صبح دس بجے کے قریب کسی کام کے لئے wimbeldon گئے۔زیبرا کراسنگ کراس کرنے کے لئے اگے بڑھے اگے سے بس آ رہی تھی بس رکی نہیں ایک دم آپ پیچھے مڑے پاؤں ان بیلنس ہونے کی وجہ سے گر پڑے سر پر چوٹ آئی تین دن hospital atkinsun morly wimbldon کومے میں رہے اور 29 دسمبر 1977ء کو وفات پا گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ موصی تھے آپکا جنازہ پاکستان لے جایا گیا بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی آپ بہت خوبیوں کے مالک تھے بہت سادہ مزاج تھے ہر حال میں صبر و شکر کیا بڑوں چھوٹوں کی بہت عزت کرتے تھے بچوں بہت شفقت سے پیش آتے۔اپنے بہن بھائیوں رشتہ داروں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آپکا حسنِ سلوک بہت اچھا تھا۔جماعت کے لئے بھی آپ نے بہت قربانیاں دیں اللہ تعالیٰ آپکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اپکے درجات بلند کرتا چلا جائے (آمین) بہت فرشتہ صفت انسان تھے ایسے انمول ہیرے اب کہاں ملیں گے۔

انکی وفات کے بعد انکے بیٹے بشارت اللہ نے 1978ء میں وہی گھر خرید لیا جہاں انکے والد کے قدم پڑے تھے۔پورے خاندان میں اللہ کے فضل سے یہ یورپ میں پہلا گھر تھا۔یہ صرف مولوی صاحب کی دعاؤں کے نتیجے میں جماعت کی بے لوث خدمت اور قربانیوں کیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے فضل کیا مولوی صاحب کے ایسے بابرکت قدم پڑے کہ یہ گھر ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا۔بے شمار ان گنت لوگوں کی یہ پناہ گاہ بنا اپنے کیا پرائے کیا اس گھر میں سب آ کر ٹھہرتے رہتے یہ صرف مولوی صاحب کی برکت اور انکی دعائیں تھیں۔

اللہ ہمیشہ 39 laenham کو آباد رکھے برکتوں سے بھر پور رکھے (آمین)۔



محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ

زوجہ مولوی عنایت اللہ خاں خلیل کاٹھگڑھی مبلغ یوگنڈا وکینیا

آپ کی پیدائش 1924ء کی ہے۔آپ کے والد کا نام چوہدری ہدایت خان صاحب (بیعت 1903ء) ولد چوہدری بلند خاں صاحب تھا جو کہ 1903ء میں احمدی ہوئے اور صحابی کا درجہ پایا۔بعد ازاں آپ کو بطور دربان حضرت اماں جان خدمت کی توفیق بھی ملی۔بی بی کا نام پہلے امت الرسول تھا۔نکاح کے موقع پر حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ یہ مشرکانہ نام ہے اور آپ کا نام امۃ اللہ بیگم رکھا۔آپ کا نکاح حضرت مصلح موعود نے 1942ء میں چوہدری عنایت اللہ صاحب خلیل کاٹھگڑھی مبلغ یوگنڈا سے پڑھایا۔

(الفضل قادیان 12 اپریل 1943ء تاریخ سڑوعہ مولفہ رانا محمد احمد خاں)

جب مولوی عنایت اللہ خلیل صاحب 1945ء میں مشرقی افریقہ گئے تو انکو بھی کچھ عرصہ بعد افریقہ بھیج دیا گیا۔جہاں آپ نے مولوی صاحب کے ساتھ وہ تنگدستی کا زمانہ بڑے ہی صبر سے گزارہ کیا۔اور ان کا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ان دنوں مشرقی افریقہ میں بہت مشکل حالات تھے۔دو چھوٹے بیٹا اور بیٹی کسوموکینیا میں پیدا ہوئے۔اور پھر آپ مربی صاحب کے ساتھ 1960ء میں کینیا سے واپس پاکستان آگئیں۔اور مولوی عنایت اللہ خلیل صاحب واپس دوبارہ کینیا تشریف لے گئے۔جہاں آپ اکیلے ہی مزید پانچ سال رہے۔پھر آپ 1965ء میں واپس تشریف لے آئے۔ 1976ء میں مولوی عنایت اللہ خلیل صاحب اپنی فیملی سمیت برطانیہ تشریف لے آئے۔اور مسجد فضل کے قریب ساؤتھ فیلڈ 39 لیونہیم روڈ پر رہائش پذیر ہوئے۔یہاں امت اللہ بیگم صاحبہ کو جماعتی کاموں کے علاوہ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی عرصہ دراز تک بہت توفیق ملی۔احباب جماعت کے گھروں تک بسوں پر سفر کر کے اس کار خیر کو سرانجام دیا۔بہت ہی اچھی، سادہ، نرم مزاج، خداترس، خاتون تھیں۔خلافت سے محبت اور اخلاص کا تعلق تھا۔اپنے عزیز رشتہ داروں سے بھی بڑے حسن سلوک سے پیش آتیں۔اور جماعت کے کاموں کو اطاعت اور ذمہ داری سے سرانجام دیتیں۔

مولوی عنایت اللہ خلیل صاحب نے کینیا میں سب سے زیادہ بیعتیں کروائیں۔1953 کو بشارت صاحب کسومو (کینیا) میں پیدا ہوئے۔کسومو کی مسجد مولوی عنایت اللہ خلیل صاحب نے بنوائی۔پھر مساکا (یوگنڈا) میں گئے۔وہاں کی مسجد کی بھی تعمیر آپ نے کروائی۔یوگنڈا میں آپ تین سال رہے۔پھر پاکستان میں آکر تحریک جدید سے منسلک ہوگئے۔ ایک سال بشیر آباد سٹیٹ بھی رہے۔اور وقف جدید میں حضرت خلیفہ رابع رحمہ اللہ کے ساتھ کام کرنے کی بھی سعادت پائی۔پھر وقف جدید کے تحت شیخوپورہ جھنگڑ حاکم والا میں ایک سال خدمت کی۔دسمبر 1977ء میں وفات پائی۔مکان 1965ء کو دارالعلوم غربی میں 23۔4 میں بنایا۔صدر محلہ بھی رہے۔



مکرم بشارت اللہ خان صاحب مرحوم کاٹھ گڑھی
ابن محترم مولوی عنایت اللہ خاں خلیل مبلغ کینیا افریقہ (1953-2021)
(تحریر رانا عرفان شہزاد فضل لندن)

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بَنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

کہتے ہیں کہ حضرت ابوابن ادھم خدا کے نیک بندے اور اللہ کے ولی تھے۔ایک رات نیند سے جاگے تو دیکھا کہ اُن کا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا ہے۔اور ایک فرشتہ سونے کی کتاب میں کچھ لکھ رہا ہے۔حضرت ابو بن ادھم نے پوچھا؟ کیا لکھ رہے ہو؟ فرشتہ بولا! اُن لوگوں کے نام لکھ رہا ہوں جو خدا سے محبت کرتے ہیں۔آپ نے پوچھا" کیا میرا نام اِس فہرست میں ہے؟ فرشتہ بولا نہیں۔حضرت ابو بن ادھم نے فرشتے سے کہا کہ میرا نام اُن لوگوں میں لکھ لو جو خدا کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔فرشتے نے کچھ لکھا اور غائب ہو گیا۔اگلی رات فرشتہ پھر آیا اور اُس نے حضرت ابو بن ادھم کو اُن لوگوں کے نام دکھائے جن سے خدا محبت کرتا ہے۔"اور حضرت ابو بن ادھم کا نام سب سے اوپر تھا"

آج ذکر ہے خدا کے ایک ایسے ہی ایک نیک انسان کا جس نے اپنی ساری زندگی خدمتِ انسانیت کیلئے وقف کیے رکھی اور یورپ جیسے معاشرے میں جہاں دولت اور وقت ہی سب کچھ ہے مخلوق خدا اور تارکینِ وطن کیلئے قربان کرتے رہے۔میری مراد ہے مکرم و محترم بشارت اللہ خان صاحب مرحوم سے جن سے میری قریبی قرابت تو نہیں تھی مگر گزشتہ 25 سال سے میرے لیے میرے بھائی، باپ، ہمدرد اور غم گسار اور نہایت ہی پیارے دوست تھے۔مرحوم کے مختصر حالاتِ زندگی پیشِ خدمت ہیں۔

مکرم بشارت اللہ خان صاحب 13 اپریل 1953 کو کسوموکینیا میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم مولانا عنائت اللہ خلیل صاحب کاٹھ گڑھی سابق مبلغ مشرقی افریقہ تھے۔آپ مکرم شرافت اللہ صاحب کارکن بیت الصبوح جرمنی اور مکرم حمید اللہ صاحب کارکن جامعہ احمدیہ یوکے کے چھوٹے بھائی تھے اور محترمہ امتہ الشافی احمد صاحبہ ریجنل صدر لجنہ اماء اللہ مڈل سیکس ریجن کے بڑے بھائی تھے۔

1960 میں اپنے والد محترم کے ہمراہ ربوہ پاکستان منتقل ہو گئے۔اور انجمن کے کوارٹرز میں رہائش پذیر ہو گئے۔ابتدائی تعلیم، تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے حاصل کی 1970 میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایف اے کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔اور 2 سال تک جامعہ احمدیہ ربوہ کے طالبعلم رہے۔

ستمبر 1976 میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ لندن منتقل ہو گئے۔اِنکی ہمشیرہ محترمہ امتہ الشافی احمد صاحبہ ریجنل صدر لجنہ مڈل سیکس بیان کرتی ہیں کہ اِنکے پیارے بھائی بشارت اللہ خاں صاحب جن کو ہم پیار سے ننھا کہتے تھے بہت محنتی انسان تھے۔لندن آمد کے ٹھیک سات دن بعد GARTH روڈ مارڈن میں واقع ایک METAL فیکٹری میں ملازم ہو گئے۔بعدازاں FORD کمپنی میں ملازم ہو گئے اور 25 سال سے زائد عرصہ ملازمت کی۔بطور پانچ سال بس ڈرائیور کام کیا۔عرصہ چھ ماہ ہم لوگ Hadons Rd و مبلڈن میں رہے۔بعدازاں شاکر صاحب کے مکان میں رہے۔

جہاں ہمارے والد مولانا عنائت اللہ خلیل صاحب اپنے گھر لوکل جماعت میں رمضان المبارک میں درس دیا کرتے تھے اور ایک بار مولانا شیخ

مبارک احمد کے ارشاد پر مسجد فضل لندن میں تربیتِ اولاد کے عنوان پر خطبہ جمعہ دیا۔

آپ فرماتی ہیں کہ والد صاحب کی خواہش تھی کہ مسجد فضل لندن کے قریب گھر خرید لیا جائے۔ساؤتھ فیلڈ کے قریب ہم نے ایک گھر دیکھا ابا جان کو پسند آیا کہ مسجد فضل کے قریب ہے مگر کچن چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہمیں پسند نہیں تھا۔انہیں دنوں بدقسمتی سے ہمارے ابا جان ایکسیڈنٹ کی وجہ سے وفات پا گئے اور چونکہ انکو یہ گھر پسند تھا اس لئے 1978 میں والد صاحب کی خواہش کے پیش نظر وہی گھر خرید لیا اور اس طرح بشارت اللہ خاں صاحب نے اپنے والد مرحوم کی آخری خواہش کا احترام کیا۔1985 میں انکی شادی ربوہ پاکستان میں مکرم رانا عبداللطیف صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

آپکی والدہ محترمہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ ایک نیک اور پارسا خاتون تھیں جنہوں نے لندن آکر مسجد فضل کے علاقہ میں سینکڑوں کی تعداد میں بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی۔مکرم بشارت اللہ خانصاحب نے طویل عرصہ مسجد فضل لندن میں مکرم ڈاکٹر ولی شاہ صاحب سیکرٹری ضیافت کے ساتھ کام کیا۔جلسہ سالانہ یوکے میں 1985 سے 2015 تک ٹرانسپورٹ کے شعبہ میں کام کرتے رہے۔2015 میں مسرور انٹرنیشنل کرکٹ ٹورنامنٹ میں ایڈیشنل وائس چیئر مین کے طور پر شعبہ ٹرانسپورٹ کے انچارج رہے۔اور نہایت ہی احسن رنگ میں خدمت کی توفیق پائی۔1985ء میں جب اسلام آباد خریدا گیا۔اس وقت حضور رابعؒ کے ارشاد پر سینکڑوں کتب کو منتقلی کا بیڑا اُٹھایا۔

شروع میں ایم ٹی اے میں بھی کام کیا مسجد فضل میں ڈاک کا کام بھی کچھ عرصہ کیا۔ہمیشہ جماعت کی خدمت کے مواقع ڈھونڈتے رہتے تھے۔تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے مستقل رکن تھے اور اجلاسات میں باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے۔خاکسار جب 2010 میں زعیم انصار اللہ تھا تو میرے ساتھ ہمیں الاٹ شدہ گاؤں HORSLEY میں تبلیغ سٹال بھی لگاتے تھے۔اگرچہ خود ساؤتھ فیلڈ جماعت کے ممبر تھے مگر مجلس مسجد فضل کے زعیم صاحب کے ساتھ کئی سال POPY APPEAL میں Donation Collection کیلئے کنگ کراس سٹیشن پر جاتے رہتے۔2004 سے 2009 ناصر کرکٹ کلب کے صدر رہے اور کلب کی مالی معاونت بھی کرتے رہے۔

مکرم بشارت اللہ خان صاحب صوم وصلوۃ کے پابند، تہجد گزار، اور خلافت پر جان دینے والے نافع الناس وجود تھے۔حضور اقدس کی اقتدا میں پانچوں نمازیں پڑھنے کی کوشش کرتے۔رمضان المبارک کے روزے باقاعدگی سے رکھنا، مسجد جاکر درس قرآن سننا تراویح پڑھنا اور رمضان المبارک میں کم از کم چار مرتبہ قرآنِ کریم کا دور مکمل کرنا اِن کا معمول تھا۔جمعرات کا نفلی روزہ بھی ضرور رکھتے تھے۔جمعہ باقاعدگی سے ادا کرتے۔حضور کے خطبات باقاعدگی سے سنتے تھے۔2005 میں حج بیت اللہ کا فریضہ سرانجام دیا۔2014 میں اپنی اہلیہ اور صاحبزادی کے ہمراہ عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی۔

2016 کے بعد انکی نظر بھی بہت کمزور ہوگئی اور بعد ازاں سارکوما نامی معدے کے کینسر میں مبتلا ہوگئے۔اور کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے۔مگر خدا کے بندے نے خدا کا در نہیں چھوڑا۔خاکسار نے بحیثیت ریجنل منتظم تعلیم القرآن مقامی ریجن ہفتہ وار درس القرآن کلاس مسجد فضل میں شروع کر رکھی تھی باوجود طبیعت کی خرابی کے میں اُنہیں گاڑی میں مسجد لیکر آتا اور وہ باقاعدہ تلاوت سناتے تھے۔مکرم چوہدری محمود احمد صاحب سابق زعیم اعلیٰ مقامی ریجن بیان کرتے ہیں کہ گزشتہ سال سردیوں میں مَیں روزانہ بشارت اللہ خان صاحب کو مسجد فضل کی جانب اندھیرے میں پیدل آتے دیکھتا۔مسجد فضل کی جانب نماز فجر کی ادائیگی کیلئے کئی بار لفٹ کی پیش کش کی مگر شکریے کے ساتھ معذرت کر لیتے اور پھر ظہر سے لیکر عشاء تک مسجد میں ہی رہتے اور عشاء پڑھ کر گھر جاتے۔

2020 کے لاک ڈاؤن میں باقاعدگی کے ساتھ ورچوئل ہفتہ وار درس القرآن کلاس میں ZOOM کے ذریعہ شرکت کرتے اور تلاوت بھی کرتے

۔آخری ایام میں روزانہ TV پرسب سے پہلے تلاوت قرآن کریم لگاتے اور خطبات با قاعدگی سے سنتے تھے۔خاکسار کے ساتھ اِن کا تعارف 1996 میں بذریعہ رانا عبدالوحید صاحب ہوا جب میں نے لندن آکر اسائلم کیا ان کے ساتھ پہلی ملاقات ہی میں ان کے ساتھ پیار محبت اور دوستی کا اٹوٹ رشتہ بندھ گیا۔خاکسار کی ان کے ساتھ قریبی رشتہ داری تو نہ تھی مگر شروع دن ہی سے مکرم بشارت اللہ خان صاحب اور انکی اہلیہ نے خاکسار کو پردیس میں بھائی اور بہن کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ ہروقت چہرے پر مسکراہٹ، بذلہ سنجی اور حاضر جوابی اِنکے کردار کا خاصہ تھی اس لئے حلقہ احباب میں Boby کے نام سے جانے جاتے تھے۔

اِن سے ملاقات کے بعد ایسا لگتا تھا کہ جیسے کافی عرصہ کا یارانہ ہو اور خدا کے فضل سے بشارت بھائی نے ایک دوست اور بڑے بھائی کا کردار خوب نبھایا۔میں چونکہ لندن میں اکیلا تھا اور غیر شادی شدہ تھا۔لہٰذا ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے میرے علم میں لائے بغیر میرے لئے رشتہ دیکھا۔خود بات کی اور تقریباً بات پکی کر کے مجھے بتایا کہ میں نے تمھارے لئے اسلام آباد پاکستان رشتہ دیکھا ہے۔اور پھر خدا کے فضل اور بھائی جان بشارت کی مدد سے میری شادی ہوگئی۔میری شادی میں بھائی بشارت نے میری اہلیہ کو نہ صرف اپنے گھر میں رکھا بلکہ شادی کے وقت تمام انتظامات خود کئے۔اور ایک طرح سے میری بیوی کو باپ بن کر رُخصت کیا اور ادب و احترام، پیار اور محبت کا رشتہ ہم سب نے بڑی وفا سے بنایا۔جب ابھی کبھی کوئی مسئلہ ہوا بھائی بشارت کو موجود پایا۔ یہاں تک کہ پہلی گاڑی، پہلی انشورنس اور پہلا ڈرائیونگ Lesson دیا۔میرے بچوں سے بچوں کی طرح گھل مل جاتے۔میرے بچے ان سے محبت کرتے تھے۔وفات سے چند دن قبل میرے بیٹے اُسامہ کو بلا کر نصیحت دی۔کہ تم بہت محنتی ہو بے شک پارٹ ٹائم کرتے رہو مگر اپنا مقصد حیات مت بھولنا۔اور اپنی ڈگری مکمل کرنا۔

مکرم بشارت اللہ خان صاحب کے کردار کی سب سے بڑی خوبی انکے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی تھی۔انکے بہنوئی مکرم ناصر احمد صاحب نے بتایا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مسجد فضل لندن میں بہت سے احباب پاکستان سے آتے تھے جن کے پاس رہائش نہیں ہوتی تھی مگر خان صاحب ان لوگوں کو اپنے گھر لے آتے اور چھ چھ ماہ تک ان کو نہ صرف اپنے پاس ٹھہراتے بلکہ ان کیلئے عارضی کام کا بھی بندوبست کر دیتے تا کہ ان کا آنے جانے کا کرایہ نکل آئے۔یہی نہیں ان مہمانوں کو گھر کی چابی بھی دے دیتے تا کہ انکی غیر موجودگی میں وہ گھر آسکیں اس طرح اپنے گھر کو جلسہ کے دنوں میں گیسٹ ہاؤس بنایا ہوا تھا۔اس کے علاوہ لاتعداد فیملیز کو اپنے گھر میں پناہ دی۔

تارکینِ وطن کی خدمت! حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن آمد کے بعد تارکینِ وطن کی کثیر تعداد میں لندن کا رُخ کیا۔اور قصرِ خلافت مسجد فضل میں سونے کی وجہ سے سب لوگ یہیں پر آتے تھے۔مکرم بشارت اللہ خان صاحب نے سینکڑوں اسائلمسیکرز کو اپنے گھر میں پناہ دی اور ان میں جاننے والے یا نہ جاننے والوں کی تفریق نہیں تھی۔اُن کو ائیر پورٹ سے لانا، کیس کرانا، رہائش دلانا، اگر کیس ریجیکٹ ہوجائے تو ضمانت دینا یہ سب کام آپ فی سبیل اللہ کرتے تھے۔اور چونکہ مالی لحاظ سے بہت مستحکم تھے لہٰذا سب لوگوں کیلئے ATM کی حیثیت رکھتے تھے۔انکے Sitting روم میں اِن کا پاسپورٹ ،ڈرائیونگ لائسنس بنک سٹیٹمنٹ اور یوٹیلیٹی بلز ہروقت پڑے رہتے تھے۔کہ نہ جانے کس وقت کسی ضرورت مند کی ضمانت دینے کا وقت آجائے۔ہمارے ایک دوست مکرم عابد احمد صاحب حال مانٹریال کینیڈا جو کہ سٹوڈنٹ ویزہ پر تھے۔اور لندن میں میرے پاس مقیم تھے۔ایک بار مالی مشکلات میں آگئے تو بھائی جان بشارت نے اُنکی ضمانت اپنے اکاؤنٹ سے 10 ہزار پونڈ قرضہ لیکر نقد دے دی اور اپنا کارڈ عابد صاحب کے حوالے کر دیا کہ خود ہی اُتارتے رہنا۔اس کے علاوہ مکرم رانا عبدالغفور ببر صاحب عملہ حفاظت ربوہ مرحوم کا بیٹا رانا مسعود 2003 میں پاکستان سے لندن آیا اور کیس خراب ہونے پر

Detention میں تھا۔ اسکی ضمانت کیلئے 10 ہزار پونڈ اور دو عدد شخصی ضمانت چاہئے تھی جو آپ نے بلاتردد دیدی بلکہ 2000 ہزار پونڈ بھی بطور قرضہ حسنہ دیئے۔ جلسہ پر آنے والے لوگوں کی کثیر تعداد کو لندن سے یورپ بھجوانے میں انکی مالی اور اخلاقی مدد کی۔ اس کے علاوہ میرے ساتھ برمنگھم، مانچسٹر، بریڈفورڈ لوگوں کی ضمانتوں کے لئے جایا کرتے تھے۔ ان کی اچھی عادت کا بہت سے لوگوں نے ناجائز فائدہ بھی اُٹھایا اور بسا اوقات انھیں مالی اور قانونی نقصان بھی ہوا۔ یہ تو صرف چند نمونے ہیں انکی خدمات کے۔ پیارے بھائی صلہ رحمی کرنے میں بھی صفِ اوّل میں تھے۔ اپنی اہلیہ کے تمام بھائیوں کو پاکستان سے بلایا، ساس سسر کا احترام کرتے تھے۔ ایسے لوگ مرتے نہیں بلکہ امر ہو جاتے ہیں۔ بقول ''شاعر بلھے شاہ اسیں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور''

آپ کے سسر رانا عبداللطیف خاں کئی سال بیماری میں آپ کے گھر ہی رہے۔ آپ نے ان کا بہت خیال رکھا۔

2016 میں کینسر کی تشخیص کے بعد ہم نے ان کا ایک اور ہی روپ دیکھا۔ عام طور پر کینسر کے مریض خبر سنتے ہی آدھے مر جاتے ہیں۔ مگر یہاں معاملہ اُلٹا تھا۔ اگرچہ ڈاکٹروں نے شروع ہی سے بتا دیا تھا کہ مرض لاعلاج ہے تو بجائے ڈرنے کے آپ ڈٹ گئے اور مردانہ وار اس موذی مرض کا مقابلہ کیا اور اس جنگ میں ان کا دن رات ساتھ انکی اہلیہ اور بیٹی اور بہن نے دیا۔ خصوصاً انکی اہلیہ باجی مسرت سلطانہ نے بہت ہمت سے ان کا ساتھ دیا اور انکی بہت خدمت کی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ خاکسار کو بھی حتی المقدور ان کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

گزشتہ عرصہ میں میرے ساتھ ان کی ملاقات بہت زیادہ رہی۔ مگر ہم نے کبھی ان کا مرض ڈسکس ہی نہیں کیا۔ بلکہ ہم بالکل نارمل ملتے تھے۔ اگرچہ بہت تکلیف میں تھے مگر ہر وقت مسکراتے رہتے۔ اور گزشتہ چار سال میں ایک بار بھی مجھے یہ نہیں کہا کہ بہت تکلیف بلکہ ہمیشہ کہتے تھے ''ٹھیک ہوں، دعاؤں میں یاد رکھنا۔'' وفات سے 2 ہفتہ پہلے میں اپنی اہلیہ اور ساس صاحبہ کے ساتھ ان سے ملنے گیا جب ہم جانے لگے تو میری اہلیہ کو روک لیا اور آہستہ سے بولے ''ثمینہ اپنی امی سے کہنا کہ میرے لئے دعا کریں میں بہت تکلیف میں ہوں۔'' (یاد رہے کہ میری ساس صاحبہ بھی گزشتہ سال 2020 میں جگر کے کینسر میں مبتلا تھیں اور خدا کے فضل سے ان کو نیا جگر ٹرانسپلانٹ کیا گیا تھا)۔

آخری چند مہینوں میں اگرچہ تکلیف بہت زیادہ تھی مگر اکرامِ ضیف کا خاص خیال رکھاتے تھے۔ ہم چونکہ باقاعدگی سے جاتے تھے تو کبھی بھی کھانا کھلائے بغیر آنے نہیں دیتے تھے۔ ایک بار میری بیوی نے کہا کہ آج ہم نے کھانا نہیں کھانا تو بولے کیوں۔ میری بیوی نے کہا کہ باجی کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر غصے سے بولے تو ٹھیک ہے آج کے بعد مجھے دیکھنے مت آنا اور اگر آؤ تو کھانا کھانا پڑے گا۔

یہ تھا وہ مردِ میدان جس نے 4 سال تک کینسر کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انکی اہلیہ محترمہ مسرت سلطانہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جس دن ان کو کینسر Diagnose ہوا تو اس سے اگلے روز انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آواز آتی ہے کہ یحی ویمیت وھوعلی کل شئی قدیر۔

مزید بیان کرتی ہیں کہ وفات کے بعد بھی مسکرا رہے تھے۔ اور ہم سمجھے ہماری باتیں سن رہے ہیں۔ وفات سے 2 دن پہلے اپنی بیٹی افشاں کی منگنی کی تا کہ اس کی خوشی اپنی زندگی میں دیکھ سکیں مگر مقدر نے یاوری نہ کی اور مورخہ 24 جنوری 2021، 67 سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔ وفات کے بعد انکی تدفین یکم فروری بروز سوموار MORDEN قبرستان میں ہوئی اور خاکسار نے نمازِ جنازہ لائیو بذریعہ ZOOM ٹیلی کاسٹ کیا جسے لندن، جرمنی، امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا میں لوگوں نے دیکھا۔ جن میں مکرم یعقوب صاحب، محمد طارق صفدر، رانا عبدالرزاق خان، اور نصیر احمد زعیم لندن۔ آخر میں خدا سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے (آمین)۔

آپ کے پسماندگان میں اہلیہ، ایک بیٹی ہے۔ آپ مکرم شرافت اللہ صاحب آف جرمنی اور مکرم حمید اللہ خاں رانا آف یو کے کے چھوٹے بھائی تھے۔



محترم بشارت اللہ خان کا ذکر خیر

مسرت سلطانہ اہلیہ بشارت اللہ خان لندن

بلانے والا ہے سب سے پیارا اے دل تو اس پہ جاں فدا کر

محترم بشارت اللہ خان صاحب 3۔اپریل 1953 کینیا کے شہر کسوموں میں پیدا ہوئے۔آپ مولوی عنایت اللہ خلیل کاٹھگڑھی کے چھوٹے بیٹے چوہدری رحمت اللہ خانصاحب صحابی کاٹھگڑھی کے پوتے تھے۔سات آٹھ سال کی عمر میں اپنے والدین کے ہمراہ کینیا سے ربوہ پاکستان آگئے۔تحریک جدید کوارٹرز ربوہ میں رہائش پذیر رہے۔بعدازاں 1965 میں دارالعلوم غربی حلقہ صادق میں اپنے گھر میں منتقل ہوگئے۔ابتدائی تعلیم تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے حاصل کی۔ایف۔اے کرنے کے بعد دوسال جامعہ احمدیہ کے طالبعلم رہے۔

نومبر 1976 میں اپنے والدین کے ہمراہ لندن منتقل ہوگئے۔شروع میں کچھ عرصہ Wimbledon Hayden Road رہے۔کچھ عرصہ Garrett lane رہے۔1978 کے شروع میں اپنے گھر South Field منتقل ہوگئے۔وہیں کام وغیرہ کرنے کی کوشش شروع کردی تقریباً سات آٹھ دن کے بعد Morden Garth Road میٹل فیکٹری Dagenham میں apply کیا۔کچھ دن کے بعد یہاں کام مل گیا۔کچھ عرصہ یہاں کام کرنے کے بعد آپ نے فورڈ موٹر کمپنی میں کام کیا۔پھر کچھ عرصہ بعد آپ کو فورڈ موٹر کمپنی سے کام کی آفر آگئی۔آپ نے 25 سال سے زائد عرصہ وہاں کام کیا۔آپ نے Earley ریٹائرمنٹ لے لی۔اس کے بعد تقریباً چھ سال کا عرصہ لندن ٹرانسپورٹ میں کام کیا۔57 نمبر بس چلاتے تھے جو کینگسٹن سے Streathem جاتی تھی۔دسمبر 1977 میں اپنے والدین کے ساتھ جو یہی گھر دیکھا تھا۔پہلے بھی بہت سے گھر دیکھے تھے جو پسند نہیں آتے تھے۔یہ دیکھا یہ بھی کسی وجہ سے پسند نہیں آیا۔ان کے والد مولوی عنائت اللہ صاحب کہنے لگے آپ کو تو کوئی پسند ہی نہیں آتا۔آپ تو ایسے ہی کرتے رہو گے،بس یہی لے لینا ہے جتنے دیکھو گے کوئی نہ کوئی کمی نکالتے رہو گے۔یہ ٹھیک ہے مسجد کے قریب بھی ہے۔میں آرام سے پیدل مسجد چلا جایا کروں گا۔شام کو گھر دیکھ کر گئے کہنے لگے کل ہم نے اس کی آفر دے دینی ہے۔صبح آپ کسی کام کے سلسلہ میں باہر گئے Wimbledon ذیبرا کراسنگ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔بس آرہی تھی،وہ رکی نہیں آپ بس سے ٹکرا گئے اور گر گئے۔سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے تین دن کومے میں رہے۔تین دن کے بعد Atkinson morly wimbeldon hospital میں ان کی وفات ہوئی۔موصی تھے۔آپ کی میت ربوہ پاکستان لے جائی گئی۔جنازے کے بعد تدفین بہشتی مقبرے میں ہوئی۔آپ نے والد کی خواہش کے مطابق جنوری 1978 میں یہ گھر خرید لیا۔تاحیات اسی گھر میں رہائش پذیر رہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ گھر بہت برکتوں والا رہا۔بے شمار لوگوں کی پناہ گاہ بنا۔آپ نے اپنی والدہ کو اپنے ساتھ ہی رکھا انکی بہت عزت اور خدمت کی آپ کی والدہ محترمہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ بہت ہی نیک خاتون تھی۔انہوں نے اپنے والد کی طرح تقریباً 30 سال بے شمار لوگوں کے بچوں کو گھر گھر جا کر قرآن مجید پڑھایا۔اپنی لوکل جماعت کے لئے رمضان مبارک میں اپنے گھر میں ہی قران مجید کا درس بھی دیا کرتے تھے۔

آپ کی شادی 1985 میں رانا عبداللطیف مرحوم کی بیٹی مسرت سلطانہ خاکسارہ سے ہوئی۔آپ میری امی کے ماموں زاد کزن بھی تھے۔میرا اور انکا 35 سال ساتھ رہا۔الحمد اللہ۔ہمارا 35 سال کا ساتھ بہت اچھا اور کامیاب گزرا۔آپ بہت فرشتہ صفت انسان تھے۔اپنے والدین بہن، بھائیوں میرے لئے میرے والدین میرے بھائیوں کے لئے بہت مہربان ہمدردانہ سلوک رکھا۔میں ان کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔آپکا بچوں کے ساتھ بھی بہت پیار

بھرا شفقت کا سلوک تھا۔آپ بچوں میں بچے اور بڑوں میں بڑے بن جاتے۔میرے بھائیوں کولندن بلانے،ان کوسیٹ کروانے میں بشارت صاحب کا پورا کردار ہے۔ان کا ہراحسان اور نیکی میں کبھی نہیں بھول سکتی۔

محترم بشارت اللہ خان صاحب صوم صلٰوۃ کے پابند،تہجد گزار جماعت کی بےلوث خدمت کرنے والے انسان تھے۔جماعت کی خدمت کا جب بھی موقع ملتا کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔1985 سے لیکر 2015 تک جلسہ سالانہ یوکے میں ٹرانسپورٹ میں خدمت کی توفیق پائی۔مسرور انٹرنیشنل کرکٹ ٹورنامنٹ میں شعبہ ٹرانسپورٹ نہایت ہی احسن رنگ میں خدمت کا موقع ملا۔تبلیغ کے اسٹالPoppy Apeal Donation Collect کے لئے بھی جاتے رہے۔شروع شروع میں ایم ٹی اے میں بھی کام کرتے رہے۔ڈاک کا کام بھی مسجد فضل میں کرتے رہے۔جب جماعت نے اسلام آباد جگہ خریدی۔جماعت کی کچھ کتابیں مسجد فضل سے اسلام آباد لے کر جانی تھی۔آپ نے کام سے آنے کے بعد week end میں سارے بکس وغیرہ اپنی گاڑی میں لیکر وہاں پہنچائے۔جب بھی جماعتی خدمت کا موقع ملتا آپ ہمیشہ حاضر ہوتے۔پانچوں نمازیں حضور اقدس کے پیچھے پڑھنے کی کوشش کرتے ،جمعہ باقاعدگی سے ادا کرتے اور خطبہ جمعہ باقاعدگی سے سنتے۔بیماری میں بھی جب تک ہمت رہی نمازیں مسجد جا کر ادا کرتے رہے،جمعرات کا نفلی روزہ جب تک ہمت اور صحت رہی باقاعدگی سے رکھتے رہے۔رمضان المبارک کے روزے کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔کبھی کسی وجہ سے آنکھ نہ کھلنے پر بھی روزہ نہیں چھوڑا۔رات کے وقت ہی روزہ رکھ لیتے۔پورا رمضان نماز تراویح مسجد میں ادا کرتے۔رمضان میں تین چار دفعہ قران کریم ختم کرتے۔عام معمول میں بھی روزانہ آدھا سپارہ روزانہ قرآن کی تلاوت کرتے۔مجھے بھی ان سب باتوں کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ایک دفعہ آپکو حج اور ایک دفعہ عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔الحمداللہ

درس القرآن کلاس مسجد فضل میں ہوتی تھی۔باوجود خرابی طبیعت باقاعدہ قرآن کلاس میں شامل ہوتے رہے۔کووڈ کی وجہ سے یہ ہفتہ وار کلاس zoom کے ذریعے ہونے لگ گئی۔آپ باقاعدگی سے کلاس لیتے اور تلاوت کرتے۔یہ کلاس آپ نے بیماری کے آخری ایام تک نہیں چھوڑی۔

قرآن مجید سے بہت لگاؤ تھا۔بیماری کے آخری ایام میں جب آپ اُٹھ کر معمول کے مطابق روزانہ قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتے تھے۔تو مجھے کہتے کہ میرے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھو۔یا پھر صبح شام فون پر قرآن کی تلاوت لگا لیتے تھے۔اتوار کو وفات ہوئی ہے۔

آپکی زندگی کا آخری جمعہ تھا۔آپ نے ایم ٹی اے لگا کر پورا خطبہ سنا بہت اچھی طرح پورے ہوش میں سارا خطبہ سنا۔خلافت پر جان دینے والے انسان تھے۔ہمیشہ کہتے تھے خلافت کی برکات یا ہمارے بزرگوں کی دعائیں اور قربانیاں ہی ہیں۔جس وجہ سے آج ہم اس مقام پر ہیں،ورنہ ہم میں کیا ہے ہم اس قابل کہاں تھے۔اللہ نے ہمارے سوچ سے بڑھ کر ہمیں نوازا ہے۔

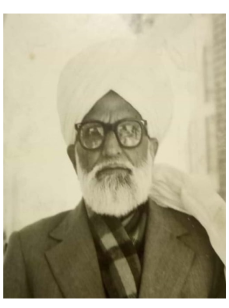
سب کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی آپ نے خوب حق ادا کیا۔آپ نے بےشمار لوگوں کی بےلوث خدمت کی،کسی کو بھی آپکی ضرورت پڑی ائر پورٹ سے کسی کو لانے کی ضرورت پڑی۔اسائلم کیس میں کسی کو آپکی ضمانت کی ضرورت پڑی،کسی کو پیسوں کی ضروت پڑی،کسی کو سپانسر کی ضرورت پڑی کسی کو گاڑی کی انشورنس کروانے میں ضرورت پڑی کسی کو اپنے گھر کا ایڈریس دینے کی ضرورت پڑی،کسی کو بینک سے قرضہ لے کر دینے کی ضرورت پڑی،کسی کو اپنے گھر ٹھہرانے کی ضرورت پڑی آپ نے کبھی کسی کو انکار نہیں کیا تھا۔بہت بےلوث ہو کر لوگوں کی خدمت کی،لوگوں نے نقصان بھی بہت پہنچایا پھر بھی بہت صبر اور حوصلہ سے کام لیا۔بعض لوگ اپنا مطلب اور فائدہ اٹھا کر کہتے تھے آپ کون اور ہم کون۔ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑا۔پھر بھی یہی چاہتے تھے کہ کسی کا بھلا ہو جائے۔اس میں ہمارا کیا جاتا ہے۔کام تو سب اللہ نے کرنے ہوتے ہیں انسان تو صرف ایک دوسرے کا وسیلہ بن جاتا

ہے۔ہمیں لوگوں سے نہیں اللہ سے اعمال کا بدلہ ملنا ہے۔اگر میری وجہ سے کسی کا فائدہ ہو جائے اس میں میرا کیا نقصان ہے۔

اچھی سوچ اور اچھے خیالات رکھتے تھے۔بےلوث، ہو کر لوگوں کی خدمت کی۔ ہر آپکا پاسپورٹ، لائسنس تیار ہوتا تھا کہ کسی کے لئے کبھی بھی ضرورت پڑھ سکتی ہے جلسہ سالانہ پر پاکستان سے مہمان آتے ان کا بہت خیال رکھتے۔کسی کے پاس رہائش کا انتظام نہ ہوتا آپ انکو بلا معاوضہ اپنے گھر میں ٹھہرا لیتے۔ان کی ضروریات کا خیال رکھتے اپنے گھر کی چابی بنوا کر دے دیتے کبھی ہم لوگ گھر نہ ہوں تو بیچارے باہر نہ کھڑے رہیں۔ چابی ان کے پاس ہوگی تو آرام سے دروازہ کھول کر اندر تو آ سکتے ہیں۔کسی کو کام کی تلاش ہوتی آپ کوشش کر کے کہیں نہ کہیں کام دلوا دیتے۔کہ پتہ نہیں بیچارے لوگ کن حالات سے آئیں ہونگے کام کر کے اپنا کرایہ پورا کر لیں کچھ جمع کر کے اپنے بچوں کے لئے لے جائیں۔ان باتوں کا بہت احساس ہوتا انھیں۔آپکا حسن سلوک سب کے ساتھ بہت اچھا تھا۔آپ ہمیشہ سب کا بھلا چاہتے تھے۔

آپ اپنی بیٹی افشاں سے بھی بہت پیار کرتے تھے اس کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔2017 میں BOWL کینسر ہوا۔یہ کینسر کی قسم ہے تشخیص ہوئی۔آپ نے بہت صبر ہمت حوصلہ سے بیماری کا مقابلہ کیا۔بیمارے کے بعد ڈاکٹرز نے آپکو سال ڈیڑھ سال زندہ رہنے کا بتایا تھا۔ مگر ساڑھے تین سال زندگی ملی۔بیماری کی تشخیص کے بعد یہ آیات اللہ تعالیٰ نے بتائی۔**بقلدر علی ان یحیی الموتی وھو علی کل شیء قدیر**۔ترجمہ: قادر ہے اس پر کہ زندہ کرے مردوں کو یقیناً وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔

بیمارے کے آخری چند ایام میں چل پھر نہیں سکتے تھے لیکن دماغی طور پر بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔آخری دن تک باتیں کرنا، ٹی وی دیکھنا، فون کا بھی استعمال کرتے رہے۔محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ اچانک انکی طبیعت بگڑ جائے گی۔24 جنوری 2021 اتوار صبح نو بج کر پچیس منٹ پر مسکراتے ہوئے آپکی وفات ہوئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔وفات سے پہلے جب طبیعت گھبرا رہی تھی تین دفعہ کلمہ پڑھنا بھی نصیب ہوا۔الحمداللہ۔اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا آپکا خاتمہ بالخیر کیا۔اللہ تعالیٰ آگے بھی ان کے لئے آسانی پیدا کرے۔اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے ان کی نیکیاں آگے بڑھانے کی ہمیں توفیق دے۔(آمین ثم آمین) آپکی بیگم کے علاوہ ایک بیٹی افشاں خان اور ایک بہن امتہ الشافی احمد (لندن) بھائی شرافت اللہ خان صاحب جرمنی، بھائی حمید اللہ خان صاحب لندن میں ہیں۔



مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی

مکرم رانا منیب احمد خاں اپنے نانا ''میرے نانا جان چوہدری عبداللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی'' کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

میں جس بزرگ کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہوں وہ میرے نانا جان مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی اپ چوہدری خواجہ خاں صاحب کاٹھگڑھی کے منجھلے بیٹے اور چوہدری ہدایت اللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی دربان ڈیوڑھی حضرت اماں جان کے بھتیجے تھے۔نانا جان تین بھائی اور آپ کی ایک بہن تھی۔صوفی عبدالعزیز خاں صاحب، نانا جان، اور ماسٹر عطاءاللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی اور محترمہ تاج بی بی صاحبہ۔مولوی عبدالکریم صاحب کاٹھگڑھی مربی سلسلہ نانا جان کے بھتیجے تھے۔آپ 1910 میں انڈیا ضلع ہوشیار پور کے قصبہ کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے۔آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے خاندان نے 1903ء میں احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔آپ کے چچا کو قادیان میں کافی عرصہ حضرت اماں جان کی ڈیوڑھی کا دربان رہنے کی سعادت ملی۔آپ اپنے دور کے لحاظ سے اچھا خاصا لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔حالانکہ آپ نے کسی

سکول سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ آپ سادہ، دعا گو اور نیک انسان تھے احمدیت سے آپ کو والہانہ محبت تھی آپ نے دین کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھا اور بہت سے مواقعہ پر آپ نے دینی کاموں میں دنیاوی کاموں کو روک ہرگز نہ بننے دیا۔ آپ پنجوقتہ نمازوں کے پابند اور تہجد گزار انسان تھے۔ نمازوں کو وقت پر پڑھتے اور کبھی قضاء نہ ہونے دیتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کھیتوں میں گنے کا رس نکال رہے تھے اور گڑ بنانے کے لئے "پت" تیار کر رہے تھے۔ [پت گڑ بنانے کا مرحلہ ہے جو گنے کے رس کو گرم کر کے تیار کی جاتی ہے۔] نماز عصر کا وقت کچھ کم پڑتا جارہا تھا۔ اگر آپ اس کو مکمل کر کے آگ سے اتارتے تو نماز کا وقت گزر جانا تھا۔ آپ ''پت'' کی پرواہ کیے بغیر وضو کر کے نماز پڑھنے لگے اور آپ نے تسلی سے نماز پڑھی اور جب واپس آئے تو ''پت'' ضائع ہو چکی تھی۔ اس پر آپ نے ذرا ملال نہ کیا اور بھی بہت سے موقعوں پر آپ نے دینی کاموں کے لیے دنیاوی کاموں میں حرج کر لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہے تو ہونے دو مگر نماز ترک نہ کرو۔ جس جگہ بھی نماز کا وقت ہوتا آپ وہیں نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ چونکہ زیادہ وقت کھتیوں میں گزرتا تھا تو کھیتوں میں ہی نماز ادا کر لیتے تھے۔ آپ ہر کسی کو نماز پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے اور نماز میں کمزور رشتہ داروں کے گھر جاتے اور انہیں وہاں نماز پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ کو قرآن کریم سے بے حد عشق تھا۔ سوتے وقت آپ قرآن کریم اپنے سرہانے رکھ لیا کرتے تھے۔ روزانہ صبح نماز سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ آپ قرآن کریم کے ترجمہ کو بہت ہی غور و خوض سے پڑھتے تھے۔ آپ نے قرآن کریم کا بہت سا حصہ حفظ کیا ہوا تھا۔ آپ قرآن کریم کی آیات مبارکہ کاغذ پر لکھ کر جیب میں ڈال کر کھیتوں میں کام کرتے وقت ساتھ لے جاتے تھے۔ وہاں کام کے دوران ان آیات کو دوہراتے رہتے اور اپنے کام میں بھی مصروف رہتے تھے۔ اس طرح آپ ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

انڈیا سے ہجرت کے وقت آپ نے ہجرت کر کے چک نمبر 68 ج ب ضلع فیصل آباد میں عارضی رہائش اختیار کی آپ وہاں عرصہ 3 سال کے قریب رہے۔ پھر 1951ء کے شروع میں جب تمام خاندان کو چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب میں زمین الاٹ ہوگئی تو آپ وہاں تشریف لے گئے اور مستقل رہائش اختیار کر لی۔ آپ ایک محنتی زمیندار تھے۔ آپ نے بہت محنت سے زمین کو آباد کیا اور قابل کاشت بنایا اور اپنی زمین میں بے شمار سایہ دار پودے لگائے اور بہت پھل دار پودے بھی لگائے جن میں کینو، امرود اور آم شامل ہیں جو آجکل بھی پھل دے رہے ہیں۔

آپ نے چک نمبر 2TDA میں احمدیہ بیت الذکر تعمیر کروائی۔ اس بیت الذکر کا یہ منفرد اعزاز ہے کہ اس کی بنیاد چھ رفقاء حضرت مسیح موعود نے رکھی۔ آپ چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب کے تقریباً 30 سال صدر جماعت رہے۔ بیت احمدیہ میں آپ تادم وفات امام الصلوٰۃ بھی رہے۔ اس وجہ سے خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا ہو سب آپ کو امام صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ گاوں کے تمام لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ بھی ہر چھوٹے اور بڑے کی قدر کرتے تھے۔ آپ جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کے لیے ہر سال باقاعدگی سے جاتے تھے اور کوئی ایسا سال نہ گزرا ہوگا جب آپ نے تمام خاندان سمیت جلسہ سالانہ میں شرکت نہ کی ہو۔ جلسہ سالانہ پر جاتے وقت آپ مال مویشی کو سائے میں درختوں کے ساتھ باندھ دیتے تھے اور ہمسائیوں سے کہہ دیتے کہ پانی پلا دینا اور آپ تمام فیملی سمیت جلسہ سالانہ میں شرکت کے لیے ربوہ چلے جاتے تھے یہ آپ کا ہر سال کا معمول تھا اور خدا کے فضل سے کبھی بھی ان تین دنوں میں جانوروں کو کچھ نہیں ہوتا تھا جب واپس آتے تو سب کو بخیریت پاتے۔

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آپ الفضل اور دوسرے جماعتی رسالے بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ آپ نے روزنامہ الفضل گاوں میں اپنے نام جاری کروایا ہوا تھا۔ آپ الفضل کا بغور مطالعہ کرتے تھے پھر چونکہ میری نانی اماں پڑھنا نہیں جانتی تھیں ان کو بھی

اور دوسرے افراد کو بٹھا کر الفضل میں سے احادیث اور ارشادات بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ پڑھ کر سناتے تھے۔ یہ ان کا روزانہ کا معمول تھا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ الفضل ایک نعمت ہے اس کی قدر کیا کرو۔ جب کچھ دیر کے لیے الفضل پر عارضی پابندی لگی تو آپ پرانی الفضل نکال کر پڑھتے اور گھر والوں کو پڑھ کر سناتے تھے۔

آپ بہت ہی رحم دل، شگفتہ مزاج اور حوصلے والے انسان تھے۔ مہمان نوازی بھی آپ کا نمایاں وصف تھا۔ گرمی کے موسم میں لوگ کچھ دیر ستانے کے لیے آپ کے ڈیرے پر آجاتے آپ پانی اور کھانا پیش کرتے کیونکہ گاوں میں سارا ریت تھا۔ ریتلا علاقہ ہونے کی وجہ سے پیدل چلنا بھی دشوار ہوتا ہے اور پھر دور دور تک چھاوں اور پانی میسر نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح لوگ آپ کے ڈیرے پر چھاوں میں آجاتے تھے آپ ان کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ آپ سلسلہ کے لوگوں کی بہت قدر کرتے تھے اور اگر سلسلہ کی طرف سے کوئی ارشاد ملتا تو ایک فدائی احمدی ہونے کی حیثیت سے من وعن تسلیم کرنے کی کوشش کرتے اور بلاتوقف اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ آپ کی عین جوانی کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مرکز کی طرف سے ارشاد ہوا کہ تمبا کو نوشی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مضر صحت ہوتی ہے آپ نے اس ارشاد کے بعد چونکہ آپ حقہ نوشی کرتے تھے آپ نے فوراً اپنا حقہ توڑ دیا اور پھر تادم وفات تمبا کو نوشی سے مکمل طور پر دور رہے۔ آپ حقہ چھوڑنے کے بعد قریبا 50 سال زندہ رہے۔

آپ نے 1984ء میں وفات پائی آپ موصی تھے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں عمل میں آئی۔ آپ کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ میری بڑی امی ان کی زندگی میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ آپ کی تربیت کا نتیجہ میں وہ بھی خدا تعالی کے فضل سے موصیہ تھیں انہوں نے 31 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد در اولاد خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت سے گہرا تعلق رکھنے والی ہے۔ میری امی جان محترمہ آصفہ فرحت صاحبہ اہلیہ رانا عبدالحکیم خاں صاحب کاٹھگڑھی کافی عرصہ صدر لجنہ گڑھ موڑ ضلع جھنگ رہیں۔ میری خالہ جان محترمہ عارفہ رفیق صاحبہ اہلیہ رانا رفیق احمد صاحب اس وقت صدر لجنہ ضلع خوشاب ہیں اور ماموں جان محترم رانا نصراللہ خاں صاحب صدر جماعت چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب خدمات سرانجام دیتے تھے۔

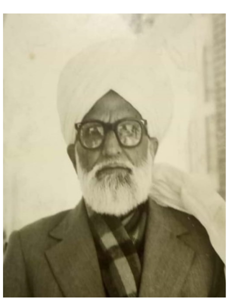
اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ہم بھی ان کے نیک کاموں کو جاری رکھنے والے ہوں۔ آمین

(بحوالہ الفضل 20 اگست 2009ء)



مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی

مکرم ذکاء اللہ خان



مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب کاٹھ گڑھی ابن مکرم حضرت خواجہ خاں صاحب (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) ابن مکرم بلند خاں صاحب کاٹھگڑھی۔

خاکسار آج کچھ دادا جان مرحوم کا ذکر خیر کرے گا۔ آپ حضرت خواجہ خاں صاحب کے منجھلے بیٹے تھے۔ اور آپ کے دو بھائی تھے صوفی عبدالعزیز صاحب، ماسٹر عطاء اللہ خاں صاحب اور ایک بہن ''تاج بی بی صاحبہ۔''

آپ کی پیدائش 1910ء میں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب نے 1900ء میں احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کے والد آپکی پیدائش کے بعد جلد وفات پا گئے اس لئے آپ کی پرورش آپ کے چچا جان ''مکرم ہدایت خاں صاحب'' نے کی جو کہ بعد ازاں قادیان

دارالامان میں ایک لمبا عرصہ حضرت اماں جانؓ کی ڈیوڑھی کے دربان رہے۔ رسمی تعلیم حاصل کہاں سے کی اس کا تو پتا نہ چلا لیکن آپ اچھا خاصا پڑھنا لکھنا جانتے تھے جو کہ بعد کے واقعات میں نظر آئے گا۔

انڈیا سے ہجرت کے وقت بعد گورنمنٹ پاکستان نے چک نمبر 68 ج ب ضلع فیصل آباد میں عارضی رہائش اختیار کی آپ وہاں عرصہ تین سال کے قریب رہے پھر گورنمنٹ نے ایک سکیم کے مطابق آپ کو چک نمبر 2 ٹی ڈی اے میں زمین الاٹ کی جو کہ فیصل آباد میں دی گئی زمین سے زیادہ تھی لیکن تھل اور غیر آباد تھی جس کو خود ہی آباد کرنا تھا۔ آپ محنتی انسان تھے جس کی وجہ سے وہیں رہائش اختیار کی۔ آبادی والی جگہ یعنی چک کے اندر احاطہ جو الاٹ ہوا وہاں گھر بنایا اور کاشتکاری کے لئے زمین آبادی سے تقریباً 2 کلومیٹر دور تھی آپ روزانہ وہاں پیدل جاتے اور اس زمین کو آباد کرنے کی کوشش کرتے ۔گورنمنٹ نے ایک بلڈوزر مہیا کیا جو کہ ہر الاٹی کے لئے 40 گھنٹے اس کی الاٹ کو آباد کرنے کے لیئے چلایا جاتا۔ اللہ کے کرم سے وہ زمین آباد ہوئی اور آج وہاں ہر طرح کا پھل اور فصل کاشت کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح آج بھی ان کے ہاتھ کے لگائے گئے پھلدار پودے وہاں موجود ہیں۔ چونکہ چک میں پانی نمکین تھا اس لئے پانی الاٹ سے پینے کے لئے لے کر جاتے تھے۔

چک میں سب نے ملکر ایک مسجد تعمیر کی۔ اس بیعت کی یہ خصوصیت یہ ہے کہ اس کا سنگ بنیاد 6 رفقاء حضرت مسیح موعودؑ نے رکھا۔ آپ چک نمبر 2 ٹی ڈی اے کے تقریباً 30 سال صدر جماعت اور امام الصلوٰۃ رہے۔ اسی وجہ سے ہر کوئی آپ کو امام صاحب کہہ کر پکارتا تھا۔ اسی طرح ایک لمبا عرصہ زعیم انصاراللہ بھی رہے۔ قرآن سے عشق کی بات کی جائے تو کوئی نہ کوئی سورۃ یا آیات لکھ کر جیب میں ڈال لیتے اور زمینوں پر کام کرتے ہوئے ان کو یاد کرتے رہتے تھے میرے والد صاحب نے کئی ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کاغذ سنبھالے تھے مگر بعد ازاں کہیں گم ہو گئے۔ نماز تہجد اور پنجوقتہ نمازوں کے پابند تھے زمینوں س پیدل 2 کلومیٹر جاتے اور مسجد میں نماز پڑھا کر واپس آجاتے اور دوبارہ کام میں لگ جاتے۔ اور دوسرے احمدی دوست جو زمینوں پر کام کر رہے ہوتے تھے ان کو بھی نماز پر آنے کی تلقین کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ڈیرہ پر گُڑ نکال رہے تھے تو پت (یعنی گڑ پکنے کا عمل) تیار تھی لیکن نماز کا وقت گزر رہا تھا تو ویسے ہی چھوڑ کر نماز کے لئے چلے گئے واپس آئے تو وہ جل چکی تھی لیکن نماز باجمعت کی ادائیگی کو ترک نہ کیا۔ اسی طرح پھر جب دیکھا کہ مشکلات زیادہ ہیں اور پانی نمکین ہے گاؤں میں اور اسی طرح روز آنا جانا تو اس غرض سے زمینوں میں ہی ایک کچا ڈیرہ بنالیا اور فیملی سمیت آہستہ آہستہ 1975ء میں وہاں شفٹ ہو گئے۔ خود اپنے ہاتھ سے کچی اینٹیں بنائیں اور ان سے ایک کمرہ بنایا۔ اتنے پیسے تو تھے نہیں کہ پکا کمرہ بنوا سکیں۔

خدا سے بے انتہاء پیار کرنے والے وجود اور اس کا خوف ہر وقت دل میں رکھتے تھے کبھی کسی کو کوئی گالی نہ دی بلکہ اگر کوئی گالی دیتا بھی تو اس کو پیار سے سمجھاتے۔ والد صاحب نے جب شادی کی 1972 میں انہوں نے گھوڑی خریدی اور ایک اونٹنی لیکن دادا جان پیدل جانا ہی پسند کرتے۔ 1974ء میں حالات خراب ہو گئے۔ جماعت کے لٹریچر سے بے انتہاء تعلق تھا الفضل روزنامہ لگوایا ہوا تھا اور اس کا صفحہ کام کاج کے دوران بھی جیب میں رکھتے تھے۔ ۔ایک زمیندار کے لئے زمینوں کا کام چھوڑ کر کہیں جانا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن خدا پر توکل کرتے ہوئے آپ ہر سال جلسہ سالانہ ربوہ میں بمع فیملی شرکت کرتے تھے۔ ڈیرہ چونکہ آبادی سے دور تھا تو لوگ بھی دوپہر کے وقت یا آرام کی غرض سے آجاتے تھے آپ ان کی خوب مہمان نوازی کرتے اور کہتے تھے مہمان تو رحمت ہوتا ہے۔ خلافت اور سلسلہ کی اطاعت میں ہمہ وقت پیش پیش تھے حقہ نوشی کی پہل پہل عادت تھی حضور کا ارشاد موصول ہوا جو کہ مرکز کی طرف سے تھا جس میں تمباکونوشی کے بارے میں تنبیہہ تھی یک لخت حقہ نوشی ترک کردی اور اسکے بعد کبھی بھی اس کے قریب نہ گئے۔

اگر گاؤں میں کوئی لڑائی ہو جاتی تو سب کی نظریں صلح کروانے کے لئے امام صاحب کی طرف ہوتیں۔ ایک دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ دو لوگوں میں ہاتھا پائی

کو رکواتے ہوئے خود کو شدید چوٹ بھی لگی لیکن اف تک نہ کہا اور نہ ہی ان دونوں کو برا بھلا کہا۔اس قدر صبر تھا کہ ایک دفعہ خاندانی معاملہ کی وجہ سے ایک فریق نے امام صاحب کو برا بھلا اور گالیاں بھی دیں لیکن ایک دفعہ بھی جواب نہ دیا اور درگزر کیا۔میری والدہ ماجدہ بتاتی ہیں کہ آپ نے مجھے ہمیشہ بیٹی سمجھا۔اسی طرح بتاتی ہیں کہ کبھی بھی آپ نے کسی جانور کو مارنے کی اجازت نہ دی اور خود کبھی کسی جانور کو بھی برا بھلا تک نہ کہا بلکہ دعا ہی دی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹے سے نوازا، بیٹا رانا نصر اللہ خاں مرحوم، بیٹیاں، مکرمہ نصرت صاحبہ (مرحومہ)، مکرمہ آصفہ فرحت صاحبہ، مکرمہ عارفہ رفیق صاحبہ۔آپ الحمدللہ موصی تھے اور چندہ جات میں باقاعدہ تھے اور آپ کی وفات 1984ء میں ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت و رحمت کا سلوک فرمائے۔آمین

مکرم رانا نصر اللہ خاں صاحب



مکرم رانا نصر اللہ خاں صاحب ابن مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب کاٹھ گڑھی ابن مکرم حضرت خواجہ خاں صاحب ؓ (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) ابن مکرم بلند خاں صاحب کاٹھ گڑھی۔

آپ کی پیدائش 1944 کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں ہوئی۔آپ اپنی اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے اور اسی طرح تقریباً 4 سال کی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔

والد صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا جان جو کہ کاٹھ گڑھ میں بھی استاد تھے ان سے حاصل کی اور جب 2 ٹی ڈی اے شفٹ ہوئے تو یہاں پاکستان میں بھی ٹیچر کی خدمات سرانجام دیتے رہے اور والد صاحب اپنے چچا جان ماسٹر عطاء اللہ صاحب کے ساتھ ساتھ سکول جاتے رہے جہاں بھی ان کی پوسٹنگ ہوئی، پوسٹنگ کچھ عرصہ قائدآباد میں بھی ہوئی وہاں بھی ساتھ رہے اس کے بعد 4 ٹی ڈی اے میں ماسٹر صاحب ہیڈ ماسٹر لگ گئے تو ان کے ساتھ ہی سکول جاتے اور پرائمری سکول پانچویں جماعت تک پاس کیا۔اب وہاں ہائی سکول موجود نہ تھا اس لئے ربوہ میں اپنی نانی امی جان ''مطلوباً بی بی اور خالہ جان'' جنت بی بی کے گھر آ کر رہنے لگ گئے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس گاؤں چلے گئے۔

1972ء میں آپ کی شادی اپنی خالہ زاد ''ساجدہ بیگم'' کے ساتھ ہوئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بیٹی ''عابدہ الماس'' سے نوازا اس کے بعد 1975ء میں ڈیرہ پر اپنے والدین اور اہل وعیال کے ساتھ شفٹ ہو گئے۔جس کو 1974ء میں ہی کچی اینٹیں خود نکال کر بنانا شروع کر دیا تھا۔

ایک اونٹنی اور ایک گھوڑی خریدی جس پر سوار ہو کر چک سے ڈیرہ پر جایا کرتے تھے۔زمیندارا میں دادا جان کے ہمراہ شانہ بشانہ کام کیا۔دادا جان کی وفات کے بعد آپ نے ہی ساری زمینوں کا کام سنبھالا۔

آپ 4 سال صدر جماعت 2 ٹی ڈی اے بھی رہے اور اسی طرح بطور سیکرٹری مال کے طور پر بھی کام کیا۔اپنے والد صاحب کی طرح نیک سیرت اور دھیمی طبیعت کے مالک تھے بے انتہاء صبر اور برداشت کے حامل تھے۔

پنجوقتہ نماز کے پابند اور مسجد جانے کے لیئے پیدل جانا پسند کرتے تھے۔مہمان نوازی کی اعلیٰ مثال تھے کوئی بھی عہدیدار دورے کے لئے آتا تو بعد میں بھی اس ڈیرہ کو مہمان نوازی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے یاد رکھتا تھا۔مربیان کا بے حد احترام کرتے تھے اور اسی طرح چھوٹے بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح کھیلتے اور نوجوانوں کے ساتھ نوجوانوں کی طرح پیش آتے۔گاؤں کے غیر احمدی احباب ہمیشہ ان سے قرض لینے آتے اور اگر ان کے پاس پیسے نہ

ہوتے تو گھر جا کر امی جان سے لے کر دے دیتے خالی ہاتھ واپس کسی کو نہ جانے دیتے تھے۔ خدا کا خوف رکھنے والے اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے اور خلافت کے جانثار اور قرآن سے اس قدر محبت کے روزانہ تلاوت نماز فجر کے بعد کرتے میں نے کبھی نہ دیکھا کہ کبھی والد صاحب نے تلاوت نہ کی ہو۔ اور رمضان میں 4 سے 5 دفعہ قرآن کریم کا دور مکمل کرتے تھے۔ بچوں سے انتہائی پیار اور دوستی کا رشتہ تھا۔

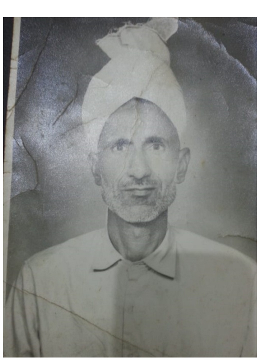
والدہ محترمہ میرے بھائی کے ساتھ سری لنکا میں مقیم ہیں اور حالات جماعتی 2 ٹی ڈی اے میں خراب ہونے کی وجہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور وہاں اسائلم کیا ہوا ہے۔ آپ کو اللہ تعالی نے 4 بیٹوں اور 4 بیٹیوں سے نوازا۔ سب سے بڑی بیٹی ''عابدہ الماس اہلیہ رانا مبارک احمد'' آجکل ربوہ میں مقیم ہیں۔ ان کو اللہ نے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔

دوسری بیٹی شاکرہ الماس اہلیہ رانا وسیم احمد جو کہ واقف زندگی ہیں اور یو کے میں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے بعد اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا جن کا نام ''شکر اللہ خاں'' تھا جو کہ جسمانی معذور ہو گئے تھے 2000ء سے پہلے وفات پا گئے تھے۔



ان کے بعد اللہ نے ایک اور بیٹے سے نوازا ''رانا انعام اللہ خاں'' آجکل اپنی فیملی کے ساتھ کینیڈا میں مقیم ہیں ان کو اللہ نے ایک بیٹے سے اور 4 بیٹیوں کی رحمت سے نوازا ہوا ہے۔ اس کے بعد بیٹے ''ذیشان اللہ خاں'' آجکل سری لنکا میں اسائلم کیا ہوا ہے۔ ان کو اللہ نے ایک بیٹی اور ایک بیٹے سے نوازا ہے۔ ان کے بعد اللہ نے ایک بیٹی سے نوازا ''فائزہ الماس'' جو کہ 10 سال کی عمر میں بیمار رہ کر وفات پا گئیں۔ اس کے بعد مدیحہ خاں بیٹی اہلیہ رانا ریاض احمد جو کہ آجکل اٹلی میں اسائلم کیا ہوا ہے۔ ان کو اللہ نے ایک بیٹی اور بیٹے سے نوازا ہے۔ سب سے چھوٹے بیٹے ''ذکاء اللہ خاں'' جو کہ مربی سلسلہ ہیں اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور استاد خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کو اللہ نے ایک بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا ہے۔

اسی طرح زندگی کے آخری ایام میں مخالفین نے مسجد کے گنبد ہونے اور کلمہ لکھے ہونے کی وجہ سے مقدمات کئے جو انمردی سے تمام لڑے اور ایک پل کے لئے بھی کبھی کوئی خوف یا ڈر محسوس تک نہ ہوا اور سب کو خدا کی طرف جھکنے کا کہتے اور اس طرح مقدمات اللہ نے جماعت کے حق میں کر دئے جس وجہ سے غازی ہونے کی حالت میں الحمدللہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ الحمدللہ موصی تھے اور حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ہی ادا کر چکے تھے۔ اور 7 دسمبر 2012ء کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے خالق حقیقی سے جا ملے۔ 10 دسمبر 2012ء کو مکرم مرزا خورشید احمد صاحب ناظر صاحب اعلیٰ و امیر مقامی نے دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے لان میں نماز جنازہ پڑھائی اور نئے بہشتی مقبرہ نصیر آباد میں تدفین عمل میں لائی گئی۔



محترم ماسٹر عطاء اللہ خاں صاحب کاٹھگڑھی

محترم ماسٹر عطاء اللہ صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ 1912ء کو کاٹھ گڑھ میں چوہدری خواجہ خاں (بیعت 1903ء) صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ولد چوہدری بلند خاں صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام (بیعت 1903ء) کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم احمدیہ مڈل سکول کاٹھ گڑھ سے ہی حاصل کی۔ اور آٹھ جماعت پاس کرنے کے بعد اسی سکول میں بطور ماسٹر پڑھانے لگے۔ آپ تقسیم ملک تک اس سکول میں تعینات تھے آپ جماعتی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ جماعت کاٹھ گڑھ کی مجلس عاملہ کے جنرل سیکرٹری، اور سیکرٹری تعلیم و تربیت بھی رہے۔ (از الفضل مورخہ 22۔1 پریل 1947ء تاریخ سڑوعہ مولفہ رانا محمد خاں) جب جلسہ سالانہ قادیان 1937ء کے موقعہ پر حضرت مصلح

موعود نے فرمایا کہ ہمارے احمدی حضرات کو چاہیئے کہ اسلامی اور شرعی طور پر حصہ جائیداد عورتوں کو دینا چاہیئے۔ مگر بعض احمدی راجپوت دوست بھی اس پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ماسٹر عطاء اللہ خاں صاحب جب یہ تقریر سن کر کاٹھگڑھ آئے تو ان تینوں بھائیوں نے باہم مشورہ کر کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے پہلے اپنی بہن کو جائیداد کا حصہ دیا اور حضور کی خدمت میں خط لکھا کہ حضور ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔

(الفضل مورخہ 4 فروری 1938ء)

1935ء میں جب احمدیوں نے احراریوں کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا تو اس میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔ آپ بہت باعلم اور با اخلاق اور جوشیلے احمدی تھے۔ کاٹھگڑھ کی جماعت احمدیہ کے روح رواں تھے۔ آپ خلیفہ وقت کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور دوسرے احباب کو بھی ترغیب دیتے تھے۔ محترم ماسٹر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گہرے مطالعے نے ان کے علم کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ بہت ہی مدلل اور معقول گفتگو کرتے تھے تقسیم ملک کے بعد آپ کو پندرہ ایکڑ زرعی اراضی چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں الاٹ ہوئی۔ اور تدریس کے شعبے میں ملازمت گورنمنٹ پرائمری سکول قریبی چک نمبر 4 ٹی ڈی اے خوشاب میں مل گئی۔ 1951ء سے 1964ء تک اسی سکول میں پڑھایا پھر چک نمبر 2 ٹی ڈی اے میں سکول کھل گیا۔ پھر یہاں پڑھانے لگے۔ غالبا 1970ء میں ریٹائر ہوئے۔ اس سارے دیہاتی علاقے کے اکثر طلباء نے آپ سے علم حاصل کیا۔ خاکسار اور دیگر میرے ہم عمر طلباء نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ سارے ہی علاقے میں آپ کی بہت عزت تھی۔ آپ نے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد ایک پلاٹ دارالعلوم غربی بیت صادق کے بالکل سامنے خرید کر اپنے بچوں کے لئے مکان بنوایا اور وہیں رہائش اختیار کی۔ اپریل 1972ء میں وفات پائی۔ موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرے میں تدفین ہوئی۔ خدا تعالی ان کے درجات بلند کرے، بہت ہی نرم دل، حسن ظن رکھنے والے، اپنے اور غیروں سے محبت اور شفقت سے پیش آنے والے، انتہائی نمازی اور پرہیزگار، خدا تعالی کی رضا پر راضی رہنے والے، قناعت پسند، ایک شاکر اور باکردار انسان تھے۔ آپ کے دو بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں بڑے بیٹے مکرم احسان اللہ خاں منسٹری آف زراعت اسلام آباد دوسرے بیٹے مکرم اکرام اللہ خاں لندن میں مقیم ہیں۔ (29۔ ستمبر 2010 الفضل ربوہ)





مکرم چوہدری عبدالکریم صاحب کاٹھگڑھی

ابن کریم

سن پیدائش 1930 اور سنِ وفات 1982۔ سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث نے نماز جنازہ مسجد مبارک ربوہ میں پڑھائی۔ ابن چوہدری عبدالعزیز کاٹھگڑھ۔ ماں باپ کی اکلوتی اولاد مگر آفرین ہے ان کی احمدیت کے عشاق پر کہ زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

خلیفۃ المسیح کی خدمت میں وقف کے لیئے پیش کر دیا۔ جامعہ احمدیہ قادیان پھر پارٹیشن کے بعد جامعہ احمدیہ احمد نگر میں تعلیم پائی۔ عالم باعمل تھے۔ نہ صرف رحمی رشتوں سے محبت واحترام گھر سے باہر بھی عجیب احترام آدمیت تھا کہ بیان سے باہر۔ اخلاق اسقدر اعلیٰ کہ جو ایک دفعہ ملتا اپنا ہی ہو جاتا۔ پاکستان کی مختلف جماعتوں میں بحیثیت مربی سلسلہ تعینات رہے۔ استادِ محترم حافظ مظفر احمد امیر جامعہ احمدیہ ربوہ کے زمانہ طالب علمی میں مجھے سمجھاتے

ہوئے کہا کرتے تھے کہ جن دنوں آپ کے ابا ہمارے ضلع خوشاب میں تعینات تھے بچپن میں بہت ساری ادب آداب کی باتیں ان سے سکھیں ۔ آپکی وفات کو 38 سال ہو چکے آج بھی کہیں کہیں جماعت سے انتہائی نیک اور عاجزانہ سلوک کی وجہ سے ڈھیروں نیازمندی کے پھول ملتے ہیں کہ جھولی میں سمائے نہیں جاتے ۔

کینسر جیسی موذی بیماری نے صاحب فراش کر دیا مگر دعوتِ الی اللہ کے نت نئے طریق آپ کے ذہن رّسا میں آتے رہتے ۔ بستر پر ہی دسیوں خطوط جو روزانہ ان لوگوں کو دورانِ سفر یا ہسپتال میں ملتے روانہ کرتے ۔ ہر چھوٹے بڑے سے خوش خلقی اور حلیمی سے ملتے ۔ میں نے میو ہسپتال میں خود دیکھا چھوٹا بڑا ہر کوئی آپکو آپکی خوش خلقی کی وجہ سے اس قدر عزت و احترام سے پیش آتا کہ حیرانی ہوتی ۔ چچا چوہدری عبدالرشید ابن مکرم چوہدری اللہ بخش کاہلوں زراعتی ماسٹر بھی اسی خوشی خلقی اور بےلوث تعلق کی زندہ مثال تھے ۔ سیالکوٹ تعیناتی کے دوران تعارف اور دوستانہ مراسم قائم ہوئے پھر جب تک آپ زندہ رہے یونہی لگا کہ آپ دونوں سگے بھائی ہی ہیں ۔ مکرم چچا جان نے ابو مرحوم کی بیماری کے دوران لاہور میں اسطرح خبر گیری کی کہ شاید کوئی خونی اور رحمی رشتہ دار بھی یہ حق ادا نہ کر سکتا ۔ خود ہم لوگ چچا جان کے گھر واقع بیگم روڈ پر رہا کرتے تھے اور وہاں سے ابو جان کے لئے ضروریات کی اشیاء لے کر میو ہسپتال جایا کرتے تھے ۔ لاہور شہر میں جس طرح چچا عبدالرشید صاحب اور آپ کے اہل خانہ ہمیں ویلکم کرتے تھے بیان سے باہر ہے ۔ مجھے وہ لمحات نہیں بھولتے کہ ہمارے سارے کزنز خود اپنے اپنے کپڑے دھوتے مگر میرے کپڑے چچی جان محترمہ نسیم اختر صاحبہ اہلیہ مکرم چچا چوہدری عبدالرشید دھو دیا کرتی تھیں یہ سب دراصل آپ کے اخلاص، اخلاقِ حسن خلق اور جماعت سے محبت اور خلافتِ حقہ سے دلی عقیدت و محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے دلی محب عطا کر دیئے تھے ۔ اللہ تعالیٰ جانے والی روحوں کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور انکی نیکیوں کا ہمیں وارث بنائے ۔ برادرم مکرم رانا عبدالرزاق خان صاحب کو اللہ جزائے خیر دے ان کے توجہ دلانے کے نتیجہ میں ابو جان مرحوم کے اوصاف لکھنے کی طرف توجہ ہوئی

مجھے یاد ہے جن دنوں میرے ابو مرحوم ٹانگ میں کینسر کی وجہ سے ہڈی کھائی جانے کی وجہ سے بے ساکھیوں کے سہارے تھے ۔ ایک ضرورت مند آ گیا ۔ اس نے بعض مجبوریوں کا تذکرہ کیا اور کراچی جانے کیلئے کرایہ نہ ہونے کا بتایا ابو مرحوم بیساکھیوں کے سہارے چل کر چند مخیر دوستوں کو تحریک کر کے اسکی ضرورت پورا کرنے کے سامان کرتے ابھی بھی آنکھوں کے سامنے نظر آ رہے ہیں ۔ آپکی نہایت تکلیف دہ بیماری میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آپ کے لیئے دعاؤں اور شفقتوں اور علاج اور معجزانہ شفاء کے واقعہ کا تذکرہ خود آپا طاہرہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفہ ثالثؒ اپنی کتاب میں تحریر فرمائی ہے ۔ لاتعداد مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں آپکی دعا کی برکت سے معجزانہ شفاء عطا فرمائی صرف ایک نا قابل یقین واقعہ پیش ہے ۔ مولوی عبدالکریم صاحب کاٹھگڑھی شاہد مربی سلسلہ Miltiple Myeloma جیسی مہلک بیماری (کنسر کی ایک قسم) میں مبتلا ہو گئے بیماری بالکل آخری حدوں تک پہنچ چکی تھی اور بے ہوشی طاری تھی ڈاکٹر لا علاج قرار دے چکے تھے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا گیا آپ نے پیغام بھجوایا کہ سچی بوٹی صبح و شام دی جائے اور ہسپتال میں رہنے دیا جاوے ۔ دعائیں خاص کی جا رہی ہیں چنانچہ احیائے موتی کے حامل حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کے اس روحانی جانشین کی دعاؤں کی برکت سے حقیقتاً ایک مردہ زندہ ہوا اور پھر ان مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ نے 16,15 سال مزید زندگی عطا فرمائی ۔

آپ کے پوتے یعنی میرے بیٹے عزیزم صفوان احمد سلمہ اللہ واقف نو نے 2018ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی اس موقع پر خاکسار نے چند اشعار کہے وہ بھی پیش خدمت ہیں

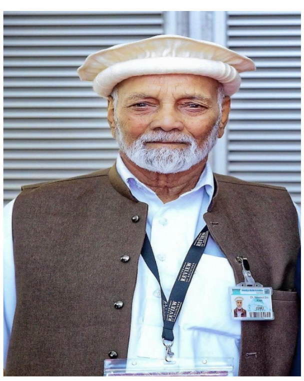
مبارک باد دِل سے ہے

عجب ناقوس احمد نے جو بستی سے بجایا ہے
کہ اُس نے دین کی خدمت کی خاطر ہی بلایا ہے
کوئی گر دین کی خاطر نگینہ ڈھونڈ لاتا ہے
تو اُس خاطر دُعاؤں کا سمندر ہی بہایا ہے
یہ سارے ہی حقیقت میں محمدؐ کے سپاہی ہیں
کہ کل عالم میں رحمت کا ترانہ جو بھی گایا ہے
مرے لختِ جگر کو بھی ہوا اعزاز یہ حاصل
خلافت کی غلامی کا ابھی بیڑہ اُٹھایا ہے
بظاہر باپ بیٹا ہم تھے دونوں ہی نِرے کورے
ہمیں اس مادرِ علمی نے ہی سب کچھ سکھایا ہے
یہاں پر دین کے متوالے معلم بھی مدرس بھی
مبارک وہ بھی جو اس دور میں پڑھنے کو آیا ہے
یہاں پر صدق سے آنا یہاں پر صدق ہی پانا
اَمن ہے ہر سو یہ گھر ایسا بنایا ہے
اسی رسی کو دل سے جان سے بھی ہے اہم رکھنا
کہ کابل میں بھی اک عاشق نے یہ سہرا سجایا ہے
حلیمؔ ہم تین پشتوں سے گداؤں میں ہوئے شامل
یہ دریا علم و عرفاں کا خلافت نے بہایا ہے

ابن کریم

باب13

مکرم رانا نعیم الدین صاحب کاٹھگڑھی



ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں رانا نعیم الدین صاحب کاٹھگڑھی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''میں اب مکرم رانا نعیم الدین صاحب ابن مکرم فیروز دین منشی صاحب کا ذکر کروں گا جن کی 09۔اپریل 2020 کو وفات ہوئی تھی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ بڑے عرصے سے بیمار تھے۔مختلف عوارض سے کئی دفعہ ہسپتال جاتے تھے۔ڈاکٹر کہتے تھے اب آخری وقت ہے پھر اللہ تعالیٰ فضل فرما دیتا تھا،توٹھیک ہو کے آجاتے تھے اور جب بھی ٹھیک ہوتے تھے، چلنے کے قابل ہوتے تھے تو یہاں مسجد میں بھی آجایا کرتے تھے۔بہرحال ان کی یہ آخری بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اوران کی وفات ہوئی۔

رانا صاحب کی پیدائش جو کاغذات کے مطابق ہے 1934ء کی ہے اور بعض روایات کے مطابق 1930ء یا 32ء کی بنتی ہے۔بہرحال کاغذات کے مطابق 34ء کی ہے۔اس لحاظ سے چھیاسی سال عمر تھی۔ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والدمحترم فیروز دین صاحب کے ذریعے سے ہوا تھا جنہوں نے 1906ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بذریعہ خط بیعت کی تھی اور پھر تقسیمِ ملک کے بعد جب ہندوستان اور پاکستان کی پارٹیشن ہوئی ہے یہ خاندان پاکستان شفٹ ہوگیا اور پہلے لاہور میں ہی رہے۔پھر 1948ء میں رانا صاحب ربوہ آگئے۔پھر انہوں نے اپنے آپ کو فرقان بٹالین کے لیے پیش کیا اور فرقان بٹالین کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رانا صاحب کو میر پور خاص کے قریب زمینوں پر بھجوا دیا جہاں یہ چند سال رہے۔نظامِ وصیت میں بہت پرانے شامل ہیں۔1951ء سے ان کی وصیت ہے۔ان کی اہلیہ کا نام سارہ پروین تھا جو حضرت چوہدری دولت خان

صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ پھر ان کے بارے میں دفتر کا جو ریکارڈ ہے عملہ حفاظتِ خاص کا جو آفس آرڈر کا رجسٹر ہے اس کے مطابق رانا نعیم الدین صاحب کا 3/اگست 1954ء کو ریزرو آن ڈیوٹی کے طور پر تقرر ہوا اور اس کے بعد پھر نومبر 1955ء سے 11/مئی 1959ء تک عملہ حفاظتِ خاص میں بطور گارڈ رہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کے کام کے سلسلے میں نخلہ، جابہ جایا کرتے تھے اور کئی کئی مہینے وہاں قیام فرمایا کرتے تھے تو مرحوم کی بھی اس وقت وہاں حفاظت اور جنریٹر کی دیکھ بھال کی ڈیوٹی تھی۔ وہاں بجلی تو تھی نہیں ڈیزل کا جنریٹر چلتا تھا۔ عمومی طور پر یہ ایک چھوٹی سی جگہ آباد کی گئی تھی اور اس کی آبادی کی حفاظت کی ذمہ داری بھی تھی۔

دفتر وصیت کے ریکارڈ کے مطابق 1978ء میں عملہ حفاظت سے فارغ ہوئے اور پھر ہڑپہ ضلع ساہیوال چلے گئے اور بعد ازاں ساہیوال مسجد میں بطور خادم مسجد خدمت کرتے رہے۔ اس دوران اکتوبر 1984ء میں احمدیہ بیت الذکر ساہیوال پر جب مخالفین نے حملہ کیا تو یہ اس میں حفاظتی ڈیوٹی پر مامور تھے اور انہوں نے اس کا جواب دیا تو رانا نعیم الدین صاحب کے ساتھ کل گیارہ افراد کے خلاف مقدمہ درج ہوا اور اس طرح رانا صاحب کو 26/اکتوبر 1984ء سے مارچ 1994ء تک اسیرِ راہ مولیٰ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

پولیس نے یہ حملہ آوروں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ہمارے گیارہ احبابِ جماعت کے خلاف مقدمہ درج کیا اور ان کو سزا ہوئی۔ یہ جو کیس تھا وہ ملٹری کورٹ کو ریفر (refer) کر دیا گیا۔ یہ ضیاء الحق کے زمانے کی خاص عدالت تھی جہاں 16/فروری 85ء سے باقاعدہ سماعت شروع ہوئی اور جون، یکم جون 1985ء تک یہ سماعت جاری رہی اور اس میں پہلے تو کل گیارہ افراد تھے لیکن بعد میں پھر سات احباب جن میں رانا نعیم الدین صاحب بھی شامل تھے ان کا فیصلہ pending کر دیا گیا۔ دو باہر ملک چلے گئے تھے اور دو کو بری کر دیا گیا تھا تو یہ سات افراد جو تھے ان کا معاملہ پینڈنگ تھا۔ بعد میں اسی کورٹ نے جو سپیشل ملٹری کورٹ تھا اس نے الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ اور رانا نعیم الدین صاحب کو موت کی سزا سنا دی اور باقی جو پانچ ملزمان تھے ان کو پچیس پچیس سال قید کی سزا سنا دی گئی۔ بہرحال اس فیصلہ کے خلاف اپیل پر لاہور ہائی کورٹ نے مارچ 1994ء میں رہائی کا حکم دیا اور کاغذات کی تکمیل پر 19 مارچ 1994ء کو ان کی رہائی عمل میں آئی اور اس طرح یہ جو ہمارے اسیر تھے ان کو ساڑھے نو سال راہِ مولیٰ میں اسیری برداشت کرنے کا شرف حاصل ہوا، اسیر رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ مخالفین کی طرف سے ان اسیران کی رہائی کے بارے میں ہائیکورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی اور اس کی ہیئرنگ (hearing) کا مئی 2013ء میں آغاز ہوا تاہم یہ دونوں بیرون ملک تھے تو کوئی پیش رفت نہیں ہوئی اور ابھی تک یہ کیس پینڈنگ ہے۔

دوران اسیری پولیس کی طرف سے خاص طور پر تشدد کیا جاتا رہا اور ان سے بیان لینے کی کوشش کی جاتی تھی کہ چونکہ تم اپنے خلیفہ کے باڈی گارڈ رہے ہو اس لیے انہوں نے تمہیں یہ کام کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو مارو۔ رانا نعیم الدین صاحب اس مقدمے سے رہائی کے بعد 1994ء میں لندن شفٹ ہو گئے اور یہاں بھی اپنی عمر کے لحاظ سے بہت بڑھ کے عملہ حفاظت میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ اور 2010ء میں ان کی بڑی بیٹی کی وفات ہوئی اور پھر چند دن بعد ان کی اہلیہ کی بھی وفات ہوگئی۔ تو پھر انہوں نے مجھ سے پاکستان جانے کا پوچھا تھا۔ حالات ایسے تھے کہ بظاہر مشکل لگتا تھا لیکن بہر حال مَیں نے کہا کہ جا کے جلدی واپس آ جائیں اور یہ چند دن کے لیے گئے اور پھر واپس آ گئے۔

مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کے بیٹے رانا وسیم احمد واقفِ زندگی ہیں۔ پرائیویٹ سیکرٹری یو۔ کے کے دفتر میں کام کر رہے ہیں اور چاروں بیٹیاں بھی لندن میں ہی مقیم ہیں۔ ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ ہمارے والد نے ہمیں ہمیشہ یہی سبق دیا کہ خلافت سے چمٹے

رہنا اور سب کچھ خلافت سے وابستہ ہے۔ خود بھی خلافت کے شیدائی تھے اور کہتے تھے مَیں ڈیوٹی پر جاتا ہوں تو خلیفۂ وقت کو دیکھتا ہوں تو جوان ہو جاتا ہوں۔ میری صحت کا راز بھی یہی ہے کہ مَیں اس عمر میں بھی ڈیوٹی پر آتا ہوں ورنہ مَیں تو چارپائی سے لگ جاؤں۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ ہمیشہ ڈیوٹی کے لیے دو تین گھنٹے پہلے تیار رہتے تھے۔ اگر مَیں کہتا کہ ابو جان ابھی تو ٹائم بہت ہے تو کہتے کیا ہوا گھر بیٹھ کر کیا کرنا ہے۔

ایک ڈاکٹر ہشام ہیں انہوں نے بھی یہ لکھا کہ مَیں نے ان کے کاغذات دیکھے، ان کی فائل دیکھی، پڑھی تو مَیں حیران رہ گیا کہ اس بیماری کے ساتھ اس عمر میں تو بندہ گھر میں بیٹھ جاتا ہے یا کیئر ہوم (care home) میں چلا جاتا ہے لیکن یہ چلتے پھرتے بھی ہیں اور یہی کہا کرتے تھے میری صحت اور چلنے پھرنے کا راز یہی ہے کہ مَیں آجاؤں اور خلیفۂ وقت کے ساتھ رہوں اور ان کی صحبت میں رہوں۔ ان کے بیٹے رانا وسیم احمد صاحب بھی لکھتے ہیں کہ اکثر ان کی مالش کیا کرتا تھا۔ ایک دن مَیں ان کی ٹانگوں کی مالش کر رہا تھا۔ ان کے گھٹنے کے پاس آیا تو ان کی ہلکی سی آواز نکلی۔ مَیں نے پوچھا کیا ہوا تو کہنے لگے کچھ نہیں۔ بہرحال وہ کہتے ہیں مَیں نے ذرا اصرار کیا تو کہنے لگے کہ یہ جیل کی چوٹوں کی درد ہے۔ ہمیشہ صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اور جیل میں جب مارا جاتا ہے تو پاکستانی جیلوں میں بڑے ظالمانہ طریقے سے مارا جاتا ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ انہوں نے برداشت کیا اور باہر آ کے بھی ان کا صبر کا معیار بہت بلند تھا۔ کبھی طبیعت خراب ہوتی تو کسی کو نہیں بتاتے تھے بلکہ اکثر یہی کہتے تھے کہ الحمدللہ مَیں ٹھیک ہوں۔

ان کا خلافت کی اطاعت کا معیار کیا تھا؟ کہتے ہیں ایک دفعہ مَیں والد صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اکثر مَیں ان سے واقعات سنانے کے لیے کہتا۔ ایک دن کہنے لگے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جابے نخلہ گئے تھے، جہاں وہ تفسیر لکھ رہے تھے تو مَیں ان کے ساتھ تھا جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ وہ وہاں رہے ہیں تو کسی بات پر وہ مجھ سے خفا ہو گئے۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ رانا نعیم الدین صاحب سے خفا ہو گئے اور مجھے فرمایا کہ تم مسجد میں چلے جاؤ اور جا کے استغفار کرو۔ کہتے ہیں کہ مَیں مسجد میں چلا گیا۔ جابے میں چھوٹی سی کچی مسجد ہوتی تھی۔ کچا صحن ہوتا تھا۔ مسجد کے صحن میں بیٹھ کر استغفار کرنے لگ گیا۔ اتنے میں تیز آندھی آئی اور بارش شروع ہو گئی مگر مَیں اپنی جگہ پر بیٹھا استغفار کرتا رہا۔ جب کافی دیر ہو گئی اور مسجد کا ایک سائبان جو لگا یا ہوا تھا وہ بھی اڑ گیا تو حضورؓ نے، خلیفہ ثانیؓ نے فرمایا کہ نعیم کدھر گیا ہے۔ کچھ لوگ مجھے ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں آئے اور کہا کہ تمہیں حضورؓ بلا رہے ہیں۔ جب مَیں حضور خلیفہ ثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت خلیفہ ثانیؓ نے فرمایا کہ مجھے پتا تھا کہ تم ادھر ہی بیٹھے ہو گے۔ جاؤ مَیں نے تمہیں معاف کیا۔ پھر ان کے یہ بیٹے ہی ان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب خلیفہ ثانیؓ نے تفسیر لکھنی شروع کی تھی اس وقت والد صاحب کو ان کے پاس رہ کر خدمت کا موقع ملا اور اپنی اس خدمت کا بڑا اظہار کیا کرتے تھے، خوشی کا اظہار کرتے تھے اور یہ ان کی عادت تھی کہ اپنی خوشی تو ہر ایک سے شیئر کرتے تھے مگر غم کبھی کسی کو نہیں بتاتے تھے۔

پھر ان کی خوبیوں میں لکھتے ہیں نہایت شفیق باپ تھے اور سچے دوست تھے۔ رانا وسیم نے جب وقف کیا ہے تو کہتے ہیں میرا وقف قبول ہوا تو مجھے ایک دن کہنے لگے کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ہمیشہ توبہ استغفار کرتے ہوئے اپنے وقف کو نبھانا۔ کبھی کوئی دکھ بھی دے تو چپ کر جانا نہ کہ بحث کرنا اور تمام بات اللہ پر چھوڑ دینا اور صبر کرنا اور صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طرح مجھے نصیحت کرتے تھے جیسے کہ دوست ہوں۔ اور پھر کہتے ہیں میری اہلیہ جو رانا صاحب کی بہو تھیں ان سے بھی دوستوں کی طرح پیش آتے بلکہ بیٹیوں سے بھی بڑھ کے پیش آتے۔ کہتے ہیں ایک واقعہ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ربوہ میں والد صاحب کو حضرت اماں جان کی دربانی کا بھی موقع ملا۔ پھر جب انہوں نے خود وصیت کی تو اپنے دوسرے رشتہ داروں کو بھی وصیت کی تلقین کرتے تھے۔ چندے کی بے انتہا پابندی کرتے تھے۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو چندہ ادا

کرتے اور اس کے بعد باقی خرچ کرتے تھے۔ ہمیشہ خاموشی سے بہت سے لوگوں کی مالی مدد کرتے تھے۔کبھی کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا کرتے تھے۔ ان کی بیٹیاں بیان کرتی ہیں کہ خلافت سے تو ابا جان کا تعلق ایسا تھا کہ رشک آتا تھا۔خلافت سے محبت تو ان کی رَگ رَگ میں تھی۔ ہمیشہ جب بھی خلیفہ وقت کا ذکر ہوتا تو آنکھیں نم ہو جاتیں۔

ان کی بیٹی نے افسر کے احترام کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہم سب بہنیں ابو جان کے ساتھ ملاقات کے لیے پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں بیٹھی تھیں اور انتظار کر رہی تھیں کہ ملاقات کے لیے اندر جائیں تو اچانک ہم نے دیکھا کہ ابا جان الرٹ ہو کے کھڑے ہو گئے ہیں جیسے ڈیوٹی پہ کھڑے ہوتے تھے۔ہم حیران ہوئے کہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔ جب ہلکا سا سر اٹھا کر دیکھا تو دیکھا کہ نائب افسر حفاظت جو تھے وہ دفتر میں تھے۔کسی کام سے آئے تھے یا ڈیوٹی کرنے کے لیے آئے تھے اور کہتی ہیں ان کے احترام میں میرے والد کھڑے ہو گئے اور جب تک وہ وہاں رہے وہ وہاں کھڑے رہے اور جب وہ باہر چلے گئے تب ابا جان بیٹھ گئے۔کہتی ہیں کہ یہ چند ایک منٹ کی بات تھی لیکن ہمیں بہت کچھ سکھا گئی۔ہمیں ساری عمر یہی نصیحت کی کہ زندگی میں فائدہ لینا ہے تو خلافت سے ایسے چمٹ جاؤ جیسے لوہا مقناطیس کے ساتھ چمٹتا ہے۔اور پھر اب وفات سے چند دن پہلے ہی اپنے بچوں کو عیدی بھی دے کے گئے۔ یہ کہتی ہیں کہ ابا جان نے ہم چاروں بہنوں، بھائی اور بھابھی کو کچھ دن پہلے جب عیدی دی تو ہم نے کہا کہ ابا جان ابھی تو رمضان بھی شروع نہیں ہوا۔ کہنے لگے کہ وقت کا پتا نہیں ہوتا اپنے فرض پورے کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

ان کی بہو بیان کرتی ہیں کہ میرا بہت خیال کرتے تھے۔ ہمیشہ باپ بن کے مجھے نصیحت کرتے تھے۔ جب ان کی بہو کے والد کی وفات ہوگئی تو فوراً اپنے بیٹے کو کہا کہ تم دونوں میاں بیوی پاکستان جاؤ اور وہاں ان کے جنازے میں شامل ہو۔ پھر یہ بہو لکھتی ہیں کہ جب بھی رات کے کسی پہر میں میری آنکھ کھلتی تو مَیں نے ہمیشہ ان کو نماز پڑھتے ہی دیکھا۔خلافت سے بے انتہا عشق تھا۔ ہر ایک لکھنے والے نے تقریباً یہی لکھا ہے کہ خلافت سے وفا کا بہت تعلق تھا اور کہا کرتے تھے کہ خلافت کی دعاؤں کی بدولت ہی جیل میں رہا ہوں اور خلافت کی دعاؤں سے ہی یہاں ہوں۔اور کہتے تھے کہ جس ملک کے صدر نے موت کے کاغذ پر دستخط کیے تھے خلافت کی دعاؤں کی وجہ سے اس کا تو پتا نہیں چلا کہ کہاں گیا اور رانا صاحب زندہ نشان بن کر دنیا کے سامنے آ گئے۔

ان کی ایک بیٹی عابدہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ ہمارے بچوں کو ایک نصیحت ہمیشہ کرتے تھے کہ خدا سے اور خلافت سے ہمیشہ پختہ تعلق رکھو اور کہتے تھے اسی میں تمہاری بقا ہے۔ ہمیشہ قرآن مجید پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے۔نماز اور تہجد کے پابند تھے۔کہتی ہیں مَیں نے کبھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا کہ انہوں نے کبھی تہجد چھوڑی ہو۔ ہمارے لیے وہ دعاؤں کا خزانہ تھے۔ بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔غریب رشتہ داروں کا خیال رکھتے تھے۔رانا صاحب اپنے والد اور والدہ کا اور پھر اپنی اہلیہ کا مرحومہ کا بھی وفات کے بعد چندہ باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے۔کہتی ہیں ایک شعر مَیں نے ان کو ہمیشہ اونچی آواز میں پڑھتے دیکھا اور سنا ہے کہ

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ امی جان کی وفات کے بعد ہم سب بہنوں کا بہت زیادہ خیال رکھا اور اپنی بہو کے ساتھ بھی بیٹیوں سے بڑھ کے سلوک کیا۔ جو بھی چیز لاتے یا جب عیدی وغیرہ دینی ہوتی تو پہلے بہو کو دیتے اور پھر ہم سب کو دیتے اور ہمیشہ کہتے کہ کسی کی بیٹی کو گھر لائے ہیں اس کا زیادہ خیال رکھنا ہے۔ مَیں نے خدا کو جواب دینا ہے۔

ایک بیٹی لکھتی ہیں کہ واقعی انہوں نے آزمائش کے وہ دن جو جیل میں گزارے اس کی رضا پر اور دین کی محبت اور خلافت کی محبت میں گزارے۔کبھی ان کے منہ سے شکوہ تو دور اُف تک نہیں سنا۔کہتی ہیں کبھی نماز اور تہجد میں تاخیر نہیں کی نہ کبھی بیماری میں ناغہ کیا۔جیل میں تشدد کی وجہ سے گردے کی تکلیف ہو گئی جو آخری زندگی میں آ کر زور پکڑ گئی تھی۔سانس کی تکلیف یا کوئی اَور تکلیف بھی ساتھ تھی کہتی ہیں اس میں بھی کبھی ہم نے ان سے ایسے الفاظ نہیں دیکھے کہ جو بے چینی والے ہوں۔ہمیشہ شکر الحمدللہ کے علاوہ ان کے منہ سے کوئی جملہ نہیں سنا۔

پھر ایک کہتی ہیں کہ ہمارے لیے یہاں تک سوچا تھا کہ کہتے تھے میری بڑی عمر ہو گئی ہے ستاسی اٹھاسی سال عمر ہو گئی وقت کا پتہ نہیں ہے۔جب مَیں نہ رہوں یا فوت ہو جاؤں تو مجھے پاکستان لے کر جانا اور بیٹیوں کو پھر یہ بھی ساتھ کہا کہ مَیں نے آپ سب کے لیے ٹکٹ کے پیسے رکھے ہوئے ہیں تا کہ جب میرا جنازہ لے کر جاؤ تو اپنے خاوندوں کی طرف نہ دیکھو۔اپنے باپ کے خرچ پر اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔ابھی تو حالات کی وجہ سے جنازہ جا نہیں سکتا۔امانتاً تدفین کی گئی ہے اگر کوئی راستہ نکلا تو ان کی خواہش کے مطابق ان شاءاللہ جنازہ بھجوانے کی کوشش کی جائے گی۔

ان کے بھانجے رانا شبیر ہیں جو ربوہ میں طاہر ہارٹ میں ہیں۔کہتے ہیں کہ ان کو اسیری کے دوران رانا صاحب سے کئی دفعہ ملاقات کا موقع ملا اور جب بھی ان کو جیل میں سامان پہنچانے گئے تو ہمیں پریشانی ہوتی تھی اور وہ اکثر ہمیں صبر اور دعا کی تلقین کرتے تھے اور بڑے اعلیٰ پائے کے بزرگ تھے اور بڑے صبر کرنے والے انسان تھے۔اسی طرح ان کی بھتیجی ہیں وہ لکھتی ہیں کہ 1980ء تک قصرِ خلافت میں رہتے تھے اور جلسے پر جب ہم جاتے تھے اور بعض دفعہ ایک دو غیر احمدی فیملیاں بھی ساتھ ہوتی تھیں۔جلسے پر عزیز دوست چلے جاتے تھے تو ہمارے پھوپھا جان ہمیشہ (یہ ان کی بیوی کی بھتیجی روبینہ صاحبہ ہیں) اپنی اہلیہ کو کہا کرتے تھے کہ مہمانوں کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے اور کھانے میں اور سونے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔اگر جگہ کم ہوتی تو خود بچوں کو لے کر سٹور یا کچن میں سو جاتے اور مہمانوں کو کمرہ یا برآمدہ میں اچھی جگہ پر سلاتے۔اور کہتے یہ مسیح موعودؑ کے مہمان ہیں ان کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ان کے ایک بھانجے کہتے ہیں کہ مَیں انہیں جیل میں ملنے گیا اور جب ان سے خیریت دریافت کی اور واقعہ کے بارے میں جاننا چاہا تو بڑے جوشیلے انداز میں فرمایا بیٹا ہر حال میں کلمے کی حفاظت کرنی ہے۔اگر آپ کی جان بھی چلی جائے تو کوئی پروا نہیں۔یہ بھانجے کہتے ہیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ الفاظ کسی انسان کے نہیں بلکہ کسی فرشتے کی آواز ہے۔بڑے دلیر، بہادر اور کلمے کی حفاظت کرنے والے، خلافت سے عشق کرنے والے نڈر احمدی مسلمان تھے۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ جب مَیں بیلجیم سے لندن شفٹ ہوا تو کہتے ہیں کہ جب یہاں آئے ہو تو پھر خلافت کے ساتھ چمٹ جانا۔اگر یہاں خلافت کی وجہ سے آئے ہو اور خلیفۂ وقت کی ہر بات پہ لبیک نہیں کہنا تو کوئی فائدہ نہیں۔اور پھر یہ بھی کہا کہ باقاعدگی سے نمازیں ادا کرو اور کسی بھی مسئلہ پر گھبرانے کی بجائے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکو۔جھوٹے اور منافق سے سخت بیزار تھے۔اپنی ڈیوٹی کے بارے میں بہت فکر میں رہتے۔کبھی طبیعت زیادہ خراب ہوتی اور گھر والے کہتے کہ آج آرام کر لیں تو کہتے نہیں مَیں ٹھیک ہوں۔یہ تو میرے بونس (bonus) کے دن ہیں۔بڑھاپے میں مجھے خدمت کا موقع مل رہا ہے تو مجھے ملنے دو۔

الیاس منیر صاحب جو جیل میں رانا صاحب کے ساتھی تھے وہ لکھتے ہیں کہ رانا صاحب کے ساتھ میری زندگی کا ایک حصہ گزرا ہے اور اس آخری وقتِ رخصت ان کو دیکھ بھی نہیں سکتا تو دل سخت مضطرب ہے۔رانا صاحب مرحوم کے ساتھ دس سال کا عرصہ اسیری میں گزرا۔ایک دن بھی مَیں نے انہیں حوصلہ ہارتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب فوجی ڈکٹیٹر کی طرف سے آپ کو سزائے موت کا ظالمانہ اور بہیمانہ حکم سنایا گیا تو بھی اسے خندہ پیشانی سے سنا اور قبول کیا۔کثیر العیال تھے اور سبھی بچے چھوٹی عمروں کے تھے۔ذریعہ معاش بھی کوئی خاص نہ تھا مگر توکّل تھا۔خدمت دین کا جذبہ تھا اور جماعت کی عزت کا فکر تھا

اور بس۔ جب کبھی پریشان ہوتے تو یہی کہتے کہ ان کے ارادے بہت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان سے محفوظ رکھے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کے کام سنوارے۔ بچیوں کی شادیاں بھی دورِ اسیری میں ہی ہو گئیں۔

الیاس منیر صاحب واقعہ کا کچھ مختصر سا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے مسجد پر حملہ کر دیا اور کلمہ طیبہ اور آیات واحادیث کی بے حرمتی شروع کر دی۔ کہتے ہیں اس موقع کا وہ منظر مجھے نہیں بھولتا جب آپ کو پہلی مرتبہ نہایت کڑک دار آواز میں للکارتے ہوئے سنا تھا۔ رانا صاحب نے کہا کہ تم کلمہ مٹانے والے کون ہوتے ہو؟ کون ہو تم کلمہ مٹانے والے! اور کہتے ہیں کہ اس سے پہلے مَیں نے کبھی ان کو اردو بولتے ہوئے نہیں سنا تھا لیکن اس وقت اردو میں بولے اور بڑی کڑک دار آواز میں بولے اور اکیلے ہی تیس چالیس آدمیوں کو، حملہ آوروں کو پہلے مسجد کے کونوں میں چھپنے اور پھر دوڑنے پر مجبور کر دیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ آپ نے نہ صرف یہ کارروائی نہایت شجاعت سے کی بلکہ جب پولیس افسر نے پوچھا کہ یہ فائرنگ کس نے کی تھی تو ایک لمحہ بھی توقف نہ کیا اور فوراً آگے بڑھ کر کہا کہ مَیں نے کی ہے۔

اس کے بعد آپ پر مختلف انداز سے تشدد کیا گیا اور مجبور کرنے کی کوشش کی گئی کہ جماعتی عہدیداران کا نام لیں کہ ان کے کہنے پر انہوں نے یہ کارروائی کی ہے مگر آفرین ہے اس شیر دل پر جس نے نظام جماعت پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آنے دی۔ اور حقیقت بھی یہی تھی۔ عہدیداران کو یہ علم تک نہ تھا کہ ان کے پاس اپنی ذاتی بندوق بھی ہے۔ پھر عدالت اور وہ بھی خصوصی فوجی عدالت، اس کے سامنے بھی کسی قسم کے دباؤ میں نہیں آئے۔ زبانی اور تحریری طور پر صاف ضمیر کے ساتھ، جرأت اور بہادری کے ساتھ یہ اعتراف کیا کہ فائرنگ انہوں نے ہی کی تھی اور آپ کی یہی بہادری اور شجاعت اور صاف گوئی اور سلسلے کے وقار و عزت کا جذبہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بالآخر آپ کو سرخرو کیا اور آخر دم تک پھر ان کو خلافت کے ساتھ خدمت کی توفیق بھی ملی۔

پھر الیاس منیر صاحب ہی لکھتے ہیں کہ دورانِ اسیری جب ان کے والد صاحب کو خلیفہ رابعؒ کے خط آتے، اور ان کے والد دورانِ اسیری حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبات کا متن ہمارے لیے لاتے، اس وقت ایم۔ٹی۔اے کا رواج، باقاعدہ انتظام تو شروع نہیں ہوا تھا، خطبات تحریری آتے تھے، تو کہتے ہیں رانا صاحب مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیتے تھے کہ خطبہ سناؤ اور جتنا عرصہ ہم سزائے موت کی کوٹھڑیوں میں رہے علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے ناں۔ اس دوران جب کچھ دیر کے لیے دونوں کو اکٹھے کرنے کے لیے کھولا جاتا تو وہ اکٹھے ہونے کا جو وقت تھا وہ صرف خطبہ سننے کے لیے وقف کر دیتے اور بڑے اہتمام سے خطبہ سنتے۔

پھر کہتے ہیں کہ جو نماز باجماعت ہو سکتی تھی اس کے لیے باقاعدہ اہتمام کرتے بلکہ بعض اوقات جیل میں موجود بعض دیگر احمدیوں کو بھی بلا لیتے۔ رمضان کا جہاں تک تعلق ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں مئی جون اور جولائی کے سخت روزے جیل میں آئے اور محترم رانا صاحب اپنی بڑی عمر اور جیل کی صعوبتوں کے باوجود تمام روزے رکھتے رہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے بڑا غیر معمولی ہمت اور حوصلہ دکھایا اور پوری بشاشت کے ساتھ ہر صورتِ حال کا مقابلہ کیا اور جب ان کو سزائے موت کا حکم بھی سنایا گیا تو اس وقت بھی بڑی ہمت سے انہوں نے وقت گزارا اور ان کی جرأت کی یہ جو کیفیت تھی غیروں نے بھی محسوس کی۔ کہتے ہیں سزائے موت کا حکم ملنے کے بعد جس پہ صدر نے بھی دستخط کر دیے تھے، رانا نعیم الدین صاحب کے پاس جیل کا ایک وارڈن آیا اور کہنے لگا کہ بزرگو! دیکھو یہ مرزائی عجیب ہیں۔ ان کو سزائے موت کی تاریخ مل گئی ہے اور اپنے انجام کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں مگر ان کے چہروں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور کوئی فرق نہیں آیا۔ ذرا بھی کملائے نہیں اور بہر حال لمبی باتیں کرتا رہا۔ رانا صاحب کہتے ہیں کہ مَیں سمجھ گیا کہ اسے میرا پتہ نہیں کہ مَیں کون ہوں۔ چنانچہ جب اس نے اپنی بات مکمل کر لی تو رانا صاحب نے اس سے پوچھا کہ میرے چہرے پر تم نے کوئی اثر دیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ

نہیں۔اس پر رانا صاحب کے اس انکشاف نے اسے ہلا کر رکھ دیا کہ مَیں بھی احمدی ہوں اور انہی میں سے ہوں۔

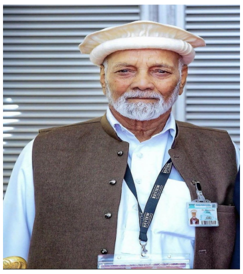
آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خط بھی پڑھتا ہوں جو رانا نعیم الدین صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ستمبر 86ء میں لکھا تھا۔اس کا کچھ حصہ یہ ہے کہ ’’آپ کے خلوص بھرے خطوط ملے۔اعلیٰ ایمان کی جس مضبوط چٹان پر آپ کھڑے ہیں وہ قابلِ فخر ہے۔اللہ والوں کو اعلیٰ مقام کے حاصل کرنے سے پہلے اس قسم کی دشوار گزار راہوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔آپ لوگوں کی سعادت پر رشک آتا ہے۔درخت اپنے پھل سے جانا جاتا ہے۔آپ لوگ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت کی سرسبز شاخیں اور شیریں پھل ہیں۔اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔جماعت دعائیں کر رہی ہے میری دعائیں بھی آپ کے لیے ہیں۔امید ہے آپ نے میری تازہ نظم بھی سن لی ہوگی۔اس میں آپ اور آپ جیسے مخلصین کے لیے ہی چاہتوں کا پیغام اور سلام ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے مدد کرے اور دشمن کے پنجے سے نجات بخشے۔اللہ آپ کے ساتھ ہو۔‘‘ یہ خط خلیفہ رابعؒ نے رانا صاحب کو لکھا تھا۔

مبارک صدیقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے ان سے ان کی اسیری کے دنوں کی بات کی اور جیل میں مشکلات کا ذکر کیا تو مسکرا کر کہنے لگے کہ ہم احمدیوں کی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے، رسول کے لیے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کے لیے وقف ہے۔اس لیے مجھے کبھی کوئی مشکل مشکل نہیں لگتی۔مَیں ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہنے والا ہوں۔یقیناً وہ ہر حال میں آخر دم تک اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔مَیں نے بھی جب بھی ان کا حال پوچھا تو الحمدللہ ہی کہتے رہے۔ہسپتال سے آتے تھے تو اگلے دن پہنچ جاتے تھے اور کہتے تھے بالکل ٹھیک ہوں۔بلکہ ساتھ ہی مجھے بھی دعائیں دیا کرتے تھے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اس قسم کے عوارض کے جو لوگ ہیں جن کی ٹانگیں بھی سوجی ہوئی ہوں وہ تو گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تو یہ ڈیوٹی پہ آ کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس بات پر ان کو، ڈاکٹر کو حیرانی تھی۔ڈاکٹر تو حیران ہوتے ہوں گے لیکن ان کو کیا پتا کہ ان میں ایک جذبہ تھا۔خلافت سے پیار تھا۔اُس کے قریب رہنے کی تڑپ تھی جو ان کو مسجد میں کھینچ لاتی تھی، ڈیوٹی پر لے آتی تھی۔مَیں نے ان کے چہرے پر ہمیشہ بڑی طمانیت دیکھی اور خلافت کے لیے محبت دیکھی ہے۔اللہ تعالیٰ ان سے اگلے جہان میں بھی پیار اور محبت کا سلوک فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔

مَیں انہیں بچپن سے جانتا ہوں جیسا کہ ذکر ہوا، جب اس وقت وہ جابہ، نخلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ جایا کرتے تھے تو ہم بھی کچھ دنوں کے لیے گرمیوں میں وہاں جایا کرتے تھے۔تو اس وقت بھی ہم سے ان کا بڑی شفقت کا سلوک ہوتا تھا اور خلافت کے بعد تو میرے ساتھ اس کا رنگ ہی اَور تھا۔جیسا کہ خلافت سے وفا کے واقعات اور احساسات، جذبات ہم نے سن لیے ہیں وہ ہر وقت نظر آتے تھے۔اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی ہمیشہ وفا کے ساتھ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔حالات کی وجہ سے ان کا جنازہ تو مَیں نہیں پڑھ سکا کچھ حکومتی پابندیاں بھی تھیں اور restrictions تھیں، اس کا افسوس بھی ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ کسی وقت ان کا جنازہ غائب بھی پڑھا دوں گا۔

آخر پر مَیں دوبارہ آج کل کی مرض کے حوالے سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے بعض احمدی مریض ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں۔اللہ تعالیٰ سب کو شفائے کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں بھی اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔صحیح رنگ میں ہمیں عبادت کا اور حقوق العباد کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جلد یہ بلا ہم سے دور فرمائے۔دنیا کو بھی سمجھ اور عقل دے۔وہ بھی ایک خدا کو پہچاننے والے بنیں۔خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنیں۔توحید کو جاننے والے بنیں۔اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔(الفضل انٹرنیشنل لندن، 08 مئی 2020ء)



میرے پیارے ابا جان رانا نعیم الدین صاحب مرحوم باڈی گارڈ

(شاہدہ پروین)

تاریخ اسلام میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نامِ نامی سنہری حروف میں رقم ہے۔آپ وہ اوّلین نوجوان صحابی ہیں جنہوں نے مکہ کی ایک نواحی گھاٹی میں چھپ کر نماز پڑھنے والے معصوم مسلمانوں پر مشرکینِ مکہ کے اچانک حملہ کے وقت اونٹ کی ایک بڑی ہڈی سے ایک حملہ آور کو مار گرایا تھا۔آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اسلام کی راہ میں سب سے پہلا دفاعی تیر چلانے کی بھی سعادت بھی آپکو ہی نصیب ہوئی۔آخرین کے اس دور میں آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے مہدیؑ کی جماعت سے دشمنی رکھنے والے جب آپ کے عالمگیر مشن پر حملہ آور ہوئے اور انکی جماعت کی بے حرمتی کرنے سے بھی گریز نہ کیا تو اولین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آخرین نے بھی کلمہ طیبہ کی حفاظت کیخاطر بے مثال جرأت و استقامت کا مظاہرہ کیا اور اس راہ میں بے شمار مثالی قربانیاں قائم کرتے ہوئے نئی تاریخ رقم کی۔بہت سے اس راہ میں جیلوں میں دھکیلے گئے اور مدتوں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔کتنے ہی کلمہ کی خاطر ماریں کھاتے ہوئے اپنے عشق کا اظہار کرتے رہے۔کلمہ طیبہ کی بے حرمتی کرنے والوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر حفاظت کرنے والے اور اس کے نتیجہ میں ممتاز رنگ میں قربانی پیش کرنے کی یہ غیر معمولی سعادت جماعتِ احمدیہ کے بہادر خادم میرے ابا جان رانا نعیم الدین صاحب کے حصہ میں بھی آئی۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب بدنامِ زمانہ احراری مولویوں نے اپنے پچاس ساٹھ چیلوں کے ساتھ حملہ کر کے مسجدِ احمدیہ ساہیوال کی پیشانی پر لکھے ہوئے کلمہ طیبہ، آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کو مٹانے کی ناپاک جسارت کی۔مسجد میں داخل ہو کر اُدھم مچایا، اور اسکی بے حرمتی کی اور انکو جب ایسا کرنے سے روکا گیا تو بپھرا ہوا یہ ہجوم اور بھی مشتعل ہو گیا۔چنانچہ اس نازک صورتحال میں ابا جان رانا نعیم الدین صاحب مسجد کے محافظ کی حیثیت سے اپنا حقِ دفاع استعمال کرنے پر مجبور ہو گئے۔جس کے نتیجہ میں حملہ آور مجاہدین میں سے دو موقع پر ہی ڈھیر ہو گئے۔اس سانحہ کے نتیجہ میں راقم الحروف سمیت جماعتِ احمدیہ ساہیوال کے حسبِ ذیل گیارہ افراد کے خلاف ایک سرتاپا جھوٹا مقدمہ پولیس میں درج کروایا گیا۔

1: مکرم ملک محمد دین صاحب ۔ریٹائرڈ انسپیکٹر پولیس۔2: ۔مکرم چوھدری محمد اسحاق صاحب 3: مکرم رانا نعیم الدین صاحب 4: مکرم پروفیسر محمد طفیل صاحب۔گورنمنٹ کالج ساہیوال۔5۔: مکرم چوہدری حفیظ الدین صاحب۔ایڈوکیٹ 6: ۔مکرم چوہدری شاہد نصیر باجوہ صاحب ۔ایڈوکیٹ۔7: ۔مکرم لطف الرحمن صاحب۔بنک مینجر 8: ۔مکرم صادق رفیق طاہر صاحب 9: ۔مکرم عبد القدیر صاحب 10: ۔مکرم نثار صاحب۔11: ۔محمد الیاس منیر صاحب۔مربی سلسلہ)

واقعہ کی تفصیل

25۔اکتوبر 1984 نمازِ فجر سے بہت پہلے احمدیہ مسجد مشن چوک ساہیوال پر ایک مقامی مدرسہ ”جامعہ رشیدیہ“ اور پولی ٹیکنیکل کالج کے اساتذہ اور طلبا نے ہلّہ بول کر مسجد کے باہر اور اندر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات نیلے پینٹ سے مٹائیں، یہ برش اور پینٹ ساتھ لائے تھے۔نمازِ فجر سے بہت پہلے کے نوافل سے فارغ ہو کر رانا صاحب مسجد کے بیرونی گیٹ کے سامنے ڈیوٹی پر موجود خدام مکرم ماہد منظور صاحب، عبدالقدیر صاحب اور مکرم محمد نثار صاحب کے پاس آ کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔مکرم ماہد صاحب کہنے لگے کہ اب صبح ہو گئی ہے اس میں چلتا ہوں اور وہ گھر کیلئے نکل گئے۔باقی دونوں خدام کے ساتھ

باتوں کے دوران رانا صاحب نے اچانک دیکھا کہ کچھ لوگ سڑک کے دائیں طرف سے اور کچھ بائیں طرف سے آ رہے ہیں اور کچھ لوگ مسجد سے کچھ فاصلہ کے قریب رُکنے والے رکشاؤں سے اُتر رہے تھے۔ اور مسجد کے قریب پہنچ کر اکٹھے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رانا صاحب چونکے اور اپنے تجربہ کی بنیاد پر معاملہ کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر مسجد کے اندر واقع اپنے گھر چلے گئے عین اسی وقت دائیں۔ بائیں سے آنے والوں میں سے چند ایک نے ایکدم آگے بڑھ کر نثار صاحب اور قدیر صاحب کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ اور انکے باقی ساتھیوں نے مسجد پر دھاوا بول دیا پہلے مرحلہ میں ان حملہ آوروں نے ایک دوسرے کے کندھوں پر چڑھ کر مسجد کے بیرونی دروازے کی پیشانی پر لکھے کلمہ طیبہ پر برش کیساتھ رنگ پھیر دیا۔ اسکے بعد حملہ آور مسجد کے اندر داخل ہو گئے، جہاں صحن میں صرف ایک ہی بلب روشن تھا کیونکہ ان دنوں مسجد کے ہال میں مرمت کی وجہ سے بجلی کا سارا نظام معطل تھا۔ احاطہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد یہ حملہ آور مسجد کے صحن اور ہال میں داخل ہو گئے اور یہاں بھی ایک دوسرے کے کندھوں پر سوار ہو کر دروازوں کی محرابوں پر لکھی ہوئی مقدس تحریریں مٹانے لگے۔ اس پر رانا صاحب جو اپنے گھر سے اپنی لائسنس بندوق لے آئے تھے انہوں نے کلمہ مٹانے کی کوشش کرنے والوں کو بہت منع کرنے کی کوشش کی کہ انہیں باز رکھ سکیں اس پر وہ بپھر گئے اور مشتعل بھی ہو گئے۔ رانا صاحب نے ایک ہوائی فائر کیا کہ شاید وہ لوگ ڈر کر باز آ جائیں۔ ابا جان بہت جلال سے للکار رہے تھے کہ کون ہو تم کلمہ مٹانے والے؟ کہاں ہو تم کلمہ مٹانے والے''

مکرم ومحترم مربی سلسلہ الیاس منیر صاحب لکھتے ہیں کہ

''میں نے اس سے پہلے کبھی رانا صاحب کو اردو بولتے نہیں سنا اور وہ بھی ایسی کڑک دار آواز میں کہ گویا سارے ماحول پر چھائے ہوئے تھے۔ یہ صورتحال میرے لئے غیر معمولی تھی۔'' ہوائی فائر کے بعد بھی وہ لوگ اپنی حرکت سے بعض آنے کی بجائے ان میں سے ایک لیڈر نے نعرہ لگایا کہ ''ڈرو مت یہ پٹاخے ہیں آگے بڑھ کے انہیں پکڑ لو۔'' چنانچہ اس صورتحال میں محترم ابا جان کو اپنے دفاع میں بندوق سیدھی کر کے فائر کرنا پڑا۔ جس کے نتیجہ میں ایک حملہ آور موقع پر ڈھیر ہو گیا جس پر ان میں بھگدڑ مچ گئی اور کچھ ان میں مسجد کے اندر چلے گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے رانا صاحب بھی للکارتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے۔ مسجد کے اندر جا کر محترم ابا جان رانا نعیم الدین صاحب نے دیکھا کہ شمالی جانب حملہ آور انکے عین سامنے والی وضو والی جگہ پانی کی ٹینکی کی اوٹ میں چھپے ہوئے ہیں تو ابا جان نے اسی شمالی جانب والی کھڑکی سے جہاں وہ حملہ آور نظر آ رہے تھے فائر کر دیا۔ جس پر وہ تین چار حملہ آور باہر کی طرف بھاگے۔ وہ مقتول جسکی چھاتی میں فائر لگا تھا وہ مسجد کے سامنے سڑک کے کنارے گر کر مر گیا۔ انہی میں سے ایک اور حملہ آور بھی زخمی ہوا جسے یہ لوگ رکشہ میں ڈال کر اپنے ساتھ لے بھاگے۔ یہ زخمی چند دن کسی ہسپتال میں رہنے کے بعد چل بسا۔ ان حملہ آوروں کے بدارادوں کے متعلق ایک شہادت بھنڈاری چوک کے قریب چارہ کی دوکان والے نے یوں دی ہے کہ ''پہلے وہ لوگ کونے پہ واقعہ محترم چوہدری نثار صاحب کے گھر کے سامنے رُکے۔ تو اُن میں سے کسی نے کہا کہ پہلے اُن کو ماردیں بعد میں واپس یہاں آتے ہیں۔'' ان کے ارادے اس سے بھی بہت آگے تک کے تھے جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال امیر صاحب کو فوری اطلاع دی گئی۔ جس پر انہوں نے مسجد میں آ کر مختصراً دریافت کیا اور تھانے میں ایف۔ آئی۔ آر۔ درج کرانے چلے گئے۔ پولیس کے آنے کے بعد ہمارے ایک احمدی فوٹو گرافر پولیس کی اجازت سے مسجد کے اندر پڑی نقش کی تصاویر اتارنے لگے۔ مقتول کے ہاتھ میں ایک برش تھا جو اسی نیلے پینٹ سے لتھڑا ہوا تھا جس سے وہ کلمہ طیبہ اور دیگر تحریرات مٹائی گئیں تھیں، اور باہر جا کر گرنے والے مقتول کے ہاتھ میں اُسی رنگ کا ڈبہ تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ مقتول کو گولیاں سر میں لگی تھیں جبکہ فائر کے نشان نقش والی جگہ کے بالکل سامنے مسجد کے دروازے پر مین سے صرف ایک میٹر اونچائی تک تھے۔ سوال یہ تھا کہ پھر گولیاں سر میں کیسے لگیں؟

خدا کی قدرت دیکھیئے ۔ یہ وہی نوجوان تھا جو کندھوں پر چڑھ کر کلمہ مٹا رہا تھا۔جیسا کہ اس کے ہاتھ میں موجود برش سے بھی ثابت ہوتا ہے، جب اندھیرے میں بھگدڑ مچی یہ نوجوان کندھوں سے نیچے گر پڑااور اسکا سر گرتے ہوئے اس کارتوس کے چھروں کی زد میں آ گیا۔اسی طرح سے تقدیر الٰہی کا نشانہ وہی خاص دو شخص بنے ایک جو کلمہ مٹا رہا تھا اور دوسرا جس کے ہاتھ میں رنگ کا ڈبہ تھا۔ یہ سب کچھ اس ماحول میں ہوا جہاں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی جس کی وجہ سے معین طور پر کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ورنہ فائر کرنے والے کے لئے ممکن ہی نہ تھا کے اتنے بڑے مجمع میں سے وہ صرف انہی دو لوگوں کو ہی نشانہ بناتا۔ پولیس کی حراست میں کمال جرأت اور سچائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس واقعہ کی ذمے داری محترم ابا جان رانا نعیم الدین نے قبول کی اپنی گرفتاری کے باوجود اس کے کہ حکومت سے کسی قسم کی خیر کی توقع نہ کی جاسکتی تھی اور صورتِ حال کی سنگینی ونزاکت کا پوری طرح احساس تھا۔کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ روزِ روشن کی طرح عیاں اس سچائی کو کلیۃً چھپا کر سرتا پا جھوٹی کہانی گھڑ کر درجن بھر افراد جماعت کے خلاف مقدمہ درج کر دیا جائے گا۔جن کا اس پورے معاملے میں کوئی دخل نہیں تھا۔اُن سب کو گواہی دینے کے لئے تھانے لے جایا گیا تھا،کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ انکی گرفتاری ہوجائے گی ۔سب کے نام اور ضروری کوائف نوٹ کر کے سب کو مردانہ حوالات میں بند کر دیا۔مگر ابا جان محترم رانا نعیم الدین صاحب کو جو اسی بارک کے دوسرے کنارے میں تھے اس میں حراست میں تھے۔دفتر لے گئے اور واپس لا کر زنانہ حوالات میں بند کر دیا۔ باقی سب سے الگ۔کسی کو علم نہ تھا کہ ابا جان کو کہاں رکھا گیا ہے۔اس کا علم تب ہوا جب ابا جان نے اپنی آپ بیتی سنائی۔

مربی سلسلہ الیاس منیر نے بتایا کہ ابّا جان کافی شکستہ حال نظر آرہے تھے۔ابا جان نے اُنکو بتایا کہ انہیں رات دو بجے کے قریب کسی دوسرے تھانے میں لے گئے تھے۔وہاں اُن پر بہت تشدد کیا گیا اور تشدد کے ذریعہ اپنے مطلب کی باتیں کہنے پر مجبور کرتے رہے۔ابا جان کی جسمانی حالت دیکھ کر لگ رہا تھا کہ کافی تشدد کیا گیا ہے۔جو باتیں وہ نکلوانا چاہتے تھے وہ یہ (بلوائیں کہ) اگلوائیں کہ اپنے مطلب کے نام اگلوائیں کہ بولیں۔(1) میاں محمد عمر ریٹائر PDSP اور ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب (امیر جماعت) بھی واقعہ کے وقت وہاں موجود تھے۔اورانہوں نے تمہیں فائر کرنے کو کہا۔(2) ان کی میٹنگز میں کیا فیصلے اور باتیں ہوتی تھیں۔(3) تمہارے خلیفہ کا نظامِ حفاظت کیا ہے۔(4) سلسلہ کا نظام کیا ہے وغیرہ ۔وغیرہ۔

اپنے ساتھیوں کو بتاتے وقت ابا جان نے یہ بتایا کہ ابا جان کا اندازہ تھا کہ انہیں تھانہ صدر واقع سیٹلائیٹ ٹاؤن لے جایا گیا تھا جہان ایک خاص قسم کے بید سے اُن پر بہت تشدد کیا گیا۔علاوہ ازیں ٹیکے لگانے اور چیرے دینے کی دھمکیاں دیتے رہے اور مجبور کرتے رہے کہ محترم ابا جان بولیں کہ وہ وہی بات بولیں جو وہ چاہتے ہیں کہ ' کہو میں نے فائر نہیں کیا۔تم کیوں مانتے ہو۔تم بھاگ کیوں نہیں گئے موقعہ سے' ایسی اور بہت سی باتیں کہنے پر مجبور کرتے رہے جن سے پولیس کو مدد مل سکے اور وہ جماعتی عہدیداروں کو گرفتار کر سکے۔ نیز اپنی F.I.R کے مطابق تفتیش کو چلا سکیں۔اسی طرح ایک روز مغرب کی اذان کے وقت ایک تفتیشی افسر پھر ابا جان کو پکڑ کر لے گئے حوالات سے۔تھوڑی دیر بعد تھانہ کے دفتر کی طرف سے چیخوں اور آہوں کی آوازآنے لگی۔ چھانٹے کی طرح بید لگنے کی آوازیں بھی آتی رہیں۔

ابا جان پر بے حد تشدد ہو رہا تھا۔ پُردرد آوازوں کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا پھر اچانک افسران کو افراتفری میں تھانہ کے باھر آتے جاتے دیکھا گیا۔کچھ دیر بعد ساتھیوں کے کہنے کے مطابق ابا جان نے انکو بتایا کہ اُنکے ٹخنوں اور گھٹنوں پر بید مارتے ہوئے اپنی مرضی کی باتیں مجھ سے کہلوانے کی کوشش کرتے رہے۔مگر اس دین کے مجاہد نے جھوٹ بولنے سے انکار کیا مار پیٹ کی پرواہ نہ کی کچھ دیر کے بعد ابا جان کو واپس حوالات بجھوا دیا گیا۔واپس آ کر اباجی نے یہ بھی بتایا کہ وہاں مارنے کے علاوہ انکو دھمکیاں بھی دیتے رہے جب بالکل بس نہ چلا تو انہوں نے محترم ابا جان کی ٹانگوں کو قینچی بنا کر ایک

چھڑی اس میں اٹکا دی اور اس حالت میں انکو مارنا شروع کر دیا تھا کہ ایک غیبی مدد فون کی گھنٹی بجنے کی صورت میں ظاہر ہوئی۔فون سن کر انہیں رانا صاحب کو چھوڑ کر جانا پڑ گیا اور جاتے جاتے یہ دھمکی دے کر چلے گئے کہ باقی بعد میں آ کر خبر لیتے ہیں۔اور ہماری واپسی تک تم یہ فیصلہ کر لو کہ ہمیں یہ باتیں بتانی ہیں یا نہیں۔ابا جان پر اتنا ظالمانہ اور بے ہیمانہ سلوک کا اثر باقی سب پر بھی بہت ہوا۔اور سب نے بہت دعائیں کیں رَبِ اِنِّی مَغلوبٌ فانتصر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب مغلوب بندوں کی مدد کی اور باقی رات خیریت سے گزر گئی اور وہ واپس تشدد کرنے کے لئے نہیں لے کر گئے۔

حوالات کی حالت:

جس جگہ حوالات کے کمرے میں سب کو رکھا گیا تھا اسکی حالت اور سائز کسی بھی شریف النفس کو وحشت زدہ کرنے کے لئے کافی تھی، کمرہ کے ایک طرف ایک میٹر اونچی دیوار بنا کر ٹوائلیٹ (Toilet) بنائی ہوئی تھی جہاں گند کے ساتھ گندی قسم کے کپڑوں کی بھی تہ جمی ہوئی تھی۔سب کو ننگے پاؤں اس غلیظ بیت الخلا میں جانا پڑتا اور انہی پیروں سے ان کمبلوں پر آ کر بیٹھنا۔کھانا اور سونا پڑتا کیوں کہ سب کی جوتیاں حوالات سے باہر اتروائی گئیں تھیں۔قصہ مختصر اسیری بطور حوالاتی پولیس کی حراست میں جانے کے بعد سے لے کر مقدمہ کی سماعت شروع ہونے سے رہائی تک مختلف شہروں کی حوالات میں ساہیوال اور ملتان جیل بھی شامل ہیں۔اور رہائی تک فیصل آباد میں رہے۔قید و بند کی ان صعوبتوں میں تشدد سے لے کر بیڑیاں سزائے موت کی کوٹھڑی کے اندھیروں میں ان اسیروں کا لمحہ لمحہ پوری جماعتِ احمدیہ اور سب سے بڑھ کر خلیفۂ وقت کی دعاؤں اور محبت کی چاشنی سے بھرے خطوط نے بہت حوصلہ اور مرہم کا کام کیا ان ظالموں کو کیا پتہ کہ ہر احمدی کا عہدِ بیعت اور خلیفۂ وقت سے اللہ کی محبت کا تعلق ایک آہنی دیوار جیسا مضبوط رشتہ ہوتا ہے۔جسے توڑنا یا اس محبت سے دور کرنا ان ظالموں کے بس میں نہیں۔انہیں کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کی قیادت میں کی جانے والی دعائیں تمام اسیران کی زادِ راہ بھی اور تسکین کا سرچشمہ بھی۔حضور کو جیل میں لکھے ہوئے خطوط کے جوابات ان سب کے لئے گرمی کی شدت میں صحرا کے ریگستان میں کسی ٹھنڈے پانی سے کم نہ تھے۔کچھ خطوط کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے جو حضورؒ نے ابا جان کو لکھے۔

پیارے عزیزم نعیم الدین اسیران راہ مولا۔مجاہدِ احمدیت

تم تو کال کوٹھڑی کے نہیں، حجرۂ نور کے مکین ہو۔یہ تم نے کیا لکھ دیا۔رضائے باری تعالیٰ کے قیدی زندان میں بھی رہیں تو اسے بقعہ نور بنا دیتے ہیں۔ایک بات تم نے اور لکھ دی تم تو لافانی زندگی کے دن سزاوار ٹھہرائے گئے ہو،کون ہے جو تمہیں ''سزائے موت'' دے سکے وہ تو خود مردہ ہیں۔کبھی مردوں نے بھی زندوں کی بھی شہ رگ پہ ہاتھ ڈالا ہے؟اگر شہادت تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے تو کسی ماں نے وہ بچہ نہیں جنا جو تمہیں مار سکے۔شہادت کی دائمی زندگی موت کی منزل سے ہو کر نہیں گزرتی میری دردبھری عاجزانہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عارضی زندگی میں بھی عطا فرمائے اور دائمی بھی۔دنیا کی حسنات سے بھی نوازے اور آخرت کی بھی۔

ایک اور خط کے جواب میں حضورِ انور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا ویسے تو آپ ہمیشہ یاد رہتے ہیں لیکن جلسہ کے ایام میں تو یہ یاد برساتی رنگ دکھاتی ہے۔اللہ اپنے فضل سے آپکو سکینت عطا فرمائے اور ہماری آنکھیں آپکی طرف سے ٹھنڈی کر دے۔یاد رکھیں آپکی بے بسی صرف آپکو ہی محسوس نہیں ہوتی لاکھوں ہیں جو اس احساس میں شریک ہیں اور آپ کے لئے دعا گو ہیں اور میں بھی ان میں شامل ہوں۔موت کی سزا سننے کے بعد ابا جان اور مربی الیاس منیر صاحب نے جیسے شکر الحمد للہ کہا اسکی گواہی متعلقہ مجسٹریٹ نے بھی دی۔اور کہا کہ عجیب لوگ ہیں موت کی سزا کا حکم سنایا جا رہا تھا اور وہ بڑے سکون اور اطمینان سے رہے کسی قسم کی گھبراہٹ کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر نہ ہوئے۔موت کی سزا سننے کے بعد ان کا ردِّ عمل الحمد للہ اور درود

شریف ہی تھا ہتھکڑیاں لگیں اور 14 نمبر چکی میں (جو سزائے موت کے قیدیوں کے لئے تھی) کی طرف لے جایا جانا تھا۔ وہ طویل اور تکلیف دِہ سفر جسکا سنتے ہی ہر شخص کے ہاتھ کانوں پر آجاتے ہیں جس فیصلہ کے بعد جانوروں سے بھی بدتر سلوک شروع ہو چکا تھا۔مگر یہ شیرِ خدا بڑے فخر اور پورے اعتماد کے ساتھ اسے عظیم سفر سمجھ کر شروع کر رہے تھے۔ان کو کسی قدم پر ضمیر نے ملامت نہیں کیا بلکہ اندر کے انسان نے ہر قدم پر بلندی کا احساس دلایا اور انھوں نے فخر سے سر بلند کیا۔وہ جانتے تھے کہ جس الزام میں انکو یہ ظالمانہ حکم سنایا گیا ہے اسکی حقیقت صرف یہ دونوں (مربی صاحب اور رانا صاحب) ہی نہیں بلکہ خود انصاف کے نام پر انصاف کا خون کرنے والے بھی جانتے تھے۔اور جانتے بوجھتے ہوئے اس ذلیل دنیا کی خاطر انصاف کی تاریخ میں بھیانک اور خوفناک باب رقم کر رہے ہیں۔خدا کے پیاروں کو سزائے موت سنانے کے کچھ دن بعد سکھر میں بھی دو اور معصوم احمدیوں کو بھی فوجی عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائی گئی۔ان ہر دو فیصلوں کے بعد دل و جان سے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دو خطبات جمعہ ارشاد کئے۔ یہاں ان خطبات کی تاریخ ہی لکھ سکتی ہوں ورنہ مضمون طویل ہو جائے گا۔

1: مورخہ 21 فروری 1986 بمقام مسجد فضل لندن 2: مورخہ 14 مارچ 1986 بمقام مسجد فضل لندن

یہاں 14 نمبر چکی کی تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ وہ انتہائی خطرناک قیدیوں کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔جس کے باہر نگرانی پر دو سپاہی مامور رہتے ہیں۔ جہاں ذاتی کپڑے اُتروا کر قیدیوں والے کپڑے پہننے کو دیئے جاتے ہیں وہ بھی پھٹے پرانے جسکی شلوار میں آزار بند بھی ڈالنے کی اجازت نہ تھی ۔جہاں سب سے زیادہ لمبے سائز کی سخت زنگ آلود بیڑیاں بھی لگائی گئیں اور گھر کے کھانے کی سہولت بھی میسر نہیں تھی۔

یہ سب کچھ قیدی کو ڈرانے دھمکانے ،اسکی عزت نفس مجروح کرنے بلکہ پوری طرح کچلنے اور اس پر جیل کا خوف طاری کر کہ اس حد تک حواس باختہ رکھنے کے لئے ہوتا ہے کہ قیدی اپنے ہوش و ہواس میں نہ رہے۔وہ ظاہری و باطنی ،ذہنی ونفسیاتی زنجیروں میں ہی جکڑا رہے۔اور جیل کے انتظامیہ کے لئے مسائل پیدا کرنے کے قابل نہ رہے۔محترم ابا جان اور محترم الیاس منیر مربی سلسلہ دونوں ہی ساتھ ساتھ والی بیرک میں تھے۔مگر اس جان لیوا تکلیفوں کے باوجود یہ دونوں خدا کے شیر اللہ کے فضل سے مستعد اور ہشاش بشاش تھے۔فیصلہ کے بعد پہلی بار حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ کا پیغام: ’مکرم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن امیر جماعت ساہیوال اور کچھ احمدی احباب ملاقات کے لئے آئے اور بہت محبت سے اپنے اپنے انداز میں دونوں کی ہمت بندھائی اور حضرت مسیح موعودؑ کا نمونہ یاد کروایا جو انہوں نے صاحبزادہ بشیر اوّل کی وفات پر دکھایا۔

اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا خط کا ذکر کیا جو آپ نے افغانستان میں احبابِ جماعت کی شہادتوں کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک تحریک ’’احمدی نوجوانوں کو وہاں تبلیغ کی خاطر جانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں‘‘ پر لبیک کہتے ہوئے لکھا تھا۔ بہر حال سب کے ایک دوسرے کو حوصلہ دیتے دیتے جذبات کا طوفان سیلاب کی شکل میں اُمڈ آیا۔ ذرا سنبھلے تو کسی نے جیب سے ایک کاغذ کا ایک پرزہ نکال کہ بتایا کہ رات حضور کی میاں عاشق (جنرل سیکرٹری ساہیوال) سے فون پر بات ہوئی تھی آپ سب کے لئے حضور نے پیغام بھجوایا ہے۔اس پیغام کے الفاظ کیا تھے یوں کہ جیسے انتہائی طاقت و برقی رو میں پنہاں تھی۔جنھیں پڑھتے ہی جذبات کے سب بندھن ٹوٹ گئے۔سب کو لگا کہ جیسے ان الفاظ کے لبادہ میں خود حضور رحمۃ اللہ تشریف لائے ہوں۔انتھائی غم اور دکھ اور درد کے جذبات کی حالت میں بھی آپ پورے اعتماد اور جلال کے ساتھ کفر کی سازشوں سے قطعاً بے پرواہ ہو کر مخاطب تھے۔

’’ہمت نہیں ہارنی ۔ساری دنیا میں دعا کیلیئے اعلان کر دیا گیا ہے۔قانونی لحاظ سے ہر ممکن تدبیر کی جائے گی۔انہیں میرا محبت بھرا سلام کہیں۔انہیں

میرا محبت بھرا اسلام کہیں۔ انہیں میرا محبت بھرا سلام کہیں۔حضورؒ کا درد اور کرب سے تڑپتا ہوا وجود سب کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ یہ وہ پہلا موقع تھا جب ان خدا کے پیاروں کے جذبات خدا کے علاوہ بھی جواب کسی اور کے سامنے جواب دے گئے اور وہاں کے در و دیوار نے ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ اس سے پہلے اس ماحول میں ایسا نظارہ دیکھنے کو نہ ملا تھا۔ ملاقات ختم ہونے کے بعد بھی ان دونوں معصوموں کی حالت ایسی تھی کہ حضور کے الفاظ گویا ایسے گونج رہے تھے کہ یاد کر کے خلیفۂ وقت پر قربان جانے لگے کہ خلیفۂ وقت نے کس ہمت اور حوصلہ اور کس اولوالعزمی کے معیار سے پیغام بھیجا ہوگا۔ اور حوصلہ ہمت والا پیغام بھیجتے ہوئے آپکی حالت اور جذبات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ ایک طرف تو یہ پیغام پڑھ کر جذبات کی جو حالت ہوئی سو ہوئی مگر دوسری طرف ان معصوم قیدیوں کیلئے حیاتِ نو کا پیغام تھا۔ موت کی وادی میں پورے جوش کے ساتھ پھوٹتی ہوئی کرنیں تھیں اور اس زندگی بخش پیغام نے ان سب قید و بند کی صعوبتوں میں انکو دوبارہ اُٹھا کر کھڑا کر دیا تھا، جس میں ایک نیا جوش اور ولولہ تھا۔

یہی وہ عظیم الشان لمحہ تھا جس میں خلافت کی برکات، خلافت کی عظمت اور شان انکے جسم و جان، دل و دماغ میں سرائیت کر گئی۔ الحمدللہ۔ کال کوٹھڑی جہاں ذلت و رسوائی اور جانوروں سے بڑھ کر سلوک ہونا وہاں خدا کی غیبی مدد بھی تھی۔ جہاں برے لوگ جو بدسلوکی کرتے وقت خدا خوفی نہ کرتے وہاں اچھے ملازم بھی مل جاتے گو عام نہیں تھے۔ کئی رمضان گزرے اسی قید و بند میں اور کئی عیدیں جس میں اپنوں کی یادوں کے ساتھ ساتھ ان کروڑوں دلوں کی یادیں بھی تھیں جو تڑپ تڑپ کر ہمارے لئے دعا گو تھے۔ ہماری آنکھیں بھی ان اپنوں اور کروڑوں آنکھوں کے ساتھ ساتھ آنسو بہاتیں۔ سب سے بڑھ کر اپنے شفیق امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ۔ آپکی آنکھیں اس لئے نہیں برستی تھی کہ کاش وہ بھی آزادانہ ان سب کے ساتھ ہوتے۔ بلکہ اس لئے اشکبار تھیں کہ ہم تو ٹھیک ہیں مگر ہمارے پیارے خلیفہ ہمارے پیارے امام اور کروڑوں لوگ ہماری خاطر کس طرح بلبلا رہے ہوں گے۔ ان کے سینے کس طرح ہمارے لئے بریاں ہورہے ہوں گے۔ بہرحال وقت گزرتے گزرتے گزر رہی رہا تھا 14 فروری 1987 کو ایک عجیب ہل چل ہو رہی تھی۔ ماحول میں نظر تو آ رہا تھا ان اللہ کے پیارے قیدیوں کو مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا معاملہ کیا ہے۔ ایک بار پھر بیڑیاں لگ چکی تھیں بیرک سے باہر نکلنے کیلئے۔ مگر اسکا مقصد اور مطلب کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مربی صاحب نے ابا سے اشارۃً پوچھا کہ کیا ہو رہا ہوگا تو ابا جان نعیم الدین نے کہا کہ سزائے موت کے احکام پر عمل کرنے کا حکم آ گیا ہوگا۔ دونوں نے مربی صاحب اور ابا جان نے عصر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنا عہد دہرایا

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

وہی ہوا جسکا انتظار تھا کہ کوئی آ کر یہ خبر سنائے کہ کیا ہوا ہے۔ پٹیشن خارج ہو چکی تھی اور ان معصوم دونوں خدا کے شیروں کو اس بلاک میں لے جایا جانا تھا جہاں قیدیوں کو آخری دنوں میں رکھا جاتا ہے۔ اور کہا گیا کہ اپنے ساتھی قیدیوں سے بات کر لو کیونکہ اس کے بعد ملاقات کی اجازت نہیں ہوگی۔ پہلے تو یہ معصوم کسی سے بات کر لیتے تھے آتے جاتے قیدی سے یا کچھ پڑھ لیتے اب تو وہ بھی نہ تھا صرف دعاؤں پر زور تھا۔ خاص طور پر 1986 کے ایک خط میں جس میں مربی الیاس صاحب کو حضورِ انورؒ نے خاص ارشاد فرمایا تھا کہ

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي

کا بکثرت ذکر کرنے کی نصیحت کی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے الٰہی اشارہ کے مطابق اسے اس زمانہ کے لئے اسمِ اعظم قرار دے رکھا۔ اسی وجہ سے حضورِ انور نے لکھا تھا کہ یہ دعا خوب کرو تا تمہاری بلائیں ٹلیں، تو میری بلائیں بھی ٹلیں۔ اچانک ایک دو دن کے بعد مطلع پوری طرح صاف ہونے کے باوجود بجلی گرج، بادلوں کی گھن گرج میں تبدیل ہونے لگی۔ ایسی بجلی کی گرج چمک اور یہ موسم بالکل اچانک اور غیر متوقع تھی۔ کیونکہ دور دور تک اسکے آثار نہ تھے مربی

صاحب فرماتے ہیں کہ انکی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلا

کون روتا ہے جس سے آسمان بھی رو پڑا مہرومہ کی آنکھ غم سے ہوگئی تاریک تار

یقیناً یہ لمحہ وہ تھا جس میں کرہ وارض کے ہر طرف پیارے آقا ؒ کی اقتداء میں لاکھوں احباب جماعت کی آنکھوں اور قلب وجگر سے دعاؤں، آہوں اور التجاؤں کے ان گنت بخارات اٹھ رہے ہونگے جنھوں نے لا جرم بالیقین عرش کے کینگروں کو ہلا کر رکھ دیا ہوگا۔ حالات کسی بھی طرف اشارہ کر رہے ہوں۔ موت چاہے کچھ دن کے فاصلے پر تھی مگر ان معصوم قیدیوں کو اللہ کی ذات پر یقین کامل تھا کہ اللہ کے فضل سے انکو کچھ نہ ہوگا۔ انکا یہی یقین دیکھ کر ڈیوٹی پر کھڑے سپاہیوں کو لگتا کے انکا دماغ چل گیا ہے۔ انکی زندگی کا پیاسا مولوی حکومت کا سربراہ جس نے فیصلہ کر دیا اور گنتی کے کچھ دن جن میں سے ایک گزر بھی گیا ہے اور انکا یقین دیکھو! انکو کیا پتہ کہ وہ کون سی طاقت تھی جو انکے ساتھ تھی جس کی حفاظت میں مولوی اور سربراہ مملکت کی کیا اوقات۔ وہ قادر حی وقیوم خدا نے ان کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہوا تھا۔ اس سب کے باوجود انکو یقین تھا۔ دل کو تسلی تھی۔ اطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے پنجہ سے ضرور نجات بخشے گا۔

یہ حدیث مبارکہ شائد ان دونوں پر بھی یوں پوری ہوئی تھی رُبَّ اَشعثَ اَغبَرَلَو اَقسَمَ عَلَی ا للہِ لَاَبَرَّہٗ ا للہُ ۔ ترجمہ (کتنے ہی بہ ظاہر پراگندہ حال۔ گردوغبار میں آئے ہوئے اللہ کے بندے ہیں جو اگر خدا کا نام لے کر کوئی بات کہ دیں تو خدا اسے پورا کر کے رہتا ہے) خیر اگلی صبح جب ڈیوٹیاں بدلنے لگیں ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ اچانک ہیڈ وارڈ ریاض شاہ آئے جو ان دنوں چیف ہیڈ وارڈ کے طور پر کام کر رہے تھے سب کو دھڑکا لگا کہ اب کیا کہنے والے ہیں۔ انکا پہلا فقرہ یہ تھا کہ لاؤ چابیاں اور انکو کھولو ان کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کیوں کھلا جا رہا ہے کیا کسی اور جیل میں بھیجنے لگے ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ مربی صاحب نے پوچھا بھی مگر ہیڈ وارڈ کی طرف سے جواب نہ ملا۔ ملازم جب چابیاں لے کر آیا تو اس نے وہی سوال کیا جس پر چیف نے بتایا کہ انکا STAY آ گیا ہے۔ یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ Stay order آ جائے گا۔ یہ سب کیا تھا؟ کیا یہ جیل کے حکام کو غلطی لگی تھی اوپر سے احکامات آئے تھے۔ سب نے سمجھ لیا تھا۔ کہ اب یہ واپس نہیں آئیں گے۔ خصوصاً اتنی جلدی تو کبھی نہیں۔ کہ اوپر سے احکامات آئے تھے کہ کسی کو پتہ لگنے سے پہلے پہلے ان کا حساب چکا دیا جائے گا۔ صورت حال جو بھی تھی مگر حقیقی اور باقاعدہ کاروائی تھی کہ اٹھارہ گھنٹوں کے بعد یہ دونوں قیدی واپس آ گئے تھے ۔ یہ ساری جماعت اور پیارے آقاؒ کی دل گداز دعاؤں اور آہوں بھری التجاؤں کا اعجاز تھا۔

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا ، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا
اے غلام مسیح الزماں! ہاتھ اُٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

ابا جان نے یہ شعر جب مربی صاحب کو بتایا تو دونوں نے جذبات سے مغلوب اپنے ایمان کو تازہ کیا خلافت کی عظمت کا ایک نیا احساس ہوا کیسی خوبصورتی اور کس عظمت شان سے اور کیسی سچائی کے ساتھ یہ شعر ان پر پورا ہوا کہ ساہیوال جیل کے در و دیوار ایک ایک قیدی اور ملازم نے اسے پورا ہوتا دیکھا۔ اب تقدیر اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنا رہی تھی مولویوں کے ظلموں اور حاکم وقت کو خدا کی تقدیر کا فیصلہ سننا تھا۔

10 جون 1988 کو لیڈران قوم کے مظالم سے تنگ آ کر مسجد فضل سے اپنے خطبہ کے ذریعے پیارے آقا دعاؤں سے معمور مباہلہ کا چیلنج دے چکے تھے۔ اور قید میں یہ معصوم انسانوں کے دل میں انتہائی جوش وولولہ کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ یقین تھا کہ حضور نے جو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے اسکا نتیجہ جلد نکلے گا۔ 17 اگست 1988 کی شام مباہلہ کا نشان پورا ہوا۔ حضور کی نظم ''دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو'' کا شعر پورا ہوا۔

تم دعائیں کرو یہ دعا ہی تو تھی جس نے توڑا تھا سرِ کبرِ نمرود کا

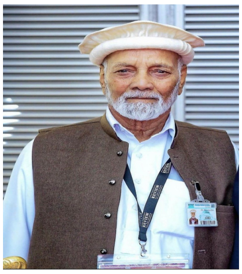
ہے ازل سے یہ تقدیرِ نمرودیت، آپ ہی آگ میں اپنی جل جائے گی

اس ظالم کی ہلاکت کے کیسے لفظاً لفظاً پوری ہوئی اپنے پورے جلال کے ساتھ اور پر شوکت پیشگوئی کے مطابق جو آپ نے 14 دسمبر 1984 کو ہالینڈ کی مسجد میں خطبہ کے ارشاد میں کی تھی۔ ''خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو تمہارے نام ونشان مٹا دیے جائیں گے اور ہمیشہ دنیا میں تمہیں ذلت ورسوائی کے ساتھ یاد کرے گی۔'' اور حضرت مسیح موعودؑ عاشقِ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام ہمیشہ اور بروز زیادہ سے زیادہ عزت اور محبت اور عشق سے لیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس خاص نشان اور فضل سے بےنظیر نے وزیر اعظم کا حلف لیتے ہی قیدیوں کی سزا سزائے موت سے عمر قید میں تبدیل کر دی، حالانکہ قانون کے مطابق سزائے موت کے قیدیوں کی سزا صرف ایسے قیدیوں کی تبدیل ہوسکتی ہے جن کے مقدمات عدالت سے گزر چکے ہوں اور صدر مملکت کے پاس انکی رحم کی اپیل کی گئی ہو۔ شائد بےنظیر نے اپنے باپ کا انتقام لینے میں کچھ نہ سوچا اور ایسا اعلان کر دیا جسے واپس لینا اس کے لئے مشکل ہوگیا۔ مگر ہر احمدی کا یقین ہے ایسا صرف اور صرف تقدیرِ الٰہی کے تصرف سے صرف ان چار معصوم (دو سکھر کی جیل کے سزائے موت کی سزا سنائے گئے اور دو ساہیوال کے۔) کی خاطر ہوا تا کوئی ایسی صورتحال باقی نہ رہے جسکا سہارا لے کر انکی سزائے موت کو برقرار رکھا جائے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھیں گے مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باھر نکالے جائیں گے۔۔

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 222)

آخر وہ دن بھی آ گیا جسکے لئے پیارے آقا اور کروڑوں آنکھوں نے اپنے اشکوں کے سیلاب سے اپنے سجدوں میں کی دعاؤں کا اثر ہوا۔ 19 مارچ 1994 کو نو سال 5 ماہ اور پچیس دن گزارنے کے بعد پوری ہوئیں اور حضور نے یہ نوید مربی سلسلہ منیر الیاس کو سنا دی اور ہدایت دی کہ ابھی اس کا ذکر کسی سے نہ کریں۔ چنانچہ 20 مارچ کو جب آخر کار جیل کی ڈیوڑھی سے رہائی کا پروانہ آیا تو ناقابل بیان کیفیت کے ساتھ سب ہم کو الوداع کہنے ہمارے ساتھ ڈیوڑی تک گئے۔ تھوری دیر میں دفتری کاروائی مکمل ہوئی اور ان سب کو جیل سے باھر نکلنے کی اجازت ملی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ باہر امیر جماعت فیصل آباد صاحب کی قیادت میں مقامی احباب مکرم اباجان اور مربی سلسلہ الیاس صاحب کے منتظر تھے۔ جس میں ایم۔ٹی۔اے کی ٹیم بھی تھی جوان لمحات کو کیمرہ کی آنکھ سے محفوظ کرنے میں مصروف تھی۔ جیل سے ربوہ اور ربوہ سے لندن کے تمام مناظر تو ایم۔ٹی۔اے پر نشر ہوئے اور ہر آنکھ نے خدا کی تقدیر چلتی دیکھی اور دشمن کو خاک ہوتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنے خاص فضل وکرم سے نوازے آمین۔ میں خاص طور پر مربی الیاس صاحب کی دل سے شکر گزار ہوں کہ انکی کتاب ''حکایاتِ دارورسن'' سے کچھ واقعات اپنے اباجی کے بھی پیش کرسکی۔

اور مکرم ومحترم رانا عبدالرزاق خاں صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ کتاب میں میرے اباجی کے بارے میں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ کاش یہ کتاب انکی زندگی میں لکھی جاسکتی۔ میرے پیارے ابا کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص مقرب بندوں میں جگہ دے وہ تو اپنا حقِ بیعت ادا کر گئے۔



مکرم رانا نعیم الدین مرحوم مجاہد ساہیوال

چار اسیران راہ مولیٰ کا مسجد فضل لندن میں شاندار استقبال

شاہدہ پروین بنت رانا نعیم الدین صاحب



27 جولائی 1994ء کو چار اسیران راہ مولا مکرم رانا نعیم الدین صاحب، مکرم عبدالقدیر صاحب، مکرم محمد حاذق رفیق طاہر صاحب اور مکرم محمد نثار صاحب قریباً چار بجکر پچپن منٹ پر مسجد فضل لندن تشریف لائے تو تمام حاضرین نے نہایت پر جوش نعروں اور محبت وعقیدت کے آنسوؤں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ محمود ہال لندن میں ان کی آمد پر ایک سادہ مگر نہایت عظمت اور شان رکھنے والی تاریخی نوعیت کی مختصر تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب کا وہ منظر نہایت ہی رقت آمیز بھی تھا اور ایمان افروز بھی جب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہال میں تشریف لائے اور باری باری چاروں اسیران کو نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے سینے سے لگایا۔ آپ نے ان اسیران کی رہائی کے لئے کس قدر بے چینی اور بے قراری سے اپنے مولا کے حضور دن رات فریاد کی تھی

ہیں کس کے بدن دیس میں پابند سلاسل	پردیس میں اک رُوح گرفتار بلا ہے
جس رہ میں وہ کھوئے گئے اس رہ پہ گدا ایک	کشکول لئے پھرتا ہے لب پہ یہ دعا ہے
خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا	کشکول میں بھر دے جو میرے دل میں بھرا ہے

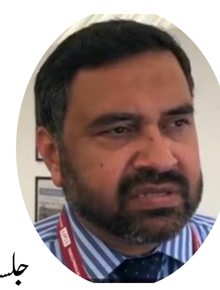
اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں رہا فرمایا اور آج اسیران راہ مولا قریباً دس سال کی طویل اور صبر آزما قید کے بعد اپنے محبوب اور شفیق آقا کی ملاقات اور معانقہ کے شرف سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ دونوں طرف جذبات کا ایک طوفان تھا۔ تمام حاضرین بھی ایک عجیب قلبی وروحانی کیفیت میں مست تھے۔ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں پر دل خوشی سے لبریز اور اس کے حضور سجدہ ریز تھے۔ چاروں اسیران کو شرف مصافحہ ومعانقہ عطا فرمانے کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ یہ اسیران آپ کے پہلوؤں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تلاوت قرآن کریم سے کاروائی کا آغاز ہوا اور پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کے ساتھ خطاب شروع فرمایا۔ فرط جذبات سے حضور کی آواز گلو گیر تھی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ احمدیت ایک سو سال کے بعد اس عظیم دور میں داخل ہوئی ہے جس کا گہرا تعلق حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دعاؤں اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں آسمان سے اُترنے والی برکتوں سے ہے۔ 1894ء کا سال وہ تھا جبکہ دو ایسے عظیم نشان ظاہر ہوئے جنہیں دنیا کبھی بھلا نہیں سکے گی۔ یعنی چاند اور سورج کا رمضان شریف میں ان تاریخوں میں گہنا جانا جن تاریخوں کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تیرہ سو برس پہلے خبر دے رکھی تھی کہ ہمارے مہدی کے لئے یہ دو نشان آسمان سے ظاہر ہونگے اور اب ایک سو سال بعد یہ سال (1994ء) بھی اللہ کے فضلوں کے ساتھ نشانات کا سال بن رہا ہے اور بنتا رہے گا اور اس صدی کے سالوں میں اسے بھی ایک امتیازی نشان نصیب ہوگا۔

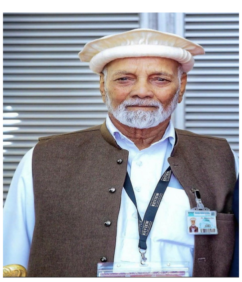
حضور نے فرمایا کہ گزشتہ دس سال کے دور میں جو نشان دیکھے ہیں وہ بھی بہت نمایاں اور غیر معمولی شان کے نشان ہیں جن کے متعلق دشمن جو چاہے

کہے وہ ان نشانات کے نور کو مٹا نہیں سکتا اور ان کی پھونکوں سے یہ چراغ بجھ نہیں سکتے۔ان میں اوّل نشان ایک ہیبت ناک جلالی نشان تھا جو ضیاء کی ہلاکت کی صورت میں پورا ہوا۔جس کے متعلق اس نشان کے ظہور سے چند دن پہلے خطبہ جمعہ میں میں نے اعلان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اب ضیاء کو خدا کی وعید سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔وہ ضیاء جس نے چند احمدی معصوموں کی جان لینے کی قسم کھا رکھی تھی،جس کا یہ خیال تھا کہ میرے قلم کا لکھا مٹایا نہیں جا سکتا اور اپنی طرف سے ان معصوم اسیران راہ مولا کی گردنیں پھانسی کے پھندے میں پھنسا بیٹھا تھا خود اس کی جان خدا کی تقدیر کے چنگل میں آ کر اس طرح ہلاک ہوئی کہ اس کے جسم کا ذرّہ ذرّہ بکھر گیا اور اس کی خاک اُڑ گئی۔یہاں تک کہ اس کے وجود کی پہچان سوائے اس بیتیسی کے اور کچھ نہ رہی جو مصنوعی طور پر دندان سازوں نے بنا رکھی تھی اور اس کے بعد پھر دوسرا نشان ہمارے ان اسیران راہ مولا کا موت کے چنگل سے نکل آنا ہے جس پر ضیاء کے قلم کی سیاہی گواہ تھی کہ ضرور یہ موت کے چنگل میں ڈالے جائیں گے لیکن خدا کی روشنائی نے کچھ اور آسمان پر لکھ رکھا تھا اور یہ گواہی بھی خدا کے فضل سے بڑی شان کے ساتھ حیرت انگیز طریق پر پوری ہوئی۔اور آج ہمارے سامنے یہ زندہ سلامت موجود ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ ضیاء الحق نے موت کی سزا صرف ایک شخص کے لئے نہیں رہنے دی بلکہ زیادہ معصوموں پر اس سزا کو پھیلا دیا ہے تو انہیں دنوں میں بہت بے قراری سے دعاؤں کا موقع ملا اور میں نے ایک رویا میں دیکھا کہ الیاس منیر کھلی فضا میں ایک چارپائی پر میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔اسی وقت میں نے سب کو بتا دیا اور بارہا خطوں کے ذریعہ بھی تسلی دی کہ دنیا ادھر ادھر ہو سکتی ہے مگر الیاس منیر کی گردن میں پھانسی کا پھندا نہیں پڑے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ایک کے سایہ میں یہ سارے بھی اللہ کے فضل سے شامل تھا۔وہ ان کا سردار تھا۔وہ جماعت کا نمائندہ تھا۔اور خدا کے نزدیک اس کے وقف کی وجہ سے اس کا ایک مرتبہ تھا اور ہے۔پس جو بات میں اس وقت نہیں سمجھ سکا تھا وہ بعد میں حالات نے روشن کی وہ یہ تھی کہ محض ایک الیاس کی خوشخبری نہیں تھی بلکہ ان سب معصوموں کی رہائی کی خوشخبری اس ایک خوشخبری میں شامل تھی۔



رانا نعیم الدین صاحب کی یاد میں



(آصف محمود باسط۔لندن)

اے تنگئ زنداں کے ستائے ہوئے مہماں

جلسہ سالانہ 1991ء کے موقعے پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا منظوم کلام پڑھا گیا۔ہم نے اسے ربوہ میں اپنے محلہ کی مسجد نصرت میں سنا۔بے پرواہیوں اور بے فکریوں کی اس عمر میں بھی اس کلام نے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا۔سن تو رکھا تھا کہ بعض احمدی پاکستان کی جیلوں میں اسیر ہیں۔یہ بھی سن رکھا تھا کہ انہیں سزائے موت تک سنا دی گئی تھی مگر اب عمر قید کی سزا کاٹ رہے ہیں۔مگر حقیقت یہ ہے کہ جلسہ سالانہ پر یہ کلام سننے سے قبل کبھی اس بات کا اندازہ ہی نہیں تھا کہ اِن اسیران کے درد میں خلیفۂ وقت کا دل کس طرح تڑپا ہوا ہے۔

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جدائی میں پلا ہے

پہلے ہی شعر نے توجہ کا دامن جو تھاما تو آخری شعر تک نہیں چھوڑا۔بلکہ مہینوں نہیں چھوڑا۔ان دنوں یوٹیوب تو تھا نہیں کہ جو چاہو جب چاہو سن لو اور دیکھ لو۔گھر میں کوئی پرانی آڈیو کیسٹ پڑی تھی وہی اٹھائی اور اقصیٰ چوک کے پاس ایک آڈیو ریکارڈنگ کی دوکان تھی،وہاں سے اس کیسٹ پر یہ نظم چڑھوا

لی۔ گرمیوں کی کئی دوپہریں اسی نظم کو سن سن کر گزار دیں۔ ہر شعر اُس محبت کا آئینہ دار تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دل میں ان اسیران کے لئے موجزن تھی۔ اِن اسیران سے نہ کبھی ملا، نہ انہیں جانتا تھا مگر ان کے لئے دل میں ایک خاص رشک پیدا ہو گیا۔

انہی دنوں میرا جامعہ احمدیہ ربوہ اور ناصر ہوسٹل روز کا آنا جانا ہو گیا۔ وہاں مکرم ومحترم رانا عبدالسلام صاحب ڈیوٹی کیا کرتے تھے۔ بھائی سلام، کہ سب انہیں اسی محبت بھرے نام سے پکارتے، ہر ہفتے دو ہفتے بعد بتایا کرتے کہ ساہیوال اسیرانِ راہِ مولا سے ملنے گئے ہوئے تھے۔ اپنی طویل ملاقاتوں کے طویل قصے بڑی محبت سے سنایا کرتے۔ انہیں قصوں کی بدولت مجھے رانا نعیم الدین صاحب سے غائبانہ تعارف حاصل ہوا۔ اب دو چیزیں ہو گئیں۔ خلیفہ ٔوقت کی بے پناہ محبت، اور اِن محبوبوں کے نام۔ اب اِس محبت اور اِن ناموں کو چہروں سے منسوب کرنا باقی تھا۔ یہ تکون 1994ء میں جا کر مکمل ہوئی جب اسیرانِ راہِ مولا کو رہائی نصیب ہوئی اور وہ خیر سے گھروں کو لوٹے۔

وہ شام بھی عجیب تھی۔ رہا ہوتے ہی ان اسیرانِ راہِ مولا نے دارالضیافت ربوہ پہنچنا تھا۔ یہاں ان کا استقبال ہونا تھا۔ اِس استقبال کے لئے ربوہ کی آبادی دیوانہ وار جس طرح جمع ہوئی، اُس سے پہلے تو دارالضیافت پُر ہوا، پھر اس کے سامنے کی دو رویا سڑکیں پُر ہوئیں پھر ان سے ملحقہ سڑکیں اور پھر ہر سڑک سے ملحق گلیاں۔ سارا ربوہ بلکہ پاکستان کے اور حصوں سے بھی بہت سے احمدی احباب جماعت احمدیہ کے اِن ہیروز کے استقبال کے لئے کھنچے چلے آئے تھے۔ میں نے جس ربوہ کو ہوش کے زمانہ میں پایا وہ جلسوں اجتماعوں کی رونق سے محروم کیا جا چکا تھا۔ پس لوگوں کا یہ سمندر ربوہ کی گلیوں کے لئے ایک انوکھا اور خوش گوار تجربہ تھا۔

پھر سرگودھا روڈ کی طرف سے گاڑیوں کی ایک قطار آتی دکھائی دی جو سیدھی دارالضیافت میں آ کر رکی اور ان گاڑیوں میں سے وہ چہرے ہویدا ہوئے جن کی یادیں قیامت تھیں قلبِ تپاں کے لئے۔ یعنی پردیس میں بیٹھے خلیفۃ المسیح الرابع کے قلبِ تپاں کے لئے۔ اور اس نسبت سے ہر احمدی کے قلبِ تپاں کے لئے۔

ہیں کس کے بدن دیس میں پابند سلاسل
پردیس میں اک روح گرفتار بلا ہے

وہ بدن جنہیں پھانسی کے پھندے پر جھول جانے کے ظالمانہ احکامات جاری ہوئے تھے۔ وہ بدن جو ایک غریب جماعت اور اس کے خلیفہ کی دعاؤں سے تختۂ دار سے بچا لئے گئے تھے۔ وہ بدن ثابت وسالم ہماری آنکھوں کے سامنے تھے۔ محبت، حیرت، رشک اور بہت سے ملے جلے جذبات سے اِن چہروں کا دھندلایا ہوا نظر آنا ایک فطری امر تھا۔ وہاں موجود سبھی آنکھوں نے اِن چہروں کو دھندلائی ہوئی نظر سے دیکھا۔ ظاہر ہے کہ اُن سب کو اِن اسیران کے سلاسل سے آزاد ہونے کی خوشی تو تھی ہی، مگر پردیس میں جو ایک معصوم روح گرفتارِ بلا تھی، اس معصوم روح کی اس درد سے نجات اصل خوشی کا سبب تھی۔ اُس وجود کی خوشی اور اطمینان جس نے بڑے درد سے لکھا کہ

گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولا کی خاطر
مدت سے فقیر ایک دعا مانگ رہا ہے
خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

سو یہ التجائیں اللہ تعالیٰ نے سنیں اور اسیرانِ راہِ مولا کو رہائی نصیب ہوئی۔ خلیفۂ وقت کی دعاؤں کی قبولیت کا یہ نشان ساری جماعت کے لئے ایک جشن کا سبب بن گیا۔

تو اِسی جشن میں پہلی دفعہ اِن سب اسیران کو دیکھا۔ ان میں ایک معمر آدمی بھی نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ یہی ہیں جن کا نام رانا نعیم الدین ہے۔

پھر اُس دن کے بعد رانا نعیم الدین صاحب سے نہ کبھی ملاقات ہوئی نہ کبھی اُن کا بہت زیادہ تذکرہ ہوا۔ جلسہ سالانہ یوکے 1994ء پھر اسی مسجد نصرت میں ایم ٹی اے پر دیکھا اور سنا جہاں تین سال قبل وہ درد انگیز نظم سنی تھی۔ مگر اب کے تو سماں ہی اور تھا۔ یہ اسیران بحفاظت لندن پہنچ چکے تھے اور اپنے آقا کے قدموں میں بیٹھے نظر آرہے تھے۔

تو وہ جو کبھی فرمایا تھا کہ

سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی
پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے

تو اللہ نے حضور رحمہ اللہ کی اس تڑپ کو اس طرح پورا کیا کہ سب حسرتیں مٹ گئیں بلکہ حد سے سوا مٹ گئیں۔ غالب جو بھی کہا کرے، انسان رہینِ ستم ہائے روزگار رہتا ہے تو بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ سو میرے ذہن سے بھی یہ چہرے اور ان سے وابستہ کہانیاں مٹتی مٹتی تقریباً معدوم ہو گئیں۔

2002ء میں ترکِ وطن کیا اور لندن پہنچا تو سب سے پہلے مسجد فضل میں حاضری دی۔ جس مسجد کو ٹی وی پر دیکھا تھا اُسے ننگی آنکھ سے دیکھا تو یہ منظر بھی اُسی طرح دھندلایا ہوا تھا جس طرح 1994ء میں بہار کی اُس شام کا منظر آنکھ میں دھندلا گیا تھا جب اسیران رہا ہو کر دارالضیافت پہنچے تھے۔ اور اِسی دھندلے منظر میں بہت سے نئے چہروں میں ایک جانا پہچانا چہرہ بھی نظر آیا۔ وہی بزرگ جو اسیران میں نظر آئے تھے۔ بزرگ تر ہو گئے ہوئے تھے۔ مگر رانا صاحب کی کیا ہی بات تھی۔ گیٹ پر ڈیوٹی کر رہے تھے اور ایسے چوکس کھڑے تھے کہ کیا ہی کوئی جوان کھڑا ہوتا ہوگا۔ چال میں بھی ایک اعتماد۔ نظر بالکل سیدھی اور مستعد۔ عجیب رُعب تھا۔ وہ رُعب جو خلیفۂ وقت کی حفاظت پر مامور کسی محافظ میں ہونا چاہیے۔ پیشانی پہ وہ فخر بھی عیاں تھا جو صرف تب آتا ہے جب محافظ کو معلوم ہو کہ میں جس کی حفاظت کر رہا ہوں، اُس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے رکھا ہے۔ تو رانا صاحب کو جب دیکھا تو ایسا ہی محسوس ہوا کہ وہ خود کو حفاظتِ خلافت کے اِس الٰہی وعدے کی مشینری کا ایک پرزہ سمجھتے تھے اور اِسے اپنا سب سے بڑا اعزاز خیال کرتے تھے۔

اِس رعب کے باعث رانا صاحب سے کبھی رسم و راہ نہ بڑھا سکا۔ راہِ ہدیٰ شروع ہوا تو پروگرام کے فوراً بعد پروگرام کی ریکارڈنگ حضور انور کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری واقع مسجد فضل حاضر ہوتا۔ رانا صاحب ایسی محبت سے ملتے جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ غیر از جماعت احباب کی کالز پر تبصرے کرتے۔ ہماری کوششوں کو بڑی محبت سے سراہتے اور بڑی سادگی سے اظہار خیال فرماتے۔ غیروں کی کالز پر اُن کے تبصرے سادہ ہوتے مگر اتنے زوردار کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت کی محبت اور غیرت چھلکی پڑ رہی ہوتی۔

یوں رانا نعیم الدین صاحب سے گفتگو کے سلسلے جاری ہوئے۔ اُن دنوں خاکسار کی ڈیوٹی ایم ٹی اے کے دفتر میں تھی جو مسجد فضل ہی میں واقع تھا۔ یوں تقریباً ہر روز رانا صاحب کبھی پیدل ڈیوٹی پر آتے نظر آتے۔ کبھی ان کے صاحبزادے انہیں اتار کر جاتے نظر آتے۔ اور پھر دن بھر کی باقی نمازوں پر رانا صاحب حفاظتِ امام کی اہم ذمہ داری ادا کرتے نظر آتے۔ بہت دفعہ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے آگے آگے چلتے ہوئے نماز پر آتے دیکھا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ حضور کے پیچھے بھی چلنا پڑے تو رفتار برقرار رکھنا آسان نہیں ہوتا، مگر رانا صاحب اپنی ذمہ داری کے جذبہ میں اپنی

پیرانہ سالی کو فراموش کیے، بڑی سبک رفتاری سے آگے آگے چلتے ہوئے مسجد کی طرف چلے جارہے ہوتے۔

پھر ایک اور منظر جو رانا صاحب مرحوم کا نام آتے ہی یاد آتا ہے، وہ بڑا پیارا بھی ہے اور نا قابلِ فراموش بھی۔ اِس منظر کو دیکھ کر ہمیشہ یہ خیال آتا کہ کیا ہی خوش قسمت آدمی ہیں۔ اسیری میں تھے تو بھی ہم ان پر رشک کرتے رہے، اب آزاد ہیں تو بھی ہمارے لئے قابلِ رشک ہیں۔ جب حضور نماز پڑھا کر مسجد سے نکلتے تو رانا صاحب حضور کو shoehorn پیش کرتے۔ حضوراُس کی مدد سے جوتا زیبِ پا فرماتے۔ میں نے جب جب یہ منظر دیکھا، حضور کے چہرہ پر رانا صاحب کے لئے ایک خاص محبت دیکھی۔ اور ان لمحات میں رانا صاحب کو ایک معصوم بچے کی طرح سر جھکائے کھڑے دیکھا۔ محبت میں مخمور ایک ایسے بچے کی طرح جو دل میں ممنون بھی ہو۔ اِس دوران بہت مرتبہ حضور انور اُن کی خیریت دریافت فرماتے۔ اُن سے گفتگو بھی فرماتے۔ ایسے میں اُن کی محبت اور عاجزی اور بھی انتہا کو پہنچ جایا کرتی۔

اسیرِ راہِ مولا ہونے کے باعث اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بے پناہ محبت اور پھر خلافت خامسہ کے دور میں حفاظتِ امام کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے ایم ٹی اے پر نظر آنے کے باعث رانا صاحب کو عالمگیر شہرت حاصل تھی۔ مگر وہ جس طرح عاجزی اور انکساری اور سادگی سے زندگی بسر کرتے رہے، وہ ان کی عالی ظرفی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ستائش کی تمنا یا صلے کی پروا کیے بغیر رانا صاحب بڑی سادگی سے ڈیوٹی پر آتے، بڑی جانفشانی سے ڈیوٹی ادا کرتے، اور بلا امتیازِ عمر، مقام یا مرتبہ، سب سے نہایت ادب، نہایت محبت سے گفتگو کرتے۔ مرحوم کا یہ سادگی میں ڈوبا شیریں لب ولہجہ آج بھی کانوں میں رس گھولتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پنجابی بڑی میٹھی زبان ہے، تو بہت سوں کو اِس سے شدید اختلاف بھی ہے۔ کیونکہ اِسی زبان کو درشتگی سے استعمال کیا جائے تو سامعین کے پسینے بھی چھڑوا دیتی ہے۔ مگر رانا صاحب کی گفتگو اس زبان کے میٹھا ہونے میں کوئی شک نہ رہنے دیتی۔ بلکہ اِسے میٹھا بنا دیتی۔ شاید کوئی زبان بھی میٹھی یا ترش نہیں ہوتی، اُسے بولنے والا اُسے اِن دونوں میں سے کوئی ایک رنگ عطا کرتا ہے۔

جو آدمی اپنے ایمان کی خاطر پھانسی کے پھندے تک کو چوم چکا ہو، اور پھر اس کے بعد عمر قید کے پروانے کو پڑھ کر صبر ورضا کے ساتھ بیٹھ رہا ہو وہ آدمی کیسے وسیع وعریض حوصلہ کا مالک ہوگا۔ اُن کے حوصلے کی وسعت اُن کے ہر کام ہر بات میں نظر آتی۔ سب کے مذاق بھی ہنس کھیل کر برداشت کر لیتے بلکہ نوجوانوں کو مذاق کا مزا لینے دیتے۔ مسجد فضل میں جب بالکل آغاز میں ٹیلی فون ایکسچینج لگی تو ایم ٹی اے کے بعض لڑکے شرارت سے سیکورٹی کا فون ملاتے، رانا صاحب اٹھاتے اور یہ لڑکے ان سے انگریزی میں گفتگو کر کے رانا صاحب کے جوابات (اور معصوم سی بوکھلاہٹ) کا لطف لیتے۔ بعد میں رانا صاحب سے اُن لڑکوں کا آمنا سامنا ہوتا تو رانا صاحب بڑی محبت سے انہیں بتاتے کہ انہیں معلوم ہے وہ شرارت کر رہے تھے۔ یوں ان کے مذاق میں بھی شامل ہو جاتے اور ہر مرتبہ برضا ورغبت انہیں یہ مذاق کر بھی لینے دیتے۔

ایک مرتبہ عملہ حفاظتِ خاص کی ٹریننگ کے لئے ان کے ایک افسر نے ایک مشق کروائی تھی۔ عملہ کے کچھ احباب نے مسجد فضل کے دروازے سے گیٹ تک جانا تھا ایسے میں کہ رانا صاحب ان کے درمیان چل رہے ہوں۔ ان افسر صاحب نے ایک نرم سی گیند ایم ٹی اے میں ہمارے ایک دوست کو دے کر کہا کہ وہ اس عمل کے دوران محمود ہال کی ایک کھڑکی سے رانا صاحب کی طرف اچانک یہ گیند پھینک دیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ سیکورٹی گارڈ کتنی سرعت سے ردِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان افسر صاحب کو معلوم نہ تھا کہ ہمارے یہ دوست جنہوں نے گیند پھینکنی تھی کرکٹ کے ایک نہایت تجربہ کار کھلاڑی ہیں۔ انہوں نے گیند جو پھینکی تو نشانہ بہت زبردست بیٹھا۔ محافظوں نے اگرچہ سرعت کا مظاہرہ کیا مگر گیند نشانہ پر لگ چکی تھی۔ شکر ہے کہ گیند نرم سی تھی۔ ٹریننگ تو ہوگئی مگر رانا صاحب پوچھتے پھرے کہ آخر گیند پھینکی کس نے تھی؟ جب بتایا گیا تو بڑی محبت سے ہمارے اُس ساتھی کے پاس آئے۔ ہنستے

رہے اور خود بھی لطف لیتے رہے۔ بلکہ انہیں ان کے نشانہ کی داد بھی دیتے رہے۔

چونکہ رانا صاحب کی پیرانہ سالی کے ظاہری آثار اور ان کی چستی باہم لگّا نہ کھاتے تھے، سو ایک مرتبہ اُن کی عمر اُن سے دریافت کی۔ کچھ سال پہلے کی بات ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ 84 بہاریں دیکھ چکیں ہیں۔ اندازہ تو تھا مگر یہ اندازہ نہ تھا کہ ماشا اللہ اَسّی کے پیٹے میں ہیں۔ سُن کر سخت شرمندگی بھی ہوئی کہ ہم جو اُن سے عمر میں آدھے بھی نہیں دو قدم چلنے کو دو بھر خیال کرتے ہیں اور رانا صاحب ہیں کہ نہایت مستعدی سے سارا سارا دن ڈیوٹی بھی دیتے ہیں، چلتے پھرتے گھر کی طرف بھی چلے جاتے ہیں اور چلتے چلتے ڈیوٹی پر بھی آ نکلتے ہیں۔ راز پوچھا تو بتایا کہ کبھی کوئی ایسا شوق نہیں پالا جس کی جسم کو ضرورت نہ ہو۔ تمبا کو نوشی وغیرہ کبھی نہیں کی۔ اور یہ کہ جذباتی طور پر بھی کبھی کسی ایسی محبت میں مبتلا نہیں ہوئے جس کا انجام لا حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ رانا صاحب کے الفاظ نہیں، مگر لُبِّ لباب یہی تھا کہ انسان کو اپنی ذہنی اور جسمانی صحت کا خود خیال رکھنا چاہیے۔ یہی ان کی جسمانی چستی اور ذہنی بیداری کا راز تھا۔ خیر۔ یہ تنگیٔ زنداں کا ستایا ہوا مہمان پہلے چھوٹی جیل سے رہا ہو کر دنیا میں واپس آیا۔ پھر دنیا کی زنداں سے آزاد ہو کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ (5 مئی 2020ء الفضل انٹرنیشنل)

رانا نعیم الدین صاحب مرحوم پر

(آصف محمود باسط۔ لندن)

تم نے اِک فرعون کے دربار میں ثابت کیا
روشنی کو کوٹھڑی میں قید کر سکتے نہیں
جس طرح منظر کبھی آنکھوں میں بند ہوتا نہیں
جس طرح خوشبو کو ہم مٹھی میں بھر سکتے نہیں
تم نے پھانسی کے لیے سر پیش کر کے یہ کہا
موت سے تو ہم کبھی مر کے بھی ڈر سکتے نہیں
پار اتر کے تم نے طغیانی پہ ثابت کر دیا
کون کہتا ہے گھڑے دریا میں تر سکتے نہیں
ناز ہو جن کی وفاؤں پہ سپہ سالار کو
وہ سپاہی موت کے آنے سے مر سکتے نہیں
اوڑھ کر مٹی کو سو جاتے ہیں مٹی کے بدن
پر شہیدِ عشق قبروں میں اتر سکتے نہیں

(21 اپریل 2020ء الفضل انٹرنیشنل)



باب (14)

میرے پیارے ابّا جی محترم رانا حبیب الرحمن خاں صاحب کاٹھگڑھی

مکرمہ زاہدہ رانا بنت رانا حبیب الرحمن صاحب کاٹھگڑھی اپنے والد محترم کا ذکر خیر کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں کہ

میرے پیارے ابّا جی رانا حبیب الرحمن خاں کاٹھگڑی 1918ء کو رانا عبدالرحمن خاں مانی عرف کریم بخش (بیعت 1903ء) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپکی والدہ آپ کے بچپن میں ہی وفات پا گئیں۔ ہمارے دادا جان کی صرف ایک ہی بہن فاطمہ نامی تھیں۔ گو کہ اُنکی شادی ہو چکی تھی لیکن ہمیشہ میکے میں رہیں اسکی وجہ تھی کہ ماں فاطمہ کی نند کی شادی جس شخص سے ہو رہی تھی اُنکے خاوند اُس شادی سے خوش نہ تھے انہوں نے ماں فاطمہ کو کاٹھگڑھ میں چھوڑا اور جاب پر گئے اور جاتے ہوئے نصیحت کر گئے کہ آپ نے شادی پر نہیں جانا۔ شادی کے وقت اُنکے سسرال والے انہیں لینے آ گئے آپ نے اپنے کزن چوہدری غلام احمد خاں رئیس قادیان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا:

''کہ یہ انکے بیٹے اور والدین کا معاملہ ہے آپ اس میں نہ آئیں انکے ساتھ چلی جائیں، بیٹا اور والدین تو پھر ایک ہو جائینگے آپ پہ کوئی حرف نہ آئے۔'' بزرگوں کی بات مان کر آپ شادی میں چلی گئیں لیکن اس بات سے اُنکے خاوند اتنا ناراض ہوئے کے دوبارہ پلٹ کر نہ آئے اور آپ نے اپنی ساری زندگی اپنے میکے میں ہی گزار دی۔

میرے دادا جان برٹش آرمی میں ملازم تھے پہلی عالمی جنگ کے بعد بیمار ہو گئے اور اپنے سسرال (باغاں والا سیسماں انبالہ انڈیا) میں چلے گئے۔ ماں فاطمہ کو اُنکی بیماری کی اطلاع ملی تو ابا جی کو لے کر گئیں لیکن انکے پہنچنے سے قبل دادا جان کی وفات و تدفین بھی ہو چکی تھی۔ ماں فاطمہ اپنے بھتیجے کو لے کر قادیان واپس آ گئیں۔ پاکستان بننے کے بعد ابا جی کے ساتھ موضع جنگل امام شاہ آ گئیں۔ 1953ء میں اُنکی وفات ہوئی۔ اور اُنکی تدفین جنگل امام شاہ میں ہوئی۔ آخری عمر میں انکو فالج کا حملہ ہوا تھا۔ الحمدللہ ابا جی کو انکی خدمت کا موقع ملا آخری چھ مہینے میرے ابا جی نے ماں فاطمہ کا خیال ایک بچے کی طرح رکھا۔ اُنکو نہلانا کھلانا، ہر طرح کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھا'' پر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''

انہوں نے اپنے اکلوتے بھتیجے کے بہت لاڈ اٹھائے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماں فاطمہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اے میرے پیارے اللہ یتیم کی بہترین پرورش کرنے والی ماں کو اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں جگہ دینا آمین یارب العالمین

اللہ کے فضل سے میں اور میری باجی مسرت حال کینیڈا امانڑیال ماں فاطمہ کے لئے تحریکِ جدید کا چندہ دیتے ہیں۔ دعا تو والدین کیساتھ ہمیشہ انکے لیے بھی نکلتی ہے۔ والدہ چچی بشریٰ کریم صاحبہ کے مطابق چونکہ آپ اپنی پھوپھی کے بہت لاڈلے تھے شرارتی بھی بہت تھے۔ بڑی امی جان زوجہ محترمہ چوہدری عبدالرحیم خاں بھی میرے بھائی عرفان کو بتاتی ہوتی تھیں کہ اب تو یہ بالکل نہیں بولتا بچپن میں مجھے بہت تنگ کرتا تھا۔ لیکن وہ یہ بات پیار کے رنگ میں کرتی تھیں۔ ویسے تو بہت تعریف کرتی کہ اتنی عمر ہو گئی حبیب الرحمن کبھی میرے آگے نہیں بولا اور بڑے ابّا جان کے سامنے کبھی آنکھ نہیں اُٹھائی

تعلیم: ابا جی نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اِن میں سے دو تین کلاسز قادیان دارالامان میں حاصل کیں اور انہی دو تین سالوں نے میرے ابا جان کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ اس کا ذکر اکثر ابا جان کی پھوپھی زاد بہن اقبال بیگم (عرف بالی) اور چچا جی عبدالحکیم کو کرتے سنا۔

پہلی شادی

میرے ابا کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی شریفاں بیگم بنت چوہدری محمد علی صحابی حضرت مسیح موعود) کاٹھ گڑھی پھوپھی زاد بہن اقبال بیگم (عرف بالی)(کی سب سے چھوٹی بیٹی سے ہوئی۔ نکاح پہلے ہو چکا تھا شادی کی تاریخ رکھی جا چکی تھی کہ تقسیمِ ہند ہوگئی پھر 1947ء اگست میں آپکی خاموشی سے رُخصتی ہوگئی۔ ابا جی کو 1932ء نل چاہی بے دخل سکیم کے تحت ایک مربع اراضی جنگل امام شاہ میں الاٹ ہو چکی تھی۔ آپ پاکستان بننے سے پہلے اپنی زمینوں کو آباد کرنے آتے رہتے تھے۔ تو بی بی شریفاں کو آپ جنگل امام شاہ لے آتے۔ بی بی صوم وصلوٰۃ اور تلاوت قرآنِ پاک کی بہت پابند تھیں۔ بی بی کی وفات 12 اپریل 1992ء کو جرمنی کولن میں ہوئی۔ انکی تدفین ربوہ قبرستان میں ہوگئی۔

دوسری شادی:

میری والدہ محمودہ بیگم دختر رانا عبدالرحمن سے ہوئی۔ آپ چوہدری عبدالرحیم کی دوسری بیگم کی سگی تایازاد بہن تھیں اور غیر احمدی تھیں۔ آپکے والدین بھی آپکے چھوٹے بھائی رانا محمود خان کی پیدائش کے بعد وفات پا گئے۔ آپ کے ماموں رانا نذیر خان اپنے ساتھ دُبر جی لے گئے۔ پاکستان بننے کے وقت انکی عمر 11 سال تھی۔ جب قتل وغارت کا بازار گرم تھا۔ انکے چچا اور انکے ماموں کو انکی آنکھوں کے سامنے شہید کیا جا رہا تھا تو آپ اپنے چھوٹے بھائی کو گود میں لے کے بیٹھی تھیں، کہ ایک سکھ آیا اور اس نے کہا گڈی ڈوپٹے سے اپنے بھائی کو ڈھانپ لو ورنہ یہ ماردیں گے۔ یہ خون کی ہولی امی نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تو دل پتھر کا ہوگیا۔ بڑے سے بڑے غم پہ امی کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہ آیا لیکن ابا جی کی وفات کے بعد بہت روتی تھیں۔ میرے بھائی فیض کی شادی کی ویڈیو میں میری آپا بشریٰ لئیق نے امی کو روتے دیکھا تو حیران ہوئیں۔ اس وقت ابا جی اپنے مالکِ حقیقی کے پاس جا چکے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد یہ دونوں بہن بھائی اپنے خاندان سے بچھڑ چکے تھے۔ بعد میں بڑے ابا جان (چوہدری عبدالرحیم) انکو لے کر آئے تھے۔ امی کا نکاح 1958ء میں ہوا کچھ عرصہ بعد رخصتی عمل میں آئی۔ آپکے چچا نیامت ماسی مقیمین اور ماموں نذیر احمد نے بڑی شان وشوکت سے انکو رُخصت کیا۔ آپکے چچا نے بیٹوں سے بڑھ کر آپکا خیال رکھا۔

بی بی اور امی 1962ء تک جنگل امام شاہ ایک ہی گھر میں رہیں پھر میری بی میری دو بہنیں نسیم اختر و بشریٰ بیگم اور بھائی عزیز الرحمن اور شفیق الرحمن چک نمبر 68 ج ب لیلاں بڑے ابا جان چوہدری عبدالرحیم خاں کے گھر رہے گزربسر کے لئے ابا جی کی تین ایکڑ اراضی تھی۔ پھر تقریباً 1975ء میں میرے دونوں بھائی اور بی بی کو علیحدہ گھر میں شفٹ کر دیا جو کہ چک نمبر 68 ج ب لیلاں میں تقسیمِ ہند کے بعد ابا جی کو ملا تھا۔ اور جو محترم رشید ملانا آف چک نمبر 68 ج ب کے زیرِ تصرف تھا۔ 1981 میں محلہ باب الابواب میں رہیں۔ 1986 میں جرمنی شفٹ ہوگئیں۔

والدہ شریفاں بیگم زوجہ حبیب الرحمن تعلیم

(1): شمیم اختر 9 ماہ زندہ رہیں تدفین چک نمبر 674/15 گ ب

(2): نسیم اختر 6 ماہ زندہ رہیں تدفین چک نمبر 674/15 گ ب

(3): نسیم اختر 1951 تا 1974 تدفین چک نمبر 68 میٹرک

(4): بشریٰ بیگم زوجہ لئیق احمد ابن عبدالرحیم 1953۔ حال جرمنی کولن مڈل سابقہ سیکرٹری ضیافت حلقہ

(5): عزیز الرحمن 1958 حال لندن میٹرک سیکرٹری مال

(6): شفیق الرحمن 1961 جرمنی کولن میٹرک

والدہ محمودہ بیگم زوجہ حبیب الرحمن

1: رانا احسان الرحمن 1959 تا 13 اپریل 2010 رضا کارانہ خادم مسجد پیر محل 20 سال

2: مسرت حبیب 1961 حال کینیڈا اموڑیال میٹرک سابقہ سیکرٹری ضیافت حال ٹریڈ اینڈ انڈسٹری

3: لبنیٰ نصرت زوجہ محمد جمیل حال ملائشیا۔ صدر حلقہ میٹرک

4: فرحت قدیر زوجہ عبدالقدیر بھٹی 1963 حال فیصل آباد میٹرک سابقہ صدر مانوالا فیصل آباد

5: زاہدہ تبسم زوجہ رانا مختار طاہر مرحوم 1964ء حال لندن وانڈ زورتھ صدر حلقہ میٹرک 1980 ایف اے 1982ء بی اے 1985ء بی ایڈ 1987 ایم اے پولیٹیکل سائنس 1988 ایم اے اسلامیات 1989 اگزام پنجاب سروس کمیشن 1993، وائس پرنسپل سبجیکٹ سپیشلشٹ گورنمنٹ گرلز ہائرسیکنڈری سکول، سنٹر ھیڈ مسٹریس گورنمنٹ گرلز سینٹر مڈل سکول پیر محل چک نمبر 329 گ ب

6: رانا فیض الرحمن 19641ء حال پیر محل، بی اے، ایم اے پولیٹیکل سائنس، امام الصلوٰۃ، دعوت اللہ بہت زیادہ، وقفِ نو

7: رانا عرفان شہزاد 1966 بی اے، ایم اے عربی ربوہ صدر حلقہ مسجد فضل۔ سابق استاد گیمبیا مغربی افریقہ

میرے سب سے بڑے بھائی رانا عزیز الرحمن خاں کو بھی ماشاءاللہ لڑکپن سے ہی جماعت کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ جرمنی میں نیشنل عاملہ کے بھی ممبر رہے ہیں۔ بیعت کروانے کی بھی توفیق ملی ہے۔ ماشاءاللہ اللہ کے فضل سے اب میرے اباجی کے 13 پوتے 6 پوتیاں 9 نواسے 10 نواسیاں 9 پڑ نواسیاں 7 پڑنواسے 10 پڑ پوتے 8 پڑ پوتیاں ہیں۔ ماشاءاللہ 72 ٹوٹل تقریباً 30 وقفِ نو کی مبارک تحریک میں شامل ہیں۔ یہ سب اباجی کی پھوپھی ماں فاطمہ کی دعاؤں کا پھل ہے۔ اباجی بتایا کرتے تھے کہ ماں فاطمہ کہا کرتی تھیں کہ اس باغ نے بہت پھولنا ہے مگر میں نے نہیں دیکھنا۔ انکی دعا کے نتیجہ میں انکے بیٹے کی اولاد ماشاءاللہ دنیا کے پانچ براعظموں میں خدمتِ دین کی توفیق پا رہے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

اے اللہ میرے اباجی کا چمن تیرے حوالے

اس ضمن میں اپنے چچا رانا عبدالحفیظ جو کہ میرے ابوجان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اباجی کے ساتھ پاکستان آ گئے۔ جبکہ ان کے چھوٹے بھائی سیسماں انبالہ انڈیا میں ہی رہ گئے۔

بچوں کی تعلیم

آپا بشریٰ لئیق زوجہ لئیق احمد ابن چوہدری عبدالرحیم خاں اور نسیم اختر مرحومہ جب تک جنگل امام شاہ رہیں وہ بنگلہ 63 چک میں سکول جاتی رہیں۔ پھر جب چک نمبر 68 ج ب چک لیلاں بڑے اباجان چوہدری عبدالرحیم خاں کے گھر رہنے لگے تو پرائمری 68 چک میں پاس کرنے کے بعد دونوں بہنیں اور ہماری دونوں پھوپھو شاہدہ شاہین زوجہ کرنل ریٹائرڈ عبدالباسط خاں اور پھوپھو آصفہ زوجہ عبدالرشید خاں دختران چوہدری عبدالرحیم خاں، فیصل آباد جانے لگیں۔ 1965ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فوت ہوئے تو ربوہ میں بزرگان کی میٹنگ کے بعد انکو فیصل آباد پڑھنے جانے سے منع کر دیا۔ انہی دنوں آپا صالحہ بڑے اباجان کی بھانجی کی بیٹی 68 چک آئیں جب انکو پتہ چلا کہ بچیاں سکول نہیں جا رہیں تو میانوالی (واں بھچراں) بڑے اباجان کو ملیں اور انکو سکول داخل کروانے پہ رضامند کیا۔ آپا صالحہ بہت اچھی عورت تھیں۔ 1992ء میں میں اور فیض اللہ بھی فیض اللہ کے رشتے کے سلسلے میں ان کے پاس اسلام آباد گئے تھے۔ مجھے یاد ہے جب لڑکی والوں نے فیض اللہ سے ملنے آنا تھا تو انکو یعنی آپا کو فیض کے کپڑے پسند نہ آئے اور آپا مارکیٹ جا کر اچھا ریڈی

میڈسوٹ لے کر آئیں۔ بہت پیار کرنے والی تھیں۔ اباجی کی وفات کے وقت انھوں نے تعزیت کا خط بھی لکھا تھا۔

جی تو بتا رہی تھی کہ اس طرح سال جلسہ سالانہ میں بزرگان کی میٹنگ ہوئی۔ تو بڑے ابا جان کی بھانجی محمودہ بیگم زوجہ مولوی عبدالمجید خاں آف راہوں نے کہا میرا گھر ہے آپ میرے پاس بچوں کو بھیج دیں۔ اب یہ سب ربوہ آ گئے۔ پھوپھی محمودہ بیگم کی بھتیجی چچا نصراللہ کی بیٹی بھی وہاں برکی سے پڑھائی کے سلسلے میں آئی ہوئی تھیں۔ اِس طرح یہ چاروں باجی متین اور بھائی مطیع احمد (بچگان تایا جی عبداللہ) (بھانجے ابا جان چوہدری عبدالرحیم خاں ربوہ پھوپھی کے پاس چلے گئے۔ آپا بشریٰ کلاس چھٹی سے ساتویں اور آپا نسیم نے آٹھویں کا امتحان دیا تھا کہ باجی متین کو دورے پڑنے لگ گئے اور پھر یہ سب واپس 68 چک آ گئے۔ پھر آپا نسیم نے اباجی سے بات کی کہ وہ پڑھنا چاہتی ہیں تو بڑے ابّا جان کی اجازت سے دونوں بہنیں اور میری پیاری پھوپھی میرے ابّا جی کی لاڈلی بہن شاھدہ مرحومہ دختر عبدالرحیم خاں سب پیرمحل آ گئے۔ میں بہت چھوٹی تھی لیکن مجھے اتنا یاد ہے کہ ابّا جی کی پیاری بوا جی سردار شمیم دختر چوہدری غلام محمد خاں میری امی کے ہمراہ اِن سب کو داخل کروانے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول پیرمحل میں گئیں۔ ہمارے گھر میں سب حکم بڑوں کا چلتا تھا۔ میری امی خاموش طبع اور اپنے خاوند کی فرمانبردار اور بزرگوں کا احترام کرنے والی بہت اچھی عورت تھیں۔ قصّہ مختصر مجھے یاد ہے کہ داخل انکو کروانے گئے اور زمین پہ میں لیٹ گئی کہ مجھے بھی داخل کروائیں اور ایک استانی نے مجھے اُٹھایا اور کہا کتنی اچھی بچی ہے۔ بچے تو سکول آنے سے بہت ڈرتے ہیں اور یہ سکول میں داخل ہونا چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ 1968ء کی بات ہے۔ پھر اِن سب نے دو سال یہاں پڑھا۔ آپا نسیم نے میٹرک اور آپا بشریٰ اور پھوپھی شاھد ہنے مڈل پاس کیا۔ آپا کو اپینڈکس کا درد شروع ہو گیا۔ آپا نے آٹھویں کے پیپر بھی چارپائی پہ بیٹھ کر دیے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد آپا بشریٰ اور پھوپھی شاھدہ واپس چک 68 ج ب لیلاں آ گئیں۔ آپا نسیم پیرمحل میں ہی رہی۔ دراصل میری آپا نسیم پیرمحل میں بہت خوش تھیں۔ واپس 68 چک آنا نہیں چاہتی تھیں لیکن جب بڑے ابّا جان چوہدری عبدالرحیم نے میراثی کو بھیج کر آپا کو بلایا تو ابّا جان کو انکار کرنے کی مجال تو کسی میں نہیں تھی۔ مجھے یاد ہے کہ آپا کمرے میں چلی گئیں اور کتاب پڑھنے لگ گئیں۔ اداس تھیں۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لگا رہی تھیں لیکن انکو آخر کار جانا پڑا اور پھر بقضائے الٰہی میری پیاری آپا میرے اباجی کی لاڈلی بیٹی 1974ء میں گردن توڑ بخار میں مبتلا ہو کر اپنے پیارے اللہ کے پاس چلی گئیں۔

دونوں بڑے بھائی عزیزالرحمٰن و شفیق الرحمٰن نے قریبی گاؤں ٹھیکری والا سے میٹرک پاس کیا۔ بھائی شفیق الرحمٰن 1979ء کو جرمنی چلے گئے۔ بڑی بہنوں لبنیٰ جمیل اور مسرت حبیب نے میٹرک تک تعلیم گورنمنٹ گرلز ہائی سکول پیرمحل سے حاصل کی۔ اور فرحت قدیر نے بھی میٹرک کا امتحان پیرمحل ہائی سکول سے پاس کیا۔ اور پھر جب 5 سال بعد ہائی سکول کو ہائر سیکنڈری سکول کا درجہ دیا تو دوبارہ پھر فرسٹ ائیر میں داخلہ لیا اور فرسٹ ایئر کا امتحان پاس ہونے کے بعد اُنکی شادی ہوئی۔

میری تعلیم کا آغاز چک نمبر 674 / 15 گ ب کے پرائمری سکول سے ہوا۔ ہمارے ہمسائے میں ایک غیر احمدی غیر شادی شدہ استانی اس چک میں پڑھانے جاتی تھیں۔ انہوں نے میری امی سے درخواست کی کے اپنی بچیوں کو میرے ساتھ بھیج دیا کریں اس طرح بچوں کے ساتھ میں مردوں کی نظروں سے بچ جاؤں گی۔ میں نے اور میری بہن فرحت نے اُنکے ساتھ جانا شروع کر دیا، فرحت نے کچھ ماہ بعد جانا چھوڑ دیا۔ لیکن میں نے کلاس چہارم تک اسی گاؤں میں حاصل کی۔ جب میں پانچویں جماعت میں ہوئی تو باجی انور مرحومہ کی شادی ہو گئی۔ تو میں اپنے محلہ کے پرائمری سکول نمبر 2 میں داخل ہو گئی۔ پھر چھٹی جماعت میں گورنمنٹ گرلز ہائی سکول پیرمحل میں داخلہ لیا اور میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ اسکے بعد ایک پرائیویٹ سکول پائنر پبلک سکول میں جاب شروع کر دی، اسی جاب کے دوران میں نے پرائیویٹ ایف اے کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ تو جب میرے ابا جان چوہدری عبدالرحیم

خاں مرحوم کو پتہ چلا تو مزید تعلیم کے لیئے انھوں نے مجھے چک نمبر 68 ج ب لیلاں میں بلا لیا اور میں نے فیصل آباد اسلامیہ کالج میں داخلہ لے لیا۔ گاؤں سے میری دونوں بھانجیاں نورین لئیق اور عنبرین لئیق اور دونوں بھانجے فرید احمد لئیق ،نوید احمد لئیق فیصل آباد پڑھنے جاتے تھے۔ چاچا جی لئیق (میرے بہنوئی) ان دنوں بیرون ملک تھے، ہم ڈرائیور کے ساتھ جاتے تھے تو ابا جان نے فیض اللہ میرے چھوٹے بھائی کو بھی وہاں بلا لیا اور فیض اللہ نے گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں داخلہ لے لیا۔ بچونکے لئے پہلے یہ کالج چچا کا کالج تھا اب ماموں کا کالج ہو گیا 1985 بی اے فرسٹ ڈویژن میں پاس کرنے کے بعد میں نے ایجوکیشن کالج سمن آباد بی ایڈ میں داخلہ لیا اس کالج میں جماعتی وظیفہ سے داخلہ لیا۔ اس کالج میں داخلے میں رہنمائی کیلیے اپنے پیارے پھوپھا جان رانا عبدالرشید مرحوم گروپ انسپکٹر (داماد چوہدری عبدالرحیم خاں المعروف بائی جی) کی بے حد ممنون ہوں۔ اُس وقت کالج میں بچیاں اکثر آئیڈیل کے بارے میں سوال کرتی تھیں میں بطور آئیڈیل ہمیشہ اپنے بائی جی کا ہی نام لیتی۔ اس وقت میں ہاسٹل میں رہتی تھی کیونکہ میری دونوں بھانجیاں عنبرین، نورین دونوں ربوہ میں بی بی کے پاس پڑھائی کے سلسلہ میں چلی گئیں تھیں۔ الحمدللہ بی ایڈ بھی میں نے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اس دوران گورنمنٹ نے نئی روشنی سکیم متعارف کرائی۔ ابھی میرے بی ایڈ کے امتحان نہ ہوئے تھے کے میں نے اس میں بھی اپلائی کر دیا۔ فروری 1986 تا دسمبر 1987 کو مجھے روشنی سکیم میں ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بطور سپر وائیزر کی جاب مل گئی۔ اسی دوران گورنمنٹ ہائی سکول میں آسامیاں خالی ہوئیں تو میں نے وہاں اپلائی کر دیا اور اللہ کے فضل سے 3 جنوری 1988 میں گورنمنٹ گرلز سینئر مڈل سکول چک نمبر 329 گ ب میں بطور سینئیر ہیڈ مسٹرس پوسٹنگ ہو گئی۔ اسی دوران میں نے پرائیویٹ ایم اے پولیٹیکل سائینس (1988)، ایم اے اسلامیات (1989) سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ 1992 میں گورنمنٹ گرلز ہائر سکینڈری سکول کے لیے پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان دیا اور پھر میرے اپنے سکول میں ہی جہاں سے میں نے میٹرک کیا تھا میری تقرری بطور subject specialist ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذلك۔ 29 دسمبر 2002 کو اپنی اتنی محنت سے حاصل کردہ جاب گریڈ 18 کی آفسر وائس پرنسپل سب کچھ چھوڑ کر چھٹی لیے بغیر آستانہ خلافت پر لندن آ گئیں۔

جماعتی خدمات

کاٹھ گڑھ میں حضرت مولوی عبدالمنان خاں صحابی کا خاندان اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ انکے پورے خاندان کو جماعت کی تبلیغ کا موقع ملا۔ ہمارا خاندان کاٹھ گڑھ میں پریکٹیکل احمدی مولویوں کا خاندان تھا اور پاکستان بننے کے بعد بھی باعمل رہا۔ ابا جان صدر جماعت احمدیہ جنگل امام شاہ بعد از تقسیم ہند تھے۔ ہم 1965ء میں جنگل امام شاہ سے پیر محل پڑھائی کے لیے آ گئے ،جب سے ہوش سنبھالا تو انکو ہمیشہ جماعتی دوروں پہ جاتے دیکھا اس وقت ضلع لائلپور تھا۔ اور اسکی تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ تھی یعنی ٹوبہ ٹیک سنگھ اس کے 25 سال سے زائد عرصہ تک آپ امیر حلقہ تھے۔ گوجرہ سے شروع ہو کر شور کوٹ ،سندھیلیاں والی، کمالیہ سب اس کے حلقہ میں تھے۔ ابا جی نے دوروں کے دن مقرر کیے ہوئے تھے اس وقت نہ زیادہ ٹرانسپورٹ تھی۔ زیادہ تر پیدل سفر کرتے اور چھوٹے بھائیوں فیض اللہ اور عرفان شہزاد کو بھی ساتھ لے جاتے اس طرح دونوں بھائیوں کی بھی علاقے میں جان پہچان ہو گئی، رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملنا جلنا رہا۔

حضرت شیخ محمد احمد مظہر رکن وفد 1974 آپ کو ذاتی طور پر جانتے تھے۔ اب مظہر صاحب کے بیٹے شیخ مظفر احمد امیر ضلع فیصل آباد ابا جی کا ذکر بڑے پیار سے کرتے ہیں۔ میرے بھائی رانا فیض اللہ خاں اکثر ان سے ملاقات کا شرف پاتے ہیں ہر مہینے لائلپور حال فیصل آباد (1982) میٹنگ میں جاتے تو دونوں بیٹوں کو بھی ساتھ لے کر جاتے۔ 1979 میں رانا فیض اللہ خاں کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ ہر سال مجلس مشاورت میں جانا ہم چھوٹے ہوتے تھے کہ ابا

جی آئیں گے تو مشاورت کی کہانی سنائیں گے۔ آپ ایک ایک بات حضرت خلیفۃ المسیح کی بتایا کرتے تھے۔ کھانا جب حضور کی صحبت میں کھاتے تو وہ سب ہمیں بتاتے ہم بہت دلچسپی سے یہ باتیں سنتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے تو دیوانے تھے۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اتنے ارشادات حضور کے سناتے رہتے اور ساتھ حوالہ بھی کہ اس جلسہ پر یہ فرمایا اس میں یہ فرمایا میں ابا جی کے بہت قریب تھی۔ مجھے تو کبھی ایسا لگا ہی نہیں کہ میں نے حضرت مصلح موعودؓ کو نہیں دیکھا۔ میرے ابا جی کا اوڑھنا بچھونا جماعت تھی۔ جنگل امام شاہ میں بابا جی غلام غوث مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ کے بڑے بیٹے عبداللطیف جماعت سے دور ہو گئے تو انکو مرکز لے کر جاتے ابا جی بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ انکو جلسہ پر لے کر گئے تو عبداللطیف نے کہا کہ جب انھوں نے حضرت مصلح موعودؓ کو دیکھا تو دل میں سوچا کہ اتنے بوڑھے ہیں کیا بات کریں گے اور جب حضرت مصلح موعود نے تقریر کی تو گھنٹوں تقریر کی اس دوران بارش ہونے لگ گئی نہ تو تقریر رُکی نہ ہی لوگ اُٹھے۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد انھوں نے بیعت کی اور پھر انکے باقی بچوں کیساتھ بھی قریبی تعلق قائم رکھا۔ ماشاءاللہ بابا جی غوث کے بیٹے چوہدری اقبال کو لمبا عرصہ پیر محل میں بطور صدر خدمت کی توفیق ملی۔ انکی (بابا جی غوث) کی ایک پوتی افریقہ میں مربی سلسلہ سے شادی کے بعد آباد ہیں ایک پوتی لندن میں بطور صدر حلقہ میچم پارک خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ ماشاءاللہ باقی بچے بھی کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت بجالا رہے ہیں۔ یہ میرے ابا جی کے ہاتھ سے لگا ہوا پودا اب تناور درخت بن چکا ہے۔ ابا جی کی کس کس بات کا ذکر کروں۔ پیر محل میں با جماعت نماز جمعہ ہمارے گھر میں ہوتی تھی۔ مرکزی انسپیکٹر ہمارے گھر ٹھہرتے۔ ان میں سے ایک انسپیکٹر مال جماعت علی شاہ کا نام یاد ہے۔ اپنے علاقہ میں رہنے والے سب احمدیوں کا خیال رکھنا انکی مالی مدد کرنا مجھے یاد ہے۔ جب سعید زرگر وغیرہ پیر محل میں آئے تو ابا جی انکو اناج وغیرہ دیتے اور پیسوں کا کبھی مطالبہ نہ کیا۔ پھر جب ہم نے پیر محل میں گھر بنا لیا تو مزدوروں کو مزدوری سعید و صادق زرگر دیا کرتے تھے۔ جو ابا جی کے پیسے لیے ہوئے تھے۔ پھر منور احمد کنڈے شاعر حال ٹلفورڈ برمنگھم کے والد پہ مقدمہ بنا اس وقت کسی مربع اراضی والے کی ضمانت درکار تھی۔ ابا جی جب ضمانت دینے گئے تو تحصیلدار کارروائی روک کر ابا جی کو الگ لے کر گئے (کیونکہ تحصیل دار ابا جی کا واقف تھا) کہ چوہدری صاحب کیا کر رہے ہیں اگر کل کو کچھ ہو گیا تو آپکی زمین ضبط ہو گی ابا جی نے کہا کہ نہیں کوئی بات نہیں اور ضمانت دے دی۔ تحصیل دار کے خدشات درست ثابت ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اس وقت ڈاکٹر محسن ہاشمی پیر محل کی تھانیدار کی واقفیت کی وجہ سے مقدمہ نہ بنا اور نہ ابا جی کی زمین ضبط ہو جاتی

پھر تایا جی عبدالغنی کو انگلینڈ آنے کے لئے ضمانت کی ضرورت پڑی پھر دی جب تایا جی عبدالغنی (والد منور احمد کنڈے) انگلینڈ آ گئے تو پر صادق زرگر صاحب کے حالات خراب تھے۔ تایا جی صادق صاحب نے ابا جی سے مدد کا کہا تو ابا جی نے کہا کہ میرے پاس اور تو کچھ تو نہیں محمودہ (میری امی) کا زیور عبدالغنی کے پاس رکھوایا تھا اگر وہ ہے تو استعمال کر لیں۔ جب سیف کھولی تو زیور موجود تھا۔ 8 تولے سونا اور 235 تولے چاندی تھی جو امی کو جہیز میں ملی تھی۔ وہ توڑ کر کاروبار شروع کیا۔ کاروبار تو ان سب کا ماشاءاللہ کروڑوں تک پہنچا لیکن میری امی کا زیور واپس نہ کیا۔

ڈاکٹر محسن کا ذکر آیا تو بتاتی چلوں کہ انکے ساتھ بھی ابا جی کا بھائیوں جیسا سلوک تھا۔ انکی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ابا جی گاؤں سے دودھ دینے والی بھینس انکے گھر چھوڑ دیتے اور جب دودھ نہ دیتی تو واپس لے جاتے۔ آپ دل کے نرم اور سخی تھے۔ آپکے غیر احمدی دوست شاہ محمد بجانہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی کو دودھ پینے کیلئے بھینس دے دی۔ جب واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ تایا جی شاہ محمد کو پتہ چلا تو وہ ابا جی کو ساتھ لے کر انکے گھر گئے اور بھینس زبردستی لے کر باہر نکلے تو اس آدمی کی چھوٹی بچی رونے لگ گئی کہ آپ ہماری بھینس کیوں لے کر جا رہے ہیں؟ ابا جی نے کہا چھوڑ دیں چھوڑ دیں بچی رو رہی ہے اور بھینس اسی آدمی کو دے کر واپس آ گئے۔ یہی شاہ محمد ابا جی کے اس وقت کی دوست ہیں جب آپ انڈیا سے جنگل امام شاہ آیا

کرتے تھے ہمیشہ آپکے دستِ راست رہے۔ ہمیشہ آپکے مال فصلوں کی حفاظت کی۔ ابھی تین سال قبل 100 سال سے زائد عمر پاکر وفات پائی۔ میرے بھائی فیض اللہ کوانکے ساتھ بہت پیار تھا۔فیض نے اباجی کی دوستی کو اس طرح نبھایا ہے کہ اپنے پرائے اِس بات کے حق میں نہ تھے کہ انکو زمین ٹھیکے پر دی جائے۔لیکن چونکہ یہ زمین دوبارہ اباجی کی وفات کے بعد جب 2003ء میں مزارعوں سے چھڑوائی تو تایاجی کی وجہ سے ورنہ ہم زمین کبھی نہ چھڑوا پاتے۔ دوسرے فیض اللہ تایا جی شاہ محمد کو اپنے باپ کی طرح سمجھتے ہیں۔تیسری بات یہ ہے کہ تایاجی شاہ محمد احمدی تھے۔ بیعت تو نہ کی لیکن ہمیشہ زبان سے کہتے تھے کہ میں احمدی ہوں 'جدھر مرا بھرا اُدھر ہی میں'۔ کیونکہ اُس ایریا میں ابّاجی نے اتنا اچھا اپنا نمونہ چھوڑا ہے، چلتے چلتے ایک اور واقعہ سناؤں جو کہ مجھے فیض اللہ نے سنایا ہے کہ جب 2003ء میں فیض اللہ نے زمیندارہ شروع کیا تو قریبی پٹرول پمپ علی رضا شاہ ایم پی اے کا بھی حصہ ہے اسکے پارٹنر کے پاس گیا کہ مجھے انجن کے لئے تیل کی ضرورت ہوگی جب چوہدری ارشد کو پتہ چلا کہ یہ چوھدری حبیب کا بیٹا ہے تو کہا جب چاہو جتنا مرضی لو اور پیسے کی پرواہ نہ کرنا ۔فیض اللہ کہتا ہے کہ وہ اُدھار تیل لیتا رہا۔اباجی کو اِس علاقے میں چوہدری حبیب یا حبیب رنگڑ کہتے تھے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ فیض اللہ نے سنایا کہ ہمارے گاؤں کے نمبردار کا بیٹا نعیم ایک دن میرے انتظار میں کھڑا تھا جب میں گیا تو اس نے کہا کہ فیض اللہ مجھے کسی کام سے جانا ہے ایسا کر میری بچیوں کو سکول سے لے کر گھر چھوڑ دینا اگر کوئی اور ہوتا تو میں اپنی بچیوں کو کبھی نہ بھیجتا لیکن آپ تو چوہدری صاحب کے بیٹے ہو۔ یہ سب احمدیت کی برکات ہیں خلفائے احمدیت کی بدولت ہے اور حضرت مسیح موعود کی قوتِ قدسی کا اثر ہے کہ جو انسان کو عاجزی اور انکساری میں بڑھاتی ہے۔ میرے اباجی نے نہایت سادہ اور باوقار، باعزت، پرُمشقت زندگی گزاری لوگ آپکی ایمانداری کی مثال دیتے تھے۔ایک واقعہ چچا جی عبدالحکیم خاں ابن محترم بابا جی عبدالحمید خاں صحابی حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں کہ: ہم صادق زرگر صاحب کے گھر گئے تو انہوں نے ہمیں بیٹھک میں بٹھایا وہاں ہر طرف سونا بکھرا ہوا تھا کیونکہ وہ رات کو اپنے گھر کام کرتے ہوتے تھے اباجی اور چاچا جی نے لاہور کی ٹرین لینی تھی جو کہ رات کو دو بجے آنی تھی صادق سعید صاحبان نے اپنا کام ختم کیا اور سونے چلے گئے اور سونے کے ٹکڑے سب وہیں چھوڑ گئے۔ چاچا جی عبدالحکیم پٹواری کہتے ''بائی جی اتنا اعتبار'' (وہ میرے اباجی کو بائی جی کہتے تھے) چاچا جی مزاحیہ بھی تھے، کہنے لگے بائی جی اتنا زیور تو اُٹھا لیں جتنا انہوں نے آپکا دینا ہے، چچا جی عبدالحلیم پٹواری کے ساتھ آپکی بہت دوستی تھی۔ چچا جی ہر مہینے کے پہلے ہفتے شورکوٹ میں تحصیل کے کام سے آتے تھے۔ پیر محل سے اباجی انکو شورکوٹ جا کر ملتے اور دونوں 4، 5 دن اکٹھے گزارتے۔ اور انکا قیام چچا جی عبدالستار کے گھر لکی نو میں ہوتا تھا وہاں آپا منصورہ مرحومہ انکی خدمت کرتیں۔آپا کی یہی مہمان نوازی وصلہ رحمی اور بزرگوں کی خدمت رائیگاں نہیں گئی۔ آپا جب کینیڈا میں گئیں انکو جو بھی مشکلات آئیں میری بڑی باجی مسرت اور انکی بیٹی عمارہ نے انکی ہر ممکن مدد کی آپا منصورہ تقریباً دو سال تک باجی کے گھر رہیں وہاں باجی مسرت اور انکی بیٹیوں نے انکو ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کی۔ باقی سب بیٹیوں کے ساتھ (تایاجی عبداللطیف) کی بیٹیوں کے ساتھ بھی ہم سب کا بہت پیار ہے۔ ہر خوشی غمی میں ہم شریک ہوتے ہیں لندن میں۔

ہمارا خاندان کاٹھ گڑھی خاندان سے بہت مختلف ہے آج کے اس مادی دور میں لوگ سگے رشتے داروں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہم دادا پردادا کے رشتہ کو بھی نبھاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں مجھے پھوپھی محمودہ بنت چوہدری عبدالرحیم خاں زوجہ کرنل ظفر اللہ صاحب کی بات یاد آئی۔ آپا شمیم بنت تایاجی عبداللہ آف سٹروعہ پھوپھی کے پاس رہنے کے لئے گئی ہوئی تھیں کہ ایک ہمسائی نے آپ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں پھوپھی نے بتایا کہ یہ میری پھوپھی کی پوتی ہیں۔ وہ ہمسائی کہتی پھوپھی کی پوتی؟ ہم تو پھوپھی کے بچوں سے بھی نہیں ملتے اور آپ پھوپھی کی پوتی کو اپنے پاس لے آئیں میری یادداشت میں چاچا جی مبشر بن عبدالرحیم خاں کاٹھ گڑھی آتے ہیں۔ جو اباجی کے چچازاد ہونے کے ساتھ اچھے دوست بھی تھے۔ فوج میں ملازم تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد

گھر آئے قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرنے کے بعد گھر آئے تو آپکو ٹی بی ہوگئی۔اس وقت ٹی بی لا علاج تھی۔ڈاکٹر مریض سے دور رہنے کا مشورہ بھی دیتے تھےلیکن ایسے حالات میں بھی ابا جی نے اپنے بھائی اپنے دوست کوتنہا نہ چھوڑا دن رات ان کے ساتھ گزارا ابا جی بتایا کرتے تھے کہ چاچا جی ابا جی کو خود کہا کرتے تھے کہ بھائی جی آپ میرے ساتھ نہ کھایا کریں میں نے کہا کہ نہیں جو خدا کومنظور ہووہی ہوگا۔میرے ابا جی اللہ کے فضل سے توکل الیٰ اللہ میں بھی بڑھے ہوئے تھے۔پھر چچا جی مبشر؛

انہی محبتوں کے ذکر میں میں اپنے محترم چچا جان رانا عبدالغفور (ببر) باڈی گارڈ کا ذکر بہت تشکر کے ساتھ کرنا چاہوں گی میرے چھوٹے بھائی عرفان شہزاد نے جب ربوہ تعلیم الاسلام کالج میں 1988 میں ایم اے عربی میں داخلہ لیا تو عرفان کی رہائش کا مسئلہ آیا تو چاچا جی نے اپنا گھر پیش کیا اور کہا بائی جی پریشان کیوں ہوتے ہیں میرا گھر حاضر ہے اور میرے ببر چاچا جی نے اَلْغَنِي غني النفس کی بہترین مثال قائم کی عرفان نے ایک سال کا عرصہ اپنے دونوں بھائیوں رانا عبدالشکور، رانا مسعود، باجی ریحانہ اور پیاری پھوپھی کیساتھ ہمیشہ اچھے لفظوں میں یاد رہنے والی یادوں کے ذریعہ گزارا؛ اب لندن میں دونوں بھائی رانا مسعود اور رانا عرفان ناصر کرکٹ کلب سے لے کر ہر جماعتی فنکشن میں ہمیشہ ایک ساتھ نظر آتے ہیں، تو رانا فیض اللہ پاکستان میں پھوپھی جان اور ریحانہ کی ہر خوشی غمی میں شرکت کرتے ہیں۔

غنی وہ ہے جس کا نفس غنی ہے اور مہمان نوازی کی بہترین مثال میرے پیارے چاچا جی رانا نعیم الدین خاں نے بھی قائم کی جب ہم ایک دفعہ جلسہ سالانہ میں گئےتو ہمارے رہنے کا کوئی بندوبست نہ ہوسکا تو ابا جی نے چچا جی سے بات کی تو چچا جی نے فراخدلی سے ہمیں اپنے گھر لے گئے۔پھر تو ہر جلسہ سالانہ پہ ہمارا مستقل ٹھکانہ آپا سائرہ مرحومہ کا گھر بن گیا ان دنوں سارے گھر کا انتظام میری باجی مسرت کے سپرد ہوتا تھا اور پیاری آپا بےفکر اگلے جلسے تک آپا سائرہ سے میری باجی مسرت کی خط وکتابت جاری رہتی،18 سال بعد پھر جب عرفان ربوہ پڑھنے گیا تو ایک سال کا عرصہ چاچا جی کے گھر گزارا۔جب دسمبر 2002 میں میں لندن آئی تو چچا جی سے فضل مسجد میں ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ چاچا جی پہچانا؟ تو کہنے لگے: شدینے کوئی اپنی بچیاں نو وی پُلدا۔

الحمدللہ انکی وفات تک یہ شفقتوں کا سلسلہ چلتا رہا انکے سب بچوں کے ساتھ اب بھی بہت پیار کا تعلق ہے بلکہ آپا سائرہ کے سب بہن بھائیوں کے ساتھ تو اب بھی پیار ومحبت کا تعلق ہے اور ہر دفعہ جب بھی میں اپنے خاوند کی قبر پہ جاتی ہوں تو دعا کیلئے چچا جی کی قبر پہ بھی ضرور جاتی ہوں۔مجھے لگتا ہے کہ اگر میں شفیق چچا کی قبر پہ نہ گئی تو وہ کہیں گے کہ پُت کولوں ہو کے چلے گئے،اللہ تعالیٰ اتنی محبت وشفقت کرنے والے چچا جی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔

اسی کاٹھ گڑھ کے حوالہ سے پیارے حضور سے ملاقات کا ذکر کرتی ہوں جب میں اور میری فیملی حضور سے ملاقات کے لئے گئےتو حضور نے پوچھا کہ کہاں سے ہو؟ چوہدری عبدالرحیم خاں کو جانتی ہو؟ حضور کو بتا دیا۔تو پھر چچا جی بہادر شیر باڈی گارڈ کا ذکر ہوا تو پھر حضور نے پوچھا کے شیر بہادر کیا لگتے ہیں رشتہ سمجھا نا نہ آیا تو میں نے کہا حضور وہ چچا جی ہیں اور رشتہ دار ہیں تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا (کاٹھ گڑھی ہو بس اتنا ہی کافی ہے) میں نے کہا جی حضور بس اتنا ہی کافی ہے۔ہر جلسہ سالانہ ربوہ میں میرے ابا جی کا یہی طریق رہا کہ جلسہ سالانہ ختم ہونے پر ہم بچوں کو ساتھ لیکر ہر جگہ جہاں ہمارے رشتے دار ٹھہرے ہوتے اور صحابی اور دیگر بزرگان سے ملوانے لے کر جاتے تو وہاں بھی سب رشتے دار جلسہ کی کارروائی کا ہی ذکر کرتے تھے خاص طور پہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطبات کا۔انہی بزرگوں سے ملاقات میں کسی نے ذکر کیا کہ اپنی ذاتی ملاقات کا کہ حضور نے از راہ مذاق فرمایا ہے کہ ربوہ میں اتنے

کاٹھ گڑھی آباد ہو گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ربوہ کا نام بدل کر کاٹھ گڑھ ہی رکھ دوں۔ کچھ عرصہ جلسہ سالانہ میں ہمارا قیام رانا عبدالحلیم بن عبدالمنان انسپیکٹر وقفِ جدید کے گھر بھی ہوا جلسہ سالانہ کا ذکر جب ہم انکی بیٹی (ہماری بھابھی ساجدہ زوجہ شفیق الرحمان) سے کرتے ہیں تو ہم چائے پاپوں کو ضرور یاد کرتے ہیں۔ اللہ کرے ہماری نسلیں بھی محبتوں، چاہتوں کیساتھ اس ورثہ کو سنبھالنے والی ہوں آمین۔

جلسہ سالانہ ربوہ پہ ہماری مہمان نوازی کے لئے میں میں پھوپھی محمودہ زوجہ مولوی عبدالمجید خاں آف راہوں بھانجی چوہدری عبدالرحیم خاں، چچا جی عبدالرب پر محترم عبدالمنان صحابی حضرت مسیح موعود، چاچا جی عبدالمجید خاں بن عبدالحمید خاں صحابی حضرت مسیح کی تہ دل سے مشکور ہوں۔ چاچا جی عبدالمجید خاں کی نواسی گڑیا حال کینیڈا کے ساتھ میری باجی مسرت کینیڈا کے بہت بہت اچھے مراسم ہیں۔ اور جرمنی میں میری آپا بشریٰ لئیق خاں اور بھائی عزیز الرحمن وشفیق الرحمن نے سب سے تعلقات رکھے ہیں۔ انہی یادوں میں مجھے باجی طاہرہ دختر عبداللطیف خاں نمبردار کی بات ہمیشہ یاد آتی ہے جو مجھے ہمیشہ مسرور کئے رہتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ لندن میں ہم جب بھی کسی جماعتی فنکشن میں یا بچوں کی شادیوں میں ملتے تو ہمیشہ تعارف کراتیں کہ زاہدہ میرے چاچا جی کی بیٹی ہے اور پھر جب سوال ہوتا کہ سگے چچا کی تو کہتی ہاں سگے چچا کی۔ پھر آہستہ سے کہتی۔ اَڑ بیئے (باپ دادا کے سگے ہی تو ہیں) دادیوں پردادیوں سگے ہی ہیں۔ بڑے اباجان کے بیٹے مبشر احمد بقضائے الٰہی جوانی میں وفات پا گئے تو میرے پیارے اباجان (چوہدری عبدالرحیم صاحب) ہروقت چچا جی کی قبر پر جا کر بیٹھے رہتے تھے۔ ان حالات میں اباجان کو اور اتنی بڑی جاگیر کو ابا جی نے نہائیت خوش اسلوبی سے سنبھالا ان واقعات کے بعد ابا جی بتاتے تھے کہ پھر چچا جی (عبدالرحیم) کی ان سے محبت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ پیارے اباجان کی اس محبت کو میں نے بھی دیکھا اور ابا جی کی اپنے چچا اور چچی کی عزت واحترام کو بھی۔ ابا جی نہ صرف اپنوں بلکہ اپنے دوستوں کے ساتھ بھی بہت قریبی تعلق رکھتے تھے، میں پہلے بتا آئی ہوں کہ ابا جی کو 1932 میں نل چاھی بے دخل سکیم کے تحت ایک مربع اراضی الاٹ ہوئی تھی۔ شرط اسکی یہ تھی کہ اس میں پکا کنواں بنانا تھا۔ ابا جی جب قادیان سے جنگل امام شاہ جاتے تو راستے میں چک نمبر 325 ج ب میں مراثیوں کے گھر میں ٹھہرتے تو وہاں انکی ملاقات تایا جی چوہدری امیر علی (ارائیں) احمدی نہ تھے سے ہوئی۔ اس کے بعد انکے گھر ٹھہرتے تھے اور یہی تایا جی تھے کہ جب ابا جی کو کنواں کے لئے اینٹیں نہ مل رہیں تھیں تو تایا جی نے اپنے گاؤں سے اینٹیں بھجوائی تھیں۔ پھر تقدیر کے آگے کس کا بس چلتا ہے تایا جی عین جوانی میں پیچھے 4 بیٹے 4 بیٹیاں اور جوان بیوہ چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

میرے ابا جی نے پھر انکے گھر جانا چھوڑ دیا کیونکہ جوان بیوہ کی وجہ سے جانا مناسب نہ تھا، ہماری تائی آمنہ زوجہ تایا جی امیر علی بہت اچھی عورت تھیں۔ جب بچے کچھ بڑے ہوئے تو پھر تائی پیر محل میں ہمارے گھر آئیں اور کہا کہ اب بچے جوان ہو گئے ہیں اب آپ کی سرپرستی کی انکو ضرورت ہے اسطرح تائی اور سب بہن بھائی ہمارے گھر آنا شروع ہو گئے ورتیسرے نمبر کے بیٹے بھائی اختر پیر محل میں کام کرتے تھے۔ انھوں نے ہمارے گھر رہنا شروع کر دیا۔ بہت شرم وحیا والے بھائی تھے۔ میری دونوں بڑی بہنیں جوان تھیں مگر مجال ہے انہوں نے کبھی آنکھ اُٹھا کر دیکھا ہو۔ جو کمرہ ابا جی نے انکو دیا اسی کمرہ میں فیض اللہ، عرفان کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر بھائی اختر فیصل آباد کے قریب ٹھیکیداری کرنے لگے اور بھائی احسان الرحمن کو کام پہ ساتھ رکھ لیا۔ ہر خوشی غمی میں دونوں خاندان شریک رہے۔ بھائی اختر جب شاہ پور سے پیر محل آئے تو ہمارے لئے کپڑے اور رنگ برنگی چوڑیاں لے کر آئے۔ ابا جی کی وفات کے وقت غیر احمدی ہونے کے باوجود تائی ہمارے ساتھ گئیں۔ بھائی اختر تو واقعی ہمارے بھائی تھے۔ فیض اللہ اور ہم سب نے ابا جی کی وفات کے بعد بھی ان سے اچھا تعلق رکھا۔ واقعی بھائی اختر نے ثابت کر دیا کہ اگر وہ ہمارے خونی بھائی نہ تھے تو وہ ہمارے روحانی بھائی بن گئے۔ ابا جی کی طرح میرے چھوٹے بھائی کا بھی اوڑھنا بچھونا خلافت، جماعت، صلہ رحمی اور امی ابا جی کے رشتہ کے دوستوں اور ہماری سب سہیلیوں کیساتھ اچھا سلوک

ہے۔ بھائی اختر کو ایک ہی دفعہ فیض اللہ نے بیعت کرنے کا کہا تو کہالاؤ فارم اور بیعت فارم فل کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے۔اس کے کچھ عرصہ بعد آپ بھی اپنی دو چھوٹی بیٹیوں اور جوان بیوہ اور بیوہ ماں کو چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی کو جا ملے۔ ابا جی اور ابا جی کے بعد میرے چھوٹے بھائی فیض اللہ کا کردار اتنا اعلیٰ ہے۔صرف آپ کے نمونے کو دیکھتے ہوئے تایا جی شاہ محمد بھجانہ انکے پوتے محمد اکرم ابن شاکر علی رانجھا ابن شاہ محمد اور انکے نواسے (بہن فاطمہ) کے بیٹے، اور پیر محل میں محمد انور اپنی پوری فیملی کیساتھ صرف فیض اللہ کے اعلیٰ نمونہ اور حسنِ سلوک، غرباء پروری کو دیکھ کر اگست 2019 کو احمدی ہو گئے ۔احمدیت قبول کرنے کی پاداش میں انور صاحب اور انکی فیملی کافی مشکلات کا شکار ہیں۔

نیکیوں کے بیج

میں ابا جی کے ذریعے احمدیت کی آغوش میں آنے والوں کا ذکر کر رہی ہوں۔اس سلسلہ میں میں اپنے پیارے ابا جی کے نیکی کے ایک اور بیج کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھوں گی جو میرے ابا جی کے ہاتھ سے بویا گیا۔جیسا کہ میں بتا آئی ہوں کہ میرے ننھیال غیر احمدی تھے، انہی ننھیال کی فیملی میں سے ایک فیملی خالہ سکنتلا (جو کہ میری ساس بنیں) ٹوبہ ٹیک سنگھ میں رہتی تھیں جب ہم جنگل امام شاہ سے پیر محل آئے چونکہ ٹوبہ ٹیک سنگھ نزدیک تھا۔اسلئے میری امی کا انکے گھر آنا جانا تھا۔اور ابا جی چونکہ جماعتی دوروں پہ جاتے ہوتے تھے اس لئے وہ خالہ کے گھر ضرور جاتے تھے۔ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہی خالہ سکنتلا کے اوپر بنا ہوا ایک ناجائز مقدمہ ابا جی کی وجہ سے رفع ہوا۔تو خالہ تمام زندگی ہی ابا جی کی احسان مند رہیں، خالہ کے تمام بچے ہی ابا جی کی بہت عزت کرتے تھے اور ابھی تک کرتے ہیں۔اپنے تعلقات میں عقیدے کی دیوار کبھی کھڑی نہیں کی، اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین اجر سے نوازے آمین

1974 میں جماعت پہ جب نا مساعد حالات آئے تو خالہ سکنتلا نے بہت سے احمدیوں کو اپنے گھر میں پناہ دی، میری خالہ بہت نڈر عورت تھیں میرے سسر سردار علی چونکہ فوج میں ملازمت کی وجہ سے گھر سے دور رہتے تھے تو خالہ اکیلے ہی تمام معاملات سے نپٹنا ہوتا تھا۔شائد میری خالہ کی یہی نیکی (احمدیوں کی مدد) خدا تعالیٰ کو پسند آ گئی انکے سب سے چھوٹے بیٹے رانا مختار طاہر مرحوم (2018وفات) 1991 میں احمدی ہو گئے۔ماشاءاللہ آج خالہ سکنتلا کا ایک پوتا میرے ابا جی کا نواسہ میرا پیارا بیٹا صہیب طاہر جامعہ احمدیہ یوکے درجہ سوم کا طالبِ علم ہے۔یہ سچ ہے نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ابا جی کا ایک اور پڑنواسہ ولید احمد ولد فرید احمد بن لئیق احمد بن عبدالرحیم خاں بھی جامعہ احمدیہ جرمنی کے پہلے سال کا طالبِ علم ہے۔اللہ تعالیٰ ان بچوں کو خلیفہء وقت کے بہترین سلطانِ نصیر بنائے آمین۔قصہء مختصر، میرے ابا جی ایک سادہ، صاف گو، نڈر، بہادر، باوفا دوست، محنتی، متوکل علی اللہ، رحم دل، خلافت کے شیدائی، صاحب رویاء صادقہ فرمانبردار بیٹے با کردار شوہر شفیق باپ محبت کرنے والے بھائی دعا گو تہجد گزار ایک باعمل انسان تھے۔اب بھی ہر صبح تہجد کیوقت ابا جی کی یا حفیظ، یا عزیز، یا رفیق کی بھرائی ہوئی آواز مجھے نیند سے بیدار کرتی ہے۔

وفات

میرے سب سے پیارے ابا جی 29 اپریل 1993 کو الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں صبح 7 بجے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے عرفان شہزاد کی آنکھوں کے سامنے 75 سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر



میری امی محمودہ بیگم زوجہ چوہدری حبیب الرحمن خاں

محترمہ زاہدہ تبسم رانا صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

جماعت احمدیہ کی کثیر تعداد خواب کے ذریعہ احمدی ہوئی اللہ کے فضل سے میری امی بھی ان میں سے ایک تھیں۔میری امی محمودہ بیگم زوجہ چوہدری حبیب الرحمن 1935ء انڈیا میں پیدا ہوئیں۔آپکے والد عبدالرحمن والدہ نذیراں بیگم آپکے بچپن میں ہی وفات پا چکے تھے۔آپ کا ایک بھائی تھا،دونوں کی پرورش آپکے ننھیال جو کہ ڈوبرجی گاؤں میں رہتے تھے انہوں نے کی۔تقسیم ہند کے وقت انڈیا میں ہونے والی خون کی ہولی آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اوراس وقت آپ دونوں بہن بھائی اپنے خاندان سے بچھڑ گئے تھے۔اس عرصہ میں آپکے ماموں نذیر احمد جو کہ آپ دونوں بہن بھائی کو اپنے بچوں سے بڑھ کر پیار کرتے تھے ہر وقت آسمان کی طرف دیکھ کر رو رو کر دعا کرتے تھے کہ یا اللہ میری بھانجی اور بھانجا مل جائیں۔اس دوران کوششیں بھی جاری رکھیں باالآخر آپکے چاچا عبدالرحیم خاں کاٹھ گڑھی (جو کہ آپ کے بہنوئی بھی تھے) کی کوششوں سے آپ اپنوں سے آملیں۔ابا جی سے آپکی شادی 1958ء میں ہوئی۔آپ احمدی نہ تھیں۔شادی کے بعد ابا جی نے ان پہ کسی قسم کی مذہب کے بارہ میں سختی نہ کی۔صرف دعا کے لئے کہا۔

خواب اور قبول احمدیت

آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو گروپ ہیں ایک میں بہت زیادہ لوگ ہیں اور دوسرے میں بہت کم اور ابا جی کم لوگوں میں ہیں۔ایک بزرگ آتے ہیں امّی کا ہاتھ پکڑ کر جس گروپ میں ابا جی ہوتے ہیں کھڑا کر دیتے ہیں اور بعد میں امی نے حضرت مصلح موعودؓ کی تصویر دیکھی تو بتایا آپ تھے جنھوں نے امی کو سیدھا راستہ دکھایا تھا۔امی نے نہایت اخلاص و وفا کے ساتھ اس راستے کو اپنایا اور ابا جی کی ہر خواہش کا احترام کیا۔اور اپنے بچونکی بہترین رنگ میں تربیت کی۔(1) ہر قربانی کے لئے ہمیشہ تیار رہیں۔(1) اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔بچونکو خود پڑھانا سکول بھیجنا، ماشاء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان کہ میرے فرقے کے لوگ علم ومعرفت میں ترقی پائینگے سب اولاد ماشاءاللہ ہر جماعت میں اوّل یا سیکنڈ پوزیشن حاصل کرنے والے رہے۔اور میری اعلیٰ تعلیم کا تو تمام سہرا میری امی کے سر ہے،جب میں نے چک 68 میں بی۔اے میں داخلہ لینے جانا تھا تو انہوں نے داخلے کے لئے پیسے اسی سے اُدھار لے کر دیئے تھے۔1965ء میں ابا جی ہماری پڑھائی کے سلسلہ میں جنگل امام شاہ سے پیر محل شفٹ ہو گئے۔ابا جی گو کہ واقفِ زندگی نہ تھے۔لیکن انہوں نے واقف کی سی زندگی گزاری،ابا جی جماعتی دوروں اور زمین کی وجہ سے اکثر گھر سے باہر رہتے تھے۔سات بچونکی تربیت نہایت مشکل کام کو آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا اور اپنے بچونکی دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت پر بہت توجہ دی۔ابا جی کی دعائیں، جماعتی خدمت اور امی کی کوششوں کی وجہ سے ہم سب بہن بھائی آج اس قابل ہوئے کہ ہم جماعت کی معمولی سی خدمت کر سکیں۔جے توں میرا ہور ہیں سب جگ تیرا ہو۔

بے شک امام وقت کے اس الہام کو ابا جی کے لئے پورا ہوتا دیکھا۔نہ میرے ابا جی کچھ تھے نہ ہم یہ سب تو اللہ کا فضل اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام سے صحیح معنوں میں اطاعت کی نسبت یہ ممکن ہو سکا۔میں اگر اپنے بہن بھائیوں کی دینی وتعلیم کا سوچتی ہوں تو دیکھتی ہوں کہ ابا جی دین کے کاموں میں مصروف تھے تو اللہ تعالیٰ اس مخلص بندے کی اولاد کی تربیت کا خود انتظام کرتا گیا اور امی یہاں ہمیں پڑھانے کیلئے بھیجتی گئیں ہم وہیں چلے جاتے تھے۔پہلے باجی امت الشافی آف ربوہ پیر محل میں بھائی مصطفی شہید سے شادی ہو کر آ گئی اور ہم انکے پاس با جماعت نماز اور قرآن پڑھنے جاتے تھے۔بد

قسمتی سے باجی امت الشافی کی بھائی مصطفی سے علیحدگی ہوگئی تو خدا نے خالہ منصورہ زوجہ پروفیسر سید محمد یحییٰ کو بھیج دیا بہت مخلص تھیں۔ ہمارے میں جماعت کے بارے میں جنون وجذبہ انہوں نے پیدا کیا۔ ہمارے باقاعدہ اجلاسز ہوتے، پیپر حل کرتے، سلائی کی کلاسز، مسیح موعود ڈے، مصلح موعودؓ ڈے، جلسہ سیرت النبی ﷺ، ان میں غیر احمدی عورتیں کثیر تعداد میں شریک ہوتیں امی باقاعدگی سے ان کلاسز میں خود بھی جاتیں اور ہمیں بھی ساتھ لے کر جاتیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جلسہ مسیح موعود تھا اور ہمیں نظم پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو امی ہمیں تایا جی صادق زرگر صاحب کی بیٹی بشریٰ حال کینیڈا کے پاس تیاری کروانے کے لئے لے کر جاتی۔ خالہ منصورہ سفید کپڑوں کے اوپر گوٹے والے دوپٹے کے پھول بنا کر ہمارے سر پر اُڑھاتی۔ میری بہن لبنیٰ نصرت اور امت الحفیظ بنت ڈاکٹر عبدالرشید مرحوم بڑی خوش الحانی سے ''یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی'' پڑھتی۔ میری بڑی باجی مسرت چھوٹی عمر میں ناصرات کی سیکرٹری بنی اور ہماری پیر محل کی ناصرات پاکستان بھر میں سیکنڈ آئیں۔ یہاں تک کہ میری امی سکول میں بھی بچیوں سے یہ نظم پڑھاتی۔ ہمارا پرائمری سکول ہمارے گھر کے پاس ہی تھا امی سمجھدار، غریب پرور، ہمدرد، دوسروں کے کام آنے والی بہت ملنسار بھی تھیں اور ہماری ہیڈمسٹریس سکینہ بی بی صاحبہ کے لئے ریفریشمنٹ اپنے گھر سے بھیج دیا کرتی تھیں۔ وہ ہیڈمسٹریس میری امی کی سہیلی تھیں۔ لبنیٰ نصرت اور امت الحفیظ دونوں کلاس فیلو بھی تھیں، یہ دونوں یہ نظم اسمبلی میں پڑھتی تھیں۔

میرے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے بھائی مصطفی جیسا مخلص شیدائی رہنما دیا اور پھر ماشاءاللہ مربیان کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کبھی مربی رانا خوشی محمد شاکر صاحب ہماری تلفظ کی کلاسز لے رہے تھے اور میر عبدالباسط ہمیں ترجمہ قرآن سکھا رہے تھے۔ میر عبدالباسط صاحب کے ذکر سے مجھے انکی ایک بات بھی یاد آتی ہے ہماری بڑی بہن لبنیٰ نصرت ہر بہت تابع فرمان تھیں۔ یہ مربی صاحب کو بھی بات کے جواب میں جی کہتی تو مربی صاحب کہتے لبنیٰ کبھی نہ جی بھی کہہ دیا کریں''۔ اور ساتھ احادیث بھی تبلیغ کے لئے یاد کروائیں جاتی اور وہاں احادیث ہم سے سنی بھی جاتی تھیں۔ مجھے یاد ہے میں تو خاموشی سے یاد کر لیتی تھی لیکن میری بہن فرحت سلطانہ اونچی آواز میں گا گا کر یاد کیا کرتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کی دو مشہور حدیثیں؛ قولوا نا خاتم النبیین ولا تقولو لا نبی بعدی حوالے کے ساتھ بچپن سے یاد ہے۔

فرحت بچپن ہی سے نماز کی بہت پابند تھیں۔ بچپن میں کبھی اگر انکے پیٹ میں درد ہوتا تھا تو نماز بیٹھ کر پڑھتی لیکن نماز نہیں چھوڑی۔ خالہ منصورہ جلسہ سالانہ ڈیوٹی کے لئے ہمارے نام بھیجتی ہم سکول میں جہاں مہمان ٹھہرتے تھے وہاں بھاگے پھرتے کہ کوئی ہمیں ڈیوٹی دے دے لیکن یا تو ہم غلط جگہ جاتے تھے ہمیں کبھی ڈیوٹی نہ ملی مجھے تو لگتا ہے کہ یہ بچپن کا ڈیوٹی کا جذبہ ہی تھا جو ہمیں الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ یو۔کے میں فراہم کر دیا اور میں ابھی تک اسی جذبہ کے تحت بغیر تھکے ماندے جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی انجام دیتی ہوں۔ پہلے پہلے تو ہم سب جلسہ پہ جاتے تھے پھر گھر کی دیکھ بھال کی وجہ سے ایک سال ابا جب جلسہ سالانہ پہ جاتے اور ایک سال امی لیکن سب بچے تو ہر سال جاتے تھے۔

صابرہ

امی کو میں نے ہمیشہ صابرہ اور شاکرہ پایا کبھی ابا جی سے کوئی نامناسب خواہش نہ کی۔ گاؤں میں رہتے تھے تو حالات اچھے تھے لیکن اب زمینوں سے نہ اتنی انکم ہوتی تھی اور اوپر سے ہر سال فصلیں سیلاب کی نذر ہو جاتی تھیں۔ دوسرے بچونکی پڑھائی کے اخراجات لیکن امی کبھی بھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں۔ ابا جی نے امی کا زیور 8 تولے اور چاندی 235 تولے صادق زرگر صاحب کو انکی ضرورت کے وقت دی نہ اس وقت شکایت کی اور نہ جب انہوں نے ساری زندگی واپس نہیں کیا نہ اس وقت۔ ہمارے گھر میں ہر حکم ابا جی کا چلتا کسی کو کیا دینا ہے، بچوں نے کیا پہننا ہے، ہم نے امی کو کبھی ابا جی کی

بات کسی سے کرتے نہ سنا۔ ہماری ہمسائی اباجی کو بڑا تھانیدار کہتی تھیں۔ اباجی نے کبھی ہم سے سختی نہ کی لیکن ہم اباجی سے ڈرتے بہت تھے انکی وجہ تھی کہ امی اباجی کا بہت احترام کرتی اور انکی غیر موجودگی میں بھی کبھی وہ کام نہ کرتی جو انکو ناپسند ہوتا۔ یہاں تک کہ سسرال کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کی نہ میرے ابا جی کی بواء جی سردارا بیگم بنت چوہدری غلام احمد خاں ہمارے گھر اکثر رہنے کے لئے آتی رہتی تھیں لیکن امی نے کبھی انکو شکایت کا موقع ہی نہ دیا۔ میں سوچتی ہوں کہ اتنے صابر، اباجی کے اپنے سگے بھی نہ تھے لیکن اباجی کے خاندان میں ہر ایک سے حسن سلوک رکھا ہمیشہ اباجی کی خوشنودی مقدم تھی۔ انکو یہاں آج کے زمانہ میں سگے رشتے داروں کو کوئی نہیں پوچھتا وہ سسرالی نہ امی کے سگے اور نہ اباجی کا سسرال سگا۔

اباجی بھی انکے چچا نعمت ماموں نذیر احمد، دولت خاں کا بہت احترام کرتے تھے۔ میری بڑی بہنیں نسیم اختر اور بشریٰ لئیق اور پھوپھی شاہدہ دو سال تک ہمارے پاس رہیں۔ سب گھر کا انتظام آپا نسیم مرحوم کے سپرد جو مرضی کریں۔ آپا نسیم مرحوم کی ٹیچرز کے لئے گاؤں کی کوئی نہ کوئی سوغات بھیجتی تھیں تو ٹیچرز کبھی یقین نہ کرتیں تھیں کہ یہ آپا کی سگی امی نہیں۔

ہمارے بڑوں کی موجودگی میں یہ گھر کا کام نہیں کرتی تھیں میکے میں بھی ہمیشہ اپنی ماسی مقیمین کے گھر جاتی اور کبھی کوئی کام نہ کرتیں لیکن آپا بشریٰ لئیق کے ساتھ جا کر کام کرواتی کہ اکیلی ہے بچے چھوٹے ہیں۔ کبھی ہماری بڑی امی یا بہن بھائیوں کے خلاف کوئی بات نہ کرتی۔ اباجی سے زیادہ ان سے پیار کرتی تھیں۔ 1986ء میں بڑی بی بی جب جرمنی چلی گئیں تو ہر سال آپا بشریٰ لئیق کو عید دینے جاتی آپا بھی امی سے حسن سلوک سے پیش آتیں۔

نصرتِ الٰہی: اباجی نے تحریک جدید کی تحریک میں اپنے پانچوں بیٹے وقف کئے تھے۔ لیکن بعد میں کوئی نہ وقف ہوسکا۔ عرفان شہزاد میرا چھوٹا بھائی جامعہ احمدیہ پاکستان میں گیا تو امی کے غم میں ٹائیفائیڈ بخار کروالیا (اس سے قبل ہمارے بڑے بھائی احسان الرحمن چھوٹی عمر میں ٹائیفائیڈ بخار کیوجہ سے دماغی طور پر کمزور ہوچکے تھے) اور واپس آگیا۔ ظاہر ہے یہ دکھ کی بات تھی۔ عرفان نے عربی ایم۔ اے میں ربوہ میں داخلہ لے لیا اور اباجی سے وعدہ کیا کہ وہ ماسٹرز کے بعد وقف کردے گا۔ 1993ء میں اباجی کی وفات کے بعد عرفان کا وقف منظور ہوا۔ عرفان کو گیمبیا جانے کے لئے چنا گیا ان دنوں امی بیمار تھیں۔ عرفان 1994ء میں گیمبیا جانے کے لئے کراچی اور کراچی سے دوبئی روانہ ہوئے لیکن کچھ امیگریشن کے مسائل کی وجہ سے deport ہوگئے۔ اور کراچی میں اسی دوران تسبیح گروپ والوں نے اسے جان سے مارنے کی کوشش کی لیکن وہاں اس تسبیح گروپ والوں کے ایک مرید عرفان کے دوست ڈاکٹر نذیر وٹنری ڈاکٹر آف پیر محل تھے، اللہ کی مدد سے ڈاکٹر نے بچالیا۔ نذیر صاحب کی دو بہنیں میری سکول فیلو تھیں اور پھر اسی سکول میں جونیئر سیکشن میں ٹیچر بھی تھیں، جس سکول میں مَیں سنیئر سیکشن میں ٹیچر تھی۔ ڈاکٹر نذیر جن دنوں پڑھائی کر رہے تھے ان دنوں انکے مالی حالات بہت خراب تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ فرحت نے فیض اللہ کے لئے سویٹر بنایا تو وہ نیا سویٹر اس نے ڈاکٹر نذیر کو دے دیا اور بعد میں بھی ہر ممکن مدد کرتے رہے۔ شاید اسی وجہ سے ڈاکٹر نذیر نے عرفان کی جان بچائی۔

عرفان کچھ مہینے کراچی رہے اور پھر امی کی طبیعت بہت خراب ہوگئی اور عرفان کو جماعت نے اس شرط پر بھیجا کہ اب امی سے اجازت لے کر آنا۔ عرفان صاحب فیصل آباد کراچی سے ٹرین کے ذریعے الائیڈ ہسپتال پہنچے اور امی سے مل کر واپس آگئے۔ دوبارہ پیپر کلئیر ہونے کے بعد امی کافی بیمار تھی لیکن امی نے بڑے ہی حوصلے سے عرفان کو جانے کی اجازت دی اس وقت ماں کو اور ماں کے لاڈلے کو بھی پتہ تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات ہے۔ رو بھی رہی تھیں اور ساتھ یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ

''جا بیٹا میں نہیں رو رہی میں نہیں روؤنگی'' بڑے صبر کے ساتھ اپنے بیٹے کو جو بیٹا نہ ماں کے بغیر رہ سکتا تھا نہ ماں اس کے بغیر خدا کی راہ میں رُخصت

کیا۔اس کے بعد کچھ ماہ بعد 1995 میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔وہ اللہ جو علیم وخبیر ہے وہ اس قربانی کا گواہ تھا۔اللہ نے معجزانہ طور پر ایسے سبب پیدا کئے کہ وہ بیٹا امی کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوا۔وہ اس طرح کہ جب امی کی وفات ہوئی تو امی کی وصیت ابھی منظور نہیں ہوئی تھی۔میرے بھائی فیض اللہ نے انکی امانتاً تدفین پیرمحل اس وجہ سے کی کہ ربوہ میں صرف ربوہ والوں کی تدفین ہونی چاہیے، اس طرح جماعت پہ لوڈ پڑتا ہے۔اللہ کا معجزہ دیکھیں کہ وصیت اس وقت منظور ہوئی جب عرفان 1996ء میں پاکستان آئے اور پھر عرفان نے اپنے ہاتھوں اپنی پیاری امی کو سپردِ خاک کیا۔ایک اور معجزہ نمازِ جنازہ کا ہے، فیض اللہ نے امی کی وفات کے وقت مسجد اقصیٰ میں غائبانہ نمازِ جنازہ کی درخواست دی ہوئی تھی۔امی کی تدفین جمعرات غالباً اکتوبر 1996ء کو ہوئی اگلے دن جمعۃ المبارک کو جب جمعہ کی نماز پڑھنے گئے تو وہاں امی کی غائبانہ نمازِ جنازہ کا اعلان ہوا۔حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے بھی از راہ شفقت امی کی نمازِ جنازہ غائب مسجد فضل لندن میں پڑھائی۔امی کی وصیت کی تمام ادائیگی عرفان نے اپنی گیمبیا سے بچت کی ہوئی رقم سے کی۔اس موقع پر موجود چاچا جی شریف خاوند اقبال بیگم بھانجی چوہدری عبدالرحیم خاں کاٹھ گڑھی نے ان دونوں بھائیوں کو دعائیں دیں اور تحسین کے الفاظ کہے۔

ماشاءاللہ اللہ کے فضل سے امی کے تمام بچے احسن رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔بیٹا احسان الرحمن خاں خادم مسجد پیرمحل (20سال) وفات 13 اپریل 2010ء۔اس بچے کی دماغی صلاحیت کم ہونے کی وجہ سے اگرچہ شادی نہ ہونے کی وجہ سے بےاولاد رہے لیکن معجزانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بے نشان نہیں چھوڑا۔انکی وفات کے وقت انکو پیرمحل کے مقامی قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ ملی اب تاریخِ احمدیت میں احمدیہ قبرستان میں دفن ہونے والوں کی لسٹ میں انکا نام ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا۔

مسرت حبیب زوجہ سجاد شاہ سیکرٹری ناصرات ،ضیافت ،صنعت و دستکاری کینیڈا مونٹریال ۔لبنیٰ نصرت زوجہ محمد جمیل صدر حلقہ مجلس ملائشیا کوالالمپور،،فرحت قدیر زوجہ عبدالقدیر بھٹی سیکرٹری خدمت خلق ،صدر حلقہ مانا والا فیصل آباد ،سیکرٹری اشاعت وتبلیغ۔زاہدہ تبسم زوجہ رانا محمد مختار طاہر سابقہ سیکرٹری مال پیرمحل ،صدر حلقہ وانڈز ورتھ حال ،سابقہ وانڈز ورتھ ناظمہ جلسہ سالانہ۔رانا عرفان شہزاد خاں صدر حلقہ وانڈز ورتھ ،موجودہ ناظم ضیافت پیرمحل۔رانا فیض الرحمن خاں سیکرٹری دعوت الی اللہ ،امام الصلوٰۃ ،سیکرٹری وقف نو۔اللہ میری امی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔



رانا عزیز الرحمن خان ابن رانا حبیب الرحمن خان کاٹھگڑھی

مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

سابق امیر حلقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ مکرم ومحترم رانا حبیب الرحمن کو خدا تعالیٰ نے اولاد کثیر سے نوازا جن میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں شامل ہیں۔بیٹوں میں ہمارے سب سے بڑے بھائی رانا عزیز الرحمن ہیں جو 1957 میں پیدا ہوئے۔پرائمری سکول کی تعلیم چک نمبر 68 ج۔ب سے حاصل کی جبکہ ہائی سکول ٹھیکریوالا سے میٹرک کیا۔ان کے کلاس فیلوز میں سجاد منصور احمد خاں نمبردار 68 لیلاں، مطیع اللہ آف جرمنی، میرے ماموں بشیر احمد کالو، نصیر احمد بھاگو اور نجیب احمد خاں شامل ہیں۔چک نمبر 68 لیلاں کے دوسرے نوجوانوں کی طرح بھائی بھی فٹ بال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔میٹرک کرنے کے بعد گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس (جی۔ٹی۔ایس) فیصل آباد میں بھرتی ہوگئے۔اپنے والد بزرگوار کی طرح شروع ہی سے جماعتی کاموں میں اور عبادات میں بہت لگاؤ تھا۔ایک وقت میں 68 لیلاں میں سو سے زائد احمدی خاندان آباد تھے جو کہ کم ہو کر دس کے قریب رہ گئے۔اسی طرح مسجد کی طرف آمد بھی کم ہوگئی۔مگر عید کے موقع پر گاؤں میں کافی رش ہوجاتا۔1977 میں ایک عید کے موقع پر دیکھا گیا کہ چونکہ بارش کی وجہ سے مسجد کا صحن گیلا تھا اور مرمت کی بھی ضرورت تھی۔اور چندہ اکٹھا کرنے کی

ہدایت آئی۔ چندہ اکٹھا ہونے پر سب نے اس کام کا انچارج بھائی عزیز الرحمن کو منتخب کیا۔ جنہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے کام کیا۔ آپ سارا دن جی ٹی ایس فیصل آباد میں کام کرنے اور رات کو واپس آ کر مسجد کے صحن میں ڈالی گئی مٹی کو ہموار کرتے۔ ان کی ان تھک محنت سے مسجد کی از سرِ نو تعمیر کی گئی۔ اس طرح صرف بیس سال کی عمر میں بھائی کو اللہ کا گھر تعمیر کرنے کی توفیق ملی۔ شادی کے بعد بھائی 1981 میں باب الابواب ربوہ شفٹ ہو گئے۔ 1986 میں بھائی عزیز ہماری والدہ محترمہ شریفاں بی بی اور بیوی بچوں کے ہمراہ معجزانہ طور پر جرمنی چلے گئے۔ یہ لوگ مشرقی جرمنی موجود تھے جب ہمارے بھائی شفیق اور اعظم خاں مرحوم انہیں بارڈر پر لینے آئے وہاں پکڑے جانے کا خطرہ تھا۔ گاڑی کی چیکنگ بھی ہو رہی تھی مگر خدا کے فضل و کرم سے جب ان کی باری آئی تو انکی کوئی چیکنگ نہ ہوئی اور وہ مغربی جرمنی کے شہر کولن پہنچ گئے۔ جرمنی میں جماعتی خدمات:۔ جرمن آ کر اللہ کے فضل سے بھائی کو جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ خدام الاحمدیہ جرمنی میں قائد، ناظم مال اور قائم مقام ریجنل قائد کولن کی ذمہ داری ملی ساتھ ہی مربی مکرم بشارت محمود کے ساتھ بطور ڈرائیور بھی خدمت کی توفیق ملی۔ جماعتی طور پر سیکرٹری ضیافت کولن اور ریجنل امیر مکرم چوہدری سعید الدین صاحب کی ہدایت پر کولن ریجن میں انتخابات بھی کروانے کی ذمہ داری ملی۔

2010 میں یوکے شفٹ ہو گئے اور SUTTON جماعت میں سیکرٹری مال اور مجلس انصار اللہ یوکے میں نائب قائد مال مقرر ہوئے۔ جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر گزشتہ پانچ سال سے لنگر خانہ Reserve one میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکورٹی AMA یوکے میں ایک سال حدیقۃ المہدی اور ان دنوں بیت الاحسان لندن میں بطور سیکورٹی گارڈ خدمات سرانجام دے رہے۔ بھائی عزیز الرحمن جوانی میں عبادات کا حسین نمونہ پیش کرنے والوں میں شامل ہیں۔ پانچ وقتہ نمازی اور تہجد گزار بھی تھے۔ انہی دینی اور دنیاوی خدمات کے صلہ میں بھائی صاحب کو خدا تعالیٰ نے 2018 میں حج کی توفیق عطا فرمائی جو ان کی والدہ محترمہ کی شبانہ روز دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

شادی اور اولاد:۔ بھائی عزیز الرحمن نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی چک نمبر 60 ج۔ ب فیصل آباد میں محترمہ رضیہ بیگم سے ہوئی جن میں سے چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا ہوئی تفصیل حسب ذیل ہے۔ 1۔ عثمان احمد خان حال آسٹریلیا۔ 2۔ لقمان احمد خان حال جرمنی۔ 3۔ نعمان احمد خان حال جرمنی۔ 4۔ عدنان احمد خان حال جرمنی۔ ۵۔ نسیم اختر حال ہالینڈ۔ یہ شادی 2008 میں طلاق پر منتج ہوئی۔ بھائی عزیز الرحمن کی دوسری شادی 2011 میں ربوہ پاکستان میں منصورہ خان صاحبہ سے ہوئی جن سے سات سال کی ایک بیٹی ہے خدا تعالیٰ بھائی صاحب کا ہر آن حامی و ناصر ہو (آمین)

رانا شفیق الرحمن خان ولد رانا حبیب الرحمن خان کاٹھگڑھی



مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

مکرم و محترم رانا حبیب الرحمن خاں کے دوسرے بیٹے بھائی مکرم شفیق الرحمن خان 11 اپریل 1958 میں پیدا ہوئے۔ پرائمری چک نمبر 68 ج۔ ب سے کیا۔ چھٹی جماعت تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے کی۔ اسکول میں انکے ساتھ ان کے بڑے بھائی رانا شفیق الرحمن، مطیع اللہ خان اور ماموں بشیر احمد تھے جو ان کے کلاس فیلو تھے اور دوست تھے۔ شفیق بھائی گاؤں کی فٹ بال ٹیم کے مستقل رکن اور گول کیپر تھے۔ 975 میں گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس فیصل آباد میں ملازمت کی جس میں لاہور اور سرگودھا میں ڈیوٹی کے فرائض انجام دیئے۔ 1977 کے انتخابات میں جانباز فورس میں ملازم ہو کر الیکشن ڈیوٹی کرتے رہے۔ 1979 میں ملک چھوڑ کر پہلے اٹلی اور پھر فرانس اور پھر جرمنی آ کر کولن میں رہائش اختیار کر لی۔ 1979 سے لیکر آئندہ دس سالوں میں شفیق بھائی نے نہ صرف اپنی فیملی بلکہ بے شمار احمدی گھرانوں کو جرمنی set ہونے میں

مدد دی۔ جرمن آکر باقاعدگی سے جلسوں اور اجتماعات میں شامل ہوتے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کولن ریجن کی طرف سے فٹ بال کی ٹیم کے مستقل رکن رہے۔ اس کے علاوہ بھائی کبڈی اور رسہ کشی کی ٹیم کے بھی مستقل رکن تھے۔

شادی اور اولاد

بھائی شفیق کی شادی 1985 میں دیرینہ خادمِ دین چچا جان رانا عبدالحلیم کی بیٹی محترمہ ساجدہ خان سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے بھائی کو اولادِ صالح سے نوازا۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ 1۔ انصر خان بیٹا۔ 2۔ نبیل خان بیٹا۔ 3۔ فائزہ خان بیٹی۔ 4۔ رابعہ خان بیٹی۔ 5۔ عدیل خان بیٹا۔

دعا ہے خدا تعالیٰ پیارے بھائی کو صحت تندرستی والی زندگی عطا فرمائے۔ (آمین)



مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب



مکرم رانا فیض الرحمن خاں پیر محل صاحب مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے مکرم رانا حبیب الرحمن خان کاٹھ گڑھی صاحب کو اولادِ کثیر سے نوازا ہے جو کہ اس وقت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی۔ رانا حبیب الرحمن خان کاٹھ گڑھی صاحب کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں پاکستان کے علاوہ ملائیشیا، جرمنی، کینیڈا، آسٹریلیا اور لندن میں رہائش پزیر ہیں۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی سخت مخالفت سرزمین پر دعوت الی اللہ کا جو بیج مکرم رانا حبیب الرحمن صاحب نے بویا انکی اولاد نے نا صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں انکے مشن کو جاری رکھا ہوا ہے۔ مکرم رانا حبیب الرحمن صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے رانا عرفان شہزاد صاحب 1966 میں پیدا ہوئے۔ میٹرک 1982 پیر محل سے کیا۔ مقامی طور پر احمدیہ مسجد میں بالعموم اور گھریلو تربیت کی وجہ سے بالخصوص مکرم رانا عرفان شہزاد نے چھوٹی عمر ہی میں وہ اعزاز حاصل کر لیا جو کہ قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔

(قربانی بلال)

مکرم رانا حبیب الرحمن صاحب کی (قربانی بلال) جماعتی خدمات احمدیت سے پیار اور گھریلو ماحول کی وجہ سے اس ننھے بچے کو شروع ہی سے احمدیت اور بانی جماعت حضرت مرزا غلام احمد سے حقیقی عشق تھا جس کا نمونہ 1974 کے فسادات میں نظر آیا جب حکومتِ وقت نے مُلاؤں کو خوش کرنے کیلئے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس وقت مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب کی عمر صرف 8 سال تھی جب پرائمری سکول کے بچے اسے اُٹھا کر ایک پتھریلے میدان میں لے گئے۔ ہاتھ پاؤں باندھ کر گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹتے رہے اور کہتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دو، مگر 8 سال کا یہ بچہ صرف یہ کہتا رہا کہ "گالی نہیں دوں گا مارنا ہے تو مار دو" آخر کار انہی میں سے ایک شریف النفس بچے نے رسیاں کاٹیں اور اس بچے کو آزاد کیا۔

اس واقعہ کا مکرم رانا صاحب کی طبیعت پر بڑا اثر رہا اور آج تک مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب دین کو دنیا پر مقدم رکھے ہوئے ہیں۔ تعلیم کے علاوہ تقریر کا شروع ہی سے شوق رہا ہے۔ ہائی سکول پیر محل سکول میں بزم ادب کے جنرل سیکرٹری رہے۔ 1982 سرگودھا ڈویژن میں اقبالیات میں اول انعام حاصل کیا اور اس خوشی میں ہائی سکول پیر محل میں ایک دن کی چھٹی دی گئی۔ 1984 میں غوثیہ کالج پیر محل میں ایف اے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا مگر بوجوہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ 1984 تا 1986 مقامی طور پر قائد مجلس پیر محل رہے۔ 1986 میں ٹوبہ ٹیک سنگھ سے بی اے کیا 1988 تا 1990

تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایم اے عربی کیا۔دوران تعلیم الکلیاتی مشاعروں میں حصہ لیا۔ٹی آئی کالج کی ہاکی، کرکٹ اور فٹ بال ٹیم کے مستقل رکن رہے۔اسی دوران 1989 میں ہونے والے سٹوڈنٹ یونین کے الیکشنز میں احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی طرف سے نائب صدر کے امیدوار تھے مگر بوجہ جماعتی عداوت کاغذات مسترد کر دیئے گئے مگر خدا کے فضل سے ختم نبوت سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کو سخت مقابلے کے بعد ایک ووٹ سے شکست دی ۔ایم اے عربی کی کلاس میں یہ اکلوتے طالبعلم تھے جبکہ باقی ماندہ 10 عدد طالبات تھیں اسی لئے کالج میں جہاں سے بھی گزرتے کالج کے دیگر طلباء از راہِ مذاق ان کو دیکھ کر یہ نعرہ لگاتے ''سب بہنوں کا ایک ہی بھائی، عرفان بھائی، عرفان بھائی، عرفان بھائی۔ٹی آئی کالج ربوہ کے ہاسٹل میں چونکہ مولوی قابض تھے لہٰذا عرفان صاحب ایک سال مکرم ومحترم رانا نعیم الدین صاحب مرحوم اسیرِ راہ مولیٰ ساہیوال کے گھر جبکہ دوسرے سال قصرِ خلافت میں مکرم رانا عبدالغفور خاں ممبر عملہ حفاظت کے گھر رہے۔اہلیہ چچاجان رانا نعیم الدین صاحب آپا سائرہ صاحبہ نے بچوں کی طرح انکا خیال رکھا جبکہ مکرم رانا عبدالغفور صاحب مرحوم اور انکی اہلیہ پھوپھو سروری صاحبہ، باجی ریحانہ ظفر بڑے بھائی رانا شکور صاحب اور رانا مسعود احمد صاحب اس پوری فیملی نے مکرم رانا عرفان صاحب کا گھر کے فرد سے بڑھ کر ان کا خیال رکھا اللہ تعالیٰ ہر دو خاندانوں کا حامی و ناصر ہو آمین۔1991 میں شاندار نمبروں سے ایم اے عربی کرنے کے بعد مکرم رانا صاحب نے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد سے عربی زبان کا کورس کیا اور عربی ڈیپارٹمنٹ کی طرف منعقدہ سالانہ تقریب میں تین زبانوں عربی، اردو اور انگلش میں بطور سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے کر سب سے داد سمیٹی۔

قائد ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ 94-1995ء

مکرم رانا عرفان صاحب کی انتظامی صلاحیتیں اس وقت کھل کر سامنے آئیں جب قائد ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ 1992-93-94 میں قائد علاقہ فیصل آباد مکرم عظمت شہزاد صاحب نے ان کو ناظم تربیت علاقہ مقرر کیا اور اسی سال مجلس مشاورت ربوہ میں شرکت کی اور نمائندہ سب کمیٹی برائے احمدیہ سکول منتخب ہوئے۔جس کے سربراہ مولانا مکرم سلطان محمود انور صاحب تھے۔1993 میں بطور قائد ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ تقرری ہوئی اور اس طرح مکرم رانا عرفان صاحب صرف 26 سال کی عمر میں پاکستان کے کم عمر ترین قائد ضلع بن گئے۔جماعتی مخالفت اور کثرت نقل مکانی اور ہجرت کے باعث ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے پاکستان بھر میں آخری نمبروں پر تھا۔مکرم رانا صاحب نے ضلع کے کامیاب دوروں 100 فی صد ماہانہ رپورٹوں کو حصول اور تین ماہ کے قلیل عرصہ میں 60 فی صد سے زائد چندہ وصول کرنے کا ٹارگٹ حاصل کیا اور اس طرح ان کی عاملہ کی انتھک محنتوں کے طفیل بہت جلد ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ پاکستان کے ٹاپ 10 اضلاع میں شمار ہونے لگا۔اس کام میں مکرم رانا عرفان صاحب کی مدد انکے شہر پیرمحل کے ایک ناصر بھائی مکرم ومحترم غلام مصطفیٰ محسن صاحب نے کی جنہوں نے انکی عاملہ میں بطور مربی اطفال ضلع کام کیا اور خاص طور پر دعوت اِلیٰ اللہ کے شعبہ میں بہت کام کیا۔مکرم غلام مصطفیٰ محسن صاحب کو جماعت مخالف قوموں نے 2002 میں شہید کر دیا تھا اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت کرے آمین ۔ان کے اکلوتے بیٹے مکرم طارق محسن صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

تائید و نصرتِ الٰہی کے نمونے اور معجزے

مکرم رانا حبیب الرحمن کاٹھگڑی صاحب کی شبینہ روز دعاؤں اور خلافتِ احمدیہ کی غلامی کے طفیل بچپن ہی سے خدا تعالیٰ نے مکرم رانا عرفان شہزاد کی معجزانہ رنگ میں حفاظت فرمائی ہے۔بحیثیت قائد ضلع 1993 میں رانا صاحب کو ایک رپورٹ ملی کہ ایک جماعتی مخالف تبلیغ گروپ جس نے لاہور میں گرین گاؤن کے رہائشی ایک احمدی رانا ریاض صاحب کو شہید کیا تھا وہی گروہ پیرمحل شہر میں بھی تیزی سے پھیل رہا ہے۔رانا عرفان صاحب نے یہ رپورٹ ربوہ

میں قائدعمومی پاکستان مکرم ڈاکٹرعبدالخالق خالد صاحب کو دی جنہوں نے اس گروہ کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کا کہا۔رانا صاحب نے ذاتی طور پر تفتیش کا فیصلہ کیا تو پتہ چلا کہ اس گروہ کا ہیڈ کوارٹر کراچی میں ہے۔رانا صاحب نے اس گروہ میں شمولیت اختیار کر لی اور کراچی کا سفر کیا اور ساری رپورٹ مرکز کو بھجوا دی۔کراچی اس گروہ کے پیر صاحب سے ملاقات بھی کر لی اور ان کے ہاتھ پر اس گروہ میں شمولیت اختیار کر لی۔خدا کا کرنا کیا ہوا کہ 1994 میں رانا عرفان شہزاد کی تقرری نصرت جہاں سکیم کے تحت بحیثیت اسلامیات ٹیچر مغربی افریقہ کے ایک ملک گیمبیا ہوگئی اور رانا صاحب کراچی سے گیمبیا کیلئے روانہ ہوگئے۔یورپ کا ٹرانزٹ ویزہ نہ ہونے کے سبب دبئی سے واپس کراچی ڈی پورٹ کر دیئے گئے اور جماعتی گیسٹ ہاؤس کراچی میں آئندہ مرکزی حکم آنے تک رُک گئے۔اسی دوران ایک دن رانا عرفان صاحب اپنے دوستوں سے ملنے اسی گروپ تسبیح گروپ کے ہیڈ کوارٹر واقع اورنگی ٹاؤن چلے گئے اور دوبارہ پیر صاحب سے ملے مگر اس دوران انکو بھنک لگ چکی تھی۔عشاء کی نماز کے بعد ان پیر صاحب نے ایک پر جلال خطبہ دیا کہ :۔ایک بد بخت پہلے بھی آیا تھا اس نے دھوکا دیا اور آج بھی ہم میں موجود ہے۔'' اس کے بعد رانا صاحب کو انکے شہر پیر محل کے دوستوں نے رات وہیں رُکنے پر اصرار کیا۔رات گیارہ بجے کے قریب رانا عرفان صاحب کے ایک قریبی دوست ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم نے ان کو خاموشی کے ساتھ باہر آنے کا کہا اور ایک طرف لے جا کر بتایا کہ پیر صاحب کے خطاب کے بعد آپ کو قتل کرنے کا پلان بن چکا ہے لہٰذا اگر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔اس طرح خدا تعالیٰ نے تائید غیبی سے مکرم رانا عرفان صاحب کی حفاظت فرمائی۔

گیمبیا میں دو سال۔

دسمبر 1994 تا 1996 تک گیمبیا (مغربی افریقہ) میں سنہرے دو سال (1994۔1996) بحیثیت استاد طاہر احمد مسلم ہائر سیکنڈری سکول مانسا کونکو گیمبیا میں اسلامیات پڑھاتے رہے۔گیمبیا میں دو سال جماعتی کاموں اور سکول میں پڑھاتے گزرے۔اس دوران تجربہ کار مبلغین کی مدد اور ساتھ رہا جن میں، مولانا داؤد حنیف صاحب حال امریکہ مکرم طارق محمود صاحب سابق امیر سیرالیون، مکرم عنائت اللہ زاہد صاحب سابق امیر گیمبیا مکرم طاہر مہدی امتیاز صاحب (حال لندن) اسیر راہ مولا، مکرم رانا مشہود احمد صاحب جنرل سیکرٹری یو کے، مکرم حفیظ احمد صاحب مربی سلسلہ اور مکرم منور احمد خورشید صاحب (حال مقیم لندن) سابق امیر گیمبیا اور سینگال شامل ہیں۔

ينصرك رجال نوحي اليهم من السماء '' گیمبیا میں قیام کے دوران نصرتِ الٰہی کے بے شمار واقعات پیش آئے دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی مدد غیبی اس طرح ہوئی کہ ایک مرتبہ رانا عرفان صاحب ریجنل مشنری مکرم رانا مشہود صاحب کے ساتھ تبلیغی دورے پر تھے۔اور ساتھ لوکل معلم بھی تھے۔دوران سفر راستہ بھول کر ایک جگہ پہنچے جہاں ایک مقامی بزرگ قیام پزیر تھے۔لوکل معلم صاحب نے اس سے بات چیت کی تبلیغ کی اور ترجمہ کر کے بتایا کہ یہ بزرگ کہتے ہیں کہ:۔کافی عرصہ سے میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں کہ میرے پاس دو غیر ملکی مہمان تشریف لائے ہیں اور امام مہدی کی خبر لائے ہیں اور قسم کھا کر کہا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو میرا بچہ مر جائے کہ گزشتہ رات میں نے یہ خواب پھر سے دیکھا اور آج میں کام پر نہیں گیا اور اپنی بیوی سے کہا ہے کہ آج میرے دو مہمان آنے والے ہیں اور وہ مجھے امام مہدی کی خبر دیں گے۔مکرم رانا مشہود صاحب نے اسے خلفاء اور حضرت مسیح موعودؑ کی تصاویر دکھائیں تو اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر پر انگلی رکھ کر کہا کہ واللہ یہ وہی شخص ہیں جن کو میں خواب میں دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ہی بیعت کر لی ۔(حوالہ الفضل انٹرنیشنل 23 اگست 1996) یاد رہے کہ یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع جلسہ سالانہ یو کے 1996 کے دوسرے روز کے خطاب میں بیان فرما چکے ہیں۔

حفاظت وتائیدالٰہی کا دوسراواقعہ پیش خدمت ہے

ایک صبح راناعرفان شہزادصاحب سکول جانے کیلئے تیار ہورہے تھے۔ کچن کی بیک سائیڈ پر مربی ہاؤس تھااور وہاں مربی صاحب مکرم طارق محمود صاحب کا بیٹا حامد طارق موجود تھا جس نے بتایا کہ کچن کی کھڑکی کے نیچے بلیک کوبرا سانپ موجود ہے۔ رانا صاحب اور انکے ایک ساتھی اُستاد مکرم ثاقب رشید صاحب پیچھے بھاگے اور دیکھا کہ ایک 10 فٹ لمبا کالا ناگ پھن پھیلائے کھڑا ہے۔ سانپ کے سامنے یہ دونوں تھے جبکہ اسکی پشت پر دیوار تھی۔ دونوں اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ سانپ عام نہیں بلکہ (Spitting Cobra) تھوکنے والا سانپ ہے جس کے زہر سے انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ اب ہوا یہ کہ مکرم رانا عرفان لاٹھی لیکر اسے مارنے آگے بڑھے تو سانپ پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ اسی دوران رانا صاحب کے دوست مکرم ثاقب رشید صاحب جو کہ نظر کی عینک لگاتے تھے آگے آئے رانا صاحب پیچھے ہٹ گئے۔ جونہی ثاقب صاحب آگے آئے سانپ نے زور سے زہر تھوکا جو سیدھا ثاقب رشید صاحب کی عینک کے دونوں شیشوں پر گرا۔ جبکہ ایک لمحہ قبل مکرم رانا عرفان صاحب وہاں موجود تھے۔ بعدازاں سانپ کو دونوں نے مل کر ماردیا مگر خدا کی اس مدد پر آج بھی حیرت ہوتی ہے اور دل خدا کے شکر سے بھر جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک لمحہ کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ زہر سیدھا رانا عرفان صاحب کی آنکھوں میں جاتا مگر خلیفہ وقت اور والدین کی دعاؤں کے طفیل خدا تعالیٰ نے یہ زندہ معجزہ دکھایا اور حقیقتاً سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹی۔

سچے خواب اوران کی تعبیر

مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب پاکستان سے باہر صرف گیمبیا ہی گئے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایک ہال میں TV کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور MTA پر پروگرام دیکھ رہے ہیں ہال سامعین سے بھرا ہوا ہے۔ آپ اچانک اُٹھے رانا عرفان صاحب کو بازو سے پکڑا اور اپنے دفتر لے گئے اور جا کر پوچھتے ہیں ''جرمنی کب جارہے ہو''۔ اس خواب کا ذکر خاکسار نے مکرم رانا مشہود صاحب سے کیا۔ 1994 میں دیکھا گیا یہ خواب 1996 میں ہو بہو پورا ہوا۔ رانا عرفان صاحب گیمبیا میں بحیثیت نائب سیکرٹری سمعی بصری گیمبیا مقرر ہوئے اور وہاں موجود واحد ویڈیو کیمرے سے مختلف اوقات میں اپنے شوق سے ویڈیوز بناتے رہے جن میں موسم، بارش اور مختلف مقامی رسوم ورواج شامل تھے۔

جون 1996 مکرم منور خورشید صاحب امیر جماعت گیمبیا نے رانا عرفان صاحب کو حکم دیا کہ 7 جولائی کو PanAfrican Day لندن پر مختلف مما لک کی ڈاکومنٹری دکھائی جائے گی۔ لہٰذا فوراً 7 دنوں میں گیمبیا کی طرف سے ڈاکومنٹری تیار کرو۔ رانا صاحب کے پاس چونکہ مواد موجود تھا لہٰذا دو دن کے اندر اندر ویڈیو تیار کر کے لندن بھجوادی گئی اور اس کے چند دن بعد رانا عرفان صاحب 14 جولائی 1996 کو لندن جلسہ سالانہ یو کے پر چلے گئے۔ جلسہ سالانہ یو کے کے بعد رانا صاحب نے حضور کی اجازت سے جلسہ سالانہ جرمنی میں شرکت کے لئے جانا تھا۔

یہ خواب اس طرح پورا ہوا کہ 7 جولائی 1996 کو Pan African Day پر محمود ہال لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر MTA لائیو پر مختلف افریقی مما لک جیسے مارشین، نائیجیریا، سیرالیون، یوگنڈا، تنزانیہ اور گیمبیا کے تیار کردہ پروگراموں کی ویڈیو جھلکیاں دیکھیں اور گیمبیا کی ڈاکومنٹری کی تعریف کی کہ ماشاءاللہ بہت اچھی ہے۔ (رپورٹ الفضل انٹرنیشنل 19 جولائی 1996) اس خواب کا دوسرا حصہ اس طرح پورا ہوا کہ 15 جولائی 1996 کو جب خاکسار نے مسجد فضل لندن میں حضور سے ملاقات کی اور حضور نے دورانِ ملاقات ویڈیو کی بہت تعریف کی اور پھر اچانک پوچھا ''جرمنی کب جارہے ہو''؟ اس طرح یہ خواب ہو بہو پورا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے رانا صاحب کی شعبہ سمعی بصری میں کی گئی مساعی کو احسن رنگ میں قبول فرمایا۔ آمین ثم آمین۔

دعاؤں کی قبولیت کے نظارے

گیمبیا میں قیام کے دوران ایک مرتبہ ایک مقامی امام سے اس بات پر بحث ہوگئی کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا واقعہ معراج جسمانی تھا یا رُوحانی۔ رانا صاحب کے دلائل سے بے بس ہو کر اس نے کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ چونکہ ہر چیز پر قادر ہے تو یہ خدا کی مرضی ہے تو اس نے جسمانی طور پر بلا لیا۔ اس پر رانا صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بنائے گئے قوانین تبدیل نہیں کرتا وہ بولا اگر قرآن میں ہے تو دکھلاؤ۔ رانا صاحب نے اسی وقت دعا کر کے قرآن مجید کھولا تو بالکل سامنے یہ آیت تھی کہ: وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِیۡلًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی سنت کبھی نہیں بدلتا۔ اس طرح خدا کی نصرت سے وہ امام لاجواب ہو گیا۔

اسی طرح 1993 میں رانا صاحب جب خدام الاحمدیہ علاقہ فیصل آباد کی عاملہ میں بحیثیت ناظم تربیت خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ریجنل عاملہ کا ماہانہ اجلاس فیصل آباد میں قائد علاقہ فیصل آباد مکرم عظمت شہزاد صاحب کے گھر پر ہوا کرتا تھا۔ اس اجلاس میں قائد علاقہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا ہے کہ ہر احمدی سال میں ایک بیعت ضرور کروائے لہٰذا کوشش کریں کہ آئندہ اجلاس سے پہلے پہلے عاملہ کا ہر ممبر ایک بیعت کروائے۔ واپس پیر محل جا کر کوشش کی مگر کامیابی نہ ملی خدا سے بھی بہت دعا کی مگر ندارد۔ ماہانہ میٹنگ والے دن رانا صاحب گھر سے فیصل آباد کیلئے نکلے اور راستہ میں مسجد میں ظہر کی نماز کیلئے رُکے۔ نماز کے بعد ایک مولوی صاحب مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے ہماری جماعت کے ایک داعی الی اللہ مکرم غلام مصطفیٰ محسن صاحب (شہید 2002) کا پوچھا رانا صاحب نے بتایا وہ تو شہر سے باہر ہیں اگر کوئی پیغام ہے تو دے دیں۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ میں پیر محل سے باہر ایک گاؤں کی مسجد کا امام ہوں اور محسن صاحب کے زیرِ تبلیغ ہوں اور آج بیعت کرنے آیا ہوں۔

رانا عرفان صاحب نے کہا کہ آپ کل آجائیں تو وہ بولا زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں میں آج ہی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرح ان مولوی صاحب نے بیعت کر لی اور شام کو رانا صاحب نے بیعت کا تحفہ قائد علاقہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کے علاوہ بحیثیت ممبر مجلس عاملہ علاقہ فیصل آباد رانا صاحب نے دن رات، جھنگ، شورکوٹ، کمالیہ، ٹوبہ، گوجرہ 1/58 ٹکڑہ گڑھ مہاراجہ کے طوفانی دورے کئے اور قائد علاقہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ رانا عرفان صاحب کی رپورٹ کے بغیر ہماری رپورٹ ادھوری ہوتی ہے۔

برطانیہ ہجرت 1996ء

1996 میں رانا صاحب گیمبیا سے پاکستان واپس چلے گئے مگر پاکستان میں ان کا مخالف گروپ جس نے ان کو 1994 میں کراچی میں مارنے کا پلان کیا تھا ایک بار پھر ان کے خلاف سرگرمِ عمل ہو گیا لہٰذا نومبر 1996 رانا صاحب نے لندن آ کر اسائلم کر لیا۔ اور اس وقت سے آج تک خلافتِ احمدیہ کے زیرِ سایہ مسجد فضل لندن کے قریب رہائش پزیر ہیں۔

گزشتہ 25 سال سے رانا صاحب مختلف حیثیتوں میں جماعتی خدمات بجالا رہے ہیں۔ پہلے خدام الاحمدیہ اور بعد ازاں انصار اللہ کے اجتماعات میں علمی مقابلہ جات خصوصاً اردو تقریر، بیعت بازی، اور عام دینی معلومات کے مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کر کے خلیفہ وقت کے دستِ مبارک سے انعامات حاصل کرتے رہے ہیں۔ جلسہ سالانہ یو کے کے موقع پر شعبہ ضیافت، ٹرانسپورٹ، تربیت اور Special Arrangments میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بحیثیت خادم مجلس خدام الاحمدیہ EARLSFIELD اور Clapham میں بحیثیت عاملہ ممبر کام کی توفیق ملی۔ 2005 میں عاملہ ممبر جماعت Clapham رہے۔ 2003 میں خلافت خامسہ کے انتخاب کے اگلے روز حضور اقدس حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی خدمت میں خط لکھا اور

اپنے ہونے والے بچے کا نام رکھنے کی درخواست کی اوراس طرح خلافتِ خامسہ میں خلیفہ وقت نے پہلا نام انکے بیٹے کا حسّان تجویز فرمایا۔''ایک طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔''(حدیث نبوی)

ایک طاقتور مومن

جماعتی خدمات کے علاوہ مکرم رانا صاحب کوصحتِ جسمانی کے شعبہ میں خاص مقام حاصل ہے۔اپنے وقت کے بہترین کرکٹر،فٹ بال اور ہاکی کے کھلاڑی رہے ہیں۔پاکستان میں زیارت مرکز اور تبلیغی سلسلہ میں 1984 سے 1992 کے درمیان پیرمحل سے فٹ بال اور کرکٹ کی ٹیمیں ربوہ لے کر جاتے رہے۔1989 میں خدام الاحمدیہ فیصل آباد ڈویژن کی طرف سے صد سالہ جوبلی کرکٹ ٹورنامنٹ منعقدہ ربوہ حصہ لیا اور سیمی فائنل کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔1992 میں سرظفر اللہ میموریل کرکٹ ٹورنامنٹ کُنری سندھ میں بحیثیت وائس کپتان فیصل آباد ڈویژن کی طرف سے حصہ لیا اور خدا کے فضل سے کراچی جیسی مضبوط ٹیم کو فائنل میں شکست دی اور فائنل میں تین وکٹیں حاصل کیں اور 33 قیمتی رنز بنائے۔لندن میں رہائش کے دوران بھی جماعتی خدمات کے ساتھ ساتھ صحتِ جسمانی کی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ناصر کرکٹ کلب لندن کا قیام

2004 میں پہلی مرتبہ احمدی خدام پر مشتمل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مبارک اور بابرکت نام پر ناصر کرکٹ کلب کا قیام عمل میں لایا گیا جو کہ سرے کاؤنٹی کی بہت ہی مضبوط ٹیم تصور کی جاتی ہے۔اس ٹیم کے قیام کا واحد مقصد خدام میں صحت کے ساتھ ساتھ جماعتی روایات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔جن میں دوران میچ نمازوں کی ادائیگی شامل ہے۔علاوہ ازیں جماعتی وتنظیمی اجتماعات اور جلسہ کے دنوں میں کرکٹ نہیں کھیلی جاتی۔گزشتہ 15 سالوں میں 10 سے زائد مرتبہ سنڈے لیگ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔سال 2019 میں سرے کاؤنٹی کے زیراہتمام سرے سلام 2019 ٹی ٹونٹی کرکٹ ٹورنامنٹ منعقد ہوا جس میں لندن بھر سے 64 ٹیموں نے حصہ لیا اور خدا کے فضل سے پورے لندن کے چیمپئن بنے۔فائنل جیتنے کے بعد آرگنائزرز کی جانب سے Wine کی طرز کا Celebration Drink دیا گیا تا کہ کھلاڑیوں پر شاور کیا جائے مگر رانا صاحب نے دینی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے Celebrate کرنے سے انکار کردیا اور جماعتی روایات برقرار رکھیں۔ٹیم کے اراکین میں رانا مسعود احمد، رانا شاہد احمد، رانا دانیال لطیف، رانا عمران، رانا کرامت، قیصر محمود قابلِ ذکر ہیں جبکہ جماعت کا لوگو Love for all hatred for none کلب کی یونیفارم پر لکھا ہوتا ہے۔

مسرور کرکٹ ٹورنامنٹ

2008 میں صد سالہ خلافت جوبلی کے سلسلہ میں ہونے والی تقریبات میں ناصر کرکٹ کلب اور طاہر کرکٹ کلب کے درمیان رانا صاحب نے 5 میچز کی کرکٹ سیریز منعقد کی جسے بعدازاں صدر مجلس خدام الاحمدیہ یوکے مکرم مرزا فخر احمد صاحب نے سپانسر کردیا۔یہ سیریز بھی خدا کے فضل سے ناصر کرکٹ کلب نے کلین سویپ (5-0) کرکے جیتی۔اسی سال (2008) جرمنی میں منعقد ہونے والے صد سالہ خلافت جوبلی یورپین سپورٹس چیمپئن شپ میں مکرم صدر خام الاحمدیہ یوکے نے رانا عرفان شہزاد صاحب کو باوجود ناصر ہونے خدام الاحمدیہ یوکے کی کرکٹ ٹیم کا انچارج بنا کر جرمنی بھجوایا۔

2009 میں مکرم رانا عرفان صاحب کی تجویز پر مجلس صحت یوکے کے ساتھ انٹرنیشنل مسرور ٹی ٹونٹی کرکٹ ٹورنامنٹ کی بنیاد ڈالی گئی اوراب تک خدا کے فضل سے گیارہ ٹورنامنٹ منعقد کیے جاچکے ہیں۔جس میں مکرم رانا عرفان صاحب بحیثیت وائس چیئرمین کام کرتے ہیں۔اس طرح خلافت خامسہ

میں منعقد ہونے والے اس عظیم الشان کرکٹ ٹورنامنٹ کے تجویز کنندہ اور بانی رکن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس ٹورنامنٹ میں دنیا بھر سے 25 ٹیمیں شامل ہوتی ہیں۔ روزانہ ایک ساتھ 12 گراؤنڈز پر میچز کھیلے جاتے ہیں 11 میں سے 7 مرتبہ حضور انور بالمشافہ فائنل دیکھنے تشریف لائے جبکہ ٹورنامنٹ کے 5 دنوں میں 60 میچز کھیلے جاتے ہیں۔

انصاراللہ یوکے میں خدمات

مکرم رانا عرفان شہزاد مختلف حیثیتوں میں انصار اللہ یوکے میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ جن میں عاملہ ممبر مجلس مسجد فضل 2007 تا 2009۔ زعیم انصاراللہ مجلس مسجد فضل 2010۔11۔ نائب قائد تبلیغ یوکے 2011۔2012، نائب قائد ذہانت وصحت جسمانی یوکے۔ 2018۔19 منتظم تعلیم القرآن مقامی ایجن۔ 2017۔18 شامل ہیں۔ 2019 میں بحیثیت نائب قائد ذہانت وصحت جسمانی انصاراللہ یوکے کی کرکٹ ٹیم کو ہالینڈ میں ہونے والے کرکٹ ٹورنامنٹ میں بحیثیت انچارج کرکٹ ٹیم لے کر گئے۔ 2018 میں بحیثیت نائب قائد ذہانت وصحت جسمانی یوکے مکرم صدر انصاراللہ یوکے صاحب نے مکرم رانا عرفان شہزاد کو انصاراللہ کی دو کرکٹ ٹیموں کا مینیجر بنا کر نیشنل ٹی ٹوئنٹی کرکٹ ٹورنامنٹ یوکے بھیجا جو مجلس خدام الاحمدیہ کے ہر سال منعقد کرتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے یہ ٹورنامنٹ پہلی مرتبہ انصاراللہ یوکے کی ٹیم نے جیتا۔

امام الصلوٰۃ مسجد فضل لندن

رانا حبیب الرحمٰن صاحب کی دعاؤں اور خلیفہ وقت کی شفقت کے نتیجہ میں رانا عرفان شہزاد صاحب کو لندن کی پہلی مسجد میں امام الصلوٰۃ کی حیثیت سے اس مسجد میں بحیثیت امام نمازیں پڑھانے کی سعادت مل رہی ہے جس میں چار خلفائے احمدیت کے مبارک قدم پڑے ہیں۔

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے۔

پہلا علم انعامی 2010 مجلس انصاراللہ مسجد فضل لندن

2010 میں حضور انور کی منظوری سے مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب کو بحیثیت زعیم مجلس انصاراللہ مسجد فضل لندن خدمت کی توفیق ملی۔ مکرم رانا صاحب اور انکی عاملہ کی دن رات کی کوششوں سے سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے 2010 کے موقع پر مجلس مسجد فضل لندن کو سال کی بہترین مجلس ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور حضور انور کے ہاتھوں علمِ انعامی حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ دورانِ زعامت مکرم رانا عرفان شہزاد نے تبلیغ کے شعبہ میں خاص کام کیا اور پہلی دفعہ لندن سے باہر گاؤں گاؤں جا کر تبلیغی سٹال لگانے کی طرح ڈالی اور ایک مضافاتی گاؤں Horsley Village کے Town Hall میں مجلس سوال وجواب منعقد کروائی جس میں مکرم عطاء المجیب صاحب امام مسجد فضل لندن اور مکرم صدر انصاراللہ یوکے چوہدری وسیم احمد صاحب نے شرکت کی۔ اس طرح تبلیغی سٹال اور مجالسِ سوال وجواب سب سے پہلی مرتبہ لندن کے مضافات میں منعقد کرنے کی توفیق بھی مکرم رانا عرفان صاحب کو ملی۔

علم انعامی BBQ ڈنر 2010ء

علم انعامی ملنے کی خوشی میں دسمبر 2010 میں مسجد فضل لندن سے ملحقہ مارکی میں BBQ پارٹی منعقد کرنے کی توفیق بھی پائی۔ حضور انور چونکہ مجلس انصاراللہ مجلس مسجد فضل کے ممبر بھی تھے لہٰذا حضور نے ازراہِ شفقت اس عشائیہ میں شرکت فرمائی اور جماعتی اور عاملہ ممبران کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ مجلس انصاراللہ مسجد فضل لندن کی تاریخ میں حاصل کیے گئے پہلے علم انعامی اور مرکزی مجلس ہونے کی وجہ سے حضور اقدس بھی بہت خوش تھے۔ پرتکلف عشائیہ

کے بعد حضور نے از راہِ شفقت مجلس عاملہ کے ساتھ گروپ فوٹو بنوائی۔ بعدازاں حضور نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں پر موجود 100 کے قریب انصار سے بالمشافہ مصافحہ کیا اور انفرادی تصویر بنوائی۔ بلاشبہ یہ دن مکرم رانا عرفان صاحب کی زندگی کا ایک خوبصورت ترین دن تھا جب انہیں خلیفہ وقت کے پہلو میں بیٹھ کر کھانا کھانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ 2011 میں مکرم ومحترم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر انصار اللہ یوکے نے مکرم رانا عرفان صاحب کو زعیم اعلیٰ مقامی ریجن بنانے کی پیش کش کی مگر بعض ذاتی وجوہات کے پیشِ نظر صدر صاحب کی اس پیش کش کو تو قبول نہ کر سکے مگر بعدازاں بحیثیت نائب قائد تبلیغ انصار اللہ یوکے مکرم ومحترم شکیل بٹ صاحب کے ساتھ بہت اچھا کام کیا۔

ایک اور علم انعامی

اس کے علاوہ 2011 میں مکرم ومحترم مرزا وقاص احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ یوکے نے مکرم رانا عرفان صاحب کو مربی اطفال مقامی ریجن مقرر فرمایا جنہوں نے ناظم اطفال مقامی ریجن مکرم چوہدری حمید احمد مرحوم کے ساتھ مل کر پورے لندن ریجن کے اطفال میں تربیتی لحاظ سے ایک مکمل بیداری پیدا کی۔ ریجنل عاملہ کے ساتھ مل کر رانا صاحب نے ریجنل تربیتی کلاس، مقابلہ عام دینی معلومات اور دیگر علمی وصحتِ جسمانی مقابلہ جات منعقد کروائے۔ ان خدمات کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے ریجنل عاملہ اطفال مقامی ریجن کو سالانہ اجتماع 2011 کے موقع پر یوکے کا بہترین ریجن ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور حضور انور کے ہاتھوں علم انعامی سے نوازا گیا۔ بعدازاں حضور انور نے ریجنل عاملہ کے ساتھ گروپ فوٹو بنوایا۔ اس کے علاوہ مکرم رانا عرفان صاحب شعبہ تعلیم یوکے کی جانب سے قائم کردہ سنڈے سکول ساؤتھ فیلڈ اکیڈمی میں بحیثیت استاد باقاعدگی کے ساتھ پڑھاتے رہے۔

تعلیم القرآن کلاسز کا اجراء

2011-13 اور 2015-18 جماعت مسجد فضل لندن میں بحیثیت جنرل سیکرٹری کے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 2017-2018 ریجنل عاملہ انصار اللہ مقامی ریجن میں منتظم تعلیم القرآن خدمات سرانجام دیں اور باقاعدگی کے قائد تعلیم القرآن یوکے مکرم فضل احمد صاحب کے ساتھ مل کر ہفتہ وار ترجمۃ القرآن باقاعدگی کے ساتھ منعقد کرتے رہے جو کہ لاک ڈاؤن کے بعد اب آن لائن کلاس کی صورت میں جاری ہے۔ بچوں اور بڑوں میں تعلیم القرآن کے فروغ کیلئے مکرم رانا صاحب بحیثیت زعیم انصار اللہ مجلس مسجد فضل لندن 2010 سے ترجمۃ القرآن کلاسز کا باقاعدہ انعقاد کرتے رہے ہیں۔ 2010 میں منعقدہ ترجمۃ القرآن کلاس جو کہ مسجد فضل لندن میں باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہوتی تھی اور حضور اقدس کے علم میں تھی ایک بار مکرم ومحترم صدر انصار اللہ یوکے چوہدری وسیم احمد صاحب کو دفتری ملاقات میں حضور نے فرمایا کہ رانا صاحب سے کہیں کہ یہ کلاس عشاء کی نماز سے پہلے میرے آنے سے پہلے منعقد کر لیا کریں اس طرح حاضری بھی زیادہ ہوگی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نہ صرف اس کلاس سے واقف تھے بلکہ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ احباب اس میں شمولیت اختیار کریں۔ مکرم رانا صاحب کی تعلیم القرآن کے شعبہ میں خدمات پیش نظر مکرم رانا صاحب کو سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے 2018 کے موقع پر اول انعام سے نوازا گیا۔ 2018-19 بحیثیت نائب قائد ذہانت وصحت جسمانی خدمات سرانجام دیں۔

صدر جماعت مسجد فضل لندن 2019 تا حال

مکرم رانا عرفان شہزاد خدا کے فضل وکرم سے اس وقت بحیثیت صدر جماعت مسجد فضل لندن خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ رانا صاحب کا تقرر 2019-21 حضور انور کی منظوری سے ہوا اور اس کے ساتھ ہی اپریل 2019 میں حضور انور اسلام آباد تشریف لے گئے مگر خدا کے فضل اور خلیفہ وقت کی

خاص شفقت سے جماعت مسجد فضل لندن کی حیثیت بطور قصرِ خلافت ابھی تک برقرار ہے۔۔بحیثیت صدر جماعت مکرم رانا صاحب اور انکی عاملہ تربیت تعلیم تبلیغ اور فنانس کے شعبوں میں شاندار خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

مساعی چندہ تحریک جدید اور تائیدات خداوندی

حضور انور کی اسلام آباد روانگی کے ساتھ ہی مسجد فضل لندن سے مقامی احباب اور جماعتی کارکنان کی ایک کثیر تعداد اسلام آباد کے گرد ونواح میں شفٹ ہوگئی اور سال 2019 میں جماعتی تجنید 480 سے کم ہوکر 280 رہ گئی جبکہ چندہ تحریک جدید جس میں جماعت مسجد فضل لندن گزشتہ کئی سالوں سے اوّل نمبر پر تھی اس کا 30 فی صد بجٹ بھی کم ہوگیا جبکہ ٹارگٹ 45 ہزار پاؤنڈ سے بڑھا کر 50 ہزار پاؤنڈ کردیا گیا۔جس کو خدا کے فضل اور احباب جماعت کی خاص قربانیوں کے طفیل نا صرف حاصل کرلیا بلکہ پہلی مرتبہ یوکے میں 50 ہزار پاؤنڈ کا ہدف عبور کرکے 52000 پاؤنڈ وصولی کرکے اول پوزیشن برقرار رکھی۔گزشتہ سالوں میں فی کس وصولی صرف ساٹھ فی صد تھی جسے خدا کے فضل سے سو فی صد تک کیا گیا۔سال 2020 میں ٹارگٹ 51000 کردیا جبکہ بوجہ کرونا Corona Pandamic وصولی بہت کم تھی اور سال ختم ہونے سے چار دن پہلے تک وصولی صرف 37000 پاؤنڈ تھی جب یہ بات مکرم امیر صاحب یوکے کو پتہ چلی تو آپ نے جماعت کو پیغام دیا کہ ”آپ نہ صرف نمبر 1 جماعت ہو بلکہ قصرِ خلافت بھی اسی جماعت میں ہے۔“ امیر صاحب کے اس پیغام پر اس طرح عمل ہوا مکرم رانا صاحب جو کہ ٹارگٹ پورا نہ ہونے سے اس طرح پریشان تھے کہ خدا سے یہ دعا کر رہے تھے کہ

کوئی ایسا مینہ برسا مولا — کوئی ایسی چلے ہوا مولا
مقصود دا گو ہر مل جاوے — میری آس دا بوٹا کھل جاوے

خدا نے رانا صاحب کی یہ دعا سن لی اور صرف بقیہ تین دنوں میں معجزانہ طور پر وصولی 37000 پاؤنڈ سے بڑھ کر 53500 پاؤنڈ ہوگئی اور جماعت مسجد فضل لندن 276 کی تجنید پر 53500 پاؤنڈ وصول کرکے یوکے میں تیسرے نمبر پر آئی جبکہ آلڈر شارٹ جماعت 650 کی تجنید پر 81000 پونڈز کی وصولی کے ساتھ پہلے اور اسلام آباد جماعت 470 کی تجنید پر 71000 پونڈز کی وصولی کے ساتھ دوسرے نمبر پر رہی جبکہ جماعت مسجد فضل فی کس وصولی کے ساتھ (194 فی کس) پورے یوکے میں پہلے نمبر پر رہی۔بارك الله لكم۔اس کے علاوہ مالی قربانیوں میں جماعت کی طرف سے مسجد بیت الفتوح کی تعمیر نو کے سلسلہ میں دیا گیا 130000 پونڈز کی ٹارگٹ بھی خدا کے فضل سے پورا کردیا گیا۔

خدا کی فوری مدد کا خاص واقعہ

تحریک جدید کے سال کے خاتمے کے آخری دن مورخہ 31 اکتوبر 2020 جب وصولی کا ٹوٹل کیا گیا تو وہ 51500 سے زائد تھی جو کہ گزشتہ سال سے 500 کم تھی۔رانا صاحب نے بقیہ 500 پورے کرنے کیلئے عاملہ گروپ میں باقی رقم کی اپیل کی۔یہ میسج عاملہ کے واٹس ایپ گروپ کی بجائے غلطی سے جماعت مسجد فضل لندن کے گروپ میں چلا گیا اور خدا کے فضل وکرم سے صرف 15 منٹ میں لوگوں نے نہ صرف 500 کی رقم پوری کردی بلکہ وصولی بڑھ کر 53500 ہوگئی۔اس طرح یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر ایمانداری سے کوشش کی جائے تو کوئی بھی بات ناممکن نہیں۔

Covid-19 اور جماعتی خدمت

2020 دنیا کی تاریخ کے بھیانک سالوں میں سے ایک ہے جب فروری سے آج تک دنیا کرونا جیسے موذی مرض سے نبرد آزما ہے۔مارچ میں جب

لاک ڈاؤن ہوا تو جہاں پوری دنیا اپنے گھروں میں چھپی ہوئی تھی مکرم رانا صاحب نے بحیثیت صدر جماعت اپنی عاملہ کے ساتھ مل کر خدمت انسانیت کی عظیم مثال قائم کی۔سب سے پہلے جماعتی حکم کے تحت مقامی طور پر ایک ہزار سے زائد خطوط گھروں میں تقسیم کیے گئے اور لوگوں کو قطع نظر مذہب ومسلک خدمت کی پیش کش کی گئی۔ جسے مقامی لوگوں نے بہت سراہا بذریعہ سوشل میڈیا شکریہ کے پیغامات بھیجے۔لوکل کمیونٹی اور جماعت کے افراد کے گھروں میں شاپنگ، ادویات، پانی اور دیگر اشیاء باقاعدگی کے ساتھ پہنچائی گئیں۔ہاتھ سے بنے ہوئے ماسک، گاؤنز اور کھانے پینے کی چیزیں مقامی Food Bank کو دی گئیں۔اس کام کیلئے خاص طور پر بوڑھے، مریض، معذور اور Single Mothers کی خدمت کا خاص خیال رکھا گیا۔

کرونا سیفٹی آفیسر (Covid Safety Officer)

لاک ڈاؤن کے بعد جولائی 2020 جب مساجد مشروط طور پر دوبارہ کھلیں تو مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب کو مسجد فضل لندن جیسی تاریخ ساز مسجد کا Covid Safety Officer نامزد کر دیا گیا۔جن کے ذمہ تین نمازوں کا گورنمنٹ کے قوانین کے مطابق ادا کرنے کا ٹاسک سونپا گیا۔اگرچہ اس کام میں جماعتی طور پر اجازت تھی کہ پورے لندن ریجن سے رضا کار لیے جا سکتے تھے مگر خدا کے خاص فضل اور رحم کے ساتھ جماعت مسجد فضل کے احباب اور عاملہ ممبران کے تعاون سے یہ ڈیوٹی جولائی 2020 تا نومبر 2020 نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کی جاتی رہی۔

COVID Heero 2020 کا خطاب

لوکل حکومتی سطح پر اس بات کو بہت سراہا گیا۔سرے کونٹی اور اوول کرکٹ اسٹیڈیم کی جانب سے مکرر رانا عرفان شہزاد کو لوکل کمیونٹی کی خدمات کے صلہ میں کوڈ ہیرو 2020 کا خطاب دیا گیا۔اور ان کا نام سرے کرکٹ فاؤنڈیشن اور سرے کاؤنٹی کی ویب سائٹ پر تصویر کے ساتھ موجود ہے۔

تارکینِ وطن کی خدمت

ان تمام خدمات کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہے کہ جب سے رانا عرفان صاحب اس ملک میں آئے ہیں خاص طور پر 1996 تا 2005 پاکستان سے سیاسی پناہ گزین احمدی احباب کی ایک بڑی تعداد لندن تشریف لائی۔ان احباب میں خواہ رشتہ دار ہوں یا دوست ہوں ان کو ائرپورٹ سے لے کر کیس پاس ہونے تک ان کی ہر طرح خدمت کی۔ وقت دیا۔اور ان خاندانوں کو اپنے گھر میں رکھا۔اس طرح آج یہ سینکڑوں لوگ لندن میں مستقل رہائش پذیر ہیں۔تارکین وطن کی خدمت میں ان کی اہلیہ اور بچوں نے بھی عظیم قربانی کی۔اللہ تعالیٰ ان سب کو بہتر جزا دے۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یوکے

مکرم رانا صاحب شروع ہی سے ٹکوسا یوکے کے فعال ممبر کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ٹکوسا یوکے کے پہلے صدر مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کے ساتھ بطور نائب سیکرٹری تجنید تعلیم الاسلام کالج کے گمشدہ طلباء کو تلاش کر کے ان کی لسٹیں بنائیں اور TICOSA کے زیر اہتمام ہونے والے پروگراموں کے انعقاد میں ہمیشہ مکرم رانا صاحب صفِ اوّل میں رہے ہیں۔اس کے علاوہ صحت جسمانی کے کاموں میں بحیثیت نائب سیکرٹری صحت جسمانی گزشتہ سال 2019 سپورٹس ریلی اور عید چیلنج کپ کرکٹ ٹورنامنٹ منعقد کیا۔2020 کے سالانہ اجلاس میں مکرم رانا عرفان شہزاد کو حضور اقدس کی منظوری سے سیکرٹری صحت جسمانی TICOSA UK مقرر کیا گیا۔مارچ 2020 میں انٹرنیشنل باسکٹ بال ٹورنامنٹ منعقد کیا جانا تھا جو کہ بوجہ کورونا منسوخ کرنا پڑا مگر TICOSA جرمنی کی ٹیم چونکہ تیار تھی لہٰذا حضور انور کی خاص شفقت سے نا صرف وہ لندن تشریف لائے بلکہ ایک دن کا ٹورنامنٹ بھی

کھیلا جسمیں TICOSA یو کے نے کامیابی کی اور بعدازاں حضور کے ساتھ گروپ فوٹو کی بھی توفیق ملی۔قصہ مختصر مکرم رانا صاحب TICOSA یو کے کے ایک فعال رکن ہیں۔تعلیم، تربیت، کھیل یا مراکش کا ٹرپ ہو رانا عرفان صاحب ان سب سرگرمیوں کا لازم وملزوم حصہ ہیں۔

شادی اور اولاد

مکرم رانا عرفان شہزاد صاحب کی شادی مورخہ 30 اکتوبر 1998 مکرم ثمینہ حفاظت رانا صاحبہ بنت رانا حفاظت علی صاحب مرحوم سے ہوئی۔رانا صاحب کے سسرال لکی نو حال مقیم اسلام آباد پاکستان کے رہنے والے ہیں۔مکرمہ ثمینہ حفاظت کے والد رانا حفاظت علی جوان عمری ہی میں وفات پا گئے۔والد صاحب کی وفات کے بعد ثمینہ حفاظت صاحبہ کی رخصتی ان کے چچا رانا محمد صادق صاحب آف اسلام آباد اور رانا مبشر احمد صاحب آف اسلام آباد نے کی۔مکرمہ ثمینہ حفاظت صاحبہ مکرم رانا ولی محمد صاحب مرحوم کی پوتی ہیں۔آپ اس وقت سیکریٹری ضیافت مسجد فضل لندن ہیں۔

آپ کی پانچ اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1)۔اُسامہ شایان رانا 11۔08۔1999 (وقفِ نو) لندن میں حضور انور کی ہدایت پر قانون کی ڈگری حاصل کر رہے ہیں۔

(2)۔حسّان شہزاد رانا 30۔08۔2003 (وقفِ نو) سٹوڈنٹ A لیول۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلا نام حسان کا رکھا تھا۔

(3)۔رانا حبیب الرحمن 12۔02۔2009 (وقفِ نو) اس بچے کا نام اس کے دادا جان کے نام پر رکھا گیا۔

(4)۔کائنات صبا رانا 14۔01۔2002 (واقفہ نو) طالبہ گریجویشن سوشیالوجی لندن۔

(5)۔الیشبہ نایاب رانا 01۔08۔2006 (واقفہ نو) طالبہ GCSE ہوئی سکول لندن۔



زاہدہ تبسم بنت رانا حبیب الرحمن خاں

رانا عرفان شہزاد

میری باجی زاہدہ تبسم رانا جن کا پیدائشی نام زاہدہ پروین تھا۔چھٹی کلاس میں میری بڑی باجی مسرت حبیب صاحبہ نے ان کا نام تبدیل کر کے زاہدہ تبسم رکھ دیا۔آپ 7 مئی 1964ء کو جنگل امام شاہ میں پیدا ہوئیں۔باجی کی پیدائش کے چند لمحہ پہلے جس کمرہ میں امی دردِ زہ میں مبتلا تھیں ابا جی نے وہاں دو دفعہ اس جگہ روشنی دیکھی۔جہاں میری امی لیٹی ہوئی تھیں۔جنگل امام شاہ سے چلی یہ روشنی ایثار، قربانی اور لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں کا سفر طے کرتے ہوئے لندن میں بھی نئی منزلوں کی طرف گامزن ہے۔

تعلیم

باجی نے اعلیٰ تعلیم محنت کے اور خدا کی تائیدات کے ساتھ حاصل کی۔1980ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد صرف 17 سال کی عمر میں ایک پرائیویٹ سکول میں ملازمت کی اور اسی دوران 1983 میں صرف چار ماہ کی ان تھک محنت کے بعد ایف اے کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔بی اے 1984۔85 اسلامیہ کالج فیصل آباد سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔1986۔87 بی ایڈ گورنمنٹ کالج سمن آباد فیصل آباد سے کیا۔1986 میں نئی روشنی سکیم کے لئے انٹرویو دیا انٹرویو کرنے والے عملے نے انہیں کہا کہ بی اے میں فرسٹ ڈویژن بہت کم لوگوں کو ملتی ہے، آپ

یہاں کیوں جاب کر رہی ہیں۔ باجی نے بتایا کہ میں بی ایڈ کر رہی ہوں لیکن وہ عملہ اس پہ بھی مطمئن نہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ باجی ایم اے کرے۔ فروری 1987 کو گورنمنٹ نئی روشنی سکیم میں بطور سپر وائزر سکول ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ جاب کر لی۔ خاکسار نے باجی کے ساتھ بطور ٹیچر روشنی سکیم میں جاب حاصل کی۔ دور دراز علاقوں میں وزٹ کے لئے میں باجی کے ساتھ جاتا تھا۔ اس دوران باجی زاہدہ کا بی ایڈ کا رزلٹ آ گیا۔ اور ساتھ ہی ہائی سکول ٹیچر کی آسامیاں خالی تھیں تو وہاں اپلائی کر دیا۔ اس پوسٹ کے لئے لوگ رشوت اور سفارشیں لے کر گھوم رہے تھے میری باجی نے صرف اللہ کی نصرت کے ساتھ اس جاب کو حاصل کیا۔

ہیڈ مسٹرس:۔

گورنمنٹ گرلز سنٹر مڈل سکول 329 گ ب 1988 تا جولائی 1993 (کم عمر ہیڈ مسٹرس) یہاں اللہ کی تائیدات و نصرت باجی کے شامل حال تھیں۔ باجی نے نہایت ایمان داری اور جانفشانی سے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتظامی صلاحیتوں کی ڈھاک بٹھا دی۔ ایک دفعہ تمام ہیڈ مسٹرس کے ساتھ ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر کی میٹنگ تھی۔ انہوں نے ذکر کیا کہ سپورٹس کے دوران جب تقسیم انعامات ہوتی ہے تو ڈسپلن نہیں رہتا تو باجی نے بڑی خود اعتمادی سے کہا کہ:۔ ''آپ گیمز مرکز جٹیانہ میں کروائیں ہم دیکھیں گے کہ ڈسپلن کیسے نہیں ہوتا'' ایک دفعہ باجی کے سکول میں بھی مرکز جٹیانہ کی گیمز ہوئیں۔ ہمارا سارا خاندان ان گیمز کو کامیاب بنانے میں شامل رہا تھا۔ بڑی بہنیں ٹیبلوز اور پی ٹی شوز کے لئے یونیفارم تیار کر رہی تھیں۔ اختر سعید کے ہاتھوں کی لکھی گئیں دیواروں پہ اقوال زریں ابھی بھی موجود ہیں۔

خاکسار پی ٹی شو کی تیاریوں میں مصروف

باجی کا تمام سٹاف بھی بہت اچھا تھا۔ باجی کا جب اس سکول میں تقرر ہوا تو اس وقت عربی ٹیچر نہ تھی باجی نے خود عربی سیکھی اور تینوں کلاسز کو چھٹی تا آٹھویں کو خود عربی پڑھائی۔ پورے سنٹر کے لئے تنخواہوں کے بل پاس کرانا پیسے بنک سے نکلوانا اور پھر تقسیم کرنے کا سب کام باجی خود کرتی۔ اس سے قبل یہ تمام کام کسی کلرک کو پیسے دے کر کرواتے تھے۔ اساتذہ کی کٹوتی کم ہوتی تو وہ خوش اور عربی ٹیچر کو پیسے نہ دینے پہ والدین خوش۔ باجی کی انہی شاگردوں میں ایک شاگرد مانچسٹر یوکے میں بھی ہیں۔ باجی کو فون کر کے اس شاگرد نے بتایا کہ جب وہ فیصل آباد جی سی یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔ تو احمدی بچیاں اس کے ساتھ پڑھتی تھیں کہتی میں انکو بتاتی تھی کہ میں آپ کا احترام صرف اس وجہ سے کرتی ہوں کہ میری میڈم بھی احمدی تھیں۔

ایک اعزاز

1990ء میں حکومت پاکستان نے قرارداد پاکستان کی گولڈن جوبلی بھی منائی گئیں تو ڈویژن لیول پہ ضلع کے بہترین سکولز اور ہیڈ مسٹرس کو ایوارڈ دیئے گئے ان ایوارڈز میں ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ می بہترین مڈل سکولز میں باجی کا سکول اور بہترین ہیڈ مسٹرس کا ایوارڈ باجی کو دیا گیا۔ باقی ہیڈ مسٹرس زاہدہ باجی کے ایوارڈ سے نہ خوش تو نہ تھیں۔ سب باجی کی محنت، خوش اخلاقی، دوستانہ روّیہ کی وجہ سے بہت محبت کرتی تھیں لیکن انہوں نے اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر سے ضرور پوچھا کہ زاہدہ تبسم نے ایسا کیا کیا ہے تا کہ ہم بھی وہ کریں۔ لیکن ان کو پتہ نہ تھا ذالک فضلُ اللہ یوتیہِ من یشاءُ۔ اس کے ساتھ ساتھ باجی نے اپنی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ باجی زاہدہ نے 1988 میں ایم اے پولیٹیکل سائنس پرائیویٹ اور 1989 میں ایم اے اسلامیات کا پرائیویٹ امتحان دیا اور دونوں میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہو گئی۔ 1993 میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان دیا۔

اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر گوجرہ اس دوران باجی کی تقرری ہوگئی (جولائی 1993 تا ستمبر 1993) اور اکتوبر 1993 میں باجی کی ڈائریکٹ سلیکشن بطور سبجیکٹ سپیشلسٹ پولیٹیکل سائنس گورنمنٹ گرلز ہائرسیکنڈری سکول پیرمحل تحصیل کمالیہ میں ہوگئی (11اکتوبر 1993 تا دسمبر 2002) اور یہ عرصہ بھی دو بچوں اور بیمار والدہ کی تیمارداری اور کالج کی بے انتہا مصروفیات میں گزرا۔ اس جگہ بھی وہی محنت اور لگن، پرنسپل کی تابع فرمانی، مڈل اور ہائرسکنڈری سکول ٹیچرز کے ٹائم ٹیبل بنانا گیارھویں بارھویں کے ایڈمیشن جو کہ کلرک کا کام تھا لیکن میڈم نے یہ ذمہ داری بھی باجی کو دے دی اور آپ کا مضمون نہ ہوتے ہوئے بھی عربی سیکھنا اور گیارہویں بارہویں کی طالبات کو پڑھانا۔ اللہ کا خاص فضل ہی تھا جو بے انتہا ذمہ داریوں کو نہایت احسن طریقے سے نبھایا۔

شاندار رزلٹ

سکول کی پرنسپل رضیہ صالح صاحبہ مرحومہ باجی کی استاد و میڈم تھیں (یہ میڈم آپا بشریٰ لئیق، آپا نسیم مرحومہ اور پھوپھی شاہدہ شاہین مرحومہ زوجہ کرنل عبدالباسط کی بھی میڈم و استاد تھیں) جس کی وجہ سے باجی پہ تمام اسٹاف سے زیادہ اعتماد کرتی تھیں بلکہ وہ دو احمدی ٹیچرز ایک میری باجی اور دوسری شاہدہ پروین عربی ٹیچر (الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سالی تھی) قائم مقام پرنسپل کے لئے پہلا نام شاہدہ پروین کا ہوتا جو کہ باجی سے سینئر تھیں اور دوسرا باجی کا۔ شاہدہ پروین کے تبادلے کے بعد باجی نے عربی کلاسز لینا شروع کیں۔ شاہدہ پروین صاحبہ گیارہویں بارہویں کو انگلش بھی پڑھاتی تھیں۔ 1995ء میں پرنسپل صاحبہ نے باجی کو انگلش کلاسز لینے کا کہا جو کہ کافی مشکل تھا ایک بیٹا دو بھائی بیمار والدہ، پھر حاملہ لیکن میڈم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آپکو پتہ ہے میں نے انگلش میں کتنے مضمون آپ کی کلاس کو یاد کروائے تھے۔۔ اور باجی نے اپنی استاد کے اس مان کا پاس رکھا اور انگلش کلاسز بھی لینی شروع کر دیں۔ اس وقت گیارہویں میں ایک ایک کلاس میں تین سو سے زائد طالبات ہوتی تھیں۔ لازمی مضمون کی وجہ سے سب طالبات کے لئے پڑھنا ضروری تھا۔ کالج کے رزلٹ کا تمام تر دارومدار انگلش کے رزلٹ پر ہوتا تھا۔

انگلش اے میں نمبر لینا زیادہ مشکل تھا انگلش بی کے مقابلہ میں لیکن سہ ماہی ٹیسٹ میں جب دونوں انگلش اے، بی کے رزلٹ کا جائزہ لیا گیا تو انگلش اے کا رزلٹ کچھ فیصد تک زیادہ تھا۔ ان دونوں ٹیچر کی محنت کا یہ نتیجہ ہوا کہ 1996 کا سال ایف اے کا رزلٹ 40٪ رہا جو کہ نہایت شاندار تھا۔ ان دنوں کالجز کے رزلٹ بہت کم ہوتے تھے مجھے یاد ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ڈگری کالج کا رزلٹ صرف 2٪ رہا تھا۔ دوسرا نہایت مشکل مضمون مطالعہ پاکستان تھا۔ باجی کے پڑھانے کا طریقہ بہترین تھا یہ رزلٹ بھی 98٪، 99٪ رہا۔

بہترین ٹیچرز سرٹیفیکیٹ

1999 میں گورنمنٹ آف پنجاب نے بہترین کارکردگی اساتذہ کے لئے سرٹیفیکیٹ اور کچھ پرائز دینے کی سکیم کا اجراء کیا۔ باجی کو اللہ کے فضل سے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دو سال بہترین اساتذہ میں سیکنڈ پرائز ملا۔ اسکے بعد گورنمنٹ نے سکیم ختم کر دی۔

طالبات کی پسندیدہ استاد

باجی ہمیشہ ان ترقیات کے لئے خدا کی شکرگزار ہوتی ہیں انکا کہنا ہے کہ یہ تمام اباجی کی دعائیں، خلافت کی برکات اور جب بھی کوئی کام شروع کرتیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ ذہن میں رکھ کر دعا کرتی کہ

''میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے''

یا اللہ پیارے امام الزماں کے ان الفاظ کی لاج رکھتے ہوئے مجھے کامیاب کرنا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے مسیحؑ کے الفاظ کی لاج رکھی۔

1998 میں ان تمام مصروفیات کے باوجود باجی نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ذریعے MEd کرنے کا فیصلہ کیا جو کہ ان دنوں انگلش میں ہوتا تھا۔ وہ بھی اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ بچیاں تمام گھریلو و ذاتی ذمہ داریاں اور مسائل باجی سے ڈسکس کرتیں۔ غریب طالبات کی فیس کا انتظام کرنا اور انکو گھر میں فری ٹیوشن پڑھانا۔ طالبات باجی سے بہت محبت کرتی تھیں۔ باجی نے کبھی بھی طالبات سے سختی نہ کی۔ طالبات میں باجی کو شہزادی کا خطاب دے رکھا تھا۔ باجی زاہدہ نے تمام اساتذہ کے ساتھ بھی ہمیشہ دوستانہ و محبت کا روّیہ رکھا۔

جماعتی مخالفت

محترمہ رضیہ صالح صاحبہ مرحومہ کی ریٹائرمنٹ کے وقت پرنسپل صاحبہ باجی کو چارج دے کر جانا چاہتی تھیں۔ وہ اور تمام ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے آفیسر جانتے تھے کہ نہایت ایمانداری اور بہترین صلاحیتوں کے ساتھ زاہدہ تبسم اس سکول کو سنبھال سکتی ہیں۔ اس وقت عہدہ کی خواہش منداساتذہ نے آفیسرز کے ذہن میں یہ ڈالنا شروع کر دیا کہ یہ احمدی ہیں اپنی تبلیغ کریگی۔ اور رضیہ صالح صاحبہ کی ریٹائرمنٹ کے بعد محترمہ نسیم اختر صاحبہ پرنسپل بنی۔ اسی دوران رجانہ سے ایک شر پسند لیکچرر آ گئی تو اس نے رجانہ کے ملانوں کے ساتھ مل کر باجی کی بائر حصہ کی لیکچررز کو جماعت کے خلاف بھڑکانہ شروع کر دیا۔ ٹائم ٹیبل بننے کے وقت کہا کہ عربی اور اسلامیات زاہدہ نے نہیں پڑھانی باجی نے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن پھر کوئی نہ پڑھا سکی۔ چونکہ باجی محنت کے ساتھ اور باقی سے زیادہ پیریڈ لیتی تھیں۔ یہ دونوں مضامین باجی کے ٹائم ٹیبل میں نہ تھے۔ باجی صرف ان مضامین کی ٹیچرز نہ ہونے کی وجہ سے اور طالبات کی محبت میں پڑھاتی تھیں۔ دوسری کوشش اس نے باجی کا میس الگ کرنے کی کی لیکن باجی زاہدہ کی ساتھی کولیگز نے آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ جب بھی ضرورت ہوتی ہے ہمیشہ زاہدہ تبسم ہماری مدد کرتی ہیں۔ باجی لوکل رہائشی ہونے کی وجہ سے چھٹیوں میں ان سب کے فرائض خود ادا کر دیتی تھیں۔ جب ٹائم ٹیبل بناتی تو زائد لیکچر خود رکھتی۔ باقی لیکچرر چونکہ دور سے آتی تھیں تو باجی نے صبح کے پہلے پیریڈز اور آخری خود رکھے یعنی ان کو آسانی دینے کے لئے خود ہر طرح کی قربانی کرتی رہی۔ اس طرح ریفرشمنٹ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ لیکن مسز فیاض ایک مخالفت کا بیج بو چکی تھیں۔ ان دنوں بھائی مصطفی محسن شہید پیر محل کی بیٹی بھی باجی کی سٹوڈنٹ تھی تبلیغ کے لئے تمام معلومات باجی مصطفی محسن بھائی سے لیتی اور رات کو مسجد میں بیٹھ کر یہ نوٹ تیار کرتے۔

ہجرت

دسمبر 2001 میں مخالفین نے بھائی مصطفی کو شہید کر دیا تو اس سے باجی بچوں کے لئے پریشان ہو گئیں۔ تو باجی نے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ 29 دسمبر 2002 میں اپنی اتنی محنت سے حاصل کردہ جاب عزت شہرت اپنا اسٹیٹس (وائس پرنسپل) چھوڑ کر طارق بن زیاد کے نمونہ پر چلتے ہوئے تمام کشتیاں جلا کر جاب سے چھٹی لئے بغیر لندن آستانہ خلافت آ گئیں۔

جماعتی خدمات

الحمد للہ باجی کا کیس 5 ماہ میں پاس ہو گیا باجی یہاں بھی اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھ سکتی تھیں لیکن باجی نے جماعت کی خدمت کو ترجیح دی۔ باجی ارلز فیلڈ حلقہ کی صدر لجنہ تھیں۔ انہی دنوں باجی کا چائلڈ کیئر لیول 3 میں ایڈمیشن ہو گیا۔ بچو نکے ساتھ دونوں کام کرنا مشکل تھے تو باجی نے کورس چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت ایک غیر احمدی ٹیچر طاہرہ نے کہا کہ زاہدہ آپ کیا کر رہی ہیں لیول تقرری کے بعد آپ کا مستقبل بہت روشن ہو گا لیکن

باجی نے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور کورس چھوڑ دیا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جیسے ہی باجی نے کورس چھوڑا تو اس وقت جماعتی طور پر حلقے تقسیم ہوئے اور باجی کا حلقہ وانڈزورتھ ہوگیا۔ اور اسطرح تین ماہ بعد باجی بطور صدر لجنہ مدت بھی ختم ہوگئی۔ لیکن باجی کو کوئی افسوس نہ ہوا کہ کورس چھوڑ دیا اور اب عہدہ بھی نہیں رہا۔

صدر لجنہ ارلز فیلڈ حلقہ

باجی نے ساڑھے پانچ سال کا عرصہ بہت کامیاب گزارا۔ حلقہ کی تعلیم و تربیت تقریباً آٹھ وصیت کروائیں۔ خود فارم فل کرنا اور گھر گھر جا کر سائن کروانے اور وصیت آفس میں جمع کروانا۔ اپنی عاملہ طلعت چوہدری کے ساتھ مل کر مٹھائی بنانا اور عید پر گھر گھر جا کر تقسیم کرنا۔ تلفظ قرآن کریم، تبلیغ ہر شعبہ میں حلقہ میں ترقی کی۔ حلقہ کو تیرھویں پوزیشن سے آپ 2011 میں سیکنڈ پوزیشن پر لائیں۔ اور حضور کے دستِ شفقت سے انعام وصول کیا۔ تبلیغ کا شعبہ ستارھویں پوزیشن سے سیکنڈ پر آیا۔ 2012 میں پھر حلقہ فرسٹ آیا تو باجی نے لجنہ اماء اللہ اجتماع پر حضور سے صبح کے وقت انعام وصول کیا۔ تو دوسرے اجلاس میں انصار اللہ کی طرف سے خاکسار نے پیارے حضور سے علمِ انعامی وصول کیا۔ ہم سوچ سکتے ہیں کہ اس روز ہمارے ابا جی رانا حبیب الرحمن کی رُوح کو کتنی تسکین ملی ہوگی۔

تبلیغ

باجی کو تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق تھا اور ہے۔ 1989 میں جب ایم اے اسلامیات کا امتحان دیا تو اس امتحان میں ایک سوال حضرت عیسیٰ ؑ کے بارہ میں آیا تھا۔ باجی نے نتیجے کی پرواہ کئے بغیر وفاتِ مسیح کا جو جماعتِ احمدیہ کا جو عقیدہ ہے وہ لکھا۔ لندن میں اپنے حلقہ میں اور حلقہ سے باہر بھی جہاں تک ممکن تھا اپنی استطاعت سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود ؑ کا پیغام پہنچایا۔ اولڈ ہومز، چرچز وزٹ سکول ٹاک، چیرٹی، جب بک ریڈنگ کا سکول میں ہفتہ منایا جاتا تو باجی مختلف کلاسز کے ٹیچرز سے وقت لیتی تھیں۔ متین بھٹی صاحبہ، میں اور مسرت چوہدری صاحبہ کلاسز میں جا کر بچوں کو اسلام کے بارے میں کہانیاں سناتے۔ چرچز میں جماعتی کتابوں کے سٹالز، عیدملن وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ہر ہفتہ حلقہ میں سموسے بنائے جاتے اور کبھی سکول میں ٹیچرز کو بریانی، سموسے بھیج رہے ہیں کرسمس اور گرمیوں کے سکول کے فیئرز کے سٹال لگاتے اور ساتھ جماعت کا لٹریچر اور کتابیں ضرور رکھتے۔ 2012 سکول گورنر Swa field primary سکول میں باجی کا انتخاب پیرنٹس گورنر میں بھی ہوا۔ 2016 تا حال ہنری پرنس ریذیڈنس ایسوسی ایشن کی چیئر پرسن کی حیثیت سے باجی کو توفیق ملی۔

ارلز فیلڈ فوڈ بنک، کی فاؤنڈیشن میں بھی باجی اپنی دو لجنات متین بھٹی صاحبہ اور طلعت چوہدری صاحبہ اس میٹنگ میں شریک تھیں۔ اس وقت میٹنگ میں موجود افراد نے جب اس فوڈ بنک کا نام کرسچن فوڈ بنک تجویز کیا، تو باجی کی St.Andrew church کی ایک فرینڈ denise نے کہا کہ اس میٹنگ میں تین مسلمان شریک ہوئے ہیں آپ اس فوڈ بنک کا نام کرسچن فوڈ بنک کیسے رکھ سکتے ہیں؟ پھر فوڈ بنک کا نام ارلز فیلڈ فوڈ بنک رکھا گیا۔ 2018 میں بھائی جان طاہر کی وفات پہ انہوں نے باجی کو کارڈ بھیجا۔ کرسچن دوستوں نے بھی کارڈز اور پھول بھیجے۔

نکلس سٹورٹ پروجیکٹ

جب سے اس پروجیکٹ کا آغاز ہوا ہے باجی اس پروجیکٹ کی ممبر ہیں۔ اور اس کی چیئر پرسن Jennefer کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں اور اس کی

ہر ممکن مدد کرتی ہیں۔ فلائرز بنانا، پوسٹ کرنا، میٹنگز اٹینڈ کرنا اور فن ڈے وغیرہ پر جانا، میں بھی مدد کرتی ہیں۔ مالی اور جانی ہر طرح کی مدد کرتی ہیں۔ نقل پوسٹر مندرجہ ذیل ہے۔

Family Eid Party FOR HENRY PRINCE RESIDENTS

AT HENRY PRINCE CLUBROOM ON

FRIDAY 30th JUNE 2017 7:30 TO 10:30 PM

Zahida Rana,Chairperson RA

چرچ St.Andrew میں متین بھٹی صاحبہ کے ساتھ ہر ہفتہ گارڈننگ کرتی رہیں۔ اور اس چرچ کے بہت سے ممبرز کو مسجد کا وزٹ بھی کروایا غرض کہ تبلیغ کے سلسلہ میں باجی کا اتنا کام ہے کہ ان سب کو بیان کرنا مشکل ہے۔ پس باجی نے ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس خواہش کو کہ: ''کاش ہمیں انگلش زبان آتی تو ہم خود خدائے وحدہٗ لاشریک کا پیغام پہنچاتے'' پیغام کو پہنچانے کی جان توڑ کوششیں کیں۔

خدمتِ خلق

حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے مطابق کہ آپ کا ایک کام بنی نوع انسان کی بلاتفریق مذہب وملت خدمت ہے۔ باجی نے اپنے یا پرائے ہوں سب کی تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً آٹھ سال سے پاکستان میں مختلف علاقوں میں مریم شادی فنڈ اور ضرورت مندوں کو اشیاء وغیرہ بھیج رہی ہیں۔ اگر کسی کو پیسے کی ضرورت ہے تو پیسے سے بھی مدد کرتی ہیں۔ اور اگر دنیا کے کسی بھی ملک سے آئے ہوئے مہمانوں کی مہمان نوازی ہے اپنے آپ کو مشکل میں ڈال کر ان کی ہر ممکن مدد کرتی ہیں۔

امی کے لئے نیم پلیٹ۔ جب لجنہ سائیٹ میں نیم پلیٹ کی تحریک میں حصہ لیا۔ اس کے لئے ایک ہزار پونڈز عطیہ دیئے۔

کنواں

بھائی جان طاہر کی وفات کے بعد ان کے لئے اور سسرالی خاندان کے مرحومین کے لئے پاکستان میں ہیومینٹی فرسٹ کے تحت کنواں لگوایا۔ باجی کے ایک ایک وقت میں اتنے کام ہیں کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے کہ ایک جان اتنے کام کیسے کرسکتی ہے۔ اہم بات اسمیں یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت پہ بھی بھرپور توجہ ہے بلاشبہ یہ خدا کی طرف سے عطا کردہ خاص عنایت ہے جو یہ سب ممکن ہوسکا۔ اس سلسلہ میں اپنی ساس بشریٰ کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ جب وہ پانچ ماہ تک ڈنٹشین سنٹر میں، میں اور میری بیوی تقریباً ہر روز ان سے ملاقات کے لئے جاتی تو نہ صرف میرے بچوں کو سنبھالا بلکہ اس وقت وکیلوں کو دینے کیلئے ہزاروں پونڈز کا انتظام بھی کیا۔ جب میری ساس بشریٰ 2011 تا 2012 ہسپتال میں داخل ہوئیں تو رات ان کے پاس گزارتیں۔ باجی بشریٰ اور میری بیوی ثمینہ باجی کی ان خدمات کی بہت مشکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزا دے آمین۔ باجی، رویا صادقہ، صاف دل دعا گو میری باجی نہایت عبارت گزار تہجد گزار قرآن پاک کی باقاعدگی سے فجر کے وقت تلاوت کرنے والی اور قرآن کی بہت سی لمبی سورتیں حفظ کرنے والی ہیں، سورہ یٰسن رحمن، واقعہ، نور اور ہر وقت درود شریف سے زبان کو تر رکھنے والی۔ اس ذکرِ الٰہی کی عادت سے باجی کو سچی خوابیں بھی آتی ہیں۔

سچی خوابیں

جو دیکھا وہ یا تو اس دن پورا ہو گیا یا بعد میں۔ باجی کے 2002 میں یو کے آنے سے پہلے دیکھا کہ آنحضرتؐ کے استخواُن مختلف الماریوں میں پڑے

ہیں۔ باجی ان کو اکٹھا کر رہی ہیں دورانیں آپ نے پیارے حضور ﷺ کی دو مختلف الماریوں سے اٹھائیں اور ایک تابوت میں رکھیں جو کہ جہاز میں جانے کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ باجی نے اس وقت سوچا بھی نہ تھا کہ وہ باہر جائیں گی۔ باجی یوکے آئیں اور آنحضرت ﷺ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ جب پیارے امام کی طرف سے لائف آف محمدؐ انگلش میں تقسیم کرنے کی تحریک فرمائی تو باجی کے حلقہ ارلز فیلڈ نے ایک سہ ماہی میں 200 کتابیں تقسیم کر دیں۔ ایک دفعہ باجی نے خواب میں دیکھا کہ بشریٰ صاحبہ دختر ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب آپ کو خواب میں ایک چمکتا ہوا ایک پونڈ کا سکہ دیتی ہیں۔ صبح کو جب شاپنگ کے لئے گئیں تو اسی طرح کا چمکتا ہوا ایک پونڈ کا سکہ باجی کو راستے میں ملا۔ اپنا کیس پاس ہونے کے سلسلہ میں باجی نے خواب دیکھا کہ 11 دن میں پاس ہوگا تو ٹھیک گیارہ دن بعد کیس پاس ہو گیا۔ نومبر 2019 میں خواب دیکھا کہ باجی جلسہ سالانہ میٹنگ اٹینڈ کرنے جاتی ہیں تو صدر صاحبہ یو کے کہتی ہیں کہ میٹنگ نہیں ہو رہی۔ واقعی 2020 کا ہونے والا جلسہ سالانہ کرونا کی وجہ سے نہ ہو سکا۔

covid 19 میں باجی نے خدمت خلق کی اعلیٰ مثال قائم کی پوری اسٹیٹس ہینری پرنس میں فلائرز لگائیں اور سب کی خدمت کر رہی ہیں۔ فوڈ بنک، ایج یوکے اور حلقہ اور حلقہ کے باہر فوڈ کی سپلائی۔ بن مین کے لئے پوسٹرز بنانا، NHS کے لئے پوسٹر تیار کروانا ماسک بنانا اور تقسیم کرنا۔ اس سلسلہ میں قابلِ ذکر scrubs بنانا ہے باجی کو اگرچہ اتنی سلائی نہ آتی تھی لیکن اس وقت باجی نے اپنے حلقہ کے ساتھ مل کر 200 کے قریب scrub بنائے (ڈاکٹر یونیفارم) رمضان کا مہینہ تھا باجی ایک ایک دن میں پانچ سوٹ سی لیتی تھیں اور پورے ریجن کو الاسٹک، نلکیاں، scrub تقسیم کرنا اور کٹنگ کرنا بھی باجی کے حلقہ وانڈز ورتھ کی ذمہ، داری تھی۔ رمضان کے مہینے میں روزہ کے ساتھ، سحری وافطاری، تہجد مہینہ میں دو بار قرآن کا دور مکمل کرنا اور ساتھ ایک دن میں پانچ یا چھ سوٹ سینا۔ اتنا کام ناممکن نظر آتا ہے لیکن باجی کی پیدائش کے وقت روشنی باجی کی خضرِ راہ بنی رہی اور خلیفہ وقت کی دعاؤں کے ساتھ یہ سب ممکن ہو سکا باجی کے حلقہ کی لجنہ اس تعریف کی مستحق ہیں خاص طور پر طلعت چوہدری صاحبہ جنہوں نے پورے ریجن کے لئے 23 رولز کاٹے ایک رول میں 9 سوٹ بنتے تھے۔ پوزیشن حلقہ وانڈز ورتھ 2019۔2020 عاملہ کی انتھک محنت اور باجی کی رہنمائی کی بدولت حلقہ وانڈز ورتھ اس سال تیسری پوزیشن میں آیا۔

جلسہ سالانہ ڈیوٹی 2010

نائب ناظمہ نظافت، ناظمہ مدر اینڈ چلڈرن مارکی دو سال اور اس سلسلہ میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ لجنہ اماء اللہ کی مدر اینڈ چلڈرن ڈسپلن مارکی میں حضور کی خدمت میں جو گلدستہ پیش کیا جاتا ہے اس کی بنیاد بھی باجی نے ڈالی تھی۔ انہی سالوں میں ناظمات اور نائب ناظمات کے ساتھ میٹنگ کرنے کے لئے میری باجی حلقہ حلقہ جاتی۔ وہی باجی کو لجنہ جن کے بچے ڈس ایبل تھے پتہ چلا کہ کئی سالوں سے اپنے بچوں کی وجہ سے وہ جلسہ سالانہ پہ نہیں جا سکتی تو باجی نے صدر لجنہ ناصرہ رحمن صاحبہ کو لکھا اور ان کے لئے الگ مارکی کی تجویز پیش کی جو کہ منظور ہو گئی۔ اب الحمدللہ ایسی ماؤں اور ان کے بچوں کے لئے بھی ایک مارکی کا انتظام ہوتا ہے۔ نائب ناظمہ ضیافت اور گذشتہ سالوں سے ناظمہ ضیافت مدر اینڈ چلڈرن مارکی کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ

مڈل کلاسز سے ہی باجی حضرت مسیح موعودؑ کی درثمین سے شعر نکال کر جب پیپرز حل کرتی تھیں تو لکھا کرتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ باجی نے میٹرک کے امتحان میں اسلامیات اختیاری میں 96/100 نمبر حاصل کئے۔ ایک دفعہ جب میں باجی کے سرٹیفیکیٹ Attest کروانے کے لئے ڈاکٹر دستگیر کے پاس گیا تو اس نے باجی کے اسلامیات میں نمبر دیکھنے کے بعد کہا کہ آپ احمدی عربی اور اسلامیات میں بہت نمبر لیتے ہیں۔ میری بڑی باجی کی شادی کے بعد

ان کے سسرال میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب تھیں باجی وہاں سے کتب حضرت مسیح موعودؑ لے کر پڑھتی تھیں۔اور الفضل بھی باقاعدگی سے پڑھتی تھیں۔باجی نے وقت کی بہت قدر کی ہے اور کبھی بھی اپنے وقت کو ضائع نہیں کیا۔بچپن میں حضرت مسیح موعودؑ کی ان کتب کا مطالعہ بھی باجی کی زندگی میں بابرکت اور معاون ومددگار رہا ہے۔

سسرال سے حسنِ سلوک

باجی کا اپنے سسرال سے حسنِ سلوک مثالی ہے۔ ہر ضرورت کے وقت ان کا خیال رکھا اپنے خاوند کی وفات کے بعد ان کے نابینا بھائی کی کفالت کی تمام ذمہ داریوں کو باجی نے اپنے سر لے لیا۔باجی کی نند کا بیٹا حبیب الرحمن فیصل آباد اکثر یہ فقرہ کہتا ہے کہ:''اللہ تعالیٰ نے مامی جی کو کہنا ہے کہ بھاگ کر جنت میں چلی جاؤ'' 2018 میرے بہنوئی بھائی جان طاہر کی وفات پر باجی کی چھوٹی نند نے باجی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ''زاہدہ تبسم تم ایک جنتی عورت ہو'' آپ نے نہ صرف خاوند کو زندگی میں پوری عزت واحترام دیا بلکہ بیماری میں بھی اپنے خاوند کی بہت خدمت کی۔۔غیر احمدی ہوتے ہوئے بھی آپ نے سب کی بہت خدمت کی اور ہم سب کے ساتھ ان کا بہت پیار رہا۔

زیارت حضرت مسیح موعودؑ (2004)

یو کے آنے کے بعد باجی نے خواب میں دیکھا کہ لوگ اللہ اکبر کے نعرہ لگاتے جارہے ہیں اور باجی اللہ اکبر کے نعرہ لگاتی مردوں سے بھی آگے نکل گئیں۔سامنے دیکھا تو حضرت مسیح موعودؑ یکہ میں سوار ہیں۔باجی وہیں رُک جاتی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ اس مجمع سے خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ''یہ جو میرے صحابہ ہیں یہ مجھے اپنوں سے بھی بڑھ کر پیارے ہیں۔''

یہ مردوں سے آگے نکلنے کے الفاظ باجی کے لئے باجی کی جماعتی کاوشوں کی وجہ سے بہت لوگوں نے کہے۔ان میں سے عبدالطیف بھائی مرحوم داماد حاجی عبداللطیف بن عبدالمجید نے بار ہا دہرائے کہ باجی آپ تو مردوں سے بہت آگے ہیں۔عامر سفیر ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز جب ارلز فیلڈ کے حلقہ میں تھے تو اپنی والدہ صاحبہ کو اکثر کہتے کہ آپ کی لجنہ تو مردوں سے بھی بہت آگے ہیں اور حلقہ وانڈز ورتھ کے صدر ندیم صاحب نے covid 19 میں باجی کی اور باجی کی عاملہ کی تعریف کی اور یہ الفاظ کہے کہ''صدر صاحبہ تو فوراً جو کام کہا جائے کر دیتی ہیں مردوں سے بھی پہلے''،نقل پوسٹر مندرجہ ذیل ہے۔

بذریعہ خواب زیارت خانہ کعبہ 2018

باجی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ میں ہیں ایک عورت کو کہہ رہی ہیں کہ ان کو اسلام کی خدمت کے لئے لوگوں کی تلاش ہے۔باجی نے جب پیپر لیا تو خالی تھا اور سب سے پہلے اس پیپر پہ دو بچوں کے نام لکھ دیئے۔تھوڑا آگے جانے کے بعد جب باجی واپس ان کے پاس آتی ہیں تو اس عورت نے دکھایا کہ پیپر فل ہو چکا ہے۔پہلے تو کسی نے نام نہیں لکھے تھے آپ کے بعد پیپر فل ہو کر دوسرے صفحہ پر چلا گیا ہے۔اس خواب کے بعد باجی کے سب سے چھوٹے بیٹے رانا صہیب طاہر کا جامعہ احمدیہ یو کے میں داخلہ ہوا۔الحمدللہ اب وہ جامعہ کے تیسرے سال کا طالب علم ہے۔یہ ہمارے خاندان کے سب سے پہلے متوقع مربی ہیں۔میرے بہنوئی رانا محمد مختار طاہر والد صہیب رانا نے بھی داخلہ سے پہلے صہیب کو خانہ کعبہ میں دیکھا تھا۔

زیارت روضۂ رسولؐ

باجی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اکیلی روضۂ رسولؐ میں موجود ہیں۔باجی سوچتی ہیں کہ اس وقت تو روضۂ رسولؐ میں کوئی سیکورٹی گارڈ بھی نہیں ہیں کیوں

نہ میں روضۂ رسولؐ کو بوسہ دے لوں۔ پھر سوچا کہ نہیں اگر چہ کوئی نہیں لیکن ہمیں قانون کی پیروی کرنی چاہیے اور بوسہ نہیں کیا۔

رحمت کا نشان

بیٹیاں تو والدین کے لئے رحمت ہوتی ہیں۔لیکن باجی زاہدہ تبسم رانا اللہ کی خاص رحمت ساری عمر اباجی کی دستِ راست بنی رہی۔ اباجی کی تمام ذمہ داریاں اباجی کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی احسن طریقے سے انجام دے رہی ہیں۔ باپ کا سہارا بننے والی بچی اپنی شادی میں سادگی سے ایک جوڑے میں رخصت ہوگئیں۔اس میں قابلِ تحسین باجی کے خاوند مرحوم اور باجی کے سسرال والے بھی ہیں جنہوں نے کبھی زندگی میں باجی کو جہیز نہ لانے کا طعنہ نہیں دیا بلکہ اباجی اور امی جی کے ساتھ محبت کی وجہ سے غیر احمدی ہوتے ہوئے بھی باجی کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔

☆☆



میرے پیارے بھائی مکرم رانا فیض الرحمن صاحب

مکرم رانا عرفان شہزاد

سابق امیر حلقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ مکرم رانا حبیب الرحمن خاں کاٹھ گڑھی صاحب مرحوم کے دوسرے صاحبزادے بھائی مکرم رانا فیض الرحمن صاحب 1964ء میں پیدا ہوئے۔1983ء غوثیہ کالج پیرمحل، بی۔اے 1985ء گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے جبکہ ایم۔اے پولیٹیکل سائنس 1989 پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔

جماعتی خدمات

اپنے والد بزرگوار کی طرح رانا فیض الرحمن صاحب بھی بچپن ہی سے عشقِ الٰہی اور خدمتِ دین میں مصروف ہو گئے۔بحیثیت خادم قائد مجلس پیرمحل، 1993 نائب قائد ضلع و ناظم عمومی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ رہے۔سال 2019۔21 سے مقامی جماعت پیرمحل میں ناظم دعوۃ الی اللہ، سیکرٹری تربیت، اصلاح وارشاد، سیکرٹری وقفِ نو اور نومبائعین کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔انصاراللہ میں بحیثیت زعیم مجلس انصاراللہ پیرمحل اور ضلعی عاملہ انصاراللہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔گزشتہ تیس سالوں سے مسجد ناصر پیرمحل میں امام الصلوٰۃ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

1983 سے پہلے جب فیصل آباد ضلع ہوا کرتا تھا پیرمحل میں جماعتی سرگرمیاں بہت کم تھیں مگر خدا کے فضل و کرم سے ہمارے والد محترم رانا حبیب الرحمن صاحب نے تنگدستی کے باوجود ہم دونوں بھائیوں کو باقاعدہ طور پر 1978 تا 1983 درس القرآن کلاسز اور تربیتی کلاسز منعقدہ ربوہ میں بھجواتے رہے۔بحیثیت امیر حلقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ والد صاحب کے ساتھ رانا فیض الرحمن دور دراز جماعتوں جیسے 58 / 1۔2 ٹکڑا چیچہ وطنی، گوجرہ، پلاثور، بیریانوالا، شورکوٹ اور جنگل امام شاہ میں دوروں پر لے جاتے رہے اور یہ سلسلہ اب تک قائم و دائم ہے۔

گڑھ موڑ کی یادیں

گرمیوں کی چھٹیوں میں ربوہ کے علاوہ مزید جسمانی و روحانی تربیت کیلئے 1979 کی چھٹیاں والد صاحب کے بہترین دوست محترم چچا جان (رانا عبدالحکیم خاں پٹواری آف گڑھ موڑ) کے پاس گزارنے کا اتفاق ہوا۔گڑھ موڑ میں گزرے ہوئے ایام ہماری زندگی کے سنہری دن ہیں۔ چچا جی عبدالحکیم خاں صاحب پٹواری کے زیر سایہ نمازوں کی ادائیگی، رمضان المبارک کے روزے، عام دینی معلومات کے مقابلہ جات، کھیتوں میں

کام، فصلوں میں گوڈی اور چچی جان آصفہ صاحبہ کے پیار و محبت سے تیار کردہ پکوان آج تک یاد ہیں۔ چچا جان عبدالحکیم صاحب کے فرزندان ممتاز احمد خاں اور ناصر سعید خاں اور باجی تنویر اور لاڈلی بہن ببلی اور سب سے بڑھ کر رانا اکرام اللہ ولد ماسٹر عطاء اللہ خاں صاحب آف ربوہ کا ساتھ بھلائے نہیں بھولتا۔ چھٹیوں کے دوران چچا جان نے ہمیں ہماری نمازوں، تلاوت قرآن کریم اور تبلیغ میں بہترین تربیت کی خاص طور پر آداب مجالس سکھائے۔ اس کے علاوہ ربوہ میں باقاعدگی سے تربیتی کلاسز میں جانے سے خدا تعالیٰ نے پورے پاکستان سے آنے والے بہترین خدام سے دوستی کا مضبوط رشتہ قائم کیا جو آج تک قائم ہے۔

عبادت گزاری اور دعوت الیٰ اللہ

ہمارے والد بزرگوار محترم رانا حبیب الرحمن صاحب اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار تھے کہ کبھی تہجد بھی قضا نہیں کی تھی والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مکرم رانا فیض الرحمن صاحب بھی انتھائی پابندی کے ساتھ اقامۃ الصلوٰۃ کا انتظام کرتے آ رہے ہیں۔ عبادت گزاری کا یہ عالم ہے کہ 1981 سے 2010 تک لگا تار 28 سال تک مسجد ناصر پیر محل اور مسجد مبارک ربوہ میں باقاعدگی کیساتھ رمضان المبارک میں اعتکاف کرتے رہے اور آج تک باقاعدہ گھر میں اور مسجد میں باجماعت نمازوں کا التزام کرتے ہیں۔

تبلیغ دین الٰہی کے اس شوق کو ابھارنے میں والد صاحب کے علاوہ مربیان سلسلہ جیسے کے مربی مکرم امین صاحب، مکرم خوشی محمد شاکر صاحب، مکرم میر عبدالباسط صاحب اور مکرم نعیم احمد وڑائچ صاحب حال ہالینڈ کا بہت بڑا ہاتھ رہا۔ جبکہ مقامی طور پر مسجد ناصر پیر محل میں رہنے والے ایک بزرگ حکیم علم الدین صاحب سید محمد یحییٰ صاحب پروفیسر غوثیہ کالج و سابق استاد سیرالیون اور ہمارے محترم بھائی غلام مصطفی محسن شہید 2002 کے زیر سایہ بچپن گزرا۔

دعوۃ و تبلیغ

دعوت و تبلیغ کا جو بیج مکرم رانا حبیب الرحمن کاٹھ گڑھی نے بویا اس کا سلسلہ محترم رانا فیض الرحمن صاحب نے ابھی تک برقرار رکھے ہوئے ہیں انتہائی سنگین حالات میں بھی اور مقامی طور پر مخالفت کے باوجود مکرم رانا فیض الرحمن اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر دعوت الیٰ اللہ کا کام احسن رنگ میں سرانجام دے رہے ہیں اور سعید روحوں کو امام مہدی کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ تبلیغ کی ان کوششوں کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکرم رانا فیض الرحمن صاحب 20 سے زائد احباب کو احمدیت کے جھنڈے تلے لانے میں کامیاب رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کے اس میدان میں بعض اوقات جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ 2009 پیر محل میں واقع احمدیہ قبرستان پر مولویوں کے ایک قبضہ گروپ نے قبضہ کرنے کی کوشش کی جس پر مقامی جماعت نے مقدمہ جیت کر قبرستان کے گرد چار دیواری کی کوشش کی اور کام جاری ہی تھا کہ سینکڑوں کی تعداد میں مولویوں نے قبرستان پر دھاوا بول دیا دیواریں گرا دیں، ٹریکٹر کو آگ لگا دی، فائرنگ کر دی۔ رانا فیض الرحمن جو اپنے تین سالہ بیٹے عزیزم رانا تقویٰ علی خاں کے ساتھ وہاں موجود تھے بڑی مشکل سے فائرنگ سے بچے اور موٹر سائیکل پر پُرتشدد ہجوم سے اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے جو ان پر پتھراؤ کر رہا تھا۔

2010 میں ہمارے بڑے بھائی رانا احسان الرحمن خاں جو کہ گزشتہ 20 سال سے بحیثیت خادم مسجد کام کر رہے تھے فوت ہو گئے۔ انکی تدفین کے وقت جب قبر تیار تھی اس گروپ نے پھر حملہ کیا اور تدفین نہ ہونے دی اور قبرستان پر غاصبانہ قبضہ جما لیا۔ با امر مجبوری مکرم رانا احسان الرحمن صاحب کی ربوہ تدفین کرنا پڑی۔ خدا تعالیٰ نے مسجد کی صفائی اور خدمت کا صلہ انکو اس طرح دیا کہ ان کا نام تا قیامت تاریخ احمدیت کا حصہ بن گیا۔ دینی تبلیغ کے علاوہ رانا فیض الرحمن صاحب دنیاوی طور پر بھی خدمت کا سلسلہ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ خدمت خلق کا عظیم نمونہ دکھاتے ہوئے رانا فیض الرحمن صاحب نے بے

شمار لوگوں کو اپنی جیب سے روزگار شروع کروا کر دیئے اور غریبوں کے چولہے جلانے میں اپنا حصہ ڈالا۔ 2015 سے ایک زیر تبلیغ دوست مکرم محمد انور صاحب کو ایک چھوٹا سا ہوٹل بنا کر دیا جو کہ بہت چلنے لگ پڑا ہے۔ انور صاحب نے فیض الرحمن صاحب کے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر خاندان سمیت خفیہ طور پر احمدی ہو گئے۔ مگر بعد ازاں لوگوں کو پتہ چل گیا تو ان کا کام تباہ کر دیا گیا ان پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔ بھائی فیض ابھی تک اس کی مالی امداد کر رہے ہیں اور ان کو ربوہ منتقل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے بھائی کی جان کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے (آمین)۔

جسمانی سرگرمیاں

مکرم رانا فیض الرحمن بچپن ہی سے صحت مندانہ سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے فٹ بال، ہاکی اور کرکٹ کے بہترین کھلاڑی رہ چکے ہیں۔ تبلیغی سلسلہ میں 1985 میں منعقدہ پیرمحل شہر سے فٹ بال اور کرکٹ کی ٹیموں کو بغرض تبلیغ اور زیارت مرکز ربوہ لے جا چکے ہیں۔ 1989 میں ربوہ سے ہونے والے صد سالہ جوبلی کرکٹ ٹورنامنٹ میں خدام الاحمدیہ فیصل آباد کی طرف سے حصہ لیا اور سیمی فائنل کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ جبکہ 1992 سر ظفر اللہ میموریل کرکٹ ٹورنامنٹ سندھ میں فیصل آباد کی طرف سے حصہ لیا اور فائنل میں کراچی جیسی ناقابل تسخیر ٹیم کر ہرا دیا۔ فائنل کی فتح میں مرکزی کردار مکرم رانا فیض الرحمن خاں نے اس طرح ادا کیا کہ آخری وکٹ پر 30 قیمتی رنز بنائے۔ 2002 میں منعقد ہونے والی سالانہ سپورٹس ریلی میں فیصل آباد ڈویژن کی فٹ بال ٹیم سے کھیلے اور تاریخ میں پہلی مرتبہ ربوہ کی مضبوط ٹیم کو فائنل میں شکست دیکر تاریخ کا حصہ بن گئے۔

شادی اور اولاد

مکرم رانا فیض الرحمن نے 2 شادیاں کیں پہلی ربوہ میں ڈاکٹر بشیر احمد ڈینٹسٹ آف دار الرحمت وسطی کی ہمشیرہ مکرمہ سعید سعدیہ صاحبہ مرحومہ سے 1993 میں ہوئی جو کہ 15 سال بعد خلع پر منتج ہوئی۔ رانا فیض الرحمن کی دوسری شادی 2005 میں باب الابواب ربوہ کے رہائشی چوہدری مسعود احمد صاحب کی صاحبزادی محترمہ عشرت جہاں صاحبہ سے ہوئی اور خدا کے فضل سے رانا صاحب اب 4 بچوں کے ساتھ پیرمحل میں مقیم ہیں۔ مکرم رانا فیض الرحمن صاحب کے تمام بچے خدا کے فضل سے وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں اور اپنے والدین کے زیر سایہ دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اولاد کی تفصیل

(1): رانا تقویٰ علی خاں (بیٹا) وقفِ نو 8-3-2007 (2): محمد منہاج المسیح رانا (بیٹا) وقفِ نو 30-10-2008

(3): رانا مصدق مہدی (بیٹا) وقفِ نو 28-05-2012 (4): مطّہرہ محمودہ رانا (بیٹی) وقفِ نو 2014-06-02

بیٹی کا نام اس کی دادی جان محترمہ محمودہ بیگم مرحومہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ آخر میں عرض کرتا چلوں کہ مکرم رانا فیض الرحمن انتہائی نیک خلق صلہ رحمی کرنے والے اور بزرگوں کا احترام کرنے والے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہمارے والد محترم رانا حبیب الرحمن صاحب جلسہ کے بعد ہم تمام بچوں کو رشتہ داروں سے ملانے کیلئے لے جاتے اور خاندانی تعارف کرواتے۔ مکرم رانا فیض الرحمن صاحب والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بزرگوں کے تعلقات کو آج تک نبھاتے چلے آ رہے ہیں اور آج بھی ربوہ میں گھر گھر جا کر ملتے ہیں اور بچوں کا بھی تعارف کرواتے ہیں تا کہ آنے والی نسلیں ایک دوسرے سے ملنے والی ہوں۔ خدا تعالیٰ پیارے بھائی جان کا خود حامی و مددگار ہو (آمین)۔



محترم رانا احسان الرحمن صاحب

(2010-1959)

رانا احسان الرحمن آف پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ ابن مکرم رانا حبیب الرحمن خاں کاٹھ گڑھی آف پیر محل (تحریر مکرم رانا عرفان شہزاد صدر جماعت مسجد فضل لندن) رانا حبیب الرحمن نہایت شریف النفس، خدا ترس، عبادت گزار اور دعا گو انسان تھے جن کی جماعتی خدمات کو انکی اولاد نے بھی جاری وساری رکھا ہوا۔ رانا حبیب الرحمن صاحب کی دوسری شادی 1958 میں ہوئی جن سے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1959 میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ٹائیفائیڈ بخار کی وجہ سے ان کے دماغ پر اثر تھا جسکی وجہ سے بقول ڈاکٹرز انکا ذہن انکی عمر سے پیچھے تھا۔ مگر اس کے باوجود نہایت محنتی اور جفاکش انسان تھے۔ خلیفۂ وقت اور جماعت کے شیدائی تھے مسجد سے اس حد تک پیار تھا کہ اپنی عمر کے آخری 20 سال بلا معاوضہ خادم مسجد کے طور پر گزارے۔ مسجد کی اس حد تک صفائی رکھتے تھے کہ سب تعریف کرتے تھے۔ سادہ دماغ ہونے کی وجہ سے شادی نہ ہوسکی۔ 2010 میں 51 سال کی عمر میں اچانک انتقال کر گئے جب جماعتی قبرستان میں تدفین ہونے لگی تو شرپسند ملاؤں نے جماعتی قبرستان پر کمرشل قبضہ کرنے کی نیت سے شہر بھر میں ھنگامے شروع کر دیے۔ مقامی پولیس اور ضلعی انتظامیہ نے مولویوں کے ڈر سے تیار شدہ قبر میں تدفین سے منع کر دیا اور مجبوراً انکی میت کو ربوہ لے جا کر دفن کرنا پڑا۔ اس طرح رانا احسان الرحمن تاریخ احمدیت کا حصہ بن گئے۔ جس کا ذکر ایمنسٹی انٹرنیشنل Eminiesty کی Website پر موجود ہے۔

مکرم رانا احسان الرحمن اپنی سادہ طبیعت کے باوجود جماعتی خدمت کے میدان میں بہت آگے تھے۔ مقامی طور پر ہونے والے جلسہ واجتماعات کی اطلاعات گھر گھر پہنچانے میں بہت تیز تھے۔ بچپن میں بیماری کے باعث دماغی طور پر کمزور ہونے کے باعث تعلیم حاصل نہ کر سکے مگر انکی دعا بہت قبول ہوتی تھی، ایک بار انکے والد صاحب نے بازار میں دیکھا کہ بازار میں دکاندار احسان صاحب کو روک روک کر کھانے پینے کی اشیاء تھما رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رانا حبیب الرحمن صاحب نے دکانداروں سے پوچھا کہ احسان کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں اللہ کا دیا سب کچھ ہے یہ سن کر دکاندار بولے کہ:۔

''رانا صاحب ایسا نہیں ہے یہ اللہ کا ولی انسان ہے جس دن یہ ہماری دکان پر نہیں آتا ہماری دکان ہی نہیں چلتی''۔ وفات سے ایک روز قبل بہت زور کی آندھی آئی تو صبح جا کر ساری مسجد کو دھو دیا اور بعد از وفات تاریخ احمدیت کا حصہ بنتے ہوئے ربوہ میں تدفین ہوئی بقول شاعر

عاقل کا یہاں پر کام نہیں
وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر
مل جائیں مجھے اگر دیوانے دو

اللہ تعالیٰ محترم رانا احسان الرحمن مرحوم کی مغفرت فرمائے (آمین)۔



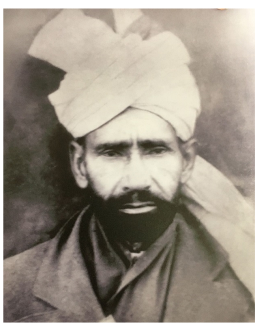
باب(15)

رانا عبدالغفور خاں پہریدار قصر خلافت ربوہ۔ ولد عبدالرحمن ولد سرفراز خاں

رانا عبدالغفور خاں کا اصل گاؤں تو چک 68 ج ب تھا۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے تھے۔ آپ کی شادی چک 2 ٹی ڈی اے میں چوہدری عبدالحق خاں کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ پھر آپ نے رہائش چک 2 ٹی ڈی اے میں کر لی۔ 1977 میں آپ نے قصر خلافت میں بطور پہریدار ملازمت کر لی۔ آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ آپ کی وفات دسمبر 2003 میں ہوئی۔ آپ کا بڑا بیٹا عبدالشکور خاں پولیس میں ملازم تھا۔ رانا مسعود احمد لندن میں مقیم ہے۔

باب(16)





محترم چوہدری غلام قادر خاں صاحب رضی اللہ عنہ آف لنگڑوعہ

ولادت: اندازاً 1888ء بیعت: اپریل 1904ء

مصنف تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 337 میں محترم چوہدری غلام قادر خاں صاحب رضی اللہ عنہ آف لنگڑوعہ کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ

محترم چوہدری غلام احمد خاں صاحب ولد چوہدری خیرو خاں صاحب سکنہ لنگڑوعہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر حال مکان نمبر 21 ودیالہ سٹریٹ نمبر 11 محلہ راج گڑھ چوبرجی لاہور سے ان کے خاندانی تعلقات اور تعلیمی حالات دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک معزز راجپوت خاندان کے ساتھ تعلق رکھتا ہوں۔ ہمارے گاؤں اور علاقہ میں اکثریت راجپوتوں کی تھی۔ میرے والد ماجد کا نام چوہدری خیرو خاں صاحب تھا جو کہ ایک صاحب علم، صوم وصلوٰۃ کے پابند رئیس آدمی تھے۔ میں ابھی چھٹی جماعت میں تھا کہ آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ میرے بڑے بھائی چوہدری محمد امیر خاں میری سرپرستی کرتے تھے۔ پلیگ کے ایام میں میرے بہنوئی ڈاکٹر دوست خاں مجھے اپنے پاس امرتسر لے گئے۔ وہاں میں نے 1903ء میں فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ اس وقت میری عمر 19، 20 سال کی تھی۔ 1903ء کا ہی واقعہ ہے کہ بورڈنگ ہاؤس میں جہاں میں رہا کرتا تھا ایک احمدی بورڈرلڑکے کریم اللہ نامی سکنہ فیض اللہ چک ضلع گورداسپور نے بیان کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام آج جہلم جانے کے لئے امرتسر سے گزریں گے۔ پیشتر اس کے حضرت حاجی غلام احمد صاحب سکنہ کریام قادیان سے واپس آکر مجھے امرتسر بورڈنگ ہاؤس میں تشریف لا کر بتلا کر گئے تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے۔ ان کی بیعت کی وجہ سے میرے دل میں بھی اس بات کی زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ میں کم از کم ایسے شخص کی زیارت تو کر لوں چنانچہ ہم کئی لڑکے اکٹھے ہو کر حضور کی زیارت کے لئے امرتسر اسٹیشن پر پہنچے۔ امرتسر کی جماعت نے حضور کے لئے چائے کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ جب گاڑی اسٹیشن پر آکر ٹھہری تو نا معلوم کیا کشش تھی کہ ہم نے بھی درود شریف پڑھتے ہوئے اور کشاں کشاں بڑھتے ہوئے حضور سے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھا جو بہت ہی نورانی تھا۔ چنانچہ جو

طالب علم زیارت کے لئے گئے بعدازاں ان میں سے کئی ایک کواحمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ازاں جملہ ایک طالب علم عطرالدین صاحب بھی تھے جو بعدازاں ڈاکٹرعطرالدین مشہور ہوئے اورآج کل قادیان میں درویشی کی زندگی بسرکررہے ہیں۔میٹرک پاس کرنے کے بعد میں نے اسلامیہ کالج انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخلہ لیا۔اور جب موسمی تعطیلات میں اپنے گاؤں واپس گیا تو میرے چچازاد بھائی چوہدری جیوے خاں صاحب بھی احمدی ہوچکے تھے اوراردگرد کے دیہات کریام،سڑوعہ،کاٹھ گڑھ اور بنگہ وغیرہ میں جماعتیں قائم ہوچکی تھیں۔تعطیلات کے ایام میں چوہدری جیوے خاں صاحب مذکور مجھے چوہدری غلام احمد صاحب سکنہ کریام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب لا لاکر دیا کرتے تھے۔جن کو میں نے خوب پڑھا۔چنانچہ مجھ پراحمدیت کی صداقت ظاہر ہوگئی اور میں نے اپریل 1904ء میں قادیان جاکرحضور کی بیعت کرلی۔فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ایف۔اے کاامتحان دینے کے بعد 1905ء میں قادیان شریف میں ایک مکان کرایہ پرلیااورایک سال لگاتارنمازوں،درسوں اور جلسوں میں شامل ہوکرحضور کی صحبت سے مستفیض ہوتارہا۔

جب حضور نے رسالہ الوصیت لکھا تو خاکسار نے بھی تھوڑا عرصہ بعد 15۔نومبر 1902ءکواپنی جائیدادغیرمنقولہ کی وصیت زیرنمبر 152 کی اور پھر اس سلسلہ میں حصہ آمد کی وصیت 28دسمبر 1931ءکوکی۔ جن ایام میں طاعون زوروں پرتھی۔ہماراایک تایازاد بھائی چوہدری حمایت خاں طاعون میں گرفتار ہوگیا۔ایک ڈاکٹرنعمت خاں نامی کوہم نے علاج کیلئے بلایا۔اس نے ملاحظہ کے بعد کہا کہ اس کے پھیپھڑے خراب ہوگئے ہیں اور یہ ہرگز بچ نہیں سکتا۔خواہ مرزاصاحب بھی اس کیلئے دعاکریں اس کا طاعون سے خلاصی پاناممکن ہے۔یہ بھی کہا کہ اگر یہ شخص طاعون کاشکار ہونے سے بچ جائے تو میں بھی احمدی ہوجاؤں گا۔ڈاکٹرصاحب کے چلے جانے کے بعد پہلے تو ہم سب احمدی احباب نے مریض کی شفایابی کے لئے مل کردعا کی اورصدقہ کیا۔پھر میں نے تونواں شہر جاکرحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے تاردیا۔خدا کی قدرت کہ تار دینے کی دیر تھی کہ مریض کی حالت سدھر نے لگی اورتھوڑے دنوں بعدوہ بالکل تندرست ہوگیا۔گویامردہ زندہ ہوگیا۔یہ نشان دیکھ کر چوہدری حمایت خاں صاحب نے بیعت کرلی اور مخلص احمدی بن گئےمگرڈاکٹرصاحب اپنےقول سے پھر گئے۔محترم چوہدری صاحب فرماتے ہیں کہ:

میرے بڑے بھائی صاحب میری شادی کا انتظام ہمارے غیراحمدی مالداراورصاحب جائیدادرشتہ داروں میں کرنا چاہتے تھے۔مگرمیرادل کسی احمدی رشتہ کی تلاش میں تھا۔سواللہ تعالی کا ہزار ہزارشکر ہے کہ مخالف حالات کے باوجودمیری شادی محترم بابوعبدالحی خاں صاحب ڈپٹی پوسٹ ماسٹرلاہور سکنہ کاٹھ گڑھ کی حقیقی ہمشیرہ اورمولوی عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی کی چچازادہمشیرہ سے ہوگئی اوراس طرح آئندہ نسل خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہوگئی۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات پرجب غیرمبائعین نے انجمن اورخلافت کا فتنہ کھڑا کیا۔تواللہ تعالیٰ کا سراسرفضل واحسان ہے کہ مجھے اس خلافت کی تائید میں کام کرنے کی توفیق عطافرمائی۔چنانچہ کتاب''حیات نور''میں میرانام بھی اعلان خلافت کرنے میں غلام قادرآف لنگڑوعہ سیکرٹری جماعت احمدیہ لنگڑوعہ کے نام سے درج ہے۔میں نے ملکانہ تحریک شدھی میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریک پرتین ماہ اپنے خرچ پرتبلیغی کام سر انجام دیااور جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو میں محکمہ سپلائی میں ملازم ہوکربصرہ،بغدادنجف وغیرہ میں گیااوروہاں پربکثرت سلسلہ کالٹریچر تقسیم کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ اس نے مجھے ہرمالی قربانی میں حصہ لینے کی توفیق عطافرمائی۔چنانچہ میں نے منارۃ المسیح قادیان میں 100 روپیہ،مسجد فرینکفورٹ میں 100 روپیہ،تعمیر دفتر انصاراللہ میں 100 روپیہ،حصہ جائیدادوصیت میں اب تک 2500 روپیہ دیا۔

یہ امرخاص طور پرقابل ذکر ہے کہ حلقہ راج گڑھ کے احباب مسجد نہ ہونے کی وجہ سے محترم چوہدری صاحب کے مکان پرہی نمازیں پڑھتے

تھے۔ چوہدری صاحب حلقہ کے بہت سرگرم کارکن ہیں۔ چنانچہ حلقہ ہذا میں آپ بطور سیکرٹری اصلاح وارشاد، سیکرٹری امور عامہ اور زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ آخر الذکر عہدہ کے فرائض آپ اب بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت غلام قادر خاں صحابی (آف لنگڑوعہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد

آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ مکرم عبدالجبار خاں۔ مکرم عبدالوہاب خاں۔ مکرم عبدالحکیم خاں۔ مکرمہ عائشہ بیگم۔

آپ کی شادی حضرت بابو عبدالحئی خاں صحابی حضرت مسیح موعود آف کاٹھگڑھ کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ آپ کے حالات تاریخ جماعت احمدیہ لاہور سے لئے گئے ہیں جو کہ درج ہیں۔ چوہدری عبدالحکیم خاں سول اینڈ ملٹری اکاؤنٹ ائرفورس میں ملازم تھے۔ چوہدری عبدالوہاب خاں بھی سول اینڈ ملٹری اکاؤنٹ ائرفورس ملازم تھے۔

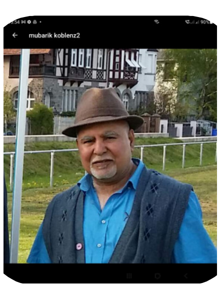
چوہدری عبدالجبار خاں، چوہدری عبدالجبار خاں، کی شادی ہماری پھوپھی جان سے ہوئی تھی جو حضرت عبدالواحد خاں کی بیٹی تھیں۔ آپ کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ بڑے بیٹے عبدالغفار خاں جو 1958 میں کوئٹہ میں ملازم ہوئے۔ 1959 میں ایک خدام الاحمدیہ کے وفد کے ساتھ کراچی بھی گئے۔ 62۔ 1960 تک جہلم میں بسلسلہ ملازم رہے۔ بطور سیکرٹری تحریک جدید حضرت عبدالمغنی صاحب کے ساتھ خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر 1963 میں آپ کا تبادلہ پشاور ہوگیا۔ جہاں آپ معتمد خدام الاحمدیہ رہے۔ 1967 دسمبر میں آپ کا تبادلہ سرگودھا ہوگیا۔ جہاں آپ نے حضرت مرزا عبدالحق صاحب کی ضلعی مجلس عاملہ بطور سیکرٹری مال کام کیا۔ اور یہ سلسلہ 2004 تک رہا۔ آپ کو خدام الاحمدیہ میں بھی آپ نے بطور معتمد اور قائد مقامی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ سرگودھا میں بہرے گونگے طالب علموں کے سکول میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ آج کل یو کے میں مقیم ہیں۔ دوسرے بیٹے رانا عبدالرزاق خاں پاکستان ائرفورس میں وارنٹ آفیسر رہے۔ ان کی شادی چچا جان محمد صدیق خاں کی بیٹی سعیدہ بیگم سے ہوئی۔ آپ کے تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں آج کل سبھی بچوں سمیت جرمنی میں مقیم ہیں۔ محمد جعفر خاں 2020 میں وفات پا چکے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور ہمبرگ جرمنی میں مقیم ہیں، چوتھے بیٹے منور احمد شاہد خاں ہیں جن کی شادی چچا جان عنایت اللہ خاں آف لکی نو کی بیٹی سے ہوئی ہے۔





باب (17)

محترمہ بی بی نور جان صاحبہ آف کاٹھگڑھ



مکرم رانا مبارک احمد خاں ابن رانا بشیر احمد خاں صاحب کاٹھگڑھی حال کوبلنز جرمنی میرے ہم زلف بتاتے ہیں کہ میری دادی جان محترمہ بی بی نور جان صاحبہ 1906ء میں کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام رانا احمد حسن خاں صاحب ؓ تھا۔ جن کی بیعت 1903ء کی ہے۔ آپ چار بہنیں اور تین بھائی تھے۔ ان کی شادی تایا زاد رانا اعبدالرحیم خاں صاحب سے 1926ء میں ہوئی۔ مگر جلد ہی آپ کے خاوند نے جماعت چھوڑ دی کیونکہ ان کی والدہ غیر احمدی تھی۔ پھر آپ کو بھی جماعت چھوڑنے پر مجبور کرنے لگے۔ جبکہ آپ کے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہو چکا تھا۔ اور بیٹے کی تربیت بھی اپنے رنگ میں کرنے لگے۔ گاؤں میں جب کوئی بھی اجلاس مکرم حضرت مولوی عبدالسلام خاں صاحب ؓ کاٹھگڑھی کے گھر یا مسجد میں ہوتا تو بی بی

نورجان صاحبہ کے خاوند اور ساس ان کو جانے سے منع کرتے تھے۔اگر کبھی رات کو دیر ہو جاتی تو دروازہ نہ کھولتی تھی۔اسی طرح ایک بار سزا کے طور پر ساری رات (سردیوں میں) باہر رکھا۔بی بی نورجان صاحبہ کے بیٹے بشیر احمد کو دودھ سے محروم رکھتے۔اور اسے کہتے کہ اگر تو کہے گا کہ میں احمدی نہیں ہوں تو دودھ ملے گا۔ورنہ نہیں۔اور طرح طرح کی سختیوں کا سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا۔بی بی جان صاحبہ عرصہ دس سال تک اپنے خاوند اور ساس کے مخالف رویے کو برداشت کرتی رہیں۔اور ساتھ ہی مرکز میں مکرم حضرت مولوی عبدالسلام خاں صاحبؓ کاٹھگڑھی کے توسط سے سارے حالات حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں عرض کرتی رہیں جب حالات زیادہ ہی خراب ہونے لگے اور نوبت مار کٹائی تک آ پہنچی تو آخر کار حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو قادیان آنے کا مشورہ دیا۔

آپ 1938ء میں اپنے بیٹے مکرم بشیر احمد خاں صاحب کو ساتھ لے کر کاٹھ گڑھ سے قادیان آ گئیں۔بچے کو سکول میں داخل کروادیا۔آپ خود بی بی بوزینب صاحبہؓ زوجہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے بطور ملازمہ ملازم ہوگئیں۔اپنی رہائش محلہ دارالفضل میں رکھ لی۔آپ کے بیٹے مکرم بشیر احمد خاں صاحب نے 1943ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کیا۔آپ کے اصل کفیل تو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ہی تھے۔اس کے بعد آپ میاں صاحب کی فیکٹری میں ملازم ہوگئے۔بڑے میاں صاحب کی طرح صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے بھی ان سب کا ہمیشہ بہت خیال رکھا۔تقسیم ملک کے موقع پر بی بی نورجان صاحبہ کے اکلوتے بیٹے رانا بشیر احمد خاں کاٹھ گڑھی کو قافلوں کے ساتھ ڈیوٹی دینے کا موقع بھی ملا۔افتتاح ربوہ کے موقع پر موجودگی میں بھی آپ کا نام تاریخ میں آتا ہے۔پھر رانا بشیر احمد خاں صاحب کاٹھگڑھی کو صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے احمد ٹرانسپورٹ کا منیجر بنا دیا۔جس میں آپ کافی کامیاب رہے۔ایک کمپنی پرنس ٹرانسپورٹ کے نام سے بھی آپ نے چلائی تھی۔جو سرگودھا سے فیصل آباد چلا کرتی تھی۔آپ نے اپنا مکان 1955ء میں سب سے پہلے دارالیمن شرقی میں بنوایا جبکہ اس وقت یہاں کوئی آبادی نہ تھی جو کہ اب تک ان کا یہ انعام ہمارے پاس ہے۔آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔مکرم مبشر احمد کارکن دفتر خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ، خاکسار مکرم مبارک احمد کوبلنز جرمنی، مکرم ناصر احمد ربوہ، مکرم مدثر احمد صاحب ربوہ، مکرم نصیر احمد سپین۔پھر آپ کافی عرصہ بیمار رہے اور نومبر 1979ء میں فوت ہوئے۔موصی تھے ان کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔میری دادی بی بی نورجان صاحبہ تقسیم ملک کے بعد کچھ سال شورکوٹ جھنگ میں اپنے بھائیوں کے پاس بھی رہائش پذیر رہیں۔بی بی نورجان صاحبہ نے اپنی ساری زندگی جماعت کے نام کر دی۔عین جوانی کے وقت اپنے خاوند سے ایمان کی خاطر علیحدگی اختیار کر لی۔اور اپنی عمر کا ایک حصہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گزار دیا۔اپنے بیٹے کی اعلیٰ تربیت کی۔اور ہماری تربیت میں بھی ان کا بڑا دخل تھا۔ہم سب پوتے پوتیوں کو دیکھ کر وہ بہت ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر و شکر کیا کرتی تھیں۔اور بڑی عزت کے ساتھ غیور زندگی گزاری۔آپ سلسلہ کے لئے بہت غیرت رکھتی تھیں۔نہایت متقیہ، پابند نماز و روزہ، معقول اور سمجھدار خاتون، اور موصیہ تھیں، 1987ء میں وفات پائی۔اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئیں۔ہم آج اپنی دادی کی قربانی پر غور کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ جماعت جیسی انمول دولت سے ان کی قربانی نے ہمیں ہمکنار کیا ہے ورنہ نہ جانے ہم کن تاریکیوں میں بھٹک رہے ہوتے۔خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں محض اپنے فضل سے خلافت سے وابستہ رکھے۔آمین۔

(الفضل ربوہ۔29۔ستمبر 2010)



چوہدری بشیر احمد خاں ولد چوہدری عبدالرحیم خاں آف ہڑپہ

چوہدری بشیر احمد خاں کی پیدائش غالباً 1926 کی ہے۔آپ قادیان ہی میں پڑھے۔اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور پھر ربوہ میں مقیم ہوئے۔ربوہ کے افتتاح موقع پر آپ بھی موجود تھے۔آپ نے پلاٹ خرید کر دارالیمن میں اپنا مکان بنایا۔صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے کاروبار کو بھی چلاتے رہے۔سرگودھا میں آپ کا ٹرانسپورٹ کا کاروبار تھا۔آپ کے 6 بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔آپ بہت اچھے منتظم اور ملنسار تھے۔آپ نے غالباً بیمار رہنے کے بعد 1980 میں وفات پائی ۔آپ کے بڑے بیٹے مبشر احمد خاں خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں ملازم رہے محلے کے صدر رہے آپ کے ایک بیٹے مربی سلسلہ بھی ہیں۔جن کا نام مدبر احمد خاں ہے۔چوہدری بشیر احمد خاں کے دوسرے بیٹے مبارک احمد خاں ہے۔پہلے لاہور میں کاروبار کرتے تھے۔آج کل جرمنی میں مقیم ہیں۔حلقے کے ناظم انصاراللہ کے علاوہ ہر شعبے میں خدمات انجام دے چکے ہیں۔ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ایک بیٹا بسالت احمد مربی سلسلہ بھی ہے۔آپ کی دادی جان بی بی نور جان صاحبہ تھیں۔



باب (18)

چوہدری منشی خاں صاحب ولد چوہدری چھجو خاں

اور ان کی اولاد

چوہدری منشی خاں صاحب نے 1903 میں ہی بیعت ہوئے۔جب رئیس کاٹھگڑھ چوہدری غلام احمد خاں نے بیعت کی اور لوگوں حق بات کی نشاندہی کی۔آپ کے پانچ بیٹے دو بیٹیاں تھیں۔جن کی ساری اولاد احمدی ہے اور خلافت سے وابستہ ہے۔آپ کے کئی پوتے اور نواسے مربیان ہیں۔

چوہدری محمد حسین خاں۔آپ پیدائشی احمدی تھے۔آپ کی شادی مکرم حضرت خواجہ خاں کی بیٹی محترمہ تاج بی بی سے ہوئی تھی۔آپ کے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔آپ جواں سالی ہی میں کاٹھ گڑھ انڈیا ہی میں وفات پا گئے تھے۔آپ کی اولاد رانا ظفراللہ خاں مرحوم کے دو بیٹے ہیں جو لندن اور امریکہ میں مقیم ہیں۔آپ کی ایک بیٹی کنیڈا اور دوسری سویڈن میں مقیم ہے۔ان سب کے بچے جماعت سے وابستہ ہیں۔

چوہدری ولی محمد خاں پہلے فوج میں بھرتی ہوئے۔پھر ریلوے میں ملازم ہو گئے۔قیام پاکستان کے وقت آپ لاہور ہی میں ملازم تھے۔آپکے بھی چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔آپ بھی 55 سال کی عمر میں کئی نو میں فوت ہوئے۔آپکے بیٹے مبشر احمد خاں، نصیر احمد خاں اسلام آباد میں پراپرٹی کا کاروبار کرتے ہیں۔جس میں آپ کی اولد نے بہت ترقی کی ہے۔جماعت میں بھی خدمات بجالا رہے ہیں۔ان کی ساری اولاد جماعت سے منسلک ہے اور خلافت سے وابستہ ہے۔

چوہدری ماسٹر عبدالستار خاں، آپ نے ساری عمر درس و تدریس میں گزارا۔آپ کے بھی چار بیٹے ہیں چار بیٹیاں تھیں۔دو بیٹے رانا عبدالخالق خاں، رانا عبدالرزاق خاں جرمنی میں مقیم اور ایک ماسٹر سعید احمد وفات پا گئے ہیں۔اور ایک پاکستان میں ہی مقیم ہے۔

چوہدری ماسٹر محمد یوسف خاں، آپ بھی محکمہ تعلیم میں ماسٹر تھے۔جماعتی عہدوں پر بھی بہت کام کیا۔اسیرانِ راہِ مولیٰ ہونے کا بھی اعزاز ملا۔آپ



کے چار بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں۔ جبکہ دو بیٹے محمد اکرم خاں اور محمد انور خاں وفات پا چکے ہیں۔ باقی ساری اولاد جماعت سے وابستہ ہے۔

چوہدری محمد نواز خاں صاحب۔ آپ بھی ایک مجاہد انسان تھے۔ خدمت دین کرنے والے، نمازی، پرہیز گار۔ آپ کے پانچ بیٹے ہیں۔ دو بیٹے مربی سلسلہ ہیں۔ جو پاکستان میں محمد فارق خاں، اور کینیا افریقہ میں مکرم محمود احمد خاں خدمات بجا لا رہے ہیں۔ ان کی اولادیں بھی جماعت سے وابستہ ہیں اور خلافت احمدیہ کی مطیع ہیں۔ ان کے دو بیٹے جرمنی میں مقیم ہیں۔

مکرمہ امۃ الحئی صاحبہ اہلیہ مکرم محمد نواز صاحب کاٹھگڑھی

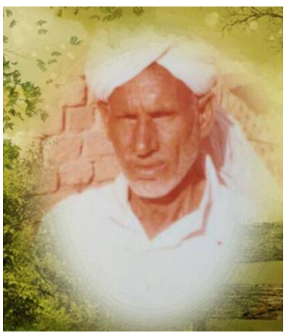


مکرمہ امۃ الحئی صاحبہ اہلیہ محمد نواز صاحب کاٹھگڑھی کا ذکر خیر کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

''دوسرا جنازہ مکرمہ امۃ الحئی صاحبہ اہلیہ محمد نواز صاحب کاٹھگڑھی کا ہے جن کی 15 ر مارچ کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کا تعلق قادیان کے نواحی گاؤں بگول سے تھا۔ ابھی دو سال کی تھیں کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کے تایا محمد ابراہیم نے ان کی پرورش کی۔ مرحومہ پیدائشی احمدی تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت 1903ء میں آئی تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد اپنے تایا کے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے جڑانوالہ آ کر رہائش اختیار کی اور پھر وہاں سے 1981ء میں انہوں نے بچوں کی تعلیم وغیرہ کے لیے ربوہ ہجرت کی اور آخر دم تک ربوہ میں ہی قیام کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹی ان کی چھوٹی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اپنی اولاد میں سے بچوں کو وقف کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور پھر اولاد در اولاد یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کے بڑے بیٹے رانا فاروق احمد صاحب نظارت دعوت الی اللہ میں مربی سلسلہ ہیں۔ چھوٹے حافظ محمود احمد طاہر جامعہ احمدیہ تنزانیہ میں بطور استاد خدمت بجا لا رہے ہیں۔ والدہ کے جنازے کے لیے پاکستان نہیں جا سکے تھے۔ اسی طرح ایک پوتا مربی سلسلہ ہے۔ ایک نواسہ مربی سلسلہ گھانا میں ہے۔ ایک پوتا اور ایک پوتی حافظ قرآن ہیں اور بہت ساری پوتیوں اور نواسیوں کی شادیاں انہوں نے مربیان میں، واقفین زندگی میں کی ہیں۔

ان کے بیٹے حافظ محمود بیان کرتے ہیں کہ ہمارے والدین ساری زندگی خدمتِ سلسلہ کو ترجیح دیتے رہے اور ہمیں نظام جماعت اور خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھنے اور نماز باجماعت کے پابند بنانے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہتے تھے۔ تبلیغ احمدیت کا شوق بھی بہت تھا۔ والدہ کی طرف سے ان کی والدہ کے تمام بھائی اور بہنیں غیر احمدی تھے۔ ان کو حتی الوسع تبلیغ کیا کرتی تھیں۔ اسی تبلیغ کے نتیجہ میں ان کے ایک بھائی عبدالحمید صاحب کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی اور ان کی اولاد بھی اللہ کے فضل سے خادمِ سلسلہ ہے۔ شورکوٹ میں جب یہ تھیں تو 53ء اور 74ء کے حالات جماعت پر بڑے سخت تھے۔ انہوں نے یہ وقت بڑی جرأت اور دلیری سے گزارا اور کسی قسم کا کوئی خوف سامنے نہیں آنے دیا۔ یہ لکھتے ہیں کہ 74ء کی شورش کے دوران ہی، ایک دن گاؤں کے نمبردار کی بیوی ہمارے گھر میں آئی اور نمبردار کا پیغام دیا کہ احمدیوں کے گھروں پر حملہ کرنے کے لیے جلوس آ رہا ہے۔ اس لیے مرد باہر کھیتوں میں چھپ جائیں اور عورتیں ہمارے گھر آ جائیں مگر ہماری والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ ہم گھر میں ہی رہیں گی خواہ مریں یا جئیں۔ اور انہی دنوں ایک دفعہ ان کے گھر پہ جلوس آ گیا تو گھر میں مرد کوئی نہیں تھا۔ صرف بہنیں تھیں اور ان کی والدہ تھیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جلوس باہر تھا۔ ہاتھ میں ایک کلہاڑی لے کر گھر کے صحن میں ٹہلتی رہیں اور باہر سے کسی نے آواز دی کہ ان کے گھر پر حملہ کرو تو انہوں نے اندر سے آواز دی کہ اگر کوئی بھی دیوار پھلانگ کے اندر آیا تو میں

تمہارا سر تمہارے جسم سے علیحدہ کر دوں گی اور اسی طرح کروں گی جس طرح حضرت صفیہؓ نے سر اٹھا کے باہر پھینک دیا تھا۔ بہر حال یہ جرأت دیکھ کے مخالفین وہاں سے چلے گئے۔ 71ء میں ان کے ایک بیٹے جو فوج میں تھے جنگی قیدی تھے، فوج میں تھے یا ویسے سرکاری ملازم تھے بہر حال جنگی قیدی تھے۔ تین سال کا عرصہ وہ جنگی قیدی رہے۔ بڑے صبر سے انہوں نے وہ وقت گزارا اور ان کے واپس آتے ہی پہلے انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہتے ہیں ہماری والدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اور ہمیشہ گھر میں باتیں ہوتی تھیں۔ یہی کہا کرتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ کے واقعات سناؤ۔ آخری وقت میں بھی آنحضرت ﷺ کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں کرتی تھیں کہ وہ آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی اور نسلوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 29 / مارچ 2019ء)



باب (19)

محترم چوہدری عبدالستار خاں کاٹھگڑھی

چوہدری عبدالستار خاں 1917ء کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور انڈیا چوہدری نور محمد رائیکہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم احمدیہ اسکول کاٹھگڑھ سے حاصل کی۔ 1930ء میں آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا بچپن سے شفقت پدری سے محروم ہونے سے خاطر خواہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ اور برٹش انڈین آرمی میں بھرتی ہو گئے۔ والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اور آپ کی چار بہنیں تھیں۔ پاکستان کی تقسیم کے بعد آپ لکی نو تحصیل شورکوٹ میں آباد ہو گئے۔ جہاں آپ نے اپنی اور اپنی برادری کی آبائی زمین الاٹ کروالی۔ یہاں آپ نے سب احباب جماعت سے ملکر ایک مسجد کی عمارت بنائی اور جماعت قائم کی۔ آپ بہت ہی معقول اور دانشمند انسان تھے۔ محکمہ مال کے امور کے متعلق بہت ہی گہرا علم رکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد سب احمدی احباب کی زمینوں کے کلیم الاٹ کروائے اور ان امور میں سب کی مدد بھی کی۔ ساری برادری آپ کو اپنا سربراہ مانتی تھی۔ کوئی بھی موقع آتا، مثلاً الیکشن کا موقع ہوتا یا برادری میں کوئی جھگڑا ہو جاتا تو آپ مناسب فیصلہ کرتے جو سب کو قبول ہوتا۔ سب آپ کے فیصلوں پر آمین کرتے تھے۔ آپ عرصہ دراز تک صدر جماعت بھی رہے۔ جماعتی مہمانوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ سب لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ اور سب کے کام آتے تھے۔ بہت ہی نڈر اور دلیر تھے 1968ء میں یہاں کے ایک بہت بڑے غیر احمدی زمیندار نے ایک۔۔ حافظ قرآن کو انہی کی مسجد میں قتل کر دیا تھا۔ علاقے میں اس قاتل کے خلاف کوئی بھی سچی گواہی دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر آپ نے اس گواہی کے لئے خود کو پیش کر دیا۔ آپ کو بہت دھمکیاں بھی ملیں مگر آپ بڑے استقلال سے ثابت قدم رہے۔ ڈٹ کر گواہی دی۔ اور قاتل کو چودہ سال قید کی سزا ہوئی۔ آپ کی اس جرات مندانہ سچی گواہی کا یہ علاقہ گواہ ہے۔ مسجد احمدیہ لکی نو کی تعمیر نو میں بھی آپ نے بہت اچھا کردار ادا کیا۔ جماعتی وقار کا ہمیشہ خیال رکھتے۔ اپنی زندگی میں ہی اپنی ساری زرعی زمین شرعی طور پر اپنے بچوں اور بچیوں میں منتقل کر دی تھی تاکہ بعد میں تقسیم زمین کا کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو۔ اس علاقے کے سب لوگوں سے آپ کا ایک گہرا تعلق تھا۔ افسران وقت سے آپ کی بہت پہچان تھی۔ کوئی کام بھی مشکل سے مشکل ہوتا۔ بغیر رشوت کے اور مناسب انداز بیان سے سب افسران سے کروا لیتے تھے۔ ساری برادری میں کوئی بھی سرکاری کام ہوتا تو وہ آپ کے ذمہ لگا دیا جاتا تھا۔ اور وہ کام آپ احسن طریقے سے سرانجام دیتے تھے۔ آپ کی والدہ

شریفن بی بی سے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ وہ بہت ہی نیک اور پابند صوم وصلوۃ خاتون تھیں مگر ابھی احمدی نہ ہوئی تھیں۔ ہمارے والد صاحب عبداللطیف خاں(جوکہ انکے داماد تھے)نے اپنی ساس کو احمدیت کی سچائی کے بارے میں استخارہ کرنے کا بتایا جو کہ آپ روزانہ سونے سے قبل پڑھتی رہیں۔ چند دنوں کے بعد آپ نے اپنا خواب بتایا کہ میں ایک راستے پر جارہی ہوں اور کسی منزل کا راستہ ایک بزرگ سے پوچھتی ہوں۔ اس نورانی چہرے والے بزرگ نے مجھے کہا کہ مائی تم غلط راستے پر ہو۔ یہ سیدھا راستہ جو میں آپ کو بتارہا ہوں۔ یہی آپ کو منزل مقصود تک پہنچادیگا۔ اس طرف جاؤ۔ میرے والد صاحب نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو مبارک انکو دکھایا تو فورا کہہ اٹھی کہ یہی بزرگ تھے جو میں نے خواب میں دیکھے۔ اور فوراً بیعت کرلی۔ اور اس طرح اس خاندان میں احمدیت آئی۔ آپ بہت ہی حوصلہ مند، حلیم، مہمان نواز، دانشمند، زود فہم، مستقل مزاج، جرات مند، بہادر اور نیک انسان تھے۔ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں جن سب کی اولاد احمدیت کی دولت سے مالا مال اور خلافت کی اطاعت گذار ہے۔ خدا تعالی ہم سب کو ان بزرگوں کی پیروی میں اس نور خلافت سے تاابد وابستہ رکھے آمین۔

(الفضل ربوہ۔2دسمبر2010ء الفضل ربوہ)

محترم چوہدری عبدالستار خاں کاٹھگڑی ولد نور محمد رائیکہ کاٹھ گڑھی

چوہدری عبدالستار خاں کاٹھگڑی کی پیدائش تقریباً 1917 میں کاٹھگڑھ کی ہے۔ ایک ہی اپنے والدین کا بیٹا تھا اور چار بہنیں تھیں۔ والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ والدہ 1957 تک زندہ رہیں۔ جو کہ میری نانی جان تھیں قیام پاکستان سے قبل فوج میں بھرتی تھے۔ کوئٹہ میں مقیم تھے کہ بیوی وفات پا گئی۔ دو بچے یتیم رہ گئے۔ ایک کا نام محمد سلیم خاں تھا اور دوسرے کا نام محمد حنیف خاں ہے۔ محمد سلیم کی عمر 1938 کی پیدائش تھی اور محمد حنیف کی پیدائش 1941 کی تھی۔ آپ ناچار بچوں کو واپس والدہ کے پاس لے آئے۔ چند سال بعد ملک کی تقسیم ہوگئی۔ تو پاکستان اپنے خاندان کے ساتھ آکر اپنی زمین کا کلیم لکی نوشورکوٹ میں الاٹ کروالیا۔ زمین 35۔ ایکڑ کے قریب تھی۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے بہنوں نے اپنے حصے کی زمین بھی نہ لی۔ اور اس وقت رواج بھی نہ تھا۔ ایک بہن کی شادی برج گاؤں میں ہوئی۔ جس کے ایک بیٹا عبدالجبار خاں پیدا ہوا۔ دوسری کاٹھگڑھ میں احمد بخش کو بیاہی گئی۔ جس میں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ یہ آپ کی دونوں بہنیں قیام پاکستان سے قبل ہی وفات پا گئیں۔ ایک کی موضع ڈگام میں شادی کی تھی۔ وہ 27 ج ب لائلپور میں مقیم تھی۔ ایک جس کا نام حسن جان تھا وہ عبداللطیف نمبردار سے بیاہی گئی۔ جو کہ رانا عبدالرزاق خان کے والد تھے۔ رانا عبدالستار خاں نے دوبارہ شادی کی تھی۔ جس میں سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ نصرت بیگم، بشریٰ بیگم، نسرین بیگم،۔ آپ جماعتی کاموں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جماعت کے صدر بھی کافی عرصہ رہے۔ زرعی زمین بھی بیس ایکڑ مزید خریدی۔ محکمہ مال کے قوانین کے ماہر تھے۔ اور باقی بھی قانونی امور کو اچھی طرح جانتے تھے۔ خاندان کے اور دیگر افراد کے مشکل کام یا مسئلے حل کروادیا کرتے تھے۔ نڈر اور دلیر تھے۔ واقفیت اور افسران بالا تک رسائی بہت تھی ۔ لکی نو کی جماعت کے لئے الگ قبرستان الاٹ کروایا۔ اور احمدیہ تعمیر مسجد لکی نو میں بھی حد درجہ تعاون کیا۔ ہر آنے والے مہمان کو ٹھہرانا اور اسے کھانا وغیرہ دینا ان کا معمول تھا۔ غیر از جماعت کے لوگوں میں بہت اثر ورُسوخ تھا۔ چوہدری عبدالستار خاں کاٹھگڑھی اپنی برادری کے سربراہ کے طور پر جانے جاتے تھے۔ محنتی، سمجھدار ایک معقول انسان تھے۔ تعلقداری بہت تھی۔ ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔ ہر کسی کے کام آنا ان کا خصوصی وصفت تھا۔ آپ نے 2001 میں وفات پائی۔



رانا محمد سلیم خاں ولد چوہدری عبدالستار خاں کاٹھگڑھی ککی نوشور کوٹ

رانا محمد سلیم خاں کی پیدائش 1938 کاٹھگڑھ کی ہے۔میٹرک کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہوگئے۔4انجینئر میں تھے۔اچھے خوبصورت جوان تھے۔1960 میں ان کی ڈیوٹی شاہراہ ریشم گلگت کی تعمیر پر تھی۔غالباً1972 میں ریٹائر ہوگئے۔اور پھر ڈیرا ککی نو ہی لگالیا۔آپ کے ہاں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔بیٹے کا نام محمد صادق ہے۔آپ کی وفات 2009 میں ہوئی۔



رانا محمد حنیف خاں ولد چوہدری عبدالستار خاں کاٹھگڑھی ککی نوشور کوٹ

آپ کی پیدائش 1941 کی ہے۔آپ نے میٹرک کیا تو میلسی میں ایک برٹش کمپنی میں ملازم رہے۔بعدازاں لاہور آر اے بازار میں کریانہ کی دکان بنالی۔1980 میں بحرین خلیج عربی تشریف لے گئے۔آپ کی شادی 1963 میں چک 2ٹی ڈی اے میں اپنے پھوپھا رانا عبداللطیف خاں نمبردار کی بیٹی منصورہ بیگم سے ہوئی۔آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔بڑا بیٹا نسیم اکبر ہے جو ربوہ میں مقیم ہے اور بچوں کو پڑھا رہا ہے۔وسیم احمد کینیڈا میں ہے۔تسنیم اکبر جرمنی میں ہے۔ایک بیٹی پھلروان میں بیاہی گئی ہے دوسری 497 شورکوٹ شہر بیاہی گئی ہے۔رانا محمد حنیف خاں خود بھی ربوہ اپنے بیٹے کے پاس مقیم ہیں۔

باب (20)





چوہدری حاجی احمد خاں، چوہدری محمد خاں، چوہدری بوٹے خاں

حضرت چوہدری رحمت خاں صاحب کاٹھگڑھی ولد ہمیرے خاں نے بھی 1903 میں برادری کے ساتھ ہی بیعت کی تھی۔حضرت چوہدری رحمت خاں صاحب کے دو بھائی بابو احمد خاں اور عبدالرشید دو بھائی بھی تھے۔جو کہ ان کے ساتھ ہی احمدی ہوئے۔عبدالرشید خاں لاولد فوت ہوئے۔حضرت بابو احمد خاں کے دو بیٹے تھے۔جن کا نام حاجی احمد خاں اور چوہدری محمد خاں تھا۔رحمت خاں کے بیٹے بوٹے خاں تھے۔جو قیام پاکستان کے بعد ککی نو تحصیل شورکوٹ جھنگ میں آکر آباد ہوئے۔اپنی آبائی زمین کا کلیم ککی نو میں الاٹ کروالیا اور ساری برادری کے ساتھ یہاں بودوباش اختیار کرلی۔ بوٹے خاں کی وفات پچاس سال کی عمر میں 1949 میں ہوئی۔جبکہ ان کے اکلوتے بیٹے محمد صدیق کی عمر صرف آٹھ سال ہی تھی۔محترم حاجی احمد صاحب کی پیدائش 1905 کی تھی۔اُنکے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔محترم حاجی احمد خاں بہت ہی سادہ اور نیک انسان تھے۔۔آپ کی وفات 8 فروری 1988 کی ہے۔آپ کے بڑے بیٹے رانا عبدالرزاق خاں صدر جماعت ککی نو بھی رہے اور مختلف عہدوں پر بھی کام کیا۔آپ کے دو بیٹے ہیں۔حاجی احمد خاں کے دوسرے بیٹے محمد ریاست خاں ،اور عبدالرؤف خاں سعودیہ میں کام کرتے ہیں۔محمد ریاست تو اب آگئے ہیں۔اور رانا عبدالرؤف خاں عرصہ دراز سے امیر جماعت سعودی عرب ہیں۔آپ کے چار بیٹے ہیں۔

ان کی ساری اولاد خلافت سے وابستہ ہے چوہدری محمد خاں 1985 میں وفات پا گئے تھے ان کا ایک بیٹا عبداللطیف خاں ہے۔جس کے دو بیٹے اور عبدالباسط جو کہ پاکستان میں ہی ہیں اور عبدالخالق جرمنی میں ہے۔محمد صدیق خاں صاحب 2015 میں وفات پا گئے تھے۔ان کے ایک بیٹے محمد نعیم خاں

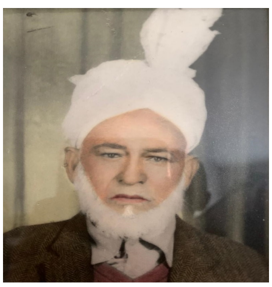
ہیں۔ جو کہ اسلام آباد یواین کے دفتر میں آفیسر ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہیں۔

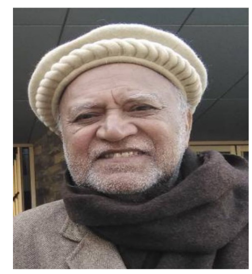


چوہدری محمد اسمٰعیل خاں ولد چوہدری محمد ابراہیم خاں کاٹھگڑھی

آپ اکلوتے بیٹے تھے۔ اور بہت ہی بھلی طبیعت کے تھے۔ ہنس مکھ اور خوش گلو اور خوش گفتار بھی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اپنی برادری کے ساتھ لکی نو میں ہی مقیم ہو گئے۔ آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ بہت ہی صابر شاکر انسان تھے۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔ جن میں سے دو محمد حنیف خاں اور محمد جمیل خاں تو وفات پا چکے ہیں ایک بیٹا حیات ہے جس کا نام نصیر احمد ہے۔

باب (21)





حضرت محترم محمد اسمٰعیل خاں صحابی کاٹھگڑی

حضرت محترم محمد اسمٰعیل خاں صحابی کاٹھگڑی کے ایک بیٹے محمد ابراہیم خاں تھے جو کوئٹہ میں مقیم تھے۔ اب وفات پا چکے ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہیں ایک آسٹریلیا اور دوسرا یو کے میں مقیم ہے۔ حضرت محترم محمد اسمٰعیل خاں صحابی کاٹھگڑی کی شادی منشی برکت علی صاحب تحریک جدید کی بیٹی سے ہوئی تھی۔



مکرم عبدالرحیم جرنیل

یہ دو بھائی تھے دوسرے بھائی کا نام نذیر احمد تھا۔ نذیر احمد کا بیٹا ظہور احمد تھا جو ہدایت خاں ولد بلند خاں کی بیٹی عزیزہ بیگم سے شادی ہوئی تھی۔ اس کی دو بیٹیاں ہیں۔ عبدالرحیم جرنیل کے ایک بیٹی اور ایک بیٹا عبدالمنعم خاں ہے۔ جو کراچی میں رہائش پذیر ہے۔ اس کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔



باب (22)

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی رضی اللہ تعالیٰ

حالات زندگی

پیدائش وعہد طفولیت

حضرت مولوی چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی کے والد صاحب چوہدری محمد حسین خاں صاحب پشاور میں تحصیلدار کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ کی ولادت والد صاحب کی ملازمت کے دوران 1883ء میں ہوئی اور آپ نے اپنا بچپن پشاور میں ہی گزارا اور اسی وجہ سے آپ کو پشتو زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ کے بڑے بیٹے عبدالرحیم صاحب آپ کی پیدائش اور بچپن کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ

''ہمارے دادا جان صاحب چوہدری محمد حسین خاں صاحب پشاور میں ملازم تھے۔ جناب والد صاحب مرحوم بھی وہاں ہی پیدا ہوئے۔ اور بچپن کا زمانہ بھی وہیں گزارا۔ اس لئے آپ کی مادری زبان پشتو ہی کہی جاسکتی ہے۔ جناب داد صاحب بیان کیا کرتے تھے آپ بچپن میں بچوں وغیرہ میں کم کھیلا کرتے تھے۔'' (بحوالہ الحکم قادیان 21 جون 1934 صفحہ 7) اسی طرح آپ کے پوتے عبدالسمیع خاں صاحب آپ کی پیدائش کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ: ''میرے دادا حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کی پیدائش 1883ء میں پشاور میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم محمد حسین خان صاحب پشاور میں ہی ملازم تھے اور اہلحدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ محترم دادا جان نے پشتو زبان وہیں سے سیکھی۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 30 نومبر 2011 صفحہ 5)

تعلیم وتربیت:

احمدیت قبول کرنے سے پہلے ہمارا خاندان اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتا تھا اور دینی گھرانہ تھا۔ آپ کی تربیت خالص دینی ماحول میں ہوئی۔ آپؓ نے اپنی ابتدائی تعلیم پشاور سے حاصل کی جس کے متعلق آپ کے فرزند مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں کہ:

''جناب دادا صاحب بیان کرتے تھے آپ بچپن میں بچوں وغیرہ میں بہت کم کھیلا کرتے تھے۔ آپ وہاں (پشاور میں) کچھ عرصہ تعلیم بھی پاتے رہے۔ آپ کو نماز کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ اسوقت ہمارے دادا صاحب الحدیث تھے۔'' (بحوالہ الحکم قادیان 21 جون 1934 صفحہ 7)

چونکہ آپ حضرت مسیح موعود کی کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے اور اپنے دوست سے بھی جماعت کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ 1903ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کرم دین الٰہی کے مقدمہ کے سلسلے میں جہلم کا سفر فرمایا اور راستے میں لاہور میں ٹھہرے تو اس دوران حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھ صاحب دوست کے ہمراہ حضور اقدس علیہ السلام سے ملاقات کے لئے گئے اور حضور کی دستی بیعت سے مشرف ہو کر امام الزمان علیہ السلام کی غلامی کا اعزاز پایا۔ علاوہ ازیں آپ کو خاندان میں سب سے پہلے احمدیت قبول کرنے کی بھی توفیق ملی۔ البدر اخبار میں زیر عنوان ''فہرست نو مبائعین کی جنہوں نے حضرت احمد مرسل یزدانی مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دست مبارک پر آپکی سفر جہلم میں مقام لاہور اور جہلم اور راستہ میں شرف بیعت حاصل کیا'' میں آپ کا نام درج ہے۔ ''73 نمبر پر عبدالسلام ولد محمد حسین خان کاٹھگڑھی ضلع ہوشیار پور مقام لاہور۔

(بحوالہ البدر 23 تا 30 جنوری 1903ء ص 13)

بیعت کے بعد مخالفت کا سامنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد آپ کو گھریلو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔اسی مخالفت کے باعث آپ کو تعلیم نامکمل چھوڑنا پڑی۔مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم اس ضمن میں کچھ یوں تحریر کرتے ہیں کہ:

جس وقت آپ لاہور میں تعلیم پارہے تھے غالباً 1903ء تھا۔۔۔۔۔۔۔چونکہ ہمارے دادصاحب ابھی غیر احمدی ہی تھے اور ریٹائرڈ ہوکر گھر کاٹھگڑھ آ گئے تھے۔آپ نے جس وقت سنا جناب والدصاحب نے بیعت کر لی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور خرچ بند کرنے کی دھمکیاں دیں اور کچھ عرصہ بعد خرچ بند کر دیا۔جناب والد صاحب اس سال انٹرنس میں شامل ہونے والے تھے۔آپؓ تعلیم کو بند کر کے قادیان آ گئے۔

(بحوالہ الحکم قادیان 21 جون 1934 صفحہ 7)

اسی ضمن میں آپ کے چچازاد بھائی کے بیٹے مکرم عبدالحکیم پٹواری صاحب اپنے ایک انٹرویو میں حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کو' کے بعد پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''جب آپ نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی تو آنحضور ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر صحابہ کی طرح آپ کو بھی بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔جن میں سے ایک والد صاحب کی نفرت تھی۔آپ کے والد محترم نے آپ کو بہت تکالیف دیں۔آپ کا خرچہ بند کر دیا۔اور آپ کے سامنے روٹی زمین پر پھینک دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اٹھا کر کھالو لیکن برتن کو ہاتھ مت لگانا۔آپ کو اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدیت قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔(بحوالہ انٹرویو محترم عبدالحکیم پٹواری صاحب)

قادیان میں حصول تعلیم

حضرت مسیح موعود کی بیعت کر کے گرمی کی چھٹیوں میں وطن مالوف کی بجائے قادیان مقدس چلے گئے اور وہاں جا کر آپ نے قرآن مجید، حدیث اور کتب مسیح موعود کا مطالعہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے درس القرآن سے مستفید ہوئے نیز آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہم مکتب ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔جس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 1957ء میں ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''مجھے یاد ہے کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور کے ایک دوست عبدالسلام صاحب میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔وہ کاٹھگڑھ واپس گئے تو انہوں نے ایک پرائمری سکول بنایا۔''(بحوالہ خطبات محمود جلد 38 صفحہ 239)

اسی ضمن میں آپ کے پوتے مکرم عبدالسمیع خاں صاحب اپنی تحریر میں آپ کا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہم مکتب ہونے کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں کہ:''1954 میں جماعت دہم کی الوداعی تقریب میں حضور بنفس نفیس سکول تشریف لائے۔۔۔۔۔ہمارے استاد ہر طالب علم کا تعارف کرواتے جاتے تھے۔جب خاکسار کی باری آئی اور بتایا کہ یہ چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب کاٹھ گڑھی کے بیٹے ہیں۔تو فوراً دادا جان کا نام حضور کے ذہن میں آ گیا۔فرمایا کہ وہ میرے کلاس فیلو تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس اکثر خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے قبل پڑھا کرتے تھے۔)(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ یکم دسمبر 2011ء صفحہ 26)

حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے قادیان میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے فرزند مکرم

عبدالرحیم صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''آپ تعلیم کو بند کر کے قادیان آگئے اور کتب میں موجود اور احادیث وغیر کا مطالعہ شروع کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ قادیان میں کافی عرصہ ٹھہرے اور عربی اور احادیث پڑھتے رہے۔(بحوالہ الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 37)

محترم عبدالرحیم صاحب مرحوم آپ کی حصول تعلیم کے متعلق مزید بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ نے 1918 اور 1919 میں سنسکرت کی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ یہاں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ایک پنڈت سنسکرت پڑھایا کرتا تھا۔ آپ بھی اس سے سنسکرت پڑھتے اور سارا دن سنسکرت کا سبق یاد کرتے۔صبح ہی کھارے کی طرف سبق یاد کرنے چلے جایا کرتے اور شام کو واپس آیا کرتے تھے۔آپ کو مرکز کی طرف سے کچھ وظیفہ بھی ملتا تھا۔۔۔۔۔۔1921 میں آپ اس سنسکرت کی تعلیم سے فارغ ہو کر کاٹھگڑھ چلے گئے۔

(بحوالہ الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 8)

امور شبانہ روز

آپ کے دن کا آغاز خدا کی حمد وثنا سے شروع ہوتا اور خدا کے ذکر سے اختتام ہوتا۔اس دوران آپ قرآن واحادیث کا باقاعدگی سے درس دیتے، مریضوں کو دوائی دیتے، سکول کے متفرق معاملات کو دیکھتے۔طلباء کی نگرانی، مقدمات، خط وکتابت اور بیت المال کی نگرانی بڑے احسن انداز میں کرتے جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے بڑے بیٹے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''آپ نے فجر کی نماز کے بعد باقاعدہ روزانہ قرآن کریم اور احادیث کا درس دیا کرتے تھے۔اور پھر مسجد میں قرآن شریف باترجمہ پڑھاتے تھے۔اس کے بعد دوائی خانہ کے سامنے صحن میں بہت سے بیمار پہلے ہی سے جمع ہوتے تھے اور انتظار میں بیٹھے رہتے تھے۔ان کو دوائی دیتے تھے۔پھر سکول کا وقت ہو جاتا تھا۔لڑکوں کو پڑھاتے اور بطور مینیجر کے بھی کام کرتے تھے۔سکول کی عمارت کا بھی کام شروع کیا ہوا تھا۔وہ کام بھی ساتھ ہی جاری رہتا تھا۔اس کو بھی کرتے تھے۔ایک تمام گاؤں کے مسلمان راجپوت زمینداروں کا مشترکہ مقدمہ تھا۔اس کے مختار تھے وہ کام بھی کرتے تھے۔مقدمات بھی کرتے تھے۔سکول کے اوقات کے بعد فراہمی طلباء کی کوشش کرتے تھے اور روزنامچہ لکھا کرتے تھے۔ڈاک آمدہ کے جوابات اور نئے خطوط لکھتے تھے۔ ایک خطوں والا کیس بنا ہوا تھا جس میں لیبل لگائے ہوئے تھے۔اور خطوں کے لیبلوں پر لکھا ہوا تھا۔خطوط متعلقہ تعلیم وتربیت، خطوط متعلقہ تبلیغ، خطوط امور عامہ، خطوط وصایا، جلدی جواب دینے والے خطوط، روانگی ڈاک، خطوط متعلقہ پرائیوٹ سیکرٹری، خطوط متعلقہ زراعت، خطوط متعلقہ کواپریٹو سوسائٹی آپ Thrift society کاٹھگڑھ کے پریزیڈنٹ تھے۔جو آپ نے ہی کھلوائی تھی۔اور ٹیکس زمیندار کے ماتحت تھی۔خطوط متعلقہ انسپکٹر سکولز اسی طرح اور بھی کئی خانے تھے۔جن کے نام مجھے زبانی یاد نہیں۔آپ شام کے وقت ڈاک کا کام کرتے تھے اور ہر ایک خط کا جواب دیتے تھے اور نئے خط بھی لکھتے تھے۔ آپ کی ڈاک کا خرچ دس روپے ماہوار سے کسی صورت میں کم نہیں۔معلوم نہیں وہ اتنا روپیہ کہاں سے خرچ کرتے تھے۔آپ چندے کی فراہمی کی بھی کوشش کیا کرتے تھے۔اور سیکرٹری بیت المال کے حسابات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کیا کرتے تھے۔''(بحوالہ الحکم قادیان 7 جولائی 1934 صفحہ 9)

وفات:۔ پاؤں میں کانٹا لگنے کی وجہ سے آپ کچھ عرصہ بیمار رہے اور 19 اکتوبر 1931ء کو کاٹھگڑھ میں وفات پائی۔تاریخ احمدیت میں آپ کا نام'' جلیل القدر صحابہ کا انتقال'' کے عنوان کے ذیل میں کچھ یوں لکھا چوہدری عبدالسلام کاٹھگڑھی (تاریخ وفات 19 اکتوبر 1931ء)

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 309)



ہمارا خاندان اور میرے پیارے والدین

محترمہ فضیلت جہاں بیگم لاہور

محترمہ فضیلت جہاں بیگم صاحبہ اپنے والد محترم حضرت چوہدری عبدالسلام صاحبؓ کے بارے میں اپنی یادداشت تحریر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ

ہم راجپوت قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارا اصل وطن ہندوستان میں کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور تھا۔ میرے دادا جان کا نام چوہدری محمد حسین خان تھا اور چھوٹے بھائی کا نام سوہنے خان تھا۔ ہمارے دادا جان پشاور میں ملازمت کرتے تھے۔ ہمارے والد صاحب چوہدری عبدالسلام خان صاحب کی پیدائش پشاور میں ہوئی تھی، پرائمری تعلیم آپ نے پشاور میں حاصل کی اس کے بعد آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخلہ لے لیا۔ ابھی میٹرک میں ہی تھے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ لاہور تشریف لائے۔ آپ کو جب حضرت اقدس کی آمد کا علم ہوا تو آپ کی زیارت کے لئے آپ کے پاس گئے۔ چونکہ آپ نے اس سے پہلے احمدیت کی کچھ کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔

ملاقات کے بعد آپ کی اس طرف اور زیادہ توجہ ہوگئی۔ جب آپ کے والد صاحب ریٹائرڈ ہو کر واپس اپنے گاؤں کاٹھ گڑھ چلے گئے تو والد صاحب یعنی چوہدری عبدالسلام خان صاحب اپنی پڑھائی چھوڑ کر چھٹیوں میں قادیان چلے گئے۔ اور چند روز بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر احمدیت قبول کر لی۔ جب آپ احمدیت میں شامل ہوئے تو والد صاحب بہت ناراض ہوئے۔ دادا جان اہلِ حدیث تھے۔

انہوں نے اس غصے میں آپ کو خرچ بند کرنے کی دھمکی دی، لیکن میرے والد صاحب نے اس کی پرواہ نہ کی اور تعلیم چھوڑ کر قادیان رہائش رکھ لی۔ غالباً یہ 1903 کا واقعہ ہے۔ میرے والد صاحب نے قادیان میں احادیث اور قرآن مجید کا ترجمہ سیکھا اور سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مزید مطالعہ کیا۔ آپ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب خلیفہ اول سے حکمت اور علم طب بھی سیکھتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ اپنے گاؤں میں دعوت الیٰ اللہ کے لئے چلے گئے۔ اس طرح آپ کی کوششوں سے سارا خاندان اور کچھ دوسرے عزیز رشتہ دار بھی احمدیت میں شامل ہوئے

میرے والد صاحب نے محسوس کیا کہ ہمارے گاؤں میں کوئی مسلمانوں کے لئے بھی سکول ہونا چاہیے۔ کیوں کہ گاؤں میں صرف ایک آریہ سکول تھا۔ وہ مسلمانوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے تھے۔ والد صاحب نے پہلے اپنے گھر میں ہی سکول کھول لیا اور اپنے چھوٹے بھائی چوہدری عبدالمنان صاحب کو استاد مقرر کر دیا۔ ان دنوں لڑکیوں کو تعلیم دلوانا بہت برا سمجھا جاتا تھا۔ آپ گھر گھر جا کر لوگوں کو لڑکیوں کی تعلیم کی طرف دلاتے۔ لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کا شوق دلاتے۔ انعامات وغیرہ دیتے۔

لڑکوں کے لئے اپنی زمین میں ایک وسیع عمارت سکول کے لئے بنوائی جس میں باہر سے آنے والے لڑکوں کے لئے ایک ہال کمرہ بنوایا۔ اس سکول میں خود بھی پڑھاتے تھے۔ غریب طلبا کی فیس معاف تھی۔ انہیں کتابیں بھی خود مہیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک دواخانہ بھی بنوایا تھا جہاں مفت دوائی دی جاتی تھی۔ دعوت الیٰ اللہ کا بہت شوق تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد آس پاس کے گاؤں میں پیدل جاتے اور دعوت الیٰ اللہ کرتے اور لوگوں کو علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ واپس آ کر اپنے دواخانہ میں مریضوں کو دیکھتے اور دوائی دیتے۔ مریض آپ کے آنے سے پہلے ہی انتظار میں بیٹھے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ والد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا کہ چوہدری صاحب آپ نے ہم سے

جو حکمت سیکھی تھی کیا اس کا کوئی فائدہ ہوا۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں مریضوں سے دوائی کے پیسے تو نہیں لیتا۔ البتہ مریض جاتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ ترے بچے جیون۔ یہ بات سن کر حضور ہنس پڑے اور فرمایا واہ یہ تو بڑی اچھی دعا ہے۔ والد صاحب کو لوگوں کی نمازوں کے بارے میں بہت فکر رہتا تھا۔ باجماعت نمازی بنانے کے لئے تدابیر کرتے۔ اس لئے رات کو اعلان کروا دیتے کہ آج بیت میں فجر کی نماز کے وقت مٹھائی تقسیم ہوگی تا کہ لوگوں میں نمازوں کا شوق پیدا ہو، مٹھائی گھر پر تیار کی جاتی تھی۔ کیونکہ گاؤں میں ہندوؤں کی مٹھائی کی دکانیں تھیں اور آپ ان سے خریدنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اپنا مڈل سکول تھا، ظہر کی نماز کے لئے لڑکوں کی لائنیں بنوا کر بیت الذکر میں خود لے جاتے۔ سکول میں بچوں کو دینی تعلیم دی جاتی اور نماز قرآن با ترجمہ سکھایا جاتا۔ والد صاحب نے ایک نائٹ سکول بھی کھولا ہوا تھا جہاں کاشتکار اپنے کام سے فارغ ہو کر لالٹین کی روشنی میں پڑھا کرتے تھے۔ جو مڈل تک پہنچ جاتے ان کا بورڈ کا امتحان دلواتے۔ اس کے بعد کئی لڑکے پٹوار کلاس کر کے پٹواری بن جاتے۔ اور کئی فوج میں بھرتی ہو جاتے۔ وہ لوگ والد صاحب کے بہت احسان مند ہوتے اور آج تک ان کی اولادیں بھی آپ کی بڑی عزت کرتیں اور دعائیں دیتیں۔ والد صاحب بہت مہمان نواز تھے اور خدمت خلق کا بہت شوق تھا۔ میں تو چھوٹی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ انکی وفات سے ایک سال پہلے ہم جلسہ قادیان پر گئے تھے۔ اس زمانہ میں ریل گاڑی سیدھی قادیان نہیں جاتی تھی۔ تین گاڑیاں بدل کر جانا پڑتا تھا۔ اسی طرح واپسی بھی انتظار کرنا پڑتا۔ جب ہم واپس آئے تو گاڑی بہت لیٹ تھی والد صاحب نے ایک کنستر چائے کا بنوایا اور سارے مسافروں کو چائے پلائی۔ آپ لڑکوں اور لڑکیوں کو اکثر تحائف دیا کرتے جب کبھی شہر جاتے تو اپنے شاگردوں کے لئے استعمال کی چیزیں انہیں لا کر دیتے۔ جب عید کا موقع ہوتا تو لڑکیوں کو ہار، کانٹے وغیرہ لا کر دیتے۔



والد صاحب کے ارادے بہت بلند تھے۔ آپ نے 48 سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد میرے دو بڑے بھائی عبدالرحمن خان صاحب اور چوہدری عبدالرحیم خان صاحب قادیان رہتے تھے۔ مجھے پھر ان کے پاس بھیج دیا گیا اور میں نے نصرت ہائی سکول قادیان میں داخلہ لیا۔ پرائمری تک تو کاٹھ گڑھ میں ہی پڑھی تھی۔ پھر وہاں میں نے مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ یہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کا دور تھا۔ حضرت صاحب ہر ہفتہ کے دن عورتوں میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے۔ ہمیں ہماری اُستانیاں لائنیں بنوا کر درس کے لئے لے کر جاتی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت اماں جان کے صحن میں درس ہوتا تھا۔ حضرت اماں جان کو میں نے بہت اچھی طرح دیکھا ہوا ہے۔ حضرت اماں جان کا صحن کچھ چھوٹا تھا اس لئے بعد میں درس حضرت اُم طاہر صاحبہ کے گھر ہونے لگا۔ درس سننے کا بہت مزا آتا تھا۔ سکول میں ایک پیریڈ دینیات کا بھی ہوتا تھا۔ بہت دینی ماحول تھا۔ میرے والد صاحب اکثر حضرت مسیح موعود کو خط لکھتے رہتے تھے۔ ایک بار میں پارٹیشن کے بعد ایک احمدی عورت کے ساتھ لاہور میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے پاس ڈیوس روڈ پام ویو میں آپ کو ملنے آئی تو آپ نے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں؟ میں نے عرض کی کہ ہم حلقہ راجگڑھ سے آئے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اس طرح نہیں آپ اپنا پورا تعارف کروائیں کہ پارٹیشن سے پہلے کہاں رہتی تھیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور سے ہوں اور چوہدری عبدالسلام خان کاٹھگڑھ کی بیٹی ہوں۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ انہیں تو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ مجھے شکل بھی یاد ہے انکی، میں چھوٹی تھی تو حضور کے پاس بیٹھ کر دعا کے خطوط پڑھا کرتی تھی۔ آپ کے والد صاحب کی تحریر بہت اچھی تھی۔ اکثر ان کے خطوط حضور کی خدمت میں آتے رہتے تھے اور خود بھی ملاقات کے لئے آتے پھر میں نے کہا آپا جان ہمارے لئے دعا کریں۔ پھر فرمانے لگیں میں تو آپ لوگوں کے لئے ہر روز دعا کرتی

ہوں۔میں جب بانی سلسلہ احمدیہ کے رفیق اوراولادوں کیلیئے دعا کرتی ہوں تو اس میں آپ بھی آجاتی ہیں۔مڈل پاس کرنے کے بعد میں دوبارہ کاٹھگڑھ چلی گئی۔والد کی وفات کے بعد میری والدہ نے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔صبر شکر سے گزارا کیا آپ بڑی ملنسار تھیں،میری والدہ نے اباجی سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔پھر آپ پہلی اور دوسری جماعت کو پڑھا بھی لیتی تھیں۔سکول گھر کے ساتھ ہی تھا۔اجلاسوں میں باقاعدگی سے جاتیں۔درثمین اور کلام محمود سے نظمیں بڑی خوش الحانی سے پڑھتیں۔خدمت خلق کا جذبہ بہت تھا۔سبزیاں وغیرہ کھیتوں سے آتیں تو سب رشتے داروں میں بانٹ دیتیں۔اپنی آخری عمر کے حصے میں آپ اپنے بڑے بیٹے چوہدری عبدالرحیم کاٹھگڑھی کے پاس آگئیں اور ربوہ میں 1962ء میں وفات پائی۔موصی تھیں بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔پارٹیشن کے بعد شورکوٹ میں اپنے دو چھوٹے بیٹوں کے ساتھ رہیں اوران دونوں کی شادیاں کیں اللہ کے فضل سے ساری اولاد والدہ صاحبہ کی فرمانبردار رہی۔میرے پانچ بھائی تھے۔

سب باری باری وفات پا گئے ہیں۔خاکسارا اب پیرانہ سالی میں رہتی ہے۔احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔آمین۔(26نومبر 2009الفضل ربوہ)



حضرت مولوی عبدالسلام خاں صحابیؓ

عبدالواسع خاں لندن

آج میں جس بزرگ ہستی کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں وہ میرے نانا جان حضرت مولوی عبدالسلام کاٹھ گڑھی جنہوں نے 1903 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور صحابی کا رُتبہ پایا۔آپ کے بھائی حضرت چوہدری عبدالمنان خان صاحب اور چچا زاد بھائی جو کہ میرے دادا تھے عبدالحئ خانصاحب بھی احمدی ہوئے اور صحابہ میں شامل ہوئے۔حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کو تعلیم کے پھیلانے کا بہت شوق تھا۔آپ نے جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھی کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو تعلیم الاسلام مڈل سکول کی بنیاد رکھنے کے لئے درخواست کی۔آپ اس وقت جالندھر کے علاقہ میں تھے۔چنانچہ 2مارچ 1924 کو جماعت کو آمد کی اطلاع ملی۔گاؤں کے باہر آپ کا استقبال کیا گیا۔ 2مارچ 1924 بوقت پانچ بجے شام تعلیم الاسلام مڈل سکول کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور دعا کی۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے درس میں شامل ہوئے۔ایک موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ مولوی عبدالسلام صاحب میرے ہم جماعت تھے۔آپ تمام ضلع ہوشیار پور کے نائب مہتمم تبلیغ تھے۔بدرسومات مٹانے میں کوشاں تھے۔شدھی کی تحریک میں جو وفد ملکانہ گیا اس میں آپ کا نام دوسرے نمبر پر ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آگرہ پہنچ کر آپ کو امیر وفد بنایا۔

1912 میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اجازت سے صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور میر محمد اسحٰق صاحب کو قادیان سے کاٹھ گڑھ نئے تعمیر شدہ مکان کے لئے دعا کی غرض سے بلایا۔دیوار پر ہر نشان لگا کران کے اسماء گرامی محفوظ کئے کہ یہاں یہ دوہستیاں تشریف رکھتی تھیں۔آپ کی وفات پر حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ التبلیغ کو جب اطلاع ملی تو آپ نے لکھا کہ میرا ایک بازو گویا الگ ہوگیا ہے۔نہ جانے یہ بازو کب ملے گا انہوں نے لکھا کہ میرے آنسو پھوٹ پڑے۔حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے فلسطین سے آپ کی وفات پر مضمون لکھا۔اسی طرح چوہدری غلام

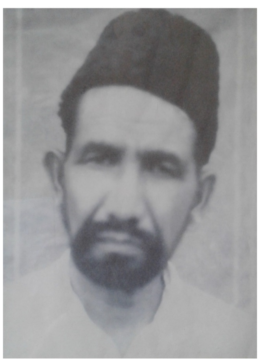
قادر خانصاحب آف لنگڑ وعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے انہوں نے بھی آپ کی وفات پر آپکے اوصاف کا ذکر کیا۔ 29 اکتوبر 1931 اخبار الفضل میں شائع شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خلافتِ احمدیہ سے مضبوط تعلق قائم کرنے کی توفیق دے۔ آمین

سیرت وسوانح۔ حضرت مولوی عبدالسلام صاحب

شادی واولاد:

حضرت مولوی چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کا نکاح محترمہ امیر بی بی صاحبہ سے ہوا۔ جن کے بطن سے خدا تعالی نے آپ کو پانچ بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔ محترمہ امیر بی بی صاحبہ کی وفات 2 جنوری 1962ء میں ہوئی۔ آپ کی اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مکرم عبدالرحیم خاں کاٹھگڑھی صاحب مرحوم



آپ حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ شروع میں آپ نے حضور رضی اللہ عنہ کی زمینوں پر ملازمت کی پھر قادیان میں 1932ء سے دفتر بیت المال قادیان میں پارٹیشن تک خدمت بجالاتے رہے۔

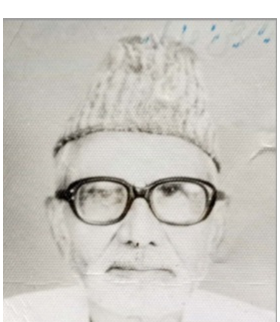
اس کے بعد دفاتر جودھامل بلڈنگ لاہور میں خدمت کرتے رہے۔ جب ربوہ قائم ہوا تو آپ یہاں آ گئے۔ آپ کا تبادلہ چنیوٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور کلرک ملازم کے ہوا۔ سکول کے ربوہ منتقل ہونے پر 1956ء تک سکول میں بطور کلرک خدمت کی۔ اس کے بعد دفتر اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور نائب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ بھی خدمت کی۔ 1968ء میں آڈیٹر صدر انجمن مقرر ہوئے۔ 1969ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ جولائی 1982ء میں آپ نے وفات پائی۔ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

(1)۔ مکرم عبدالحکیم خان صاحب مرحوم۔ (2) مکرم عبدالسمیع خاں صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

(3)۔ مکرم مبارک احمد خاں صاحب مقیم کینیڈا۔ (4) مکرم منور احمد خاں صاحب مرحوم

(5)۔ مکرم مظفر احمد صاحب ریٹائرڈ ٹیچر مقیم کینیڈا (6)۔ مکرمہ روشن جہاں بیگم صاحبہ

(7)۔ مکرمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ (8)۔ مکرمہ امتہ الرشید بیگم صاحبہ



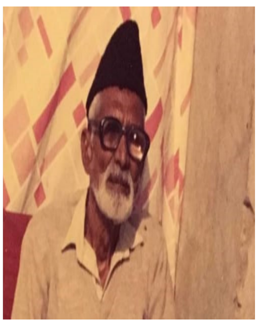
(بحوالہ انٹرویو مکرم عبدالسمیع صاحب مورخہ 9 دسمبر 2017ء)

مکرم عبدالمومن خاں کاٹھ گڑھی صاحب مرحوم

محترم عبدالمومن خاں صاحب حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھ گڑھی صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ نے 1937ء سے سندھ میں ناصر آباد اور محمود آباد میں خاندان مسیح موعود کی زمینوں پر بطور اکاؤنٹنٹ خدمات سرانجام دیں اور 1954ء تک وہیں رہے۔ ربوہ منتقل ہونے کے بعد احمد نگر میں زمینوں پر بھی

خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر کنزی، سندھ میں جماعتی فیکٹری میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ وہاں سے واپس آ کر نظارت زراعت صدر انجمن ربوہ میں بھی خدمت کی اور احمد آباد سٹیٹ میں آڈٹ کے لئے آپ کو جانے کا موقع ملتا رہا۔ آپ پرانے موصیان میں شامل تھے اور آپ نے تحریک جدید کے ابتدائی مجاہدین کی فہرست میں شامل ہونے کا اعزاز بھی پایا۔ نومبر 1971ء میں آپ کا انتقال ہوا اور بہشتی مقبرہ محلہ دارالفضل ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

(1)۔ مکرم عبدالمغنی خاں صاحب مربی سلسلہ احمدیہ (2)۔ مکرمہ حلیمہ طاہر صاحبہ زوجہ عبدالسمیع صاحب (3) مکرمہ حمیدہ طیبہ صاحبہ زوجہ عبدالرب صاحب (بحوالہ انٹرویو مکرم عبدالسمیع صاحب مورخہ 9 دسمبر 2017ء)



مکرم عبدالرحمن خاں کاٹھ گڑھی صاحب مرحوم

آپ حضرت چوہدری عبدالسلام خان کاٹھ گڑھی صاحب کے تیسرے بیٹے تھے۔ آپ نے قادیان سے مولوی فاضل کیا اور قادیان میں ہی خدمت کر رہے تھے کہ آپ کے چچا نے 1938ء میں آپ کو کاٹھ گڑھ میں احمدیہ سکول کو چلانے کی خاطر بلا لیا اور آپ قادیان سے کاٹھ گڑھ آ گئے اور پارٹیشن تک اسی سکول میں خدمت کرتے رہے۔



پاکستان میں آ کر مختلف سکولوں میں بطور عربی ٹیچر ملازمت کی اور لکی نوشور کوٹ شہر سے پینشن پائی۔ لکی نو میں قیام کے دوران آپ کو بطور سیکرٹری مال خدمت کرنے کا موقع ملا اور جماعت کی تعلیم وتربیت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ 1994ء میں آپ نے وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) مکرم عبدالستار خان صاحب ریٹائرڈ پروفیسر (2) مکرم عبدالشکور خاں صاحب

(بحوالہ انٹرویو مکرم عبدالمغنی صاحب صاحب مورخہ 5 دسمبر 2017ء)

محترم چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب کاٹھ گڑھی کا ذکر خیر

آپ کے پوتے مکرم عطاء الغفار راشد صاحب اپنے دادا کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: پیارے دادا جان 19 فروری 1932ء کو ہندوستان کے ایک گاؤں کاٹھ گڑھ (ضلع ہوشیار پورا) میں پیدا ہوئے۔ آپ چوہدری عبدالسلام خاں صاحب صحابی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ اپنے خاندان سمیت 1947ء میں پاکستان نقل مکانی کر کے آئے اور مختلف جگہوں پر قیام کرتے کراتے آخر کار لکی نو (ضلع جھنگ) میں آباد ہو گئے۔ یہاں کاٹھ گڑھ کے دوسرے احمدی اور غیر احمدی خاندان آباد تھے۔ جب خاکسار نے ہوش سنبھالا تو آپ کو دین کے کاموں میں مشغول پایا۔ پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرتے۔ جب میں چھوٹا سا تھا تو میری انگلی پکڑ کے مجھے ساتھ لے جاتے۔ اس طرح سب سے بڑا پوتا ہونے کی نسبت سے زیادہ پیار، شفقت اور رہنمائی مجھے ہی ملی۔ جماعتی کاموں میں پیش پیش رہتے۔ تنظیمی لحاظ سے لکی نو کی جماعت کے لئے آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ کافی عرصہ تک بطور صدر جماعت اور سیکرٹری مال خدمات سرانجام دیتے ہے۔ حال ہی میں لکی نو میں قائم ہونے والے ''احمدیہ مشن ہاؤس'' کی تعمیر میں آپ کا کردار نا قابل فراموش ہے۔ لکی نو جماعت کے پاس مشن ہاؤس کی تعمیر کے لئے خاطر خواہ فنڈ نہ تھا۔ دادا جان نے خود اپنی دلچسپی سے احمدی احباب کو خطوط لکھے جو کہ غیر ممالک میں مقیم تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو کہ جس کو دادا جان کا خط گیا نہ ہوا اور اس نے حسب توفیق مشن ہاؤس کے لئے عطیہ نہ دیا ہو۔ یہ سب کچھ ہوا تو محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے لیکن آپ کا ہر کسی سے اچھا برتاؤ، اعلیٰ اخلاق اور نمونہ تھا

کہ کوئی بھی انکار نہ کر سکا۔

سلسلہ سے آپ کی محبت بے مثال تھی، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ سلسلہ کی محبت میں ہی جیتے اور اس کی محبت میں مرتے تھے۔ مجھے ایک چھوٹا سا واقعہ یاد ہے ایک دفعہ دادا جان بہت بیمار تھے۔ یہ حال تھا کہ اٹھ کر وضو بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اسی اثناء میں چچا جان نماز ادا کر کے آئے تو انہوں نے جماعت کی ترقی کے کچھ واقعات دادا جان کو سنائے جن کا ذکر بیت الذکر میں ہوا تھا یہ واقعات سن کر دادا جان بہت خوش ہوئے اور ساری بیماری جاتی رہی اور خدا کے فضل سے خود اٹھ کر وضو کیا اور نماز ادا کی۔ خاکسار نے اکثر دیکھا کہ بیماری میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے ارشادات اور جماعتی ترقی کے واقعات دادا جان کے لئے دوا کا کام دیتے اور شفا کا موجب بن جاتے۔ آپ کا اخلاق اور احمدی اور غیر از جماعت گھرانوں سے تعلقات نہایت اچھے تھے۔ آپ کے جاننے والوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے آپ سے شکوہ کیا ہو۔ غرض یہ کہ کسی کو بھی آپ سے تکلیف نہیں پہنچی۔ اگر کوئی دوسرا آدمی کسی مسئلے پر کوئی سخت بات آپ کو کہہ بھی دیتا تو آپ خاموشی سے سن لیتے اور کوئی جواب نہ دیتے۔ اس لئے آپ انتہائی شریف النفس اور با اخلاق انسان تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کے بارہ میں آپ کو معلوم ہی نہیں۔ صرف دین کے کاموں میں ہی حصہ لیتے۔ دنیاوی کاموں میں آپ انتہائی حد تک سادہ مزاج تھے۔ خدا کے فضل سے اپنی زندگی میں ہی وصیت کا تمام کام مکمل کر لیا۔ آخری دنوں میں آپ کے بھتیجے رانا منور احمد صاحب جو کہ دفتر بہشتی مقبرہ میں کارکن ہیں جب دادا جان سے ملنے آئے تو ان سے وصیت کا تمام کام مکمل کر لیا۔ اپنے قریبی عزیزوں اور پوتے پوتیوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ خاص کر سب سے زیادہ پیار تو مجھے ملا۔ دن رات میری کامیابی کے لئے دعا مانگتے۔ تعلیمی میدان میں خاکسار کی کامیابی دادا جان کی شب و روز دعاؤں ہی کی مرہون منت ہے۔ جب میں لکی نو دادا جان اور دادی جان کے ملنے جاتا اور کچھ دن رہتا اور جب واپس آنا ہوتا تو روانگی کے وقت دادا جان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ کہتے کہ بچوں کے آنے سے رونق ہو جاتی ہے اب میں پیچھے اکیلا بیٹھا رہوں گا۔ غرضیکہ ہم سب پوتے پوتیوں سے بے مثال محبت کرتے تھے۔ ہم ان کی بے پایاں شفقت اور محبت کو کبھی بھول نہیں سکتے اپنے آخری دنوں میں بھی ہمیں بار بار نماز پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ آپ کو کوئی بیماری فقط کمزوری تھی۔ 15 رنومبر 1993ء کو آپ کے بھائی مکرم چوہدری عطاء الرحمن خاں صاحب ایک حادثے میں وفات پا گئے۔ اسی غم کو دادا جان نے دل کو لگا لیا اور پھر آہستہ آہستہ کمزوری بڑھتی ہی گئی۔ 6 رفروری 1994ء بروز اتوار کو آپ مشیت الٰہی سے اپنے خالق حقیقی کو جا ملے۔ میت کو ربوہ لایا گیا۔ 7 رفروری کو مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں جگہ عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کاٹھ گڑھ کے ایک احمدی دوست ماسٹر عطاء اللہ صاحب تھے جن کا ایک لڑکا احسان اللہ اسلام آباد میں سیکرٹریٹ میں ملازم ہے اور مخلص احمدی ہے۔ 1935ء میں جب احمدیوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا ان میں کاٹھ گڑھ کے ماسٹر عطاء اللہ صاحب کا نام بھی شامل ہے۔ جب جلسہ سالانہ 1937ء پر حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ اپنے اپنے خاندان کی خواتین کو اسلام کا مقرر کردہ ورثہ دیا کریں تو ماسٹر عطاء اللہ صاحب نے فوراً ہی اپنے گاؤں کاٹھ گڑھ آ کر اپنی بہن کو حصہ ادا کر دیا اس کی تفصیل ''الفضل'' مؤرخہ فروری 1938ء میں جو شائع ہوئی ہے وہ تحریر کی جاتی ہے

اسلامی حکم کے مطابق تقسیم جائیداد اور جماعت احمدیہ

جو احباب گزشتہ جلسہ سالانہ پر تشریف لائے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریر سننے میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے حضور کے سامنے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اپنے خاندان کی خواتین کو اسلام کا مقرر کردہ ورثہ دیا کریں گے۔ خوشی کی بات ہے کہ کئی اصحاب نے اس پر عمل شروع کر دیا

ہے۔ چونکہ یہ ایک نہایت اہم اسلامی حکم ہے۔ جسے مسلمانوں نے بالکل نظرانداز کر رکھا ہے اور اس طرح مسلمان خواتین کی بے حد حق تلفی ہو رہی ہے اس لئے ہماری جماعت کو اس پر خصوصیت کے ساتھ عمل کرنا چاہئے۔ اور کوئی احمدی خاندان ایسا نہیں ہونا چاہئے جس کے ہاں وراثت کی تقسیم اسلامی حکم کے ماتحت نہ ہو۔ ذیل میں ایک احمدی بھائی کا عریضہ درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے تقسیم جائیداد کے متعلق حضرت امیر المومنین کی خدمت میں لکھا۔

بحضور سیدنا مرشدنا و امامنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گزارش ہے کہ گزشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضور نے جو عہد حاضرین جلسہ سے ورثہ کے متعلق لیا تھا۔ اس کو پورا کرنے کے لئے دل بے تاب تھا۔ سوالحمدللہ کہ وہ فرض جو کہ سالانہ جلسہ کے وقت کھڑے ہو کر مسیح الزمان کے نائب کے سامنے اپنے اوپر عائد کیا تھا پورا ہو گیا۔ عالی جاہ! جلسہ سے واپس آکر خاکسار نے اپنے دو بھائیوں اور والدہ صاحبہ سے اس عہد کا ذکر کیا تھا۔ جو کہ خاکسار نے جلسہ کے موقع پر کیا تھا اور ہم نے باہم مشورہ کیا کہ کس طرح یہ فرض ادا ہو۔ آخر ہم نے اپنی جدی جائیداد کی قیمت اندازے کے طور پر مقرر کی۔ اور اپنی بہن سے کہا کہ یا تو ساتویں حصہ کی جائیداد لے لو یا اس کی قیمت۔ تو اس نے جائیداد کی بجائے قیمت کو پسند کیا جو کہ ہم نے برضا و رغبت تینوں بھائیوں نے 12 رجنوری 1938ء کو اپنی ہمشیرہ کو ادا کر دی۔ حضور پُرنور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احمدیت کے احکام پر چلنے کی پوری پوری توفیق عطا فرمائے۔

(حضور کا ادنیٰ ترین خادم عطاء اللہ احمدی سیکرٹری جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ)

کاٹھ گڑھ کے لوگ بہت مخلص احمدی ہیں لیکن بہت سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک حکایت بیان کی ہے جو روزنامہ ''الفضل'' مؤرخہ 1982۔3۔17 میں شائع ہوئی وہ افادہ عام کے لئے اسی طرح تحریر کی جاتی ہے۔ افکارِ عالیہ کاٹھگڑھ کے ایک سادہ احمدی دوست کا فرضی عالمہ کے متعلق گمان جو بڑی بڑی بحثیں کرتی تھی۔ استعارات کی حقیقت۔

ہمارے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے ''سِلک مروارید'' نام سے ایک ناول لکھا ہے جس میں قصہ کے طور پر ایک عورت کا ذکر کیا ہے جو بڑی بڑی بحثیں کرتی اور مولویوں کا ناطقہ بند کر دیتی تھی۔ ہماری کاٹھگڑھ کی جماعت کے ایک دوست تھے انہوں نے یہ کتاب پڑھی تو ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام تھے اور (حضرت اقدسؑ۔ یا حضرت مولانا نورالدینؓ۔ ناقل) کا زمانہ تھا دوستوں نے ان سے پوچھا کہ کیوں بھئی! جلسہ پر چلو گے انہوں نے کہا اب کے تو کہیں اور جانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے اُن پوچھا کہاں جاؤ گے تو پہلے انہوں نے نہ بتایا مگر آخر اصرار پر کہا اس دفعہ میرا ارادہ سہارنپور جانے کا ہے کیونکہ وہاں ایک بڑی بزرگ اور عالمہ عورت رہ رہی ہے جن کا ذکر ''سِلک مروارید'' میں ہے اس کی زیارت کا شوق ہے۔ (شیخ یعقوب علی صاحب نے ناول میں لکھا تھا کہ وہ سہارنپور کی ہیں) انہوں نے کہا نیک بخت وہ تو شیخ صاحب نے ایک ناول لکھا ہے جس میں فرضی طور پر سہارنپور کی ایک عورت کا ذکر کیا ہے یہ تو نہیں کہا کہ سہارنپور میں واقعہ میں کوئی عورت رہتی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اچھا شیخ یعقوب علی صاحبؓ کو جو حضرت (اقدسؑ۔ ناقل) کے (صحبت یافتہ۔ ناقل) ہیں جھوٹا سمجھتے ہو۔ وہ کہنے لگے اس میں جھوٹا سمجھنے کی کیا بات ہے۔ وہ تو ایک قصہ ہے اور قصوں میں بات اسی طرح بیان کی جاتی ہے۔ وہ دوست کہتے ہیں کہ پہلے تو اُسے ہماری بات پر یقین نہ آیا مگر جب ہم نے بار بار اُسے یقین دلایا تو کہنے لگا اچھا یہ بات ہے! مجھے قادیان پہنچنے دو میں جاتے ہی حضرت صاحب سے کہوں گا ایسے جھوٹے شخص کو ایک منٹ کے لئے بھی جماعت میں نہ رہنے دیں۔ فوراً خارج کر دیں میں تو پیسے جمع کر کر کے تھک گیا اور میرا پختہ ارادہ تھا۔ اب اس بیچارے کے لئے یہی سمجھنا مشکل ہو گیا کہ ایسی عورت کوئی نہیں۔ یہ ایک فرضی قصہ ہے جو اس لئے بنایا گیا ہے۔

تا وہ لوگ جو قصے پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں وہ اس رنگ میں احمدیت کے مسائل سے واقف ہو جائیں۔

کاٹھگڑھ کے ایک غیر احمدی رشتہ دار محمد ایوب خاں صاحب ولد ماسٹر اللہ بخش صاحب راجپوت وزارتِ خزانہ سے جائنٹ سیکرٹری ریٹائر ہوئے تھے جو 1997 کو فوت ہو گئے۔ بہت نیک تھے انہوں نے اپنی راجپوت برادری کی بہت مدد کی اور خاکسار محمد احمد خاں ولد ماسٹر محمد علی خاں صاحب کے محکمہ تبدیل کرنے میں بہت مدد کی اللہ تعالیٰ (مرحوم) کو جنت الفردوس عطا کرے۔

(الفضل مؤرخہ 5 مئی 1994ء)

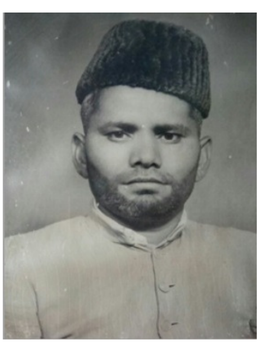
مکرم عطاء الرحمن خاں کاٹھگڑھی صاحب مرحوم



آپ حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے چوتھے بیٹے تھے۔ آپ کی پیدائش کاٹھگڑھ میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب کے سکول سے حاصل کی اور مڈل تک آپ کی تعلیم تھی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ شورکوٹ شہر میں رہائش پذیر ہوئے اور زمیندارہ کا کام کرتے تھے۔ آپ کو کاٹھگڑھ میں اپنے والد صاحب کے سکول میں بطور ٹیچر پڑھانے کا بھی موقع ملا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی محترمہ امتہ الرحمن صاحبہ سے کی ان سے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ پھر آپ نے دوسری شادی محترمہ عابدہ بیگم صاحبہ سے کی جن سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ آپ کی وفات ایک ایکسڈینٹ میں 15 نومبر 1992 کو ہوئی اور آپ لکی نو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں

(1)۔ مکرم عطاء الوہاب صاحب مقیم لکی نوشورکوٹ (2)۔ مکرمہ ثمینہ فوزیہ صاحبہ زوجہ نصیر احمد صاحب (3) مکرمہ عطیۃ الصبور صاحب زوجہ نزاکت احمد صاحب (انٹرویو مکرمہ فرزانہ ناحید صاحبہ مؤرخہ 7 دسمبر 2017ء)

مکرم خلیل الرحمن خاں کاٹھگڑھی صاحب مرحوم



محترم خلیل الرحمن خاں صاحب حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے پانچویں بیٹے تھے اور بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کی پیدائش 1928ء میں کاٹھگڑھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کاٹھگڑھ میں اپنے والد صاحب کے سکول سے حاصل کی اور میٹرک بھی کاٹھگڑھ سے کیا۔ آپ کا نکاح محترمہ حامدہ صفیہ صاحبہ سے ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد محکمہ انہار میں ملازم ہو گئے اور لکی بنگلہ، خانیوال، ملتان، مخدوم پور وغیرہ میں ملازمت کے سلسلہ میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ کی وفات 14 نومبر 1989ء کو لکی نو میں ہوئی اور وہیں آپ کی تدفین بھی ہوئی۔

آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:



(1)۔ مکرم لطف الرحمن صاحب مقیم جرمنی (2)۔ مکرم فضل الرحمن صاحب مقیم شورکوٹ شہر

(3)۔ مکرمہ شہناز کوثر صاحبہ زوجہ عبدالخالق صاحب (4)۔ مکرمہ ریحانہ تنویر صاحبہ زوجہ رانا عبدالشکور صاحب (5)۔ مکرمہ فرزانہ ناھید صاحبہ زوجہ عبدالرؤف صاحب (6) مکرمہ رضوانہ ناہید زوجہ مکرم ناصر احمد صاحب (7) مکرمہ فرحانہ ناہید صاحبہ زوجہ ناصر احمد صاحب

محترمہ فضیلت جہاں بیگم صاحبہ زوجہ عبدالقادر خاں کاٹھگڑھی صاحب

مکرم ماسٹر عبدالسمیع خان صاحب کاٹھگڑھی تحریر کرتے ہیں کہ

ہماری پھوپھی جان فضیلت جہاں بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالقادر خاں صاحب کاٹھگڑھی مورخہ 18/نومبر 2017ء کی صبح بعمر 97 سال وفات پا گئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

آپ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھیؓ کی بیٹی اور حضرت چوہدری عبدالحیٔ خاں صاحب کاٹھگڑھیؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی بہو تھیں۔

آپ کی پیدائش 1920ء میں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیارپور میں ہوئی۔بچپن سے والدین کو بے حد پیاری تھیں۔اِن سے پہلے ان کی ایک ہمشیرہ وفات پا چکی تھیں۔قادیان دارالامان سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔محلّہ دارالفضل قادیان میں ہمارے دادا جان حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب نے مکان بنوایا اس میں خاکسار کے والد چوہدری عبدالرحیم صاحب کاٹھگڑھی رہائش پذیر تھے اور ہمارے چچا جان صوفی عبدالرحمان صاحب جامعہ احمدیہ قادیان میں زیرِ تعلیم تھے۔

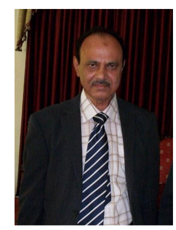
قریب ہی چوہدری محمد اسماعیل صاحب کاٹھگڑھی اپنی بیگم عظمت بی بی صاحبہ کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ان کی قربت بھی ہماری پھوپھی صاحبہ کو رہی۔تقریباً پندرہ سال کی عمر تک آپ قادیان کے پاکیزہ ماحول میں رہیں۔اس کے بعد کاٹھگڑھ آ گئیں۔وہاں ہمارے دادا جان کا قائم کردہ لڑکیوں کا سکول تھا اس میں آپ کو بلا معاوضہ بطور استاد کام کرنے کا موقع ملا۔خاکسار کی عمر گو چھوٹی تھی مگر مجھے یاد ہے کہ آپ کی شادی ستمبر 1941ء میں چوہدری عبدالقادر خاں صاحب ابن حضرت چوہدری عبدالحیٔ خاں صاحبؓ سے ہوئی۔چونکہ عبدالقادر خاں صاحب ریلوے میں ملازم تھے اس لئے وہاں اسلامیہ پارک لاہور میں کرایہ کے مکان میں رہائش اختیار کی۔1947ء میں تقسیم ملک سے قبل ہمارے ماموں عبداللطیف خاں صاحب سابق آڈیٹر تحریک جدید کی شادی میں شرکت کے لیے آئیں اور تب ہی ہجرت کرنا پڑی۔ہجرت کے بعد نومبر 1947ء میں دو بچوں اور دیگر خاندان کے افراد کے ہم راہ لاہور اسلامیہ پارک پہنچیں۔

جلد ہی راجگڑھ کے حلقہ رام نگر میں ہندوؤں کا متروکہ مکان الاٹ ہوا اور وہاں منتقل ہو گئیں۔وہاں آپ کو صدر لجنہ اماء اللہ کے طور پر 12 سال خدمت کا موقع ملا اور تقریباً عرصہ 20 سال بطور سیکرٹری مال کام کیا۔

آپ نے اپنے والد حضرت چوہدری عبدالسلام صاحبؓ کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے کوٹھی پام ویو میں ملاقات کا ذکر کچھ اس طرح کیا کہ بیگم میر مشتاق احمد صاحب کے ساتھ ڈیوس روڈ لاہور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے ملاقات کے لیے گئی۔آپ فرمانے لگیں اپنا تعارف کروائیں۔میں نے عرض کیا کہ آپا جان حلقہ راجگڑھ کی سیکرٹری مال ہوں تو فرمانے لگیں اس طرح نہیں تم پیچھے سے کہاں سے ہو؟ یہ بتاؤ۔میں نے عرض کیا کہ میں حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھیؓ کی بیٹی ہوں۔یہ سن کر آپ خوش ہوئیں اور فرمایا: تم تو بہت مخلص باپ کی بیٹی ہو۔میں تو ان کو جانتی ہوں۔ان کے خطوط اکثر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں آتے رہتے تھے اور میں پاس بیٹھ کر پڑھا کرتی تھی۔اُن کی تحریر بہت اچھی تھی اُن کی شکل بھی یاد ہے۔میں نے عرض کی کہ آپا جان ہمارے لیے دُعا کریں تو فرمانے لگیں میں تو آپ لوگوں کے لئے روز دُعا کرتی ہوں اس طرح کہ پہلے سب سے اپنے لئے پھر خاندان کے لیے، پھر صحابہؓ کے لئے اور اُن کی اولاد کے لیے اُن میں تم بھی آ جاتی ہو۔

2013ء میں آپ کے بیٹے مکرم عبدالماجد صاحب کی وفات بعمر 66 سال لاہور حلقہ راجگڑھ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے اُس گھر کو چھوڑ کر اپنے داماد جو لاہور میں مربی سلسلہ تھے کے پاس رہائش اختیار کی اور بعدازاں 2016ء میں آپ ربوہ منتقل ہوگئیں۔ آخر عمر تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے ہوش وحواس قائم رہے۔

آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے بے حد پیار تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات باقاعدگی سے سنتیں۔ ضعیف العمری میں بھی ایم ٹی اے کے پروگرام خصوصاً انتخاب سخن بڑے شوق سے سنتی تھیں۔ ہر ایک سے بہت خوشی سے ملتیں اوران کی خوشی غمی میں شریک ہوتی تھیں۔ بلا کا حافظہ تھا۔ چھوٹے بچوں کے نام بھی آپ کو یاد ہوتے تھے۔ پرانے بزرگوں کا اکثر ذکر خیر کرتی رہتی تھیں۔ کاٹھگڑھ کی نہایت ہر دل عزیز شخصیت تھیں۔ اپنے بھائیوں کی نسلوں سے بہت پیار تھا، اگر چند روز تک اُن کو کوئی نہ ملتا تو شکوہ کرتی تھیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی نماز جنازہ غائب ادا فرمائی۔ آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ (الفضل انٹرنیشنل 14 اپریل 2021ء)



آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

(1)۔مکرم عبدالماجد خان صاحب مرحوم (2)۔مکرم عبدالخالق خاں صاحب مقیم جرمنی (3)۔مکرم عبدالواسع خاں صاحب مقیم لندن (4)۔مکرم عبدالرافع خاں صاحب مقیم جرمنی (5)۔مکرمہ ساجدہ زاکرہ صاحبہ زوجہ مبارک احمد صاحب (6)۔مکرمہ عابدہ شفیقہ صاحبہ زوجہ عبدالمغنی خان صاحب



(بحوالہ انٹرویو مکرم عبدالسمیع خاں صاحب مورخہ 9 دسمبر 2017ء)

دینی خدمات

ہر انسان نے اس فانی زندگی کو بالآخر چھوڑنا ہے پر مبارک ہیں وہ روحیں جو اپنی چند روزہ زندگی کو خدا کے نام پر اوراس کے دین کی خدمت میں صرف کریں۔ مسیح محمدی کا ہر فدائی آپ کے ہر حکم پر ہر وقت لبیک کہنے کے لئے تیار رہتا تھا اوراسی طرح آپ کے بعد آپ کے خلفاء کرام کے ارشادات پر عمل کرنے کیلئے مستعد تھا۔ جس کی مثالیں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام میں کام نظر آتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانثار صحابی حضرت مولوی عبدالسلام خان کاٹھگڑھی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت دینی کی چند مثالیں رقم طراز ہیں۔

تحریک شدھی کے دوران خدمات:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک شدھی کے ممبران وفد ثانی کے لئے جن 20 احباب کے اسماء منتخب فرمائے ان میں محترم چوہدری عبدالسلام خاں صاحب کا نام دوسرے نمبر پر یوں درج ہے۔ ''جناب مولوی چوہدری عبدالسلام خاں صاحب فاضل ہندو لٹریچر کاٹھگڑھ۔'' ساتھ ہی حضور نے فرمایا: ''بھائی عبدالرحیم صاحب آگرہ تک وفد کے امیر ہوں گے اور وہاں جا کر چوہدری صاحب کے سپرد کر دیں گے۔ اب بھی دعا کرتا ہوں اور عصر کے بعد بھی دعا کروں گا۔

(بحوالہ انوارالعلوم جلد 7 ص 220 تا 219)

تاریخ احمدیت میں تحریک شدھی کے حالات درج ہیں جن میں آپ کا ذکر کچھ یوں آیا ہے۔

''حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے 24 مارچ کو تار دیا کہ بیس مبلغین کی فوری ضرورت ہے چنانچہ ادھر یہ مجاہدین حالات کا جائزہ لے کر

آگرہ میں پہنچے ادھر 26 اپریل 1923ء کو قادیان سے بیس کی بجائے بائیس مجاہدین کا دوسرا وفد آ گیا۔ اس وفد کے بعض افراد کے نام یہ ہیں۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی، چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی۔۔ چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی متھرا کے گاؤں میں خدمت کر رہے ہیں۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 ص 355۔356)

تحریک شدھی میں ملکانوں میں آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے بڑے بیٹے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم راقم ہیں کہ: ''جن دنوں آگرہ متھرا کے علاقے میں آریہ (سماجی) ملکانوں کو شدھ کرنے کی کوشش رہے تھے۔ آپ کو حضرت صاحب (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) کی طرف سے خط گیا کہ فوراً قادیان پہنچو۔ چنانچہ آپ اسی وقت گھر سے چل پڑے حضور کے حکم پر تمام کام چھوڑ کر آپ ملکانوں میں چلے گئے۔ اور پانچ ماہ تک وہاں رہے۔ چونکہ آپ کو ہندو مذہب سے کافی واقفیت تھی۔ اور ہندی اور سنسکرت بھی جانتے تھے۔ اسلئے کوئی آریہ آپ کے مقابلہ پر نہ ٹھہرتا۔ آپ اکثر مباحثے کرتے۔ ملکانے آپ کو بلا کر لے جاتے۔ جب آریہ پنڈت کو آپ کے سامنے کچھ جواب نہ آتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور آئندہ آریوں کو اپنے گاؤں میں نہ آنے دیتے۔ آپ وہاں بھی ملکانوں کے بچوں کو پڑھاتے رہے۔ ملکانوں کو آپ کے ساتھ بہت محبت ہو گئی تھی۔ آپ موضع بھائی ضلع متھرا میں رہتے تھے۔ وہاں کے لوگ کہا کرتے تھے کہ ہمارے مولوی سے تمام پنڈت ڈرتے ہیں۔

(الحکم قادیان 14 جولائی 1934ء صفحہ 8)

ماہرین علوم میں شمار

آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک کے مطابق ماہرین علوم میں شامل ہونے کی بھی توفیق ملی جس کا ذکر تاریخ احمدیت میں کچھ یوں آیا ہے:

''حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں بعض جوانوں کو خاص خاص مذاہب کی ریسرچ کے لئے ارشاد فرمایا۔ مثلاً۔۔۔۔۔ چوہدری عبد السلام صاحب کاٹھگڑھی کو سکھ مذہب کے لئے۔۔۔۔۔ چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی نے تحریک شدھی ملکانہ میں ہندو دھرم کے رد میں سرگرم حصہ لیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 ص 223)

بطور نائب مہتمم تبلیغ

جماعت کی تبلیغ کرنے کا آپ کو بے انتہا شوق تھا اور آپ بطور نائب مہتمم تبلیغ بھی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اس زمانہ میں نہ تو سفر کے بہترین ذرائع تھے اور نہ ہی اتنی خوشحالی تھی لیکن آپ تمام تر مشکلات ہونے کے باوجود پورے ضلع کا وقتاً فوقتاً دورہ کرتے اور تبلیغی مجالس منعقد کرواتے اور افراد کو قادیان کی زیارت کرواتے۔ آپ کے فرزند مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم آپ کی دعوت الی اللہ کے لئے کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''آپ کاٹھگڑھ کی جماعت کے امیر جماعت تھے اور ضلع ہوشیارپور کے نائب مہتمم تبلیغ بھی تھے۔ آپ ہر ایک انجمن کا دورہ کرتے اور تبلیغ کرتے اور کراتے۔ اور جلسے مختلف مقامات پر کراتے۔ مرکز سے مبلغ منگوا کر تبلیغ کراتے۔ آپ سفر میں ایک کینڈل اور سوتلی ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ اور جیب میں روئی ڈال لیا کرتے تھے۔ اور ہندو کے ہاتھ کی روٹی نہیں کھاتے تھے۔ اور نہ ہی پانی پیتے تھے۔ جہاں پیاس لگے کلینڈل کے ذریعہ سے پانی نکال لیا کرتے تھے۔ آپ اکثر تمام ضلع کا دورہ پیدل ہی کیا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ جب قادیان آنا ہوتا تو انجمنوں کا دورہ کرتے ہوئے ہی قادیان پہنچ جایا کرتے تھے۔

(الحکم 7 جولائی 1934ء صفحہ 9)

اسی طرح آپ کی کوششوں سے جماعت کے سخت مخالف بھی جماعت میں شامل ہو گئے اور صحابی مسیح موعود ہونے کا مقام پایا۔ اس ضمن میں آپ کے پوتے مکرم عبدالسمیع خاں صاحب آپ کی دعوت الی اللہ کے لئے جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ: ''محترم دادا جان نے مختلف گاؤں اور چھوٹی جماعتوں میں خود دورہ کر کے دعوت الی اللہ کا کام سرانجام دیا۔ یہ آپ کی دعوت الی اللہ کا ہی نتیجہ تھا کہ کاٹھگڑھ کے امام سید محمد علی شاہ صاحب جو سلسلہ کے سخت مخالف تھے نہ صرف جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت پائی بلکہ صحابہ حضرت مسیح موعود میں شامل ہونے کا شرف بھی پایا۔ ہر قسم کے جلسوں میں شمولیت اختیار کرتے، خواہ کسی بھی مذہب کا ہو۔ آپ کی کوشش تھی کہ قادیان سے اچھے اچھے مربی کاٹھگڑھ لے جائیں۔ چنانچہ حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت میر قاسم علی صاحب، حضرت شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نور، حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے گاہے بگاہے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے قادیان سے کاٹھگڑھ پہنچ کر جلسے کرائے۔

محترم دادا جان کو دعوت الی اللہ کا اس قدر شوق تھا کہ بعض اوقات پیدل سفر طے کر کے میلوں تک (دعوت الی اللہ) کے لئے جاتے اور خدا کے فضل سے مثبت نتائج سامنے آئے۔ بعض اوقات اگر کوئی پٹھان ہینگ وغیرہ بیچنے آتے تو آپ انہیں پشتو میں دعوت الی اللہ کرتے۔ غرض دعوت الی اللہ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ (روزنامہ الفضل 30 نومبر 2011ء صفحہ 5)

روپڑ میں جماعت کا قیام:

روپڑ میں کوئی احمدی نہیں تھا آپ کی دلی خواہش تھی کہ اس میں بھی جماعت قائم ہو جائے جس کے لئے آپ نے انتھک کوشش کی۔ بعض دفعہ سخت دھوپ میں جاتے تو لوگ سختی سے پیش آتے لیکن آپ کے جوش میں کمی نہ ہوئی۔ یہ سب حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کی کاوشوں کا ہی نتیجہ تھا جس کا ثمر ہم اس جماعت کی صورت میں دیکھ رہے ہیں لیکن خدائی قدرت کو ہی منظور تھا کہ وہ اپنی اس محنت کی کامیابی نہ دیکھ سکے اور ان کے اس مشن کو ان کے برادر اصغر حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب نے آگے بڑھایا اور پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ دونوں بھائیوں کی اس کوشش کا ذکر کرتے ہوئے مکرم عبدالرحیم صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

''پہلے تو روپڑ کے مولوی لیت ولعل کرتے رہے۔ اب آپ کی وفات سن کر بہت خوش ہوئے انہوں نے سمجھ لیا کہ اب کاٹھگڑھ میں ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے فوراً مناظرے کا چیلنج بھیج دیا جس کا مضمون یہ تھا جو ہمارے حقیقی چچا مولوی عبدالمنان صاحب کے نام تھا۔

''ہمارے مناظرے کی خط و کتابت مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم کے ساتھ تھی اگر آپ ان کے قائم مقام ہیں تو آ کر شرائط کا فیصلہ کر لیں۔''

چنانچہ جناب چچا صاحب وہاں گئے اور کامیاب مناظرہ ہوا۔ چونکہ بہت سے دوست پہلے سے ہی بیعت کے لئے تیار تھے۔ مناظرہ کے بعد ان کے تمام شکوک رفع ہو گئے اور روپڑ کے بارسوخ اور تعلیم یافتہ لوگ احمدیت میں داخل ہو گئے۔۔۔۔۔۔ اب احمدی بغیر کسی رکاوٹ کے وہاں جلسہ کر سکتے ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ وہاں لوگ ٹھہرنے کے لئے جگہ نہیں دیتے تھے آج وہی لوگ بغلگیر ہو کر ملتے ہیں۔ جناب والد صاحب کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ خدا ان کو جنت نصیب کرے کہ انہوں نے اتنا استقلال رکھا اور باوجود ہماری مخالفت کے ہمت نہ ہاری اور برابر پچیس سال تک کوشش جاری رکھی لیکن ان کی کوششیں ان کی وفات کے بعد پھل لائیں۔ انہوں نے اپنی محنتوں کا پھل اپنی زندگی میں نہ دیکھا۔ اب شہر میں احمدیوں کا خاص اثر ہے اگر آپ اس وقت زندہ ہوتے تو اپنی انتھک کوششوں کے پھلوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔

بعض دفعہ سخت دھوپ میں وہاں پہنچے، وہاں لوگوں کی گالیاں سننی پڑتیں۔ لیکن آپ یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن ایسا ہو گا کہ یہی لوگ جو ہمیں

گالیاں دیتے ہیں پتھر پھینکتے ہیں اور ٹھہرنے کے لئے جگہ نہیں دیتے ہیں بھی ہمیں بغلگیر ہو کر ملیں گے سو ایسا ہی ہوا۔ افسوس آپ نے یہ موقع نہ دیکھا اور آپ کی وفات کے چند ہی ماہ بعد وہاں جماعت قائم ہو گئی۔ اب وہی جماعت تبلیغ کر رہی ہے اور جلسے بھی کراتی اور بڑھ بڑھ کر چندوں میں حصہ لیتی ہے۔ آپ کے اگر روزانہ کاموں کو بھی شمار کیا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ آپ کس طرح ان کاموں کو کرتے تھے۔ (الحکم 7 جولائی 1934ء صفحہ 9)

جلسے کروانے کا اشتیاق

حضرت اقدس علیہ السلام کے صحابہ کرام کو نور محمدی اور نبی آخرالزماں کی تاریخ کو پھیلانے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کا بھی یہی شیوہ تھا۔ آپ اس غرض کے لئے خصوصی طور پر اجلاس منعقد کرواتے اور حتی الوسع کوشش کرتے کہ کسی مذہب کا مذہبی جلسہ ہو اس میں ضرور شمولیت کر سکیں تا کہ اس سے فائدہ اٹھا کر تبلیغ کا کام وسیع ہو سکے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم آپ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''ہر قسم کے جلسے میں شمولیت اختیار کرتے خواہ کسی مذہب کا ہو آپ کی کوشش رہتی تھے کہ قادیان سے اچھے اچھے مبلغ کاٹھگڑھ لے جائیں۔ وہاں جلسے کروائیں۔ چنانچہ حافظ روشن علی صاحب، میر قاسم علی صاحب، شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نور، مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو ان دنوں میں جبکہ پھگواڑہ تک ریل نہ ہوتی اور وہاں سے پینتالیس میل کاٹھگڑھ تک تانگوں اور بیل گاڑی میں سفر کرنا پڑتا تھا وہاں لے جا کر جلسہ کروایا۔۔۔۔۔۔ اور ایک لمبا سا جبہ پہن لیتے جس کا رنگ فقیرانہ بھگوا ہوتا۔ اور پاؤں میں کھڑاویں پہن لیتے اور جلسہ گاہ میں جنم ساکھی اور گوروگرنتھ صاحب پر چوری جھولتے رہے۔ آپ نے اپنی تمام عمر بھی داڑھی کی کانٹ چھانٹ نہیں کرائی۔ اس لئے شکل سے بھی اور لباس سے بھی آپ سکھ معلوم ہوتے تھے۔''

(بحوالہ الحکم 21 جون 1934ء صفحہ 7)

جلسہ کے موقع پر خدمات:

حقوق العباد کی ادائیگی میں آپ ہمہ وقت اپنے دوستوں کا خاص خیال رکھتے اور اس ذمہ داری کو بخوبی سرانجام دیتے اور زمیندار ہونے کے باوجود اس کو کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔ جلسہ کے موقع پر چائے وغیرہ کا سامان اپنے ساتھ لے لیتے اور جہاں موقع ملتا تو اپنے ہمراہ ساتھیوں کو پیش کرتے اور اگر سامان کم ہوتا تو دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے۔ آپ کے صاحبزادے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''جب آپ جلسہ پر قادیان تشریف لاتے تو ساتھ ہی ایک کھلے منہ کا ٹین اور کچھ چائے اور کچھ نمک بھی ساتھ لاتے آپ عموماً پرائمری سکول کا کمرہ جو سڑک کی طرف ہے ایک دروازہ سڑک کی طرف کھلتا ہے اس میں ٹھہرتے۔ صبح چار سے اٹھ کر ٹین لے جاتے اور باورچی خانے میں جا کر چائے پکاتے اور ٹین چائے کے بھر کر لے آتے۔ چائے میں دودھ وغیرہ کم ڈالا کرتے تھے، قہوے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ کمرہ کے تمام دوستوں کو اٹھا اٹھا کر چائے پلاتے۔ چائے کی پیالیوں کی جگہ آبخورے استعمال کئے جاتے۔ آپ جتنے دن ٹھہرتے ہر روز بلا ناغہ اس طرح کرتے۔ اسی طرح دوسرے کمروں میں کبھی چائے پلاتے۔ آپ ہر سال اسی طرح روزانہ چائے پلاتے۔ لیکن دوسرے کمروں میں جو ٹین سے بچ رہتی وہ بھیج دیتے۔ لیکن اپنے کمرے کے تمام دوستوں کو چائے پلاتے۔ (الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 7)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قادیان کے جلسے سے واپس جاتے ہوئے چاول جو مہمانوں سے بچے ہوئے تھے کافی ایک چادر میں باندھ کر لے گئے اور وہی چائے والا ٹین دال کا بھر لے گئے اور پھر دکان سے شکر خرید کر باندھ لی۔ امرتسر کے اسٹیشن پر ان چاولوں کی گٹھری کو کھولا اور چاول تقسیم کرنے لگ

گئے اور تھوڑی تھوڑی شکر بھی دیتے گئے۔ جو لوگ دور کھڑے تھے وہ بھی آ گئے۔ آپ بلاتمیز کے تقسیم کرتے گئے۔ حتیٰ کہ تمام دال چاول ختم ہو گئے اور شکر بھی ختم ہو گئی۔ آپ کے اپنے لئے کچھ نہ کچھ بچا۔ آپ نے تھوڑی سی روٹی مول لے کر کھائی۔ آپ لوگوں کو جلسے پر آنے کی تحریک کیا کرتے تھے۔ لوگ عذر کرتے کہ ہمارے پاس کرایہ نہیں ہے۔ آپ فرماتے کہ کرایہ کی کیا ضرورت ہے چلو پیدل چلیں۔ بعض کو ان میں سے ساتھ لے کر پیدل قادیان بن جاتے تھے۔ جب ریل قادیان میں نہیں آئی تھی تو آپ اڑمڑ ٹانڈہ تک گاڑی پر آیا کرتے تھے اور وہاں سے قادیان تک کا بیس میل کا فاصلہ پیدل طے کیا کرتے تھے۔ باقی لوگوں کو بھی اس راستہ سے لایا کرتے تھے کیونکہ کرایہ کی کفایت ہوتی تھی۔ (الحکم 7 جولائی 1934ء صفحہ 10)

مسجد میں کنویں کی بنیاد

مسجد میں نمازیوں کو پانی کی قلت کی وجہ سے بہت تنگی رہتی تھی تو اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے آپ نے ایک کنواں بنوانے کی طرف توجہ دلائی اور سب سے پہلے خود قدم اٹھایا۔ مکرم عبدالرحیم صاحب اپنے والد محترم کے مسجد میں کنواں بنوانے کے لئے مساعی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

''ہماری جامعہ مسجد ایک اونچے ٹیل پر واقع ہے۔ وہاں پانی لے جانا بہت مشکل ہے۔ نمازیوں کو پانی کی بہت قلت رہتی ہے۔ بعض دفعہ ماشکی پانی سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس ٹیلے کے ساتھ ہی نیچے مسجد کی جگہ پڑی ہے۔ آپ نے وہاں کنواں لگوانے کی تجویز کی۔ آپ جس کام کو کرتے تھے آہستہ آہستہ تکمیل کو پہنچاتے تھے۔ لیکن اس کی بنیاد جس روز ارادہ کرتے اسی روز رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے کہ جس کام کی بنیاد رکھی جائے وہ کبھی نہ کبھی ہو ہی جاتا ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں پانی بہت دور ہے اور علاقہ خشک ہے۔ اس لئے ایک ہزار روپیہ کنوئیں پر خرچ آتا ہے آپ نے سوچا سب سے بڑا کام اینٹوں کا کام ہے۔ آپ نے کنویں کی ضرورت کے مطابق اینٹیں منگوالیں۔ ٹھیکہ دار کو کچھ روپیہ نقد چندہ جمع کر کے دے دیا۔ اور کچھ ادھار کر لیا۔ لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کیا۔ وہ اینٹیں پڑی رہیں جب بھی لوگ نماز پڑھ کر باہر نکلتے ان کے دل میں تحریک پیدا ہوتی کہ یہ اینٹیں ضائع نہ چلی جائیں۔ اس کام کو ضرور کرنا چاہئے۔ چنانچہ آجکل کنوئیں کا کام شروع ہے۔ امید ہے کہ چند روز تک ختم ہو جائے گا۔ (الحکم قادیان 14 جولائی 1943ء صفحہ 7-8)

مسجد میں لجنہ ہال کی تعمیر

مسجد احمدیہ کاٹھگڑھ میں عورتوں کے لئے جگہ بہت کم تھی جس کی وجہ نماز جمعہ پر آنے والی لجنات کو تنگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ آپ نے لجنات کے لئے علیحدہ ہال کی بنیاد رکھی۔ آپ کے بیٹے مکرم عبدالرحیم صاحب مسجد میں لجنہ ہال کی تعمیر کے لئے آپ کی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ہماری مسجد جامعہ میں چونکہ عورتیں بھی نماز جمعہ ادا کرتی ہیں۔ اس لئے جمعہ کے روز جگہ عورتوں اور مردوں کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ آپ نے ایک شخص چوہدری نعمت اللہ خان صاحب مرحوم (خدا مغفرت کرے) سے کچھ جگہ جو مسجد سے ملحقہ تھی زنانہ مسجد کے لئے لے لی اور ان کی زندگی میں بنیاد رکھ دی اور بنیادیں کافی اونچی بنوا دیں۔ چونکہ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ خطرہ تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کے رشتہ دار جگہ پر قبضہ نہ کرنے دیں۔ اسلئے آپ نے اس وقت بنیادوں کا کام شروع کر دیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد چوہدری صاحب موصوف فوت ہو گئے۔ اور اب زنانہ مسجد کا کمرہ بنانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور کچھ کام بھی ہو چکا ہے۔ (الحکم قادیان 14 جولائی 1934ء صفحہ 7)

شعائر اسلامی کی ترونگ کے لئے مساعی

حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق گمشدہ اور مدفون سنن کے احیاء اور ترویج کے لئے ہمہ دم

کوشاں رہتے اور اسی فکر میں رہتے کہ اسلام کو اصل اسلامی اصولوں اور بنیادوں پر معاشرے میں رائج کیا جائے اور ان کی ہر وقت یہی خواہش تھی کہ امت مسلمہ کے ہر فرد کو شعائر اسلامی پر کار بند دیکھ سکیں اور اس ضمن میں درپیش رکاوٹوں کو حتی الوسع دور کر سکیں تا کہ ہر مسلم اسلامی احکامات پر عمل کر کے حقیقی مسلم بن سکے۔ اسی ضمن میں ایک روایت عبدالرحیم صاحب کی ملتی ہے جس میں آپ کی اس کاوش کا ذکر ملتا ہے کہ کس طرح آپ نے اپنے گاؤں میں سنت ابراہیمی کے احیاء اور ترویج کے لئے مساعی کیں۔ جب کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے لئے گائے ذبح کرنا ممکن نہ تھی کیونکہ ہندو اس کی سخت مخالفت کیا کرتے تھے۔ کاٹھگڑھ کے افراد روپڑ میں ذبح کروا کر گوشت لے آتے۔ مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ:

''1920 کی بقر عید پر ہمارے گاؤں کے ہندوؤں نے ارد گرد کے دیہات کے ہندوؤں کو جمع کر لیا اور راستے میں جب ہم گائے لے جارہے تھے پانچ چھ نہتے آدمیوں پر پانچ سو کے قریب ہندو جاٹ پل پڑے جو پہلے سے ہی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے، فساد ہو گیا اور گائیں چھین کر لے گئے۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی اور کچھ لوگوں کا چالان کر دیا اور بعد میں راضی نامہ ہو گیا۔ پولیس نے ان گائیوں کو کاٹھگڑھ میں دوسرے دن ذبح کر دیا اور بعد اس روز سے آج تک ہم کاٹھگڑھ میں ہی گائیں ذبح کرتے ہیں۔ کوئی احاطہ بیان نے نہیں جناب والد صاحب نے ایک رجسٹر بنا لیا اسکا نام رجسٹر مذبح بقر رکھا۔ جب کوئی گائے خریدی گئی، اس کی مفصل رپورٹ کس سے خریدی گئی، حلیہ، قیمت اور حصہ داروں کا نام کس کے مکان پر ذبح کی گئی۔ اور اس کی رپورٹ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب، سپرنٹنڈنٹ پولیس، تحصیلدار صاحب علاقہ، سب انسپکٹر پولیس کو بھیج دیتے۔ کس تاریخ کو ہم نے گائے ذبح کی۔

''چنانچہ رپورٹوں کا سلسلہ باوجود لوگوں کے منع کرنے کے آپ نے جاری رکھا۔ جب گورنمنٹ کو یقین ہو گیا کہ کاٹھگڑھ میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات اچھے ہیں اور کسی قسم کا فساد کا اندیشہ نہیں ہے تو گورنمنٹ بقر عید کے موقع پر خود پولیس کو بھیجنے لگی۔ اب ہر سال گورنمنٹ ایک گارڈ بھیج دیتی ہے اور جناب تحصیلدار صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں اور پولیس اپنے انتظام کے ماتحت ذبح بقر کا کام کراتی۔ ہمیں پولیس منگوانے کے لئے کوئی درخواست نہیں بھیجنی پڑتی اور نہ ہی ہم پر پولیس کا کچھ بوجھ ہوتا ہے اب آپ کی وفات کے بعد لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ آپ نے اتنے بھاری کام کو کس طرح نبھایا۔ آپ کی رپورٹ کا یہ اثر تھا کہ اب ہمارا ذبح بقر کا دائمی حق قرار دیا گیا ہے۔'' (بحوالہ الحکم قادیان 28 جون 1934ء صفحہ 8)

متفرق خدمات

مکرم چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب خدا تعالیٰ کے فضل سے بے شمار اخلاق کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھے اور حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد میں بھی پیش پیش تھے اور رضائے الٰہی کے لئے خدمت انسانیت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے اس مختصری زندگی میں ایسے عظیم الشان کام سرانجام دیئے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ خاکسار مخلوق خدا کی بہبود کے لئے آپ کی خدمات کے چند واقعات تحریر کرتا ہے۔

نکاح بیوگان

جہاں آپ معاشرے کے دیگر امور کا خیال رکھتے تھے وہاں آپ بیوگان کے نکاح پر بہت زور دیتے جبکہ اس کو بہت ناپسند سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق مکرم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''آپ بیوگان کے نکاح کے لئے بہت کوشش کرتے تھے۔ اور قادیان سے مبلغ منگوا کر جلسے کرواتے۔ بیوگان کے وارثوں کو خطوط لکھتے رہتے تھے۔ اور ان کو سمجھاتے رہے۔ آپ کی تحریک سے کئی بیوگان کے نکاح بھی ہوئے۔

(الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 7)

ہسپتال کھولنے کی مساعی

آپ صبح وشام خدمت خلق میں مصروف رہتے اور لوگوں کے فائدے کیلئے منصوبے بناتے۔آپ کے بیٹے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم آپ کی عوام الناس کے فائدے کے لئے کوشش کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:'' پہلے ہمارے علاقے میں کوئی مویشیوں کا ہسپتال نہیں تھا۔گڑھ شنکر جو ہمارے گاؤں سے بیس میل کے فاصلے پر ہے۔وہاں ہمیں جانا پڑتا تھا۔اوراتنی دور پیادہ مویشی کو لے کر پانی پہنچ بھی نہیں سکتے تھے۔آپ ہر وقت درخواستیں بھیجتے رہتے کہ ہمارے علاقے میں لوگوں کو بڑی تکلیف ہے۔وٹرنری ہسپتال کھولا جائے۔اور زمین ہسپتال کے لئے مفت پینے کا وعدہ فرماتے۔اور جب بھی افسروں سے ملتے اُن سے بھی یہی درخواست کرتے کہ ہسپتال کی سخت ضرورت ہے۔بار بار توجہ دلانے پر بلاچور میں جو ہمارے گاؤں سے پانچ میل کے فاصلہ پر قصبہ ہے،ہسپتال کھولا گیا۔اوراب کاٹھگڑھ میں بھی کھلنے کی افواہ سنی جاتی ہے۔امید ہے کاٹھگڑھ ہسپتال کھلنے کی کوشش پوری ہوجائے گی۔

(الحکم قادیان 14 جولائی 1934ء صفحہ 7)

متفرق سکولوں کا قیام

آنحضرت ﷺ کی حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم کے تحت آپ نے انسانیت کی علمی ترقی کے لئے سکول بنائے اور صحیح رنگ میں اس حدیث پر عمل کر کے دکھایا۔آپ کو تعلیم سے بہت زیادہ لگن تھی جس کے لئے ہر لحظہ آپ تدابیر سوچتے رہے کہ کس طرح تعلیمی معیار بہتر کیا جاسکے۔آپ کی خواہش تھی کہ مسلمان مرد وزن کے لئے ہندوؤں اور عیسائیوں کے سکولوں کی بجائے اسلامی تعلیمات پر بھی سکول قائم ہوں تاکہ مسلمانوں پر غیر مسلموں کے بد اثرات نہ پڑیں۔اس فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے آپ نے نہ توکسی کی مدد کی، نہ کسی سے کوئی چندہ مانگا،جبکہ مالی حالت اس کی اجازت نہ دیتی تھی لیکن تمام دشواریوں کا اکیلے سامنا کیا اور کئی سکول قائم کئے جو کہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔آپ نے مندرجہ ذیل سکول قائم کئے تھے جن کا ذکر کرتے ہوئے عبدالرحیم صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول، زنانہ پرائمری سکول، زنانہ اڈلٹ سکول، مردانہ اڈلٹ سکول، پرائمری نائٹ سکول۔(الف) اڈلٹ سکول آپ نے اڈلٹ سکول کھولا تھا جس میں بڑی عمر کے لوگ تعلیم پاتے تھے جو سارا دن اپنا دنیاوی کام کرتے تھے اور رات یا بعد از فجر ایک گھنٹہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔

(ب) نائٹ سکول:۔اور ایک نائٹ سکول تھا جو رات کے وقت لگتا تھا ان ہر دو سکولوں کو گرانٹ ملتی تھی کام آپ خود کرتے تھے۔(ج) زنانہ اڈلٹ سکول:۔۔اور ایک زنانہ اڈلٹ سکول تھا جس میں جوان اور بوڑھی عورتیں رات کے وقت تعلیم حاصل کرتی تھیں سوائے مڈل سکول کے باقی تمام سکولوں کو سرکاری گرانٹ ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ملتی تھی۔اس کے علاوہ سکول کی عمارت کا کام امیر ہونے کی وجہ سے تمام جماعت کی ذمہ داری اور سکولوں کے مینجر اور مڈل سکول میں بطور ٹیچر کام کرتے تھے اور حکام کو ملنے کا کام۔'' (بحوالہ الحکم قادیان 28 جون 1934 صفحہ 7)

آپ کی عظیم الشان قربانیوں اور جماعت کے افراد کی علمی ترقی کے لئے کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے مکرم غلام قادر خان صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام راقم ہیں کہ: کاٹھگڑھ میں آپ نے جماعت احمدیہ کی مضبوطی کے لئے ایک گرلز سکول اور ایک احمدیہ مڈل سکول اپنی خاص کوشش اور قربانی سے جاری کیا۔اس کے علاوہ دن اور رات کے سکول بھی جاری کئے۔آپ کی ہمدردی کا دائرہ ہر خاص وعام کے لئے وسیع تھا۔

(الفضل قادیان 29 اکتوبر 1931ء صفحہ 7)

سکول کی عمارت کی تعمیر

سکول کی ذاتی ملکیت نہ ہونے اور خستہ حالت ہونے کے وجہ سے آپ نے سکول کی ضرورت کے مطابق عمارت تعمیر کروائی تا کہ بارش کی وجہ سے ہونے والی تنگی سے چھٹکارا پایا جاسکے۔اس کی تعمیر آپ نے اپنی گرہ سے کروائی۔جس کا ذکر کرتے ہوئے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ :''چونکہ مکان کرائے کا تھا اورضرورت کے مطابق نہیں تھا۔اسلئے آپ نے بلڈنگ بنانی شروع کی۔ پہلے دو کمرے کی اینٹوں کے اپنی جگہ میں اور ایک برآمدہ بنایا۔چونکہ ہمارے گاؤں کے نزدیک ایک چوہے (ندی) جس میں برسات کے دنوں میں جب بارش ہوتی ہے۔پانی بہت آجاتا ہے۔اور پہاڑ بھی دو میل کے فاصلہ پر نزدیک ہی ہے۔اور دریائے ستلج بھی دو میل کے فاصلہ پر ہے پہاڑ کوہ شوالک شرقاً اور دریائے ستلج غرباً واقع ہے۔ جہاں ہمارے سکول کی عمارت بالکل ندی کے نزدیک ہے برسات کے دنوں میں ندی میں زیادہ پانی آنے کی وجہ سے عمارت میں پانی آ گیا اور عمارت گرگئی۔ آپ نے استقلال سے کام لیا۔اور دوبارہ سکول کی عمارت پختگی سے بنائی شروع کردی۔ پہلے بنیادوں کو مضبوط کیا۔سطح زمین سے پانچ فٹ مکان کی کرسی کو اونچا رکھا۔اور بھرتی ڈلوائی۔ پہلے دو کمرے تعمیر کرائے لیکن یہ سارا خرچ اپنی گرہ سے کیا۔کسی عمارت کے لئے چندہ وصول نہ کیا۔آپ بے سروسامانی کی حالت میں کام شروع کردیا کرتے تھے۔آپ کے پاس بالکل ایک پیسہ نہیں ہوتا تھا لیکن عمارت کا کام شروع کردیا کرتے تھے۔لوگ حیران ہوتے تھے کہ آپ بغیر روپے کس طرح کام چلا لیتے ہیں۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان میں ہمت اور استقلال چاہیے خدا خود کام بنادیتا ہے۔ آپ نے پہلے دو کمرے تعمیر کرائے اور دو کمروں کی بنیادیں ڈال دیں چونکہ ابھی راج،مزدور،ترکھان،اینٹوں کے پیسے آپ کے ذمہ تھے آپ نے ایک سال میں تھوڑے تھوڑے کرکے ادا کردیئے۔اور پھر دو کمروں کا کام شروع کردیا ان کمروں کی کرسی سطح زمین سے پانچ فٹ اونچی رکھی ان دو کمروں پر بھی کسی سے چندہ لے کر خرچ نہیں کیا۔

(بحوالہ الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 8)

پرائمری سکول کی عمارت کی تعمیر

مختلف مقامات پر کلاسوں کے ہونے کی وجہ سے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینا ممکن نہ تھا اس لئے آپ نے مڈل سیکشن کی عمارت کے ساتھ ہی پرائمری سیکشن کی عمارت تعمیر کی تا کہ نگرانی کرنے میں آسانی ہوسکے۔آپ کو اس کے لئے قرض لینا پڑا۔آپ کی تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے کوشش کا ذکر کرتے ہوئے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ:''پرائمری سکول چونکہ دوسری جگہ تھا آپ نے سوچا کہ سکول کے دو جگہ ہونے سے نگرانی اچھی طرح نہیں ہوسکتی اس لئے پرائمری سکول بھی مڈل سکول کے ساتھ ہی ہونا چاہئے۔ پرائمری سکول کے دو کمروں کی بنیادیں ڈال دیں جو کمرہ آپ بنانا چاہتے اس کی بنیاد ایک سال پہلے ہی رکھ دیتے اور ساتھ ہی ایک کمرہ مینول ٹریننگ کے لئے بھی بنایا۔جس میں لڑکوں کو ترکھان اور برتن مٹی کے بنانے کا کام سکھایا جاتا۔آپ کو قرض خواہ بہت تنگ کرتے بعض دفعہ آپ بہت مقروض ہوجاتے صرف اکیلے ہی کام کرتے کوئی مددگار نہیں تھا۔اور کوئی خدا کے سوا مشورہ دینے والا نہیں تھا۔مکان کا نقشہ بھی خود ہی تجویز فرماتے۔آپ نے سکول کی بلڈنگ کا کام 1922ء میں شروع کیا اور آپ کی وفات کے ساتھ 1931ء کو ختم کیا۔آپ نے تقریباً دس سال میں سکول کی بلڈنگ تیار کی۔آپ کو بہت بہت دقتیں پیش آئیں۔''(الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 8)

مزید بیان کرتے ہیں کہ:''آپ کا ارادہ سکول کی عمارت کو بڑھانے کا تھا۔ ہماری ملکیت اس جگہ کے ساتھ کافی پڑی تھی آپ سکول میں خود کام کرتے تھے۔اور کچھ روپیہ گرہ سے خرچ کرتے لیکن مڈل کے حصہ میں لڑکوں کی قلت تھی۔ مقابل میں آریوں کا سکول تھا وہاں بہت سے لڑکے مسلمانوں

کے چلے جاتے تھے۔ اور ویسے لوگوں کو تعلیم کا بھی بہت کم شوق تھا لیکن آپ استقلال سے کام کو چلا رہے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے جتنے لڑکے بھی ہمارے سکول میں دینی تعلیم حاصل کر لیں اچھا ہے آریوں کے پنجے سے چھوٹ جائیں۔" (الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 8)

حکمت: آپ نے خدمت خلق کے لئے ایک دواخانہ بھی کھولا ہوا تھا جس سے بہت لوگ استفادہ کرتے تھے۔ مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ: "ادھر حکمت کا کام بھی جاری رکھتے تھے۔ آپ دوائی مفت دیتے تھے اور کوئی فیس وغیرہ بھی نہیں لیتے تھے۔

(الحکم قادیان 28 جون 1934ء صفحہ 8)

اسی ضمن میں مکرم غلام قادر خاں صاحب راقم ہیں کہ: "آپ کی ہمدردی کا دائرہ ہر خاص و عام کے لئے وسیع تھا۔ ایک شفاخانہ اسی غرض کے لئے کھولا ہوا تھا۔ (الفضل قادیان 29 اکتوبر 1931ء ص 7)

بینک کا قیام۔۔ آپ نے لوگوں کی سہولت کے لئے ایک بینک بھی کھولا تھا جس کے متعلق آپ کے بیٹے عبدالرحیم صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں کہ: "آپ نے ایک کفایت شعاری بنک بھی کھولا ہوا تھا اس کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔ اور زمیندارہ بینک کے آپ ممبر تھے۔"

(الحکم قادیان 28 جون 1934ء صفحہ 8)

تلفی ٹڈی میں خدمات

جیسا کہ آپ کی حیات مبارکہ خدمت خلق کے کاموں سے معمور ہے اسی طرح آپ نے ٹڈیوں کے تلف کرنے میں گورنمنٹ کی بلا معاوضہ اور دلی خوشی سے مدد کی۔ آپ کے خدمت خلق کے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کے بیٹے کرم عبدالرحیم صاحب واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"1929ء یا 1930ء کا ذکر ہے کہ ہمارے علاقے میں اتنا ٹڈی دل آ گیا کہ افسروں کو اس کی تلفی میں خاص کوشش کرنی پڑی۔ تمام پنجاب کے ہر ایک محکمہ سے گورنمنٹ نے آدمی لئے۔ اور ہمارے علاقے میں ان کو لگا دیا یہ کام ایک ماہ تک برابر جاری رہا۔ ان انڈوں اور بچوں کو زمین کھود کھود کر تلف کیا جاتا۔ نمبرداراور ذیلداروں سے خاص طور پر مدد لی گئی۔ آپ بھی سکول کے لڑکوں کو ساتھ لے جاتے اور ٹڈی کی تلفی میں کافی مدد دیتے۔

ایک دفعہ دورے پر ڈپٹی کمشنر صاحب جن کا نام چنگیز تھا آئے اور ٹڈی تلف کرتے دیکھتے جاتے تھے۔ حتی کہ اس جگہ بھی پہنچے جہاں والد صاحب لڑکوں کو ساتھ لے کر کام کر رہے تھے۔ ڈپٹی کمشنر بہت خوش ہوئے اور دس روپے انعام دیا۔ اور کہا کہ مولوی صاحب مٹھائی تقسیم کر دیں اور خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت شکریہ ادا کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ ان ہی ایام میں ایک دفعہ مولوی فتح الدین صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت جالندھر ڈویژن دورہ پر آئے۔۔۔۔۔۔ آپ دوسرے دن لڑکوں کو ساتھ لے کر ٹڈی تلف کرنے گئے۔ آپ بھی لڑکوں کو ساتھ لے گئے اور تیل ڈال کر ٹڈی تلف کرتے رہے۔ اتنے میں مولوی صاحب بھی مع اپنے ماتحت سٹاف اور گھوڑوں پر آ گئے آپ یہ بات دیکھ کر کہ اپنی گرہ سے تیل خرچ کر رہے ہیں بہت حیران اور خوش ہوئے۔" (الحکم قادیان 7 جولائی 1934ء صفحہ 10)

سیرت کے چند پہلو

خدا تعالی کے پیاروں کا حال ازل سے ایک ہی طرز پر چلا آ رہا ہے۔ آنحضور ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین وصحابہ کرام اور ان کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کی زندگی میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کا نمونہ نظر آتا ہے خواہ وہ حقوق اللہ کا پہلو ہو، خواہ وہ حقوق العباد کا پہلو ہو، خواہ وہ کسی کی مہمان نوازی کا پہلو خواہ کسی کی غریب پروری کا پہلو ہو، خواہ غیرت دینی کا معاملہ ہو ہر پہلو میں یہ لوگ آنحضور ﷺ کے حقیقی مطیع تھے۔

اسی طرح آپ کے صحابی حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب رضی اللہ عنہ کا نمونہ بھی مثل آئینہ کی طرح ہے جس کا ثبوت آپ کی سیرت کے واقعات سے ملتا ہے۔ آپ کی سیرت کی قدر پہلو وحالات وواقعات میں آچکے ہیں لیکن کچھ مزید واقعات بیان کرنا مقصود ہے۔ توکل علی اللہ: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ (الزمر 40)

مومنین کی جماعت کا اولین شیوہ اور فریضہ توکل علی اللہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ کے توکل علی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے فرزند مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ میری والدہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ مولوی صاحب! آپ امور خانہ میں کچھ حصہ نہیں لیتے۔ بچے جوان ہوگئے ہیں اور گھر کے اخراجات بڑھ گئے ہیں آپ کی آمدنی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لوگ کس طرح روپیہ کماتے ہیں آپ بھی کمائیں تاکہ گھر کا خرچ بخوبی چل سکے۔ گھر کے مکان گرنے والے ہیں آپ کو کوئی خیال نہیں ہے۔ آپ سکول کی پختہ عمارتیں بنا رہے ہیں۔ ان کی مرمت کا بھی کوئی خیال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ روپیہ کماتے ہیں اور خرچ کر دیتے ہیں میں بھی روپیہ خرچ کر دیتا ہوں۔ اگر آمدنی ہے تو صرف اتنا خرچ ہوتا ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ لوگ دنیاوی کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں اور اس خدا کی رضا کے لئے خرچ کر دیتا ہوں سکول کی امداد کا روپیہ ایک سو روپیہ ماہوار آتا ہے۔ یہ میری آمدنی ہے۔ اور کچھ فیسوں کی آمدنی ہو جاتی ہے۔ گویا میرے ہاتھ سے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کے قریب خرچ ہوتا ہے اس سے زیادہ ہمارے گاؤں میں کسی کی آمدنی نہیں ہے۔ دوسرے میں خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے مکان بنا رہا ہوں تاکہ طلباء مذہبی تعلیم حاصل کریں وہ خدا جس کا میں اتنا کام کر رہا ہوں وہ میرے گھر کے خام مکانات کی حفاظت نہیں کرے گا؟ (الحکم 21 جون و28 جون 1934ء)

قرآنی علم کی بجا آوری

جیسا کہ آپ کی حیات مبارکہ میں بہت سے معاملات میں قرآنی احکامات کی بجا آوری کی مثالیں ملتی ہیں جو کہ آپ کے عشق قرآن کا ثبوت ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی اس آیت یعنی إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ (البقرہ 283) کی عملی تصویر بھی ملتی ہے۔ مکرم عبدالرحیم صاحب اس ضمن میں رقم طراز ہیں کہ: ''آمد اور اخراجات کا حساب باقاعدہ رکھا کرتے تھے اور ہر ایک بات تحریر میں لاتے۔ ہر روز کے واقعات کو روزنامچہ میں درج فرماتے تھے۔ اگر کسی کو روپیہ دیتے تھے تو اس وقت تحریر لے لیتے تھے اور اگر کسی سے روپیہ لیتے تو خود بخود اس کو تحریر دے دیتے تھے۔ اس کے انکار کرنے پر تحریر ضرور دے دیتے۔ اپنے تمام کاغذات اور ہر قسم کی تحریر کو سنبھال کر رکھتے تھے۔ (الحکم قادیان 7 جولائی 1934ء صفحہ 10)

جوش تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا تبلیغ شوق دیکھ کر ہماری نظر میں حیران وسراسیمہ ہو جاتی ہیں کہ کس طرح انہوں نے تبلیغ کی خاطر دنیا کی تمام تر آسائشوں کو ترک کیا۔ تبلیغ آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو تھا جس کا کسی قدر دینی خدمات میں ذکر ہو چکا ہے۔ مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم آپ کے تبلیغی شوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے گاؤں کے جنوب کی طرف گیارہ میل کے فاصلہ پر دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر روپڑ اایک شہر ہے جہاں سے نہر سرہند نکلی ہے وہاں ساٹھ فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اور زیادہ تر لوگ تجارت پیشہ اور ملازمت پیشہ ہیں لیکن وہاں کوئی احمدی نہیں تھا آپ اکثر وہاں جاتے اور تبلیغ کرتے لیکن وہاں کے لوگ آپ پر پتھر پھینکتے اور گالیاں نکالتے اور پبلک جلسہ نہ ہونے دیتے لیکن آپ نے استقلال رکھا جب کبھی قادیان سے کاٹھ گڑھ جاتے تو کوئی نہ کوئی مبلغ ساتھ لے جاتے اور اس کو ساتھ لے کر ضرور وہاں جاتے لوگ ٹھہرنے کے لئے مکان نہ دیتے وہاں کے مولوی لوگ منع کرتے کہ ان کو اپنے

مکانوں میں نہ ٹھہرنے دیں آپ سرائے میں ٹھہر جاتے اور فرداً فرداً تبلیغ کرتے اور کسی غیر احمدی کے مکان پر لیکچر کرادیتے وہاں بہت سے لوگ سننے کے لئے آجاتے بعض شریر لوگ پتھر پھینکتے آپ کوئی پرواہ نہ کرتے وہاں گورنمنٹ سکول میں مولوی عبدالمجید صاحب عربک ٹیچر ہیں جو عرصہ پچپن سال سے وہیں پڑھاتے ہیں آپ نے 1912 میں وہاں تحریری مناظرہ کر دیا۔ ہماری طرف سے مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ مناظر تھے۔ مناظرہ بڑا کامیاب رہا۔ آپ نے ہمت نہ ہاری وقتاً فوقتاً علماء کو ضرور لے جاتے اور وہاں تبلیغ کراتے۔'' (الحکم قادیان 28 جون 1934ء)

حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے تبلیغ کے لئے جوش وجذبہ اور جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے مکرم غلام قادر خان صاحب رقم طراز ہیں کہ: ''آپکی زندگی ایک عاشقانہ زندگی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے آپ نے خدمت احمدیت میں ایک سرگرم سپاہی کی طرح کام کیا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کاٹھگڑھ اور اس کے گردونواح میں جماعت ہائے احمدیہ قائم ہیں۔ ضلع ہوشیار پور اور ضلع جالندھر کے احمدی ہمیشہ آپ کے ممنون احسان رہیں گے۔ آپ نے تعلیم کے لئے بہت سا وقت قادیان میں گزارا۔ جہاں قرآن شریف، گرنتھ اور سنسکرت کا علم حاصل کیا۔ اور مختلف تبلیغی مناظروں میں آپ نے حصہ لیا۔۔۔۔۔۔ آپ کی زندگی ایک مسافر کی مانند تھی اور درویشانہ زندگی تھی۔ کوئی لمحہ آپ کا ایسا نہ گزرتا تھا کہ کسی نہ کسی صورت میں خدمت احمدیت میں نہ گزرتا ہو۔ غرض آپ نے اس تھوڑی سی زندگی میں عظیم الشان کام کیا۔ آنے والوں کے لئے ایک نمونہ چھوڑا۔ تبلیغ کے لئے ایک عاشق کی مانند آپ گھومتے رہتے تھے۔ آپ کا پروگرام مقرر ہوتا تھا۔ اور اسی کے مطابق کام کرتے۔ کھانے پینے کا آپ کو کوئی خیال نہ ہوتا تھا جو کچھ ملا کھا لیا اور جو کچھ ملا پہن لیا۔ اکثر سفر میں آپ دانے جیب میں رکھتے یا روٹی رکھ لیتے۔ (الفضل قادیان 29 اکتوبر 1931ء ص 7)

حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب ؓ کا حضرت مسیح موعود سے ایک خاص تعلق تھا۔ آپ تمام جلسوں میں شمولیت کے لئے قادیان جاتے تھے اور آپ نے قادیان میں ایک گھر بھی بنوایا تھا اور مسلسل دعا اور راہنمائی کے لئے خطوط بھی لکھتے رہتے تھے۔ آپ کے تعلق کا حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ؓ کے جوابی خط سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ کے پوتے مکرم عبدالسمیع صاحب نے لکھا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ: ''آپ کے دادا صاحب کی تحریر بھی مجھے یاد ہے اور صورت بھی۔ حضرت مسیح موعود کے پاس ان کے خط کثرت سے آتے تھے دعا کے لئے۔'' (روزنامہ الفضل یکم دسمبر 2011ء صفحہ 5)

خاندان حضرت مسیح موعود سے تعلق

حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کا خاندان مسیح موعود سے گہرا تعلق تھا۔ آپ قادیان میں کچھ عرصہ حصول تعلیم کے لئے رہے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ان کے ہم مکتب بھی رہے۔ آپ کے اس تعلق کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے پوتے مکرم عباسی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''وسط دسمبر 1908 کا ذکر ہے کہ دادا جان نے کاٹھگڑھ میں ایک نیا پختہ مکان دو منزلہ تعمیر کیا تھا۔ آپ کا منشاء تھا کہ خاندان حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے خاندان میں سے کسی فرد کے دست مبارک سے اس کا افتتاح ہو۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ اور میر محمد اسحاق صاحب نے اس نئے مکان کا افتاح کیا اور دعا بھی کروائی۔ اس وقت مکرم دادا جان نے اس مکان پر تاریخ لکھ دی۔ جو تادیر قائم رہی۔ (روزنامہ الفضل یکم دسمبر 2011ء صفحہ 5)

عزم وہمت

حضرت چوہدری صاحب مضبوط عزم وہمت کے مالک تھے۔ خدا کی راہ میں کبھی کسی رکاوٹ سے نہ گھبراتے تھے۔ راہ حق میں گالیاں بھی سنیں، پتھر بھی کھائے لیکن یہ تمام رکاوٹیں آپ کے جوش تبلیغ میں ذرہ بھر بھی کمی نہ کرسکیں۔ روپڑ میں جماعت کا قیام جس کا پہلے ذکر گزر چکا ہے آپ کی مضبوط عزم و ہمت کا ہی نتیجہ تھا۔ آپ کے اسی جوش کا ذکر کرتے ہوئے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ آپ مہاشہ محمد عمر صاحب

مولوی فاضل، گیانی واحد حسین صاحب کو بھی وہاں لے گئے لوگوں نے پبلک لیکچر نہ ہونے دیا۔آپ نے ایک وکیل کے مکان پر لیکچر کرا یا۔(جواب احمدی ہیں) لوگوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔لوگ کثرت سے وہاں جمع ہو گئے اس کے بعد آپ نے ایک تبلیغی جلسہ مقرر کر دیا اور مرکز سے دو مبلغ منگوائے ایک مولوی محمد یار صاحب اور دوسرے مولوی عبدالغفور صاحب فاضل تھے۔آپ نے پبلک جلسہ کمیٹی سے اجازت حاصل کی لیکن اجازت نہ ملی۔مسلمانوں نے کرایہ پر مکان دینے سے انکار کر دیا۔آپ نے ایک سکھ کی حویلی کرایہ پر لی۔اور کھانے پینے کا سامان، برتن سب کاٹھگڑھ سے لے گئے وہاں کثرت سے لوگ شامل ہوئے اور جلسے کا بہت اچھا اثر ہوا بہت لوگوں پر سچائی کھل گئی لیکن ابھی اعلان کرنے سے گریز کرتے تھے، باوجود اتنی تکلیفوں کے آپ نے تہیہ کر لیا کہ روپڑ میں ضرور جماعت قائم کریں گے۔آپ مولوی عبدالمجید مولوی فاضل اور مولوی عبداللہ دیو بندی کے ساتھ مناظرہ کی خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔آپ اسی روز روپڑ سے تشریف لائے تھے کہ آپ کے پاؤں میں کانٹا لگا اور فوت ہو گئے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

(الحکم 28 جون صفحہ 8۔8 جولائی 1934 صفحہ 9)

صبر و استقلال

چنانچہ آپ کے ہمت و استقلال سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس قدر حب انسانیت رکھتے تھے۔عوام الناس کے فائدے کے لئے متعین حالات کا صبر جمیل سے مقابلہ کیا جس کا ذکر عبدالرحیم صاحب مرحوم ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

''بعض دفعہ روپیہ کی قلت کی وجہ سے ادھورا کام رہ جاتا دیواریں اور چھت تک پہنچ کر کئی کئی مہینے پڑی رہتیں۔جب یہ مکان مکمل ہو گئے آپ کے ذمہ کافی خرچ ہو گیا۔معمار مزدور، ترکھان اور اینٹوں والے آپ کو رات دن تنگ کرتے کہ ہماری مزدوری دو۔لیکن آپ معذرت کیا کرتے۔بعض دفعہ تھوڑی تھوڑی مزدوری ان کو دے دیتے۔اور باقی پھر دینے کا وعدہ فرمایا کرتے۔چونکہ آپ اکیلے اس کام کو کرتے تھے اس لئے آپ کو بڑی دقت پیش آتی تھے بھی آپ لکڑی خریدنے جاتے اور بھی راج مزدوروں سے کام کراتے علاوہ اس کے آپ مڈل سکول میں پڑھاتے تھے اور صبح دوائی خانہ لوگوں کو دوائی بھی دیا کرتے اور ارد گرد گاؤں میں فراہمی طلباء کی کوشش بھی کیا کرتے تھے اور علاقے کے افسروں کو بھی ملا کرتے تھے۔

جب چار کمرے سکول کے تعمیر ہو گئے تو ان کے سامنے ایک برآمدہ بھی بنا دیا، مڈل کی چار جماعتوں کے لئے کافی ہو گئے۔پرائمری سکول کی عمارت ہمارے دادا صاحب نے بنائی تھی۔عمارت پہلے سے بنی ہوئی تھی اس میں سکول کھول دیا گیا تھا۔ابھی پرائمری کا حصہ وہاں ہی رہا اور مڈل کا حصہ اس عمارت میں آ گیا۔زنانہ سکول کی عمارت بھی پہلے سے بنی ہوئی تھی ہمارے دادا صاحب نے ہی بنائی۔اب آپ کو بڑی دقت پیش آتی روپیہ پاس نہیں تھا بہت مقروض ہو گئے آپ نے سکول کے دو کمرے رہن باقبضہ کر دیئے اور ان سے ہی دو روپیہ ماہوار کرایہ پر لے لئے اور آہستہ آہستہ بعد میں روپے ادا کر دیئے اور کمرے فک کرا لئے۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ نے چار کمروں کی بنیادیں اور ڈالدیں ایک دفتر سکول، دوائی خانہ، کچن، دو کمرے سٹور کے۔دو سال کے عرصہ میں یہ کام بھی پائے تکمیل کو پہنچ گیا۔چونکہ دور دور کے گاؤں کے لڑکے وہاں ٹھہر جاتے تھے ان کو بڑی تکلیف ہوتی تھی اس لئے بورڈنگ کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے ایک ہال کمرہ بنا دیا۔جس میں بورڈر آسانی سے رہ سکیں۔'' (الحکم 21 جون 1934ء صفحہ 8)

مہمان نوازی

حضرت چوہدری عبدالسلام خان کاٹھگڑھی صاحب اپنا کثیر وقت مہمانوں کی ضیافت میں بھی خرچ کرتے اور ان کی حتی الوسع خدمت بجالاتے۔جس

میں کسی مقام ومرتبہ کا فرق نہ ہوتا اور سارا خرچ اپنی گرہ سے کرتے۔ خواہ وہ مہمانوں کی رہائش کا ہو خواہ وہ کھانے کا ہو۔ جلسہ کے موقع پر مہمان نوازی کا ذکر خاکسار پہلے کر چکا ہے۔ مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم آپ کی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ کا بہت سا وقت مہمان نوازی میں بھی خرچ ہوتا تھا۔ آپ نے ایک رجسٹر بنایا ہوا تھا۔ جس میں لنگر خانہ کی طرح مہمان کا نام درج کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور ایک اور مولوی صاحب ان کے ساتھ تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں وہاں گئے۔ آپ ان سے تبلیغ ملحقہ دیہات میں کراتے رہے۔ آپ نے ان کا نام لکھ لیا۔ اور یہ بھی لکھ لیا کہ فلاں کھانا ان کو کھلایا گیا اور فلاں وقت۔ ایک وقت آپ نے رجسٹر میں لکھا کہ حلوا گوشت، روٹی کھلایا گیا۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب نے وہ رجسٹر دیکھ لیا۔ انہوں نے دوپہر کا کھانا کھایا تھا۔ غالباً عصر کے بعد آپ نے رجسٹر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا پایا کہ ان کو حلوا، گوشت، روٹی کھلایا۔ مولوی صاحب بہت حیران ہوئے اور فرمانے لگے کہ آپ بہت عجیب آدمی ہیں۔ ہم کھاتے ہیں وہ بھی رجسٹروں میں نوٹ کر لیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جب ہم قادیان جاتے ہیں تو مسیح موعود کے لنگر میں ہماری روٹیاں لکھ لی جاتی ہیں اور اگر دال چاول سبزی کھائیں۔ ہر ایک خانہ کے مطابق لکھ لیا جاتا ہے۔ اگر ہم نے لکھ لیا تو کیا حرج کی بات ہے۔ آپ کیوں خفا ہوتے ہیں ہم تو کبھی خفا نہیں ہوئے کہ مسیح موعود کے لنگر میں ہماری روٹیاں لکھی جاتی ہیں۔ مولوی محمد صاحب بڑے زور سے قہقہ لگا کر ہنسے اور دیر تک ہنستے رہے۔ اور یہ بات سن کر جو دوست پاس بیٹھے تھے وہ بھی ہنس پڑے۔

آپ نے اپنی گرہ سے خرچ کر کے ایک مہمان خانہ بھی بنایا جس کے دو کمرے ایک کھلا صحن ہے۔ مہمانوں کے لئے علیحدہ بسترے اور چار پائیاں بھی بنائیں۔ جو مہمانوں کے لئے کام آئیں۔ آپ علاقے کے سرکاری افسروں کو بھی ٹھہرایا کرتے تھے۔ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹی، انسپکٹر محکمہ زراعت، انسپکٹر مدارس ہمارے مکان پر ٹھہرتے تھے۔ اور دوسرے افسر بھی مثلاً میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کے افسر دورہ پر آپ کے پاس ٹھہرتے تھے۔ آپ علاقے کے ہر ایک افسر سے درخواست کرتے تھے کہ سکول کا معائنہ کرے۔ (الحکم قادیان 28 جون 1934ء صفحہ 7)

آپ نے افسروں کے ٹھہرنے کے لئے بھی ایک رہائش گاہ تعمیر کروائی تا کہ وہ کاٹھگڑھ میں رہ کر احسن طریق پر دورہ کر سکیں جس سے عوام الناس کو فائدہ ہو سکے۔ جس کے متعلق عبدالرحیم صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ آپ کو خیال آیا کہ ہمارے سکول کی انسپکٹرس بلاچور ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرتی ہے۔ ہمارے پاس اس کے لئے ہر قسم کی رہائش کا سامان نہیں ہے۔ اگر اس کی ضرورت کے مطابق ہمارے پاس مکان اور ہر ایک چیز ہو تو یہاں ٹھہرا لیا کریں۔ تو ہمارے سکولوں کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ آپ نے تین کمرے تعمیر کرا دیئے۔ ایک اس لئے، غسل کا کمرہ، ایک رفع حاجت کے لئے اور ایک پانی کے لئے باقی رہائش کے لئے سکول کے کمرے کافی تھے۔ لیکن ان کمروں کو انگریزی طریقوں کے مطابق ابھی آرائش نہیں کیا تھا کہ آپ کے پاؤں میں کانٹا لگا جس سے آپ فوت ہو گئے۔''

(الحکم قادیان 21 جون 1934 صفحہ 8)

صحبت صالحین کے حصول کی تڑپ

حضرت چوہدری عبدالسلام خان کاٹھگڑھی صاحب ؓ ہر سال قادیان کے جلسہ میں شامل ہوتے اور بعض اوقات آپ پیدل چل کر قادیان پہنچے اور راستے میں آنے والے علاقوں سے لوگوں کو بھی ساتھ لے لیتے اور اس طرح کئی لوگ سفر کے خرچ کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ جلسہ کی برکات سے محروم ہونے سے رہ جاتے۔ آپ کے جلسہ میں شامل ہونے کے بارے میں مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش ذکر کرتے ہیں کہ:

’’قادیان جلسہ پر جانے کے لئے قافلوں میں آنے کا موقع ملا ہے۔ بعض دفعہ حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب امیر جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ اصرار کرتے کہ اڑمڑ ٹانڈہ سے قافلہ قادیان تک جانا مناسب ہے۔ اس طرح زیادہ ثواب ہوگا۔ اس لئے بعض دفعہ پچیس پچیس مردوں کا قافلہ وہاں اتر پڑتا۔ چوہدری عبدالسلام صاحب لیمپ آگے آگے لئے چلتے اور ’’چلو قادیان شریف جانے والے‘‘ کی آواز دیہات میں گزرتے ہوئے بلند کرتے جاتے۔ راستے میں کسی جگہ قافلہ خود ہی کھانا تیار کر کے کھاتا۔ موضع ہر چوال پہنچ کر عصر کی نماز ادا کی جاتی اور قادیان میں داخل ہوتے۔ اس وقت چوہدری عبدالسلام صاحب دعا کراتے۔ اس طرح چالیس میل کا فاصلہ دس گیارہ گھنٹوں میں طے کر کے قافلہ قادیان پہنچتا۔ اور بقیہ قافلہ حاجی صاحب کے ساتھ بذریہ گاڑی قادیان پہنچتا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ یکم دسمبر 2011ء صفحہ 5)

غرباء پروری

اگر حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس قرآنی آیت وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا (الدھر 9) پر بھی پورا اترتے ہیں اور آپ کی یہ خدمت خالصۃً رضائے الٰہی کی خاطر تھی۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و ملت کی کوئی تفریق نہ ہوتی تھی جس کو مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم نے ان الفاظ میں زیب قرطاس کیا ہے کہ:

’’آپ اکثر غریبوں کو عمدہ کھانا کھلایا کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً کھانا پکا کر تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جاٹ زمیندار جو احمدی تھا۔ ہمارے ہاں جمعہ پڑھنے کے لئے آیا اور بارہ بجے کے قریب سکول میں گیا۔ اس وقت وہ گاؤں میں اکیلا احمدی ہی تھا اور غریب تھا۔ دھوپ میں گھبرایا ہوا آیا اس کے پاؤں پر مٹی دھول پڑی ہوئی تھی اور لباس بہت سادہ تھا۔ آپ نے جھٹ اس کے لئے عمدہ بستر (جو خاص مہمانوں کے لئے بنوا کر رکھا ہوا تھا) بچھادیا اور اس کو شربت پلایا اور اس کے لئے عمدہ سے عمدہ کھانے پکوائے۔ مَیں نے کہا ابھی یہ کیا کیا آپ کا ایک دری بچھادینا کافی تھا۔ دیکھئے تو اس کے پاؤں پر کس قدر دھول پڑی ہوئی ہے اس نے تو یہ عمدہ نفیس بستر بھی خراب کر دیا۔ آپ نے فرمایا بھی غریب لوگوں کو بھی عمدہ بستر پر سلانا چاہئے۔ اس سے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ امیر لوگ تو ہر روز عمدہ کھانا کھاتے ہیں اور عمدہ بستروں پر سوتے ہیں ان کے نزدیک ان بستروں اور کھانوں کی کیا قدر ہے۔ دوسرے یہ اکیلے ہی اپنے گاؤں میں احمدی ہیں۔ تمام گاؤں کے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ہم بھی ان کی خاطر مدارت اور عزت نہیں کریں گے تو ان کے دل پر کیا اثر ہو گا۔ غرض آپ نے دو تین قسم کا عمدہ کھانا تیار کرا کر اسے کھلایا اور ہر ممکن طریق سے آرام پہنچایا۔

آپ گرمیوں کے دنوں میں جب بھی ہوشیار پور اور جالندھر جاتے تو کافی زیادہ برف لے آتے اور وہ یتیموں اور غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔

آپ کے پاس غریب اور یتیم امداد کے لئے آتے تو آپ ان کے گذارہ کے لئے کوئی نہ کوئی صورت بنا دیتے اور کچھ نہ کچھ اپنی گرہ سے دے دیتے۔ غریب اور یتیم بچوں کی مدد کرتے ان کو کپڑے بنوا دیتے اور جو سکول میں پڑھتے ان کو کتابیں وغیرہ بھی خرید دیتے غرض ہر ممکن طریق سے مدد کرتے۔ (الحکم قادیان 14 جولائی 1934ء صفحہ 8)

انتظام وانصرام

چونکہ مفوضہ امور کی بجا آوری کے لئے آپ کو بہت زیادہ خط و کتابت کرنی پڑتی تھی۔ اس لئے امور کی بخوبی انجام دہی کے لئے آپ نے چند فارم تشکیل کئے ہوئے تھے۔ جن کو اپنے استعمال میں لاتے۔ مکرم عبدالرحیم خان صاحب مرحوم اس کے متعلق راقم ہیں کہ:

’’آپ نے ہر صیغہ کے فارم چھپائے ہوئے تھے اور ان پر ہی خط و کتابت کرتے تھے مثلاً از دفتر امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کے

عنوان سے فارم چھپوائے ہوئے تھے اور جب بھی قادیان کو بحیثیت امیر جماعت کے خط لکھتے تو ان فارموں پر لکھتے اور اسی طرح از دفتر تعلیم الاسلام مڈل سکول کاٹھ گڑھ اور از دفتر انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ جب کسی افسر کو عام لوگوں کے مفاد کے لئے توجہ دلاتے تو ان فارموں پر لکھتے۔ اپنی جماعت کی مقامی چیزوں کی رسید بکس بھی چھپوائی ہوئی تھیں۔ گویا ہر کام باقاعدگی سے کرتے تھے۔'' (الحکم قادیان 14 جولائی 1934ء صفحہ 8)

فرض شناسی

حضرت مولوی عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب نے اپنی اس فانی زندگی کو خلق اللہ کی خدمت میں صرف کیا۔ جس کا انہوں نے کوئی معاوضہ وصول نہ کیا۔ جب کسی خدمت کی توفیق ملتی تو اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے۔ حالانکہ آپ آنریری خدمت بجالا رہے تھے لیکن پھر بھی آپ نے کیفیت عارضہ میں رخصت لینا اپنا فرض سمجھا۔ آپ کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کے بیٹے مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم راقم ہیں کہ:

''جب آپ بستر مرگ پر تھے آپ نے ناظر دعوت و تبلیغ کو خط لکھا کہ میں کانٹا لگنے کی وجہ سے بیمار ہوں اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گیا ہوں۔ لہذا مجھے تین ماہ کی رخصت عطا فرمائی جاوے۔ آپ کا نہایت ہی مشکور ہوں گا۔ خاکسار نائب مہتمم تبلیغ ضلع ہوشیار پور۔ اس کے تین چار روز کے بعد آپ فوت ہو گئے۔ آپ مرکز سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے لیکن پھر بھی آپ نے چھٹی لینی ہی مناسب سمجھی اور معذرت بیان کی آپ نے اپنا فرض سمجھا کہ وفات بھی سلسلہ کے کام کرتے ہوئے ہی ہو۔'' (الحکم قادیان 7 جولائی 1934ء)

سادگی

جیسا کہ ولی اللہ لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ دنیاوی نمود و نمائش سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ کھاتے ہیں تو محض اس لئے کہ ان کی صحت قائم رہے اور پہنتے ہیں تو اس لئے کہ خدا نے ستر ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہی طرز میں حضرت مولوی عبدالسلام خان کاٹھگڑھی صاحب رضی اللہ عنہ کی حیات مطہرہ میں نظر آتی ہے۔ آپ سادہ لوح اور منکسر المزاج طبیعت کے مالک تھے۔ جس کا ذکر آپ کے فرزند مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

''آپ کا لباس نہایت سادہ ہوا کرتا تھا۔ آپ بعض دفعہ کھدر کا کوٹ سلوایا کرتے تھے اور باقی تمام لباس سادہ ہوا کرتا تھا اور اسی لباس سے افسروں کو ڈپٹی کمشنر، پرنٹنڈنٹ پولیس کی ملاقات کیا کرتے تھے اور حکام آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔'' (الحکم قادیان 7 جولائی 1934ء)

اسی ضمن میں محترم عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ حضرت مولوی عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کی سادہ مزاجی پر روشنی ڈالتے ہوئے واقعہ تحریر کرتے ہیں:۔

''مجھے 1929ء یا 1930ء کے ابتدائی زمانہ کی یہ بات یاد ہے کہ حضرت مولوی عبدالسلام خان صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ جو ایک بڑے صاحب رسوخ اور اچھی حیثیت کے زمیندار تھے اور ہندو مذہب سے بڑے واقف اور اپنے مذہب کے نہ صرف واقف بلکہ عامل بزرگ تھے۔ انہیں جب میرے متعلق علم ہوا تو اپنے ایک مقدمہ میں پیروی کے لئے مجھے ہوشیار پور لے گئے حالانکہ پہلے ایک اچھا وکیل مقرر کیا ہوا تھا۔ مرحوم کے مدنظر صرف یہ تھا کہ ایک احمدی وکیل کا تعارف ہو جائے۔ مرحوم اپنے ظاہری لباس سے اس درجہ بے نیاز تھے کہ راستہ میں ایک جگہ کانٹوں میں الجھ کر ان کی شلوار پھٹ گئی تو کیکر کے کانٹوں سے عارضی طور پر اسے جوڑ لیا اور اس بات سے بالکل بے پرواہ کہ لوگ کیا کہیں گے کام پر چل پڑے۔'' (الفضل 21 جون 1966ء صفحہ 4)

حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب آپ کے سادہ مزاج ہونے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں

''دوسری خوبی ان میں یہ تھی کہ وہ بہت ہی منکسر المزاج اور متواضع واقع ہوئے تھے۔ اس موضوع میں اگر میں یہ کہوں کہ وہ بہت سے مخلصین سے بھی

آ گئے تھے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں۔ ان کی مومنانہ سادگی اور انکسار کو دیکھ کر ناواقف آدمی خیال بھی نہ کر سکتا تھا کہ آپ راجپوت ہیں۔ کبر، انانیت اور بڑائی کا احساس تک نہ تھا۔ ہر انسان سے خندہ پیشانی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ اور جہاں تک ان کے بس میں ہوتا ہر محتاج کی مدد کرتے۔

(الفضل قادیان 17 دسمبر 1931ء صفحہ 9)

شجاعت

حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب بہت نڈر اور بے باک شخصیت کے مالک تھے۔ کبھی بھی دینی احکام کی بجا آوری میں بزدلی سے کام نہ لیتے چاہے اس کے لئے دنیاوی لحاظ سے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑتا۔ خواہ حالات دینی احکام کی بجا آوری کے لئے سازگار ہوں یا نہ ہوں۔ مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم اس ضمن میں واقعہ لکھتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں کے ہندوؤں نے ایک درخواست سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس بھیج دی (سپرنٹنڈنٹ اور سب انسپکٹر علاقہ نئے ہی تبدیل ہو کر آئے تھے) کہ کاٹھگڑھ کے لوگ ہر روز گائے ذبح کرتے ہیں اور ہماری اس سے دل آزاری ہوتی ہے ان کو منع کیا جائے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے تفتیش کے لئے تھانیدار صاحب کے پاس درخواست بھیج دی۔ تھانیدار صاحب چوہدری محمد طفیل صاحب تھے انہوں نے نمبرداروں سے پوچھا کہ بغیر مذبح اور بغیر اجازت کے کیوں گائے ذبح کر لیتے ہو۔ نمبرداروں نے جواب دیا کہ ہمیں تو معلوم نہیں اب معافی دی جائے آئندہ ایسا قصور نہ ہوگا۔ آئندہ ہم گاؤں میں گائے ذبح نہ ہونے دیں گے۔ جناب والد صاحب کو بلایا اور پوچھا آپ نے جواب دیا ہم گائے ذبح کرتے ہیں اور آئندہ بھی ذبح کریں گے۔ قانون کی رو سے ہمیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہم اپنی چار دیواری کے اندر کر لیتے ہیں۔ تھانیدار صاحب نے فرمایا کہ آپ کے پاس کوئی ریکارڈ ہے کہ کب سے آپ اپنے گاؤں گھروں میں دفن کر لیتے ہیں۔ آپ نے رجسٹر لا کر سامنے رکھ دیا کہ اس کو پڑھ لیجئے کہ گذشتہ سالوں میں بقرعید پر 52 گائیں ہم ذبح کر چکے ہیں اور اس کی رپورٹیں حکام بالا کو بھی بن رہے ہیں۔ آپ چونکہ نئے نئے آئے ہیں آپ کو معلوم نہیں رپورٹوں کی نقول درج رجسٹر میں پڑھ لیجئے۔

تھانیدار صاحب حیران رہ گئے اور فرمانے لگے اچھا جو ہو چکا اس کو رہنے دیجئے اب آئندہ کے لئے لکھ دیجئے کہ آئندہ یہاں ذبح نہیں کریں گے آپ نے فرمایا کہ ہم ہرگز لکھنے کو تیار نہیں ہیں ہمارا تو یہی بیان ہے کہ ہم اپنی چار دیواری کے اندر گائیں ذبح کریں گے ہم اپنے ہندو بھائیوں کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتے اور یوں فساد کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ یہی لکھ کر جناب تھانیدار صاحب واپس چلے گئے بعد میں گاؤں کے نمبردار آپ پر خفا ہونے لگے کہ ہماری شامت اعمال ہے۔ شاید اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ آپ ہماری نمبرداری کو نقصان پہنچا رہے ہیں آپ نے جواب دیا کہ آپ پر کسی قسم کا گورنمنٹ کی طرف سے حرف آئے تو میں ذمہ دار ہوں۔ (الحکم قادیان 28 جون 1934ء صفحہ 8)

سخاوت

تلفی ٹڈی میں مدد کرنے پر آپ کو ڈپٹی کمشنر کی طرف سے نقدی انعام ملا۔ آپ نے اس انعام کو سکول کے فنڈ میں اور جماعت کی اجتماعی دعوت میں صرف کر دیا اور اپنے لئے کچھ نہ بچایا۔ آپ کی اس سخاوت کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے بیٹے مکرم عبدالرحیم خاں صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ: ''جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو ایک سرٹیفیکیٹ دیا کہ انہوں نے حکام کی تلفی ٹڈی میں بہت مدد دی اور ساتھ ہی مبلغ دس روپے انعام بھی دیا اور مبلغ بیس روپے سکول کے لئے انعام دیا۔ گویا آپ کو کل تیس روپے انعام دیا اور بھی کئی لوگوں کو انعام ملا لیکن آپ سے کم۔ کئی علاقے کے احمدیوں کو بھی

انعام ملا۔آپ نے بیس روپے توسکول کے فنڈ میں جمع کرادیئے اور دس روپے کے چاول، کھانڈ ی گھی وغیرہ منگوالیا اور تمام گاؤں کے احمدیوں کو دعوت دے دی۔ جماعت کے دوستوں نے کہا کہ مولوی صاحب یہ انعام سب آپ ہی کو ملا ہے۔اس کا تعلق جماعت سے نہیں ہے۔آپ نے اپنا وقت صرف کیا اوراپنی گرہ سے تیل خرچ کیا یہ آپ کا ہی حق ہے۔آپ ان روپوں کو ذاتی مصارف میں لائیں۔آپ نے فرمایا کہ میرا جماعت سے علیحدہ وجود نہیں ہے۔یہ انعام مجھے بحیثیت امیر جماعت کے ملا ہے۔امیر جماعت کا تمام وقت جماعت کے کاموں میں صرف ہونا چاہئے۔یہ جماعت کا حق ہے تمام جماعت کو انعام ملا ہے۔چنانچہ آپ نے تمام احمدیوں کو مدعو کیا اورشام کا کھانا کھلایا۔(الحکم قادیان 7 جولائی 1934ء صفحہ 10)

بدعات سے احتراز اور بدرسومات کا خاتمہ

آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی تعلیم جو کہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔لیکن بعدزمانہ کے باعث اس میں بدعات اور بدرسوات نے جگہ لے لیا۔لیکن صحابی حضرت مسیح موعود ہونے کے باعث آپ کی شخصیت کسی بھی ایسی مجلس میں شامل ہونا پسندنہیں کرتی جس میں اسلامی تعلیم کے خلاف کوئی فعل ہوخواہ وہ اپنوں کی ہو یا غیروں کی۔جس کے متعلق مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں کہ:

’’آپ کسی غیرشرع شادیوں میں شامل نہ ہوا کرتے تھے۔مثلاً جس میں باجا، ڈھول، ناچ گانا یا اور کسی قسم کا تماشا ہو۔یہ شادی کیسی ہی قریبی رشتہ دار کی کیوں نہ ہو اوراس سے کتنے ہی گہرے تعلقات کیوں نہ ہوں۔آپ شرکت نہ فرماتے تھے،آپ کسی قسم کا تماشا نہیں دیکھتے اور نہ آپ کسی میلہ وغیرہ میں جاتے۔جب آپ غیر احمدی تھے اس وقت بھی آپ اس قسم کی لغویات سے اجتناب فرماتے۔(الحکم قادیان 7 جولائی 1934ء صفحہ 10)

اسی ضمن میں عبدالرحیم صاحب مرحوم اپنے والدصاحب کا ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ:

’’آپ بدرسوم کو مٹانے میں ہروقت کوشاں رہتے تھے۔اور کوئی کام رسمی طور پرنہیں کیا کرتے تھے۔میری اور میرے چھوٹے بھائی عبدالمومن کی شادی پرگردونواح کے احمدیوں کو آپ نے دعوت ولیمہ پر مدعو کیا۔جانے کے وقت انہوں نے آپ کو نیوتہ دینا چاہا۔آپ نے فرمایا میں نے آپ کو اس لئے تو نہیں بلایا تھا کہ ہمارے ہاں آکر قیمتاً کھانا کھاؤ۔میں تو ایسی رسوم کو توڑنا چاہتا ہوں۔انہوں نے کہا کہ تو آئندہ آپ کے اور ہمارے تعلقات قائم نہیں رہیں گے۔ہم آپ کو کس طرح بلائیں گے۔آپ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو آپ سے کچھ لینے کے لئے نہیں بلایا۔آپ بھی مجھ کچھ لینے کی غرض سے نہ بلائیں۔اگر میں آپ کی کسی دعوت میں بغیر کسی معقول عذر کے نہ آؤں تو مجھے آپ الزام دیں۔اپنے کسی سے نیوتہ نہیں لیا اور نہ کوئی کام رسمی طور پر کیا۔‘‘

(الحکم قادیان 14 جولائی 1934ء صفحہ 8)

آپ خلق اللہ کو بدعات، بدرسومات اوراوہام باطلہ سے نکالنا چاہتے تھے۔ذات،قوم اور ملت کے فرق کو ختم کر کے سب کو احمدیت کے جھنڈے تلے لانا چاہتے تھے۔آپ کی اس مساعی کا ذکرکرتے ہوئے عبدالرحیم صاحب مرحوم راقم ہیں کہ:

’’ہمارے راجپوتوں میں یہ رواج ہے کہ جس گاؤں سے لڑکیاں لیتے ہیں۔ان کو اپنی لڑکیاں نہیں دیتے جس گاؤں سے لڑکیاں لیں اس کو مکان کہتے ہیں اور جس کو لڑکیاں دیں اس کو چھت کہتے ہیں۔آپ ہروقت کوشاں رہتے تھے کہ اس رواج کو توڑ دیا جائے۔برادری کے تمام بھائی یکساں ہیں۔ایک دوسرے کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہتے۔ہمارے علاقے میں سڑوعہ، گڑھ شنکر، راہوں کے راجپوت اپنی لڑکیوں کا رشتہ کاٹھگڑھ نہیں دیتے اور کاٹھگڑھ سے لے لیتے ہیں۔احمدیوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔آپ نے اشتہاروں کے ذریعہ سے بھی اعلان کیا کہ ہمیں اپنے بھائیوں کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے۔اگر سڑوعہ، گڑھ شنکر، راہوں والے ہمیں لڑکیاں نہیں دیتے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی لڑکیوں کا رشتہ ان کو بھی نہ دیں۔ہم ان کو

لڑکیوں کا رشتہ دیں جو ہمیں بھی دیں۔آپ مساوات قائم کرنا چاہتے تھے۔جس میں آپ ایک حد تک کامیاب ہو گئے لیکن عام رواج نہیں ہوا۔جو کاٹھگڑھ کے دوست آپکی منشاء کے خلاف سڑوعہ وغیرہ میں رشتہ کر دیتا تو آپ اس کی شادی میں شامل نہ ہوتے حتیٰ کہ آپ نے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کی لڑکیوں کی شادیوں میں شامل نہیں ہوئے لیکن اب لوگ کچھ کم خیال کرتے ہیں۔(الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 7)

مطالعہ کا شوق اور تعلیم کی ترغیب:

آپ کو کتابوں سے خاص لگاؤ تھا جس کی خاطر آپ نے ہندوستان میں موجود مذاہب کی اکثر کتب ذاتی طور پر خرید کر رکھی ہوئی تھیں۔جن کا آپ وقتاً فوقتاً مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔اس کے متعلق مکرم عبدالرحیم صاحب مرحوم یوں بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا ہر وقت ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب رکھتے۔اور سلسلہ کی بہت کتابیں آپ نے خرید لیں اور چونکہ آپ نے گورمکھی، ہندی اور سنسکرت کی تعلیم بھی پرائیوٹ طور پر حاصل کی تھی آپ نے سکھوں کی کتابیں گوروگرنتھ صاحب، چولہ بابا نانک صاحب، جنم ساکھی، جپ جی صاحب اور بہت سی سکھوں کی کتابیں خرید لیں۔ان کو قیمتی کپڑوں میں سکھوں کی طرح لپیٹ کر رکھا اور ایک چوری بنالی۔اور اسی طرح چولہ باوا نانک کو بھی کپڑوں میں لپیٹ کر رکھا۔اور جب کبھی آپ سکھ مذہب کے متعلق کسی جلسہ میں لیکچر دیتے تو چوری ساتھ لے جاتے۔اور سکھوں کی طرح گرنتھ وغیرہ کو عزت کے ساتھ رکھتے۔۔اسی طرح ہندو مذہب کی تمام کتابیں چاروں وید وغیرہ خرید لیں۔عیسائیوں کی انجیلیں، انگیریزی زبان کی بائیل۔''

(الحکم قادیان 21 جون 1934ء صفحہ 7)

چونکہ آپ خود بھی علم دوست انسان تھے اور ہمہ دم مطالعہ میں محو رہے اس لئے دوسروں کی علم سے دوری کا شدید دکھ ہوتا۔اس دوری کو کم کرنے کے لئے آپ کو اپنے رفقاء اور افراد جماعت کو تعلیم سے محبت پیدا کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے اور بچوں کو چیزیں دلاتے۔آپ کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے مکرم عبدالرحیم صاحب رقم طراز ہیں کہ:

''غریب طلباء کو آپ کتابیں اپنی گرہ سے خرید کر دیا کرتے تھے۔انگریزی، ہندی، سنسکرت، فارسی کی کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔اور سکول میں باقاعدہ پڑھائی کر کے طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔آپ گاؤں کے تمام بچوں کے نام جانتے تھے۔جس وقت بچہ پیدا ہوتا تھا اسی وقت سے انتظار میں رہتے تھے کہ کب بچہ پانچ سال کا ہو اور سکول میں داخل کیا جائے۔اور اسی وقت سے اس کے والدین کو پڑھانے کی تحریک کرتے رہتے تھے۔اور تعلیم کے فائدے بتاتے رہتے تھے۔اچھوت اقوام کے طلباء کو بھی کوشش سے سکول میں داخل کر دیا کرتے تھے۔اور انکو کتابیں وغیرہ اپنی گرہ سے خرید کر دیا کرتے تھے۔آپ اکثر انعام تقسیم کر کے لوگوں کو تعلیم کا شوق دلایا کرتے تھے۔آپ ہوشیار پور سے اڈلٹ سکول کے طلباء کے لئے تھالیاں خرید کر لاتے تھے۔اور ان پر ان کا نام کندہ کرا لیا کرتے تھے۔اور ان کے بچوں کے لئے ٹوپیاں خرید کر لاتے تھے۔اور بہت سے ان کے استعمال کی چیزیں۔بعض دفعہ شوق دلانے کے لئے چائے کی دعوت دے دیا کرتے تھے۔اسی طرح دوسرے بچوں کو بھی انعام تقسیم کیا کرتے تھے۔آپ ہندو کی دکان سے مٹھائی نہیں خریدتے۔بلکہ خود ہی مٹھائی، لڈو، شیرینی بنایا کرتے تھے۔اور استادوں اور لڑکوں کو مٹھائی بنانے میں شامل کر لیا کرتے تھے۔

نوجوانوں کو مسجد میں خاص کر عشاء اور فجر میں مٹھائی تقسیم کر کے نماز باجماعت کی عادت ڈالا کرتے تھے۔لڑکیوں کو ان کے استعمال کی چیزیں پنسلیں، چشم، قروشیے، موتی وغیرہ انعام میں دیا کرتے تھے اور جو لڑکی خارج ہو چکی ہو یا غیر حاضر ہو اس کو بلا کر دے دیا کرتے تھے۔اس سے تعلیم میں زیادہ شوق پیدا ہوتا تھا۔آپ لڑکیوں کو زیادہ انعام تقسیم کیا کرتے تھے۔اگر ہفتہ نہیں تو پندرہ روز کے بعد ضرور انعام تقسیم کیا کرتے تھے۔ان کی مائیں انعام کی خاطر

تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیج دیتی تھیں ۔ جولڑکے اورلڑکیاں قرآن شریف ختم کرتے تو آپ ختم قرآن کا ایک بڑا شاندار جلسہ کرتے ۔ اور جماعت کے دوستوں کودعوت میں شریک کرتے ۔ ہمارے علم سے باہر ہے کہ آپ اتنا کہاں سے خرچ کرتے تھے۔آپ کی ڈاک کا خرچ دس روپے ماہوار سے کسی صورت کم نہیں تھا۔(الحکم قادیان 28جون 1934ءصفحہ 7)

حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کےعلمی ذوق کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی دختر محترمہ فضیلت جہاں صاحبہ مرحومہ بیان کرتی ہیں کہ :’’والد صاحب کوعلم سے بہت محبت تھی اور اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں میں جہالت بہت زیادہ اور ہمارے گاؤں میں کوئی سکول ہونا چاہئے ۔ ہندو و آریہ کا سکول ہے جو کہ مسلمان بچوں کی تربیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔تو آپ کے پاس ایک مکان تھا جس میں آپ نے سکول کھولا۔ جب سکول کے لئے ٹیچر کا انتظام نہ ہوسکا تو آپ نے اپنے برادر اصغر کو پیغام بھیجا کہ سکول میں بچوں کو پڑھایا کرو تو انہوں نے آپ کے حکم پر پڑھانا شروع کر دیا اور اسی طرح اپنی بھتیجی جو کہ چچازاد بھائی کی بیٹی تھی وہ پرائمری سکول سے پڑھی ہوئی تھی اس نے بھی پڑھانا شروع کر دیا اور اس طرح سکول کا نظام شروع ہوا۔سکول کے آغاز کے بعد یہ دشواری تھی کہ والدین کو بچوں کو پڑھانے پر رضامند کرنا تھا۔آپ والدین کو بار بار پیغام بھجواتے اور آپ نے یہ سلسلہ بند نہ کیا اور آخر کار آپ کی سعی رنگ لے آئی اور والدین نے بچوں کو بھیجنا شروع کر دیا۔اور کہا کرتے تھے کہ میں تو اپنی بیٹی کو بہت پڑھاؤں گا لیکن زندگی نے آپ سے وفا نہ کی ۔(انٹرویو فضیلت جہاں بیگم صاحبہ مؤرخہ 5فروری 2017ء)

مختلف زبانوں میں مہارت

آپ کوعلمی شوق اور کثرت مطالعہ کی وجہ سے کئی زبانوں پرعبور حاصل تھا جس سے آپ نے دعوت الی اللہ میں بہت فائدہ اٹھایا۔آپ کی اس مہارت کا ذکر کرتے ہوئے مکرم عبدالرحیم صاحب راقم ہیں کہ:’’ چونکہ آپ نے میٹرک تک تعلیم پائی تھی ۔ اس لئے انگریزی میں بھی کافی مہارت تھی ۔ آپ انگریزی میں گفتگو بھی کر لیتے تھے ۔عیسائیوں کے ساتھ بھی مباحثہ کرتے رہتے تھے ۔گاؤں میں پٹھان کپڑا اور ہینگ بیچتے پھرتے ہیں ۔آپ ان کو پشتو میں تبلیغ کیا کرتے ۔آپ کی پشتو مادری زبان ہونے کی وجہ سے کافی مہارت بھی تھی ۔قادیان میں کبھی پٹھانوں کے ساتھ پشتو میں اچھی طرح گفتگو کیا کرتے تھے۔۔۔۔آپ اردو، فارسی،عربی، پشتو، گورمکھی، سنسکرت، اور انگریزی میں اچھی طرح گفتگو کر سکتے تھے، لکھ پڑھ بھی سکتے تھے۔‘‘

(الحکم قادیان 21جون 1934ءصفحہ 7)

حکام سے اچھے تعلقات

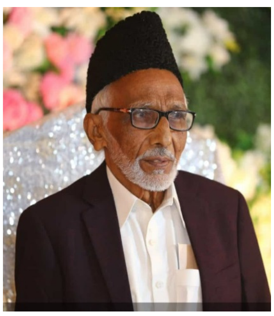
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اذا اتاکم کریم قوم فاکرمہ کی تعمیل میں آپ اپنے علاقے کے افسران سے حسب مراتب پیش آتے اور ان کے ساتھ اچھے روابط قائم رکھتے تھے۔جس سے آپ کو رفاہ عامہ کے کاموں میں مدد ملتی تھی ۔ اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے مکرم عبدالرحیم خان مرحوم صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

’’جب علاقے میں کوئی افسر دورے پر آتا تو آپ جماعت کے بہت سے دوستوں کو ساتھ لے جاتے اور اندر لکھ بھیجتے کہ جماعت کاٹھگڑھ آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئی ہے۔ جب آپ اندر جاتے تو تمام جماعت کے مصافحے اور ان کے تعارف کرواتے اور جو کچھ کہنا ہوتا کہہ دیتے آپ جو کچھ بیان کرتے رفاہ عامہ کے فائدے کے لئے بیان کرتے ۔مثلاً ہمارے علاقے میں یہ تکالیف ہیں ۔ جماعت احمدیہ سرکار کی وفادار ہے اور اس کا فرض ہے کہ آپ کو آکر ملے اگر ان کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آپ مہیا کرتے ۔ اگر آپ محکمہ زراعت کے افسر سے ملتے تو محکمہ زراعت کے متعلق گفتگو کرتے کہ ہمیں

فلاں قسم کا نہ بھیجیں اور ساتھ ہی اپنے مقدم کو بھیجیں تا کہ یہاں کے لوگوں کو ان بیجوں کے بونے کے طریقے بتا دے۔ آپ محکمہ زراعت سے اعلیٰ قسم کے بیج منگوا کر زمینداروں کو دیا کرتے۔ اپنی گرہ سے ایک انگریزی ہل جس کو ''مٹی ہل'' کہتے ہیں زمینداروں کو کاشت کرنے کے لئے منگوا کر دیا ہوا تھا اور جتنی دیر کسی افسر سے ملاقات کرتے رفاہ عامہ کی باتیں کرتے رہتے۔ افسر بھی آپ کو اچھی طرح سے ملتے تھے۔''

(الحکم قادیان 7 جولائی 1934، صفحہ 109)

خاندان کے معروف واقفین شخصیات



مکرم عبدالسمیع خاں صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

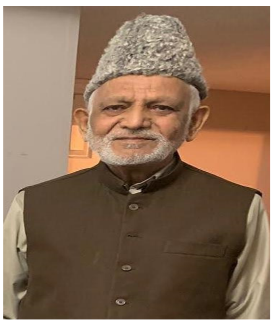
محترم عبدالسمیع خاں صاحب حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے پوتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام مکرم عبدالرحیم خان کاٹھگڑھی صاحب تھا۔ آپ کی پیدائش یکم جنوری 1938ء کو قادیان میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم کاٹھگڑھ میں احمدیہ سکول سے حاصل کی۔ ہجرت کے بعد 1948ء میں جماعت پنجم میں گورنمنٹ ہائی سکول شورکوٹ شہر میں داخلہ لے کر 1952ء میں مڈل کا امتحان میں پاس کیا۔ 1954ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم الاسلام کالج سے B.sc کا امتحان پاس کیا۔ 1962ء میں بی۔ایڈ کر کے تعلیم الاسلام سکول ربوہ میں ملازمت شروع کی۔ 1969ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ایڈ پاس کیا۔ سکول قومیائے جانے کے بعد 1972ء میں بطور ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول کام کیا۔ 1977ء تا 1990ء، فیصل آباد کے مختلف سکولوں میں کام کیا۔ اسی دوران 1984ء میں شوریٰ پاکستان میں بطور نمائندہ سمندری جماعت حصہ لینے کا موقع ملا۔ 1991ء سے گورنمنٹ ہائی سکول پارے کے تحصیل چنیوٹ میں بطور سینیئر ہیڈ ماسٹر کام کر کے یکم جنوری 1998ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ محلہ دارالرحمت شرقی حلقہ بشیر میں بطور زعیم حلقہ انصاراللہ پانچ سال خدمت کا موقع ملا۔ اور بطور صدر محلہ تین سال اور جنرل سیکرٹری 12 سال خدمات سرانجام دیں۔ (انٹرویو مکرم عبدالسمیع صاحب مورخہ 9 دسمبر 2017ء) آپ کی وفات 6/جولائی 2020ء کو ربوہ میں ہوئی۔ آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

''آج بھی مَیں دو تین غائب جنازے پڑھاؤں گا جن کا اب اس وقت ذکر کروں گا۔ پہلا ذکر مکرم ماسٹر عبدالسمیع خان صاحب کاٹھگڑھی کا ہے جو 6/ جولائی کو ربوہ میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 1937ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالرحیم صاحب کاٹھگڑھی سلسلہ کے پرانے خدمت گزاروں میں سے تھے۔ آپ کے دادا حضرت چوہدری عبدالسلام خان صاحب کاٹھگڑھی نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت پائی۔ آپ صحابی تھے۔ ابتدائی تعلیم پرائمری تو ماسٹر سمیع صاحب کی قادیان میں ہی ہوئی۔ پھر پارٹیشن ہوگئی تو میٹرک ربوہ آ کر کیا۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کی اہلیہ تین چار سال پہلے وفات پا گئی تھیں۔ 1960ء میں بی ایس سی کرنے کے بعد اسی سال عارضی استاد کے طور پر تعلیم الاسلام سکول میں پڑھانا شروع کیا۔ پھر 1962ء میں بی ایڈ کیا اور باقاعدہ استاد مقرر ہوئے۔ 1969ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم ایڈ کیا تو سینئر استاد بن گئے۔ پھر 1972ء میں آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر سکول نیشنلائز ہوگیا۔ پھر 1970ء میں آپ کا تبادلہ کیونکہ وہ نیشنلائزڈ سکول تھا تو گورنمنٹ نے باہر اپنے کسی دوسرے سکول میں کر دیا اور

پھر مختلف سکولوں میں یہ پڑھاتے رہے۔ 2005ء سے 2009ء تک زعیم انصار اللہ اور 2013ء سے 16ء تک بطور صدر حلقہ دارالرحمت شرقی ربوہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ میرے بھی یہ سکول میں استاد تھے۔ بڑے اچھے انداز میں پڑھایا کرتے تھے۔ چہرے پر ہمیشہ نرمی رہتی تھی اور سمجھاتے بھی بڑے اچھے انداز میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ہمیشہ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔''

(بحوالہ خطبہ جمعہ 17رجولائی 2020ء)

مکرم مبارک احمد خاں صاحب



آپ حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے پوتے ہیں اور مکرم عبدالرحیم خان کاٹھگڑھی صاحب کے بیٹے ہیں۔ آپ ستمبر 1943ء میں کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا اور تعلیم الاسلام کالج سے B . A پاس کیا۔ 1966ء سے تعلیم الاسلام میں بطور SST ٹیچر ملازمت شروع کی۔ سکول قومیانے کے بعد آپ 1986ء میں سرکاری سکول ربوہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور 2003ء میں ریٹائرڈ ہوئے اور تاحال کینیڈا میں مقیم ہیں۔ (انٹرویو مکرم عبدالسمیع صاحب مورخہ 9دسمبر 2017ء)

مکرم منور احمد خان صاحب مرحوم سابق کارکن صدر انجمن



آپ حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے پوتے ہیں اور مکرم عبدالرحیم صاحب کے بیٹے ہیں۔ آپ کی 1945ء میں قادیان میں پیدائش ہوئی۔ آپ نے 1963ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ 1965ء سے صدر انجمن کی ملازمت شروع کی اور تقریباً پچاس سال دفتر وصیت میں خدمت کا موقع ملا۔ اگست 2016ء میں آپ کی وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ محلہ دارالفضل میں تدفین ہوئی۔ (ایضاً)

مکرم عبدالمغنی خاں صاحب مربی سلسلہ



محترم عبدالمغنی خان صاحب حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے پوتے ہیں۔ آپ کے والد صاحب کا نام محترم عبدالمومن خاں صاحب ہے۔ آپ کی یکم جون 1949ء میں ناصرہ آباد اسٹیٹ، سندھ میں پیدائش ہوئی۔ 1954ء میں آپ کی فیملی ربوہ منتقل ہوگئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کی اور تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ 1965ء میں آپ نے جامعہ میں داخلہ لیا اور 1972ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کو آغاز میں ڈسکہ اور بہاولنگر میں خدمت کا موقع ملا۔ 1973ء تا 1977ء آپ کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور ٹیچر حدیث پڑھانے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد آپ کی تقرری نائیجیریا ہوگئی اور 1978ء تا 1988ء آپ نے نائیجیریا میں خدمات سرانجام دیں۔ واپس آ کر 4 سال دفتر الفضل میں خدمت کی اور پھر 3 سال 1992ء تا 1995ء سیرالیون میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1996ء میں آپ پاکستان واپس آ گئے اور ملتان میں بطور مربی تقرری ہوئی پھر بہاولنگر، ساہیوال اور لاہور میں بطور مربی ضلع کے خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ 2000ء میں آپ کی ریٹائرڈمنٹ ہوگئی لیکن

تا حال اصلاحی کمیٹی صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں خدمت کرنے کی توفیق پا رہے ہیں اور محلہ دارالرحمت شرقی ربوہ میں مقیم ہیں۔ (انٹرویو مکرم عبدالمغنی صاحب مورخہ 9 دسمبر 2017ء)

مکرم ذیشان احمد صاحب مربی سلسلہ



آپ حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے پڑپوتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام مکرم مظفر احمد صاحب ہے۔ آپ 27 جولائی 1986ء کو ربوہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم ربوہ میں ہی حاصل کی اور میٹرک تعلیم الاسلام ہائی سکول سے پاس کیا۔ ایف۔ اے پاس کر کے 2004ء میں جامعہ میں داخلہ لیا اور 2011ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی پہلی تقرری 2TDA، خوشاب میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کو گوہد پور، سیالکوٹ میں بطور مربی سلسلہ خدمت کا موقع ملا۔ نومبر 2012ء میں آپ کی تقرری نظارت امور عامہ صدر انجمن احمدیہ میں ہوئی اور تا حال اس دفتر میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور محلہ دارالرحمت شرق ربوہ میں مقیم ہیں۔ (انٹرویو مکرم ذیشان احمد صاحب مورخہ 9 دسمبر 2017ء)

مکرم سعید احمد خرم صاحب مربی سلسلہ:

آپ حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے پڑپوتے ہیں آپ کے دادا کا نام مکرم عبدالرحمن خاں کاٹھگڑھی صاحب تھا اور والد صاحب کا نام مکرم عبدالستار صاحب ہے۔ آپ کی پیدائش 15 جون 1989ء کو فیصل آباد میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اور میٹرک فیصل آباد سے کیا۔ 2011ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ دوران جامعہ آپ نے 2009ء میں F.A کا امتحان دیا جس میں آپ نے بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ 2011ء میں B.A پاس کیا۔ 2013۔2014ء میں پنجاب یونیورسٹی سے M.A پاس کیا۔ پہلی تقرری بوبک مرالی ضلع نارووال میں ہوئی اور پھر پریم کوٹ، حافظ آباد میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ فروری 2013 میں آپ کی تقرری جامعہ احمدیہ سینیئر سیشن ربوہ میں ہوئی اور تا حال جامعہ میں ہی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور محلہ ناصر آباد غربی ربوہ میں مقیم ہیں۔ (انٹرویو مکرم سعید احمد خاں صاحب مؤرخہ 8 دسمبر 2017ء)

کچھ یادیں کچھ تاثرات

حضرت چوہدری عبدالسلام خان کاٹھگڑھی صاحب کی وفات پر آپ کے کچھ رفقاء نے آپ کے متعلق اپنی یادوں کا تذکرہ اور کچھ تاثرات بیان کئے ہیں۔

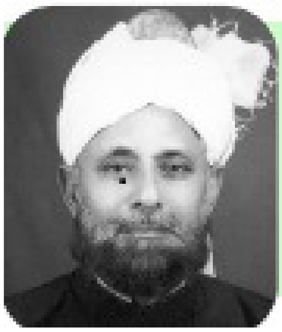
مکرم حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

مکرم حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت الی اللہ آپ کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ: ''کہ مجھے خبر ملی کہ ابھی تار پہنچا ہے کہ چوہدری صاحب موصوف فوت ہو چکے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس اچانک اور غمناک خبر کا صدمہ میرے دل پر نہایت گہرا ہوا۔ اور میرے آنسو پھوٹ پڑے۔ بوجہ اس تعلق کے جو چوہدری صاحب مرحوم نے میدان تبلیغ میں کمال اخلاص اور تن دہی اور پیدل سفروں کی تکلیف برداشت کر کے نظارت ہذا کے ساتھ پیدا کیا تھا۔ لاریب میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ مرحوم کو تبلیغ احمدیت کا فکر اور اہتمام اس نظارت کے کارکنوں سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ بلکہ ان کا جوش کچھ بڑھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پرسوں مجھے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا پاؤں زخمی ہو گیا ہے۔ اور

اب وہ لاچار بستر پر پڑے ہیں۔ تین ماہ کی رخصت دی جائے۔ منان صاحب ان کے قائمقام ہوں گے۔ مگر یہ علم نہ تھا کہ وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہور ہے ہیں انا للہ وانا الیہ رجعون۔ کیا کاٹھگڑھ کی زمین میں کوئی ان کا جانشین میدان تبلیغ میں کھڑا نہ ہوگا۔ میرے وہ باز و تھے جو نہ معلوم کب ملے۔''

(الفضل قادیان 27 اکتوبر 1931ء ص 8)

حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب



آپ کی وفات پر حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب تعزیت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:''جو پیدا ہوا ہے اسے مرنا ضرور ہے۔ موت ہر زندہ مخلوق کی اس زندگی کا انتہا ہے۔ سب امیر وغریب اس راستے سے گزرتے رہے اور سب کو گزرنا ہے۔ پر مبارک ہیں وہ افراد جو اپنی چندروزہ زندگی کو خدا کے نام پر اور اس کے دین کی خدمت میں صرف کریں۔ وہ دنیا میں نہ ہوں گے مگر ان کی لازوال عزت انسانی قلوب پر منقوش رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی سب سے قیمتی چیز کو انسانیت کی خدمت میں لگایا۔ مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب مرحوم ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اس حیات مستعار کو کبھی اپنا نہیں سمجھا بلکہ خدا تعالیٰ کی امانت سمجھا۔ جسے وہ ہمیشہ برمحل خرچ کرتے رہے۔ چوہدری صاحب موصوف دوآبہ جالندھر کی ان چند ہستیوں میں سے ایک تھے۔ جو اس علاقہ میں احمدیت کے مستقبل کی شاندار عمارت کے معمار ہیں۔ چوہدری صاحب کو میں اپنے بچپن سے جانتا ہوں۔ ان کی نیکی وتقوی کے اپنے بیگانے شاہد ہیں۔ وہ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ مجھے جہاں تک ان کے حالات زندگی مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے ان میں دو باتیں خاص طور پر قابل رشک دیکھی ہیں۔ ایک تو وہ دین کے کام اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کو اپنے آرام اپنی ضروریات پر بہر حال مقدم رکھتے تھے۔ اور تمام علاقہ بھر میں جہاں بھی ان کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ تکلیف اٹھا کر بھی پہنچتے تھے۔ خدا نے ان کو علم، سمجھ اور فراست بھی بہت اچھی عطا کی تھی۔ اس لئے اخلاص اور علم نے مل کر ایک خوبصورت شکل اختیار کر لی تھی۔ دوسری خوبی ان میں یہ تھی کہ وہ بہت ہی منکسر المزاج اور متواضع واقع ہوئے تھے۔ اس موضوع میں اگر میں یہ کہوں۔ کہ وہ بہت سے مخلصین سے بھی آگے تھے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں۔ ان کی مومنانہ سادگی اور انکسار کو دیکھ کر ناواقف آدمی بھی خیال نہ کر سکتا تھا کہ آپ راجپوت ہیں۔ کبر، انانیت اور بڑائی کا احساس تک نہ تھا۔ ہر انسان سے خندہ پیشانی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ اور جہاں تک ان کے بس میں ہوتا ہر محتاج کی مدد کرتے۔ اپنی قوم میں سے بعض خلاف شرح رواجات کے دور کرنے میں نہایت مردانگی سے تکالیف کا مقابلہ کیا۔ خدا تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ اور ان کے مدارج جنت میں بلند کرے۔ پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ ان کی اولاد کو اپنے نیک باپ کے نقش قدم پر چلائے آمین ثم آمین چوہدری صاحب کی مذہبی اور اخلاقی خوبیوں اور مخلصانہ تعلقات کی بنا پر ان کی وفات سے سخت صدمہ ہوا۔ احباب جماعت سمیت غائبانہ جنازہ پڑھا۔''(الفضل قادیان 17 دسمبر 1931ء صفحہ 9)

رئیس آف سٹروعہ

مندرجہ بالا عنوان کے تحت محترم غلام قادر خاں صاحب وصحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مورخہ 29/اکتوبر 1931ء کے الفضل قادیان میں درج ہے۔''حضرت مولوی عبدالسلام صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام میں سے تھے۔ اس علاقہ میں کاٹھگڑھ میں جو خدمت آپ نے سرانجام دی ہمیشہ یاد رہے گی۔ آپ کی ہمدردی کا دائرہ دی ہمیشہ یاد رہے گی۔ آپ کی ہمدردی کا دائرہ ہر خاص وعام کے لئے وسیع تھا۔ ایک شفاخانہ اسی غرض کے لئے کھولا ہوا تھا۔ آپ کی زندگی ایک مسافر کی مانند درویشانہ تھی آپ نے اس تھوڑی سی زندگی میں عظیم الشان کام کیا۔ جو بعد میں آنے والوں کے

لئے ایک نمونہ ہے۔ نیز تمام جماعتوں کی خدمت میں عرض ہے کہ مرحوم کے لئے جنازہ پڑھیں اوران کے پسماندگان اور جماعت کاٹھگڑھ کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کانعم البدل عطا فرمائے۔ (بحوالہ الفضل قادیان 29/اکتوبر 1931ء)

آپ کے پوتے مکرم عبدالسمیع صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ''ایک عدد پوسٹ کارڈ دادا جان کا تحریر کردہ 1911ء دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ریکارڈ سے ملا۔ جس میں آپ نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب کومخاطب کر کے لکھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ'

مجھے قادیان میں بھائی صاحب عبدالحئی خان صاحب کی طرف سے تار ملی تھی کہ میں دہلی دربار جاتا ہوں اورتم ہمشیرہ کو کاٹھگڑھ چھوڑ آنا مگر یہاں رشتہ داروں کے مجبور کرنے پر ایک ماہ کی رخصت 6/نومبر تک حاصل کی ہے آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی اور خوش ہوجاوے اور پھر ناراض نہ ہو۔ ہرایک کام ثواب اوراخلاص کے ساتھ اس کے لئے ہوضرور بضرور دعا فرماویں۔

بخدمت مولوی فاضل سید صاحب کواسلام علیکم۔۔۔۔عبدالسلام کاٹھگڑھ۔

(سید صاحب مراد غالباً سید سرور شاہ صاحب ہوں گے) دادا جان مرکز سے تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ پھر بھی آپ نے اطلاع دینا مناسب خیال کیا۔

میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی مکرم عبدالقادر صاحب آف سجووال کے حالات زندگی لکھتے ہوئے ذکر کرتے ہیں۔ ''مجھے 1929ء یا1930ء کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم جوایک بڑے صاحب رسوخ اوراچھی حیثیت کے زمیندار تھے اور ہندو مذہب سے بڑے واقف اوراپنے مذہب سے نہ صرف واقف بلکہ عامل بزرگ تھے۔ انہیں جب میرے متعلق علم ہواتو اپنے ایک مقدمہ میں پیروی کے لئے مجھے ہوشیار پور لے گئے۔ حالانکہ پہلے ایک اچھاوکیل مقرر کیا ہواتھا۔ مرحوم کے مدنظر صرف یہ تھا کہ ایک احمدی وکیل کا تعارف ہوجائے مرحوم اپنے ظاہری لباس سے اس درجہ بے نیاز تھے کہ راستہ میں ایک جگہ کانٹوں سے الجھ کران کی شلوار پھٹ گئی۔ تو کیکر کے کانٹوں سے عارضی طور پراسے جوڑلیااس بات سے با لکل بے پرواہ کہ لوگ کیا کہیں گے کام پر چل پڑے۔ (الفضل 21/جون 1966ء صفحہ 4)

مکرم مولوی عبدالقادر صاحب سجووال دادا جان کے خاص ساتھی تھے جب ربوہ تشریف لاتے ہمارے گھر میں ضرور لمبی دعا کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب کبھی کاٹھگڑھ کا ذکر آتا تو داداجان حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب ذکرضرور کرتے۔

'1954ء میں جماعت دہم کی الوداعی تقریب میں حضور بنفس نفیس سکول تشریف لائے۔ بورڈنگ ہاؤس کے صحن میں جانب مشرق دہم کے سب طلباء قطار میں کھڑے تھے۔ خاکسار راقم (عبدالسمیع) جماعت دہم کا امتحان دینے والا تھا۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحب بی ایس سی۔ بی ٹی ہمارے استاد ہر طالب علم کا تعارف کرواتے جاتے تھے۔ جب خاکسار کی باری آئی اور بتایا کہ یہ چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب کاٹھگڑھی کے بیٹے ہیں۔ تو فوراً داداجان کا نام حضور کے ذہن میں آ گیا۔ فرمایا کہ وہ میرے کلاس فیلو تھے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے پاس اکثر خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے قبل پڑھا کرتے تھے) اسی طرح خطبہ جمعہ فرمودہ 7/نومبر 1957ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک واقعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ ''مجھے یاد ہے کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور کے ایک دوست عبدالسلام صاحب میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے وہ کاٹھگڑھ واپس گئے تو انہوں نے ایک پرائمری سکول بنایا بعد میں وہ مڈل ہوگیا۔ ان کے دو بیٹے اس وقت ربوہ میں ملازم ہیں۔ پھر حضور نے ایک ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا، چوہدری محمد عبداللہ صاحب درویش قادیان کے ایک خط کا اقتباس 12-02-68 کا لکھا ہوا۔ والد صاحب چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب کاٹھگڑھی کے نام۔ ''میں آپ کے محبت اورخلوص کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے محترم استاذی المکرم چوہدری عبدالسلام صاحب کی اولاد کواحمدیت والاخلوص عطا کیا ہے یہ ان کی دعاؤں

اورتربیت کا ہی نتیجہ ہے۔میں اس بات سے ہمیشہ ہی متاثر ہوکر آیا ہوں۔اللھم زدفزد۔'' مکرم چوہدری محمد عبداللہ صاحب درویش قادیان حسن پور ضلع ہوشیار پور کے تھے۔یہ اوران کے بھائی کاٹھگڑھ میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 223)

مختلف مذاہب کے ماہرین بننے کے لئے ارشادفرمایا مثلاً ہندو مذہب کے لئے مہاشہ ملک فضل حسین صاحب سکھ مذہب کے لئے چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی۔آخر میں درج ہے کہ چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی نے ردتحریک شدھی ملکانہ میں سرگرم رہے۔آخر میں دعا ہے دعا ہے کہ

آسماں تیری لحد پہ نور افشانی کرے
رحمت حق یاں بھی تمہاری نگہبانی کرے

حکیم دین محمد صاحب راہوں ضلع جالندھر حال دارالرحمت وسطی ربوہ کا داداجان کے بارہ میں منظوم کلام

سوئے جنت چل دیئے جب چوہدری عبدالسلام
خود فرشتوں نے بتایا ان کو جنت کا مقام
پاک نفس وپاک خلق پاک خصلت پاک خو
تھے مجسم خلق احمد چوہدری عبدالسلام
سادگی کا عمر بھر ہی وہ درس دیتے رہے
قائل پیہم عمل تھے چوہدری عبد السلام
وقت مہدی جس نے پایا وہ منور ہوگیا
صحبت حضرت سے کندن ہوگئے عبد السلام
فخر قوم راجپوتاں معنوی انداز میں
خدمت ملت سے آخر بن گئے عبد السلام
تا قیامت ان کے حق میں تیرے بندوں کی دعا
اے خدا ہوتی رہے ملتی رہے ان کو جزاء

(بحوالہ الفضل ربوہ مورخہ یکم دسمبر 2011ء)



باب (23)
حضرت چوہدری عبدالمنان صاحب کاٹھگڑھی رضی اللہ عنہ

پیدائش وعہد طفولیت

خاکسار کے پڑدادا جان حضرت چوہدری عبدالمنان خاں صاحب کاٹھگڑھی کی ولادت آپ کے والد محترم کی ملازمت کے دوران 1885ء میں پشاور میں ہوئی۔ آپ کا بچپن پشاور میں ہی گزرا۔ آپ کی پیدائش کے متعلق بیان کرتے ہوئے آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع صاحب راقم ہیں کہ: ''آپ چوہدری امیر حسین خان صاحب کے گھر 1885ء میں پیدا ہوئے۔ محمد حسین صاحب پشاور میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید صاحب آپ کی پیدائش کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ:

''خاکسار کے دادا جان حضرت مولوی عبدالمنان صاحب کاٹھگڑھی صحابہ حضرت مسیح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راجپوت گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم حسین خان صاحب پشاور میں تحصیلدار کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ کی ولادت دادا جان کی ملازمت کے دوران 1885ء میں پشاور میں ہوئی۔

(انٹرویو مکرم عبدالمجید صاحب مورخہ 16 ستمبر 2017ء)

تعلیم وتربیت

آپ کی تربیت ایک انتہائی مذہبی گھرانے میں ہوئی تھی۔ آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب خاندان اور تعلیم کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ: ''آپ کے آباؤ اجداد فرقہ الحدیث سے تعلق رکھتے تھے اور ایک مذہبی، تعلیم یافتہ اور زمیندار راجپوت گھرانہ تھا۔ آپ نے ڈگیری بازار پشاور میں واقع ایک مسجد میں نابینا حافظ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی اور وہیں پر بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی۔

(انٹرویو مکرم عبدالمجید صاحب مورخہ 28 ستمبر 2017ء)

بیعت

آنحضرت ﷺ احادیث مبارکہ اور پیشگوئیوں کے مطابق چاند گرہن اور سورج گرہن ہوا تو حق کے متلاشی کو مامور من اللہ کے مدعی کی تلاش شروع ہوگئی۔ چونکہ آپ کے بڑے بھائی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے آپ بھی اسی سال بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے اور حضرت اقدس علیہ السلام کا دیدار اور صحبت سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی بیعت کا ذکر البدر میں زیرعنوان ''خدا کے پاک ہاتھوں کی بنائی احمدی جماعت میں داخل ہونیوالوں کی فہرست میں آپ کا نام یوں درج ہے: ''1599 نمبر پر عبدالمنان خان کاٹھگڑھ ضلع ہوشیارپور۔ (البدر 8 دسمبر 1903ء)

آپ کی بیعت کے متعلق آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

دسمبر 1903ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی۔ اخبار بدر 8 دسمبر 1903ء میں اندراج نمبر 1599 ہے (اندراج مئی 1903 سے شروع

ہوا ہے)۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید صاحب آپ کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

''خاکسار کے دادا جان اور ان کے بڑے بھائی دین سے محبت اور لگاؤ رکھتے تھے۔ پہلے آپ کے بڑے بھائی نے 1903ء میں حضور کی بیعت کا شرف پایا۔ اسی سال آپ بھی دیگر ساتھیوں کے ساتھ قادیان ضلع گورداسپور تشریف لے گئے جو کہ تقریباً 40 میل کے فاصلہ پر تھا۔ ایک ہفتہ حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہے اور دستی بیعت کر کے احمدیت قبول کی۔''

امور شبانہ روز

خدا دا لوگوں کی زندگی خدا کی عبادت اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں گزرتی ہے۔ اسی طرح حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب کی زندگی میں بھی صحابی حضرت مسیح موعود ہونے کی وجہ سے وہ عکس نظر آتا ہے۔ آپ کے شب وروز کے امور کلیۃً خدا کی رضا کی خاطر ہوتے خواہ وہ خدا کی عبادت ہو یا بنی نوع کی خدمت۔ آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب آپ کے روزانہ کے امور کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''دادا جان صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ صبح کے وقت جب مسجد جاتے تو گھر کے تمام بچوں اور بچیوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ نماز کے بعد قرآن پاک پڑھاتے۔ احمدی بچوں اور بچیوں کے علاوہ محلہ کے غیر از جماعت بچے اور بچیاں بھی آپ سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ بچوں کو سکول چھوڑنے جاتے اور پھر خود بھی شام میں پڑھایا کرتے۔ آپ اٹھتے بیٹھتے دینی مسائل اور فقہی مسائل بتاتے رہتے تھے۔ دادا جان پر کاٹھگڑھ میں رہائش کے دوران بڑے بھائی حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کی دینی مصروفیات کی وجہ سے زمیندارہ کی تمام ذمہ داریاں دادا جان کے سپرد تھیں اور پاکستان ہجرت کے بعد بھی آپ اپنے بیٹے کا زمیندارہ میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ جانوروں اور مویشیوں کو چارہ ڈالے، دودھ دوہ کر گھر لاتے اور فصل کی کٹائی اور فروخت خود کرواتے تھے اور فصل کا حساب کتاب بھی اپنے پاس رکھتے تھے۔ (انٹرویو مکرم عبدالمجید صاحب مورخہ 16 ستمبر 2017ء)

وفات: آپ کی وفات 10 نومبر 1968ء کو شورکوٹ میں ہوئی اور آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا اور مسجد مبارک میں حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور آپ کی تدفین ربوہ بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

شادی واولاد۔ محترم حضرت مولوی چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں جن سے خدا تعالیٰ نے آپ کو 2 بیٹیوں اور 4 بیٹیوں سے نوازا۔

پہلی شادی

آپ کی پہلی شادی آپ کی خالہ کی بیٹی عصمت صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ایک بیٹی بچپن میں فوت ہوگئی۔ دوسری بیٹی کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

مکرمہ آمنہ بیگم صاحب زوجہ عبدالرحیم صاحب:

آپ حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب کی پہلی بیٹی تھیں اور بہن بھائیوں میں سے سب سے بڑی تھیں۔ آپ کی پیدائش کاٹھگڑھ میں 1910ء میں ہوئی۔ آپ کی شادی 1929ء میں آپ کے تایا جان حضرت چوہدری عبدالسلام خاں صاحب کے بڑے بیٹے محترم عبدالرحیم صاحب

سے ہوئی۔ حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب نے ایک مکان قادیان میں دارالفضل میں بنوایا۔ آپ اپنے خاوند کے ساتھ 1932ء تا ہجرت مقیم رہیں۔ ہجرت کے بعد آپ نے چک 497 ج۔ب میں رہائش اختیار کیا۔ اور 1957ء سے باقاعدہ ربوہ میں کوارٹرز صدر انجمن احمدیہ میں رہائش اختیار کی۔ جنوری 1984ء میں آپ نے وفات پائی اور بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں تدفین ہوئی۔

(انٹرویو مکرم عبدالسمیع خاں صاحب مؤرخہ 9 دسمبر 2017ء)

ان کی اولاد کا ذکر حضرت عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے بیٹے کرم عبدالرحیم خان صاحب کے تعارف میں ہو چکا ہے۔

دوسری شادی

دوسری شادی عصمت صاحبہ کی بہن محترمہ الفت بی بی صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا تعارف مختصراً درج ہے:۔

مکرمہ امتہ الحفیظ صاحبہ زوجہ محمد صدیق صاحب:

امتہ الحفیظ صاحبہ حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب کے دوسری شادی میں سے واحد اولاد تھیں۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1920ء میں کاٹھگڑھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کاٹھگڑھ میں ہی حاصل کی۔ آپ کی شادی محترم محمد صدیق صاحب سے ہوئی جس سے دو بیٹیاں ہوئیں۔ آپ کی وفات 2000ء میں کراچی میں ہوئی اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ آپ کی بیٹیوں کے نام درج ذیل ہیں

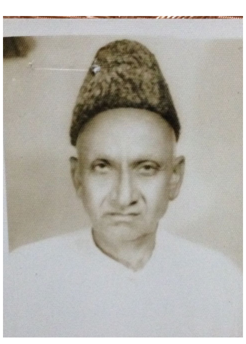
(1) مکرمہ سعید القمر صاحبہ مرحومہ (2) مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ مقیم جرمنی (انٹرویو مکرم عبدالسمیع خاں صاحب مورخہ 19 ستمبر 2017ء)

تیسری شادی

آپ کی تیسری شادی محترمہ جنت بی بی صاحبہ بنت عبدالواحد صاحب سے ہوئی۔ محترمہ جنت بی بی صاحبہ 1910ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا نکاح محترمہ جنت بی بی صاحبہ سے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف صاحب نے کاٹھگڑھ میں پڑھایا۔ جس کا ذکر آپ کے بڑے بھائی حضرت چوہدری عبدالسلام خاں صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے: "9 بجے رات کو صاحبزادہ صاحب نے مولوی عبدالمنان خان کا نکاح چوہدری عبدالواحد خان کی دختر جنت بی بی سے پڑھا۔ ایک ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا۔ (الفضل قادیان 18 مارچ 1924ء صفحہ 2)

جنت بی بی صاحبہ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور دو بیٹیاں عطا کیں۔ بیٹیاں تو بچپن مین ہی وفات پا گئیں۔ محترمہ جنت بی بی صاحبہ 69 سال کی عمر میں 21 فروری 1979ء کو وفات پائی آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ اس شادی سے ہونے والی اولاد کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

محترم عبدالطیف خاں صاحب



محترم عبدالطیف خاں صاحب حضرت چوہدری عبدالمنان خان کاٹھگڑھی صاحب کے پہلے بیٹے تھے۔ آپ 1924ء میں کاٹھ گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کاٹھگڑھ سے حاصل کی اور پھر آرمی میں بھرتی ہوئے اور آرمی کی طرف سے آپ کو میٹرک کی سند دی گئی۔ قیام پاکستان کے وقت 1947ء میں ہجرت کے بعد ربوہ میں رہائش پذیر ہوئے اور جماعت کے لئے زندگی وقف کی۔ ماہنامہ تحریک جدید کے پبلشر رہے اور دفاتر تحریک جدید میں آڈیٹر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ 1984ء کی جماعت مخالفت تحریک کے نتیجہ میں آپ کے خلاف چار مقدمات درج



ہوئے۔اسیر راہ مولی کے طور پر مقدمات میں پیش ہوتے رہے اور باعزت بری ہوئے۔ ملازمت کے دوران جلسہ سالانہ برطانیہ میں تحریک جدید کے وفد میں شمولیت کا موقع ملا۔ بیس سال سے زائد عرصہ تک محلہ دارالعلوم غربی ربوہ کے صدر رہے۔84 سال کی عمر میں 17 جون 2008ء کو شورکوٹ کینٹ میں آپ کی وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ محلہ دارالفضل ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں۔

1.مکرم عبدالحمید خاں صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نائب ناظم مال وقف جدید 2.مکرمہ امتہ الحفیظ بشری صاحبہ زوجہ رفیع اللہ خاں صاحب مرحوم

3.مکرمہ امتہ النصیر صاحبہ زوجہ عبدالکریم صاحب (انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مؤرخہ 8 دسمبر 2017ء)



محترم عبدالوحید کاٹھگڑھی صاحب مرحوم

محترم عبدالوحید کاٹھگڑھی صاحب حضرت چوہدری عبدالمنان خان کاٹھگڑھی صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔آپ 1927ء میں کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے اور بچپن وہیں گزارا۔ کچھ عرصہ تک تعلیم الاسلام سکول ربوہ اور گورنمنٹ ریلوے ہائی سکول شورکوٹ کینٹ میں بطور پرائمری ٹیچر تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ والد صاحب کی خواہش پر ملازمت چھوڑ کر کاشتکاری کا پیشہ اختیار کیا اور تاحیات اس سے منسلک رہے اور چک نمبر 497۔ب میں زمیندارہ کرتے رہے آپ کا نکاح جنوری 1951ء میں مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑھی والے) صحابی حضرت مسیح موعود نے محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ بنت عبدالحمید خان صاحب سے پڑھا۔آپ نے متعدد دفعہ قادیان کے جلسہ میں شمولیت کی۔اسی طرح جلسہ سالانہ برطانیہ میں بھی متعدد بار شمولیت کا موقع ملا۔ خلفائے احمدیت سے ملاقات اور زیارت مراکز کے مواقع ملے اور ایک طویل عرصہ (وفات تک) گاؤں کی جماعت کے صدر رہنے کی توفیق ملی۔ جون 2001ء میں آپ کی وفات شورکوٹ میں ہوئی تب آپ کی وصیت کا معاملہ زیر کاروائی تھا اور آپ کی تدفین عام قبرستان ربوہ میں ہوئی۔آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں۔

(1).مکرم عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ ائیر فورس (2) مکرم عبدالاحد خاں صاحب مقیم لندن

(3) مکرم عبدالکریم خاں صاحب ریٹائرڈ ائیر فورس ووکیل

(4) م کرم عبدالغفور خاں صاحب مقیم لندن (5) مکرم داؤد احمد خاں صاحب مقیم 497ج۔ب

(6)۔مکرم عبدالستار خان صاحب مقیم لندن (7) مکرم منصور احمد خاں صاحب مقیم لندن

(8) مکرم عبدالودود خاں صاحب مقیم لندن (9) مکرمہ ثمینہ بیگم صاحبہ زوجہ رانا افتخار احمد صاحب



(10) مکرمہ فریدہ بیگم صاحبہ زوجہ رانا ثناء اللہ صاحب (11) مکرمہ منصورہ بیگم صاحب زوجہ رانا لقمان احمد صاحب

محترم عبدالحلیم خان کاٹھگڑھی صاحب مرحوم

آپ حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب کے تیسرے بیٹے تھے۔آپ کی پیدائش 1931ء میں کاٹھگڑھ میں ہوئی۔آپ نے ابتدائی تعلیم کاٹھگڑھ سے حاصل کی۔میٹرک کے بعد جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی پھر مولوی

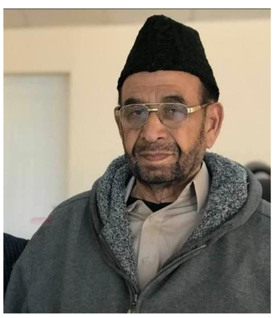
فاضل کیا۔ حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ اور تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں میں بطور ٹیچر خدمات انجام دیں۔ محترم عبدالعلیم خان صاحب مرحوم سابق کارکن وقف جدید تحریک جدید اور انصار اللہ میں بطور انسپکٹر خدمات بجالاتے رہے۔ وقف جدید میں خدمت کے دوران تھرپارکر سندھ کے احمدی مشنوں میں بھی خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔ کچھ عرصہ گاؤں کی جماعت کے صدر کے طور پر بھی خدمت کرتے رہے۔ اور زندگی کے آخری عرصہ میں محلہ باب الابواب میں سیکرٹری مال اور دیگر کئی جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔ 75 سال کی عمر میں یکم جنوری 2007ء میں ربوہ میں آپ کی وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ محلہ دارالفضل ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

(1) مکرم عبدالقیوم خان صاحب مقیم جرمنی (2) مکرمہ ساجدہ سلطانہ صاحبہ مقیم جرمنی

(3) مکرمہ عابدہ سلطانہ صاحبہ (انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مورخہ 11 دسمبر 2017ء)

محترم عبدالرب خاں کاٹھگڑھی صاحب:



آپ حضرت چوہدری عبدالمنان خاں صاحب کاٹھگڑھی کے چوتھے بیٹے ہیں اور بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ آپ کی پیدائش یکم نومبر 1942 کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم نے 497 ج ب سے حاصل کی اور مڈل حویلی بہادر شاہ سے کیا اور 1959ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ F.A اور B.A تعلیم الاسلام کالج سے کیا۔ 1965ء میں بی۔ ایڈ لاہور سے کر کے 25 ستمبر 1965ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور ٹیچر خدمت شروع کی۔ 1985ء میں ہیڈ ماسٹر بنے۔ متفرق علاقوں میں تقرری کے بعد 1990-1996 تعلیم الاسلام ہائی سکول میں خدمات سرانجام دیں۔ 2001ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اس دوران آپ کو بطور صدر محلہ دارالصدر شرقی عقب ہسپتال خدمت کرنے کا موقع ملا۔ 2003ء میں کینیڈا شفٹ ہو گئے۔ تقریباً دس سال سے دار القضاء کینیڈا میں بطور قاضی خدمات سرانجام دے رہے ہیں تا حال کینیڈا میں مقیم ہیں۔ آپ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

(1) مکرم عبدالقدیر صاحب مقیم کینیڈا (2) مکرم وسیم احمد صاحب مقیم کینیڈا (3) مکرمہ امتہ الحئی قدسیہ صاحبہ زوجہ مقبول احمد صاحب (4) مکرمہ امتہ القدوس صاحبہ مقیم کینیڈا (5) مکرمہ فائزہ یاسمین صاحبہ زوجہ عطاء الغفار راشد صاحب (انٹرویو مکرم عبدالرب خان صاحب مورخہ 13 دسمبر 2017ء)

دینی خدمات

حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی عملی تصویر تھے۔ آپ جماعت کی خدمت کے لئے ہر لحظہ مستعد رہتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی خدمت کی توفیق دی۔ آپ نے ہر خدمت کو فضل اللہ جانتے ہوئے ادا کیا۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی احسن رنگ میں خیال رکھنے والے تھے۔ ذیل میں آپ کی کچھ خدمات دینیہ کا ذکر درج ہے۔

بطور صدر جماعت

آپ کو کاٹھگڑھ میں اور پاکستان ہجرت کے بعد 497 ج۔ب میں بطور صدر جماعت خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کے بھائی نے مکرم عبدالجلیل

خاں صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر آپ کی وفات پر ذکرِ خیر کرتے ہوئے آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں کہ:

''جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کے سالہا سال تک امیر جماعت رہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ چک 497 نزد شورکوٹ آباد ہوئے اور وہاں کی جماعت کے تازندگی پریذیڈنٹ رہے۔ آپ کے چاروں بیٹے خدا کے فضل سے جماعت کے سرگرم کارکن ہیں۔(روزنامہ الفضل ربوہ 19 نومبر 1968ء صفحہ 4)

آپ کی دینی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ:'' کاٹھگڑھ میں امیر جماعت رہے پھر چک 497 ج۔ب میں دولت خان صاحب کی وفات کے بعد جو کہ 1960ء میں ہوئی آپ ہی صدر جماعت رہے۔' اس ضمن میں آپ کے چچازاد بھائی کے بیٹے مکرم عبدالحکیم پٹواری خان صاحب ابن عبدالحمید صاحب کاٹھگڑھی صحابی حضرت مسیح موعود سابق صدر جماعت گڑھ موڑ بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت چوہدری عبدالمنان خاں صاحب بہت لمبا عرصہ صدر جماعت کاٹھگڑھ رہے اور پاکستان کے بعد جماعت 497 ج۔ب شورکوٹ کے بطور صدر وفات تک خدمت بجالاتے رہے۔(انٹرویو کرم عبدالحکیم خاں پٹواری صاحب مؤرخہ 17 پر میں 2016ء) آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب آپ کی جماعتی خدمات کا تذکرہ کچھ یوں کرتے ہیں کہ

''دادا جان نے چک 497 جب میں طویل عرصہ تک جماعت کے مختلف عہدوں پر خدمات سرانجام دیں اور وقت وفات تک گاؤں کے صدر جماعت رہے۔''(انٹرویو مکرم عبدالمجید خاں صاحب مؤرخہ 28 ستمبر 2017ء)

مجلس مشاورت میں شمولیت

آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع صاحب آپ کی مجلس مشاورت میں شمولیت کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ:''مجلس مشاورت 28، 26، 27 مار 1937ء میں آپ سب کمیٹی برائے دعوت الی اللہ میں بطور رکن نامزد ہوئے۔ اس وقت ناظر دعوت الی اللہ مکرم سید ولی اللہ شاہ صاحب تھے۔ مشاورت میں ہر سال قادیان میں پھر ربوہ میں بطور نمائندہ شرکت کرتے رہے۔(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

سکول میں خدمات

سکول کے قیام کا حضرت چوہدری عبدالسلام خاں کاٹھگڑھی صاحب کے ذکر میں کچھ آچکا ہے۔ آپ دونوں بھائیوں نے مل کر اس کا آغاز کیا۔ اس سکول کے قائم کرنے سے صرف جماعت کی تعلیمی وتربیتی معیار کو بند کرنا مقصود تھا کہ آریہ سکولوں میں نہ جا کر بداثرات سے بچیں۔ جیسا کہ آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع خاں صاحب آپ کی سکول میں خدمات کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے راقم ہیں کہ: تعلیم الاسلام پرائمری سکول کاٹھگڑھ میں پہلے انتظام وانصرام ہمارے دادا جان مولوی عبدالسلام صاحب کے ذمہ تھا۔ مگر ان کی وفات کے بعد آپ نے سکول کی انتظام اپنے ذمہ لیا۔ بیشک آپ پرائمری پاس تھے مگر پرائمری کلاسز کو بخوبی پڑھا لیتے تھے۔ مشکل ریاضی ہوتی تھی مگر آپ بہت احسن رنگ میں پڑھا لیتے تھے۔ خاکسار نے خود چہارم جماعت آپ سے پڑھی ہے۔۔۔۔۔ ہمارے نانا جان گرلز سکول میں بھی وقت دیتے تھے۔ بلا معاوضہ کام کرتے تھے۔ ایک لگن تھی۔ اس سکول میں غیر از جماعت بچیاں بھی پڑھتی تھیں جو آج تک یاد کرتے ہیں۔(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

مزید بیان کرتے ہیں کہ:''تعلیمی ترقی کے لئے ہر دم کوشاں رہتے تھے۔ رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء میں درج ہے کہ چوہدری عبدالسلام اور عبد المنان نے چار کمرے اپنی گرہ سے تیار کروا کر سکول کے لئے وقف کر دیئے۔ خدمت خلق کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

2 مکرم مولانا عبدالرحیم عارف مرحوم صاحب مربی سلسلہ جھنگ آپ کی تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: ''آپ کے علاقے کے مسلمان ہندوؤں سے بہت دبے ہوئے تھے اور تعلیم میں بہت ہی پیچھے تھے۔ مسلمانوں کی اس حالت کو دیکھ کر مرحوم نے اپنے خرچ پر اپنے گاؤں کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں پرائمری سکول جاری کیا جس کو بعد میں ترقی دے کر ہائی سکول بنا دیا گیا۔ اسکے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔

پارٹیشن کے وقت تک سکول نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔ اور تمام گرد و پیش کے علاقہ کے مسلمانوں کے بچے جو ہندوؤں کے سکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اس سکول میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ جس سے مسلمانوں کو بہت دینی و دنیاوی فائدہ پہنچا۔

(روزنامہ الفضل 26 نومبر 1968ء صفحہ 4)

سیرت کے چند پہلو

حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب اوصاف حسنہ سے متصف تھے۔ آپ نہایت درجہ نیک خو، پاک نفس، صوم وصلوۃ کے پابند اور مخلوق خدا سے محبت غرض ہر ایک خوبی اللہ تعالی نے ان کی ذات مبارکہ میں ودیعت کر دی تھی۔ اس کے پیچھے کوئی دنیوی نفع یا ذاتی غرض پوشیدہ نہ ہوتی بلکہ محض رضائے الٰہی اور خدمت بنی نوع انسان مدنظر ہوتی۔ آپ معاشرہ کے ہر طبقہ کے افراد کے حقوق کی ادائیگی کا خاص خیال رکھتے۔ آپ کی سیرت کے چند پہلو بیان کرنا مقصود ہے۔

صوم وصلوۃ: آپ کی نیکی اور دینداری کا مقدم ترین پہلو نماز اور نوافل میں شغف تھا۔ نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی بہت دعائیں کرتے تھے۔ اپنی اولاد اور ساری جماعت کے لئے جسے وہ اپنی اولاد سمجھتے تھے دعائیں کرتے۔ مکرم عبدالسمیع خاں صاحب اپنے نانا حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب کی عبادت کے معیار کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: ''خاکسار راقم نے اپنے نانا جان چوہدری عبدالمنان خان صاحب کو لمبی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جماعت احمدیہ چک 497 ج ب کے امام الصلوۃ کے فرائض آپ ادا کرتے رہے۔ درثمین، کلام محمود میں سے اکثر نظمیں بڑی سریلی آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

مکرم عبدالطیف ابن عبدالحمید صاحب (عرف میدے خاں آف ہڑپہ) آپ کی تلاوت قرآن کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''چوہدری عبدالمنان صاحب باقاعدگی سے پنجوقت نماز، نوافل اور قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ناظرہ بڑی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے پشاور میں قاری سے پڑھے ہوئے تھے۔ (انٹرویو کرم عبداللطیف خان صاحب مورخہ 9 اگست 2017ء)

اس ضمن میں مکرم عبدالحکیم پٹواری خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب کا مسجد کے ساتھ بہت زیادہ تعلق تھا۔ زیادہ وقت عبادت میں ہی گزارتے تھے۔ ہر وقت آپ کے ہاتھ میں جماعتی رسائل، اخبار اور کتابیں موجود ہوتیں جو آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ (انٹرویو مکرم عبدالحکیم خان پٹواری صاحب مؤرخہ 11 جون 2017ء)

آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب آپ کی عبادت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: محترم دادا جان کا دین سے محبت اور لگاؤ مثالی تھا۔ ابتداء ہی سے پنجگانہ نماز اور نوافل کے پابند تھے اور نماز تہجد بھی ادا کیا کرتے تھے۔ گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم پڑھاتے۔ خود بھی باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔'' (انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مؤرخہ 28 ستمبر 2017ء)

یامرون بالمعروف

نبی کریم کا ارشاد ہے **خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ** کا عملی نمونہ تھے۔آپ خود بھی نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس کی باقاعدگی کے ساتھ تاکید کرتے تھے۔اسی ضمن میں مکرم عبدالمجید خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''دادا جان صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔صبح کے وقت جب مسجد جاتے تو گھر کے تمام بچوں کو بھی ساتھ نماز پر لے جاتے تھے۔نماز کے بعد قرآن پاک پڑھاتے۔احمدی بچوں اور بچیوں کے علاوہ آپ سے غیر احمدی بچے بھی قرآن پاک پڑھتے تھے۔ چک 497 ج۔ب میں کثیر تعداد میں غیر از جماعت بچوں اور بچیوں نے آپ سے قرآن پڑھا۔خاکسار نے بھی ان سے قرآن کریم پڑھا ہے۔(انٹرویو کرم عبدالمجید خان صاحب مؤرخہ 16 ستمبر 2017ء)

حضرت اقدس سے تعلق

جیسا کہ پہلے بیعت کے ذکر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کو حضور کی خدمت میں قادیان ایک ہفتہ قیام کا شرف حاصل ہوا۔اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے محترم حکیم محمود احمد صاحب ابن حضرت حکیم احمد زاہد صاحب صحابی حضرت مسیح موعوعلیہ السلام صدر جماعت شور کوٹ شہر بیان کرتے ہیں کہ:''طاعون سے متعلق بتاتے تھے کہ ہم نے حضرت مسیح موعوعلیہ السلام سے دعا کی درخواست کی کہ حضور دعا کریں کہ ہمارے قصبہ کاٹھگڑھ میں طاعون داخل نہ ہو،خدا تعالی ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے تو اللہ تعالی نے فضل فرمایا اور ہم سب احمدی محفوظ رہے۔

(انٹرویو مکرم حکیم محمود احمد صاحب مورخہ 20 اگست 2016ء)

مکرم حکیم صاحب مزید بیان کرتے ہیں: ''بعض اوقات جلسہ سالانہ کے علاوہ بھی ہم حضور اقدس کی خدمت میں قادیان جاتے تھے اور حضور اقدس کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنے کا شرف بھی حاصل ہو۔بعض دفعہ بوجہ علالت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف نہ لا سکتے تو حضرت عبد الکریم سیالکوٹی صاحب امامت فرماتے اور کبھی حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی امامت فرماتے۔بعض دفعہ ان کی امامت میں حضرت اقدس علیہ السلام بھی نماز ادا کیا کرتے۔(انٹرویو مکرم حکیم محمود احمد صاحب مورخہ 20 اگست 2016ء)

خلافت سے تعلق

آپ کا خلافت اور نظام جماعت سے گہرا تعلق تھا۔باقاعدگی سے حضور کو خط لکھتے اور قادیان و ربوہ ملاقات کے لئے جاتے۔آپ کا خلیفہ وقت سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے بیٹے کرم عبدالرب صاحب بیان کرتے ہیں کہ: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔آپ بیمار ہو گئے تو آپ نے مسلسل حضور کو بغرض دعا خطوط لکھے۔چند دن بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا خط آیا۔آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے دعا کر رہا ہوں اور آپ کو آرام نہیں آ رہا۔معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علاج میں ٹھیک نہیں ہو رہا آپ اپنا معالج تبدیل کریں۔چنانچہ جب آپ نے اپنا معالج تبدیل کیا تو آپ تندرست ہو گئے۔(انٹرویو مکرم عبدالرب خاں صاحب مؤرخہ 22 نومبر 2017)

خاندان مسیح موعود سے تعلق

آپ کا حضرت مسیح موعود سے بہت اچھا تعلق تھا۔خاندان مسیح موعود کے افراد کاٹھگڑھ میں شکار کے لئے تشریف لاتے تھے۔اس ضمن میں مکرم عبد

الحکیم پٹواری خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''خاندان حضرت مسیح موعود کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور صاحبزادہ مرزا منور صاحب آٹھ دفعہ کاٹھگڑھ تشریف لائے اور ہفتہ ہفتہ قیام فرماتے۔ 1940ء اور 1945ء میں بذات خود ان کے ساتھ شکار کھیلنے کے لئے گیا۔

(انٹرویو مکرم عبدالحکیم خان پٹواری صاحب مورخہ 11 جون 2017)

دعوت الی اللہ

حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب تبلیغ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور حتی الوسع کوشش کرتے کہ عوام الناس تک دین حق کا پیغام پہنچائیں۔ آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب آپ کی کاوشوں کا تذکرہ کچھ یوں کرتے ہیں کہ:

''بیعت کے بعد آپ گاؤں سے قافلے قادیان لے کر جاتے اس طرح کاٹھگڑھ سے حق کے متلاشی قافلوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا اور کاٹھگڑھ میں ایک وسیع جماعت قائم ہوگئی اور مرکز احمدیت سے ایک مضبوط رابطہ قائم ہوگیا۔ دادا جان علماء کرام اور بزرگان دین کو کاٹھگڑھ بلاتے جماعت پروگراموں اور جلسوں میں دعوت دیتے اور فیض یاب ہوتے۔ نظام جماعت سے گہرا تعلق تھا۔ باقاعدگی سے جلسہ سالانہ اجتماعات اور دیگر جماعتی پروگراموں میں حصہ لیتے۔ ہجرت کے بعد پاکستان آکر بھی آپ نے دعوت الی اللہ کے کام جاری رکھا۔ تعلیم یافتہ اور مذہبی لگاؤ رکھنے والے افراد کو احمدیت کی تبلیغ کرتے اور اپنے عقائد بیان کرتے۔''

(انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مورخہ 28 ستمبر 2017ء)

مہمان نوازی:

آپ کے اندر مہمان نوازی کا خلق بدرجہ اتم پایا جاتا تھا بھی کوئی جماعتی عہدیدار جماعت میں آتا تو آپ اس کو خندہ پیشانی سے ملتے اور حتی الوسع مہمان نوازی کرتے اور مہمان خوش ہوکر جاتا۔ جب کبھی دوبارہ عہدیدار اس علاقے میں آتا تو آپ کو ضرور مل کر جاتا۔ مکرم مولانا عبدالرحیم عارف صاحب مرحوم مربی سلسلہ جھنگ آپ کی مہمان نوازی کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''اور جب بھی بندہ اس جماعت میں جاتا تو آپ کو خصوصیت سے ملتا۔ آپ کے دل میں سلسلہ کا بہت درد تھا۔ جو بھی مرکز کی طرف سے جاتا اس کے ساتھ نہایت اکرام کے ساتھ پیش آتے۔ نہایت کھلے دل سے مہمان نوازی کے فرائض ادا کرتے اور مہمان کی خاطر اپنی کسی تکلیف کی پرواہ نہ کرتے۔'''' آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع خاں صاحب آپ کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: ''مولوی ظل الرحمان صاحب والد ماجد مجیب الرحمن صاحب ایڈووکیٹ، مولوی عبدالرحیم صاحب عارف، چوہدری شجاعت علی صاحب انسپکٹر مال، عبدالرب غیرت صاحب آپ کی زندگی میں وہاں گئے اسی طرح مولانا قمرالدین صاحب فاضل کاٹھگڑھ اور بعد میں چک 497 ج۔ب بھی تشریف رکھتے ہے۔ چوہدری عنایت اللہ صاحب مراقب خدام الاحمدیہ بھی کثرت سے جاتے رہے۔ سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا محمد سعید صاحب انسپکٹر مال آتے رہے۔ نانا جان سب سے خلوص سے ملتے تھے۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والے کاٹھگڑھ میں ہمارے نانا جان کے گھر مع اپنی فیملی کے رہے۔ بہت ہی پیار تھا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

بیٹیوں کے حقوق

آپ بیٹوں اور بیٹیوں میں کسی قسم کی تفریق نہ کرتے خواہ وہ وراثت کا معاملہ ہو یا حصول تعلیم کا، ہر لحاظ سے یکساں سلوک کرتے جو کہ اس زمانہ میں

جہالت کی وجہ سے رائج تھا۔ آپ کے اس پہلو کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''دادا جان معاشرہ کے ہر طبقے کے افراد کے حقوق کی ادائیگی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں اور چار بیٹے تھے۔ ایک دفعہ کپاس کی فصل چنائی کے موقع پر غیراز جماعت عورتوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ اپنی بیٹیوں کو جائیداد کا حصہ دیں گے (ان دنوں میں بیٹیوں کو جائیداد میں سے حصہ دینے کا رواج نہ تھا) دادا جان نے ان عورتوں سے پوچھا کہ کیا بیٹیاں اولاد نہیں ہیں۔ (انٹرویو مکرم عبدالمجید صاحب مورخہ 28 ستمبر 2017ء)

مقام ومرتبہ

حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب نہایت شریف الطبیعت ، نرم مزاج اور کم گو انسان تھے۔ معاشرہ میں سب لوگ آپ کی بہت عزت واحترام کرتے تھے اور آپ صاحب الرائے سمجھے جاتے تھے۔ اس ضمن میں آپ کے بھتیجے مکرم عبدالحکیم خاں پٹواری صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''اردگرد کے لوگ بھی آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور بعض دفعہ آپ سے فیصلہ کروانے بھی آتے تھے۔ گاؤں میں سب لوگ خواہ احمدی ہوں یا غیر احمدی ہوں آپ کا احترام کیا کرتے تھے۔ (انٹرویو مکرم عبدالحکیم خان پٹواری صاحب مؤرخہ 17 اپریل 2016)

''آپ معاشرہ میں ہردلعزیز تھے اور گاؤں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ لوگ آپ سے فیصلہ کروانے آتے۔ آپ احمدی اور غیر احمد کی سب میں قابل احترام تھے۔ گھر میں کوئی عورت یا بھی آتی تو انتہائی احترام سے پیش آتے۔ اردگرد کی جماعتوں سے گہرا رابطہ اور تعلق رکھتے تھے۔ نزدیک جماعتوں کے افراد کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔''

(انٹرویو مکرم عبدالمجید خاں صاحب مؤرخہ 16 ستمبر 2017)

حقوق العباد کی ادائیگی

آپ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد میں بھی پیش پیش تھے۔ خدمت انسانیت کو باوجود زمیندار ہونے کے بھی عار نہیں سمجھا اور ہر طبقہ کے فرد سے حسن سلوک فرماتے۔ اس ضمن میں آپ کے بیٹے مکرم عبدالمجید خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''آپ رشتہ داروں، محلہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ ہمسایوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے اور ہر مشکل میں ان کی مدد کرتے۔ غرباء، مساکین اور بیانی کی حاجت روائی کرتے۔ (انٹرویو مکرم عبدالمجید خاں صاحب مؤرخہ 28 ستمبر 2017)

جفاکش

حضرت چوہدری عبدالمنان خاں صاحب کاٹھگڑھی انتھک محنت کے عادی تھے اور اس پر یقین رکھتے تھے کہ کامیابی کے لئے محنت ایک بنیادی سیڑھی کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کے بیٹے مکرم عبدالرب خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''ہجرت کے بعد پاکستان میں ہم نے 497 ج۔ب میں قیام کیا۔ زمینوں کی الاٹمنٹ کے لئے آفیسر تریموہیڈ جھنگ میں آیا تھا۔ والدمحترم زمین الاٹ کروانے کے لئے گاؤں سے جھنگ پیدل گئے جو کہ تقریباً 35 میل کا فاصلہ ہے اور واپس آئے۔ (انٹرویو مکرم عبدالرب خان صاحب مورخہ 22 نومبر 2017)

آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب بیان کرتے ہیں: ''آپ انتہائی محنتی اور جفاکش تھے۔ ضعیف العمری میں بھی محکمہ مال، انہار اور عدالتوں میں اراضی کی الاٹمنٹ اور دیگر مسائل کے حل کیلئے طویل سفر پیدل طے کرتے۔ (انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مؤرخہ 16 ستمبر 2017)

آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع خاں صاحب آپ کی جسمانی قوت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: ''جوانی میں کنویں پر سے ایک چمڑے کا مشکیزہ پانی سے بھرا ہوا جو بیلوں سے کھینچا جاتا تھا اسے پکڑ لیتے تھے۔ یہ صرف صحت مند کا کام ہوتا تھا۔ یہ پانی کھیتوں کو سیراب کرتا تھا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جون 2014ء صفحہ 3)

حوصلہ مندی:

آپ ایک بلند حوصلہ شخصیت تھے۔ مشکل سے مشکل حالات میں ہمیشہ خدا پر توکل کیا۔ آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ ایک حوصلہ مند شخصیت کے مالک تھے انتہائی کٹھن حالات اور مشکلات میں بھی استقامت سے کام لیا۔ دو بیویوں کی یکے بعد دیگرے وفات ،بچیوں کی پرورش اور دادی جان کی طویل بیماری میں بھی حوصلہ اور جرأت سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھتے ہوئے زندگی گزاری۔ آپ جب کبھی کسی سرکاری افسر کے سامنے پیش ہوتے تو انتہائی جرأت سے اپنا موقف پیش کرتے۔ ہمیشہ سچائی اور حقیقت سے کام لیا یہی وجہ تھی کہ آپ کی شخصیت پر رعب اور پروقار تھی۔'' (انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مورخہ 16 ستمبر 2017)

عاجزی وانکساری:

حضرت چوہدری عبدالمنان خان کاٹھگڑھی صاحب زمیندار ہونے کے باوجود عجز وانکسار میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ مکرم مولانا عبدالرحیم عارف مرحوم صاحب مربی سلسلہ جھنگ آپ کی سادگی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''باوجود صاحب جائیداد اور راجپوت زمیندار ہونے کے جن کی اپنی قوم کے وقار کا بڑا خیال ہوتا ہے آپ کے اندر عاجزی اور انکساری اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ احمدیت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ حضرت مسیح موعود، حضرت مصلح موعود، آپ کے صاحبزادگان اور دیگر افراد خاندان سے اس قدر عقیدت تھی جو الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 نومبر 1968ء صفحہ 4)

آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید صاحب آپ کے سادہ لباس کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: ''محترم دادا جان کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ شروع ہی سے پگڑی پہنتے اور قمیض شلوار پہنتے۔ لباس میں کسی قسم کا تقاخر نہ ہوتا تھا۔

دنیاوی تعلیم کا اہتمام کرنا

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد **طلب العلم فریضة علی کل مسلم** کے تحت آپ اور آپ کے بڑھ بھائی نے مل کر سکول بنائے اور آپ نے اپنے بچوں کو بھی دینی و دنیاوی تعلیم دلوانے میں پورا ساتھ دیا۔ اس میں کسی قسم کا بھی فرق نہ رکھا۔ آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''دادا جان نے نہ صرف دینی تعلیم دی بلکہ دنیاوی تعلیم دلوانے میں پورا پورا حق ادا کیا۔ چونکہ والد صاحب زمیندارہ میں مصروف رہتے تھے۔ دادا جان ہی ہم بہن بھائیوں کو سکول میں داخل کرواتے۔ دوپہر کے وقت سکول سے چھٹی کے بعد اردو اور ریاضی پڑھاتے تھے اور وقتاً فوقتاً سکول کے اساتذہ سے بھی ملتے رہتے تھے۔ (انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مؤرخہ)

غیر مذاہب کا احترام

حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب دوسرے مذاہب وفرقوں کے شعائر کا بہت خیال رکھتے تھے۔ محترم عبداللطیف ابن عبدالحمید

صاحب آپ کا دوسرے مذاہب کے لئے احترام کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

''ہر مذہب کا خیال رکھتے تھے۔ایک دفعہ محرم کے مہینہ میں شیعہ حضرات تعزیہ نکالتے تھے۔کاٹھگڑھ میں مولیٰ بخش نامی شخص تعزیہ نکالتا تھا۔ایک دفعہ تین دن رہ گئے تھے تو آپ نے محسوس کیا کہ تعزیہ کی تیاری شروع نہیں ہوئی۔آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس دفعہ تعزیہ نکالنے کے لئے پیسے نہیں ہیں تو آپ نے اپنی جیب سے اسے پیسے دئے اور کہا جاؤ جا کر تعزیہ کی تیاری شروع کرو۔''

نظام وصیت

آپ کے نواسے مکرم عبدالسمیع صاحب آپ کی سیرت کے متعلق راقم ہیں کہ:

''آپ کا وصیت نمبر 751 مؤرخہ 12 نمبر 1913ء کی تحریر کردہ ہے۔19 جون 1928ء کو حصہ جائیداد زمین کا ٹکڑا صدر انجمن احمدیہ قادیان کیا۔

مالی قربانی

حضرت چوہدری عبدالمنان خاں کاٹھگڑھی صاحب مال قربانی میں پیش پیش رہتے تھے۔جیسا کہ متعدد جگہ پر آپ کا سکول کے لئے ذاتی مال خرچ کا ذکر ہو چکا ہے۔آپ کے پوتے مکرم عبدالمجید خان صاحب آپ کی مالی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:''چندہ جات کی ادائیگی مالی تحریکات اور قربانیوں میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیتے تھے۔ابتدائی دور میں نظام وصیت میں شمولیت اختیار کی۔آپ چندہ کی ادائیگی اولین دین کے معاملات میں کبھی تاخیر سے کام نہ لیتے تھے۔جماعت کے سیکرٹری مال چوہدری علی محمد خاں صاحب کی گاؤں کے وسط میں کریانہ کی دکان تھی۔دادا جان اپنی فصل کے حساب کتاب میں سے چندہ جات اور آبیانہ کی رقم کی ادائیگی موقع پر ہی کر دیتے۔

(انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مؤرخہ 28 ستمبر 2017ء)

بڑے بھائی کے اہل خانہ سے حسن سلوک

آپ کے بڑے بھائی حضرت چوہدری عبدالسلام خاں صاحب 1931ء میں وفات پا گئے تھے چونکہ پہلے بھی آپ ہی زمیندار سنبھالتے تھے آپ نے ان کی اولاد کے حقوق احسن رنگ میں ادا کئے۔جس کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکرم عبدالمجید خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''جب محترم دادا جان کے بڑے بھائی کی وفات ہوئی تو زمیندارہ کی تمام ذمہ داریاں آپ نے سرانجام دیں۔ان کے افراد خانہ سے شفقت بھرا سلوک کیا۔ان کے تمام حقوق بخوبی ادا کئے۔ان کی تعلیم و تربیت میں اپنا فرض ادا کیا۔

(انٹرویو مکرم عبدالمجید خان صاحب مؤرخہ 16 ستمبر 2017ء)

بچوں سے محبت

آپ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور ان سے شفقت بھرا سلوک کیا کرتے تھے جس کے متعلق مکرم عبدالحکیم خان پٹواری صاحب بیان کرتے ہیں کہ:''آپ سکول میں پڑھایا کرتے تھے لیکن کبھی کسی بچے کو نہیں مارا اور نہ ہی آپ کی زبان سے کبھی کوئی سخت الفاظ سنے۔ہر چھوٹے بڑے سے پیار، محبت اور احترام سے پیش آتے۔راستے میں ہر بچے کو پیار دینے اور آگے بڑھ کر خود سلام کرتے۔

(انٹرویو کرم عبدالحکیم خان پٹواری مؤرخہ 17 اپریل 2016)



خاندان کی معروف واقفین شخصیات

مکرم عبدالحمید خاں صاحب مربی سلسلہ

آپ حضرت چوہدری عبدالمنان خان کاٹھگڑھی صاحب کے پوتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام مکرم عبد اللطیف خاں صاحب ہے۔ آپ کی پیدائش 13 ستمبر 1953ء کو ربوہ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کی اور میٹرک کی تعلیم الاسلام ہائی سکول سے کیا۔ پھر آپ جامعہ میں داخل ہوگئے اور 1979ء میں آپ جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی پہلی تقرری چونڈہ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کو کچھ عرصہ قلعہ کالروالا، سیالکوٹ میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ پھر آپ نے بطور مربی ضلع سیالکوٹ اور مربی ضلع شیخوپورہ بھی خدمات سرانجام دیں۔ 1984ء میں آپ کو بطور مبلغ یوگنڈا جانے کی توفیق ملی اور تقریباً2 سال خدمت کا موقع ملا۔ 1987ء میں آپ کی تقرری بطور نائب ناظم مال وقف جدید ہوئی۔ 2004ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ میں وقف جدید کے وفد میں شمولیت کا موقع ملا۔ 2013ء میں آپ کی ریٹائرڈمنٹ ہوئی اور تاحال آپ بطور نائب ناظم مال وقف جدید خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور محلہ دارالنصر غربی منم میں مقیم ہیں۔

(انٹرویو مکرم عبدالحمید خاں صاحب مؤرخہ 12 دسمبر 201ء)

مکرم عبدالمجید خاں صاحب سابق صدر جماعت





آپ حضرت چوہدری عبدالمنان خان کاٹھگڑھی صاحب کے پوتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام مکرم عبدالوحید خان صاحب ہے۔ آپ کی پیدائش 1955ء میں چک نمبر 497 ج ب تحصیل شورکوٹ شہر میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اور تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ 1974ء میں پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہوئے۔ ریٹائرڈمنٹ کے بعد شورکوٹ کینٹ میں رہائش اختیار کی۔ دعوت الی اللہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیتے ہیں اور کثیر تعداد میں جماعت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی۔ آپ کو لمبا عرصہ چک 497 ج ب میں بطور صدر خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ 2005ء میں جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کا موقع ملا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تاحال شورکوٹ کینٹ میں مقیم ہیں۔

(انٹرویو مکرم عبدالمجید خاں صاحب مورخہ 10 دسمبر 2017ء)



حضرت مولوی عبدالمنان خاں صاحب کاٹھگڑھی

مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب عارف مربی سلسلہ احمدیہ مقیم جھنگ تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت مولوی عبدالمنان خاں صاحب کاٹھگڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام میں سے تھے مؤرخہ 10۔نومبر 1968ء مطابق 10 نبوت 1347 ہش کو اپنے گاؤں چک 497 ج۔ب تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں بوقت شام وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔بوقت وفات آپ کی عمر 84 سال تھی۔حضرت مولوی صاحب نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔آپ کے بڑے بھائی حضرت مولوی عبد السلام صاحب کاٹھگڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت مصلح موعودؓ کے کلاس فیلو تھے۔سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ہر قربانی کرنے والے تھے۔اس سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر چکے تھے۔دونوں بھائی حضور علیہ السلام کے سچے عاشق تھے اور احمدیت کے فدائی تھے۔سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ہر قربانی کرنے والے تھے۔باوجود صاحبِ جائیداد اور راجپوت زمیندار ہونے کے جن کو اپنی قوم کے وقار کا بڑا خیال ہوتا ہے آپ کے اندر عاجزی وانکساری اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھے۔احمدیت کا ایک نمونہ تھے۔آپ کے علاقہ کے مسلمان ہندوؤں سے بہت دبے ہوئے تھے اور تعلیم میں بہت ہی پیچھے تھے۔مسلمانوں کی اس حالت کو دیکھ کر مرحوم نے اپنے خرچ پر اپنے گاؤں کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور میں پرائمری سکول جاری کیا جس کو بعد میں ترقی دے کر ہائی سکول بنا دیا گیا۔اس کے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔پارٹیشن کے وقت تک سکول نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔اور تمام گردو پیش کے علاقہ کے مسلمانوں کے بچے جو ہندوؤں کے سکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اس سکول میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔جس سے مسلمانوں کو بہت دینی اور دنیوی فائدہ پہنچا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ان کے اندر خاص تغیر پیدا ہوا۔حضرت مسیح موعودؑ ،حضرت مصلح موعودؓ اور آپ کے صاحبزادگان و دیگر افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے اس قدر محبت تھی جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا جو بھی ارشاد پہنچتا فوراً اس پر عمل کرانے کی کوشش کرتے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جب تعلیم القرآن کی سکیم جاری فرمائی تو باوجود اس کے کہ آپ کی صحت کمزور تھی آپ قرآن مجید کے پڑھانے میں بہت کوشش فرماتے۔احمدیہ جماعت چک 497 کے پریذیڈنٹ بھی تھے اس لئے اس ذمہ داری کے احساس سے بہت فکر مند ہوتے تھے۔آپ نے بیسیوں بچوں کو قرآن مجید پڑھایا اور جب بھی بندہ اس جماعت میں جاتا تو آپ کو خصوصاً ملتا تھا۔آپ کے دل میں سلسلہ کا بہت درد تھا۔جو بھی مرکز کی طرف سے جاتا اس کے ساتھ نہایت اکرام کے ساتھ پیش آتے نہایت کھلے دل سے مہمانوازی کے فرائض ادا کرتے اور مہمان کی خاطر اپنی کسی تکلیف کی پرواہ نہ کرتے۔

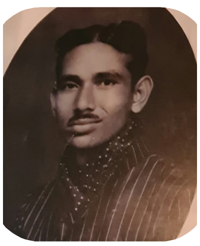
آپ کے چار لڑکے ہیں۔بڑے لڑکے مکرم عبد اللطیف خاں صاحب واقفِ زندگی۔تحریک جدید میں کام کر رہے ہیں اور آپ کے چھوٹے صاحبزادے مکرم عبدالرب خان صاحب تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ میں ٹیچر ہیں۔مکرم عبدالحلیم خاں صاحب مولوی فاضل اور مکرم عبدالوحید خاں صاحب اپنے زمیندارہ کام کی نگرانی کر رہے ہیں۔19 نومبر 1968ء کے الفضل ربوہ میں آپ کی وفات کی خبر وذکر خیر شائع ہوا ہے۔

باب (24)

چوہدری بوٹے خاں ولد چوہدری عاقل خاں کاٹھگڑھی

چوہدری بوٹے خاں ولد چوہدری عاقل خاں کاٹھگڑھی کی بیعت کچھ دیر بعد کی ہے۔ جب ان کی شادی ہوئی تو ان بیوی محترمہ رسول بیگم تھی۔ اسے خواب آئی کہ قریب ہی نہر میں ایک گلاب کا پھول تیر رہا ہے۔ اور اس کے دیکھتے دیکھتے ہی نورانی چہرے والے ایک بزرگ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جب وہ گھر آتی ہے تو اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھلائی جاتی ہے تو اسے پہچان کر بیعت کر لیتی ہے۔ کیونکہ ان کے ارد گرد سب احمدی رہائش پزیر تھے۔ جب میری دادی گھر تشریف لاتی ہے تو میرے دادا جان کو ساری صورت حال بتاتی ہے۔ کہ میں نے تو احمدیت قبول کر لی ہے۔ تو میرے دادا جان اسے مارتے پیٹتے ہیں۔ مگر میری دادی باز نہیں آتی۔ پھر کسی بزرگ نے ہمارے دادا جان کو سمجھایا کہ عورت جب کسی بات کی ضد کر لے تو اسے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے وہ مثبت کام ہی تو کرتی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر میرے دادا جان بھی احمدی ہو گئے۔ اس کے بعد کچھ سال کے بعد برائے روزگار میرے دادا جان نے قادیان ہجرت کر لی۔ پھر حضرت اُم طاہر کی ڈیوڑھی کے دربان ہو گئے۔ جب حضرت مرزا صاحب کا بچپن ہی تھا۔ میرے دادا جان حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو اسکول چھوڑنے اور لینے جایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے جب ہم نے حضور سے ملاقات کی تو حضرت مرزا طاہر احمد صاحب بھی ان بچپن کی یادوں کو دہرا کر ہمارے دادا جان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات 1948 میں ہوئی۔ آپ موصی تھے۔ آپ کی یادگاری کتبہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔ میرے تایا جان محمد شفیع پہلے فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ پھر ٹاؤن کمیٹی ربوہ میں ملازم ہو گئے۔ تقریباً 55 سال کی عمر میں ربوہ میں وفات 1973 میں پائی۔





آپ کے چار بیٹے ہیں جو آج کل دیار مغرب میں مقیم ہیں۔ میرے دادا جان کے دوسرے بیٹے چوہدری محمد صدیق خاں ہے۔ ان کے چار بیٹے ہیں۔ تیسرے بیٹے میرے ابو جان چوہدری محمد اسمعیل خاں ہیں۔ جن کے تین بیٹے ہیں جو کہ جرمنی میں مقیم ہیں۔ آپ نہایت نڈر اور دلیر انسان تھے۔ آپ دعوت الی اللہ کے مجاہد تھے۔ آپ 39 ڈی بی خوشاب میں بھی چند سال رہے۔ نیکو کارہ گڑھ مہاراجہ میں بھی رہے۔ کلی نو میں بھی کافی دیر رہے۔ اسی طرح سانگھڑ میں بھی رہے۔ چوتھے بیٹے چوہدری عبدالحکیم خاں ہے۔ جن کے دو بیٹے ہیں جو آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ میرے دادا جان کی ساری اولاد الحمدللہ جماعت اور خلافت سے وابستہ ہیں۔

باب (25)



چوہدری محمد علی خان کاٹھ گڑھی آف 97 شور کوٹ

چوہدری محمد علی خاں کے دادا جان حضرت چوہدری عطا محمد خاں صاحب نے اپنی برادری کے ساتھ 1903 کو کاٹھگڑھ میں بیعت کی تھی۔ آپ کا ایک بیٹا نعمت خاں تھا جو کہ احمدی نہ تھا۔ لہذا نعمت خاں کی وفات پر اس کے والد نے اور اس کی اولاد نے غیر احمدی ہونے کی وجہ سے ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھا۔ دادا حضرت عطا محمد خاں نے اپنی زندگی میں ہی نعمت خاں

کے تین بیٹوں کے نام زرعی اراضی بھی نام لگوادی تھی۔ پوتے محمد علی خاں،فضل احمد اور بشیر احمد تھے۔ان میں سے فضل احمد احمدی نہ رہے۔باقی دو پوتے تا حیات احمدی رہے اوران کی اولاد بھی خلافت سے وابستہ ہے۔چوہدری محمد علی خاں کی پیدائش 1917 کی ہے۔اوروفات 17 جون 2016 کی ہے۔آپ نے کافی لمبی عمر پائی۔جماعت سے وابستگی بہت تھی۔بہت ہی نیک اور سادہ انسان تھے۔مخلص احمدی تھے۔ان کی اولاد بھی مخلص اور خلافت احمدیہ سے وابستہ ہے۔ان کے بڑے بیٹے علی احمد خاں ٹیچر تھے۔ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔آج کل لندن میں مقیم ہیں۔دوسرے بھائی محمد آصف قمر صاحب ائرفورس میں ملازم رہے وکالت بھی کی۔آج کل ہائی کورٹ میں وکالت بھی کررہے ہیں۔محمد شرافت صاحب ربوہ میں ایک میڈیکل سٹور چلارہے ہیں۔محمد انور صاحب آج کل صدر جماعت بھی ہیں اور ائرفورس ایم ای ایس میں ملازم ہیں۔پانچویں بھائی محمد رفاقت صاحب ایئرفورس ایم ای ایس میں الیکٹریشن تھے۔ ایکسیڈنٹ سے معذور ہوگئے۔صاحب فراش ہیں۔ان کے بچے اب آپ ہی کے محکمے میں ملازم ہیں۔محمد علی خاں کے دو پوتے مربی سلسلہ احمدیہ بھی ہیں ۔محمد علی خاں کے ایک بھائی فضل احمد احمدی نہ تھے۔تیسرے بھائی بشیر احمد احمدی تھے۔ان کے تین بیٹے محمد احمد،محمد افضل،محمد اقبال اوران کی اولاد اللہ کے فضل سے احمدی ہے۔

مکرم محمد آصف قمر خاں ایل ایل بی آف چک 497 شورکوٹ



مکرم محمد آصف قمر خاں صاحب اپنے خاندان میں احمدیت کی ابتداء کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب کا نام چوہدری محمد علی خاں ہے۔آپ کاٹھگڑھ میں پیدا ہوئے۔ہمارے پردادا جان چوہدری عطا محمد خاں نے برادری کے ساتھ 1903 میں کاٹھگڑھ میں بیعت کی تھی۔آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام چوہدری نعمت خاں تھا۔وہ احمدی نہ تھے ان کے تین بیٹے تھے۔چوہدری فضل محمد خاں،چوہدری محمد علی خاں، چوہدری بشیر احمد خاں،ہمارے پردادا جان کی زندگی میں ہی ہمارے دادا جان وفات پاگئے تھے۔ہمارے والد محمد علی خاں پیدائشی احمدی رہے۔ان کے ایک بھائی فضل محمد نے احمدیت چھوڑ دی تھی۔ہمارے والد صاحب چوہدری محمد علی خاں اور ایک ان کے بھائی بشیر احمد اوران کی اولاد احمدی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت سے وابستہ ہیں۔میرے والد چوہدری محمد علی خاں ہندوستان کے ضلع ہوشیار پور کے قصبہ کاٹھگڑھ سے ترک سکونت کرکے 1947 میں چک نمبر 497 میں آباد ہوئے۔میرے چچا بشیر احمد خاں نے،تایا مولوی فضل محمد،ماموں عبدالغفار ککی نو میں آباد ہوئے تھے خاکسار نے ابتدائی تعلیم شورکوٹ سے حاصل کی۔ایف ایس سی کے بعد پاک ائرفورس میں بھرتی ہوگیا اور مجھے گراؤنڈ ریڈار کا ٹریڈ ملا۔ایئرفورس کی طرف سے ایک کورس کے لئے امریکہ جانے کا موقع ملا اس وقت بینظیر بھٹو کی حکومت تھی۔بہت زیادہ مخالفت کے باوجود میرا نام فائنل ہو گیا۔الحمدللہ



خاکسار نے ائرفورس میں سروس کے دوران بی اے ایل ایل بی کی تعلیم مکمل کی اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔1980 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کراچی تشریف لائے تو اس دربارِ خلافت سے قریب رہ کر درس وتدریس کی محفل میں شامل ہونے اور سیکورٹی ڈیوٹی کرنے کا موقع ملا۔جلسہ سالانہ پر بھی حفاظت خاص میں ڈیوٹی کا موقع بھی ملتا رہا۔خلافت رابعؒ کے دور میں مختلف وفود کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح رابعؒ کے ساتھ ملاقات کا شرف بھی ملا۔دیگر جلسوں کے علاوہ 2008 میں خلافت جوبلی کے جلسہ میں بھی شامل ہونے کی توفیق ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ

بنصرالعزیز کے ساتھ ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔

میری شادی 1984 میں کاٹھگڑھ کے نمبردار چودھری عبدالحق خاں آف واہ کینٹ کی پوتی اور چوہدھری محمد افضل خاں کی بیٹی سے ہوئی تھی 1995 میں ایئر فورس سے ریٹائر ہونے کے بعد وکالت کے پیشہ سے منسلک ہو گیا اور شورکوٹ کینٹ میں رہائش رکھ لی اور اب تک پیشہ وکالت سے منسلک ہوں۔اللہ تعالیٰ نے جماعت سے وابستہ رہنے کے بھی مواقع دیئے مختلف اوقات میں قائد مجلس، زعیم انصاراللہ اور نائب امیر ضلع جھنگ کے علاوہ تقریباً 15 سال بطور صدر جماعت شورکوٹ کینٹ اور تقریباً 6 سال بطور سیکرٹری مال جماعت خدمت کرنے کی توفیق ملی۔خاکسار کا ایک بیٹا عزیزم نعمان آصف مربی سلسلہ تحریک جدید شعبہ وکالت تبشیر میں خدمت بجا لا رہا ہے، دوسرا بیٹا عزیزم عدنان آصف پیشہ تدریس سے منسلک ہے اور شورکوٹ کینٹ کے ایک سرکاری سکول میں پڑھا رہا ہے اور بیٹی اقراء صبور نے ایم فل نیوٹریشن میں اپنی تعلیم مکمل کر لی ہے۔میرے بڑے بھائی احمد علی صاحب بھی شعبہ تعلیم سے منسلک رہے۔ریٹائرڈ ہونے کے بعد آج کل لندن میں مقیم ہیں۔مجھ سے چھوٹے بھائی شرافت علی خاں ریٹائرڈ ہونے کے بعد ربوہ میں ایک میڈیکل سٹور چلا رہے ہیں۔ان سے چھوٹے انور علی ائرفورس کی انجنئرنگ برانچ میں سپروائزر ہیں اور ان سے چھوٹے بھائی رفاقت احمد بھی ائرفورس کی انجیئرنگ برانچ میں الیکٹرجشن ملازم تھے۔ڈیوٹی کے دوران ایک حادثے میں معذور ہو گئے تھے۔اب صاحب فراش ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے خاندان کے سب افراد جماعت احمدیہ سے وابستہ ہیں۔میرے ایک بیٹے کے علاوہ ایک بھتیجا بھی مربی سلسلہ ہے۔اللہ تعالیٰ میرے خاندان کو ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھے۔آمین۔

باب (26)

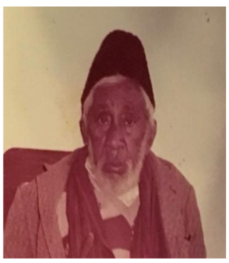
حضرت بابو عبدالحئی صاحب خاں کاٹھگڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



بابو عبدالحئی خاں ولد سوہنے خاں کاٹھگڑھی ملازم محکمہ ڈاک لاہور۔حضرت بابو عبدالحئی خاں ولد سوہنے خاں کاٹھگڑھی کا تعلق بھی اسی برادری سے تھا۔آپ دو بھائی تھے۔ چوہدری عبدالقیوم خاں اور چوہدری عبدالحئی خاں۔حضرت بابو عبدالحئی خاں لاہور میں ایف سی کالج میں پڑھتے تھے۔بتایا کرتے تھے کہ اس زمانے میں ماسٹر شیر علی صاحب بھی ایف سی کالج میں پڑھا کرتے تھے۔آپ کی بیعت بھی 1902 کی ہے۔آپ جب طالب علم ہی تھے۔لیکھرام کی موت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پورے ہونے کی گواہی بھی دی تھی۔آپ کا نام تریاق القلوب روحانی خزائن صفحہ نمبر 184 پر بھی ہے۔آپ کا نام مصدق نمبر 97 ہے۔اس وقت آپ گریجوایشن کر رہے تھے۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط لکھ کر تصدیق کی اور لکھا۔عبدالحئی بی اے کلاس

''پیشگوئی بڑی عمدگی سے درحقیقت پوری ہو گئی۔اس میں انسانی منصوبوں کا دخل ہو، بالکل ناممکن ہے'' بیعت کرنے سے قبل حق کی گواہی دینا آپ کے مخلص اور نیک ہونے کی دلیل ہے۔اس کے بعد آپ نے مرزا صاحب کی غالباً 1902 میں بیعت کی۔بعدازاں آپ کے والدین اور باقی برادری نے بھی 1903 میں بیعت کی۔الحکم اخبار کے مطابق جب حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ وسط دسمبر 1908 میں کاٹھ گڑھ تشریف لے گئے۔اس محفل میں بھی حضرت بابو عبدالحئی خان کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقع پر بھی آپ لاہور سے جنازے کے ساتھ گئے۔اور

بٹالہ سے قادیان تک جنازے کو کندھا دینے کی توفیق پائی۔اور پھر تجہیز وتکفین میں بھی حصہ لینے کی توفیق پائی۔آپ کے والد حضرت سوہنے خاں صاحب بھی صحابی تھے۔جہاں بھی رہے جماعت سے وابستہ رہے۔آپ کی اولاد بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہی۔ملازم ہونے کی وجہ سے آپ جماعتی خدمات تو خاطر خواہ سرانجام نہ سکے اس لئے ہی رسائل میں ذکر کم ملتا ہے مگر چندہ جات کی ادائیگی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں پیش پیش رہے۔قیام پاکستان کے بعد بھی آپ کا قیام لاہور ہی میں رہا مگر تقسیم سے قبل آپ دہلی پوسٹ آفس سے ریٹائرڈ ہوئے۔آپ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔سب کو اچھی تعلیم دلوائی اور ملازمتیں بھی دلوائیں۔شادیاں کیں۔آپ کی وفات 28 اگست 1953 میں ہوئی۔موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ صحابہ میں تدفین ہوئی۔آپ کی تین شادیاں ہوئیں۔



1۔آپ کے بڑے بیٹے عبدالقدیر خاں تھے۔جو کہ جواں سالی ہی میں وفات پا گئے ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ان کی شادی اپنی چچا جان کی بیٹی امت القیوم بی بی جی سے ہوئی تھی۔جن کی بہت سی خدمات ہیں۔جو کاٹھگڑھ کے زنانہ سکول میں بھی عرصہ دراز تک پڑھاتی رہیں۔اور جماعتی خدمات میں بھی آپ نے بہت کام کیا۔

2۔آپکے دوسرے بیٹے عبدالجلیل خاں تھے۔وہ بھی محکمہ ڈاک میں ملازم تھے۔انہوں نے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ربوہ دارالرحمت وسطی میں مکان بنا لیا تھا۔ان کے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا عبدالشکور خاں ہے۔ان کا بھی ایک بیٹا ہے جو کہ مربی سلسلہ ہے۔اور ایک بیٹی بھی ہے۔مکرم عبدالجلیل خاں موصی بھی تھے۔آپ کی وفات 1983 میں ہوئی۔آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

3۔آپ کے ایک بیٹے عبدالصمد خان بھی تھے۔جن کے بیٹے داؤد احمد ہیں۔





4۔آپ کے ایک بیٹے عبدالقادر خاں مرحوم شام نگر لاہور میں مقیم تھے۔ان کی شادی حضرت مولوی عبدالسلام خاں کی بیٹی محترمہ فضیلت جہاں بیگم سے ہوئی تھی۔جو عرصہ دراز تک لاہور میں صدر لجنہ اماء اللہ رہیں۔محترم چوہدری عبدالقادر صاحب بھی ایک طویل عرصے تک جماعت میں مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔اور اپنی جماعت کے صدر بھی رہے۔اور آپ کے بڑے بیٹے عبدالماجد خاں صاحب جو کہ محکمہ ریلوے میں ملازم تھے،عبدالخالق خاں صاحب،عبدالواسع خاں صاحب،عبدالرافع خاں صاحب جماعتی خدمات میں پیش پیش رہے۔اور اب دیار مغرب میں بھی جماعتی خدمات بجا لا رہے ہیں۔حضرت بابو عبدالحئی خان صاحب کے نواسے محترم عبدالمغنی صاحب مربی سلسلہ ہیں۔اور مزید مربی بن رہے ہیں۔محترم بسالت احمد صاحب ابن مبارک احمد جرمنی،مکرم مدبر احمد صاحب ابن مبشر احمد بھی پاکستان میں مربی سلسلہ ہیں۔

5۔آپ کے ایک بیٹے عبدالباری خاں صاحب تھے۔جن کی پیدائش 1923 کی تھی۔آپ نے کاٹھگڑھ سے تعلیم حاصل کی۔اور پھر لاہور آ گئے۔محکمہ ڈاک میں ہی سینئر اکاؤنٹ آفیسر ملازم ہو گئے۔شام نگر چوبرجی میں رہائش تھی۔قیام پاکستان کے بعد بھی رہائش لاہور ہی میں رہی۔آپ بھی جوانی ہی میں 21 جون 1965 کو وفات پا گئے۔آپ کے تین بیٹے ہیں۔ایک لندن اور ایک کنیڈا، ایک لاہور میں مقیم ہے۔مکرم منیر احمد خاں، متین احمد خاں، مبین احمد خاں۔آپ کی وفات کی وجہ سے آپ کے بڑے بیٹے مکرم منیر باری خاں کو ملازمت مل گئی۔منیر باری خاں ابوظبی بھی کافی دیر ملازم رہے۔آج کل کنیڈا میں اپنے خاندان کے ساتھ مقیم ہیں۔مکرم متین باری صاحب لندن میں ہیں۔مکرم مبین باری صاحب پاکستان میں مقیم ہیں۔

6۔ایک آپ کے ایک بیٹے عبدالرزاق خان صاحب تھے۔وہ ریلوے میں وائرلیس آپریٹر تھے۔آپ کے تین بیٹے ہیں۔

7۔حضرت بابو عبدالحئی خان صاحب کے ایک بیٹے عبدالمالک خاں بھی ہیں۔ جو محکمہ سوئی گیس میں ڈرافٹسمین ملازم رہے۔آپ نے ملازمت کا کافی عرصہ کوئٹہ میں بھی گزارا۔ جماعتی خدمات بھی سرانجام دیں۔سیکرٹری تحریکات جماعت احمدیہ کراچی بھی رہے۔ ہمیشہ مالی قربانی میں اور جماعتی کاموں میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔آج کل لندن میں مقیم ہیں۔



میرے ابا۔ چوہدری عبدالرزاق خان

(عبدالمجیب خان ایڈووکیٹ)

عبدالرزاق خان 1928ء کو ہوشیار پور میں ضلع کے ایک چھوٹے سے قصبہ کاٹھگڑھ میں چودھری عبدالحئی خان صاحب کاٹھگڑھیؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں پیدا ہوئے۔آپ کا بہن بھائیوں میں 10 میں سے 8واں نمبر تھا۔آپ کے والد محترم 1901ء میں FC کالج لاہور میں تھرڈ ایئر کے اسٹوڈنٹ تھے جب آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلے میں داخل ہوئے۔آپ کے والد نے ایف سی کالج لاہور سے BA کیا اور مابعد ہیڈ پوسٹ ماسٹر دہلی رہے۔اس لحاظ سے والدم کا تعلق دینی، دنیاوی، علمی و معاشی لحاظ سے متمول گھرانے سے تھا جس کا اثر ساری زندگی ہم نے ان کے عسر و یسر میں دیکھا۔

والدم نے ابتدائی تعلیم کاٹھگڑھ میں حاصل کی اور بعد ازاں میٹرک تک تعلیم لاہور میں حاصل کی۔میٹرک کے بعد ٹیکنیکل تعلیم کے لیے انگلش آرمی انڈیا سے دو سالہ ڈپلومہ حاصل کیا مگر اپنے والد صاحب کی ریٹائرمنٹ اور بزرگی کی وجہ سے خدمت کے لیے فوج سے رخصت حاصل کی۔ والدم کو ٹیکنیکل Skills اور اپنے والد کی دعاؤں کے سبب مختلف گورنمنٹ محکمہ جات میں بآسانی ملازمت ملتی رہی، مگر اپنے اصولوں پر سمجھوتہ نہ کرتے ہوئے انہیں خیر باد کہہ دیا، اور مابعد محکمہ ریلوے میں ملازمت کی جہاں سے گریڈ 18 میں ریٹائرڈ ہوئے۔ دوران سروس کسی فرد واحد سے اپنے احمدی ہونے کا نہ چھپایا اور جس جگہ بھی ان کی ٹرانسفر ہوئی ان کے پہنچنے سے پہلے ان لوگوں میں مشہور ہو جاتا کہ احمدی افسر آ رہا ہے جو کہ بہت ایماندار ہے۔دوران ملازمت اپنے سے کسی بڑے افسر کی ناحق بات نہ سنتے تھے اور اپنے سے ماتحت عملے کے لیے بہت ہی شفیق تھے۔ان کی ریٹائرمنٹ کو آج 35 سال گزر چکے لیکن آج بھی ان کے عملے کے لوگ خاکسار سے اچھے طور پر رابطہ میں ہیں۔ہم آٹھ بہن بھائی تھے اور والد صاحب اس دس رکنی کنبے کے واحد کفیل تھے۔جب بھی تنخواہ آتی سب سے پہلے وصیت کا چندہ اور اس کے بعد تحریک جدید/ وقف جدید/ انصار اللہ کے سالانہ چندہ کا ہر ماہ بارھواں حصہ علیحدہ کرتے۔اس کے علاوہ دیگر جماعتی مالی تحریکات نگر پارکر، نادار مریضان وغیرہ کا حساب بنا کر علیحدہ کرتے، اور یہ کام تادم مرگ اس طور پر کرتے رہے۔

اپنی ملازمت کا اکثر حصہ ملتان شہر میں گزارا۔ وہاں کے متعدد جماعتی پروگرام خصوصاً لجنہ اماء اللہ کے ضلع و علاقہ جات کے اجتماعات ہمارے گھر پر ہوتے۔گھر میں نماز کا سنٹر بھی تھا۔متعدد بار ختم نبوت و دیگر شر پسندوں کی طرف سے دھمکی آمیز فون کالز موصول ہوتیں مگر کبھی بھی اس بات پر پریشان نہ ہوئے۔سال 1988ء میں اوجھڑی کیمپ کا واقعہ ہوا تو ختم نبوت ملتان نے رسالے میں لکھا کہ اس میں چودھری عبدالرزاق خان ATE ریلوے ملتان بھی ملوث ہے۔اگر انہیں شاہی قلعہ میں بند کیا جائے تو سب کچھ پتہ چل جائے گا جس پر ایک احمدی دوست نے پریشان ہو کر اس وقت کے امیر صاحب ملک فاروق کھوکھر صاحب کو بتایا تو وہ تسلی کے لیے گھر آئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو تو کوئی پریشانی نہیں لگ رہی۔

آپ جوانی میں سگریٹ نوشی کے عادی ہو چکے تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے خطاب میں سگریٹ چھوڑنے اور داڑھی رکھنے کی ہدایت پر عمل

کرتے ہوئے سگریٹ نوشی چھوڑ دی اور کبھی دوبارہ منہ نہ لگایا اور تادم مرگ داڑھی رکھی۔

ریلوے سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ ناصر آباد جنوبی ربوہ میں شفٹ ہو گئے۔ یہاں شفٹ ہونے کی اصل وجہ مرکز میں رہائش اور پنج وقتہ باجماعت نمازوں کی سہولت بتاتے تھے۔ سرکاری ملازمت میں محدود آمدنی کے باوجود تمام بیٹے اور بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ پانچ بیٹیاں تھیں جنہیں بیٹوں سے زیادہ لاڈ اور پیار سے پالا۔ بچوں کے رشتوں بالخصوص بچیوں کے رشتوں میں تقویٰ کو اولین ترجیح دی اور توکل علی اللہ کو مدنظر رکھا اور اللہ تعالیٰ نے تمام بچوں، بچیوں کو ان کے لیے اور جماعت کے لیے قرۃ العین بنایا اور الحمدللہ تمام بچے موصی ہیں۔ اپنے حقیقی بچوں کے علاوہ دیگر احمدیوں کو بھی اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔ ہمارے محلہ کی ایک خاتون کو بوجہ بیماری علیحدہ گھر کی تلاش تھی۔ اس خاتون کے اہل خانہ کو اپنا ذاتی گھر سامان سمیت بغیر کرایہ کے دیا اور خود راقم الحروف کے گھر شفٹ ہو گئے۔ مگر خودداری والدم میں اتنی تھی کہ اپنی پینشن کا اکثر حصہ مختلف بہانوں سے مجھ پر خرچ کرتے اور باقی پسران و دختران کا بھی خیال رکھتے۔

آپ کے بڑے بیٹے عبدالغفار خان آپ کی زندگی میں وفات پا گئے۔ بڑھاپے کے باوجود اس غم کو بڑے حوصلے سے اللہ کی رضا میں راضی ہو کر صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے برداشت کیا۔

اپنی 91 سالہ زندگی میں انہیں کبھی بھی بیمار نہ دیکھا۔ صرف ہارٹ اٹیک کے 48 گھنٹے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ اپنی زندگی میں آنکھوں کے عطیہ کا وعدہ کر رکھا تھا مگر ڈاکٹرز نے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے لینے سے انکار کیا۔ آپ کی وفات 29 راکتوبر 2018ء کو ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ (نصیر آباد) میں ہوئی۔ آپ کے پسماندگان میں 2 بیٹے، 5 بیٹیاں، ایک بھائی اور متعدد نواسے، نواسیاں، پوتے پوتیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ والدم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

دنیا میں وہ انسان کی عظمت کے تھے پیکر
دیں دار تھے، تصویر حیا تھے میرے ابا

میری والدہ

(عبدالمجیب خان ایڈووکیٹ)

تحصیل فیروز پور کے ایک قصبہ موگھا میں 14 رمئی 1938ء کو چودھری محمد ابراہیم خان صاحب و محترمہ فتح بی بی صاحبہ کے گھر 2 بیٹوں کے بعد ایک چاند سی بیٹی تولد ہوئی جس کا نام حمیدہ بشریٰ بیگم رکھا گیا۔ چودھری ابراہیم خان صاحب 1926ء میں جب ان کی عمر صرف 14 سال تھی اپنے والد چودھری محمود خان صاحب کے ہمراہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ آپ پہلے قادیان اور مابعد قیام پاکستان، ربوہ قیام پذیر رہے۔ اس طرح اپنے پسران و دختران کی تربیت جماعتی مراکز میں بااحسن کی۔

میری والدہ حمیدہ بشریٰ صاحبہ اپنے 11 بہن بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھیں مگر بہنوں میں سب سے بڑی ہونے کی بنا پر گھر میں ''آپی جان'' کہلائیں۔ مابعد اپنے پسران و دختران، نواسے، نواسیاں، پوتے، پوتیاں اور اہل محلہ نیز ہر جاننے والے بڑے چھوٹے کی آپی جان ہوئیں مگر راقم الحروف و برادر اصغر (رؤف خان) کو والدہ محترمہ نے مختلف طریق محبت و لالچ سے ماں کہنے کو کہا۔ اس طرح ہم دونوں والدہ کو اماں کہہ کر پکارتے تھے۔

اماں نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان سے مابعد میٹرک تک تعلیم نصرت گرلز ہائی اسکول ربوہ سے حاصل کی۔ اور اسی طرح قرآن پاک کا لفظی ترجمہ بھی ربوہ میں رہائش کے دوران ہی سیکھا۔

1956ء میں والدہ کی چودھری عبدالرزاق خان صاحب سے شادی ہوئی۔ والد صاحب سرکاری ملازم تھے۔ اس طرح کراچی، سکھر، ملتان مختلف شہروں میں قیام رہا۔ ہر شہر میں قیام کے دوران وہاں کے غیر از جماعت اہل محلہ کو قرآن پاک و ترجمہ کی تعلیم دیتیں اور اسی ذریعہ سے جماعت کا تعارف و تبلیغ کرتیں۔ اسی طرح جب ربوہ شفٹ ہوئیں تو یہاں بھی بچوں اور بچیوں کو قرآن پاک با ترجمہ پڑھایا۔ ہر طالب علم کو قرآن پاک کا تحفہ دیتیں۔ اس کے علاوہ جب بھی جماعتی کتب شائع ہوتیں تو سب سے پہلے خریدتیں اور ہر ملنے والے کو جماعتی کتب ہی تحفہ میں دیتیں۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق رکھتی تھیں۔ دعوت الی اللہ کے لیے ذاتی جیب خرچ سے ہر ہفتہ محلہ کی مختلف خواتین کو ہمراہ لے کر دوروں پر جاتیں۔ اسی طرح کئی غیر از جماعت خواتین و حضرات سے حسن سلوک صرف دعوت الی اللہ کی خاطر روا رکھا۔ والدہ صاحبہ کی زندگی کا اکثر حصہ ملتان میں گزرا وہاں مختلف جماعتی عہدوں پر خدمات سرانجام دیں کچھ عرصہ لجنہ اماء اللہ ضلع ملتان کی تحریک جدید کی سیکرٹری کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ ہفتہ وار مختلف مجالس کے دورے کرتیں۔ ہائی بلڈ پریشر و دل کی مریضہ ہونے کے باوجود اپنی بساط سے بڑھ کر امور سرانجام دیتیں اور سالانہ بجٹ کی تکمیل بروقت کرتی رہیں۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ موصیہ تھیں وصیت کے چندے کے علاوہ دیگر جماعتی مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ تحریک جدید و وقف جدید کے مالی سال کا اعلان ہوتے ہی اسی روز اپنے سال کا چندہ ادا کر دیتی تھیں۔ اپنی وفات سے 8 / 9 سال قبل پہلے دو سے اڑھائی سپارہ قرآن پاک، بڑی بڑی سورتیں حفظ کیں اور عربی قصیدہ بھی حفظ کیا اور ہمیں تلقین کرتیں کہ اگر میں بوڑھی ہو کر قرآن پاک و قصیدہ وغیرہ حفظ کر سکتی ہوں تو آپ لوگ بھی ہمت کرو۔ قرآن پاک و قصیدہ کی عاشق تھیں۔ اہل محلہ کے متعدد بچوں اور ہمارے بچوں کو قرآن پاک کا ترجمہ و قصیدہ پڑھایا۔ رسول پاک ﷺ سے از حد عشق تھا۔ ہمہ وقت درود کا ورد کرتیں۔ نہایت غریب پرور خاتون تھیں۔ کئی خواتین و حضرات کی امداد خفیہ رکھتے ہوئے کرتی تھیں جس کا کئی ایک نے بعد از وفات اظہار کیا۔ اپنے آخری ایام میں جبکہ وہ شدید عارضہ دل سے طاہر ہارٹ داخل ہوئیں۔ ساتھ والے بیڈ پر ایک غیر از جماعت خاتون ہسپتال میں داخل تھی جس کے ساتھ دو لڑکیاں بھی آئی تھیں۔ ہسپتال کے قواعد کے مطابق صرف ایک اٹینڈنٹ رہ سکتی تھی۔ اپنی ناسازی طبع کے باوجود خاکسار کو حکم دیا کہ میں گھر جاؤں تا غیر از جماعت خاتون کی دوسری دختر بطور اٹینڈنٹ ایڈجسٹ ہو سکے۔ اسی رات دوبارہ ہارٹ اٹیک ہوا جس سے وینٹی لیٹر پر چلی گئیں اور مورخہ 22/ اکتوبر 2014ء کو خالق حقیقی سے جاملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اپنی زندگی میں نور العین کے تحت اپنی آنکھوں کے عطیہ کا وعدہ کر رکھا تھا۔ مابعد وفات جماعتی نظام کے تحت دونوں آنکھوں کا عطیہ مستحقین تک پہنچا۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ نصیر آباد میں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 3/ جنوری 2015ء کو بعد نماز ظہر و عصر مسجد فضل لندن میں والدہ صاحبہ کا نماز جنازہ غائب پڑھایا جس کی خبر روزنامہ الفضل پاکستان میں مورخہ 12/ جنوری 2015ء کو شائع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ میری ماں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

پوچھتا ہے جب کوئی کہ دنیا میں محبت ہے کہاں
مسکرا دیتا ہوں میں اور یاد آجاتی ہے ماں

(باب27)

حضرت ہمیرے خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(نوٹ:: اس باب میں کاٹھگڑھ کے نیز اس سے تعلق رکھنے والے چند متفرق صحابہ و بزرگان کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے۔)

مکرم عبدالرؤف صاحب اپنے پردادا حضرت ہمیرے خان صاحبؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ہمیرے خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔آپ کے تین رحمت خاں، بابو خاں اور عبدلرشید خاں تھے۔رحمت خاں اور بابو خاں کو قبول احمدیت کا شرف حاصل ہوا۔عبدالرشید خاں لا اولد تھے اور پاکستان بننے سے چند دن قبل وفات پا گئے۔آپ احمدی نہیں ہوئے تھے۔

حضرت ہمیرے خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمیندار تھے اور ایک رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔جب بھی کوئی مولوی یا مقرر تقریر کر رہا ہوتا تو ہاتھ کے اشارے سے سب سامعین کو خاموش کرواتے۔حضرت ہمیرے خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔آپ کے بیٹے حضرت رحمت خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔آپ کی بیعت کا ذکر اخبار بدر قادیان 08 دسمبر 1903ء میں موجود ہے۔

اس واقعہ کا ذکر بزرگان یوں کرتے ہیں کہ جب احمدیت کا پیغام کاٹھ گڑھ تک پہنچا تو آپ نے پانچ افراد (بعض روایات کے مطابق دس افراد) کے ایک وفد کے ساتھ قادیان جانے کا فیصلہ کیا اور اس بات کو صیغہ راز رکھا۔اس وفد نے کاٹھ گڑھ سے قادیان کا سفر پانچ دنوں میں پیدل طے کیا۔جب قادیان پہنچے تو پاؤں چھالوں سے چھلنی تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف ملا۔قادیان قیام کے دوران مہمان نوازی اور اخلاق سے بہت متاثر ہوئے،اپنے ساتھیوں کو بھی غور سے سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی تلقین کرتے رہے۔پانچوں افراد نے بیعت کی سعادت پائی۔آپ کا مسجد سے مضبوط تعلق تھا۔قادیان سے واپس گاؤں آئے تو گھر کے قریب مسجد نہ گئے تو کچھ عرصہ میں لوگوں نے عام کر دیا کہ ہمیرے خاں نے مسجد سے رشتہ توڑ لیا۔

حضرت ہمیرے خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 1931ء میں ہوئی تھی۔آپ کے بیٹے حضرت رحمت خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کرتے ہیں کہ

”میرے والد چوہدری ہمیرے خاں صاحب انتقال کر گئے ہیں۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔خاکسار رحمت خاں احمدی از کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور۔“(اخبار الفضل قادیان 3 مارچ 1931ء صفحہ 02 بعنوان دعائے مغفرت)

مکرم بابو خاں صاحب

بابو خاں صاحب احمدی تھے لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے شرف ملاقات ملا یا نہیں۔انکے متعلق زیادہ معلومات نہیں۔میری دادی مجیدن بی بی صاحبہ بتاتی تھیں کہ بابو خاں سے جوانی کے دور میں کشتی کرتے ہوئے مخالف فریق کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور بڑھاپے میں ایک دفعہ سفر کر رہے تھے تو ایک جگہ پہلوان مُڈھی (وزن) اٹھا رہے تھے تو بابو خاں نے بھی وہاں پڑی ہوئی ایک مُڈھی اٹھائی تو نوجوانوں نے سب سے وزنی کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہلکی سی مڈھی بھی اٹھائیں۔تو انہوں نے وہ بھی اٹھالی۔اس پر نہ صرف وہ سب شرمندہ ہوئے بلکہ احترام سے رخصت کیا۔آپ کے دو بیٹے حاجی احمد خاں اور محمد خاں تھے۔

مکرم حاجی احمد خاں صاحب

آپ 1902ء میں پیدا ہوئے۔بہت سادہ اور نیک انسان تھے۔آپ مخلص احمدی تھے،ساری عمر زمینداری کی،بہت محنت کی اور اولاد کو ہلال رزق کھلایا۔انتہائی صاف گو اور سچ بولنے والے اور سچی بات پسند کرنے والے تھے۔انڈیا سے ہجرت کے دوران گڈے کا ایک بیل سکھوں نے چھین لیا تو 30 کوس تک ایک بیل کے ساتھ دوسری طرف کا جنگلہ خود اٹھا کر سفر کیا۔آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔آپ کی وفات 08 فروری 1988ء کلی نو میں ہوئی۔

(1) بسم اللہ بیگم صاحبہ (2) رانا عبدالرزاق صاحب (3) منظوراں بیگم صاحبہ (4) رانا ریاست علی صاحب (5) رانا عبدالرؤف صاحب



مکرمہ مجیدن بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم حاجی احمد خاں صاحب

کچھ لوگ عمر بھر زندگی کی راہ میں آنے والے مصائب کا بہادری اور صبر سے مقابلہ کرتے گزر جاتے ہیں زبان پر کبھی کوئی شکوہ لائے بغیر۔وہ ان مصائب اور مشکلات کا مقابلہ بڑی بہادری سے بغیر کسی انعام کی خواہش کرتے کرتے اپنے خالق حقیقی سے جا ملتے ہیں۔ان میں ایک ہستی میری پیاری دادی جان مجیدن بی بی ہیں۔

آپ 1915ء میں ہندستان کے گاؤں مجور میں پیدا ہوئی۔تین سال تک شاہ پور میں تعلیم حاصل کی،انہیں دنوں اپنی خالہ سے قرآن مجید پڑھا۔اور گاؤں کے قاضی صاحب سے اسلامی تعلیم حاصل کی۔لین دین کے معاملات میں کافی مہارت رکھتی تھیں،کم تعلیم کے باوجود آپ حساب اچھی طرح جانتی تھیں۔میرے دادا جان تمام لین دین میں آپ سے مدد لیتے،یہاں تک کہ سفر پر جاتے ہوئے آپ انہیں کرایہ الگ الگ باندھ کر دیتی۔



آپ پیدائشی غیر احمدی تھی لیکن شادی احمدی خاندان میں ہوئی۔شادی کے بعد آپ نے اپنا رہن سہن بطور احمدی لجنہ اختیار کرلیا،دلی طور پر اپنے آپ کو احمدی سمجھتی تھیں۔جماعتی پروگرامز میں شرکت کرتیں،جمعہ احمدیہ مسجد میں ادا کرتیں۔سفر کی دشواری اور مشکل حالات کی وجہ سے آپ نے پاکستان بننے کے بعد 1954ء میں خلیفہ ثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔

جماعتی چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی۔بعض اوقات گھر میں پیسے نہ ہوتے تو اناج گڑ یا گندم فروخت کر کے چندہ ادا کرتیں۔جب بھی کو جماعتی وفد آتا آپ ان کی خوب مہمانوازی کرتی۔آپ نے ایک نہایت سادہ زندگی گزاری۔تلاوت قرآن مجید کی شروع سے عادت تھی،لیکن احمدیہ قبول کرنے کے بعد اس میں اور بھی باقاعدگی آگئی۔آخری عمر میں جب آپ کافی کمزور ہوگئیں تو لیٹ کر ہی تلاوت سنا کرتیں تھیں۔ 17 اپریل 2007ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔



مکرم عبدالرؤف صاحب

خاکسار کی پیدائش لکی نو میں ہوئی، تعلیم اور روزگار کی غرض سے ساہیوال ہڑپہ اور کراچی قیام پذیر رہا۔نومبر 1982ء کو سعودی عرب الخبر گیا۔ چند ماہ جدہ میں بھی کام کیا، پھر ایک سال الخبر میں، پھر الریاض میں ملازمت اختیار کی۔ وہیں 1986ء میں مربی محمد افضل ظفر صاحب کے ذریعہ سے جماعت سے رابطہ ہوا۔الریاض میں رابطہ کے بعد خدام الاحمدیہ میں ناظم مال، پھر قائد خدام الاحمدیہ، سیکریٹری امور عامہ خدمت کی توفیق ملی۔ جماعت کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا۔ مارچ 2004ء میں صدر جماعا الریاض منتخب ہوا۔29 دسمبر 2006ء کو جدہ میں اسراحہ سے کم وبیش 80 بچے خواتین اور مرد احمدیوں کو گرفتار کیا گیا۔

7 فروری 2007ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازارہ شفقت خاکسار کو سعودی عرب کا امیر مقرر کیا۔تا حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ شفقت جاری ہے۔

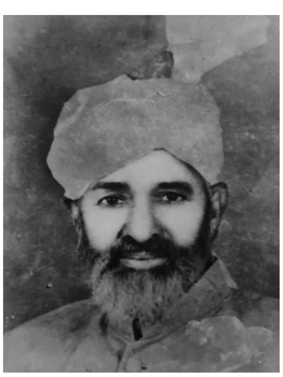
حضرت شیر محمد صاحب ؓ کاٹھگڑی

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

’’میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ ہمارے ایک دوست شیر محمد یکّہ بان ہوتے تھے۔ وہ کاٹھگڑھ کے رہنے والے تھے۔انہوں نے ایک سو سے زیادہ احمدی کیا تھا۔ان کی تبلیغ کا یہ طریق تھا کہ وہ الحکم منگوایا کرتے تھے وہ اَن پڑھ تھے لیکن الحکم جیب میں ڈالے رکھتے تھے اور جو آدمی پڑھا لکھا یکّہ میں بیٹھتا اُسے کہتے بھائی جی! مجھے یہ اخبار پڑھ کر سنائیں۔ وہ شخص الحکم پڑھنا شروع کرتا اور اُس پر اثر ہونا شروع ہو جاتا۔اور یا تو وہ سخت مخالف ہوتا تھا اور یا پھر گھر پہنچ کر لکھتا مجھے پتا لکھوا دو میں نے بھی یہ اخبار منگوانا ہے اس میں بہت اچھی باتیں ہیں۔ وہ پھر تھوڑے دنوں بعد آتا اور کہتا میری بیعت کا خط لکھ دو۔ اس طرح انہوں نے سو سے زیادہ احمدی کئے۔ اگر الحکم دلوں پر اثر کر سکتا ہے تو قرآن سے تو یقینا بہت زیادہ فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسی برکت دے گا کہ لوگوں کے دل بالکل صاف ہو جائیں گے۔ اور جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے آج جو تمہارے دشمن ہیں کل وہ تم پر جان قربان کرنے لگ جائیں گے۔اور اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری خود حفاظت فرمائے گا۔‘‘

(انوار العلوم جلد 26 صفحہ 399)

حضرت عبدالمجید خاں رضی اللہ عنہ آف راہوں



قصبہ راہوں ضلع جالندھر کا فاصلہ سڑوعہ سے 12 میل تھا۔قصبہ راہوں کو چھت کا درجہ حاصل تھا۔ یہ ایک مشہور قصبہ تھا۔احمدیہ جماعت باوجود قلیل ہونے کے مخلص تھی۔ راجپوت خاندان میں مکرم حضرت عبدالمجید خاں رضی اللہ عنہ رئیس راہوں والے مشہور تھے۔بچپن میں ان کے والدین فوت ہو گئے تھے تو یہ سڑوعہ میں اپنے ماموں محمد علی خان صاحب کے پاس آ گئے تھے۔اور وہیں پرورش پائی۔حضرت عبدالمجید خاں رضی اللہ عنہ آف راہوں کا سارا خاندان غیر احمدی تھا۔لیکن ان کے ننھیال احمدی تھے۔بچپن سے ننھیال میں پرورش پانے کی وجہ سے آپ احمدی ہوئے۔انکی پہلے شادی ان کی ممانی سردار بیگم صاحبہ اہلیہ محمد علی خانصاحب جو کہ حضرت چوہدری غلام احمد خاں رئیس کاٹھگڑھ کی بیٹی تھی۔ اس نے

اپنی چھوٹی بہن ممتاز بیگم سے کردی۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد ان کی دوسری شادی اپنے خاندان میں ہوئی جو غیر احمدی تھی۔ ان کی تیسری شادی گنا چور میں مجیدہ بیگم سے ہوئی جو کہ احمدی تھی۔ اس کے بعد ان کی چوتھی شادی محمودہ بیگم بنت محمد علی خاں سے ہوئی۔

ان کی نرینہ اولاد میں سات بیٹے ہیں۔ ا، کرنل ظفر اللہ خان، 2، مظفر احمد خان، 3، عبدالغفور خان، 4، ضیاء اللہ خان، ۵، محفوظ اللہ خان حال لندن، 6۔ حفیظ اللہ خان، 7۔ رانا عزیز اللہ خان مربی سلسلہ۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کنجروڑ میں مقیم ہوئے۔ اور صدر جماعت رہے اور تحصیل نارووال کے امیر بھی رہے۔ حضرت مولوی عبدالمجید خاں رضی اللہ عنہ آف راہوں اپنے شہر اور علاقے کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ مخیر ہونے کے باوجود طبیعت بہت نرم تھی۔ گفتگو مو لینے والی اور خوشکن تھی۔ دوسروں کی غمگساری اور حاجتمندوں کی امداد ان کا پسندیدہ کام تھا۔ اپنے نفع نقصان کا تصور کئے بغیر لوگوں کے کام کرواتے تھے۔ راہوں ہندو اکثریت کا شہر تھا مگر آپ ٹاؤن کمیٹی کے کئی بار صدر رہے۔ آپ تہجد گزار تھے۔ باقی نمازوں کے لئے سب کو اُٹھاتے۔ جلسہ سالانہ پر باقاعدگی سے جاتے۔ اپنے اہل خانہ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ سلسلہ احمدیہ سے والہانہ عشق تھا۔ اخبار الفضل باقاعدگی سے منگواتے۔ اپنے خاندان میں دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے اپنے خرچ پر اپنے بیٹے کو قادیان میں جامعہ احمدیہ میں داخل کروایا۔ تبلیغ بہت کرتے تھے۔ سلسلہ کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے۔ آپ کی پیدائش 1900 راہوں ہے۔ آپ کے ننھیال موضع سڑوعہ کے تھے۔ جن کی وجہ سے آپ احمدی ہوئے۔ آپ بڑے زمیندار تھے۔ اور حضرت چوہدری غلام احمد خاں رئیس کاٹھگڑھ کے داماد بھی تھے۔ پھر آپ کا بڑا بیٹا کرنل ظفر اللہ خاں بھی چوہدری عبدالرحیم رئیس کاٹھگڑھ کا داماد تھا۔ اغلباً 1944 میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے امارتوں کا نظام جاری فرمایا تو آپ پہلے امیر جماعت ہائے ضلع جالندھر مقرر ہوئے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے اپنی آبائی جائیداد 68 ج ب اور 80 ج ب میں الاٹ کروالی۔ باقی زرخریدز مین لگھ سندرال خوشاب اور (کنجروڑ) نارووال میں الاٹ کروائی آپ 1967 میں قادیان دارالامان جلسہ سالانہ پر بھی تشریف لے گئے تھے۔ آپ کی وفات ستمبر 1974 میں ہوئی۔ موصی ہونے کی وجہ سے تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

محترم کرنل محمد ظفر اللہ خاں صاحب ولد حضرت عبدالمجید خاںؓ آف راہوں



آپ کی پیدائش غالباً 1920 راہوں کی ہے۔ 1942 میں فوج میں کمیشن لیا۔ 1944 میں آپ کی شادی محمودہ بیگم بنت چوہدری عبدالرحیم خاں رئیس کاٹھگڑھ سے ہوئی۔ 1946 میں آپ کے ہاں پہلا بیٹا صفی اللہ خاں پیدا ہوا۔ برقی ہڈیارہ میں آپ کو کئی مربع زمین فوجی سکیم پر الاٹ ہوئی۔ آپ 1966 میں ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ نے چاولوں کا شیلر بھی بنایا۔ ایک جوتے کی فیکٹری بھی گجرات میں بنائی۔ داؤدخیل سیمنٹ فیکٹری میں بھی آپ نے کچھ عرصہ ملازمت کی۔ 1980 میں آپ کی ایک ایکسیڈنٹ میں وفات ہوئی۔ نہر کی پٹڑی پر سے ٹریکٹر اُلٹ گیا تھا۔ جس پر آپ سوار تھے۔

محترم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب آف پھگلانہ ضلع ہوشیار پور

موضع پھگلانہ شہر ہوشیار پور سے گیارہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ سب سے پہلے چوہدری غلام محمد صاحبؓ ولد چوہدری فتح الدین صاحب نے 1893ء

میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی اور صحابی کا درجہ پایا۔ صد سالہ نمائش جو دفتر ''الفضل'' میں لگائی گئی ہے اس میں آپ کا فوٹو بھی لگایا گیا ہے۔ آپ نے 16 فروری 1961ء کو بعمر 86 سال چک نمبر 68 ج۔ ب ضلع فیصل آباد میں وفات پائی۔ آپ کے لڑکے ڈاکٹر غلام اللہ صاحب (مرحوم) نے کتابی شکل میں آپ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ آپ کے لڑکے ڈاکٹر غلام اللہ (مرحوم) تمغہ قائداعظم بھی مخلص احمدی تھے۔ موصی تھے اور وصیت نمبر 17713۔ آپ کی شادی رضیہ خانم بنت چوہدری عبدالعزیز آف سڑوعہ سے ہوئی اور آپ کی اہلیہ نے 1980ء میں وفات پائی اور ربوہ کے قبرستان نمبر 1 میں مدفون ہوئیں۔ ''الفضل'' مورخہ 30 جولائی 1983 میں مرقوم ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب آف لاہور سائنس کی اڑھائی سو کتب خلافت لائبریری کو بطور عطیہ دے دی تھیں۔ آپ کا نام ایوانِ محمود کی تعمیر میں یادگار لوح پر کندہ ہے۔ محترم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب نے بوقت وفات مندرجہ ذیل اولاد یادگار چھوڑی تھی۔

1۔ بشریٰ اعجاز بیگم ڈاکٹر اعجاز احمد کینیڈا۔ 2۔ رشیدہ بیگم اہلیہ نور الدین صاحب ولد حضرت چوہدری غلام احمد صاحبؓ (مرحوم) آف کریام 3۔ ریحانہ منور زوجہ کرنل منور احمد صاحب ولد چوہدری عبدالرحیم خاں (مرحوم) کاٹھ گڑھی۔ 4۔ عزیزہ لبنیٰ نصرت زوجہ چوہدری ادریس احمد صاحب ولد میجر چوہدری نذیر احمد صاحب (مرحوم) آف سڑوعہ۔ ڈاکٹر غلام اللہ کے ''الفضل'' مورخہ 18 نومبر 1991ء میں جو حالات شائع ہوئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔



محترم ڈاکٹر غلام اللہ چوہدری تمغۂ قائدِاعظم

آپ کے بیٹے مکرم رشید احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

میرے والد محترم ڈاکٹر غلام اللہ چوہدری تمغۂ قائداعظم فیلو پاکستان اکیڈمی آف سائنسز آج سے ایک سال قبل 21 نومبر 1990ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری۔ وہ گوناگوں صفات کے مالک تھے تقریباً 75 برس کی عمر پائی اور اَن مٹ یادیں چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دینی اور دنیاوی نعماء سے نوازا۔ آپ کے حالاتِ زندگی آپ کی اپنی تصنیف شدہ کتاب میں محترم دادا جان حضرت چوہدری غلام محمد خان رفیق صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ کی سوانح کے ساتھ فروری 1987 میں شائع ہو چکے ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر ان میں چند ایک افضال کا تذکرہ کر رہی ہوں۔

ابتدائی زندگی۔ تعلیم اور ملازمت

آپ کی پیدائش 13 جنوری 1913ء کو ہوئی۔ حضرت امام جماعت اول نے 1 ''غلام اللہ'' نام تجویز فرمایا۔ 1929ء میں میٹرک فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور دو سال کے سال کے لئے وظیفہ کے حقدار ہوئے۔ چار سال بعد زرعی کالج لائلپور سے بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری حاصل کی۔ کالج میں ہر وظیفہ جو مل سکتا تھا آپ نے حاصل کیا۔ بعض سالوں میں بیک وقت تین تین چار چار وظیفے حاصل کئے۔ ازاں بعد ہندوستان بلکہ ایشیاء کے مشہور ادارہ امپریئل ایگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے ڈپلومہ حاصل کیا۔ آپ کی تعلیمی قابلیت سے متاثر ہو کر امریکہ کی مشیگن سٹیٹ یونیورسٹی نے اپنے ہاں داخلہ دیا اور آپ نے ریکارڈ وقت میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری امتیاز کے ساتھ حاصل کی۔ آپ نے اپنی ملازمت محکمہ زراعت سے شروع کی جہاں سے مختلف عہدوں پر کام کرتے ہوئے وزارت زراعت حکومتِ پاکستان کراچی میں تعینات ہو گئے۔ چند سال بعد آپ کو محکمہ جنگلات میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور 1971 میں

آپ بحیثیت ڈائریکٹر ریسرچ پاکستان فارسٹ انسٹیٹیوٹ پشاور سے ریٹائر ہوئے۔

اعزازات اور ملّی خدمات

آپ کا شمار حشرات الارض کے ماہرین میں تھا۔آپ پاکستان کے چنیدہ سائنسدان تھے اور پاکستان اکیڈمی آف سائنسز کے چالیس فیلوز میں سے ایک تھے۔اب تک ہماری جماعت کی تین قابلِ قدر ہستیوں کو اس اعلیٰ ادارہ میں شمولیت کا اعزاز ملا ہے۔محترم قاضی محمد اسلم اس اکیڈمی کے بنیادی فیلوز میں سے تھے۔بعد میں محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب (نوبل پرائز یافتہ) اس کے فیلو منتخب ہوئے اس کے علاوہ آپ پاکستان ایسوسی ایشن فاردی ایڈوانسمنٹ آف سائنس کے لائف ممبر تھے۔1963ء کی سالانہ کانفرنس پر آپ نے بیالوجی سیکشن میں خطبہ صدارت دیا اور کئی سال تک اس ادارہ کی عاملہ کے منتخب ممبر رہے۔1965ء میں فیلڈ مارشل ایوب خان صدر پاکستان نے آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف ''بیالوجی اینڈ کنٹرول آف ہل فروٹ انسیکٹ آف ویسٹ پاکستان'' کو بہت سراہا۔شعبہ حشرات الارض کی تحقیق کے میدان میں آپ کے تقریباً ایک صد تحقیقی مقالہ جات ملکی اور غیر ملکی رسالہ جات کی زینت بن چکے ہیں۔اقوامِ متحدہ کے ایک ادارے ڈبلیو ایم او کے زراعتی کمیشن برائے انسداد فروٹ حشرات کی چیئر مین شپ بھی آپ کے سپرد رہی۔اس کے علاوہ تحقیقی میدان میں کئی غیر ملکی اور ملکی اعزازات سے بھی نوازا گیا۔ان تحقیقات کے نتیجہ میں پاکستان لاکھوں روپیہ کے نقصان سے بچ گیا۔آپ کو حسنِ کارکردگی کی بنا پر صدر پاکستان کی طرف سے 1969ء میں ''تمغۂ قائداعظم'' عطا کیا گیا۔

دینی شغف اور جماعتی خدمات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جماعت کے احباب کو تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت اور دوستی کا تعلق قائم کریں۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے افضال آپ کے اوپر نازل ہوں گے۔اور آپ دنیاوی باتوں سے نہیں گھبرائیں گے۔آپ اپنے عملی نمونہ سے حضور کے اس حکم پر لبیک کہا۔حتی الوسع باجماعت نماز پڑھتے اور نمازِ تہجد کی باقاعدگی سے ادائیگی فرماتے۔دعاؤں میں انہیں خاص شغف حاصل تھا۔اس سلسلہ میں قبولیت دعا کے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتی ہوں۔کراچی میں آپ کی ایک جائیداد کا مقدمہ تھا ماتحت عدالت نے آپ کے خلاف فیصلہ دیا۔آپ نے اپیل کی بظاہر حالات آپ کے مخالف تھے،آپ نے اس موقع پر دعاؤں سے کام لیا۔اسی طرح میرے دادا جان جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے ساتھیوں میں سے تھے دعاؤں میں خاص توجہ ہوئی تو آپ فوراً حضور کو دعا کی درخواست کرتے تھے کہ بعض اوقات خط شاید لیٹر بکس میں ہی ہوتا اور آپ تک پہنچ بھی نہ پایا ہوتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا کام آپ کے حسبِ منشاء انجام پاجاتا۔آپ جہاں جہاں بھی تعینات رہے جماعت سے اخلاص کا تعلق رکھا۔متعدد دفعہ مجلس مشاورت میں نمائندگی کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔بہت سے جماعتی عہدوں پر متعین رہے اور مقدور بھر جماعتی خدمات کی توفیق پائی۔ایبٹ آباد میں جنگلات کے محکمہ میں تعینات ہونے پر وہاں کی جماعت کے کئی سال امیر رہے۔وہاں نئی بیت تعمیر کی۔آپ کی کوششوں سے حضرت فضل عمر نے ایبٹ آباد اور بالاکوٹ کا تاریخی دورہ فرمایا اور تبدیلی پر حلقہ یونیورسٹی کے صدر اور جماعت پشاور کے نائب امیر مقرر ہوئے۔آپ کے پشاور کے قیام کے دوران حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صدر مجلس انصار اللہ اور صاحبزادہ مرزا طاہر احمد نائب صدر خدام الاحمدیہ کی حیثیت میں کئی دفعہ پشاور تشریف لائے اور ہمارے مکان پر تقریبات کا بندوبست ہوا۔دعوت الی اللہ کا آپ کو بہت شوق تھا۔جہاں کہیں بھی رہے اس فریضہ کو ذوق وشوق سے ادا کرتے رہے۔1974ء میں آپ کی تعیناتی لاہور یونیورسٹی میں تھی۔اس دوران فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔کئی احمدی طلباء کو مارا پیٹا گیا۔آپ کا پتہ

معلوم کر کے آپ کے کمرہ میں گھس آئے اور آپ کو کئی طرح کی ایذا پہنچائی لیکن آپ نے نہایت ثابت قدمی سے ان ابتلاؤں کا مقابلہ کیا۔ امریکہ میں تعلیم کے دوران لائبریریوں میں کتب رکھوائیں اور پیغامِ حق پہنچایا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر ہو گئے اور اس حلقہ میں کئی سال صدر حلقہ اور صدر موصیان کی حیثیت سے کام کیا اور جماعت لاہور میں بحیثیت سیکرٹری تعلیم اور زراعت کی ذمے داریاں بھی آپ کے سپرد رہیں۔ صد سالہ جوبلی کے موقع پر دو تمغہ جات بھی آپ کو عطا کئے گئے۔

وفات

آپ کی وفات ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کی رہائش گاہ اور ربوہ میں ادا کی گئی اور موصی ہونے کی وجہ سے تدفین بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی۔ آپ کی وفات پر حضرت امام جماعت الرابعؒ کا ہمدردی کا پیغام موصول ہوا جو ہماری ڈھارس کا موجب بنا۔ بہت احباب کی طرف سے تعزیت کے پیغامات موصول ہوئے۔

اولاد

محترم چوہدری غلام محمد صاحب کی مندرجہ ذیل دیگر نرینہ اولاد تھی۔

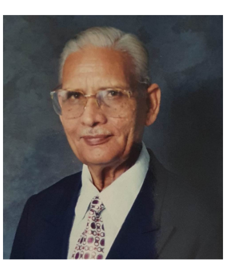
1: محترم عبدالقادر صاحب (مرحوم) سابق ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ۔ 2: محترم کلیم اللہ صاحب چک نمبر 68 ج۔ب ضلع فیصل آباد

3: محترم عبداللطیف خان صاحب غلام محمد آباد فیصل آباد پھگلانہ کے ایک مخلص احمدی دوست مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی فاضل تھے۔ جو 1942ء میں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ آپ کے چار لڑکے مندرجہ ذیل ہیں جو قیامِ پاکستان کے بعد چک نمبر 88 ج۔ب ضلع فیصل آباد میں آباد ہو گئے تھے

1۔ عبدالحفیظ صاحب 2۔ عبدالقدیر صاحب ریٹائرڈ فورس اسلام آباد۔ 3۔ میجر عبدالوحید صاحب حال کولون جرمنی۔ 4۔ خالد رشید رانا ریٹائرڈ پاکستان ائیر فورس حال کولون جرمنی۔

محترم چوہدری عبدالحق خان صاحب نمبردار کاٹھگڑھی

مکرم حسین افضل صاحب اپنے دادا جان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ

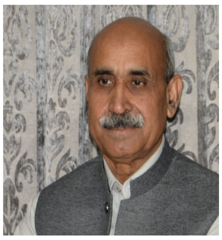


چوہدری عبدالحق خاں صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں بیعت کی تھی آپ کے تین بیٹیاں تھیں اور لڑکے پیدا ہوتے تھے مگر فوت ہو جاتے تھے۔ آپ کے احمدیت قبولیت کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی دعا سے خدا تعالیٰ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا جس کا نام محمد افضل خاں رکھا۔ بیٹے کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہی چوہدری عبدالحق خاں صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب نے کی محمد افضل خاں کی سرپرستی کی۔ محمد افضل خاں نے ابتدائی تعلیم کاٹھ گڑھ میں



حاصل کی۔ تقسیم کے بعد محمد افضل خان پاکستان آ گئے اور انہیں لکی نو میں زمین اور نمبرداری ملی۔ جو بعد میں چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب نے ٹرانسفر کروا کر چک نمبر 68 ج ب لے آئے۔ پھر آپ نے POF میں ملازمت اختیار کی جو کہ ابتدا میں Haley Street راولنڈی اور پھر واہ کینٹ میں شفٹ ہو گئے۔ آپ کی شادی 1954-55 میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو





2 بیٹے اور چار بیٹیاں عطا کیں۔آپ 38 سال ملازمت کے بعد 1989 میں ریٹائر ہو گئے ۔آپ کا سب سے بڑا بیٹا محمد ارشد خان فوج میں میجر کے رینک پر انجینئیر کور سے ریٹائر ہوا اور چھوٹا بیٹا اس وقت جامعہ احمدیہ یو کے میں بطور کارکن خدمات کر رہا ہے۔میجر محمد ارشد خان کی شادی میجر عبدالقادر خان سابق ناظر دیوان ربوہ کی چھوٹی بیٹی سے ہوئی اور انکے 2 بیٹے مصعب ارشد اور اسد ارشد اور ایک بیٹی ہیں۔حسین افضل خان کی شادی چوہدری لئیق احمد خان کی بڑی بیٹی اور چوہدری عبدالرحیم خاں کی پوتی سے ہوئی۔انکے چار بیٹے دانیال حسین خان، مہشان حسین خان، شمائل احمد خان اور کاشف حسین خان ہیں۔

(باب 29۔متفرق)

جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کے متعلق چند متفرق اہم معلومات

کاٹھگڑھ کے چند موصیان اور اُن کا تعارف

(1) مکرم چوہدری عبدالحق خاں صاحب صحابی ولد مکرم چوہدری غلام نبی خاں صاحب تاریخ پیدائش 1895ء تاریخ بیعت 1903ء تاریخ وفات 26 مارچ 1965ء تدفین قطعہ صحابہ۔

(2) مکرم چوہدری عبدالحمید خاں صحابی ولد مکرم چوہدری غلام نبی خاں صاحب تاریخ پیدائش 1893ء تاریخ بیعت 1903ء تاریخ وفات 18 اپریل 1985ء تدفین قطعہ صحابہ۔

(3) مکرم چوہدری منشی خاں صاحب صحابی ولد مکرم چوہدری چھجو خاں صاحب تاریخ پیدائش 1868ء تاریخ بیعت 1904ء تاریخ وفات 28 اگست 1954ء قطعہ نمبر 4 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(4) مکرم چوہدری عبدالواحد خاں صاحب صحابی ولد مکرم چوہدری رحمت خاں صاحب تاریخ پیدائش 1889ء تاریخ بیعت 1904ء تاریخ وفات 1961ء وصیت نمبر 12451 تدفین قطعہ نمبر 8

(5) مکرم چوہدری غلام محمد خاں صاحب صحابی ولد چوہدری رحمت خاں صاحب تاریخ پیدائش 1887ء تاریخ بیعت 1904ء تاریخ وفات 16 اکتوبر 1904ء تدفین قطعہ نمبر 10 بہشتی مقبرہ ربوہ

(6) مکرم چوہدری فیروز دین خاں صحابی ولد چوہدری دارے خاں صاحب تاریخ پیدائش 1886ء تاریخ بیعت 1903ء تاریخ وفات 25 جنوری 1966ء وصیت نمبر 14723 تدفین قطعہ نمبر 9 بہشتی مقبرہ ربوہ

(7) مکرم بابو عبدالحیٔ خان صاحب صحابی ولد مکرم چوہدری سوہنے خان صاحب تاریک پیدائش 1883ء تاریخ بیعت 1904ء تاریخ وفات 2 اگست 1953ء وصیت نمبر 3589 تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ

(8) مکرم چوہدری ہدایت خاں صاحب صحابی ولد مکرم چوہدری بلند خاں صاحب تاریخ پیدائش 1884ء تاریخ بیعت 1904ء تاریخ وفات

1955ء وصیت نمبر 4193 تدفین قطعہ نمبر 7 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(9) مکرم چوہدری منشی احمد علی خان صاحب ولد مکرم چوہدری حسن احمد خان صاحب پیدائش 1891ء تاریخ بیعت 1911ء تاریخ وفات 29 جولائی 1971ء وصیت نمبر 3439 تدفین قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ

(10) مکرم چوہدری احمد خاں صاحب ولد مکرم چوہدری سوہنے خاں صاحب تاریخ پیدائش 1906ء تاریخ بیعت 1917ء تاریخ وفات 23 جنوری 1959ء وصیت نمبر 144335 تدفین قطعہ نمبر 5 بہشتی مقبرہ ربوہ

(11) مکرم چوہدری عبدالمومن خاں صاحب ولد مکرم مولوی عبدالسلام خاں صاحب تاریخ پیدائش 1910ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 13 نومبر 1971ء وصیت نمبر 1484 تدفین قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(12) مکرم چوہدری محمد علی شاہی خاں صاحب ولد چوہدری عبدالعزیز خاں صاحب تاریخ پیدائش 1898ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 2 جنوری 1971ء وصیت 11715 تدفین قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(13) مکرم چوہدری ماسٹر عطاء اللہ خاں صاحب ولد چوہدری خواجہ خاں صاحب تاریخ پیدائش 1911 پیدائشی احمدی تاریخ وفات 4 اپریل 1972ء وصیت نمبر 3438 تدفین قطعہ نمبر 7 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(14) مکرم مولوی عبدالرحیم خاں صاحب مولوی مکرم عبدالسلام خاں صاحب تاریخ پیدائش 1907ء پیدائشی تاریخ وفات 29 جولائی 1982ء وصیت نمبر 11305 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(15) مکرم چوہدری امام عبداللہ خاں صاحب ولد چوہدری خواجہ خاں صاحب تاریخ پیدائش 1909ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 26 اگست 1984ء وصیت نمبر 3440 تدفین قطعہ نمبر 16 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(16) مکرم چوہدری عبدالعزیز خان صاحب ولد مکرم چوہدری خواجہ خاں صاحب تاریخ پیدائش 1903ء پیدائشی احمدی تاریخ وفار 18 مئی 1987ء وصیت نمبر 2276 تدفین قطعہ نمبر 17 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(17) مکرم مولوی عنایت اللہ خاں مربی صاحب ولد مکرم چوہدری رحمت خاں صاحب تاریخ پیدائش 1914ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 22 دسمبر 1977ء وصیت نمبر 12514 تدفین قطعہ نمبر 13 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(18) مکرم چوہدری محمد یوسف خاں صاحب ولد مکرم چوہدری منشی خاں صاحب تاریخ پیدائش 1917 پیدائشی احمدی تاریخ وفات 25 جون 1990ء وصیت نمبر 12437 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(19) مکرم چوہدری عبداللطیف خاں صاحب ولد مکرم چوہدریعبد الحمید خاں صاحب تاریخ پیدائش 1916ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 5 فروری 1984ءء وصیت نمبر 24653 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(20) مکرم چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب ولد مکرم چوہدریغلام احمد خان صاحب تاریخ پیدائش 1902ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 2 اگست 1986ء وصیت نمبر 34391 تدفین قطعہ نمبر 17 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(21) مکرم چوہدری حبیب الرحمٰن خاں صاحب ولد مکرم چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب تاریخ پیدائش 1908ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 27 اپریل 1993ء وصیت نمبر 13650 تدفین قطعہ نمبر 18 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(22) مکرم چوہدری محمد صدیق خاں صاحب ولد مکرم چوہدری عبدالواحد خان صاحب تاریخ پیدائش 1922ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 22 جنوری 1990ء وصیت نمبر 17680 تدفین قطعہ نمبر 12 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(23) مکرم چوہدری ناصر احمد خاں صاحب بہادر شیر ولد مکرم چوہدری محمد علی خان صاحب تاریخ پیدائش 1931ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 22 مارچ 1983ء وصیت نمبر 18766 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(24) مکرم چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب ولد مکرم مولوی عبدالسلام خاں صاحب تاریخ پیدائش 1903ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 22 اپریل 1991ء وصیت نمبر 11458 تدفین قطعہ نمبر 121لف بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(25) مکرم چوہدری مولوی عبداللطیف خاں وقف ولد مکرم چوہدری عبدالمنان خان صاحب تاریخ پیدائش 1924ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 11 جون 2008ء وصیت نمبر 7971 تدفین قطعہ نمبر 11 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(26) مکرم چوہدری مولوی عبدالحلیم خاں صاحب ولد مکرم مولوی عبدالمنان خاں صاحب تاریخ پیدائش 1931ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 1 جنوری 2007ء وصیت نمبر 15447 تدفین قطعہ نمبر 8 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(27) مکرم چوہدری عبدالجلیل خاں صاحب ولد مکرم بابو عبدالحیٔ خان صاحب تاریخ پیدائشی احمدی تاریخ وفات 25 مارچ 1981ء وصیت نمبر 3375 تدفین قطعہ نمبر 17 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(28) مکرم چوہدری مولوی عبدالکریم خاں صاحب ولد مکرم صوفی عبدالعزیز خان صاحب تاریخ پیدائش 1930ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 2 فروری 1982ء وصیت نمبر 12446 تدفین قطعہ نمبر 14 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(29) مکرم رانا محمد سلیم خان شہید سانگھڑ صاحب ولد مکرم چوہدری نذیر احمد خاں صاحب تاریخ پیدائش 1958ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 2009ء وصیت نمبر 3386 تدفین قطعہ نمبر 13 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(30) مکرم چوہدری محمد علی خاں صاحب ولد مکرم چوہدری دولت خان صاحب تاریخ پیدائش 1910ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 11 مئی 1982ء وصیت نمبر 9892 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(31) مکرم رانا عبدالحمید خاں صاحب ولد مکرم چوہدری فرید بخش خان صاحب تاریخ پیدائش 1896ء تاریخ وفات 25 جنوری 1966ء وصیت نمبر 20429 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(32) مکرم چوہدری عبدالمجید خاں صاحب ولد مکرم چوہدری محمد نواز خان صاحب تاریخ پیدائش 1927ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 1991 وصیت نمبر 19035 تدفین قطعہ نمبر 18 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(33) مکرم چوہدری عبدالمجید خاں صاحب ولد مکرم چوہدری عبدالحمید خان صاحب صحابی تاریخ پیدائش 1925ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 2

مئی2008ءوصیت نمبر23383 تدفین قطعہ نمبر11 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(34) مسماۃ امیر بی بی صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری خواجہ خان صاحب تاریخ پیدائش 1895ء تاریخ بیعت 1904ء تاریخ وفات 23 نومبر 1951ء وصیت نمبر 2501 تدفین قطعہ نمبر 5 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(35) مسماۃ رحمی بی بی صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری دولت خان صاحب تاریخ پیدائش 1880ء تاریخ بیعت 1904 تاریخ وفات 6 ستمبر 1960ء وصیت نمبر 1880 تدفین قطعہ نمبر 5 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(36) مسماۃ نیاز بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبدالحمید خان صاحب صحابی تاریخ پیدائش 1895ء تاریخ بیعت 1905ء تاریخ وفات 30 جون 1959ء وصیت نمبر 14237 تدفین قطعہ نمبر 5 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(37) مسماۃ نصرت جہاں صاحبہ زوجہ مکرم رانا عبد الحکیم خان صاحب تاریخ پیدائش 1939ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 21 ستمبر 1970ء وصیت نمبر 17878 تدفین قطعہ نمبر 4 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(38) مسماۃ صدیقن بی بی صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب تاریخ پیدائش 1921ء تاریخ بیعت 1934ء تاریخ وفات 8 مئی 2002ء وصیت نمبر 9856 تدفین قطعہ نمبر 29 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(39) مسماۃ امانت بی بی صاحبہ زوجہ مکرم منشی سیف الرحمٰن خان صاحب تاریخ پیدائش 1934ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 18 مارچ 1997ء وصیت نمبر 15479 تدفین قطعہ نمبر 24 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(40) مسماۃ تاج بی بی صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری محمد حسین خاں صاحب تاریخ پیدائش 1916ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 22 جنوری 1984ء وصیت نمبر 4562 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(41) مسماۃ مبارک بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبدا لجبار خان صاحب تاریخ پیدائش 1916ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 5 اپریل 2004ء وصیت نمبر 16422 تدفین قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(42) مسماۃ امۃ اللہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبد المومن خان صاحب تاریخ پیدائش 1912ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 10 اپریل 1990ء وصیت نمبر 4842 تدفین قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(43) مسماۃ بیگم جان صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبد الحق خان صاحب تاریخ پیدائش 1909ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 13 اپریل 1961ء وصیت نمبر 15480 تدفین قطعہ نمبر 7 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(44) مسماۃ حسن جان صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبدالطیف خان صاحب نمبردار تاریخ پیدائش 1918ء تاریخ بیعت 1935ء تاریخ وفات 20 ستمبر 1982ء وصیت نمبر 21363 تدفین قطعہ نمبر 15 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(45) مسماۃ سردار بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبد الرحیم خان صاحب تاریخ پیدائش 1915ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 18 جنوری 1989ء وصیت نمبر 24392 تدفین قطعہ نمبر 19 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(46) مسماۃ لطیفاں بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری برکت اللہ خان صاحب تاریخ پیدائش 1915ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 13 دسمبر 1987ء وصیت نمبر 87650 تدفین قطعہ نمبر 18 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(47) مسماۃ رشیدہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم مولوی عبد الحلیم خان صاحب تاریخ پیدائش 1940ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 30 دسمبر 2005ء وصیت نمبر 17032 تدفین قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(48) مسماۃ سلمیٰ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری عبدا لطیف خان صاحب تاریخ پیدائش 1947ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 5 ستمبر 2005ء وصیت نمبر 32471 تدفین قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(49) مسماۃ شہزاد بیگم صاحبہ زوجہ مکرم مولوی عبدا لطیف خان صاحب تاریخ پیدائش 1925ء پیدائشی احمدی تاریخ وفات 26 اپریل 2003ء وصیت نمبر 12373 تدفین قطعہ نمبر 3 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(50) مسماۃ نعمت بی بی صاحبہ زوجہ مکرم غلام اللہ خان صاحب تاریخ پیدائش 1924ء تاریخ بیعت 1936ء تاریخ وفات 25 جون 2005ء وصیت نمبر 15205 تدفین قطعہ نمبر 5 بہشتی مقبرہ ربوہ۔

(51) وصیت نمبر 22012 چوہدری نذیر احمد (مرحوم) ولد چوہدری احمد علی صاحب (مرحوم) کاٹھگڑھی چک نمبر 2 ڈاک خانہ چک نمبر 3 سانگڑھ سندھ۔ خاکسار مؤلف کتاب ہذا کی پھوپھی زادہ بہن امتہ السلام عرف کا کی بنت نور جان صاحبہ عبدالرحیم سے شادی ہوئی تھی۔ ایوان محمود کی تعمیر میں بھی آپ کا نام یادگار لوح پر کندہ ہے۔ آپ کے بیٹے محمد عظیم، دیگر برادران شامل ہیں۔

(52) وصیت نمبر 14727/ فضل بیگم اہلیہ غلام رسول ہڑپہ حصہ وصیت 1/3 مورخہ 18 نومبر 1963ء کو فوت ہو کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔ خاکسار مؤلف ہذا کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ وصیت نمبر 16295 نعمت بی بی صاحبہ زوجہ غلام اللہ حال ربوہ۔ ان کی بیٹی بشریٰ حضور کے سابقہ باڈی گارڈ عبدالسلام صاحب (مرحوم) مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ سے بیاہی ہوئی ہیں۔

(53) وصیت نمبر 24635 سردار بیگم زوجہ رانا عبدلرحیم کاٹھگڑھی چک نمبر 68 ج ب فیصل آباد۔ وفات 18 جنوری 1989ء

(54) وصیت نمبر 19267 چوہدری کرامت اللہ کاٹھگڑھی چک نمبر 2 ٹی۔ ڈی۔ اے خوشاب بفضل خداوند زندہ ہیں۔ (55) وصیت نمبر 19270 بشریٰ نزہت کاٹھگڑھی زوجہ محمد اکبر فانی اکاؤنٹنٹ نورنگر فارم۔ (56) وصیت نمبر 17733/ نور جان زوجہ عبدالرحیم صاحب عمر 65 سال چک نمبر 60 ج ب شہباز پور فیصل آباد۔ رجسٹرڈ روایات صحابہ میں محمد اسماعیل ولد جمال الدین کاٹھگڑھی ضلع ہوشیار پور کا نام رجسٹر نمبر 6 کے صفحہ نمبر 50 پر درج ہے۔ عطر بی بی زوجہ چوہدری عبدالقیوم ساکن و مدفن کاٹھگڑھ کی ایک یادگار قطعہ نمبر 6 بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگائی گئی ہے۔ جس میں آپ کی تاریخ پیدائش 1886ء بیعت 1904ء وصیت نمبر 9283 وفات 14 جنوری 1947ء بعمر 61 سال درج ہے۔

جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کے متعلق

سال بہ سال چند متفرق اہم معلومات

جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کی سالانہ رپورٹ یکم اکتوبر 1908ء تا 30 ستمبر 1909ء

کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور سیکریٹری سید محمد علی شاہ صاحب رقم مدخزانہ۔ہوا۔ جو سال گذشتہ سے زیادہ ہے چندہ مقامی ضروریات 12 روپیہ ہوا اور اسی قدر خرچ ہوا۔اس چندہ میں 12 روپے کی مددشاخوں نے دی۔ بقایا کچھ نہیں۔ جائداد کوئی نہیں۔ کتب خانہ ہے غیر احمدی کم دلچسپی لیتے ہیں۔تعداد مبائعین 150 ہے۔اور اس انجمن کی شاخوں کے مبائعین کی تعداد تین سے کے قریب ہے۔اس جگہ جون 1909ء میں ایک سالانہ جلسہ ہوا۔جس میں صدر مقام سے بھی مبلغ بھیجے گئے۔نکاح بیوگان اور اصلاح راجپوتان کے لئے اس انجمن میں بھی خاص تحریک رہتی ہے۔''

(بحوالہ صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ یکم اکتوبر 1908ء تا 30 ستمبر 1909ء صفحہ 20۔21)

جلسہ احباب کاٹھ گڑھ 1909ء ضلع ہوشیار پور

''اللہ کے فضل وکرم سے نکاح بیوہ کی تحریک جوکہ احمدی راجپوتوں میں ضلع ہوشیار پور و جالندھر میں چند سال سے شروع ہوئی ہے۔کاٹھ گڑھ میں اس کی کامیابی نظر آ رہی ہے۔انہی دنوں میں سید محمد علی شاہ صاحب نے ایک بیوہ کو قرآن شریف شروع کیا۔اور اس کو اسلام کی تعلیم سکھائی اس تعلیم سے متاثر ہو کراس نے نکاح ثانی بال کسی جبر و کراہ کے کرلیا ہے۔تمام جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ احمدیہ بلڈنگ کاٹھ گڑھ میں بعد نماز عشا جمع ہوئی۔اس سے اور بھی امید ہوگئی کہ اس طرح اور بیوہ مستورات اسلام کی تعلیم سیکھ کر جوکہ نکاح کے لائق ہوں نکاح کریں گی۔ پس نکاح کی دعوت ولیمہ 27 اگست کو مقرر کی گئی۔ بیرونجات سے ضلع ہوشیار پور ضلع جالندھر کی جماعتوں کو مدعو کیا گیا۔سرمور، کریام سے احمدی احباب تشریف لائے۔احمدیہ بلڈنگ میں عبدالقیوم چوہدری غلام احمد خان کریام نے جمعہ پڑھایا۔جس میں عورتوں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی۔نماز جمعہ کے بعد عام جلسہ ہوا۔ چوہدری غلام قادر خان صاحب نے وعظ کیا اور قیامت اور ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت دیا۔عبدالسلام نے قرآن کی تعلیم پر زور دیا۔کہ اگر سورہ اخلاص کے برابر پر روز یاد کیا جاوے تو چھ سات سال میں قرآن شریف ختم ہوسکتا ہے۔ایک تقریر چوہدری جمال الدین نے کے اور دو اور احباب نے حضرت صاحب کی نظمیں سنائیں۔بعد نماز مغرب چوہدری غلام احمد خان کریام والہ نے اکٹھا مل کر کھانا کھایا۔اور دعوت ولیمہ کی فلاسفی بیان کی دعوت ولیمہ سے کیا غرض ہے اس موقعہ پر کچھ نقدی اور کپڑے نکاح کرنے والی خاتون کے لئے جمع کئے گئے بیرونجات والے بھی کپڑے اور نقدی لائے تاکہ دیگر بیوگان کو بھی نکاح کا حوصلہ اور تحریک ہو۔ آپ سب احباب ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سچا دین اسلام کا خادم بنائے۔''

(الحکم 14 و 21 ستمبر 1909ء صفحہ 4)

سوہنے خان صاحب کاٹھ گڑھی کی اخلاقی جرأت

ایڈیٹر الحکم حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی اخبار الحکم میں ایک احمدی راجپوت کے قابل تعریف ہمت کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں کہ

''رسم و رواج کی آہنی زنجیروں سے نکل آنا بھی بڑی بات ہے الحکم کے ان کالموں میں گزرے سال ایک نوجوان احمدی راجپوت چوہدری غلام قادر خان صاحب ساکن لنگڑو یہ کی اخلاقی جرائت کا تذکرہ کیا گیا تھا۔جو محض شریعت کی پاسداری کی وجہ سے اپنے نکاح سے محروم کردیا گیا تھا اور اس نے شادی

نہ کرنے کو شریعت کی خلاف ورزی پر ترجیح دی تھی۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک اس کا معاملہ زیر تجویز رہا۔ اور خیال کیا جاتا تھا کہ چوہدری غلام قادر خان شاید اپنی ہٹ سے باز آ جاوے مگر وہ نہایت استقلال سے ایک مضبوط چٹان بن کر کھڑا رہا۔ اس کی اخلاقی جرأت نے میرے مکرم بھائی چوہدری سوہنے خان صاحب ساکن کاٹھ گڑھ کو جرأت دی کہ اس نے اپنی لڑکی چوہدری غلام قادر خان کو دینے کا اظہار کر دیا۔ بظاہر یہ معمولی بات ہے مگر نہیں یہ بات بالکل غیر معمولی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بدقسمتی سے راجپوتوں میں یہ ایک رسم چلی آئی ہے کہ جہاں سے لڑکیاں لیتے ہیں وہاں دینا اپنی ہتک سمجھتے ہیں اور نہیں دیتے۔ اسی طرح سے کاٹھ گڑھ والے لنگڑو یہ لڑکیاں نہیں دیتے ورنہ ناک کٹتی ہے مگر چوہدری سوہنے خان صاحب فی الحقیقت اس موقعہ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ دکھایا ہے اس کی برادری اور دوسرے رشتہ دار شاید اس بات پر سخت مخالفت کریں گے۔ مگر انہوں نے پوری جوانمردی سے اپنی احمدیت کا نظارہ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ا ہم سب کو ایسے موقعہ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(الحکم 14 جنوری 1910 صفحہ 14)

تقریر برموقعہ جلسہ کاٹھ گڑھ 1914ء

خلافت ثانیہ کے ابتداء میں کاٹھ گڑھ میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مرکز سے علماء دین اور بزرگان شامل ہوئے۔ اس موقعہ پر حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہوئے تھے۔ آپ نے اس جلسہ میں تیسری تقریر کی۔ جس میں سکھ صاحبان مخاطب تھے۔ یہ تقریر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے بعد میں اخبار الحکم میں شائع کی تھی۔ یہ تقریر اخبار الحکم کے شکریہ کے ساتھ قارئین کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

''اسلام ایک ایسا صلح اندیش مذہب ہے جس کے اصول تمام دانشمندوں کے نزدیک حکیمانہ ہیں۔ یہی مذہب ہے جو تمام مذاہب کے بزرگوں اور ان کی الہامی کتب کی دل سے تعظیم کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ یہی زندہ مذہب کے جس پر قدم مار کر جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی لوگ زندہ خدا سے ہمکلام ہوتے رہے ہیں۔ کرشن جی مہاراج۔ گرونانک دیو جی۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرھم سب اپنے اپنے وقتوں میں خدا کے پیارے اور برگزیدہ بھگت اور نبی ہوئے ہیں

تمام مذاہب کے ماننے والے ایک خطرناک غلطی کے مرتکب ہو گئے ہیں مگر خدا نے اسلام کو اس غلطی سے محفوظ رکھا ہے اور وہ یہ کہ تمام مذاہب اور ان کے پیرو کار اپنے زندہ تعلق باللہ شرف الہامات و مکالمات کو اپنے بزرگوں تک ہی محدود رکھتے ہیں اور بعد میں آنے والی نسلوں کو ان روحانی برکات اور ثمرات سے محروم اور بے نصیب قرار دے رہے ہیں۔ مگر اسلام سکھاتا ہے کہ جب ہمارے عارضی مادی جسم کے قیام اور سرسبزی کے لئے سال بسال کی بارش لازمی ہے۔ پھر روح کے لئے جو ابدالاباد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس کی نشوونما اور تربیت کے لئے روحانی بارش (الہام) بطریق اولیٰ لازمی اور متحقق ٹھہری۔ خدا سے قطع تعلق کرنے والے جب اس قابل نہ رہے کہ خدا ان سے الہام و کلام کرے۔ انہوں نے اپنے شیشہ قلب کو مکدر پا کر اپنے نالائق اور گمراہ ہونے کا تو اقرار نہ کیا مگر یہ کہہ دیا کہ اب ہمیں (آریوں کو) الہام کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ امراض روحنیہ شرک فسق و فجور کے سیلاب نے بزبان حال چلا کر کہا کہ روحانی علاج کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی عیسائیوں نے اپنے بزرگوں کو الہام سے شرف مانا لیکن بعد میں آ کر اپنے گزشتہ یا بڑے بھائیوں کی طرح الہام کو غیر ضروری سمجھا یا انکار کر دیا اس طرح نام کے مسلمان بھی اسی غلطی کے مرتکب ہوئے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متنبہ کر دیا۔ اسی طرح گرونانک صاحب نے بھی فرمایا کہا کاش وانی ہر زمانہ میں ہوا کرتی ہے۔ اور ہونی چاہیے۔

ہم گرونانک صاحب اور کرشن جی مہاراج کی دل سے عزت کرتے اور ان کو مہاتما مانتے ہیں اگر ہم میں سے کوئی ان بزرگوں کو مسلمان قرار دیتا ہے

اوراس کی اس سے بڑھ کراور کوئی اصلیت نہیں کہ وہ بزرگ خدا کے فرمانبردار اور عاجز بندتے تھے۔ پر لفظ مسلمان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ گرونانک صاحب وکرشن جی مہاراج آج کے نام کے مسلمانوں کی طرح ٹھوٹھے پیالوں میں کھاتے اور پیتے تھے اور گندے لباس پہنتے تھے۔ اور حقہ پیتے تھے اور بڑا گوشت کھاتے تھے۔ یہ ہرگز نہیں ہے۔ مثلاً جو مسلمان ہوں میں حقہ نہیں پیتا ہوں اور نہ پیالے ٹھوٹھے میں کھاتا پیتا ہوں۔ اور نہ بڑا گوشت کھاتا ہوں ان باتوں سے کوئی مسلمان (خدا کا فرمانبردار) نہیں بنتا۔ مسلمان بنناتو اپنی خواہشوں کو خدا کی رضا پر قربان کر دینے کو کہتے ہیں۔ پس ہماری سکھ صاحبان سے لفظی نزاع ہے ورنہ مفہوم میں دونوں قومیں متفق ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ گرونانک صاحب خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے۔ اور ہماری طرح نماز گذارتے تھے۔ جسے چولا صاحب پر آپ لکھ کر سکھوں کو دے گئے ہیں۔ ہمارا بھی یہی مطالبہ ہے کہ آپ صاحبان مسلمان ہرگز نہ بنیں نہ مسلمانوں سے کھائیں پئیں۔ نہ بڑا گوشت استعمال کریں نہ اُن سے شادی رشتہ کریں۔ مگر اتنا ضرور کریں کہ گرونانک صاحب کی طرح حج کعبۃ اللہ کا کریں۔ فقیروں پیروں سے مستفیض ہوتے رہیں اور پنے گرو صاحب کی طرح وہی طریق پرستش اختیار کریں۔ جو انہوں نے پسند کیا اور چولا صاحب میں لکھ گئے اور تناسخ اور ارواح و مادہ کے بارے میں جو عقائد اسلام کے ہیں وہی تسلیم کریں جو گرونانک صاحب نے گرنتھ صاحب کے حصہ جب جی صاحب میں لکھ دئے ہیں۔ بیشک آپ صاحبان جو ہیں وہی رہیں مگر اعمال گرونانک ؒ کے کریں اور عقائد ان ہی کے تسلیم کریں۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ گرنتھ صاحب سارے کا سارا گرونانک صاحب کی تحریر یا تصنیف ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں کیونکہ آپ کے بعد دوسرے چند گرو گدّی نشین ہوئے وہ بھی شبد بنا بنا کر گرنتھ صاحب میں شامل کرتے گئے۔ حتی کے بعض شبدوں کے انجام پر نانک کا نام بھی لگا دیا گیا ہے جو گرونانک کی تصنیف ہرگز نہیں ہیں اور اس بیان سے تمام سکھ صاحبان کا اتفاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گرنتھ صاحب میں بعض شبد ایک دوسرے کے نقیض اور مخالف ہیں۔ اور وہ یہ ہے جب جی صاحب جسے سکھ صاحبان بطور نماز کے پڑھتے ہیں۔ اور ہزاروں کو یہ حصہ گرنتھ صاحب کا ورد زبان ہے۔ اس میں بوجہ تواتر تاریخی کے کوئی تحریف ور بدیل وقوع میں نہ آئی۔ لہذا ان اشعاروں میں آپ کوئی ایسا شبد نہ پاؤ گے جو تعلیم قرآن واسلام کا مخالف اور مکذب ہو۔ ان دوسرے گدے نشین گرووں کے بعض اشعار جو دوز زمانہ اور پولیٹیکل حالات سے متاثر ہو گئے تھے باقی حصہ گرنتھ صاحب ایسے شبد ضرور موجود ہیں۔ جنہیں کہیں اسلام کی تائید اور کہیں تکذیب کیگئی ہے۔ مگر اول حصہ گرنت صاحب کا (جب جی صاحب) گرونانک صاحب کی اصل تصنیف بلاکم وکاست ہے اور سکھوں پر روزہ نماز میں دہرانی پڑتی ہے اس میں کمی وبیشی وقع میں نہیں آئی۔ لہذا گرونانک صاحب کے اصل پنتھ کا حال اسی حصہ گرنتھ صاحب سے معلوم کرنا چاہیے اگر اس طریق تطبیق کو تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر کوئی عقلمند ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ ایک ہی سرچشمہ اور منبع سے دو نقیض عقیدے اور باہمی مخالفت رکھنے والے اشعار نکلے ہوں اور دوسرا طریق تطبیق کا یہ ہے گرونانک صاحب نے جو اوائل عمر میں اشعار بولے تھے ان کا آخری عمر کے اشعاروں سے اختلاف ہے یہ اس لئے ہوا کہ آپ کی ابتدائی عمر گذرنے کے بعد جب آپ کو دودراز اسلامی ممالک میں سیر کرنا پڑا۔ اور پیر وفقیر اور اولیاء کے مقابر پر چلہ کشی کرنی پڑی تو اس وقت آپ کے خیالات اور اعتقادار پر انقلاب عظیم آ گیا تھا۔ اس لئے لازمی تھا کہ اوائل عمر کے شبد آخری عمر کے شبدوں سے مخالف ہوں۔ پس گرنتھ صاحب کے اشعاروں کے نفس مضامین میں بعض جگہ جو اختلاف موجود ہے اس کی وجہ مذکورہ بالا وجوہات میں سے ایک نہ ایک وجہ ہے۔ اب ہم ذیل میں جب جی صاحب کے چند اشعاروں سے گرونانک دیو جی کے دھرم کا پتہ لگاتے ہیں اور جب جی صاحب ایسا ہی تحریف وتبدیل سے پاک ہے۔ جیسے چولا صاحب

ردتناسخ

حکمی ہوون آکار حکم نہ کہیا جائی	حکمی ہوون جیئہ حکم ملے وڈیائی
حکمی اُتّم نیچ لکھ سُکھ پایئے	اکناں حکمی بخشیش اک حکمی سدا بھوامیئہ

(گرنتھ صاحب جی آد صفحہ 1 جب)

خدا کے حکم (کُن) سے مختلف صورتیں عطا کی جاتی ہیں۔ پھر اس حکم کی کنہہ کو کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ خدا کے حکم سے ہی ارواح پیدا ہوتی ہیں۔ اور اسی کے حکم سے بزرگی اور مرتبت پراپت (حاصل) ہوتے ہیں۔ حکم الٰہی سے ہی اعلیٰ اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے حکم سے لوگوں کو رنج و راحت نصیب ہوتا ہے بعضوں کو محض حکم (کن) سے عطیہ مل جاتا ہے۔ بعض حکم الٰہی سے عمر بھر سرگردان ہو کر خاک چھانتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا شبدوں سے صاحب ظاہر ہے کہ گرونانک صاحب ارواح یعنی جیو کو غیر مخلوق نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ خدا کی مخلوق یقین کرتے تھے۔ جو اسلام کی تعلیم ہے۔ پھر لوگوں کو ایک دوسرے پر بڑائی اور بزرگی عطا کرنا اور کسی کو امیر کسی کو غریب بنانا گذشتہ جون کے اعمال اور اور ارواح کے کرموں اور گنوں کا نتیجہ نہیں گردانتے۔ بلکہ کسی کو بادشاہ بنانا کسی کو غریب کر دینا خدا کی مرضی اور امر کن کے ماتحت عمل میں آ رہے ہیں۔ پس صاف ثابت ہوا کہ گرونانک صاحب تناسخ اور ارواح کے انادی ہونے کے قائل اور معتقد نہ تھے۔ جیسے کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔

دائمی نجات

نانک بھگتاں سدا وگا	سنیئے دکھ پاپ کاناس
منّے موہنہ چوٹا نہ کھائے	منے جم کے ساتھ نہ جائے

(گرنتھ صاحب جب صفحہ 2۔3)

اے نانک خدارسید بزرگوں کا ہمیشہ کا آرام (جنت) مل جایا کرتا ہے۔ اور اس بات کو غور سے سن لو کہ ان کے دکھ اور پاپ اور گناہ اور عذاب کا ہمیشہ کے لئے ناش ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ جنت میں رہتے ہیں

جو درحقیقت خدا پر ایمان لاتا ہے وہ خسران اور نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور جو مومن ہوتا ہے اس کا تعلق ملک الموت سے نہیں رہے گا۔ (الا یذوقون الا موتهه الاولیٰ) یعنی جو لوگ خدا کے برگزیدہ مومن ہوتے ہیں وہ مر کر پھر ملک الموت کے ہاتھ سے بار بار کٹے بلیاں بننے کے لئے موت کا عذاب بار بار نہیں چکھیں گے۔ مسلمانوں کا ایمان ہے اور قرآن کی تعلیم ہے کہ جنت دائمی ہے اور جو لوگ بہشت میں جاویں گے وہ ہمیشہ راحت اور خوشی میں رہیں گے ان کے گناہ اور عذاب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر برعکس اس کے ہندوؤں اور آریوں اور سکھوں کا یہ خیال ہے کہ تناسخ ٹھیک ہے کہ ارواح کا مختلف قالبوں میں اوتار لینا اور بار بار مرنا جینا تناسخ کے عقیدہ کے مطابق جائز اور درست ہے۔ مگر گرونانک صاحب نے بتلا دیا کہ یہ عقیدہ باطل ہے حق وہی ہے جو قرآن اور اسلام سکھاتا ہے۔ جو ہم نے جب جی سے نقل کیا ہے۔

کُن فیکون

کیتا پساؤ ایکو کواڈ	تسنے ہوئے لکھ دریاؤ
قدرت کون کہاں ویچار	واریا نہ جاوں اک دار
جو ندگ بہاوے سائیں پہلی کار	توں سدا سلامت نرنکار

(گرنتھ صاحب جب صفحہ 4)

خدا کے ایک کن سے یہ ساتی کائنات وجود پذیر ہوگئی ہے اس سے بیشمار دریاء اور جو کچھ ان میں ہوتا ہے سب پیدا ہو گئے ہیں۔ کون ہے جو اس کی قدرتوں کا حد بست کرسکتا ہے کہاں ہر وہ شخص جو اس طاقت کا احاطہ کرسکتا ہے یا زعم میں بھی لاسکتا ہے۔ میں (نانک) تو اس قابل بھی نہیں ہوں کہ ایک دفعہ بھی اس پر قربان ہوسکوں یعنی می ہیچ محض ذرہ بے مقدار ہوں۔ جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہی دنیا میں ہوتا ہے یعنی جب تک کوئی امر آسمان پر طے نہ ہوئے زمین پر بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ اے نرنکاری نو اپنی طاقتوں اور اوصاف میں ہمیشہ یکساں اور زوال اور تغیر وتبدل سے پاک ہے یعنی اس کی صفات ازل سے یکساں کارگر ہیں ان میں سے کسی صفت تکلم یا سمع یا بصر کو تعطل جائز نہیں ہے۔

اب اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ارواح اور مادہ عدم محض سے خدا کے ایک کن سے وجود پذیر ہوا ہے اس کی قدرتوں کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ (لا تدرك الابصار وهو يدرك الابصار) اور خدا کی حکومت زمین وآسمان میں جاری وساری ہے اور خدا حی و قیوم سمیع و بصیر اور متکلم ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ آریوں کے ایشور کی طرح اب وہ بے زبان ہوگیا ہے اسی طرح اور بہت سے شبد ہیں جو قرآن کی آیتوں کا ہو بہو ترجمہ ہیں۔ اور کوئی مضمون گرنتھ صاحب کا ایسا نہیں ہے۔ جو قرآن میں بالتصریح اور اعلیٰ پیانہ پر بیان نہ کیا گیا ہو۔ اور ہم علی الاعلان دعویٰ کرتے ہیں کہ گرنتھ صاحب کے خاص کر عمدہ شلوک اور نصیحتیں قرآن شریف سے لے کر ترجمہ کی گئی ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ کوئی سکھ ودوان سردار کوئی ایسی نصیحت گرنتھ صاحب سے نکال کر پیش کرسکے جو قرآن شریف میں وہی یا اس سے بہتر موجود نہ ہو۔ یہ اس لئے ہے کہ گرونانک صاحب قرآن شریف سے فیض یافتہ تھے۔ پھر قرآن شریف کو ترک کر کے اور کہاں سے سیکھ کر بیان کرتے تھے۔

مسلمان کہاون مشکل جاں ہوئے تاں مسلمان کہائے
ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکائے

(گرنتھ صاحب صفحہ 192 شلوک محلہ 1)

مسلمان کہانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں کو خدا کی رضا پر قربان کردینے کا نام اسلام ہے سو جو کوئی سچے دل سے قولاً وفعلاً ایسا کر کے دکھاتا ہے وہی مسلمان ہے۔ پس جو کوئی اس طریق سے سچ مچ خدا کا فرمانبردار ہوجاتا ہے وہ مرنے جینے کے چکر اور اواگون یعنی تناسخ کے ادھام باطلہ سے رہائی پاجاتا ہے

حضرت مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی گرنتھ صاحب میں

آپ صاحب تعجب کریں گے کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم مثیل مسیح یا مثل عیسیٰ کی پیشگوئی صریح الفاظ میں گرنتھ صاحب دسویں بادشاہی میں موجود ہے جو ایک سکھ بھائی کورویا میں بتلائی گئی۔ جو ہدیہ ناظرین ہے

پُن راچھس کا کاماسیسا	سری اسیکت جگت کے عیسیٰ
پوہ بنگلنت ے بھئی	سہن ان ودہائیدی
دھن دھن لوگن کے راجا	دشٹن واہ غریب نواجا

(گرنتھ صاحب دسویں پاتشاہی نت نیم)

ترجمہ: ایک شریف النسل سردار جو بڑا بہادر ہوگا اور جگت کے عیسیٰ ہونے کا مدعی ہوگا۔ اس کا ایک راکشس یعنی دشٹ انسان سے مقابلہ ہوگا۔ جسے انجام کار وہ ہلاک کر دے گا۔ اس واقعہ کے بعد پھولوں کی بارش آسمان سے ہوگی۔ اور لوگ دور دور سے آکر جگت کے عیسیٰ (مسیح الخلق) کو مبارکباد دیں گے۔ اور عرض کریں گے دھن مہاراج! آپ لوگوں کے راجا ہیں۔ دشٹوں کو تباہ کرنے والے ہیں اور غریب مسکین لوگوں لوگوں کی رکھشا کرنے والے ہیں۔

اب مذکورہ بالا ترجمہ سے ظاہر ہے کہ ایک شخص جو مثیل مسیح ہونے کا دعوے دار ہوگا۔ اس کا ایک دشمن دینی (لیکھرام) سے مقابلہ اور مباہلہ ہوگا جس میں جگت کا عیسیٰ (یا مسیح الخلق عدوانا) فتحمند ہوکر دشٹ کا سر کاٹ ڈالے گا۔ اور اس فتح اسلام پر لوگ آپ کو مبارک باد دیں گے جیسا کہ 1897ء کو واقعہ ہوا۔ سکھوں کا یہ کہنا کہ عیسیٰ سے مراد ایشور لیں گے بالکل بیجا اور دور از عقل وقیاس ہے۔ کیونکہ عیسیٰ نبی کا نام ایسا مشہور ومعروف ہے جیسے بجز کسی ضدی ناخواندہ کے انکار نہیں کرسکتا۔ علاوہ ازیں یہ بھی ظاہر ہے کہ خدا کا کسی دشٹ سے یُدھ یا کشتی نہیں ہوا کرتی۔ اور نہ لوگ لوگ دور دور سے آکر پرمیشور کو ودھائی (مبارکباد) دیا کرتے ہیں۔ دشٹن واہ غریب نواجا یعنی جگت کا عیسیٰ دشٹوں کا تباہ کرنے والا (قاتل الخنزیر) اور غریب لوگوں کی رکھشا کرنے والے (رودر گوپال) دیکھو بھا گوت گیتا) ہوگا۔ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر رودر گوپال کلمات دژتن واہ غریب نواجا جو محمدؐ کرشن جی اور گرو گوبند سنگھ کو پرکاش ہوئے ایک ہی سرچشمہ سے لوگوں کی ہدایت کے لئے پرکاش ہوئے۔

(بحوالہ اخبار الحکم قادیان مورخہ 28 جون۔ 7 جولائی 1914ء صفحہ 14۔15)

مباحثہ کاٹھگڑھ۔ مابین مولوی عبداللہ صاحب امرتسری اور جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ

چوہدری نور محمد صاحب ساکن حسن پور نے جو انجمن احمدیہ کاٹھ گڑھ کے ایک مخلص اور جوشیلے ممبر ہیں۔ غلام محمد غیر احمدی سے موضع لکھے وال (جو کاٹھ گڑھ سے چار کوس کے فاصلے پر ہے) میں وفاتِ مسیح پر یکم جنوری 1916ء کو بحث مقرر کی۔ مباحثہ کی اطلاع اردگرد کے تمام گاؤں میں ہوگئی اور لکھے وال کے نمبردار نے تھانہ میں اطلاع دے دی کے یہاں احمدی جماعت احمد غیر احمدیوں میں یکم جنوری 1916ء کو بحث ہونے والی ہے اس لئے مباحثہ کے انتظام اور امن قائم رکھنے کے لئے آپ دو سپاہیوں کو تعینات فرما دیں۔ سب ڈویزنل آفیسر صاحب نے نہایت مہربانی سے ازراہ کرام تھانیدار صاحب اور دس سپاہیوں کو مباحثہ کے انتظام کے لئے مقرر فرما دیا۔ تھانیدار صاحب بمعہ سپاہیوں کے گارڈ کے 31 دسمبر 1915ء کو بوقت شام موضع لکھے وال پہنچ گئے۔ اور عبدالسلام اور شیخ رحمہ اللہ عمر الدین ساکنان کاٹھ گڑھ اور جناب چوہدری مولوی عبدالطیف آف گناچور کو چوہدری نور محمد صاحب کے ہاں ٹھہرے اور صبح 9 بجے قریب لکھے وال پہنچ گئے اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی عبداللہ صاحب مولوی فاضل دس بجے کے قریب موضع لکھے وال میں پہنچ گئے۔

ہم نے مولوی صاحب کی خدمت میں لکھا کہ آپ آکر ہمارے ساتھ وفات مسیح کے مسئلہ پر بحث کرلیں۔ انہوں نے بہت دیر کے بعد ہمارے رقعہ کا جواب دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بحث کرنا نہیں چاہتے اور وقت کا ٹالنا چاہتے ہیں آخر انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم ہار گئے تو ہم کو دوسو روپیہ دینا یا محمدی ہو جانا۔ ہم نے یہ شرط بھی منظور کرلی جو شرط وہ پیش کرتے رہے ہم منظور کرتے رہے۔ جب ہم ایک بات منظور کر لیتے تو وہ دوسری بات لکھتے تھے۔ ہم وہ بھی منظور کر لیتے تھے اسی طرح انہوں نے بہت سا وقت ضائع کر دیا لوگ بحث سننے کے لئے بہت منتظر بیٹھے تھے ایک ہزار سے کچھ اوپر لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اور گاؤں کے کسی مکان میں ان کی گنجائش نہ ہوسکی اس لئے باہر کھلے میدان میں مباحثہ تجویز ہوا۔ دونوں طرف بالمقابل میز لگائے گئے۔ احمدی جماعت کی طرف سے عبدالسلام کو پریذیڈنٹ منتخب کیا گیا اور ان کی طرف سے منشی نبی بخش صاحب پریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔

پہلے مولوی عبدالطیف صاحب نے نصف گھنٹہ تقریر کی فلما توفیتنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ کیونکہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے لاعلمی ظاہر کررہے ہیں۔ اگر وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لاتے تو قیامت کے دن یہ نہ کہتے کہ مجھے ان کے بگڑنے کی اطلاع نہیں ہے هل كنت الا بشر الرسول سے ظاہر ہے کہ کوئی انسان آسمان پر نہیں جاسکتا۔ یا عیسیٰ انی متوفیك سے بیان فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ہر طرح سے وفات مسیح کو ثابت کیا۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ صاحب مولوی فاضل نے 7 منٹ تقریر کی۔ اور کہا وفات کے معنی نیند کے بھی ہیں۔ اور موت کے بھی ہیں۔ اس کے بعد جناب مولوی عبدالطیف صاحب نصف گھنٹہ تقریر کی اور مولوی عبداللہ صاحب چار پانچ منٹ بولنے کی تکلیف فرماتے رہے اور مولوی عبدالطیف صاحب اپنے وقت میں نصف گھنٹہ تقریر فرماتے رہے۔ دو تین گھنٹہ تک بحث ہوتی رہی۔ جناب مولوی عبدالطیف صاحب کی تقریر عام فہم اور فصیح ہوتی تھی آپ کھول کھول کر قرآن شریف سے بیان فرماتے تھے۔ اس لئے ان کی تقریروں نے عام لوگوں پر بہت اچھا اثر کیا۔ فالحمدللہ۔ سب لوگ پکار اٹھے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ آپ کے پریذیڈنٹ صاحب نے بھی کہا کہ ہم وفات مسیح کو مانتے ہیں۔ اس لئے دوسرے دن حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر بحث مقرر کی گئی۔ اور مولوی عبداللہ صاحب کو کھلی اجازت دی گئی۔ جس مسئلہ پر چاہیں ہمارے ساتھ بحث کرلیں جب مباحثہ شروع ہوا تھا تو مولوی عبداللہ صاحب نے کہا تھا کہ فیصلہ پبلک رائے پر ہوگا۔ آخر میں ہمارے بھائی چوہدری نور محمد احمدی نے کہا کہ اب پبلک رائے کی جاوے۔ تو مولوی عبداللہ صاحب نے کہا پبلک رائے لینے کی ضرورت نہیں۔

رات کے وقت ہم لکھے وال میں ہی اپنے احمدی بھائی الہ بخش صاحب ہاں ٹھہرے جو بہت ہی خاطر تواضع سے پیش آئے رات کو کچھ عورتیں وعظ سننے کے لئے جمع ہو گئیں۔ اس لئے مولوی عبدالسلام صاحب نے عورتوں کو وعظ کیا۔ کہ نماز پڑھا کرو۔ قرآن شریف پڑھو۔ بدرسوم چھوڑ دو۔ نکاح بیوگان اور چھت مکان کے توڑنے کی تحریک کی۔

دوسرے دن 2 جنوری 1916ء کو ساڑھے 11 بجے بحث شروع ہوئی۔ احمدی جماعت کی طرف سے بابو محمد سلطان صاحب ساکن روپڑ پریذیڈنیٹ منتخب ہوئے۔ پہلے تقریر مولوی عبداللہ صاحب نے کی اور حدیث شریف سے دجال کے علامات پڑھیں اور کہا کہ دجال کانا ہوگا۔ اور لوگوں کو مارے گا اور زندہ کرے گا۔ اور بہت سے خدائے کام کرے گا۔ جناب مولوی عبدالطیف صاحب نے جواب دیا کہ آپ احادیث کے ایسے معنی کیوں کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مخالف ہوں اور اللہ تعالیٰ صفات کے برخلاف ہوں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے مولوی عبدالطیف صاحب کے باتوں کا جواب نہ دیا کچھ غیر متعلق باتیں کرتے رہے مولوی عبداللطیف صاحب نے حضرت صاحب کا دعوی اور دلائل لوگوں کے کانوں تک اچھی طرح سے پہنچا دیئے مگر جب چوہدری مولوی عبدالطیف صاحب کی آخری تقریر کا وقت آیا تو چند شوریدہ سر ملاؤں نے شور مچایا کہ ہم تقریر سننا نہیں چاہتے۔ تمام لوگ جو دور دور کے گاؤں سے آئے ہوئے تھے۔ وہ آپ کی تقریر سننا چاہتے تھے ملاؤں نے لوگوں کو بہت کہا تم چلے جاؤ مگر لوگ نہ گئے۔ اور مولوی صاحب کی تقریر سننے کی مشتاق رہے لیکن ملاؤں نے بہت شور مچایا اس لئے مولوی صاحب کی آخری تقریر نہ ہوسکی۔

آخر میں مولوی عبدالسلام صاحب نے مختصر الفاظ میں لوگوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے یہ گورنمنٹ ہمارے سر پر قائم کی یہ کس قدر منتظم اور پرامن گونمنٹ ہے اس وقت ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی امداد کریں اور جو لوگ جوان ہیں اور فوجی خدمات کے قابل ہیں۔ وہ فوجوں میں بھرتی ہو جاویں اور جو اس قابل نہیں ہیں وہ گورنمنٹ کی امداد میں روپیہ خرچ کریں اور اس کی نصرت اور امداد کے لئے دعائیں کریں اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

تھانہ دار صاحب نے جلسہ میں بہت عمدہ انتظام رکھا۔سپاہی وردی پہنے جلسہ گاہ میں موجود تھے۔اور تھانہ دار صاحب بھی جو ایک شریف الطبع اور کارکن اور منتظم آدمی ہیں موجود رہتے تھے۔

ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں جس کے فضل اور احسان سے مباحثہ بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح دی۔عام لوگوں میں چرچا تھا۔مرزائی جیت گئے۔اور پھر مہربان گونمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے ہماری حفاظت کے لئے پولیس کا انتظام فرمایا۔

(الفضل 11 جنوری 1916ء صفحہ 8۔9)

کاٹھگڑھ میں حضرت چوہدری غلام محمد خان صاحبؓ کی مساعی

ڈاکٹر غلام احمد صاحب تمغہ پاکستان اپنی کتاب ''حضرت چوہدری غلام محمد خانؓ گرداور قانونگو اور اُن کی اولاد'' میں کاٹھ گڑھ کے علاقہ میں اپنی تعنیاتی اور اور دیگر امور کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ

''میں ضلع لدھیانہ نے ضلع ہوشیار پور کے بندوبست میں تبدیل ہو گیا۔پہلے گھر کے قریب ہی تقرر ہوا تھا۔بعد میں مجھے گڑھ دیوالہ و دسوہا میں تبدیل کر دیا گیا۔دو تین اور جگہوں پر تعین کے بعد تبدیلی کاٹھ گڑھ ہو گئی۔وہ مقام بہت دور تھا۔میں وہاں جانا نہیں چاہتا تھا۔میں ہوشیار پور پہنچا۔مہتمم بندوبست سے ملاقات نہ ہو سکی۔راجہ علی محمد پیشی میں تھے۔انہوں نے حکم تبدیل کرانے کی کوشش کی لیکن مہتمم صاحب انکاری ہو گئے۔اور کہا اگر میں اتنی جلدی اپنے احکامات بدلا کروں تو دنیا کیا کہے گی؟ ناچار میں کاٹھگڑھ پہنچا۔وہاں جا کر معلوم ہوا کہ نائب تحصیل دار و تحصیل نے مل ملا کر ایک ہندو کا تقرر وہاں کرالیا ہے۔وہاں جا کر خوب جھگڑا ہوا۔چوہدری غلام احمد خاں مرحوم کے والد چوہدری عبدالرحمٰن خاں کہتے تھے۔ہندوؤں نے مل ملا کر یہ شرارت کی ہے۔آپ ضرور کاٹھگڑھ کے علاقہ کا چارج لیں۔آخر انہوں نے جھگڑے سے تنگ آ کر کہہ دیا کہ حلقہ کاٹھگڑھ کے علاقہ کا چارج لے لُوں۔

کاٹھگڑھ کے ایک دوست نے بتایا کہ شیخ محمد حسین گرداور (حال ریٹائرڈ قادیان) نے تنگ آ کر یہاں سے اپنا تبادلہ کرالیا ہے۔وہ صرف احمدی ہے تھے۔تُم سے ہمارا تعلق برادری کا بھی ہے۔دوسرا حلقہ کاٹھگڑھ کے ساتھ ہی وہاں چلے جائیں تو اچھا ہوگا۔غرض کہ نائب تحصیل دار جو کاٹھگڑھ کے تھے مان گئے تو میں نے دوسرے حلقہ کا چارج لے لیا۔اور موضع بچھوان میں جا کاٹھگڑھ سے دو تین میل کے فاصلہ پر تھا۔رہنے لگا۔

ماہ رمضان نزدیک آ رہا تھا۔عین ان دنوں میرا نوکر بھاگ گیا۔بڑی تشویش ہوئی مگر ایک بوڑھی نائن نے التجا کی کہ وہ کھانا پکا کر دیا کرے گی۔اُس نے میرا کھانا مفت پکانے کی ہامی بھر لی۔اس طرح اُس نے مجھے ایک ایسا سبق دیا جو میری ساری بقایا زندگی میرے کام آیا۔اور آئندہ بھی کام آتا رہے گا۔میں نے اس کے صلہ میں اُسے احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی۔چند دنوں میں وہ احمدی ہو گئی اور اس کی بیعت بھی منظور ہو گئی۔اب وہ کہتی میرا خاوند بہت ضدی ہے۔آپ کے جانے کے بعد مجھے تنگ کرے گا۔خدا کرے کہ جب تک آپ یہاں ہیں میں زندہ رہوں۔خدا مجھے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے اٹھا لے۔یہ عجیب دُعا تھی۔میرے تبادلہ سے چند روز بعد وہ فوت ہو گئی۔اور میں نے کاٹھگڑھ میں اُس کا جنازہ پڑھا۔

نمبردار کے حق میں دعا

اس گاؤں میں فتح نامی ایک نمبردار تھا۔اور وہ بہت خدمت گذار اور متواضع شخص تھا۔ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا اور اُس کے گھٹنے میں شدید درد تھا۔میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا میں نے اُس کے لئے دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر میری دعا قبول فرمالی۔اور مجھے بتایا کہ مسجد کا تیل اُس کے ذمہ تھا۔اُس نے مسجد کو تیل مہیا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔اب وہ باقاعدہ تیل مہیا کیا کرے۔مجھے اس بات کا علم نہ تھا۔ واپسی پر میں اُس کے گھر کے سامنے سے گزرا۔تو اُس کو

ساری بات بتادی اُس نے تیل مہیا کرنے کا اقرار کیا۔ تو اُس کو بالکل آرام آ گیا۔ حالانکہ وہ کئی دن سے چار پائی پر پیشاب اور پاخانہ کرتا تھا۔ وہ اُسی شام اٹھ کر گاؤں میں چلنے پھرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کا عجیب کرشمہ تھا۔ میں دوسرے دن نماز ظہر پڑھ کر واپس آیا تو نمبردار کہنے لگا کہ اب پھر چند منٹ سے درد شروع ہے۔ میں نے رب کل شئی خادمک پڑھ کر ہاتھ پھیرا تو اُسے بالکل آرام آ گیا۔''

(حضرت چوہدری غلام محمد خان گرداور قانونگو اور اُن کی اولاد صفحہ 28۔29)

1919ء میں کاٹھگڑھ میں ورنیکلر مڈل اسکول کا اجراء

24 مارچ 1919ء کی شام کو کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور میں احمدیہ ورنیکلور مڈل اسکول جاری کرنے کے متعلق ایک عام جلسہ ہوا۔ احمدی اور غیر احمدی مسلمانوں کے علاوہ بہت سے آریہ صاحبان بھی شریک جلسہ ہوئے۔ شیخ محمد اسماعیل صاحب بی اے بی ٹی اسسٹنٹ سیکریٹری تعلیم وتربیت قادیان نے احمدیہ مدرسہ کے جاری کرنے کی اہمیت پر ایک گھنٹہ تک تقریر کی اور بعد ازاں چوہدری محمد حسین صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ و چوہدری عبدالمنان صاحب نے اس مضمون پر مختصر طور پر کچھ بیان کیا۔ بلآخر یہ فیصلہ ہوا کہ یکم اپریل 1919ء سے ورینکول مڈل سکول جاری کردیا جائے۔''

(الفضل قادیان 8 اپریل 1919ء صفحہ 2)

1920ء میں کاٹھ گڑھ کے ہندو مسلم فساد کا پس منظر

1920ء میں کاٹھگڑھ میں گائے کی قربانی کے حوالہ سے ایک فساد ہوا۔ اس کا پس منظر اور ساری تفصیل قارئین کے لئے درج ہے۔

اس حوالہ سے حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ

''سالہا سال سے ہم گائے کی قربانی کرتے ہیں۔ اور روپڑ جو کاٹھ گڑھ سے 11 میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں سرکاری احاطہ میں کرا کرلایا کرتے ہیں لیکن اس سال ہم نے ارادہ کیا کہ ایک ارادہ کیا کہ کاٹھ گڑھ میں ہی گائے کی قربانی کرلی جاوے۔ کیونکہ آج کل ہندوؤں اور مسلمانوں کا اتفاق ہوگیا ہے اس لئے وہاں سے گوشت لانے میں ہندو بھائیوں کی دل آزاری ہوتی ہے اور چونکہ آجکل گرمی کا موسم آ گیا ہے اور گوشت وہاں سے لاکر کھانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس لئے ہم نے جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع ہوشیار پور کی خدمت میں درخواست دی کہ ہمیں یہاں ہی اجازت مل جاوے لیکن وہ ہماری درخواست نامنظور ہوئی۔ اس لئے ہمیں روپڑ ضلع انبالہ میں جو دریائے ستلج کے پار ہے جانے کے لئے تیاری کرنی پڑی۔ اور جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب کے خدمت میں لکھا ہے کہ اگر کاٹھ گڑھ میں ہمیں قربانی کی اجازت مل جائے تو ہمیں کسی انتظام کی ضرورت نہیں ہم خود انتظام کرلیں گے اور اگر ہم نے روپڑ ہی جانا ہے تو ہمارے ساتھ پولیس کا کافی انتظام کیا جاوے۔

چنانچہ ہماری درخواست پر سپرٹینڈنٹ صاحب پولیس نے بھائی ایشیر سنگھ صاحب انسپکٹر پولیس و چوہدوری سردار علی خان صاحب سب انسپکٹر پولیس اور ایک ہیڈ کانسٹیبل ایک گارڈ کو بھیج دیا اور ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع ہوشیار پور نے تحصیل دار صاحب تحصیل گڑھ شنکر کو بھی اس انتظام کے لئے بھیج دیا۔

26 اگست 1920ء کو بعد نماز بقرعید جب ہم روپڑ جانے کے لیے تیار ہوئے تو بھائی ایشیر سنگھ صاحب انسپکٹر پولیس کی خدمت میں استدعا کی کہ آپ پولیس گارڈ کو ہمارے ہمراہ روپڑ تک بھیج دیں۔

لیکن بھائی ایشیر سنگھ صاحب نے انکار کردیا کہ گاڑی تمہارے ساتھ نہ جاوے گی۔ ہم اس حکم کو سن کر بہت حیران ہوئے اور ہم نے ارادہ کرلیا کہ جب بھائی ایشیر سنگھ صاحب ہمارے لئے حفاظت کا انتظام نہیں کرتے ہیں تا ہم روپڑ نہ جاویں گے۔ پھر ہم نے اپنے بھائی عبدالحمید کو بھیجا کہ ہمیں راستہ

میں خطرہ ہے۔ آپ گارڈ کو ہمراہ بھیج دیں لیکن آپ نے انکار کیا کہ گارڈ تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاوے گی۔ اور کہا کہ تمہارے ساتھ صرف سب انسپکٹر پولیس اور ایک ان کا اردلی جاوے گا۔

آخر طوعاً وکرہاً ہمارے چار آدمی دو گائیں کو روپڑ ذبح خانہ میں ذبح کرانے کے لئے لے کر چلے۔ جب ہم کاٹھ گڑھ سے دو تین میل کے فاصلہ پر چلے گئے تو تین سو ہندو جاٹوں نے حملہ کیا۔ ہمارے دو آدمی چوہدری محمد حسن خان صاحب و چوہدری محمد علی خان جو آگے جا رہے تھے۔ ان سے گائیں چھین لیں ان کے ہمراہ سب انسپکٹر صاحب چوہدری سردار علی خاں صاحب ورحمت صاحب کنسٹیبل تھے۔ جنہوں نے ہمارے آدمیوں کو بچانے کی بہت کوشش کی اور نہایت جوانمردی سے اور کوشش سے حملہ آوروں کے حملوں سے ہمارے آدمیوں کو بچایا۔ لیکن اتنی بڑی بھیڑ کے مقابلہ میں دو آدمی کیا کر سکتے تھے لیکن پھر بھی ہمارے دو آدمیوں کو جان سے مارے جانے سے بچا دیا اور ان کے بدن پر لاٹھیوں وغیرہ کی ضربیں تو بہت لگیں لیکن جان سے بچ گئے۔

چوہدری عبدالمنان خان صاحب جو کچھ فاصلہ پر پیچھے چلے آرہے تھے ان کو دیکھ کر ان میں سے تیس چالیس آدمی ان کی طرف دوڑے اور ان کو لاٹھیوں سے سخت مارا۔ وہ ان کو مارتے ہوئے اپنے کنوئیں پر لے گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ ہی آدمی کا رکن ہے۔ اور یہ ہی گائے کی قربانی کی تحریک کرتا ہے۔ اس لئے اس کو جان سے ماردو۔ جس طرح یہ گائے کا برا کرتے ہیں۔ اس طرح سے اس کو بھی ایک مکان کے اندر بند کر کے ذبح کر ڈالو۔ اور ہمیں سردار بختاور سنگھ صاحب اور کاٹھ گڑھ کے ہندو دوکانداروں نے کہا ہوا ہے کہ خون بھر دیں گے۔ اور روپیہ لگا دیں گے۔ تم ہر روز کے قضیہ سے ایک ہی دفعہ فیصلہ کرلو۔

چوتھے آدمی چوہدری عبدالحمید ی خان جو پیچھے چلے آرہے تھے۔ وہ واپس کاٹھ گڑھ کو چلے گئے۔ اور بھائی ایشر سنگھ صاحب کو اطلاع دی جو ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کررہے تھے۔ اس واقعہ کو سن کر بھائی ایشر سنگھ صاحب بمعہ گارڈ کے موقعہ پر پہنچے۔ جس جگہ کو ہمارے بھائیوں سے گائیں چھینی گئی تھیں۔ حملہ آور بھی چوہدری عبدالمنان خان کو اپنے گاؤں پنیالی اوپر کی طرف لے جارہے تھے کہ کسی آدمی نے آواز دی کہ اس کو واپس لے آؤ۔ اس آوز پر وہ چوہدری عبدالمنان خان کو بھائی ایشر سنگھ صاحب کے پاس لے آئے۔ جس وقت موقعہ پر بھائی ایشر سنگھ صاحب پہنچے۔ اس وقت اکثر حملہ آور وہاں موجود تھے۔ یکے بعد دیگرے وہ جانے لگے۔ ہم نے اُن کو منع کیا کہ تم نہ جاؤ لیکن بھائی ایشر سنگھ صاحب نے کسی کو جانے سے نہیں روکا۔ بہت سے حملہ آور چلے گئے اور بھائی صاحب خاموشی کے ساتھ چارپائی پر بیٹھے رہے۔ جس وقت تیس چالیس آدمی رہ گئے۔ اس وقت کاروائی شروع کی۔ اور مضروبین کے بیانات قلمبند کئے۔ لیکن حملہ آوروں کے بیانات قلمبند نہ کئے۔ تحصیلدار صاحب و سردار بختیار ور سنگھ صاحب آنریزی مجسٹریٹ بھی موقعہ پر پہنچ گئے۔ ان کے سامنے میّاں جٹ سکنہ پنیال نے اپنے بیان دیا کہ ہم ان کو گائے کو روپڑ نہ لے جانے دیں گے۔ اور جو شخص روپڑ کو لے جائے گا اُس کو جان سے مار دیں گے۔ اس کے بیان کو قلمبند نہیں کیا گیا۔ جو اس وقت آدمی موجود تھے۔ ان میں سے ہی ملزمین کی شناخت کرائی گئی اگر تمام حملہ آوروں کو جانے نہ دیا جاتا تو اس وقت اچھی طرح سے شناخت ہو سکتی تھی۔ حملہ آوروں کے پاس جو آلات ضرب سونٹے وغیرہ تھے وہ اُن سے نہیں چھینے گئے۔

اس وقت 29 آدمی گرفتار ہو چکے ہیں جو ضمانت پر رہا ہیں۔ بھائی ایشر صاحب کی کاروائی ہمارے لئے تسلی بخش نہیں ہے۔ ہماری درخواست پر جناب ڈپٹی کمشنر صاحب و سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے خان صاحب نیک محمد خاں صاحب کو تفتیش کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ جنہوں نے اپنی تفتیش ختم کر لی ہے۔ اب عدالت میں مقدمہ دائر ہو جاوے گا۔ ڈاکٹر صاحب شفاء خانہ گڑھ شنکر نے مضروبین کا معائنہ کیا تھا۔ اور چوہدری عبدالمنان کی بابت لکھا تھا کہ عبد المنان خان کو ضرب شدید لگی ہے۔ لیکن ملزمین نے شکایت کی کہ ڈاکٹر مسلمان ہے۔ اور ان کی قوم کا ہے۔ اس لئے سول سرجن کو معائنہ کرایا جاوے۔

ضرب کے پندرہ یوم بعد سول سرجن کا معائنہ کرایا گیا جو ایک ہندو صاحب تھے۔ انہوں نے لکھا کہ ضرب شدید نہیں ہے۔ ہڈی نہیں ٹوٹی۔ سپرنٹنڈنٹ پولس موقعہ دیکھنے کے لئے تشریف لائے تھے ان کی خدمت میں ہم نے عرض کر دیا کہ یہ وقوعہ ایک گہری سازش کے ساتھ ہوا ہے۔ اس میں سردار بختاور سنگھ صاحب آنریری مجسٹریٹ کا دخل ہے۔ اور کاٹھ گڑھ کے ہندو دوکانداروں نے اس فساد کی تحریک کی ہے۔ اور وہی فساد کے بانی مبانی ہیں اور ہندو افسران کی بے توجہی سے یہ فساد ہوا ہے۔ ہندو افسروں کو تو سرکار نے انتظام کے لئے بھیجا تھا لیکن ان کا آنا اہل ہندو کاٹھ گڑھ کے لئے مفید مطلب ہوا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اب ہمارے گھر کے افسر آ گئے ہیں وہ ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ ہندو افسر تو خود ہم سے ناراض تھے کہ تم گائے کی قربانی کیوں کرتے ہو۔ ہمارے ساتھ بحث کرتے تھے۔ انہوں نے انتظام کیا کرنا تھا۔''

(الحکم 7 اکتوبر 1920ء صفحہ 8)

ملکانہ کی شُدھی تحریک میں حصہ لینے والے موضع کاٹھگڑھ کے احباب

1۔ عبدالجلیل خاں صاحب کاٹھگڑھی از اخبار ''الفضل'' 6/اپریل 1923ء۔

2۔ چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیار پور از اخبار ''الفضل'' 6/اپریل 1923ء۔

3۔ فوجدار خاں صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیار پور از اخبار ''الفضل'' 6/اپریل 1923ء

4۔ فیروز خاں صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیار پور از اخبار ''الفضل'' 6/ اپریل 1923ء۔ (والد ماجد رانا نعیم الدین صاحب)

5۔ محمد علی خاں صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیار پور از اخبار ''الفضل'' 6/اپریل 1923ء اس کے علاوہ اخبار ''الفضل'' 26 فروری 1931ء میں مرقوم ہے کہ مندرجہ ذیل احباب نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت دیا یعنی حصہ وصیت بڑھا دیا۔ عبدالجلیل خاں صاحب پوسٹل کلرک مزنگ لاہور۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی آمد کاٹھگڑھ میں

جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کی طرف سے بحضور حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ السلام عرض کیا گیا تھا کہ حضور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو فرما دیں کہ تعلیم الاسلام مڈل سکول کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھیں۔ چنانچہ 2 مارچ 1924ء کو جماعت کو اطلاع ملی کہ صاحبزادہ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ اسی وقت بعض دوست گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت صاحبزادہ صاحب کو کاٹھ گڑھ سے چار پانچ میل کے فاصل پر ملے۔ اور باقی دوستوں نے سکول کے طلباء نے گاؤں سے باہر استقبال کیا۔ حضرت صاحب کی تشریف آوری کی اطلاع پا کر بہت سی جماعتیں جمع ہو گئیں۔ جماعت کریم پور، چک لوہٹ، حسن پور، سبھو وال، رقر پور، لنگڑ و یہ، کریام، رائے پور متون، شیر پور وغیرہ

بہت سے دوستوں کا خیال تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ہمارے گھر تشریف لے جاویں۔ تا کہ آپ کے قدم مبارک سے ہمارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل نازل ہو۔ اس لئے آپ احمدی احباب کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ سب احباب نے نذرانے پیش کئے۔ 2 بجے شاک کے سکول کی کمیٹی ہوئی۔ جس میں آئندہ کے لئے تجاویز ہو کر پاس ہوئیں۔

بہت سی عورتیں اور مرد جمع ہو گئے تھے۔ عورتیں مسجد کے کمرہ میں بیٹھ گئیں۔ اور مرد باہر بیٹھ گئے۔ اور حضرت صاحبزادہ کی تقریر شروع ہوئی۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا تعلیم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ تک تعلیم نہ ہوگی۔ ہم اشاعت اسلام نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہماری جماعت کو تعلیم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے اور جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ نے بہت ہمت کی ہے کہ یہاں مڈل سکول کو چلا رہی ہے۔ حالانکہ اس جگہ بہت بڑی جماعت نہیں ہے۔ ہم علم

کے ذریعہ ہی اس بات کو دور دور تک پہنچا سکتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر مختصر مگر اور جامع جس میں تمام باتوں کا ذکر آ گیا۔

تقریر کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے 3 مارچ 1924ء بوقت پانچ بجے شام تعلیم الاسلام مڈل سکول کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا۔اور دعا فرمائی۔

9 بجے رات کو صاحبزادہ صاحب نے مولوی عبدالمنان ن خان صاحب کا نکاح چوہدری عبدالواحد خان کی دختر جنت بی بی سے پڑھا۔ایک ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا۔

4 مارچ 1924ء بوقت 8 بجے صبح آپ کاٹھگڑھ سے واپس تشریف لے گئے۔کاٹھ گڑھ سے 2 میل کے فاصلہ پر ستوں گاؤں ہے۔وہاں کے احباب نے درخواست کی حضور ہمارے گاؤں سے ہوکر تشریف لے جاویں اس لئے کاٹھ گڑھ روانہ ہوکر ستوں تشریف لے گئے۔اور کاٹھ گڑھ کی جماعت کے بہت سے احباب ہمراہ تھے۔آپ آدھ گھنٹہ ستوں میں ٹھہرے۔اور پھر چوہدری عبد القادر صاحب کی درخواست پر سجو وال تشریف لے گئے۔وہاں آپ نے کھانا کھایا۔اور دیگر ہمراہ دوستوں نے بھی وہاں کھانا کھایا۔12 بجے آپ سجووال سے راہوں کو تشریف لے گئے۔

آپ کی تشریف آوری سے جماعت کاٹھ گڑھ میں ایک رُوح پیدا ہوگئی۔اور ہر ایک فرد اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ صاحب کو یہاں تشریف لانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ہم لوگ خوش قسمت ہیں کہ حضور ہمارے گھر پر تشریف لائے۔اس لئے جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتی ہے۔

خاکسار عبدالسلام سیکریٹری تعلیم الاسلام مڈل اسکول کاٹھ گڑھ

(الفضل قادیان 8 مارچ 1924ء صفحہ 1،2)

کاٹھ گڑھ میں تبلیغی جلسہ

31 اگست 1925ء کو انجمن احمدیہ الاخوان کاٹھگڑھ کے جلسہ میں مہاشہ محمد عمر صاحب، عبدالسلام اور چوہدری عبدالقدیر خان صاحب نے تقریریں کیں۔جن میں مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کے حالات سُنائے۔اور جماعت کو ترغیب وتحریص دلائی کہ مولوی نعمت اللہ خان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔آخر میں شہید مرحوم کے لئے دعا کی گئی۔عبدالسلام امیر جماعت کاٹھ گڑھ (بحوالہ الفضل 12 ستمبر 1925ء صفحہ 1)

تعلیم الاسلام مڈل اسکول کاٹھگڑھ

کاٹھگڑھ میں ایک احمدیہ تعلیم الاسلام مڈل سکول 1940ء میں جاری کیا گیا تھا ہائی سکول مقامی آریہ سکول کی ستم رانیوں سے تنگ آ کر مجبوراً جاری کرنا پڑا تھا۔اس کے علاوہ ایک زنانہ احمدیہ سکول بھی تھا۔نومبر 1936ء میں کل انڈیا میں جو نتیجہ امتحان کتب حضرت مسیح موعود منعقد ہوا۔اس میں کل جماعتوں سے 32 فراد کامیاب ہوئے۔جس میں 29 مرد اور تین عورتیں تھیں۔جس میں کاٹھگڑھ کے مندرجہ ذیل افراد شامل ہوئے۔

1۔عبدالرحمن صاحب 2۔ماسٹر عطاء اللہ صاحب 3۔عنایت اللہ خاں صاحب۔4۔مسماۃ امتہ القیوم صاحبہ اہلیہ عبدالقدیر صاحب۔

(الفضل 4 فروری 1927ء)

1928ء میں احمدیہ مڈل اسکول کاٹھ گڑھ کا آغاز

تاریخ احمدیت میں اس حوالہ سے درج ہے کہ'' کاٹھ گڑھ کا سکول چوہدری عبدالسلام خان صاحب کی محنت،توجہ اورت مساعی سے مالی تنگی کے باوجودبھی مالی تنگی سے چل رہاتھا۔(تاریخ احمدیت جلد5 صفحہ 9 سن اشاعت 2007ءقادیان)

جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کےزیراہتمام جلسے

1931ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر سارے ہندوستان میں سیرت النبی ﷺ کے شاندارجلسوں کا انعقاد کیا گیا۔مکرم عبدالمجید خاں صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ کےسرگرم کارکنان نے حسب ذیل دیہات میں جلسے منعقد کئے۔اورسیرت النبی ﷺ پرتقریریں کیں۔ کاٹھ گڑھ، مالیوال، باگووال،جگتیوال،جٹیالہ، چکلی، تیج پلانہ،ٹنڈوہ،نتھانگل، چماڑی نتھانگل، پڑیاں، بالیوال، چماڑی بالیوال، کمال پور،متول، عائل،مکووال،رائے پور،ننگل،تاجووال،فتح پوربنہ،بچھواں،اٹاری،کشن پور،حسن پور،(بحوالہ الفضل26نومبر 1931ءصفحہ 8)

1932ء میں جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کے کارکن

اخبارالفضل قادیان تحریر کرتاہے کہ

''مولوی عبدالسلام صاحب امیر جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کی وفات کے بعد احمدی اصحاب نے ایک غیر معمولی جلسہ منعقد کیا۔جس میں اردگرد کے احمدیوں کوبھی مدعوکیا۔اوراس بات پرغورکیا گیا۔کہ مولوی صاحب مرحوم کے بعد سلسلہ کے کاموں میں سستی نہ واقعہ ہو بلکہ پہلے سے بڑھ کرسرگرمی سے کام کیا جائے۔جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ نے نہایت خوشی خدمت دین سرانجام دینے کااقرارکیا ہےاورحسب ذیل کارکن اتفاق رائے سے منتخب کئے گئے۔جن کی منظورکااعلان کیاجاتاہے۔(ناظراعلیٰ)

سیکریٹری دعوۃ وتبلیغ	چوہدری عبدالمجید خان صاحب
سیکریٹری بیت المال	چوہدری دولت خان صاحب
سیکریٹری امورعامہ	چوہدری عبدالرحیم خان صاحب
سیکریٹری تعلیم وتربیت	چوہدری فیروزخان صاحب

(الفضل قادیان19 جنوری1932ءصفحہ10)

1934ءلجنہ اماءاللہ کاٹھ گڑھ کا قیام

1934ء میں لجنہ اماءاللہ کاٹھ گڑھ کا قیام عمل میں آیا چنانچہ اس حوالہ سے تاریخ احمدیت جلد28 صفحہ 145 میں قیام لجنہ کا سال 1934ءدرج ہے)

لجنہ اماءاللہ کاٹھ گڑھ کی چندایک مساعی

رپورٹ لجنہ کاٹھ گڑھ

بروز جمعرات مورخہ 5 ستمبرکواحمدیہ گرلز اسکول میں خواتین احمدی کاٹھ گڑھ کا ہفتہ واری اجلاس ہوا۔تلاوت قرآن شریف عزیزہ فضیلت جہاں بیگم نے

کی۔ اور بعد میں محمد جان مبارکہ بیگم، تاج بی بی نے نظم مل کر پڑھی۔ اور اس کے بعد تاج بی بینے اپنا ایک مضمون نکاح ثانی بیوہ کے متعلق سنایا۔ بڑا اچھا مضمون تھا۔اس کے بعد عظمت اہلیہ محمد اسماعیل نے اپنا مضمون سنایا۔جس میں نماز کے متعلق زور دیا۔ پھر آمنہ بیگم نے اتفاق پر اپنا مضمون سنایا۔

امۃ القیوم احمدیہ گرل اسکول اہلیہ چوہدری عبدالقدیر۔کاٹھ گڑھ

(مصباح قادیان 15 اکتوبر 1930ء صفحہ 9)

خواتین جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ پہلا جلسہ

28 اگست بروز جمعرات بوقت ایک بجے قرار پایا جس میں بہنیں بڑے شوق سے شامل ہوئیں۔ جلسہ کی کاروائی عزیز ستارہ بیگم نے تلاوت قرآن شریف سے شروع کی۔ اس کے بعد نظم بیگم جان۔ مبارکہ بیگم تاج بی بی نے درثمین سے پڑھی۔ اور اس کے بعد عاجزہ نے حضرت رسول خدا ﷺ کے طفولیت کے حالات (جو سب بہنوں نے بڑے شوق سے) سنائے۔ اس کے بعد عزیزہ آرانہ بیگم نے تعلیم پر اپنی تحریر پڑھی۔ کہ اپنے بچوں کو علم ضرور پڑھاؤ۔ بچوں کو پڑھانا والدین پر لازم ہے۔ اور پھر عزیزہ تاج بی بی نے نماز کے متعلق اپنا مضمون سنایا۔ جس میں نماز کے فوائد اچھی طرح بیان کئے۔ یہ جلسہ ہفتہ وار ہوا کرے گا۔ صدر جلسہ محترمہ امیر بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی عبدالسلام صاحب قرار پائیں۔ اور سیکریٹری عاجزہ امۃ القیوم اہلیہ چوہدری عبد القدیر خاں سب کی رائے سے مقرر ہوئی۔ (امۃ القیوم احمدیہ گرلز سکول کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور) (بحوالہ مصباح قادیان 15 ستمبر 1936ء صفحہ 2)

مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب کو مبارکباد

چوہدری برکت علی خان صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کی لڑکی کا نکاح جو 11 جون حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چوہدری محمد اسماعیل کاٹھ گڑھی سے پڑھایا ہے۔ میں جماعت کاٹھ گڑھ کی طرف سے اس تقریب پر چوہدری برکت علی خان صاحب کو مبارک باد عرض کرتا ہوں چوہدری صاحب گھوڑے واہے راجپوتوں کے سب سے اونچے مقام یعنی گڑھ شنکر کے رہنے والے ہیں۔ جو راجپوتوں میں ایک بڑی چھت کا درجہ رکھتی ہے۔ راجپوتوں میں یہ ایک مرض دیرینہ ہے کہ جس جگہ وہ اپنے لڑکے کی شادی کرتے ہیں وہاں اپنی لڑکی دینا پسند نہیں بلکہ بہت برا سمجھتے ہیں۔ گڑھ شنکر والے کاٹھ گڑھ سے لڑکیاں لے لیتے ہیں لیکن دیتے نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی وقتاً فوقتاً اس رسم قبیحہ کے دور کرنے کے لئے توجہ دلاتے رہے ہیں۔ چوہدری برکت علی خان صاحب بچپن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت سے قادیان میں رہتے ہیں انہوں نے اپنی قوم کی ایک معیوب رسم کو جو راجپوتوں میں اس وقت سے رائج ہے جب کہ وہ ہندو تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل دور کرا دیا۔ اور نمونہ بن کر دکھایا ہے۔'' خاکسار عبدالمنان امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ (بحوالہ الفضل یکم جولائی 1934ء صفحہ 11)

1936ء میں کاٹھ گڑھ میں احراریوں کو مناظرہ کا چیلنج اور اُن کا فرار

''چوہدری عطا اللہ صاحب سیکریٹری تبلیغ لکھتے ہیں کہ 17۔18 جون کو یہاں احرار کا جلسہ ہوا۔ جس میں مولوی حبیب الرحمٰن وغیرہ نے اعلان کیا کہ ہم نے مرزائیوں اور ان کے خلیفہ کو مناظرہ کو چیلنج دیا مگر وہ سامنے نہیں نکلے۔ ہم نے فوراً احمدی مبلغ مولوی محمد حسین صاحب کے مشورہ سے مولوی حبیب الرحمٰن کو چیلنج مناظرہ کی منظوری کی تحریر بھیج دی مگر انہوں نے مناظرہ سے پہلوتہی کی۔ اور جلسہ میں اعلان کر دیا کہ مرزائیوں کی طرف سے ہم کو تحریر آئی ہے کہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرلو مگر ہم ہرگز ان کے ساتھ مناظرہ کے لئے تیار نہیں اور نہ ان کے ساتھ کلام کرنا پسند کرتے ہیں۔ ہم نے علیحدہ جلسہ کر کے

احراری مولویوں کے تمام اعتراضات کے جواب دئے۔مقامی احراری اپنے مولویوں کے فرار سے سخت شرمندہیں اور حق طبع تحقیق کی طرف متوجہ ہیں۔

(الفضل قادیان30جون1936ءصفحہ 8)

1937ءمیں مطالبات تحریک جدید پر کاٹھ گڑھ میں جلسہ

30مئی بروز اتوار بعد نماز عشاء جامع مسجد احمدیہ میں ممبران جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور نے جلسہ تحریک جدید منعقد کیا۔خاکسار نے اور مولوی عبدالمنان صاحب امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق تحریک جدید کے مختلف مطالبات کی وضاحت کی۔اوران پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔چونکہ وقت بہت زیادہ گذر چکا تھا اس لئے دوسرے دن دوبارہ اجلاس منعقد کیا گیا۔اورتحریک جدید کے انیس مطالبات کو ازسرنو دہرایا گیا۔اورانہیں اچھی طرح احباب کے ذہن نشین کرایا گیا۔

خاکسار عطااللہ خان سیکریٹری جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ (الفضل 8جون 1937ءصفحہ 8)

صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان کی کاٹھگڑھ میں تشریف آوری۔

8اکتوبر 1939ء بوقت شام حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب احمدیہ کمپنی ٹریٹوریل فورس میں بھرتی کے لئے نوجوانوں کا انتخاب کرنے کے لئے معہ چوہدری برکت علی خاں صاحبؓ فنانشل سیکرٹری تحریک جدید جناب حاجی غلام احمد صاحب کریامؓ اور ملک صاحب سیکرٹری مجلس خدام الاحمدیہ کاٹھگڑھ تشریف لائے احباب جماعت نہایت خلوص کے ساتھ صاحب موصوف سے ملے اور پُرجوش نعرہ ہائے تکبیر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز زندہ باد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب زندہ باد کے نعروں سے خیر مقدم کیا۔مغرب کی نماز کے بعد صاحبزادہ صاحب موصوف نے احمدیہ ٹریٹوریل کمپنی سے متعلق اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کیا اور نوجوانوں کو اس میں شامل ہونے کی تاکید کی نیز مجلس خدام الاحمدیہ کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔احمدی نوجوان کو چاہئے کہ وہ مجلس خدام الاحمدیہ کا ممبر بن کر اور احمدیت کی تعلیم کا پوری طرح حامل ہوکر خدمت خلق کا صحیح جذبہ اپنے اندر پیدا کرے۔نیز فرمایا کسی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے پر معافی طلب کرنے کو نہایت معیوب سمجھ کر احتراز کیا جائے اور ہر کوتاہی کی مجوزہ سزا برضا ورغبت قبول کرنے کی سپرٹ پیدا کی جائے۔مغرب کی نماز سے قبل اور عشاء کی نماز کے بعد بہت نے نوجوانوں نے بھرتی کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ۔جن میں سے آٹھ نوجوان منتخب کئے گئے۔ہرایک نوجوان کے دل میں یہ خواہش تھی کہ کاش وہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے ضروری شرائط پر پورا اترتا۔دوسرے دن احمدیہ سکول کاٹھگڑھ کا معائنہ فرمایا 9 بجے کے قریب صاحبزادہ صاحب موصوف چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب نمبردار کے ساتھ گھوڑوں پر مزید احمدی نوجوانوں کے انتخابات کے لئے غوث گڑھ۔ریاست پٹیالہ۔چک لوہٹ ضلع لدھیانہ۔موہن ماجرہ پھسّہ ضلع انبالہ تشریف لے گئے اور قریباً 25 میل کا سفر کرنے کے بعد ساڑھے نو بجے شب 13 نوجوانوں کا انتخاب کرکے واپس آئے۔10/اکتوبر بعد نماز فجر تمام احباب جماعت نے شدید اصرار کیا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ہم غریب احمدیوں کے گھروں کو اپنے مبارک وجود سے نوازیں اور ہماری بہتری کے لئے ہرایک احمدی کے گھر دعا فرمائیں۔گووقت کی قلت ایک بھاری روک اس امر میں تھی۔تاہم حضرت صاحبزادہ صاحب نے کمال شفقت اور مہربانی سے ہماری درخواست کو شرف پذیرائی بخشا اور احباب جماعت کی دلداری کے لئے ان کے گھروں میں تشریف لے گئے اور دُعا فرمائی۔جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ جتنا بھی فخر کرے بجا ہے۔صاحبزادہ صاحب کی موصوف کی خلاف توقع آمد اور نہایت ہی قلیل قیام احباب جماعت کے لئے متحرک ہوا کہ وہ ان سے پھر تشریف لانے کے لئے وعدہ کرنے کی درخواست کریں چنانچہ احباب کی شدید خواہش کو مدنظر رکھ کر صاحبزادہ صاحب نے درخواست کو منظور فرما کر وعدہ کیا کہ انشاء

اللہ اگر موقع ملا تو پھر آئیں گے۔ (خاکسار عطاء اللہ خاں احمدی سیکرٹری تبلیغ جماعت کاٹھگڑھ)

(از الفضل قادیان مورخہ 17 اکتوبر 1939ء)

اہلیہ صاحبہ مکرم چوہدری غلام جیلانی خان صاحب کاٹھ گڑھ کی وفات

اخبار الفضل تحریر کرتا ہے کہ

''اہلیہ صاحبہ چوہدری غلام جیلانی خان صاحب کاٹھ گڑھ جو نہایت مخلص خاتون تھیں وفات پا گئیں ہیں۔''

(الفضل 30 جولائی 1939ء صفحہ 2)

تقسیم پنجاب کے خلاف مسلمانان پنجاب کے ریزولیشن کاٹھگڑھ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور۔

تقسیم پنجاب کے خلاف مسلمانان پنجاب کے ریزولیشن۔ تقسیم پنجاب کے متعلق مختلف مقامات پر احمدیہ جماعتوں میں ریزولیشن پاس کئے گئے جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کا جو اجلاس مؤرخہ 25/اپریل 1947ء کو ہوا اس کی نقل دی جارہی ہے جو روزنامہ الفضل مورخہ 5/مئی 1947ء کے اخبار میں شائع ہوئی۔ انجمن احمدیہ کاٹھگڑھ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور کا ایک غیر معمولی اجلاس بروز جمعۃ المبارک بتاریخ 25/اپریل 1947ء بصدارت جناب امیر جماعت احمدیہ منعقد ہوا۔ جس میں بیگمات بھی بر عایت پردہ شامل ہوئیں اور مفصلہ ذیل بالاتفاق پاس ہوئیں۔ (1) اگر پنجاب کو بہر صورت تقسیم کرنا ضروری سمجھا جاوے تو ہم اس بات کو گورنمنٹ پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جن ضلعوں، تحصیلوں، تھانوں اور شہروں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ خواہ وہ کتنی تھوڑی کیوں نہ ہو انہیں بہر صورت مغربی پنجاب کے ساتھ شامل رکھا جاوے۔ (2) اس قرارداد کی نقل۔ ا۔ انقلاب لاہور۔ ب۔ زمیندار لاہور۔ (3) نوائے وقت لاہور۔ (4) احسان لاہور۔ (5) الفضل قادیان۔ (6) پرائیوی سیکرٹری صاحب جناب گورنر پنجاب لاہور۔ (7) پرائیویٹ سیکرٹری جناب وائسرائے بہادر دہلی بھجوائی جاوے۔ (امیر جماعت کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور)

عہدیداران کاٹھگڑھ از یکم مئی 1947ء تا 30/اپریل 1950ء

1۔ سیکرٹری مال۔ چوہدری دولت خان صاحب۔ 2۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ ماسٹر عطاء اللہ خان صاحب۔ 3۔ سیکرٹری وصایا۔ چوہدری عبداللہ خان صاحب۔ 4۔ سیکرٹری تبلیغ۔ محمد یوسف خان صاحب سیکرٹری امور عامہ۔ محمد علی خان صاحب۔ (بحوالہ الفضل قادیان مؤرخہ 22 اپریل 1947ء)

تعمیر دفتر وقف جدید۔

دفتر وقف جدید میں کاٹھگڑھ کے مندرجہ ذیل افراد کا نام درج ہے۔ 46۔ عبدالمالک صاحب منجانب والد صاحب (مرحوم) عبدالحیٔ خاں صاحب RS100

افتتاح ربوہ کی تقریب میں کاٹھگڑھ کے شامل بزرگان

20/ستمبر 1948ء کو جب مرکز ربوہ کا افتتاح ہوا تو اس میں کاٹھگڑھ کے مندرجہ ذیل افراد شامل ہوئے۔ 196۔ بشیر احمد صاحب کاٹھگڑھی عبدالعزیز کاٹھگڑھی ولد خواجہ خاں تاریخ احمدیت جلد چہارم کے صفحہ نمبر 495 پر مرقوم ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ نے مورخہ 3/مارچ 1924 کو تعلیم الاسلام مڈل سکول کاٹھگڑھ کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

کاٹھگڑھ کے بزرگوں کی تصاویر صد سالہ نمائش ربوہ میں۔

1۔ چوہدری عبدالجلیل خاں صاحب۔ 2۔ چوہدری عبدالحمید خاں صاحب۔ 3۔ فیروز خاں صاحب۔ 5۔ فوجدار خاں صاحب۔ 6۔ چوہدری اسمٰعیل خاں صاحب۔ 7۔ محمد علی خاں صاحب۔

صد سالہ نمائش احاطہ دفتر روزنامہ الفضل میں کاٹھگڑھ کے صحابہ کرام کی تصاویر

کاٹھگڑھ ضلع ہوشیارپو کے مندرجہ ذیل صحابہ کرام کی تصاویر صد سالہ نمائش احاطہ دفتر روزنامہ ’الفضل‘، ربوہ چناب نگر تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں لگائی گئی ہیں۔

1۔ حضرت چوہدری عبدالمنان خاں صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیارپور۔

2۔ حضرت میاں عمرالدین صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیارپور۔ 3۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحب کاٹھگڑھی ضلع ہوشیارپور۔

خلیفہ وقت کے حکم کی فوری اطاعت

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اسلامی شریعت کی رو سے بہنوں کو حصہ جائیداد دینے کا اعلان کیا تو اولین ماسٹر عطاء اللہ صاحب (والد ماجد احسان اللہ صاحب اسلام آباد) نے اپنی بہن کو حصہ دے کر حضور کی خدمت میں تحریر کیا۔ (الفضل 1938۔2۔4)

جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ کی مالی قربانی

جماعت احمدیہ کاٹھگڑھ نے جونہی ’’الفضل‘‘ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وصیت پڑھی تمام احباب میں بے چینی، گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ مندرجہ ذیل صدقات کئے گئے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کاٹھگڑھ۔ 3 بکرے لجنہ اماء اللہ۔ 3۔ بکرے۔ باقی جماعت کے احباب۔ 3 بکرے ذبح کر کے گوشت غرباء میں تقسیم کیا گیا (از خاکسار عبدالرحمن) الفضل 1940۔8۔9)

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 1955ء میں علاج کے لئے یورپ گئے اور جماعت کو چندہ دینے کی تحریک کی گئی۔ تو کاٹھگڑھ کے مولوی عبدالکریم کاٹھگڑھی مربی ضلع شیخوپورہ نے مبلغ 2 روپے چندہ دیا۔ (الفضل 1954۔7۔3)

چندہ امداد درویشان 1954۔12۔14 تا 1955۔1۔3 کی فہرست میں فاطمہ بی بی چک نمبر TDA2 اہلیہ عبدالعزیز صاحب والدہ صاحبہ مربی سلسلہ چوہدری عبدلکریم صاحب کاٹھگڑھی کا نام چندہ دہندگان کی فہرست میں نظر آتا ہے گو ایک روپیہ ہی سہی لیکن اخلاص بہت بڑی چیز ہے۔

(الفضل 3 فروری 1955ء)

کاٹھگڑھ کے دیگر مخلصین کا ذکر و تاریخی حالات

کاٹھگڑھ کے مندرجہ ذیل دو افراد کو حضرت مصلح موعود کی ازواج مطہرات کے دربان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

1۔ چوہدری بوٹے خاں صاحب کاٹھگڑھ (محلہ دارالفتوح قادیان) حضرت امّ طاہر کے گھر۔

کاٹھ گڑھ کے مربیان اور واقفین زندگی

1۔ چوہدری عنایت اللہ خاں ولد چوہدری رحمت خاں (1909ء) پیدائش۔ مربی بنے 1945۔ وفات 1978) پہلی تقرری جنگل امام شاہ شیخوپورہ

میں ہوئی۔

2۔عبدلمومن خاں ولد عبدالسلام خاںؓ۔واقف زندگی۔

،عبداللطیف خاں ولد عبدالمنان خاںؓ۔واقف زندگی۔

3۔چوہدری عبدالکریم ولد عبدالعزیز خاں چک 2ٹی ڈی اے خوشاب۔

4۔۔چوہدری عبدالمغنی خاں ولد چوہدری عبدالمومن خاں کاٹھ گڑھی۔

5۔چوہدری فاروق محمود ابن محمد نواز خان کاٹھ گڑھی

6۔چوہدری احمد محمود ولد چوہدری ناصر احمد خاں بہادر شیر کاٹھ گڑھی

7۔۔چوہدریمحمود احمد طاہر ولد چوہدری محمد نواز خاں۔کاٹھ گڑھی

8۔حافظ عبدالحلیم خاں ولد چوہدری عبدالکریم خاں مربی سلسلہ احمدیہ۔کاٹھ گڑھی

9۔مکرم ذیشان احمد ولد مکرم عبدالشکور خاں ولد مکرم عبدالجلیل خاں۔کاٹھ گڑھی

10۔مکرم ذکی اللہ خاں ولد نصر اللہ خاں چک 2ٹی ڈی اے۔کاٹھ گڑھی

11۔مکرم طلحہ مبارک احمد خاں ولد مکرم کرامت اللہ خاں۔کاٹھ گڑھی

12۔حافظ صفوان خاں احمد ولد حافظ عبدالحلیم خاں خاں۔کاٹھ گڑھی

۔13۔مکرم اعزاز احمد خاں ولد چوہدری عبدالمجید خاں ولد چوہدری عبدالوحید خاں۔

14۔مکرم ماہر احمد خاں ولد احمد محمود خاں ولد ناصر احمد خاں بہادر شیر کنیڈا۔

15۔رانا شاہزیب احمد خاں ولد چوہدری منیر احمد خاں ولد چوہدری عبدالمجید خاں۔

16۔مکرم نعمان آصف خاں ولد چوہدری محمد آصف قمر خاں 497 شورکوٹ۔

17۔مکرم وجاہت احمد خاں ولد چوہدری شرافت احمد خاں 497 شورکوٹ ۔

18۔مکرم حارث احمد خاں ولد ظفر احمد خاں ۔نواسہ کاٹھ گڑھی

19۔مکرم زرتشت لطیف احمد ولد مکرم رانا عبداللطیف لندن۔نواسہ کاٹھ گڑھی

20۔مکرم عامر لطیف ولد رانا عبداللطیف لندن۔نواسہ کاٹھ گڑھی

21۔مکرم بسالت احمد، دولد مبارک احمد خاں جرمنی ولد بشیر احمد خاں کاٹھ گڑھی۔

22۔مکرم عبدالحفیظ احمد ولد چوہدری عبدالسلام باڈی گارڈ۔

23۔مکرم وقاص احمد ولد سیف الرحمن ولد رلے خاں 497 شورکوٹ۔نواسہ کاٹھ گڑھی

24۔مکرم احتشام احمد خاں ولد سعید احمد خاں ولد عبدالستار خاں لکی نو۔کاٹھ گڑھی

25۔مکرم خرم شہزاد خاں ولد عبدالستار خاں ولد ماسٹر عبدالرحمن خاں لکی نوشورکوٹ۔

26۔مکرم مدبر احمد خاں ولد مبشر احمد خاں ولد بشیر احمد کاٹھ گڑھی ربوہ۔

27۔مکرم ولید احمد خاں جرمنی ولد رانا نوید احمد خاں ولد چوہدری لئیق احمد خاں ولد چوہدری عبدالرحیم خاں رئیس کاٹھ گڑھ۔

28۔مکرم صہیب احمد ولد مختار احمد طاہر صاحب یو کے۔نواسہ رانا حبیب الرحمن خاں

29۔مکرم ماہر احمد ولد مکرم محمود احمد صاحب ابن بہادر شیر صاحب

کاٹھگڑھ کے احباب کا پاکستان میں قیام

کاٹھگڑھ کے مخلص احمدی احباب کی فہرست جو مارچ 2003ء میں مرکز سلسلہ ربوہ (چناب نگر) تحصل چنیوٹ ضلع جھنگ میں مقیم تھے۔

1۔چوہدری محمد نواز خان صاحب ولد چوہدری منشی خان صاحب (مرحوم) محلہ دارالعلوم وسطی ربوہ۔محمد کریم صاحب، فاروق احمد صاحب کوارٹر تحریک جدید ربوہ، رانا حافظ محمود احمد خان صاحب حال مربی ضلع مظفر گڑھ۔رانا محمد نعیم حال جرمنی، ناصر احمد حال جرمنی، رانا محمد احمد آفتاب حال ڈنمارک (پسران رانا محمد نواز صاحب محلہ دارلعلوم وسطی ربوہ) 2۔ظفراللہ ولد محمد حسین (مرحوم) ولد منشی خان صاحب (مرحوم) محلہ دارالرحمت شرقی ربوہ۔3۔چوہدری نذیز احمد ولد عبدالکریم محلہ نصیرہ آباد ربوہ۔4۔ظہیر احمد ولد چوہدری نذیر احمد محلہ نصیر آباد حال جرمنی۔5۔ماسٹر عبدالسمیع صاحب ولد چوہدری عبدالرحیم صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ اوران کا بیٹا فہیم احمد، ماسٹر مبارک احمد صاحب، منور احمد صاحب کارکن دفتر وصیت، ماسٹر مظفر احمد صاحب (پسران چوہدری عبدالرحیم صاحب آڈیٹر تحریک جدید ربوہ۔6۔حافظ عبدالحلیم صاحب مربی سلسلہ ولد چوہدری عبدالکریم (مرحوم) مربی سلسلہ محلہ دارلعلوم غربی ربوہ، عبدالشکور ولد چوہدری عبدالکریم صاحب (مرحوم) مربی سلسلہ محلہ دارالعلوم غربی ربوہ۔7۔رانا اعجاز احمد، محمد شریف (مرحوم)، محمد یلٰسین (مرحوم)، جمشید اختر (مرحوم) (پسران عبدالحمید عرف میدے خان صاحب۔8۔محمد صدیق ولد بوٹے خان صاحب سابق دربان خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان حال جرمنی اوران کے مندرجہ ذیل بیٹے بمعہ اہلیہ اختر صاحبہ کے۔1۔بشارت احمد اکبر ربوہ،۔2۔رانا طاہر احمد ربوہ،۔3۔محمد کریم جرمنی،۔4۔محمد نعیم اور جرمنی،۔5۔کلیم احمد ناصر جرمنی، محمد صدیق ولد بوٹے خان صاحب کے مندرجہ ذیل۔محمد شفیع خادم، عبدالحکیم ناصر حال امریکہ اور محمد اسماعیل صاحب (مرحوم)9۔عبدالمجید صاحب ولد عبدالحمید صاحب صحابی چک نمبر 2TDA والے۔نوٹ۔روایت ہے کہ عبدالحمید صاحب صحابی کے عبدالحق صحابی بھائی تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب لاہور تشریف لاتے تھے تو ان کو حضور کے جسم اور پاؤں دبانے کا شرف حاصل ہے۔ 10۔عبدالشکور ولد عبدالجلیل صاحب (مرحوم) محلہ دارالرحمت شرقی ربوہ۔11۔عبدالقدیر (مرحوم) (استانی امتہ القیوم کا خاوند)12۔بہادر شیر اصل نام ناصر احمد تھا۔1۔طاہر احمد ولد بہادر شیر۔طاہر احمد صاحب اس وقت ہمبرگ جرمنی میں مقیم ہیں۔2۔احمد محمود صاحب مربی سلسلہ ولد بہادر شیر اصل نام ناصر احمد تھا۔13۔چوہدری عبدالمنان خاں ربوہ۔1۔عبداللطیف ولد عبدالمنان ربوہ۔2۔عبدالوحید ولد عبدالمنان ربوہ چک نمبر 497 ج ب۔3۔عبدالحلیم ولد عبدالمنان ربوہ۔4۔عبدالرب ولد عبدالمنان ربوہ۔14۔برکت اللہ (مرحوم) کاٹھگڑھ۔ظفر احمد ولد برکت اللہ محلہ دارالعلوم شرقی برمکان مولوی عنایت اللہ۔15۔مولوی عنایت اللہ کاٹھگڑھی حال لندن۔1۔شرافت اللہ ولد مولوی عنایت اللہ کاٹھگڑھی حال جرمنی۔2۔عبدالسمیع ولد مولوی عنایت اللہ کاٹھگڑھی حال لندن۔3۔بشارت احمد ولد مولوی عنایت اللہ کاٹھگڑھی حال لندن۔16۔غلام اللہ ولد حضرت صوفی غلام محمد صاحب

صحابی (مرحوم) اہلیہ نعمت بی بی صاحبہ۔ 1۔محمد ارشد صاحب حال جرمنی۔ 2۔احسان الحق خاں صاحب حال شورکوٹ کینٹ۔ 3۔محمد انور صاحب ربوہ۔ 4۔محمد اکبر صاحب حال جرمنی۔ 5۔عطاء اللہ صاحب حال جرمنی 17۔عزیز الرحمن صاحب ولد عبدالحق صاحب (مرحوم) قمر محبوب صاحب ولد عزیز الرحمن صاحب رشید الرحمن صاحب ولد رشید الرحمن صاحب ثاقب رشید صاحب ولد رشید الرحمن صاحب ہمبرگ جرمنی حال لندن۔محمد عادل صاحب ولد رشید الرحمن صاحب محمد عادل صاحب خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے حافظ قرآن ہیں۔18۔رانا منظور احمد خاں صاحب ولد عبدالغفور خاں صاحب کین مینجر جھنگ شوگر ملز اور دو بیٹے نور الاسلام احمد صاحب ولد منصور احمد صاحب جرمنی۔رانا محمد احسن خاں ولد رانا عبدالغفور خاں صاحب محلہ باب الابواب میں رہتے ہیں۔19۔رانا طاہر احمد صاحب داماد نمبر دار عبداللطیف خاں محلہ دارالیمن غربی ربوہ۔

چک نمبر 497 ج ب تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں مقیم کاٹھگڑھی

1۔احسان الحق خاں صاحب حال شورکوٹ کینٹ ابن غلام اللہ خاں صاحب ولد حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ۔2۔محمد علی خاں صاحب ولد نعمت خاں (اہلیہ بشیراں بیگم بنت مہندی خاں صاحب) (مہندی خاں صاحب خاکسار مؤلف ہذا کے والد صاحب کے ماموں تھے) ان کے بیٹے۔ماسٹر احمد علی صاحب، آصف احمد صاحب، شرافت احمد صاحب، محمد انور صاحب، رفاقت احمد صاحب۔ 3۔عبدالوحید (مرحوم) ولد مولوی عبدالمنان صاحب۔ 1۔عبدالاحد ولد عبدالوحید (مرحوم) لندن۔ 2۔عبدالغفور ولد عبدالوحید صاحب حال لندن۔ 3۔عبدالودود ولد عبدالوحید صاحب حال لندن۔4۔منصور احمد ولد عبدالوحید صاحب حال لندن چاروں بھائیوں کو بوجہ رہائش مسجد احمدیہ اسلام آباد اسیران راہ مولا ہونے کا شرف حاصل ہے جبکہ منصور احمد کی عمر اس وقت صرف 13 سال تھی۔عبدالغفور کو بوجہ سرکاری ملازم ہونے کے چھوڑ دیا گیا تھا۔5۔عبدالمجید ولد عبدالوحید۔6۔عبدالکریم وکیل شورکوٹ ضلع جھنگ 7۔عبدالستار ولد عبدالوحید حال لندن۔8۔داؤد احمد ولد عبدالوحید خاں 4۔محمد یوسف (مرحوم) ولد منشی خان صاحب۔ان کو بھی اسیران راہ مولا ہونے کا شرف حاصل ہے۔

1۔محمد اکرم مرحوم ولد محمد یوسف آف چک نمبر 497 ج ب شورکوٹ ضلع جھنگ حال میر پور آزاد کشمیر۔2۔بشارت احمد ولد محمد یوسف آف چک نمبر 497 ج ب شورکوٹ ضلع جھنگ حال میر پور آزاد کشمیر۔3۔محمد انور ولد محمد یوسف آف چک نمبر 497 ج ب شورکوٹ ضلع جھنگ حال میر پور آزاد کشمیر۔کاٹھگڑھ کے وہ احباب جو کئی نو تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں مقیم ہیں۔

کاٹھگڑھ کے وہ احباب جو چک نمبر 68 ج ب تحصیل وضلع فیصل آباد میں مقیم ہیں۔

1۔چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب ولد چوہدری غلام احمد صاحب رئیس کاٹھگڑھ اوران کے لڑکے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔2۔محمد افضل صاحب ولد عبدالحق خاں صاحب نمبر دار حال لالہ رخ کالونی واہ کینٹ۔ 3۔میجر محمد ارشد خاں صاحب ولد محمد افضل خاں صاحب حال لالہ رخ کالونی واہ کینٹ۔4۔محمد حسین خاں ولد محمد افضل خاں صاحب حال لالہ رخ کالونی واہ کینٹ۔

کاٹھگڑھ کے وہ احباب جو ہڑپہ ضلع ساہیوال میں مقیم ہیں۔

1۔حضرت صوفی غلام محمد خاں صاحبؓ صحابی اور برادر اصغر غلام رسول صاحب بعد دنوں ربوہ تشریف لے آئے یہاں پر چوہدری غلام اللہ خاں صاحب ولد حضرت صوفی غلام محمد خاں صاحبؓ صحابی ٹریکٹر ڈرائیور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تھے۔دارالرحمت غربی نزد مسجد ناصر رہائش تھی۔صوفی

صاحب بعمر 83 سال 26 اکتوبر 1970ء کووفات پاکر قطعہ 110 برائے صحابہؓ، حصہ 12، قبر 5 بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔عبداللطیف خان ولد عبدالحمید خان صاحب عرف میدے خاں صاحب آف ہڑپہ اوران کے بیٹے شریف احمد خاں، حنیف احمد خاں، صغیر احمد خاں مرحوم۔2۔ چوہدری فیروز دین خان صاحبؓ رانا نعیم الدین خاں صاحب حال لندن ولد چوہدری فیروز دین خاں (مرحوم)۔ان کو ساہیوال کیس میں اسیران راہ مولا ہونے کا شرف حاصل ہے۔عبداللطیف ولد فیروز خان (مرحوم) حال محلہ دارالعلوم وسطی ربوہ۔

کاٹھگڑھ کے احباب جو کوئٹہ میں مقیم ہیں۔

1۔چوہدری محمد اسماعیل خان صاحبؓ (مرحوم) آپ نے کوئٹہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔آپ کو رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔چوہدری محمد ابراھیم خاں ولد چوہدری محمد اسماعیل خاں صاحب کاٹھگڑھ۔

1۔احمد رضوانخاں صاحب۔1۔سعد رضوان خاں ولد رضوان خاں۔2۔سدیر رضوان ولد رضوان خاں 4۔احمد نعمان خاں صاحب

کاٹھگڑھ کے وہ احباب جو پریم کوٹ ضلع حافظ آباد میں مقیم ہیں۔

چوہدری عبد الرحیم ولد فوجے خاں صاحب نور جان اہلیہ چوہدری عبد الرحیم خاں صاحب مسماۃ ریاض بی بی (مرحومہ) بنت چوہدری عبد الرحیم خاں صاحب۔محمد شریف خاں ولد چوہدری عبدالرحیم خاں صاحب ولد فوجے خاں صاحب۔

احمد علی صاحب ولد فوجے خاں صاحب (یہ پاکستان سے پہلے ہی سلسلہ ملازمت پریم کوٹ میں مقیم تھے) نوٹ:۔جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو احمد علی صاحب نے خاکسار مؤلف ہذا کو 1923ء کی ایک عدد سائیکل بھیجی تھی جو سکول ٹائم میں خاکسار کے کام آئی۔خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔آمین کاٹھگڑھ کے سلطان عمر صاحب اور سلطان انور صاحب (نعیم الدین صاحب کی بیوی کے بھائی) لاہور میں مقیم ہیں۔انکے ایک بھائی سلطان منور نوجوانی میں شرق بعید میں گئے اور لاپتہ ہو گئے۔اس کے علاوہ کاٹھگڑھ کے دو بھائی نذیر احمد صاحب وبشیر احمد صاحب پسران احمد علی خاں صاحب چک نمبر 2 فوجیاں والا ضلع سانگھڑ (صوبہ سندھ) میں مقیم ہیں۔رانا نذیر احمد صاحب کے گھر تو خاکسار مؤلف ہذا کی پھوپھی زاد بہن ہے جس کا نام امتہ السلام ہے۔رانا نذیر احمد صاحب کی مندرجہ ذیل اولاد نرینہ ہے:1۔محمد عظیم صاحب کراچی۔2۔منیر احمد صاحب سانگھڑ۔3۔محمد سلیم صاحب سانگھڑ 4 نسیم احمد صاحب سانگھڑ۔5۔شبیر احمد صاحب سانگھڑ

اس کے علاوہ بشیر احمد صاحب کا بیٹا محمد سلیم ناصر بھی سانگھڑ میں ہی رہائش پذیر ہیں۔اور وصیت نمبر 34039 کے ساتھ نظام وصیت میں شامل ہے۔

تاریخ احمدیت
چک نمبر۔2۔ٹی۔ڈی۔اے کی ڈائری

فروری 1951ء تا دسمبر 2021ء
تحصیل قائدآباد
ضلع خوشاب پنجاب



مسجد احمدیہ چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب

یہ چک نمبر ۲ ٹی ڈی اے خوشاب پنجاب کی مسجد جماعت احمدیہ کی تصویر ہے۔ جو کہ ۱۹۵۸ میں تعمیر کی گئی۔ ۱۹۹۷ میں دوبارہ تعمیر ہوئی۔ جس کے نام پر حکومت کی طرف سے پانچ ایکڑ زرعی اراضی بھی ہے۔
جسے مولانا ڈیزل کے بھائی ضیاء الرحمن نے دوسال پہلے بطور ڈی سی او خوشاب مقفل کیا۔ پھر ملاؤں کو قبضہ دیا گیا۔ ساتھ ایک مکان بھی برائے امام مسجد ہے۔ جس پر جشن منایا گیا۔ اب پھر DCO خوشاب ارشد منظور کی شر باد پر غاصبانِ ختم نبوت نے اُسے زمین بوس کر دیا ہے۔ جبکہ یہ سب قانون کی خلاف ورزی ہے۔

حرف آغاز

کئی برسوں سے ایک خواہش میرے دل میں اُبل رہی تھی کہ کیوں نہ ان محسنوں کی تاریخ مرتب کی جائے جنہوں نے نہ صرف چک نمبر TDA-2 کو آباد کیا بلکہ یہ خطہ ارض میراث کے طور پر ہمیں دے دیا۔ جب ہمارے لکھاری نذیر حسرت نے 38 ڈی۔ بی ڈائریکٹری 1997ء میں تحریر کی۔ تو خاکسار کی خواہش اور تیز ہوگئی۔ بندہ نے اس ڈائریکٹری سے ہی مدد لی۔ جن لوگوں نے اس چک کی آبادکاری کے لئے بھوک پیاس اور ننگے پن کی سختیاں جھیلیں بلکہ کئی بار دشمنوں اور آسمانی آفات کا مقابلہ بھی کرنا پڑا۔ وہ خود تو بھوکے، پیاسے، اور ننگے رہے۔ لیکن ہمارے لئے ایسی سہولتیں چھوڑ گئے جن کا خیال ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ ہمارے محسنوں نے ایسی شاندار روایتیں قائم کی ہیں جن کو گردش زمانہ مٹا نہ سکے گا میں ان کی عظمت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کے ورثا کو سخت سے سخت محنت کر کے چک نمبر TDA-2 کو خوشحال بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور غیرت سے جینے کا سلیقہ سکھائے۔ آمین

احقر

رانا عبدالرزاق خاں بی۔اے

پس منظر

بفضل خدا پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا۔ چونکہ پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر بنا تھا۔ اس لیے پاکستان کے وجود میں آتے ہی بھاری تعداد میں لاکھوں مسلمان مہاجرین جوق در جوق اس نو آزاد مملکت میں آنا شروع ہو گئے۔ نئی حکومت کے سامنے ان بے سروسامان مہاجرین کی بحالی اور آبادکاری ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ چونکہ حکومت پاکستان نے کچھ مہاجرین کو صوبہ پنجاب کے علاقہ تھل میں آباد کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور اس مقصد کے لئے ایک ادارہ ''تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی'' قائم کر دیا۔ جس کے ذمہ مہاجرین کی بحالی کا کام لگایا گیا۔ چنانچہ ٹی۔ڈی۔اے نے مہاجرین کو پندرہ ایکڑ زرعی اراضی فی مہاجر کے حساب سے الاٹمنٹ شروع کر دی۔ اور ساتھ ہی مہاجرین کی زرعی پیداوار کی خرید وفروخت کے لئے زرعی منڈیاں بھی قائم کیں۔ ان زرعی منڈیوں کے نام جوہر آباد (قائدآباد)۔ اور لیاقت آباد معروف سیاسی شخصیات (قائداعظم، لیاقت علی خاں، محمد علی جوہر) کے نام پر رکھے گئے۔ جواب بڑے شہر بن گئے ہیں۔ TDA نے آبادکاروں کی سہولت کے لئے تھل میں ریلوے لائن، سڑکیں اور نہریں بنانے کے ساتھ ساتھ تعلیم، صحت، صنعتی یونٹ، زرعی تحقیقی مراکز، جنگلات، ڈیری فارم اور پولٹری فارم جابجا قائم کر دیئے۔

اس موقع پر ہمارے آباؤ اجداد جو کہ موضع کاٹھگڑھ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور سے مہاجر ہو کر جھنگ فیصل آباد کے دیہات میں آکر عارضی طور پر مقیم تھے۔ جب ہمارے بزرگ اور بہت ہی سمجھدار معقول شخصیت چوہدری عبدالرحیم خاں کو آبادکاری کا علم ہوا۔ تو اُنہوں نے ساری برادری کو اس آبادکاری سکیم میں شامل ہونے پر قائل کیا۔ اور سب نوجوانوں اور بزرگوں کو خوشاب میں لے آئے۔ چوہدری عبدالرحیم خاں نے ہماری ساری برادری کو چک نمبر 2 TDA الاٹ کروایا۔ اور خود اپنا رقبہ اور جو انڈیا سے رقبہ کے کلیم (CLAIM) لائے تھے۔ واں بھچراں میانوالی میں 200 ایکڑ اراضی الاٹ کروائی۔ اور ساتھ ہی اپنے داماد کرنل محمد ظفر اللہ خاں کے 200 ایکڑ رقبہ بھی وہیں الاٹ کروایا۔ نہر کے اوپر ٹربائن لگوا کر اپنے رقبہ کی آبادکاری شروع

کردی۔اور خود گاہے بگاہے چک نمبر 2 TDA کا چکر بھی لگاتے رہتے۔تاکہ برادری کے لوگ اُداس نہ ہوں۔ساتھ ساتھ مدد بھی کرتے رہے۔چونکہ افسران بالا تک ان کی بہت رسائی اور واقفیت تھی۔اس لئے ہمارے آبادکاروں کو کوئی بھی مشکل اور قانونی مسائل پیش نہ آئے۔

فروری 1951ء میں چک نمبر 2 TDA میں الاٹمنٹ شروع ہوئی۔آبادکاروں کے لئے مکان دو دو کمرے بننے شروع ہوئے۔جو کہ ایک کمرہ ایک شہتیر اور دوسرا کمرہ دو شہتیروں پر مشتمل تھا۔احاطہ فی آبادکار دو کنال الاٹ ہوا۔رقبہ اور احاطہ سب قرعہ اندازی پر الاٹ ہوا۔اس میں کوئی زیادتی اور کوئی تفریق نہیں ہوئی۔صرف قُربت اور بھائی بھائی کو قریب رکھا گیا۔تاکہ آپس میں رہن سہن اور کھیتی باڑی میں آسانی ہو۔مکانات جو TDA نے بنا کر دئے۔ان کی کُل قیمت 1400۔روپے تھی۔جو کہ بالاقساط ششماہی 50۔روپے ادا کرنی تھی۔اور پندرہ ایکڑ اراضی کی قیمت 2250۔روپے تھی۔اس کی قیمت بھی بالاقساط ششماہی ادا کرنا تھی گورنمنٹ نے گندم کھانے کے لیے فراہم کی۔اور چنے کا بیج بھی فراہم کیا۔اور جس آبادکار نے بیلوں کی جوڑی لینے کا اظہار کیا TDA نے قرضہ برائے بیل کی سکیم کا اجرا کیا۔شروع شروع میں جو عارضی رہائش کے لیے مکان فراہم کئے مکانات کی تعمیر سے قبل شروع شروع میں تو ہمارے آبادکار پانی بھان کامرہ سے گھروں میں بھر لاتے تھے۔بعدازں 2TDA میں دو عدد نلکے دونوں محلوں میں لگوا دیے۔تاکہ لوگوں کو پینے کے پانی کی سہولت ہو۔نلکے کے پائپ سوفٹ کے قریب اونٹوں پر لاد کر لائے گئے۔کیونکہ سوفٹ کی گہرائی پر پانی دستیاب تھا۔دونوں محلوں میں پانی کی فراہمی شروع ہوگئی۔آٹا پسانے کی مشین نزدیکی موضع اوکھلی موہلہ میں تھی جو کہ تین میل کے فاصلے پر تھا۔اور دُکانیں بھی وہیں تھیں۔آبادکار وہاں جاتے اور اپنی ضرورت کی اشیاء وہاں سے خرید لاتے۔دیکھتے دیکھتے نہر مہاجر برانچ میں پانی بھی آ گیا۔اور راجباہ نور پور جس سے ہماری زمین سیراب ہوتی تھی۔پانی اس میں بھی آ گیا۔TDA نے کھال بلڈوزر سے بنادئے تھے۔پانی کی کوئی قلت نہ تھی۔آبادکاروں نے گندم،سبزیاں اور باقی مطلوبہ اشیاء کاشت کرنا شروع کردیں۔اور بعض نے کماد کی کاشت شروع کی۔اور پھر آہستہ آہستہ بیلنے لگانے شروع ہوگئے۔گڑ،شکر اور دیسی کھانڈ میسر آنے لگی۔

شروع شروع میں اس علاقے میں درخت بہت کم تھے۔کہیں کہیں کوئی بیر اور جنڈ کا درخت نظر آتا۔ورنہ لانی،بوٹی اور آک کے پودے بہت تھے۔ہمارے گاؤں کا رقبہ رکھ چراگاہ اوکھلی موہلہ کے حصے میں سے تھا۔چونکہ رقبہ سرکاری تھا۔اس لیے مہاجرین کو الاٹ کر دیا گیا۔اس علاقہ مین خون خوار جانوروں میں سے بھیڑیا اور گیدڑ کی نسل اب تک ہے ۔بعد میں سور بھی آ گئے۔یہاں کے مقامی لوگ بھیڑ بکریاں زیادہ پالتے ہیں۔دیہات کی رہائشی آبادی کے لئے کوئی 160 ایکڑ اراضی وقف ہے۔جو تمام کسانوں میں دو کنال فی کسان کے حساب سے تقسیم کی گئی ہے۔اس کے علاوہ مسجد،پنچایت گھر سکول،ہسپتال اور دُکانوں کے لیے بھی پلاٹ مخصوص کر دیے گئے تھے۔حکومت نے گاؤں کے نظم ونسق کو چلانے،انتظامی امور کی دیکھ بھال کرنے،کسانوں سے آبیانہ،مالیہ و دیگر حکومتی فنڈز وصول کرنے کے لیے مستقل بنیادوں پر نمبرداری نظام قائم کرنا تھا۔اور گاؤں میں نمبردار مقرر کرنا تھا چنانچہ چوہدری عبدالرحیم خاں نے سب برادری کو اکٹھا کر کے باہم صلاح اور مشورہ سے عبداللطیف خاں ولد حاجی عبدالحمید خاں گروپ لیڈر کو نمبردار مقرر کر دیا۔اس طرح لوہار ترکھان،چوکی دار،بیگاری اور نائی کسانوں کی ضرورت کے لیے رکھ لئے گئے۔گاؤں کے جو پہلے نائی رکھے گئے اس کا نام محمد مشتاق تھا۔اور پہلے لوہار اور ترکھان دین محمد اور خیر دین تھے۔چوکی دار ولی محمد اور بیگاری مہر دین تھا۔1976ء میں جب سیم آئی تو گاؤں کی آبادی کی صورت حال بالکل بدل گئی۔زیادہ تر مکان گر گئے اور لوگوں نے پانی کے ڈر سے اونچی جگھوں پر رہائش رکھ لی۔اور بعض اپنی زمینوں میں رہنے لگے۔

قربانی

آبادکاری کے دوران کسانوں کو بڑی مشکلات برداشت کرنا پڑیں۔وہ بارش کا جمع شُدہ پانی جوہڑوں سے خود بھی پیتے اور اپنے مویشیوں کو بھی

پلاتے ۔ چونکہ تیز وتند آندھیاں اور طوفان اکثر آتے تھے ۔اس لئے کسانوں کو کھانا پکانے و دیگر ضروری کاموں کے کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی۔کسان عام طور پر چنے کی روٹی اور چنے کی ہی دال کھایا کرتے تھے۔جسے وہ مقامی زبان میں ''سوٹ'' کہا کرتے تھے۔کیونکہ سبزی وغیرہ ناپید تھی اس لئے صُبح وشام سوٹ ہی تیار ہوا کرتا تھا۔اس زمانے میں آندھی آٹھ آٹھ دن مسلسل چلا کرتی تھی۔جس جگہ کوئی چیز پڑی رہ جاتی وہاں ریت کا ایک بڑا سا ٹیلہ بن جاتا۔ریتلے ٹیلے آندھی سے اپنا مقام بدلتے رہتے۔آندھی کے بعد ٹیلوں کا حُجم کم وبیش بڑھتا رہتا تھا۔

بارش اور آندھی اسقدر شدید ہوا کرتے تھے۔کہ مسافر راستہ تک بھول جاتے تھے۔اور چھپر وغیرہ اڑ جایا کرتے تھے۔بار ہا ژالہ باری ہوتی۔بجلی کڑکتی اور اس زور سے کڑکتی کہ خوف سے جان نکل جاتی۔ان حالات کو دیکھ کر ہمارے نئے آنیوالے مہمان آبادکار کافی تعداد میں بھاگ جاتے پھر مزید رشتہ داروں کو قائل کر کے چک میں لایا جاتا۔کیونکہ سب لوگ پُررونق بستیوں سے آئے تھے۔اس جنگل جیسے علاقہ میں رہ کر مُشکل حالات میں گزارا کرنا ایک قربانی سے کم نہ تھا۔نہ یہاں کوئی دوست اور نہ کھانے کو اور نہ پینے کو کُچھ تھا بعض کے بیوی بچے اُن کے آبائی گاؤں فیصل آباد میں آباد تھے۔واقعی ان لوگوں نے اپنے جذبات کو قربان کر کے اس چک کو آباد کیا۔خود اپنے ہاتھوں سے روٹی پکاتے۔بعض کو روٹی سالن پکانا نہ آتا تھا۔جیسی روکھی سوکھی پکتی وہ کھانے پر مجبور ہوتے۔صرف اپنی اولاد اور اپنے مستقبل کے لئے اس قربانی کو قبول کیا۔اس قربانی سے وہ اس چک کے چہرہ پر اپنے نام کندہ کر گئے۔اور اپنی آئندہ نسلوں کو ایک سبق دے گئے۔کہ قوموں کی تاریخ قربانیوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی یہ گاؤں ان کی مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کا نام ہے۔

مسجد کی تعمیر

گاؤں کے آبادکاروں نے پہلے نماز ایک جگہ چونترہ بنا کر پڑنی شروع کی۔بعد ازاں رقم اکٹھی کر کے 1958ء میں مسجد کی تعمیر شروع کی مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والوں نے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ایک تین شہتیروں کا کمرہ بنایا گیا۔بعد ازاں 1960ء میں عورتوں کا ایک ملحقہ کمرہ بنایا گیا ۔پھر 1971ء میں اس کی چاردیواری بنائی گئی۔جس میں محمد اسلم مجاہد کی شب وروز کی محنت اور عبداللہ خاں ,ماسٹر عطاء اللہ خاں صوفی عبدالعزیز اور حاجی عبدالحمید خاں ,نمبردار عبداللطیف خاں کی شب و روز کوشش اور نگرانی کا ہاتھ تھا۔سب آبادکاروں نے رقم جمع کرنے میں بھرپور تعاون کیا۔اور سب نے اپنے ہاتھوں سے مزدوری کی۔1997ء میں پھر سارے گاؤں نے اور جن آبادکاروں کی اولادوں کا اس گاؤں سے تعلق تھا سب نے ایک لاکھ روپیہ اکٹھا کیا۔اور عبدالرزاق خاں کی نگرانی میں از سرِنو تعمیر ہوئی۔مسجد پر TR گارڈر ڈالے گئے,صحن پکا کیا گیا,رنگ وروغن کرایا گیا,منارے بنائے گئے اور اسی طرح 1993ء میں مرکز کی امداد سے جو\60,000۔روپے تھی مربی ہاؤس بنایا گیا۔جہاں ہماری اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مربی صاحب ہمہ وقت موجود ہوتے ہیں۔دو کمرے اور ایک کچن بنایا گیا اور ایک غُسل خانہ,ایک لیٹرین اور ایک بیٹھک نما کمرہ بھی بنایا گیا۔2003ء میں عیدالفطر کے موقع پر مکرم محمد رفیق ولد منشی سیف الرحمن نے ساری مسجد میں کارپٹ بچھوایا خدا تعالیٰ اُن کو جزا دے۔1997ء میں اہلِ سنت کے احباب نے مسجد کی ضرورت محسوس کی۔لیاقت علی اور شوکت علی نے مسجد کے لئے پانچ مرلہ زمین وقف کی۔سب گاؤں والوں نے مل کر یہ چھوٹی سی مسجد تعمیر کی۔اس مسجد کی تعمیر میں اصغر علی انصاری نے بہت کام کیا اردگرد کے احباب سے چندہ اکٹھا کر کے اس مسجد کو خوبصورتی سے بنایا۔اب سب اہلِ سنت احباب اس میں نماز پڑتے ہیں۔2003ء میں حاجی محمد حسین اور اُس کے پسران نے اپنی ایک چھوٹی سی ذاتی مسجد اپنے رقبہ میں بنائی ہے۔کیونکہ ان کا عقیدہ باقی لوگوں سے ناقابل فہم حد تک مختلف ہے۔انکی مسجد میں زیادہ رقم کُکڑ ٹوانوں کی صرف ہوئی ہے۔

سکول کی تعمیر

ہمارے گاؤں کے بچے نزدیکی چک نمبر 4 TDA میں پرائمری سکول میں جایا کرتے تھے۔ چنانچہ پھر گورنمنٹ نے ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول کا اجراء کیا۔ 1962ء کی بات ہے مسجد کے شمال کی طرف دو کچے مکان تھے۔ اسی میں کلاسیں بٹھادی گئیں۔ خاکسار اس وقت چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ ماسٹر عطاء اللہ خاں کا تبادلہ چک نمبر 4 TDA سے چک نمبر 2 TDA ہو گیا۔ وہ بہت ہی لائق ،ذہین ،نیک اور مخلص انسان تھے قلم خود بنا کر دیتے اور ہمیں ہماری تختیوں پر خوش خط لکھ کر دیتے بہت ہی نفیس انسان تھے۔ سر پر پگڑی رکھتے تھے باریش تھے بچوں کو خود دلچسپی سے پڑھاتے تھے۔

بعد ازاں سکول کی عمارت مسجد کی جنوب کی طرف 1984ء میں بنائی گئی۔ خاکسار جب 1984ء میں والد صاحب کی وفات کی بعد نمبردار بنا تو اہلِ دیہہ نے پرائمری سکول بنانے کا مشورہ کیا اس وقت Matching گرانٹ کا قانون تھا۔ یونین کونسل میں مقامی لوگوں کی طرف سے 1/3 حصہ رقم کا جمع کروا کر کُل رقم لے کر سکول کی عمارت بنائی جا سکتی تھی۔ لہذا عمارت کا کُل تخمینہ 36000۔ ہزار روپیہ لگا۔ اس وقت اہلِ دیہہ نے چار ہزار روپیہ اکٹھا کیا۔ اور بندہ نے مبلغ 8000۔ ہزار روپیہ دیا۔ اس طرح 12000۔ ہزار روپیہ دے کر اور 24000۔ روپیہ حکومت نے دیا۔ اور اس سکول کی عمارت چوہدری محمد نذیر چیرمین آف 39 ایم۔ بی اور محمد اسلم مرحوم کونسلر 4 ٹی۔ ڈی۔ اے نے تکمیل کروائی۔ اس سکول کی تعمیر میں ہمارے دوست احسان الحق (مرحوم) ولد محمد حسین نے بھی بہت کام کیا۔

اسی طرح 1996ء میں حکومت کی طرف سے تین لاکھ دس ہزار کی گرانٹ برائے پرائمری سکول (گرلز) ملی۔ بندہ نے متعلقہ حکام سے مل کر اس گرانٹ کو بھی چک نمبر 2 TDA کے لیے منظور کروایا۔ اور NESPAK کی نگرانی مین یہ سکول مکمل ہوا۔ چار دیواری مکمل ہوئی اس میں دو عدد ہینڈ پمپ اور دو عدد غُسل خانے دو عدد لیٹرین ہیں۔ دو بڑے بڑے کمرے ایک برآمدہ اور عمارت بہت ہی خوبصورت ہے۔ ہمارے گاؤں میں ہی سے زاہدہ قمر بنت کرامت اللہ صاحب عرصہ سے تدریس کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ اس سکول کو ٹھیکیدار رانا عبدالقیوم آف آدھی نے دیانت داری سے مکمل کیا۔

بجلی کی تنصیب

1985ء میں ضیاء الحق کے دور میں دیہات کو بجلی فراہم کرنے کی سکیم شروع ہوئی۔ 1976ء میں جب ہمارے علاقہ میں سیم نے زور کیا تھا تو ہمارے اکثر آباد کار نقل مکانی کر کے دوسرے شہروں میں چلے گئے تھے۔ اور آبادی برائے نام رہ گئی تھی۔ خاکسار جب نمبردار بنا تو آبادی بہت کم تھی۔ محکمہ بجلی کے متعلقہ آفسران سے رابطہ کیا۔ تو اُنہوں نے کہا کہ ہماری سکیم میں وہ چکوک ہیں۔ جہاں آبادی 100 گھر پر مشتمل ہو۔ چونکہ آپ کا چک شرائط پر پورا نہیں اترتا لہذا ہم معذرت خواہ ہیں۔ بندہ نے اور مرحوم احسان الحق نے سب گاؤں والوں سے اس صورتِ حال پر مشورہ کیا۔ سب نے مشورہ دیا کہ اعلیٰ حکام سے ملا جائے۔ اگر کچھ لین دین کر کے بھی یہ نعمت مل جائے تو غنیمت ہے۔ بندہ اور احسان الحق اور ہمارے کونسلر محمد اسلم سرگودھا گئے۔ اس وقت SE سُپر یٹینڈنٹ انجینئر ملک شیر خاں تھے۔ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آبادی کو بڑھا چڑھا کر بتایا گیا۔ اُنہوں نے ہماری گزارش مان لی۔ اور S.D.O صاحب کو سروے کے لئے بھیج دیا۔ پھر ہم نے ماتحت عملہ سے لین دین کر کے بجلی منظور کروالی۔ 1986ء میں بجلی کا عملہ جو کہ آٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا دو ماہ رہا جس کے کھانے کا بندوبست بندہ نے کیا۔ اور بعض نے تعاون بھی کیا۔ اور اس طرح 1986ء میں کھمبے لگے۔ پھر 7 جنوری 1987ء کو بجلی کی رو چل پڑی۔ (الحمدللہ)۔ اس وقت بجلی کی تنصیب پر لین دین میں پندرہ ہزار روپے خرچ ہوئے جو کہ بندہ نے اور احسان الحق نے ادا کئے۔ بعد ازاں اہلِ دیہہ سے بھی کچھ رقم مل گئی۔

پکی سڑک

ہمارے چک نمبر 2 TDA سے چک نمبر 4 TDA تک کچی سڑک تھی اور یہی پکی سڑک سے ملاتی تھی۔ پکی سڑک مٹھہ ٹوانہ سے آدھی کوٹ کو ملاتی تھی۔اس اڈہ کا فاصلہ ہمارے چک سے تقریباً تین کلو میٹر تھا۔اس سڑک کے لیے بہت کوششیں ہوتی رہیں۔مگر کوئی عمل نہ ہوا۔شوگر ملز سے کافی بار مطالبہ کیا گیا۔مگر سیاسی طاقتیں اپنی طرف اس فنڈ کو کھینچ کر لے جاتی تھیں۔میرے چچا رانا عبدالرؤف صاحب جو کہ عرصہ دراز سے کمشنر آفس میں دفتر سیکرٹری RTA میں ملازم ہیں۔ان کی خدمت میں اس سڑک کی گزارش کی گئی۔اور دوسرے چچا رانا منظور احمد جو کہ پاہڑیانوالی شوگر ملز لالیاں میں ڈپٹی کین منیجر تھے ان سے متعلقہ شوگر ملز جوہر آباد افسران سے سفارش کروانے کا کیا گیا۔ان دونوں بھائیوں نے بہت کوشش کی اور اس سڑک کو پاس کروا کر ٹھیکہ کروا دیا گیا۔1997ء میں اس کا ٹھیکہ ہوا۔اور 1998ء میں اس کی تکمیل ہوئی ٹھیکیدار محمد یوسف آف میانوالی تھے۔اُنہوں نے نہایت دیانت سے یہ سڑک مکمل کی۔اب ہمارے کسانوں کو بہت ہی آسانی ہے۔بار برداری میں بھی بہت آسانی ہے۔سائیکل ہر گھر کے پاس ہے۔بیل ریڑھی بنا رکھی ہے۔اڈہ تک جانے میں بہت آسانی ہوگئی ہے۔ٹریکٹر ٹرالی پر گنا جاتا ہے۔کرایہ میں بھی رعایت ہوگئی ہے۔اور رقبہ کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ہمارے رشتہ دار اور مہمان آسانی سے گاؤں آ جاسکتے ہیں۔آبادی کم ہونے کے باوجود ہمیں بنیادی سہولتیں میسّر ہیں۔

محلِ وقوع

چک نمبر 2 TDA جنوبی پنجاب کے ضلع خوشاب میں واقع ہے۔شروع میں ضلع شاہ پور میں تھا۔اس کے بعد چک نمبر 2 TDA ضلع سرگودھا کے تحت آ گیا۔بعدازاں 1982ء میں جنرل ضیاء الحق نے ایک صدارتی بیان آرڈیننس کے مطابق خوشاب کو ضلع قرار دے دیا گیا۔لہذا اب چک نمبر TDA 2 ضلع خوشاب میں واقع ہے۔ضلع خوشاب کی تین تحصیلیں نور پور، قائد آباد اور خوشاب ہیں۔

حدود اربعہ

چک نمبر 2 TDA کے مشرق میں راجباہ نور پور ہے۔اس کے ساتھ ہی بھان کا مرہ ہے(اور شمال مشرق میں چک نمبر 3 TDA ہے جس کا نمبردار حاجی احمد ولد محمد رمضان ہے) جنوب کے کونے میں موضع بٹہ ہے جس میں اکثر اعوان برادری رہتی ہے۔شمال میں تین میل کے فاصلہ پر موضع اوکھلی موہلہ ہے جس میں پرانے اور بڑے مالک شیخ ٹوانے ہیں۔اور جنوب مغرب میں چک نمبر 1 TDA ہے جس کا نمبردار محمد طاہر ولد کریم بخش ہے۔جنوب مشرق میں چک نمبر 4 TDA ہے جس کا نمبردار محمد اقبال ولد محمد رمضان ہے۔چک نمبر 2 TDA کے عوام اپنے ہمسائیوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے رہ رہے ہیں۔کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا اور یہ ایک اچھی بات ہے۔

گاؤں کا رقبہ

چک کا رقبہ 1000 ایکڑ ہے۔جس میں 3/4 حصہ راجپوت برادری کی ملکیت ہے۔باقی رقبہ مختلف اقوام یا برادریوں کے نام الاٹ ہے۔جس میں جٹ، اعوان، بھسین ,چلیے ٹوانے شامل ہیں۔

گاؤں میں پیدا ہونے والی سبزیاں

چک میں جہاں زرخیز زمین اور وافر پانی مل جائے حسبِ ذیل سبزیاں بخوبی پیدا ہوتی ہیں۔لوکی، کدو، حلوا کدو ,بھنڈی توری ,گھیا توری ,ٹینڈا ,کریلا ,پیاز ,مرچ موسم سرما میں شلجم ,مولی، گاجر ,پالک ,میتھی ,میتھے ,لہسن وغیرہ ہیں پھلوں میں خربوزے اور تربوز بھی یہاں خوب پیدا ہوتے ہیں

۔بندہ نے 1999ء سے 2002ء تک اپنے احاطہ جات میں تین سال ہر قسم کی سبزی اگا کر بہترین تجربہ کیا ہے۔

گاؤں کی مشہور زرعی فصلیں

آبادی کے وقت گاؤں کا رقبہ بارانی تھا۔صرف چنے کی فصل پیدا ہوتی تھی۔آبادکاروں نے اپنی شب وروز کی محنت سے زمین کو قابلِ کاشت بنایا ہے۔حکومت نے 1970ء میں بلڈوزر بھیج کر کسانوں کی زمینوں کو کراہ لگا کر لیول کیا۔نہری پانی کے علاوہ کسانوں نے اپنے ذاتی ٹیوب ویل بھی لگوائے ہیں لہذا اب گندم ,جو،مونگ پھلی،مونگ، گوارہ، کپاس ,کماد ,مونجی مکئی ,باجرہ ,مسوراور چارے کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔

گاؤں میں نشوونما پانیوالے جنگلی اور خودرو پودے

پہلے پہل یہاں صرف جنڈ کیکراور بیری کے درخت اُگتے تھے۔لیکن اب توت ,شیشم ,شیریں ,بکائن ,دھریک ,کھگل ,پاپولر ,سفید ہسنبل کے درخت عام نظر آتے ہیں چونکہ یہاں کی زمیں ریتلی نرم اور پانی میٹھا ہے۔اس لئے درخت جلد اُگتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔علاوہ ازیں سنگترہ مالٹا,امرود,انار,لسوڑہ ,میٹھا,لیموں,جامن وغیرہ کے درخت کھیتوں میں پائے جاتے ہیں۔بندہ نے نمبرداری الاٹ میں 1985ء میں تین ایکڑ کینو اور میٹھے کا باغ بھی لگوایا تھا۔

گاؤں کی زمینوں میں اُگنے والی جڑی بوٹیاں

حسب ذیل بوٹیاں نہری اور بارانی رقبہ میں اُگتی ہیں۔ھبل گھاس ,برو ,چلائی ,تاندلہ ,پٹھ کنڈا اٹ سٹ ,مینا ,پوہلی ,پیازی ,باتھو ,ڈیلہ گھاس ,وغیرہ وغیرہ۔

علاقہ میں پائے جانے والی جنگلی حیات

علاقہ میں حسب ذیل پرندےاور جانور پائے جاتے ہیں۔

پرندے: تیتر ,بٹیر ,چڑیاں ,ممولے ,کوئل ,کوے، فاختہ ,جنگلی کبوتر، بگلے، ہُدہُد ,نیل کنٹھ، چیل ,شکرے وغیرہ

جانور: گیدڑ ,جنگلی سور ,سیہہ ,خرگوش ,بھیڑیئے ,

رینگنے والے جانور: سانپ، سانڈے ,کمرے ,گوہ، نیولے ,چوہے وغیرہ

اس گاؤں کے الاٹیوں کا تعارف جنہوں نے اس زمین کو اپنے خون سے سینچا

الاٹ نمبر 1: محمد جی احمدی ولد محمد حسین شاہ۔

محمد جی احمدی ولد محمد حسین شاہ۔یہ پندرہ ایکڑ کی الاٹ ہمارے احمدی ڈاکٹر محمد جی احمدی کے نام الاٹ ہوئی۔جو کہ بعد میں D.H.O ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر ریٹائر ہوئے۔بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ان کے والد محمد حسین شاہ بہت ہی نیک اور مخلص احمدی تھے۔بعد میں انہوں نے نمبر 1 نمبر 2 الاٹ فروخت کردیں۔محمد جی احمدی محترم یوسف سہیل شوق مرحوم اور پروفیسر نسیم بابر شہید قائد اعظم یونیورسٹی کے والد تھے۔

الاٹ نمبر 2: محمد حسین صاحب

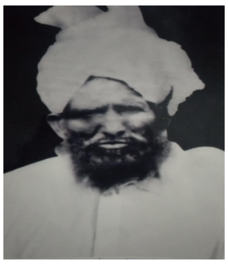
یہ محمد جی احمدی کے والد محمد حسین صاحب کے نام الاٹ تھی۔



الاٹ نمبر 3:۔ محمد علی خاں ولد عدالت خاں

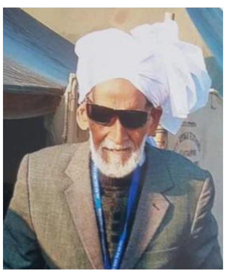
یہ الاٹ محمد علی خاں ولد عدالت خاں کی ہے۔اب اُن کے پسران کے نام منتقل ہو چکی ہے۔محمد علی خاں ہمارے بہت نیک اور مخلص بزرگ تھے۔اور ہماری جماعت چک نمبر 2 TDA کے سیکرٹری مال بھی رہے۔

الاٹ نمبر 4۔



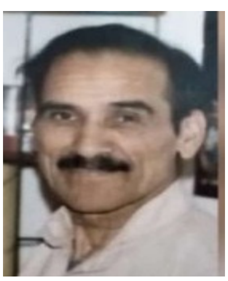
یہ الاٹ ہدایت خاں ولد بلند خاں کے نام تھی۔یہ بھی بہت نیک اور پاک بزرگ تھے۔حضرت اماں جان حرم محترم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دربان رہے۔الاٹ منٹ کے پانچ سال بعد وفات پائی۔

الاٹ نمبر 5: کرامت اللہ صاحب ولد ہدایت خاں



اس کے الاٹی ہمارے بزرگ کرامت اللہ صاحب ولد ہدایت خاں صاحب ہیں۔بہت ہی چُست اور نڈر قسم کے الاٹی ہیں انہوں نے آبادکاری میں بہت ہی جانفشانی سے کام کیا۔کبڈی کے بہت اچھے کھلاڑی رہے۔ہماری جماعت کے عرصہ پانچ سال تک صدر رہے۔اور امام الصّلوٰۃ بھی رہے۔

الاٹ نمبر 6: محمد اسلم مجاہد ولد ہدایت خاں



یہ الاٹ محمد اسلم مجاہد ولد ہدایت خاں کے نام ہے۔محمد اسلم صاحب ہمارے بہترین کسان تھے۔اُنہوں نے مسجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔بعد ازاں جرمن چلے گئے۔وہیں وفات پائی۔اور اب ان کی اولاد جرمن میں مقیم ہے۔ان کے لڑکے محمد اجمل، محمد اکمل، محمد اطہر، محمد اظہر نے بھی /25,000۔روپے برائے تعمیر مسجد کے لئے ادا کئے۔

الاٹ نمبر 7: محمد طفیل ولد کاکے خاں

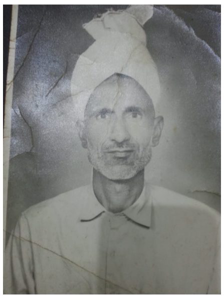
اس الاٹ کے مالک محمد طفیل ولد کاکے خاں ہے۔یہ بھی بہت محنت کش تھے۔اب وفات پا گئے ہیں ان کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔رقبہ محمد اسلم ولد اللہ یار سوہلگی کو فروخت کر دیا ہے

الاٹ نمبر 8: محمد عبداللہ خاں ولد خواجہ خاں





یہ بزرگ بہت ہی نیک تھے ہماری جماعت کے عرصہ چالیس سال تک صدر رہے۔اور امام الصّلوٰۃ رہے۔کبھی کسی سے کوئی عناد اور بغض نہ رکھا۔کبھی انہوں نے کُتے کو بھی گالی نہیں دی تھی۔اپنی زمین میں بہت محنت کی لیموں اور کینوں کا باغ زمین میں لگایا۔اور سب سے بڑھ کر درخت ان کے رقبہ میں تھے۔جوں ہی نماز کا وقت ہوتا تو اسی وقت کام چھوڑ دیتے۔انکے ایک ہی بیٹے نصر اللہ خاں ہیں۔جن کے تین بیٹے تین بیٹیاں ہیں۔مکرم نصر اللہ صاحب دسمبر 2012 دسمبر میں وفات پا گئے ہیں۔اب اُن کے بیٹے صدر جماعت ہیں۔





الاٹ نمبر 9: عطاءاللہ خاں ولد خواجہ خاں۔

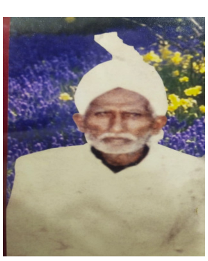
یہ بزرگ پیشہ کے اعتبار سے ماسٹر تھے۔ جب ہمارا پرائمری سکول چک نمبر 4 TDA میں کھلا تو یہ JV ٹیچر تعینات ہوئے۔ 1951ء سے 1962ء تک چک نمبر 4 TDA میں پڑھاتے رہے اور بعدازاں چک نمبر 4 TDA میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بہت ہی نفیس ,خوش خلق ,خوش نویس تھے۔ بندہ کو بھی ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ بعدازاں غالباً 1970ء میں ریٹائرڈ ہوئے اور ربوہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اپریل 1972ء میں وفات پا گئے۔ دوران ملازمت اپنے رقبہ کی آبادکاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دین کو دُنیا پر مُقدم رکھا۔ ہم سب بچوں نے قرآن پاک ان سے پڑھا۔ خدا تعالیٰ ان کی دینی خدمات قبول کرے۔ جماعت میں بھی متعدد عہدوں پر قائم رہے۔ آپ کی پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔ احسان اللہ صاحب وزارت زراعت اسلام آباد میں ملازم ہیں۔ اکرام اللہ جرمن میں مقیم ہیں۔ الاٹ نمبر 11: عبدالعزیز خاں ولد خواجہ خاں]۔ یہ الاٹ صوفی صاحب کے نام تھی جو کہ بہت اچھے مومن تھے۔ ان کا ایک ہی بیٹا مولوی عبدالکریم تھا جو کہ واقف زندگی تھے۔ اب ان کا پوتا حافظ عبدالحلیم خاں صاحب مربی سلسلہ احمدیہ ہیں۔

الاٹ نمبر 10: عبدالکریم خاں ولد عبدالعزیز خاں صاحب۔



ہماری جماعت کے واقفِ زندگی مربی سلسلہ تھے۔ ان کی غیر معمولی خدمات سلسلہ میں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ اور کافی جماعتوں کے علاوہ خوشاب اور چونڈہ میں بھی مربی تعینات رہے۔ ان کے والد صوفی عبدالعزیز خاں جفاکش اور محنتی کسان تھے نمازی پرہیزی تھے ہم نے ان کو ہمیشہ مسجد میں دیکھا۔ عبدالکریم خاں نے اپنے والد کی بہت خدمت اور اطاعت کی۔ عبدالکریم خاں بیماری کی وجہ سے غالباً 1979ء میں وفات پا گئے۔ چونکہ اس خاندان نے بعدازاں رہائش ربوہ میں اختیار کر لی تھی۔ صوفی عبدالعزیز خاں بھی بعد میں وفات پا گئے۔ عبدالعزیز خاں کے ایک ہی بیٹا عبدالکریم خاں تھا۔ جس کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑے بیٹے عبدالحکیم خاں لاہور میں ملازم ہیں۔ عبدالشکور خاں برطانیہ میں مقیم ہیں۔ حافظ عبدالحلیم خاں حافظ قرآن اور واقف زندگی ہیں۔ جو کہ بطور مربی جماعت کی خدمات بجالا رہے ہیں۔

الاٹ نمبر 11۔ اس کے مالک شیخ عبدالرحیم ولد شیخ رحمت اللہ تھے۔



یہ کاٹھگڑھ سے ہماری برادری کے ساتھ ہی آئے۔ بہت محنتی تھے انہوں نے اپنے رقبہ میں بہت محنت کی۔ ان کے پاس ایک گڈا ہوتا تھا جس کے پہیے لکڑی کے تھے۔ جو کہ چارہ وغیرہ کی بار برداری کے کام آتا تھا۔ یہ کثیر العیال بھی تھے۔ ان کی چھ لڑکیاں اور دو لڑکے تھے۔ باقی سب لوگ ان کا گڈا برائے بار برداری لے لیتے تھے۔ بعد میں ایک بیٹا عبدالرشید جرمنی چلا گیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ ایک بیٹی بھی جرمنی میں ہے۔ باقی سب اولاد ربوہ منتقل ہو گئی ہے۔ اور وہیں کاروبار کرتے ہیں۔ رقبہ فروخت کر دیا گیا ہے۔



الاٹ نمبر 12۔سعید اللہ خاں منہاس۔

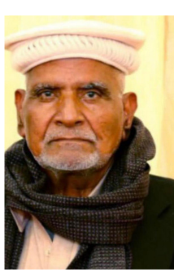
انہوں نے ایک دو سال بعد الاٹمنٹ کروائی۔ بہت ہنس مکھ تھے۔ان کا رقبہ بہت ہی ریتلا تھا۔فصل کم ہوتی تھی۔دونوں میاں بیوی خوش طبیعت تھے۔بعد میں رقبہ فروخت کر کے احمد نگر نزد ربوہ منتقل ہو گئے۔ان کے تین بیٹے ہیں۔جو کہ بجلی کے سامان کا کاروبار کرتے ہیں۔احمد نگر میں مقیم ہیں۔

الاٹ نمبر 13۔حافظ احمد علی خاں ولد نعمت خاں



یہ بزرگ نہایت محنتی اور مستقل مزاج تھے۔ان کا ضلع لدھیانہ تھا۔ہم آپس میں رشتہ دار بھی تھے۔میرے دادا عبدالغفور خاں کی شادی ان کی چچازاد بہن ستاراں بیگم سے ہوئی تھی اور میرے چچا عبدالمجید خاں کی شادی ان کی بھتیجی پارس بیگم سے ہوئی تھی یہ کل چار بھائی تھے۔ان میں سے صرف عبدالستار صرف غیر احمدی تھے۔اس لئے دادا جان نے انہیں اپنے ساتھ آباد کیا۔ان کے رقبہ ان سب کو رقبہ الاٹ ہے۔حافظ صاحب کا رقبہ بہت اچھا اور میرا تھا۔گندم بہت ہوتی تھی۔بعد ازاں رقبہ سیم ہو گیا میں چاول اور کماد کی فصل ہوتی ہے۔حافظ صاحب دونوں وقت رقبہ میں جانے کے عادی تھے۔مزارعین سے اچھا سلوک اور خود مزارعین سے کام کروانا۔اور ان کا خیال رکھنا ان کی عادت ثانیہ تھی۔مسجد میں نماز پڑھنا اور پڑھانا بھی ان کی مصروفیات میں تھا۔ بچوں کو قرآن بھی پڑھایا کرتے تھے۔جماعت کے مختلف عہدوں پر قائم رہے۔دیانت داری سے کام کیا۔اور علاقہ میں اچھی ساکھ کے مالک تھے۔اور مخیر بھی مشہور تھے۔محمد حسین کی شادی ان کی کوششوں سے ہوئی مگر شومئی قسمت کہ جب اس شادی کے بعد بچے جوان ہوئے تو ان بچوں نے حافظ صاحب کا 20 جون 1987ء میں سر پھاڑ دیا۔مقدمہ درج ہوا اور مجرمان محمد حسین، احسان الحق مرحوم، الطاف کو پانچ پانچ سال قید بامشقت ہوئی جو کہ وہ کاٹ کر آئے ۔جب کہ حکومت کی ساری مشینری ان کے ساتھ تھی۔علاقہ میں کسی نے اس کنبہ کی صفائی نہ دی جبکہ ان لوگوں نے حسب عادت مذہبی تعصب بھی بہت پھیلایا۔حافظ صاحب کی صفائی حاجی عطا محمد ولد خوشی محمد گجر 4 ٹی ڈی اے نے دی حالانکہ اس پر مذہبی دباؤ بھی پڑا مگر وہ ثابت قدم اور سچائی پر رہے۔محمد حسین اور اس کی بیوی کو اس کے سب حمایتیوں نے اس مقدمہ میں حافظ صاحب سے معافی مانگنے پر زور دیا مگر وہ تکبر میں بڑھتے گئے۔اس مقدمہ میں بندہ نے اور غلام رسول ولد الہ مہر، محمد طاہر نمبردار ایک ٹی ڈی اے نے مرکزی کردار ادا کیا۔ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔بڑے بیٹے ناصر احمد چک نمبر 4 T.D.A پرائمری سکول میں مدرس ہیں۔جبکہ چھوٹے بیٹے محمد اقبال کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ناصر احمد کے تین بیٹے اور محمد اقبال کے دو بیٹے ہیں۔





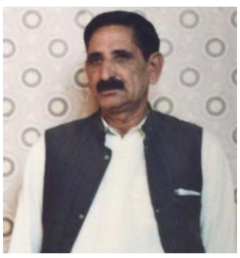
الاٹ نمبر 14۔عبدالحیٔ خاں ولد نعمت خاں

یہ الاٹ ان کے نام تھی۔یہ بھی محنتی اور جفاکش تھے۔جانوروں کو چرانا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ان کا اہم مشغلہ تھا۔ان کے پاس گڑ بنانے والا بیلنا بھی ہوتا تھا۔ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ان کا بڑا بیٹا نذیر احمد 1965ء کی جنگ میں شہید ہوا۔اور دوسرا بیٹا عبدالغفار آرمی سے کلرک ریٹائرڈ ہوا۔نصیر احمد اور عبدالرشید یہ تینوں بیٹے سرگودھا میں مقیم ہیں۔اور اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔



الاٹ نمبر 15۔محمد اشرف خاں ولد ھدایت خاں

ڈاک خانہ میں کلرک تھے۔ پہلے جب پاکستان بنا۔ یہ G.P.O لاہور میں ملازم تھے۔ بعد میں جوہرآباد تبادلہ کروا لیا۔ان کے بھائی ان کا رقبہ آباد کرتے رہے۔ بعدازاں 1962ء میں فوت ہوئے۔ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑے بیٹے خالد اشرف بورڈ انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری سرگودھا میں سپریٹنڈنٹ تھے۔ بعدازاں جرمنی چلے گئے۔ دوسرے لڑکے طارق اشرف اسلام آباد منسٹری آف زراعت میں ملازم ہیں۔



الاٹ نمبر 16۔محمد شریف خاں ولد محمد علی خاں

بھی بہت محنتی کسان تھے۔انہوں نے بیلوں کا جوڑا بنایا۔اور کھیتی باڑی کرنے لگے۔ یہ اپنے والد صاحب سے بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔اور اپنا رقبہ بھی آباد کیا۔ بعدازاں ربوہ منتقل ہو گئے۔ 1996ء اپریل میں وفات پائی۔ان کے دو بیٹے بشیر احمد شکیل احمد اور تین بیٹیاں ہیں۔بشیر احمد خاں سپین میں مقیم ہیں۔



الاٹ نمبر 17۔علی محمد خاں ولد عدالت خاں

یہ بھی ہمارے آبادکار تھے۔مگر زیادہ وقت انہوں نے چک 497 شورکوٹ میں گذارا چونکہ آبائی رقبہ ان کا وہاں تھا۔گاؤں میں بھی چکر لگاتے رہتے تھے۔ہفتوں چک نمبر T.D.A2 میں رہ کر رقبہ آباد کرتے اور پھرتے تھے۔

الاٹ نمبر 18۔ برکت اللہ خاں صاحب ولد رحمت خاں

یہ بھی ہمارے الاٹی تھے۔ڈاک خانہ میں کلرک تھے۔رقبہ بھی آباد کرتے رہے۔ بعدازاں بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔نیک اور کم گو بزرگ تھے۔ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹا رقبہ فروخت کر کے ربوہ منتقل ہو گیا۔اور بعد میں فوت ہو گیا۔اس کی فیملی ربوہ میں مقیم ہے۔

الاٹ نمبر 19۔عبدالسلام ملکانہ ولد سردار خاں

یہ ہمارے الاٹی تھے۔ان کا آبائی علاقہ ملکانہ نزد آگرہ تھا۔محمد علی خاں سے ان کی بہن کی شادی ہوئی تھی۔اس بنا پر ان کو بھی ایک الاٹ دی گئی۔ یہ لاہور بھی رہے ہیں۔ان کا بھائی عبدالرشید ان کے رقبہ کو آباد کرتا رہا۔ یہ بھی دونوں بھائی شریف النفس محنتی اور جفاکش تھے۔اپنا رقبہ فروخت کر کے لاہور میں رہائش پذیر تھے اب دونوں وفات پا چکے ہیں۔



الاٹ نمبر 20۔محمد حسین ولد مطلوب خاں۔

محمد حسین دو بھائی ہیں۔دونوں کو پندرہ پندرہ ایکڑ رقبہ الاٹ کروایا گیا۔کیونکہ محمد علی خاں ولد عدالت خاں ان کے بہنوئی تھے۔اس تعلق پر ان کو چک نمبر T.D.A2 میں لایا گیا۔تاکہ سب باہم مل کر رہیں۔اور کھیتی باڑی کریں۔محمد حسین تو بہت ہی محنتی اور جفاکش انسان ہیں۔اور ان کے بھائی امانت علی بھی محنتی ہیں۔مگر سادہ طبع ہیں۔محمد حسین نے بہت ترقی کی۔انہوں نے ٹریکٹر 1982ء میں خریدا اور زراعت میں بہت ترقی کی۔ان کے چھ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔محمد حسین اور اس کے بیٹوں نے مزید تیس ایکڑ رقبہ بھی خریدا۔اور اپنی کھیتی باڑی کو خوب چمکایا اور خوب ترقی کی۔مگر اولاد کی غلط تربیت کی وجہ سے نقصان اٹھایا اور ہر کسی سے دنگا فساد کی وجہ سے دوبارہ نصف رقبہ

فروخت کرنا پڑ گیا۔اور سارے کاروبار کا کنٹرول اس کی بیوی کے ہاتھ میں رہا۔اب چھوٹے لڑکے جوان ہونے پر ذرا ان کی ماں کا کنٹرول کم ہوا ہے۔

الاٹ نمبر 21 محمد تقی ولد محمد حسن

یہ بھی ہمارے الاٹی تھے۔مگر ان لوگوں کا آبائی رقبہ وار برٹن میں تھا۔وہیں مقیم رہے۔ان کا ایک بھائی محمد رفیع یہاں آ کر آباد ہوا۔مگر بعد میں سارا رقبہ تھوڑے داموں میں فروخت کر کے چلے گئے۔اور وار برٹن میں رہائش اختیار کی۔انہوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بھی اپنے احاطہ میں بنائی تھی۔مگر ان کے جانے کے کچھ عرصہ بعد ویران ہوگئی۔یہ زمین فقیر محمد ولد عبدالرشید نے خرید لی تھی۔اب چالیس سال کے بعد اس نے اور اس کے بیٹے نے یہ رقبہ ککڑ لوانوں کو فروخت کر دیا ہے۔جس میں دو ایکڑ فقیر محمد کی خالہ کے بھی تھے۔جو اس نے مسجد کو دے رکھے تھے۔ان دو ایکڑوں کی رقم سے محمد حسین کی مسجد بنی۔

الاٹ نمبر 22 محمد اقبال ولد محمد حسن

بھی مندرجہ بالا حالات سے دو چار رہے۔وار برٹن میں مقیم رہے۔اور بعد میں رقبہ فروخت کر گئے۔ان کی زمین میو عبدالحمید آف چک 1 ۔ٹی۔ڈی۔اے نے خرید لی تھی بعد میں چھ ایکڑ محمد شریف ولد مہنگا نے اور کچھ محمد شیر ڈھٹی نے خرید لی تھی۔

الاٹ نمبر 23۔حبیب خان ولد ارجو خان

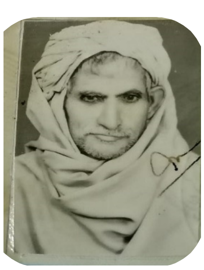
جو خانیہ بھی ہمارے الاٹی تھے۔بہت محنتی اور جفاکش تھے۔بنیادی طور فوجی ریٹائرڈ تھے۔مویشیوں کے حکیم تھے۔لوگ دور دور سے بغرض علاج ان کے پاس آتے تھے۔سانپ کاٹے کا علاج بھی کرتے تھے۔بلکہ ڈسی ہوئی جگہ سے زہر چوس کر مریض کو بچا لیتے تھے۔ان کے آٹھ لڑکے تین لڑکیاں تھیں۔بہت مزاحیہ انسان تھے۔غربت میں بھی صبر اور شکر سے وقت گذارا۔اکثر یہ فقرہ ہمیں سنایا کرتے تھے۔اُن کا نمبر فوج میں 20528 تھا۔وہ کہا کرتے تھے (بیس پانچ اٹھائی میں حبیب خاں سپائی) بعد ازاں قائد آباد منتقل ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔

الاٹ نمبر 24۔رانا منظور احمد خاں۔



یہ رقبہ ٹینڈ رتھا۔جو کہ بعد میں 22 مئی 1971ء کو رانا منظور احمد خاں ولد عبدالغفور خاں کو الاٹ ہوا۔چونکہ رانا منظور احمد اپنے والد کے ساتھ کاشتکاری کرتے تھے۔اس بنا پر رقبہ ان کو الاٹ ہو گیا۔ان کے خلاف مقدمہ ہائی کورٹ تک ان کے ماموں عبدالسلام نے لڑا مگر ناکام رہے۔رانا صاحب بعد ازاں شوگر ملز میں ملازم ہو گئے۔اپنے پیشہ میں اتنی ترقی کی۔کہ پہلے لالیاں میں پاہڑیانوالی میں ڈپٹی کین مینیجر تھے پھر شکر گنج شوگر ملز جھنگ میں کین منیجر رہے۔

الاٹ نمبر 25 امانت علی ولد مطلوب خاں



یہ محمد حسین ولد مطلوب خاں کے بھائی ہیں۔اور سادہ لوح ہیں۔سب کام کرتے تھے۔اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔محمد حسین اور اس کی بیوی نے اس کی شادی نہیں کی۔تا کہ اس کے پندرہ ایکڑ ان کو بچ جائیں۔امانت علی اور اس کی والدہ نواب بی بی اور اس کی بہن احمدیت پر قائم رہے۔محمد حسین بعد میں احمدیت سے پھر گیا۔حالانکہ اس کا بچپن قادیان میں گذرا ہے۔اسی رشتہ داری کی وجہ سے ان کو یہاں الاٹمنٹ ہوئی تھی ورنہ یہ کوئی قابل شخص نہ تھا۔یہ ایک ان پڑھ شخص تھا۔اس کے احمدی ہونے کی بنا

پر اسکو رقبہ الاٹ کروایا گیا۔ یہ ہمارے بزرگوں کی روٹی پکایا کرتا تھا۔ ہاں اس کا والد سنی تھا اس کے والد نے اسکی والدہ کو احمدی ہونے کی بنا پر اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ چونکہ اسکے تین بچے تھے۔ نواب بی بی نے بچے ساتھ لئے اور قادیان جا کر پناہ لے لی۔ اور محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کو پالنے لگ گئی۔ وہیں اس نے اپنی بیٹی امانت بی بی کی شادی چوہدری محمد علی سے کردی جو کہ ہمارے چچا تھے اور احمدی تھے۔ اس میں سے دو بیٹے ہوئے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ جو کہ اللہ کے فضل سے سب احمدی ہیں۔ اس کو (محمد حسین) کسی برادری نے رشتہ نہ دیا۔ اس کی شادی سنیوں میں ہوئی۔ اسلئے یہ سنی ٹھہرا۔ اور بعد میں اس کی ساری اولاد احمدیت کے خلاف ہوگئی اور احسان فاموشی کی اخیر کردی۔

الاٹ نمبر 26 محمد سلیمان ولد بڈھے خاں

بہت ہی سادہ محنتی اور جفاکش انسان تھے۔ رقبہ گاؤں کے قریب تھا۔ ہر وقت کھیت میں کام کاج میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے تین لڑکے ہیں جو کہ گجرانوالے میں منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا نذیر احمد گم ہوگیا جس کا آج تک کوئی سراغ نہ مل سکا۔ باقی لڑکے گجرانوالہ گرجاکھ میں اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔

الاٹ نمبر 27 محمد اسمٰعیل ولد بڈھے خاں عرف نہرو

محمد اسمٰعیل بھی محنتی کسان تھے۔ ساری عمر گذار دی۔ شادی نہ ہوسکی۔ بعد ازاں گاؤں چھوڑ کر گجرانوالہ اور حافظ آباد منتقل ہو گئے۔ آخر عمر گاؤں واپس لوٹے۔ رقبہ فروخت کر چکے تھے۔ آخر 1996ء میں وفات پائی۔ اچھے اور مزاحیہ انسان تھے۔ یہ رقبہ بعد ازاں محمد نثار ولد عبدالستار نے خرید لیا۔ جو خود ایک جھگڑے میں قتل ہو گئے۔ خدا اُن کی مغفرت کرے۔ اب یہ رقبہ اُن کے بیٹے ابرار احمد، عمران احمد اور بھائی محمد انوار کاشت کرتے ہیں۔ ذوالفقار نے اپنا پانچ ایکڑ رقبہ رانا محمد صادق اسلام آبادی کو فروخت کر دیا ہے۔

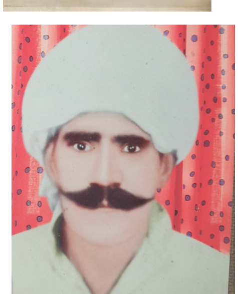
الاٹ نمبر 28 غلام رسول ولد بڈھے خاں

یہ بھی بہت سادہ اور محنتی کسان تھے۔ اور بنیادی طور پر فوجی تھے۔ بنگلہ دیش میں دوران ملازمت انہوں نے شادی کی۔ اور بیوی کو اپنے وطن ہندوستان لے آئے۔ پاکستان بننے کے بعد گاؤں میں بھائیوں سمیت آ گئے۔ ان کا ایک بیٹا محمد یوسف تھا۔ جو کہ اکلوتا تھا۔ اسے بھی گاؤں میں رقبہ الاٹ ہوا۔ ان کا تعلق بھی کاٹھگڑھ سے تھا۔



الاٹ نمبر 29 محمد یوسف ولد غلام رسول

بہت ہی شریف انسان تھے۔ اپنے اور والد کے رقبہ کو خوب آباد کیا۔ بعد ازاں والد کا رقبہ فروخت کر دیا۔ اور سرگودھا میں نوکری کرنے لگ گئے۔ ان کے دولڑکے لیاقت علی شوکت علی ہیں۔ تمام عمر کسی سے کوئی لڑائی نہیں۔ بہت ہی خوش خلق اور اچھے انسان تھے۔ اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ 1990ء میں وفات پائی۔

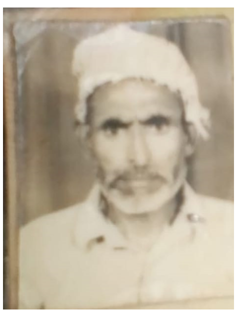


الاٹ نمبر 30۔ عبداللطیف خاں ولد حاجی عبدالحمید خاں نمبردار

یہ رقبہ عبداللطیف خاں کے نام ہے۔ یہ رقبہ نمبرداری ہے۔ عبداللطیف خاں 1951ء میں نمبردار مقرر ہوئے۔ یہ گروپ لیڈر تھے۔ ان کا کنبہ سب کنبوں سے بڑا تھا۔ اور ان کی الاٹ منٹ بھی زیادہ تھی۔ اور پڑھا لکھا معقول ہونے کی بنا پر سب

نے ان کونمبردار بنانے پر حامی بھر لی۔عبداللطیف خاں پولیس سروس سے ریٹائرڈ تھا۔ہشیار اور چالاک تھاجب آباد کاروں کی حاضریاں لگانے ریونیو آفیسر تشریف لاتے۔تو یہ نمبردار سب غیر حاضر آباد کاروں کی حاضری لگوا دیتا۔تاکہ کسی کا بھی رقبہ معطل نہ ہو۔آبیانہ خود اپنی جیب سے متعدد بار ادا کیا۔اور بارہا عدم ادائیگی کی وجہ سے ریونیو آفیسر سے ناراضگی مول لی۔اور حوالات کاٹی۔برادری کے کسی فرد کی شکایت نہ کی۔اور اپنی جان پر کاٹی۔اپنے رقبہ کو آباد کیا۔غربت کی زندگی گزاری اور اپنی سفید پوشی بھی بحال رکھی۔بچوں کو بھی پڑھایا۔ان کی پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔کثیر العیال ہونے کے باوجود اچھا وقت گزارا ان کے تینوں بیٹے بیرون ملک ملازم رہے۔1976ء میں جب رقبہ سیم ہوگیا تو ربوہ میں منتقل ہو گئے۔فروری 1984ء میں ان کا انتقال ہوا۔اوران کی وفات کے بعد خاکسار گاؤں کا نمبردار مقرر ہوا۔

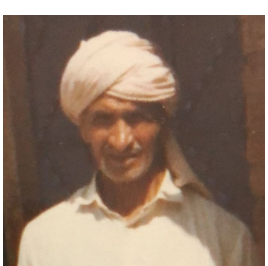
الاٹ نمبر 31۔عبدالسلام ولد نعمت خاں



یہ بھی ہمارے گاؤں کے الاٹی تھے۔بہت ہی محنتی اور جفاکش تھے۔زمیندارہ میں ان کی محنت کی شہرت تھی۔بیلوں کا ایک جوڑا انہوں نے بنایا۔بعدازاں بیٹا منیر احمد جوان ہونے پر دوسرا جوڑا بنایا۔بلکہ ایک اونٹ بھی رکھا۔رقبہ مزید ٹھیکہ پر لے کر کھیتی باڑی کرتے رہے۔فصل ان کی اچھی ہوتی تھی۔اور اکثر مالداری میں بھی مشہور تھے۔مال مویشی بھی زیادہ رکھتے تھے۔اب ان کی بیٹا سلطان محمود کھیتی باڑی کرتے ہیں ان کے بچے بھی جوان ہو گئے ہیں۔اب ان کا بڑا بیٹا مسعود احمد ان کا ہاتھ بٹاتا ہے۔منیر احمد اپنے بچوں کو ربوہ لے گیا ہے وہاں اس کا اپنا مکان ہے۔اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ایک بیٹا پہریدار قصر خلافت اور دوسرا اسلام آباد میں کام کرتا ہے۔

الاٹ نمبر 32۔عبدالستار خاں ولد نعمت خاں

عبدالستار خاں بھی بہت ہی محنتی کسان تھا۔شروع سے اس کے پاس بیلوں کا جوڑا اور ایک دو بھینس ہوتی تھیں۔گاؤں میں سب سے پہلے اس نے ٹریکٹر لیا۔اوراس کی کھیتی باڑی بہت تھی۔کافی رقبہ ٹھیکہ پر لے کر کھیتی باڑی کیا کرتا تھا۔اس کی چھ بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔نہایت شریف اور سادہ انسان تھا۔اس کے تین بیٹے تھے ایک بیٹا 1977ء میں اس کے چچازاد اور بہنوئی نصیر احمد ولد عبدالحئی نے زمین کے فساد پر قتل کر ڈالا تھا۔محمد انوار بھی اپنے سسرال میانچنوں چلا گیا تھا جب اس کا والد دسمبر 1984ء میں فوت ہوا تو پھر واپس آ گیا۔ذوالفقار لاہور میں رہتا ہے۔



الاٹ نمبر 33۔محمد صدیق خاں ولد عبدالواحد خاں۔

محمد صدیق کو گاؤں میں اکثر مولوی کہا کرتے تھے۔نہایت ہی سادہ۔نمازی اور محنتی کسان تھا۔ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتا۔اور جہاں نماز کا وقت ہوجاتا کام چھوڑ کر نماز پڑھتا۔محمد صدیق کے اولاد نرینہ نہ تھی۔صرف دو بیٹیاں ہیں۔ایک کراچی میں مقیم ہے دوسری جرمنی میں۔1990ء میں وفات پائی۔ان کا رقبہ بہت اچھا تھا۔اور خود بھی بہت اچھے تھے۔

الاٹ نمبر 34۔عبدالحکیم خاں ولد عبدالحمید خاں

یہ بھی نمبردار کے چھوٹے بھائی ہیں۔نو عمر تھے جب رقبہ الاٹ ہوا۔نمبرداران کی غیر حاضری میں حاضریاں لگواتا رہا جبکہ عبدالحکیم خاں جھنگ میں

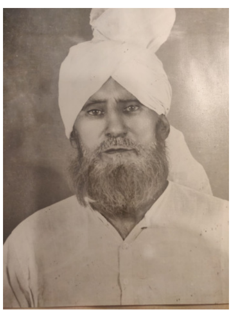


مالی پٹواری رہے۔ ساری عمر شورکوٹ گڑھ مہاراجہ میں گزاری۔ اور رقبہ ان کے بھائی اور بھانجے کاشت کرتے رہے۔ اب تک گڑھ موڑ میں آباد رہے اور جماعت کے صدر رہے۔ خوب چست چالاک پٹواری تھے۔ اب ربوہ میں رہائش ہے۔ ان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ دو بیٹے جرمنی، بلجیم میں مقیم ہیں۔

الاٹ نمبر 35۔ ولی محمد ولد بھولا چوکیدار

یہ بہت ہی سادہ اور شریف آدمی تھا۔ عرصہ بیس سال تک چوکیدارہ کیا جب رقبہ سیم ہوا تو پھر سرگودھا موضع وجھ میں منتقل ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ ایک بیٹے کا نام سردار علی ہے جو کہ فوجی ریٹائرڈ ہے دوسرے کا نام اقبال ہے جو کہ بجلی کے محکمہ میں کام کرتا ہے۔ باقی سب وجھ میں رہائش پذیر ہیں جب سیم نے زمین خراب کر دی تو 1977ء میں گاؤں چھوڑ گئے تھے۔

الاٹ نمبر 36 محمد علی خاں شاہی ولد عبدالعزیز خاں (امام مسجد)



یہ ہمارے بزرگ، نہایت ہی نفیس، نیک بے غرض اور بے نفس انسان تھے۔ عرصہ بیس سال تک امام مسجد مقرر رہے۔ اذان بہت اچھی دیتے تھے۔ باریش تھے۔ لال مہندی لگاتے تھے۔ ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ جو کہ ربوہ منتقل ہو گئے تھے۔ نمازی تھے۔ ان کی آبائی زمین ساٹھ کنال چک 68 ج ب فیصل آباد میں تھی۔ کاغذی کاروائی میں امام مسجد تھے زمین سے حصہ نہ لیتے تھے۔ میرے والد صاحب کے ماموں تھے۔

الاٹ نمبر 37 مہر دین ولد فتح دین بیگاری۔

یہ بھی بہت سادہ اور ان پڑھ آدمی تھا۔ بڑے اخلاص سے تیس سال اپنی نوکری دی۔ افیم کا رسیا تھا۔ بھنیسیں رکھنے کا اسے بہت شوق تھا۔ نمبردار عبداللطیف کا نوکر بھی تھا۔ خادم بھی اور دوست بھی تھا۔ اس کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں جو کہ چک نمبر 4 T.D.A میں آباد ہیں۔ 1985 میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا نذیر بیگاری بنا مگر ایک سال بعد وہ بھی فوت ہو گیا۔ بعد ازاں نمبردار نے محمد صدیق ولد ویر دین کو بیگاری رکھ لیا۔

الاٹ نمبر 38۔ محمد افضل خاں ولد ہدایت خاں

محمد افضل بھٹی بھی اچھے کاشتکار تھے۔ جفاکش اور محنتی۔ طبیعت ذرا کڑوی تھی۔ خود پسند طبیعت تھے نمبردار کے خلاف مقدمہ نمبرداری بھی کیا مگر ناکام رہے۔ اور آبیانہ لوگوں سے وصول کرنے کا تجربہ نہ تھا، نقصان اٹھایا اور رقبہ بھنگیوں کے پاس گروی رکھنا پڑا۔ پھر 1984 میں رقبہ عبدالستار کے داماد کو اسی ہزار روپے میں فروخت کر دیا بعد میں رقبہ اپنے داماد محمد اکرم ولد محمد اسلم کے نام لگوا دیا۔ ان کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ جو کہ اپنے اپنے کاروبار کے سلسلے میں سرگودھا میں آباد ہیں۔

الاٹ نمبر 39۔ محمد اسلم خاں ولد ہدایت خاں

(یہ پہلے احمدی تھے بعد میں سنی ہو گئے تھے) محمد اسلم نہایت محنتی اور جفاکش انسان ہیں۔ جب چنے کے پسے یا ڈھیر لگا کر گاہنے لگتے تو ہمارے سب گیہوں کے ڈھیر کی صفائی محمد اسلم کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک فوجی محمد علی بھی ہوا کرتے تھے ان لوگوں نے بہت ہی محنتی زندگی گذاری۔ اپنی زمین میں بھی بہت محنت کی۔ ان کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ ایک بیٹا محمد اکرم نے سرگودھا میں مکان بنایا ہے۔ جاوید اقبال نے اپنا مکان ربوہ میں بنایا ہے اور

وہ احمدی ہے۔اور محمد ریاض نے چک نمبر T.D.A4 میں مکان بنالیا ہے۔

الاٹ نمبر 40 عبدالغفور خاں ولد غلام نبی خاں



یہ بزرگ نہایت ہی سادہ محنتی نمازی تھے۔شروع میں بیلوں کا جوڑا بنایا۔اور محنت سے رقبہ آباد کیا۔نمازی تھے جب بھی اذان ہوتی نماز ادا کرتے۔آخر عمر میں قرآن پڑھنا سیکھا۔اپنے کام سے کام رکھتے۔اور جھوٹ نہ بولتے تھے۔ان کی دو بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔بڑا بیٹا رانا عبدالرؤف خاں نے سرگودھا میں ملازمت اختیار کی۔اور ٹریفک مجسٹریٹ کے آفس میں ملازم ہیں۔دوسرے بیٹے رانا منظور احمد خاں کین مینیجر پاہڑیانوالی شوگر ملز تھے۔محمد آصف خاں فاطمہ شوگر ملز کوٹ ادو میں ہیں۔ایک بیٹے محمد احسن خاں ربوہ میں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ان کا ایک بیٹا جرمنی میں ہے۔

الاٹ نمبر 41۔فتح محمد ولد جان محمد

یہ بزرگ بھی لدھیانہ سے تعلق رکھتے تھے۔گوجرہ میں مقیم تھے۔بھوندو ولد ساون کے دوست تھے۔بھوندو جو کہ چوہدری عبدالرحیم خاں کا ذاتی ملازم تھا۔اس کی سفارش پر اسے رقبہ الاٹ ہوا۔فتح محمد خود نہایت شریف آدمی تھا۔اس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔اس کے بیٹوں نے رقبہ کو آباد کیا۔خود فتح محمد بھی محنتی انسان تھا۔اس کے بیٹے محمد علی فوجی احمد علی بلو جسے سب گاؤں والے تایا کہتے ہیں۔حسن علی اور اصغر علی انصاری ہیں۔موخر الذکر اصغر علی نے اپنی کھیتی باڑی خوب کی۔اور اچھا زمیندار کہلایا۔اس کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔اپنا رقبہ تو فروخت کر چکے۔اور اب ٹھیکہ بٹائی پر رقبہ لے کر کاشت کرتے ہیں۔ٹریکٹر بھی رکھا ہوا ہے۔بچے سب محنتی ہیں۔بڑا لڑکا عبدالمجید یوسف شوگر ملز شاہ پو میں ملازم ہے۔دوسرا بیٹا حفیظ بھی کسی مل میں رانا منظور احمد نے ملازم کروایا ہے۔احمد علی بلو نے آخری عمر 1985ء میں شادی کروائی خدا تعالی نے اسے دو بیٹے اور دو بیٹیاں دے دیں۔اب وہ فیصل آباد میں مقیم ہے۔

الاٹ نمبر 42۔بھوندو ولد ساون بھوندو

واقعی بھوندو تھا۔نہایت سادہ اور خدمت گار اعلیٰ درجہ کا نشانہ باز چوہدری عبدالرحیم کا خاص خادم۔اس کو بھی گاؤں میں رقبہ پندرہ ایکڑ الاٹ کروادیا گیا۔اور اس نے نہایت محنت سے آبادکاری میں حصہ لیا۔اس کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔بعد ازاں رقبہ فروخت کر کے گوجرہ منتقل ہو گیا۔اور وہیں وفات پائی۔گوجرہ میں اس کی اولاد اچھے کاروبار کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔

الاٹ نمبر 43۔عبدالحق خان ولد غلام نبی خاں



نہایت ہی سادہ اور محنتی شخص تھے۔بچپن سے ہی محنت مزدوری کرتے رہے۔گاؤں میں آبادکاری میں بھی حتیٰ المقدور حصہ لیا۔ان کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔بچپن میں خواجہ کمال الدین صاحب رئیس لاہور برانڈرتھ روڈ لاہور میں بھی ملازمت کی۔اس دوران حضرت مرزا صاحب محترم وہاں آیا کرتے تھے۔آپ کو حضور کو وضو کرنے کے لئے لوٹے میں پانی فراہم کرنے اور لوٹا ہاتھ میں پکڑ کر وضو کروانے کی سعادت نصیب ہوئی۔جب حضرت مرزا صاحب سیر کے لئے نکلتے تو آپ کو بھی ساتھ یکہ میں لے لیتے۔اور آپ کو حضرت مرزا صاحب کے پاؤں دبانے کا شرف بھی حاصل رہا۔یہاں گاؤں میں بھی مسجد میں ان کا دل اٹکا رہتا۔1965ء میں وفات پائی۔موصی تھے اس لئے ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں قطعہ خاص میں جگہ ملی۔



الاٹ نمبر 44 سیف الرحمٰن خاں ولد عبدالحق خاں۔

سیف الرحمٰن بھی اچھے کسان اور زمیندار تھے۔شروع شروع میں آباد کاری میں بہت حصہ لیا۔اور رقبہ کو آباد کیا۔بعد ازاں آپ نواب محمد احمد خاں مالک کوٹھی نواب (آف مالیر کوٹلہ) نزد بجار ملازم ہو گئے تھے لوگوں کے کام آنا ان کا شیوہ تھا۔جب 1962 میں کاٹھگڑھیوں اور شیر پوریوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تھی اس وقت اس نے برادری کے لئے بہت روپیہ پانی کی طرح بہایا اور مقدمہ جیتا تھا۔آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔رقبہ آپ نے فروخت کر دیا تھا۔اور خود جوہر آباد منتقل ہو گئے تھے۔1990 میں فوت ہوئے۔ایک بار چاروں چکوک میں کونسلر کا الیکشن بھی لڑا مگر 35 ووٹوں سے ہار گئے تھے۔ان کے مقابلہ پر رانا غلام محمد 4 ٹی ڈی اے ممبر بن گیا تھا۔اب یہ رقبہ عبدالرحمان جٹ کے دو بیٹوں، غلام قادر اور خالد محمود احمد کے نام ہے۔غلام قادر تو بے چارہ 1996 میں وفات پا گیا۔اب اس کی بیوی اور بچے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔خالد محمود چک میں رہائش رکھتا ہے۔اس کے سات بیٹے ہیں۔وہ بھی کھیتی باڑی کرتے ہیں۔سب مخلص احمدی ہیں۔

الاٹ نمبر 45۔ناصر احمد خاں ولد محمد علی خاں شاہی



ناصر احمد خاں بہت کڑیل اور تنومند انسان تھے۔اپنے رقبہ کی آباد کاری میں مثالی کام کیا۔ہنس مکھ اور خوش اخلاق تھے۔جماعت کے سیکٹری مال بھی رہے۔ان کی بیوی سیکٹری ناصرات بھی رہیں۔بعد ازاں ربوہ منتقل ہو گئے 1963ء میں خلیفۃ المسیح الثانی کے پہریدار مقرر ہوئے پھر خلافت ثالثہ میں باڈی گارڈ اور پھر افسر حفاظت مقرر ہوئے۔1980ء میں خلیفہ صاحب کے ساتھ ساری دنیا، افریقہ، یورپ کا سفر کیا۔پھر 1982ء میں خلیفہ رابع کے ساتھ دوسری بار یورپ افریقہ کے سفر کی سعادت پائی اور مسجد سپین کے افتتاح میں شامل ہوئے۔خلافت رابعہ میں تقریباً نو ماہ افسر حفاظت کے عہدہ پر زندہ رہے۔اور 22 مارچ 1983ء کو وفات پائی۔ان کا ایک بیٹا مربی سلسلہ نائجیریا میں ہے۔جس کا نام محمود احمد خاں ہے۔دوسرا طاہر احمد خاں برطانیہ میں مقیم ہے۔پانچ بیٹیاں ہیں۔بڑی بیٹی راقم الحروف سے بیاہی ہوئی ہے۔ناصر احمد خاں نے اپنا رقبہ 1978ء میں فروخت کر دیا تھا۔اس رقم سے احمد نگر ربوہ میں تیس کنال رقبہ خرید لیا تھا۔ناصر احمد خاں کا رقبہ منور احمد و ناصر احمد جٹ برادران نے خرید لیا تھا جو بعد ازاں 2006ء میں ٹکڑوں کو فروخت کر گئے۔اور خود احمد نگر منتقل ہو گئے۔

الاٹ نمبر 46۔محمد رفیع ولد محمد حسن۔

محمد رفیع ولد محمد حسن نے بھی رقبہ الاٹ کروایا۔مگر اپنی زیادہ تر رہائش وار برٹن رکھی۔کچھ عرصہ آباد کاری کے لئے گاؤں میں بھی رہائش اختیار کی۔یہ جماعت احمدیہ کے مخالفین میں سے تھے۔ایک بار اس نے میرے والد مرحوم کو گالیاں دیں۔میرے والد صاحب نے تو کسی کو نہ بتایا مگر اس کے بھائی بھتیجوں کو کسی نے بتا دیا۔اس پر محمد سرور، محمد انور، عبدالکریم اور رشیدالرحمان نے اسے خوب مارا۔اس بے عزتی پر وہ مستقل گاؤں سے رقبہ فروخت کر کے چلے گئے۔

الاٹ نمبر 47۔محمد حسن

ان کو یہ رقبہ الاٹ ہوگیا۔ مگر ڈبل الاٹمنٹ کی وجہ سے رقبہ کینسل ہوگیا۔ اور یہ خود یہاں چک نمبر 2 T.D.A کم ہی آئے۔ وار برٹن میں مقیم رہے۔ ان کا آبائی رقبہ وار برٹن میں تھا۔ یہ رقبہ پہلے رانا رشید الرحمان نے محمد احسن کے نام ٹھٹر رلیا پھر سیم آنے پر خانو اور اسلم کو دے دیا۔ ان لوگوں نے بڑی محنت سے اس رقبے کو آباد کیا۔ اور جو راستہ صدیوں سے اس زمین سے اوکھلی موہلہ کو گزرتا تھا اس کا رخ گاؤں کی طرف کر دیا۔ اور اپنے رقبے کے حدود اربعے کو بڑھانے کی سرتوڑ کوشش کی۔

الاٹ نمبر 48۔ عبدالسمیع ولد محمد حسن عبدالسمیع

بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ 1967ء میں رقبہ جلدی فقیر محمد ولد عبدالرشید کو فروخت کر گئے۔ اور خود اپنے آبائی رقبہ پر وار برٹن میں مقیم ہیں۔ یہ سب احمدیت کے مخالف تھے اور کھاتے پیتے گھرانہ سے ان کا تعلق تھا۔ ہمارا خاندان بھی کھڑ پینچ تھا۔ ان دونوں خاندانوں کی بننے والی نہ تھی لہذا ان لوگوں نے گاؤں چھوڑ دیا۔

نمبر 49۔ جمید خاں ولد ارجو خاں



یہ بھی بہت محنتی اور جفاکش انسان تھے۔ مویشیوں کے طبیب تھے۔ کثیر العیال ہونے کے باوجود اور غربت کے باوجود اچھا وقت گذارا۔ حمید خان نے پہلے ہمارے گاؤں میں دوکان بھی کھولی تھی۔ جس سے ہم سودا لیا کرتے تھے۔ اب فوت ہو گئے ہیں آنکھوں کی بینائی بھی نہیں تھی۔ سر پر وزن اٹھانے میں بہت ماہر تھے۔ ان کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ ان کا بڑا بیٹا محمد افضل پہلے سکول ماسٹر تھا پھر وکیلوں کا منشی بن گیا۔ اب ہائی کورٹ میں ہیں محمد شفیق نے ایل ایل بی کر لیا ہے۔ ارشد، سلیم، جاوید، گاؤں میں ہی کام کرتے ہیں۔

الاٹ نمبر 50۔ محمد جمیل ولد عبدالعزیز

الاٹ نمبر 51 غلام حبیب ولد عبدالعزیز

یہ دونوں الاٹ دس ہزاری سکیم میں نیلام ہوئیں۔ جو کہ ان لوگوں نے خریدیں۔ ان کا تعلق جہانگیرہ ضلع فیصل آباد سے ہے یہ لوگ خود فیصل آباد میں ہی مقیم رہے۔ مگر رقبہ مزارعین آباد کرتے رہے یہ رقبہ ان لوگوں نے آباد کاری سکیم پر نہ لیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے اپنی رہائش فیصل آباد میں رکھی۔ اور خود گاہے بگاہے چکر لگاتے رہتے تھے۔ اب ایک الاٹ محمد جمیل نے ارشد اعوان آف پھلروان کو فروخت کر دی ہے۔ غلام حبیب نے اپنی دو بیٹیوں کی شادی محمد حسین کے بیٹوں سے کر دی۔ یہ دوسری الاٹ ان کی معرفت اوکھلی موہلے کے شیخوں کو فروخت کر دی گئی ہے۔

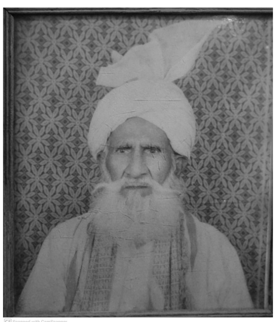
الاٹ نمبر 52۔ مشتاق احمد خاں ولد مظہر الحق خاں

یہ بھی بہت قد آور نوجوان تھے۔ یہ سات بھائی تھے۔ اور سب لوگ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ عبدالجبار جو کہ پہلے پہل سندھ میں اپنے سسرال میں رہا۔ بعد الاٹمنٹ گاؤں میں آیا۔ محمد اشفاق خاں، عبدالرزاق خاں، محمد اکرم خاں ربانی مظفر احمد خاں اور عبدالخالق۔ ابھی یہ سب بھائی کمسن تھے۔ اس وجہ سے ان کو رقبہ الاٹ نہ ہوسکا۔ یہ سب بہت محنت کش لوگ تھے۔ مختلف زمینوں کو انہوں نے بہت ہی محنت سے آباد کیا اور خوب زندگی گذاری۔ بعد میں اپنا رقبہ فروخت کر کے سرگودھا منتقل ہو گئے۔ اور اب دونوں میاں بیوی سرگودھا میں آباد ہیں۔ ان کے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے۔ محمد اشفاق کے چار بیٹے

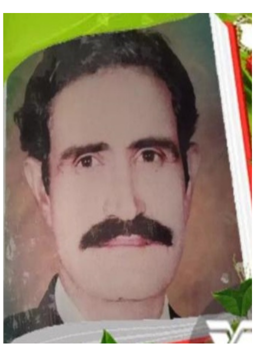


ہیں بڑا بیٹا محمد اسحاق کراچی میں موٹر مکینک ہے۔باقی بیٹے ربوہ میں ہی کاروبار کرتے ہیں۔عبدالرزاق کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔وہ 1960ء سے کراچی میں آباد ہیں۔ان کا بڑا بیٹا لندن میں مقیم ہے۔اس کی شادی ناصر احمد بہادر شیر کی بیٹی خولہ سے ہوئی ہے۔اس کے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔محمد اکرم ربانی کے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ان کا بیٹا اسلام آباد سے بی ایس سی کر کے لندن اعلی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ان کی ایک بیٹی فائزہ لندن میں مقیم ہے۔دو بیٹیاں امریکہ میں مقیم ہیں۔مظفر احمد کے ایک ہی بیٹی ہے جو کہ مقبول احمد ولد محمد اشفاق کو بیاہی ہوئی ہے۔عبدالخالق بچپن میں ہی وفات پا گیا تھا۔

الاٹ نمبر 53 مکرم حاجی عبدالحمید خاں ولد غلام نبی خاں



یہ بزرگ ہمارے دادا تھے۔اور نمبردار عبداللطیف خاں کے والد تھے۔ان کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ان کی پیدائش 1892 کی تھی۔انہوں نے بچپن میں حضرت مرزا صاحب کو دیکھا۔اس لئے ان کے ساتھی کہلائے۔ان کو اور ان کے سارے کنبہ کو پندرہ پندرہ ایکڑ زمین الاٹ تھی۔ان بزرگوں نے آبادکاری میں سب کا حوصلہ بڑھایا۔اور خود کدالہ لے کر جڑی بوٹیاں مارنے جایا کرتے تھے۔باریش تھے۔اور نمازی پرہیزی بھی تنومند چوڑے چکلے انسان تھے۔صلح جو اور ہنس مکھ تھے۔ہڈی پسلی بہت چوڑی تھی۔جس نوجوان سے ہاتھ ملاتے تو مزاحیہ طور پر ذرہ دباتے تو نوجوان بھی تلملا اٹھتا۔1970ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔1958ء میں گاؤں کی مسجد بنانے میں ان کا اور ان کے کنبے کا بڑا دخل ہے۔آپ کی بالشت بھر مہندی رنگی داڑھی اور ہاتھ میں ایک بڑا کھونٹا ساری برادری اور جماعت میں آپ کی پہچان تھا۔آپ کو جوانی میں گورنمنٹ کالج لا ہور میں کام کرنے کا موقع ملا۔اس لئے سب اولڈ سٹوڈن کو اکثر آپ کو جانتے تھے۔آپ روزانہ فجر کے وقت نماز کے لئے اٹھتے اور سب کو اٹھاتے، ساتھ ساتھ صل علی پڑھتے جاتے، اس طرح سب لوگ نماز کے لئے جاگ جاتے تھے۔



الاٹ نمبر 54۔محمد سرور خاں ولد محمد طفیل خاں

یہ نوجوان کم سن ہی تھا۔جس کو رقبہ الاٹ کیا گیا۔آہستہ آہستہ جوان ہوتا گیا۔اور کھیتی باڑی میں اپنے بھائی اور ماموؤں کا دست راست بن گیا۔کھیتی باڑی بہت محنت اور مشقت سے کرتا تھا۔بیلوں کا جوڑا بنایا اور ایک اونٹ خریدا۔جو کہ بار برداری کے کام آتا۔اس کے رقبے میں چنے زیادہ ہوتے تھے۔بعد میں یہ محمد سرور بحرین مزدوری کرنے چلا گیا۔وہاں اس بیچارے کو شوگر اور ٹی بی جیسے موذی مرض نے آن پکڑا۔زمین فروخت کر کے ربوہ منتقل ہو گیا اور وہیں وفات پائی۔اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ایک بیٹی اور بیٹا منصور احمد جرمنی میں ہیں۔



الاٹ نمبر 55 حاجی عبدالکریم خاں ولد حاجی عبدالحمید خاں

عبدالکریم بھی نوجوان آدمی تھا۔کھیتی باڑی میں بھی محنتی انسان تھا۔پہلے بیلوں کا ایک جوڑا بنایا اور بعد میں ایک اونٹنی خریدی۔جو ہل چلانے اور باربرداری کے کام آتی تھی۔چنوں کی فصل زیادہ ہوتی تھی۔گندم نشیبی زمین میں کاشت کی جاتی

تھی۔بعد میں ابوظہبی نوکری کے سلسلے میں چلے گئے۔دس سال ملازمت کے بعد واپس آ کر ربوہ میں رہائش اختیار کی۔ان کے دو بیٹے سپین میں مقیم ہیں۔اور ایک بیٹی جرمنی میں۔ایک بیٹا لندن میں۔خود گاؤں میں آتے رہتے ہیں۔رقبہ آباد ہے۔ہمارے خاندان میں داداجان کے بعد انہوں نے دو حج کرنے کی سعادت پائی۔ان کے بعد برادرم مبارک احمد نے بھی حج کیا۔

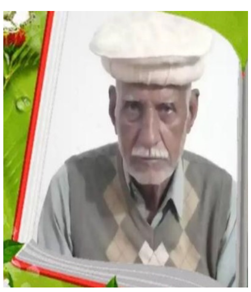
الاٹ نمبر 56۔رانا رشید الرحمٰن خاں ولد عبدالحق خاں





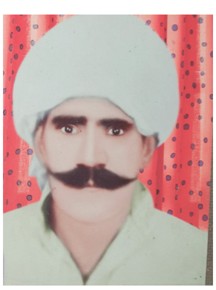
یہ بھی نوجوان آدمی تھا۔الاٹمنٹ کے وقت کراچی میں تھا۔بعدازاں آیا تو اپنے والد کی زمین کو خوب آباد کیا۔بہت ہی ہنس مکھ انسان تھا۔محنتی اور جرات مند جوان تھا۔بعدازاں سرگودھا کمشنری میں ملازمت اختیار کر لی۔اور سب دوستوں اور بھائیوں کے کام آتا رہا۔یہ رقبہ سات ایکڑا سے پندرہ سالہ سکیم میں مئی 1971ء میں الاٹ ہوا۔اس رقبہ کو بھی بہت محنت سے آباد کیا۔بعدازاں اپنے چچازاد بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔خود ربوہ منتقل ہو گئے اپنا مکان بنایا۔اچانک بیمار ہوئے۔جنوری 1996ء میں وفات پائی۔خدا مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ان کی بیٹی ناروے میں اور بیٹا ثاقب رشید لندن میں ہیں۔

الاٹ نمبر 57۔محمد انور خاں ولد محمد طفیل خاں

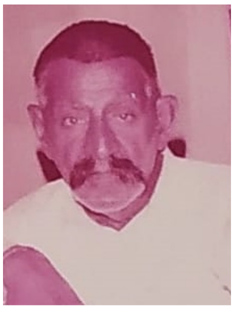


یہ بھی الاٹمنٹ کے وقت کم سن تھا اس وقت اس کی عمر دس سال تھی۔اور اپنے بھائی کی مدد کرتا رہا۔رقبہ اس کا نشیبی زمین کا تھا۔اس میں گندم بہت ہوتی تھی۔رقبہ کو آباد کرنے میں بہت محنت کی۔1976ء میں رقبہ سیم زدہ ہو گیا۔آمدنی ختم ہو گئی۔خود محمد انور ربوہ منتقل ہو گیا۔وہاں پہریدار خلیفۃ المسیح مقرر ہو گیا۔ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

الاٹ نمبر 58 نمبردار عبداللطیف خاں ولد عبدالحمید خاں



عبداللطیف خاں نمبردار میرے (راقم الحروف کے) والد تھے۔گروپ لیڈر حاجی عبدالحمید خاں کے بڑے بیٹے تھے پولیس کے ملازم تھے۔پاکستان جب بنا تو انہوں نے ملازمت چھوڑ دی۔اور اپنے کنبے کے ساتھ آبادکاری سکیم میں شامل ہو گئے۔پڑھے لکھے جوان تھے جہاں دیدہ اور چست و چالاک تھے افسران سے بات کرنے کا ڈھنگ آتا تھا۔متفقہ طور پر سب نے نمبردار منتخب کیا۔اس وقت ماسٹر عطائلہ صاحب نے کچھ مخالفت کی مگر چوہدری عبدالرحیم خاں نے اور ساری برادری نے ان کو منتخب کیا۔مہمان نواز بھی تھے۔آبادکاروں کی حاضری لگوانے میں ان کا اہم کردار ہے۔کبھی بھی کسی کی غیر حاضر ہونے کے باوجود کوئی غیر حاضری نہ لگوائی۔اور مالیہ آبیانہ وغیرہ کی وصولی شروع ہو گئی۔بیلوں کا جوڑا بھی بنایا۔بہت محنت مشقت کی۔اکثر غیر حاضر آبادکاروں کی حاضری لگواتے رہے اور کوئی بھی الاٹمنٹ ختم نہ ہونے دی۔آبیانہ کی وصولی میں بھی بہت نرمی سے کام لیا۔اور اکثر اسی وجہ سے بقایادار رہتے تھے۔



الاٹ نمبر 59۔عبدالرشید خاں ولد حاجی عبدالحمید خاں

یہ بھی ہمارے الاٹی تھے زیادہ وقت انہوں نے لکی نو شورکوٹ میں گذارا۔مگر آبادکاری کے لئے گاؤں میں آتے رہے۔تنومند اور جوان تھے۔ان کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔جس کی شادی میرے بڑے بھائی رانا عبدالغنی خاں سے ہوئی ہے۔نہایت ہی سادہ اور ان پڑھ تھے۔اپنی اولاد کے لئے انہوں نے بہت محنت کی اور اپنی ساری اولاد کو خوب پڑھایا۔ان کا ایک بڑا لڑکا B.A B.T نذیر احمد نثار ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شورکوٹ ہے۔دوسرا محمود احمد، مسعود احمد، نبی احمد خاں ہیں۔اور باقی بچوں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔سب اپنا اپنا کاروبار لکی نو (شورکوٹ جھنگ) میں کرتے ہیں۔اپنے والد کا رقبہ 1990ء میں انہوں نے چھ لاکھ روپے میں فروخت کردیا تھا۔اب اس رقبے کا مالک رانا عبدالمجید ہے۔اس کے چھ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔پٹیالے کا رہنے والا ہے۔1990ء میں پتوکی سے اٹھ کر آیا تھا۔پہلے اس کی رہائش ڈیرہ پر تھی اب چک 4ٹی ڈی اے میں رہتا ہے۔



الاٹ نمبر 60۔رانا عبدالغفور ولد عبدالرحمٰن خاں

رانا عبدالغفور ولد عبدالرحمٰن خاں ان کو 1971ء میں رقبہ پندرہ سالہ سکیم پر پانچ ایکڑ الاٹ ہوا۔بہت ہی جفاکش آدمی ہے مگر کام کرنے کا عادی نہ تھے۔اس کا آبائی رقبہ 68 ج۔ب فیصل آباد میں تھا۔وہ فروخت کردیا۔یہاں سے بھی جلدی ربوہ منتقل ہو گئے اور وہیں رہائش اختیار کرلی۔ان کے دو بیٹے عبدالشکور (وفاقی پولیس پاکستان) مسعود احمد لندن یو کے میں ہیں۔ایک بیٹی ہے۔2003ء میں وفات پائی۔

میں اس ایمان کے ساتھ اس ڈائری کو تمام کرتا ہوں کہ قارئین جہاں ممکن ہو میری خامیوں اور کوتاہیوں کی اصلاح کر کے میری راہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔اور مستقبل کا مورخ بھی ڈائیری کی ترتیب کو مزید تحقیق شدہ مواد کے ساتھ بہتر انداز میں پیش کرے گا کیونکہ تاریخ ہر لحظہ بدلتی ہے اور بدلتی رہے۔رانا عبدالرزاق خاں بی اے۔

رانا عبداللطیف خاں صاحب کی حالات زندگی اُن کی زبانی

نمبردار چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب

پیدائش اپریل 1913ء وفات 5 فروری 1984ء

جو کچھ بھی تحریر کیا گیا بالکل ہو بہو اور سب سچے واقعات اور شجرہ نسب بیان کیا گیا بیادگار اور اولاد کیلئے سبق کی مانند اور پچھلے واقعات کے متعلق اور اصلی رہائش اور اپنی پیدائش اور تعلیم کے متعلق نوید ہے جو بھی فرد لیکر اسکو پڑھے وہ غور کرے اور میرے سب حالات کا جائزہ لیکر غیرت سے اور عقلمندی سے کام لے۔لڑکوں کے لئے خاص ہدایت ہے کہ میری سوانح حیات کو پڑھ کر کہ میں کن کن ماحول سے گزرا اور تمہارے واسطے کیا کیا۔اور میرے عزیزوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔جیسے انڈیا میں انقلاب آیا ویسے ہی میرا بھی انقلاب زبردست تھا۔خاندان کی عزت بڑھانے کیلئے جائیداد کیلئے میں نے کتنی تکالیف اٹھائیں۔ پیدائش میری پیدائش غالباً اپریل 1913ء میں ہوئی ہمارا اصلی ملک گاؤں کاٹھگڑھ تھانہ بلاچور تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور ہمارا گاؤں بہت بڑا قصبہ تھا بلکہ سات گاؤں میں تھوڑی تھوڑی ملکیت تھی سب قومیں آباد تھی ماسوائے چماروں اور چوہڑوں کا یہ سب باہر رہتے تھے ہمارے گاؤں میں پانچ نمبرداریاں تھی سب کا چیف نمبردار چوہدری غلام احمد تھا آپکو میں نے اچھی طرح سے دیکھا غالباً 1924ء میں وفات پائی بارعب انسان تھا اور بارسوخ بلکہ چلتا پرزہ۔اسکی وفات کے بعد اسکا لڑکا چوہدری عبدالرحیم خاں نمبردار تھا۔

تعلیم

میں احمدیہ مڈل سکول کاٹھ گڑھ میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔اسکے بعد یعنی مڈل پاس کرنیکے بعد میں لاہور اپنے والد ماجد کے پاس جو لاہور میں گورنمنٹ کالج کے ہوسٹل میں ملازم تھے چلا گیا وہاں میں اسلامیہ ہائی سکول بھائی گیٹ میں جماعت نہم میں غالباً 1929ء میں داخل ہو گیا بدقسمتی سے دو سال فیل ہوتا رہا۔اخیر 1930ء میں پڑھائی چھوڑ کر پٹوار سیکھنے کیلئے موضع ڈھاباں سنگھ تھانہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ میں ایک عبدالغنی جو کہ میری پھوپھی کا دیور تھا وہاں پٹواری مال تھا ہدیاآباد کا رہنے والا تھا چلا گیا ایک سال متواتر کام سیکھتا رہا۔اس زمانہ میں پٹوار کے سکول بڑی مشکل سے کھلتے تھے مگر بندہ کسی سکول کے نہ کھلنے کی وجہ سے تنگ آکر اپنے گھر کاٹھ گڑھ واپس آ گیا۔اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم تھا گھر اچھا چلتا تھا کسی چیز کی کمی نہیں تھی دو عدد بھینسیں دودھ دیتی تھیں چھوٹا بھائی عبدالرشید کھیتی باڑی کرتا تھا۔ایک ہمارا پھوپھا ہدایت خاں ہوتا تھا جو سڑوعہ کا باشندہ تھا۔وہ بھی ہمارے ہی ہاں رہتا تھا میرے والد کی بہن محمد جان فوت ہو گئی وہ تین لڑکے کم سن چھوڑ گئی۔محمد افضل عمر 10 سال،محمد اسلم عمر 5 سال،محمد اشرف عمر 2 سال اسکو والد صاحب دادا صاحب نے پالا وہ ہمارے گاؤں میں ہی فوت ہوئی تھی یہ تینوں بھائی میرے دادا صاحب مکرم غلام نبی خاں کی تحویل میں پرورش پاتے رہے۔ان میں سے محمد اشرف کو میٹرک کرایا اور چچا عبدالغفور خاں نے اپنی سالی کا رشتہ اس سے کروا دیا۔

شادی

19 اپریل 1934ء میں بندہ کی شادی گاؤں میں ہی طرف رائیکہ چوہدری نور محمد خاں ولد عمرے خاں کے گھر ہوئی۔رشتے کروانے والے میرے ماموں مکرم محمد علی صاحب تھے کیونکہ آپ مکرم چوہدری نور محمد صاحب کے دوست تھے۔میری شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی والد صاحب کے دوست چند لاہور سے بھی تشریف لے گئے تھے مگر میرے خُسر صاحب 1932ء میں فوت ہو چکے تھے۔میری ساس بہت عقلمند تھی اور نیک بخت تھی۔

ملازمت

میں 3 اکتوبر 1934ء کو ریلوے پولیس میں لاہور بھرتی ہو گیا۔مبلغ 18 / -روپے تنخواہ ماہوار ملا کرتی تھی ۔زمانہ بہت ہی اچھا تھا اجناس خوردنی کی گرانی تھی ۔آٹا 24 سیر ایک روپے کا گھی سوا سیر روپیہ کا گوشت بکرا 4 سیر ایک روپے کا۔گائے کا 2 سیر ایک روپے کا۔پارچات بھی بہت سستے تھے 13 سال ملازمت کی حوالدار بھی بنا مگر بندہ اکڑ خاں زیادہ ہونے کیوجہ سے ترقی نہ کر سکا۔پھر 14 اگست 1947ء میں انقلاب آ گیا۔انگریز حکمران تھے قدرت نے ایسا پلٹا دیا کہ ایک محمد علی جناح مسلمانوں کی رہبری کیلئے سٹیج پر آ کھڑے ہوئے جو پہلے تیرہ سال کانگرس کے صدر رہ چکے تھے۔انگریز بہت باانصاف حکومت تھی ۔کسی کے مذہب پر حملہ نہیں کرتے تھے بلکہ ملک میں حکومت کا رعب بہت تھا۔امرناتھ گاندھی جواہرلال ہندوؤں کے بڑے لیڈر اور مسلمانوں کا تو یہ ایک ہی جو بعد میں جاگے محمد علی جناح مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گیا پاکستان علیحدہ بنا دیا۔جب حکومتیں یعنی پبلک تبدیل ہونی شروع ہوئی اسوقت میں انبالہ میں گھیرے بھی تھا وہاں سے بندہ چھپ کر بڑی مشکل سے اپنے گھر بغیر کسی سامان کے پہنچا مگر گاؤں میں بہت ہل چل مچ چکی تھی کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔اور مسلمان بھی ایسے ہی کرتے تھے خیر ہم ماہ ستمبر 1947ء میں ایک قافلہ کی شکل میں گھر سے نکل پڑے ہماری نگرانی میں ہمارے ایک سردار بختاور سنگھ انگریزی مجسٹریٹ ہوتے تھے جو ہمارے چچا عبدالرحیم خاں سردار کے بہت دشمن تھے اسکی وفات کے بعد اسکے لڑکوں نے صلح کر لی تھی ۔آپس میں دوست بن گئے تھے۔کیونکہ چچا صاحب کا افسران میں بہت اچھا وقار تھا اور علاقہ کی پبلک بھی بہت عزت کرتی تھی صرف ہمارا گاؤں ہی محفوظ گاؤں سے نکلا باقی سب جو چھوٹے چھوٹے گاؤں اور ہمارے اردگرد تھے ہمارے گاؤں میں پناہ کیلئے آ گئے تھے کیونکہ ہمارے گاؤں کی شہرت بہت تھی ۔زیر نگرانی سردار صاحبان ہم موضع راہوں سے ضلع جالندھر پہنچ گئے وہاں تقریباً 22 یوم کیمپ میں محفوظ رہے وہاں ہمیں میری دادی صاحبہ رحمی کا انتقال ہوا اور وہاں ہی دفن کیگئی ۔ابھی ہمیں چند دن ہی موضع راہوں میں قیام کئے ہوئے تھے میرا بھائی عبدالمجید خاں جو ملٹری ایئر فورس میں ملازم تھا ملٹری ٹرک لیکر پہنچ گیا یہ سب کنبہ والوں کو لیکر لاہور آ گیا جس میں میری بیوی اور بچے بھی شامل تھے میرے صرف تین لڑکیاں ہی تھیں نصرت بیگم، منصور بیگم، رانی میں انکے ساتھ نہ گیا اپنے سسرال کے پاس رہ گیا انکی حفاظت کے لئے ۔میرا بھائی عبدالرشید جسکی شادی سال 1938ء میں موضع مکووال ضلع اٹالہ میں ہوئی تھی وہ پارٹیشن کے دنوں اپنے سسرال گیا ہوا تھا وہ وہاں ہی رک گیا تھا وہ ہمارے ساتھ نہ آ سکا وہ اپنے سسرال کے ساتھ ہی لودہانہ کے راستے سے آیا۔اور سب کنبہ تو ہمارا صحیح سلامت لاہور والٹن ٹریننگ میں پہنچ گئے اور ہمیں زبردستی راہوں سے نکال دیا گیا بارش ہو رہی تھی جس وقت ہمیں چلنے کا حکم ہوا ملٹری ہندوؤں کی تھی انکو ہمارا کیا درد تھا۔بہت ہی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا راستہ میں ہمارے اوپر سیکھ حملہ آور ہوتے رہے۔کچھ آدمی تو بارش کیوجہ سے راستہ میں ہی مر گئے اور عورتوں نے بچے اپنے راستہ میں ہی گرا دیے بلکہ آوازیں دیتی رہی کہ یہ بچہ اگر کسی کو چاہئے تو لے لو کیونکہ بارش دن اور رات بالکل تھمتی نہ تھی پیدل راہوں سے چلکر موضع بہرام ضلع جالندھر میں ہمیں بحکم حکومت ٹھیرایا گیا۔ایک لاکھ کا قافلہ بہرام میں جمع ہو گیا۔اجناس خوردنی بالکل میسر نہیں ہوتی تھی حکومت کی طرف سے راشن ملتا تھا مگر پورا نہ ملتا تھا گندگی کی وجہ سے عرض، ہیضہ بہت زور سے پھیل گئی سینکڑوں آدمی ایک دن میں مر گئے کوئی دوائی وغیرہ کا انتظام نہ تھا یہ حالت تھی کہ جہاں بھی کوئی کپڑا اچھا کر سو گیا جب کپڑا اٹھاتے تو نیچے کیڑے ہوتے تھے میں اور عبدالستار اور فضل بی بی، چچا شریف ،احمد بخش، چچا عبدالحق، محمد طفیل برج والا، محمد خاں، حاجی احمد یہ سب کے سب کیمپ میں تھے۔اور میں اپنے عزیزوں کے ساتھ نہ گیا بلکہ بوجہ ہمدردی انکے ساتھ انکی امداد کیلئے بلکہ دلجوئی کیلئے رہا۔آخر کار میں وہاں بیمار ہو گیا مجھے بخار نے زور کر دیا بلکہ آنکھیں میری بہت دکھنے لگ گئیں مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ۔ایک دن جو آدمی ریاض خاں سڑوعیہ والا جو عبدالستار کا رشتہ دار تھا وہ آیا اور میری حالت دیکھ کر کہنے لگا کہ بھائی صاحب آؤ میں تجھے کسی لاہور والے ٹرک

میں بٹھا دوں آپ لاہور چلے جائیں یہاں پر آپکی حالت درست نہیں ہوسکتی۔اس نے میرے پر اتنا احسان کیا کہ مجھے ٹرک میں سوار کرا دیا یہ احسان کا وقت تھا اس وقت یہ حالت تھی کوئی کسی کو پہچانتا نہ تھا بلکہ قیامت کا نمونہ تھا حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا نقشہ بن رہا تھا میں اسی طرح ٹھوکریں کھاتا لاہور والٹن ٹرینگ میں اپنے والدین کے پاس پہنچ گیا۔سب بچے اور والدین میری حالت دیکھ کر گھبرا گئے۔کیونکہ اس وقت میری حالت قریب المرگ تھی۔ان سب کی حالت بہت اچھی تھی کیونکہ بھائی عبدالمجید انکی حفاظت کرتا تھا میرے دادا صاحب غلام نبی خاں میرے پہنچنے سے پہلے ہی اکتوبر 1947ء میں انتقال کر گئے تھے یہ محمد اشرف ڈاک خانہ میں ملازم تھے اور افضل راشن ڈیپو میں ملازم تھے مگر انہوں نے کوئی امدا نہیں کی چچا عبدالغفور محمد اشرف کے پاس رہتا تھا۔والدہ نیت نیک بخت اور فہمیدہ اور سخی تھی وہ کسی کی باتوں میں نہیں آتی تھیں وہ میری بہت ہمدری تھی مگر جب اسپر سب کا زور پڑ جاتا تو وہ بھی مجبور ہو کر مخالفت کرتی ویسے نہیں۔ویسے میرے ساتھ بہت خیر خواہی سے پیش آتیں تھیں۔اسکے بعد حکومت کا اعلان ہونا شروع ہو گیا کہ سب مہاجر تمام اضلاع مین جو پاکستان کے اندر ہیں تحصیل جائیں اپنا اپنا ذریعہ معاش بنائیں مفت ٹرک ہمیں لیجانے کے لئے ملیں گے حتیٰ ہم سب لاہور سے لائل پور آ گئے ہم سب لاہور میں اکھٹے ہو گئے تھے عبدالرشید بھی بمہ ماں بچہ صحیح سلامت لاہور میں ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔لائل پور سے ہم شورکوٹ روڈ سٹیشن پر آئے وہاں سے ہم شورکوٹ شہر لاری میں بیٹھ کر کیمپ میں داخل ہو گئے وہاں سے ہم 5 نومبر 1947ء کو کلی نوشیر دائرہ میں پہنچ گئے وہاں ہمارے گاؤں کے لوگ ہمارے جانے سے بیشتر پہنچ چکے تھے مثلاً ماسٹر عبدالستار، بابو محمد اشرف، عبدالسلام، غلام محی الدین وغیرہ۔وہاں پر اہل ہنود ہندوؤں کا مال اجناس کپڑے وغیرہ کا ایک سٹور بنایا گیا تھا جسمیں سب مال کر رکھا تھا۔جو زیر نگرانی ذیلدار منظور حسین کا ٹھپہ تھا۔ہمیں مکان مل گئے اور سب سامان تقریباً تقریباً مہیا ہو گیا راشن بھی کچھ نہ کچھ ملنے لگا۔گندم اس وقت 40 روپے من بھی فروخت ہوئی کیونکہ سردی کا موسم آ گیا بستر وغیرہ بھی مل گئے میرے والد صاحب ہی سب سامان کوشش سے لاتے رہے۔عبدالحکیم، عبدالکریم تو بالکل چھوٹے چھوٹے تھے یہ والد صاحب کے ساتھ تھے۔عبدالرشید اور میں علیحدہ علیحدہ مکانوں میں رہتے تھے۔ہم پانچ بھائی اور چار بہنیں (ہمشیرہ) تھیں۔رشیدہ بیگم لاہور ہلواڑہ محمد طفیل ولد دولت خاں سے شادی کی گئی۔مجیدہ بیگم میرے تایا عبدالواحد کے لڑکے عنایت اللہ سے بیاہی اور (3) حمیدہ بیگم چچا عبدالحق کے لڑکے سیف الرحمان سے بیاہی گئی (4) غفورہ بیگم جو 1950ء میں کلی نو کر فوت ہو گئی تھی۔کلی نو میں جب ہم رہائش پذیر ہو گئے گورنمنٹ پاکستان نے ایک ایکڑ زمین فی کس الاٹ کرنی شروع کر دی۔میرا مکان عبدالستار کے ساتھ تھا ہم آتے ہی اکھٹے رہتے تھے کچھ گورنمنٹ نے کماد ہندوؤں کے نیلام کئے وہ میں نے اپنے رسوخ سے نیلامی میں لیکر گذارا کرنے لگے۔31 دسمبر بروز منگل کو میرے لڑکا عبدالغنی پیدا ہوا اللہ تعالیٰ کا بہت فضل و کرم ہوا بہت ہی خوشی ہوئی کیونکہ مالی حالت بہت کمزور تھی مجھے ایک کی اوٹنی الاٹ ہوئی وہ میں نے مبلغ 1290/-روپے دے کر کے ایک بھینس مبلغ 1290/-روپے میں لے لی بھینس اور چار بیل والد صاحب کو لے کر دی۔1948ء میں عبدالمجید کی شادی موضع شیر پور عبدالحیٔ خاں کی لڑکی سے ہوئی جو ہندوستان میں منگنی ہو چکی تھی۔محمد طفیل میرا بہنوئی اور میں دونوں کھیتی کرنے لگ گئے والد صاحب کے بیل تھے انکو برابر حصہ دینے کا ہم دونوں نے وعدہ کر لیا اور کاشت شروع کر دی جب ہم نے فصلِ ربیع کی زمین بونے کے لئے تیار کر لی تو عبدالرشید نے پٹواری سے مل کر اسکا ہم فریق عبدالغفور مکوال والا جو پٹواری حلقہ کے ساتھ رہتا تھا مجھے جو ایکڑ الاٹ تھے وہ اچھے اچھے اپنے نام درج کرا کر موقع پر پٹواری کی دخل کیلئے گیا تو میں وہاں موجود تھا پٹواری نے جب مجھے ماجرا سنایا تو میں نے عرض کی کہ یہ پرچی الاٹ شدہ رقبہ کی میرے پاس بھی ہے اور اب میں زمین کاشت کیلئے تیار کر چکا ہوں بموجب حکم اور الاٹ کے اب میں نہیں چھوڑ سکتا کچھ پٹواری کے ساتھ سخت کلامی ہوئی اور عبدالرشید اور میں لڑ پڑے ہاتھا پائی تک نوبت جب آنے لگی تو پٹواری صاحب تو بھاگ گئے مزارعین اور برادرم محمد طفیل نے درمیان میں آ کر معاملہ رفع کر دیا۔جب گھر آئے تو والد اور والدہ

کو علم ہوا تو انہوں نے عبدالرشید کا ساتھ دیا اسکی امداد کی دوسرے روز والد صاحب موقع پر تشریف لے گئے اور مجھے کہنے لگے کہ اگر تو تُو میرا لڑکا ہے تو میری بات مان جو اراضی یہ مانگتا ہے اس کو دے دے تب میں راضی ورنہ میں تم سے ناراض ہوں بندہ اپنے والد صاحب کا کہنا سر اور آنکھوں پر مان کر جو زمین اچھی اچھی تھی سب اسکو دے دی ہم نے گندم کی کاشت کی نومبر میں محمد طفیل کچھ بیمار ا ہو گیا اس کو شور کوٹ حکیم عبدالرحمن کے پاس عبدالرشید ساتھ گیا علاج کروایا مگر کچھ آرام نہ آیا یکم دسمبر 1948ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت فرما گیا۔ 1949ء میں جب فصل کاشت کی گئی تو ایکصد 14040 / ۔من گندم ہوئی جسکے تین حصہ کئے گئے ۔محمد طفیل نہایت شریف اور دیانتدار انسان تھا اور مجھے بہت چاہتا تھا اسکے مرنے کے بعد صرف اکیلا اپنے زمین کی کاشت کرنے لگا کیونکہ بیل والد صاحب کے تھے ان سے وعدہ کیا گیا کہ آکر میں فروخت کروں تو آپکے ورنہ جب تک میں کھیتی کروں میرے قصبہ میں رہیں ۔سال 1950ء اکتوبر میں میری بڑی لڑکی نصرت بیگم معیادی بخار میں مبتلا ہو گئی سات ماہ بعد فوت ہو گئی ۔ بہت بھولی بھالی لڑکی تھی مجھے بہت پیار کرتی تھی میں بھی اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ اسکے مرنے کا میرے دل کو بہت ہی صدمہ ہوا اسکے مرنے کے نو دن بعد بندہ بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ بخار تو چار دن بعد اتر گیا مگر زبان بالکل بند ہو گئی تھی ۔ڈاکٹر کہتے تھے کہ اس کو فالج ہو جائیگا میرے بچنے کی کوئی امید نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے سب بیماریوں سے محفوظ رکھکر صرف زبان بند ہو گئی میری بیماری کے دوران میں چچا عبدالرحیم خاں جو چک نمبر 68ج ب لائلپور آباد تھے انکی اطلاع آگئی کہ اگر تحصیل خوشاب میں زمین حاصل کرنی ہے تو فوراً آجاؤ۔ میں بیماری کی حالت میں تھا میرے دل میں یہ وہم گزرنے لگا کہ اگر میں مر گیا تو میری اولاد کہاں جائیگی یہ زمیں تو عارضی گزارہ کیلئے ہے میں نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ میں ضرور جاؤنگا خواہ کچھ بھی ہو میں والد صاحب کے مشورہ کیلئے انکے گھر گیا سب عرض کیگئی والد صاحب نے فرمایا ہم نے تھل میں زمین نہیں لینی تم بیمار ہو دوسرے تمہارے چھوٹے بھائی ابھی چھوٹے ہیں تمہاری زمین کس نے آباد کرنی ہے ہم نے پھر میرے ساتھ عبدالرشید مل گیا ہر چند کوشش کی بلکہ ہم دونوں نے وعدہ کر لیا کہ انکی زمین ہم آباد کرینگے چلو چچا عبدالرحیم کے پاس کیونکہ آپ کا بھائی ہے آپکی اچھی بات سنے گا دوسرے روز پھر تیتر بیتر ہو گئے میں نے گھر آکر صلاح مشورہ جب بیوی سے شروع کیا تو اس نے عرض کی کہ آپ بیمار ہیں سفر کے قابل نہیں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں انکی زندگی کا کیا بھروسہ آپ اس سے باز رہیں ہمیں ایسی زمین نہیں چاہیئے جس میں آپ کی جان کو خطرہ ہو۔جس طرح روزی خدا تعالیٰ نے مکمل کی ہے ملتی رہے گی میری صحت بہت کمزور ہو چکی تھی بلکہ لاٹھی کے سہارا چلتا پھرتا تھا۔ جونہی میری بیوی میری حالت کو دیکھتی روتی رہتی اپنی صرف زبان ہی بند نہ تھی بلکہ دماغ میں بھی فرق آگیا تھا مگر مجھے وہ وہم لگ رہا تھا کہ میرے بچوں کا کوئی ذریعہ نہیں والدین کا بھی میرے ساتھ اچھا سلوک نہ تھا۔

کیونکہ انکو عبدالرشید سے زیادہ محبت تھی اسکو ذرا چغلی کرنے کی عادت تھی لوگوں کی چغلیاں انکو سنا کر انکا دل بھر دیتا تھا اداُنگی چغلی کرنی اس پر ختم تھی ۔مجھ میں یہ عادت نہ تھی ۔وہ مجھے بُرا پسند کرتے تھے بلکہ کاٹھ گڑھ سے ہی ناراضگی چلی آرہی تھی وہ بھی بھائی کی مہربانی میرے سُسرال گاؤں میں تھے انکی کوئی نہ کوئی چغلی والدہ کے آگے کر دیتا اور آپس میں انکی لڑائی کروا دینی یہ بھائی کا شیوہ تھا بلکہ والد اور والدہ مجھے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگ گئے ۔میں 1944ء کے آخر میں علیحدہ ہو گیا مجھے ایک مکان دیا جسکے دو خانے تھے مجھے کوئی چیز نہ دی صرف دو تین سیر آٹا گندم ایک چار پائی یا دو وہی برتن جو میرے سسرال نے دیئے تھے اس ماہ حمیدہ بیگم کی شادی مقرر ہو گئی بندہ سب کپڑے اس زمانہ کے مطابق لے گیا اور چاندی کا زیور سب کچھ بڑھ چڑھ کر لے گیا بلکہ بستر تک مگر والدین نے وہ ٹھوکر لگائی دیکھنے والے دنگ رہ گئے کہ اتنے اچھے کپڑے پھر تم کیوں نہیں لیتے والدین تو ناک پر مکھی بیٹھنے نہ دیتے یہ رشتہ میری مرضی کے خلاف ہوا تھا۔ میں نہیں مانتا تھا۔ آخر یہ بات چوہدری عبدالرحیم تک پہنچی انہوں نے والدین کو سمجھایا ان کے کہنے سے والدین نے کپڑے تو

لے لئے پھر والدین اور کارکن مشورہ دینے والا بھائی عبدالرشید نے پروپگینڈا کیا کہ رات اسکو بلواؤ کچھ اوراس سے لیں۔سکیم کے تحت رات کو مجھے بلوایا گیا بڑی بڑی باتیں والدین نے کہیں کہ توسسرال کی ایسے کرتا بیوی کوایسے سمجھتا بھائی عبدالرشید نے مجھے کہا کہ بھائی تنگ جوتی سے ننگا چنگا کپتی رن نالوں رنڈا چنگا مگر میں خاموش بیٹھا رورہا اور باتیں سن رہا تھا شام سے لیکر جب صبح ہونے کوآئی یہی باتیں ہوتی رہی آخر میرے سے 200/-روپیہ منوایا گیا کہ ان کپڑوں کے علاوہ ہمیں 200/-روپیہ اور دینا ہوگا میں نے منظور کرلیا۔کہ آہستہ آہستہ ادا کرتا رہوں گا 1945ء میں مجیدہ بیگم بہت بیمار ہوگئی میں تھانہ بہاولنگر ریلوے میں تعینات تھا وہاں سے ایک ماہ کی رخصت لے کرصرف انکے علاج معالجہ کے لیے آیا بہت علاج کروایا گیا مگر اسکوصحت یابی نہ ہوئی ۔1945ء کے آخر میں فوت ہوگئی میرا تقریباً تین صدروپیہ اسکی تیارداری پر لگ گیا تھا اسکے دوتین بچے ہوئے تھے مگر سب مر گئے تھے۔

تھل کا زمانہ

جب میں نے والدصاحب کورضامند کیا کہ زمین فروخت کردینی چاہیئے ہمیں فائدہ ہے تو میری بیوی راجی نہین تھی آخر کار اسکوبھی مجبوراً رضامند ہونا پڑا اس سال میں نے مبلغ 400/- چارصدروپیہ کی کپاس فروخت کی تھی روپیہ سب ساتھ لیکر میرے ساتھ والدصاحب عبدالستار تھے چل پڑے اسٹیشن شورکوٹ پر ہمیں دولت خاں ولد بلند خاں بھی مل گئے ہم مل کر چچا عبدالرحیم کے پاس چک نمبر 68 ج ب میں پہنچ گئے۔اس وقت میری حالت بہت نازک تھی میں تو گھر پہنچ کرانکے علاج وغیرہ کرواتا رہا ادھر والدصاحب نے چچا صاحب کو یہ کہنا شروع کردیا کہ یہ بیمار ہے حالت خراب ہے چھوٹے چھوٹے اس کے بچے ہیں اسکا دماغ خراب ہوگیا اسکوواپس کردو زمین سے باز آئے چچا صاحب اُنکے حکم کے موجب مجھ سے فرمایا کہ تو زمین کا خیال چھوڑ دے تمہاری حالت خراب ہے۔ایسا نہ ہو موت واقع ہوجاوے تھل کی آبادکاری بہت مشکل ہے۔آندھیاں بہت چلتی ہیں پانی نہیں ملتا تم آبادنہیں کرسکو گے۔تم میرے پاس آجاؤ میں یہاں تمہیں زمین لے دیتا ہوں میرے پاس رہو میں نے انکار کردیا بلکہ عرض کی کہ اگر آپ نے زمین تھل میں لے کر دینی ہے تو بہتر ورنہ آپکی مرضی۔ایک ماہ میں وہاں انکے پاس رہا۔اخیر میری گریہ زاری پر وہ مجبور ہوگئے چک بنانیکے لئے پھر لوگوں کی تجویز شروع کردی لوگ اکھٹے نہ ہوں۔ کوئی تو کہے کہ یہ سب احمدی ہیں اگر ہم ان کے ساتھ چلے گئے تو وہاں ہمارا جنازہ کون پڑھیگا۔ہم ماشاءاللہ کنبہ کے آدمی تو بہت تھے مگر پچاس آدمی نہیں بنتے تھے۔رات کوجن کا نام لکھیں صبح کووہ انکار کردیویں۔چالیس ایک کنبہ کے تو ہم بن گئے دس آدمی کی کمی رہ گئی پھر والدصاحب چک نمبر 469 ج ب تحصیل سمندری میں شیرپور والے بیٹھے تھے اور حاجی احمد والد محمد خاں وغیرہ بھی آباد تھے ان کو جا کر مجبور کیا کہ ہم تھل کو جارہے ہیں اور آؤ ہمارے ساتھ چلو وہ سب راضی ہوگئے۔ان کو ساتھ ملالیا گیا تب ہم تقریباً پچاس کنبہ بنے پھر ہم یعنی میں والدصاحب دولت خاں، محمد علی ولد دولت خاں ہمارے ساتھ چچا صاحب گوجرہ میں گئے کیونکہ وہ راناصاحب محمود خاں لینڈ آفسر گروپ تیار کر کے بھیجتے تھے۔وہاں جا کر چوہدری عبدالرحیم نے ہم سب سے دریافت کیا کہ نمبردار کسی کو بنائیں میں نے عرض کی کہ والدصاحب کو بنادو اس پر چچا صاحب نے جواب دیا کہ یہ کام نہیں کرسکتے تمہیں بنوادیتے ہیں میں نے عرض کی کہ میں بیمار ہوں حالت بہت خراب ہے اس پر انہوں نے کہا ''کوئی بات نہیں میں جو بیٹھا ہوں تم مت گھبراؤ۔ایک تمہارا نام لکھ دیتے دوسرا محمد علی ولد دولت خاں کا ہم نے کہا جیسے آپکی مرضی۔''

وہاں ہمارے گاؤں کا بھوندو ماچھی رہتا تھا وہ بھی آ گیا۔کیونکہ یہ شکاری اچھا تھا چچا صاحب کی خدمت بہت کی ہوئی تھی زمین لینے کیلئے عرض کی خدمات عرض کی چچا صاحب نے منظور کرلی۔اس پر اس نے کہا کہ ایک میرا ہمسایہ ہے میرا دوست بھی ہے فتح محمد ہے اسکوبھی شامل کرلیویں۔چچا صاحب نے منظور کرلیا۔اورکا کا ماچھی جو ہے یہ اسوقت حاضر بھی نہ تھا کراچی گیا ہوا تھا اس کا نام محمد علی نے پیش کیا کہ ضرور اسکا نام بھی شامل کرنا حالانکہ چچا صاحب کا

یہ بچپن سے ملازم رہا بلکہ انکے گھر ہی پر پرورش کی والد اس کا جلاوطن ہوگیا تھا چال چلن اسکا خراب تھا۔گاؤں والوں نے مار کر بھگا دیا تھا۔محمد علی نے اپنے دوسالوں حسین اور امانت علی کا نام بھی لکھوایا۔جو کہ عقل کے پورے تھے۔یہ محمد افضل لاہور میں اس وقت راشن ڈیپو میں ملازم تھا موقعہ پر حاضر بھی نہ تھا کوئی بھی حاضر نہ تھا سوائے میرے اور والد صاحب کے ہم بتلاتے گئے چچا صاحب لکھتے گئے یہ سب کے سب میرے ہی لگائے ہوئے پودے ہیں کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا بن رہا ہے۔رشتہ دار اور عزیز سمجھ کر سب کے نام ایک لسٹ میں جمع کر لئے۔کیونکہ میں تو ملازمت چھوڑ کر آیا تھا مجھے تو برادری سے اتنی واقفیت ہی نہ تھی صرف رشتہ داروں سے ہمدردی کی گئی تھی۔لسٹ تیار کر کے رانا محمود صاحب کے پیش کردی گئی۔جس پر منظوری ہوکر کاغذات A.D.C لائل پور کی منظوری کیلئے ارسال کردئے گئے ہمارا سب کنبہ لائل پور کا الاٹی بنایا گیا یہ سب چچا صاحب کی مہربانی تھی ہمارے ساتھ بہت ہمدردی کی بلکہ اتنا فیض رانا محمود صاحب نے کیا کہ پشت سنوار دی۔اور دوسرے رانا محمود خاں لینڈ افسر جو زمین دینے کے افسر لگے ہوئے تھے یہ ہریانہ ضلع ہوشیار پور کے باشندے تھے اعلیٰ خاندان سے تھے اور موضع لاہور میں انکی شادی ہوئی تھی اور ہمارے عرصہ تین سال گرداور قانونگو بھی رہ چکے تھے چچا صاحب سے برادرانہ تعلقات تھے نہایت ہی شریف انسان اور راجپوتوں کے بے حد ہمدرد بلکہ رحم دل بہت تھے پھر یہ نائب تحصیلدار لگ گئے پارٹیشن کے بعد ادھر پاکستان میں آکر ترقی کا چانس مل گیا۔تھل میں ان کا ہی سب حکم تھا۔کیونکہ چیرمین تھل جعفر الحسن صاحب یوپی ہندوستان کے باشندے تھے۔پارٹیشن میں آتے ہی D.C لاہور بھی لگے تھے بہت ہی قابل اور عمدہ سنجیدہ آفسر تھا۔آبادکاری کیلئے یہ دونوں افسر کامیاب ثابت ہوئے اور بہت ہمدردی سے آبادکاری کا کام کیا پبلک ان دوافسران سے بہت خوش تھی۔آبادکاران کی ہرضرورت پوری کرتے تھے بلکہ کوئی تکلیف محسوس نہیں ہونے دی۔

روانگی تھل

پھر ہمیں 6 جنوری 1951ء کیلئے حکم ہوا کہ سب کے سب لائل پور میں A.D.C کی عدالت میں حاضر ہوجاویں۔سب کو اطلاع دی گئی میں تو چچا عبدالرحیم صاحب کے پاس ہی رہا۔مورخہ 6 جنوری کو سب حاضر آگئے مگر حاجی احمد و محمد خاں ان میں سے کوئی نہ آیا ہم سب نے اپنی اپنی فوٹو کھچوائی۔اسی دوران میں ہم نے اپنی مثل تھل میں جانے والی کا پتہ کیا کہ کیا حکم ہے کون نمبردار مقرر ہوا۔ماسٹر عطاء اللہ کرامت اور محمد علی وغیرہ یہ بہت کوشش سے دریافت کرتے تھے میرے ساتھی تو ویسے دیکھنے کو تو بڑے ڈیل ڈول بڑے بڑے طرے طرے مگر اس بات کا کوئی خیال تک نہیں وہ بڑی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔میں زیادہ چل پھر نہیں سکتا تھا اتنے میں عزیز الرحمن چک نمبر 14 ایم بی کا نمبردار تھا یہ بھی تھل کا خواہشمند تھا یہ وہاں بحالیات کے دفتر میں ملازم تھا اس نے مجھے آکر مبارک دی کہ آپ نمبردار مقرر ہو گئے ہیں۔جونہی ان دوسروں کو پتہ چلا یہ سب کے سب آگ بگولہ ہو گئے۔میں خوشی سے اٹھا اور دفتر A.D.C میں گیا اور ہیڈ کلرک سے عرض کی کہ ہماری مثل صاحب کے پیش کرو یہ ہم سے دس روپیہ فی کس مانگتا تھا جب یہ سب کو سنایا تو سب کے سب رضامند ہو گئے مگر ماسٹر کی پارٹی کچھ چپ چاپ پھرتی تھی میں تو سمجھ گیا مگر میرے ساتھی لائل پور کی سیر کرتے پھرتے تھے چچا صاحب ابھی تشریف نہیں لائے تھے جونہی والد صاحب عدالت کے سامنے سے گذرے تو انہوں نے A.D.C کو پہچانا یہ انکو اچھی طرح سے جانتے ہیں یہ فوراً اندر چلے گئے سلام عرض کی تو اس نے بھی پہچان لیا کہ حمید تو کہاں پھرتا ہے والد صاحب نے تھل جانے کا قصہ سنایا اسی وقت انکے پاس عبیداللہ خاں SP لائل پور بیٹھے تھے وہ بھی والد صاحب کو جانتے تھے اس وقت فوراً ہی مثل منگوا کر منظور کردی بلکہ سب کلرک وغیرہ ہماری عزت کرنے لگے جب ہم دفتر میں جائیں تو کُرسیوں پر بٹھائیں روپے لینے تو انکو بھول گئے شناختی کارڈ ہمارے بن گئے۔لسٹ ٹائپ ہوکر تیار ہوگئی۔حکم لکھ دیا کہ چک نمبر 32 ایم بی میں جا کر آباد ہو جاؤ لینڈ آفسر کو جا کر اطلاع دو کہ ہم آگئے ہیں اسی دوران میں یہ سب کے سب ماسٹر کی پارٹی بگڑ گئی کہ ہم نے نہیں جانا ہمارے میں سے نمبردار نہیں بنایا ہم نے بالکل

نہیں جانا اکڑ گئے اتنے میں چچا صاحب تشریف لائے میں نے سب ماجرا سنایا انہوں نے فرمایا کہ تم اور تیرے ساتھی تو تیار ہیں میں نے عرض کی ہم تو تیار ہیں بس جاؤ تم اور خاموش رہو۔ 9 جنوری 1951ء کو ہمیں حکم ہو گیا کہ جاؤ خوشاب جا کر افسر تھل کو حاضری دو خیر ہم سب وہاں سے خوشاب آ گئے سردی کا موسم تھا۔ رانا صاحب کے آ کر پیش ہوئے اچھے چک کیلئے عرض کی انہوں نے بجائے نمبر 32 کے یہ چک نمبر 2 TDA میں دیا اور حکم دیا کہ جاؤ گنجیال تحصیلدار شیر عالم کو جا کر اپنی آمد کی رپورٹ دو۔ رات ہم احمدیہ مسجد خوشاب میں ٹھہرے وہاں سب نے روٹی پکائی اور کھائی صبح کو ہم موٹر پر سوار ہو کر گنجیال پہنچ گئے وہاں نائب آفسر اراضیات ملک عالم شیر تھے وہ بھی رانا صاحب کے نقشہ قدم پر چلنے والے تھے 11 جنوری کو ہم گنجیال پہنچے تھے۔ وہاں گورنر پنجاب کی آمد کی تیاریاں ہو رہی تھی انتظام وغیرہ ہو رہے تھے۔

آمد گورنر پنجاب پاکستان

مورخہ 13 جنوری 1951ء کو سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب پاکستان تشریف لائے اور قائد آباد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا یہ سنگِ بنیاد ہم نے اپنے ہاتھوں سے نصب کیا۔ سب افسران علاقہ تشریف لائے ہوئے تھے بہت رونق تھی بڑی دھوم دھام سے رسم بنیاد ادا کی گئی۔

روانگی چک نمبر TDA2 برائے دخل

مورخہ 15 فروری کو ہم سب کو ایک ٹرالی سرکاری محکمہ TDA میں بٹھا کر بھان کا مرہ جو اب بھی نہر سے پار ہے پہنچایا گیا اور ہمارے ساتھ فضل احمد پٹواری برائے نشاندہی زمیں بھیجا گیا اور غلام نبی شاہ گرداور بھی برائے دخل آ گیا ان میں سے چند تو زمین کو دیکھ کر گھبرا گئے کیونکہ ریت ہی ریت تھی گنجان علاقہ تھا بلکہ بھوندو و محمد طفیل تو بستر لے کر واپس جانیکے لئے تیار ہو گئے جب دخل کیلئے گرداور صاحب نے بلوائے تو ماسٹر صاحب کی پارٹی نے فرمایا کہ پہلے ہمارا نمبردار تبدیل کرو تب ہم دخل لیں گے ورنہ واپس چلے جائینگے ابھی اس بات کی گفتگو شروع ہی تھی تو اچانک چچا صاحب نمودار ہو گئے۔ ان کے آنے سے بیشتر گرداور حلقہ نے بتلا دیا تھا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا رانا صاحب کے پاس جاؤ وہ ہی تبدیل کرینگے چچا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ دخل کیوں نہیں لیتے میں نے عرض کی کہ نمبرداری کی وبا پھیل گئی ہے۔ بلکہ ماموں جان محمد علی شاہ بھی اسکے ہم صلاح تھے چچا صاحب نے فرمایا تم تو دخل لینے پر آمادہ ہو میں نے عرض کی کہ ہاں جناب میں تو آیا ہی اسی غرض کیلئے ہوں اور آپکو مجبور کر کے اس منزل تک نہیں ہوں انہوں نے اعلان کر دیا گرداور صاحب جو دخل لیتا اسکو دے دو جو نہیں دخل لیتا اسکو واپس کر دو ماسٹر صاحب کی اتنی جرات نہ تھی کہ وہ چچا صاحب کو کہیں کہ نمبردار تبدیل کر دو وہ اتنی بات گرداور کو کہ کر چلے گئے میں بہت لاغر ہو چکا تھا میں بھی ساتھ ہی ٹرالی میں بیٹھ کر گنجیال ساتھ ہی آ گیا مجھے بہت بہت نصیحتیں کرتے تھے وہ صبح واپس گھر تشریف لے گئے اور میں واپس بھان کا مرہ آ گیا میرے آنے پر یہ ہوا گرم تھی کہ زمین گولیوں پر الاٹ ہونی چاہئے نمبردار ہوشیار ہے یہ اچھی لے لے گا ہمیں ناقص ملے گی اس شرارت میں ماموں صاحب محمد علی شاہ ہی خوب حصہ لیتے تھے میرا ہمدرد اور ساتھ دینے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں تھا۔ میرے رشتہ داروں کو نہ ہی زمین کی قدر اور نہ ہی نمبرداری کی قدر وہ سب کچھ جانتے تھے حتیٰ کہ پٹواری نے سب زمین کے چاروں طرف ہمیں چکر لگوا کر نقشہ سامنے رکھ دیا کہ اپنا اپنا حصہ کنبہ وار لے لو اس پر وہ نہ مانے آخر کار گولیاں الاٹ کے نمبر لکھ کر بنائی گئی وہ ایک لڑکا بلوا کر اس سے کہا کہ سب کے ہاتھ پر ایک ایک رکھ دے اس کمسن لڑکے نے ایسا ہی کیا جب گولیاں سب نے کھولیں تو دیکھا تو پھر پٹواری نے فرمایا اپنی اپنی گولیاں سنبھال رکھیں یہ ہماری زمین اسکے مطابق چلو تمہیں دخل دیا جاوے سب آبادکار پٹواری کے ساتھ اپنی اپنی اراضی دیکھنے گئے میں نہ گیا میرے سے سب نے کہا کہ آؤ تم بھی اپنی زمین دیکھ لو میں نے عرض کی میں نے نقشہ سے ہی اپنی زمین دیکھ لی میری زمین Plain پلین ہے جب سب نے دیکھا تو واقعی میری زمین قدرتاً اچھی تھی بہ نسبتاً دوسروں سے۔ 17 فروری

1951ء جونہی دخل حاصل کیا سب کے سب واپس ہو گئے میں اور غلام رسول، محمد افضل سلیمان، محمد حسین دولت خاں وہاں ٹھہر گئے۔ چنے کاشتہ گورنمنٹ پاکستان کی طرف سے ہمیں ملے ہم نے سب الاٹوں پر روپے تقسیم کئے۔ مگر ایک الاٹی کو مبلغ 20/-روپے آئے جو سب کے دولت خانہ پر پہنچائے گئے تقسیم کنندہ روپے احمد علی، دولت خاں سلیمان، افضل وغیرہ حاضر تھے۔

سیف الرحمن کے حالات

سیف الرحمن کو زمین الاٹ کروادی گئی تو آبادکاری کے متعلق کہا گیا جو اسکے والدین نے صاف جواب دے دیا ہمارے میں اتنی طاقت نہیں کہ ہم تمہیں آبادکاری کے لئے خرچ دے سکیں جسطرح تمہاری مرضی کرو۔ یہ سیف الرحمن اسوقت بہت گھبرا گیا کیونکہ اتنی طاقت نہ تھی یہ اس چیز پر مجبور ہو گیا کہ بیوی کا زیور فروخت کر کے تھل کو جائے مجھے بھی علم ہو گیا اس وقت یہ سرگودھا غلہ منڈی میں پلہ داری کرتا تھا۔ پھر میں نے کہا کہ تم اپنا زیور مت فروخت کرو میں خود تمہارا خرچ کرونگا یہ بھی میرے ساتھ ہو لیا ہم پانچ افراد کنبہ والد صاحب عبدالحمید، سیف الرحمن، محمد افضل، مشاق احمد مکمل حاضر رہے۔ عبدالرشید بھی آ گیا کیونکہ ہم نے والد صاحب کے کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ آپ کا سب کاروبار ہم کرینگے۔ اس وعدہ کے مطابق ہم نے ایک جوڑی بیل میں نے ایک جوڑی عبدالرشید ایک جوڑی سیف الرحمن ایک جوڑی محمد افضل نے ادھار گورنمنٹ سے مبلغ چارصد روپیہ بطور تقاوی بیلف دیتی تھی۔ عبدالرشید تو دھوکا دے گیا جواب دیا کہ میں اس میں شامل نہیں ہوں گا۔ والدین بجائے اسکی وعدہ خلافی کے ناراضگی کے خوش ہو کر اسکو پہلے سے بھی زیادہ محبت کرنے لگے وہ جو بیل میں نے اپنی ضمانت پر لے دئے تھے وہ پھر عبدالحکیم کے نام کر دیے تقاوی قدرتی بند ہو گئی حکومت زمیندار سے رقم طلب کرنے لگی ہم نے سیف الرحمن کے بیل تو واپس کر دیے کہ یہ اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ دو جوڑیاں رکھیں۔ زمینداروں کے ساتھ وعدہ کر لیا کہ ہم آہستہ آہستہ رقم ادا کر دیں گے۔ مشترکہ ہل وغیرہ مل کر ہم تینوں چلاتے رہے میری زمین کو پانی لگتا تھا عبدالرشید بٹائی پر اپنی اراضی دے گیا کچھ بھیڑوں والے آدھی سرگل کے آ گئے تھے۔ میری زمین میں تو گندم کاشت کیگی اور کچھ توریا عبدالحکیم کے اور کچھ گندم سیف الرحمن کے سال 1951ء میں ربیع کاشت مشترکہ کی گئی۔

ادھر مکانات کی تعمیر شروع ہو گئی والد صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے عبدالکریم اور والد صاحب انکے ساتھ مزدوروں میں کام کرتے رہے پہلے تو ہم تنبوؤں میں انور کی الاٹ میں بڑی بیری کے نیچے رہتے تھے سردی میں ہم مکانوں میں آ گئے۔

مشکلات تھل

بے آباد گنجان جنگل زمین تھی پانی نہر میں ابھی نہیں آیا تھا۔ آندھیاں بے شمار اور ایک ایک ہفتہ تیز ہوا چلتی رہتی تھی اور ریت اتنا اڑتا اگر آدمی باہر زمین پر لیٹ جائے تو وہ کچھ دیر بعد ایسے ہو جاتا تھا کہ یہاں انسان لیٹا ہی نہیں ریت ہی ریت۔ آٹے میں ریت پانی میں ریت ہر چیز میں ریت چارہ بیل کوڑ تمے کی بیل ہائے لا کر ڈالتے کچھ بھوسہ چنا رکھا ہوا تھا۔ گندم کا بھاؤ 11 روپے من چنے 9/- نو روپے من تھے بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا سب تکالیف برداشت کرنی پڑی صرف زمین کی خاطر اور اولاد کیلئے ایسا کیا گیا جب آندھی آتی تنبو اڑ جاتے اُن کو پکڑ کر بیٹھنا پڑتا۔ درخت معمولی بیریاں کہیں کہیں۔ لانا، اکڑہ بے شمار اور جنگل بوٹی وغیرہ گورنمنٹ نے دو نلکہ آبادی میں لگائے 70 فٹ بورنگ کیا۔ پانی بالکل کڑوا اگر آدمی پی لے تو فوراً جلاب لگ جاتے پھر نہری پانی آ گیا تب ایک گڑا نہر کا اور کچھ نلکہ کا ملا کر پیتے رہے۔ میری الاٹ میں گندم بہت ہی اچھی ہوئی تین تین ہاتھ نالی لمبی ہو گئی۔ اسی دوران میں والد صاحب باقی حصہ داران سیف الرحمن، عبدالحکیم وغیرہ سے چوری چوری سمجھانے لگے کہ الاٹ میں گندم بہت اچھی کہیں ہمیں جواب نہ دے ہشیار رہنا۔ میرے یہ وہم گمان میں بھی نہ تھا۔ کئی دفعہ میرے ساتھ لڑ بھی پڑتے گندم کی کٹائی کی گئی 13 + 13 عدد بوریاں ہمارے حصہ میں آئیں +

1952ء میں محمد سرور وغیرہ بھی اور لوگ بھی آ گئے کیونکہ گورنمنٹ نے کچھ سختی شروع کر دی اس واسطے آنا پڑا۔ والدہ صاحبہ بھی تشریف لے آئی۔ ایک سال پھر ہم نے اکٹھی کھیتی کی 1952ء, 1953ء میں ہل وغیرہ اکٹھے پیداوار بھی اکٹھی۔ کیونکہ میری نمبرداری تھی مجھے کہیں کہیں جانا پڑتا تھا والد صاحب نے اور بھائیوں نے مجھے جواب دے دیا کہ ہم تم کو ساتھ نہیں ملاتے تم اپنا بوجھ خود اٹھاؤ۔ پھر بندہ نے عرض کی کہ محمد انور کی میرے ساتھ ملا دو تا کہ مجھے کچھ سہولت ہو جائے سب نے صاف انکار کر دیا۔ میری نمبرداری کا ان سب بھائیوں کو والد کو بہت دکھ تھا مگر کہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ 1953ء میں میرے بال، بچہ بھی آ گئے بھینس تھی وہ بھی لائی گئی سال 1954ء میں سیف الرحمن نے چک نمبر 14 ایم بی ہدیا آباد والوں کو گندم دی ماموں محمد علی شاہی صاحب نے دلوائی تھی کچھ چار روپیہ کا فرق رہ گیا ماموں صاحب نے سیف الرحمن سے چار روپیہ کا مطالبہ کیا سیف الرحمن کچھ لیت ولعل کرتا رہا کیونکہ سودے میں کچھ فرق تھا اور جھگڑا مٹانے کیلئے میں نے ماموں صاحب سے عرض کی کہ میں ان سے پتہ کروں گا پھر ادائیگی باقی آئندہ ہو جائے گی مگر اسی بات پر ماموں صاحب سیف الرحمن میں ہاتھا پائی تک نوبت آ گئی بلکہ ناصر احمد نے سیف الرحمن کو خوب مارا میں شام کو جب آیا تو معلوم ہوا میں نے ماموں صاحب کو بلوا کر عرض کی کہ آپ نے بُرا کیا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا اس پر وہ میرے خلاف ہو گئے اتنا خلاف ہوئے کہ تم نے اسکی امداد کیوں کی۔

درخواستیں نمبرداری

ماموں صاحب نے اتنا پروپگنڈا کیا کہ میرے خلاف نمبرداری کی درخواستیں احمد علی ولد نعمت خاں شیر پور، محمد علی سے بھی دلوادی بلکہ سب جتنے میرے عزیز تھے سب اسکے ساتھ لگ گئے اور اس چیز پر آمادہ ہو گئے کہ عبداللطیف کو نمبردار نہیں رہنے دینا حافظ احمد علی کو نمبردار بنانا ہے بلکہ میرے عزیزوں نے قرآن شریف اٹھا کر قسمیں کھائی۔ کہ ہم تمہیں ووٹ دینگے ہر امداد آپکی کرینگے۔ اس بنا پر درخواستیں دیں گئی۔ مگر میری صلاح نہ تھی کیونکہ مالی حالت بھی کمزور تھی اور دوسرے سب کا رُخ اس طرف تھا میں نے والدہ کا مشورہ لیا پھر اپنی بیوی کا مشورہ لیا دونوں نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا کہ لڑ کر تو لے جائیں ویسے نہیں دینگے میں نے بھی انکے کہنے پر درخواست دے دی۔ ہماری ووٹوں کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ ملک عبدالستار گرداور خان عالمگیر نائب تحصیلدار صاحب چک نمبر 4 TDA میں ووٹ لینے کیلئے تشریف لائے۔ حافظ احمد علی کے 30 ووٹ اور میرے صرف 9 ووٹ ہوئے۔ میرے ووٹ سیف الرحمن، عبدالحمید خاں، عبدالحکیم، محمد انور، محمد سرور، عبدالکریم، بھوندو، فتح محمد، چچا عبدالغفور، باقی تمام چک اُس طرف تھا اور درخواستوں والے سب حافظ کے ساتھ مل گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے امداد کی نائب تحصیلدار نے اور گرداور عبدالستار نے میری بہت امداد کی میرے حق میں رپورٹ کر کے مثل داخل کر دی کہ یہی نمبردار موزوں ہے۔ اس پر ماسٹر عطاء اللہ نے پھر نظر ثانی کی درخواست دے دی دوبارہ پھر پولنگ کی تاریخ ہو گئی۔ پھر تحصیلدار صاحب میرے چک میں تشریف لائے۔ والد صاحب نے میرے رشتہ داروں کو کہا مگر سب نے انکار کر دیا کہ ہم نے قرآن شریف اٹھایا ہوا ہے ایسے نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی انکے 16 ووٹ گزری میری 14 ہو گئی ایک بات پر کچھ تکرار ہو گیا تو ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ میرا انگھوٹھا تو بیا لگے گا نمبردار تو نمبردار گورنمنٹ کو گرا سکتا ہے میرے انگوٹھے میں اتنی پاور ہے۔ مخالفین کا بہت زور ہو گیا۔ محمد صدیق، محمد اسلم، ناصر احمد، چچا عبدالحق، مشتاق احمد سب گھر کے مخالف تھے بلکہ شدید دشمن نمبرداری کے بن گئے انکو میری طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی نہ ہی میں نے ان کو کوئی تکلیف پہنچائی تھی صرف نمبرداری کا صدمہ تھا کہ یہ اسکے پاس کیوں رہے۔ اوروں کے پاس جانی چاہیے۔ سب افسران نے میری سفارشیں کی حافظ صاحب کی کسی افسر نے سفارش نہ کی۔ میرا بہت خرچ ہوا۔ آخر کار مثل میانوالی مال افسر کے ہاں پہنچ گئی۔ نواب مسعود احمد احمدی مٹھہ ٹوانہ اسٹیشن کے پاس رہتے ہیں انکا ایک منیجر نذیر احمد تھا اس پر بندہ نے ایک احسان کیا تھا وہ یہ کہ انہوں نے علم دین چک نمبر 23 ایم بی کے نمبردار سے بھینس خرید کی کچھ رقم پیشگی دے دی تھی باقی کا وعدہ تھا کہ دوسرے اور رقم لے آئینگے تو بھینس لے

جائینگے جب وہ دوسرے روز آئے تو اس نے بھینس سے انکار کر دیا کیونکہ انکے پاس رقم پوری نہ تھی پھر انکو معلوم ہوا کہ چک نمبر 2 احمدیوں کا چک ہے وہاں چلیں اگر وہ کچھ امداد کریں وہ ہمارے چک میں آ گئے ۔ والد صاحب کو نذیر احمد کچھ جانتا تھا مگر میرا واقف نہ تھا۔ والد صاحب کو اس نے قصہ سنایا انہوں نے مجھے کہا کہ 120 / ۔روپیہ چاہیئں تب بھینس مل سکتی ہے اُسی وقت میں نے مبلغ 120 / ۔روپے نکال کر انکو دے دئے بلکہ انکے ساتھ جا کر بھینس لے آیا اور انکے ڈیرے پر پہنچا دی اس بات پر انکو بھی اللہ تعالیٰ نے میری امداد کیلئے کھڑا کر دیا جہاں بھی جانا ہوتا وہ میرے ساتھ جاتے اور دل و جان سے امداد کرتے ۔

سیف الرحمن کی حالت

ان دنوں سیف الرحمن والدین سے علیحدہ تھا حالت اتنی خراب تھی کہ تحریر کے قابل نہیں رات کو لوگوں کے چنے اٹھالاتا اور کوٹ کر فروخت کر کے پیٹ پالتا کپڑے پھٹے ہوئے ۔مگر والدہ ماجدہ اس پر بہت ہاتھ رکھتی تھی کپڑے بھی دیتی اور راشن وغیرہ بھی دیتی کیونکہ حمیدہ بیگم ہمشیرہ اسکے گھر تھی دوسرے چچازاد بھائی تھے ہم سب اسکی امداد کرتے میں نے ایک دن نذیر احمد منیجر نواب صاحب سے ذکر کیا کہ میرا ایک بھائی تعلیم یافتہ اسکو اپنا منشی رکھ لو انہوں نے میری عرض منظور کر لی اور اسکو منشی رکھ لیا کیونکہ اسکی حالت قابل رحم تھی مبلغ 50 / ۔روپیہ کا منشی رکھ لیا۔ تا کہ اسکی تنگی دور ہو جاوے ۔اسی دوران میں جلسہ سالانہ 1954ء ربوہ آ گیا سب جلسہ پر گئے چچا صاحب عبدالرحیم خاں سے سب نمبر داری کا ماجرا سنایا۔انہوں نے سب کاٹھگڑھ والے چک والے کو خلیفہ صاحب کے سٹیج پر جلسہ گاہ میں اکھٹے ہونے کا سنا دیا۔سب جلسہ ختم ہونے پر وہاں جمع ہو گئے چچا صاحب نے ہر چیز سمجھانے کی کوشش کی بلکہ یہاں تک تمام سے کہا کہ اگر اس سے کوئی غلطی ہو گئی تو تم مجھے معاف کر دو مگر سب مخالف پارٹی کیونکہ اکثریت میں تھی جواب دے دیا بہت دیر تک گفت وشنید ہوتی رہی آخر نتیجہ کچھ نہ نکلا چچا صاحب کے فرمان کو سب نے ٹھکرا دیا۔ زیادہ ماسٹر عطاء اللہ ماموں صاحب بات ابھارنے والے تھے آخر کار چچا صاحب نے فرمایا کہ جاؤ لڑو اور مرو چچا صاحب میرے اوپر ناراض ہو گئے مجھے فرمانے لگے یہ تیری وجہ سے مجھے ٹھکرایا گیا۔ میں نے عرض کی کہ اگر آپ میرے سے ناراض ہیں تو میں اس نمبر داری کا پیچھا چھوڑتا ہوں اس پر وہ راضی ہو گئے کہ جاؤ خوب مقابلہ کرو۔ میانوالی میں چوہدری عبدالعزیز افسر مال تھے۔انہوں بھی میری سفارش کر دی بلکہ ان سب کے سامنے سنایا کہ تم آج اپنے آپ کو روپے میں سے 14 آنہ نمبر دار سمجھو جب D.C دستخط کرے گا تو مستقل ہو جاؤ گے۔ پہلے جو ہرآباد میں D.C کی پوسٹ نہ تھی میانوالی D.C کے ماتحت تھے۔ پھر ماہ مارچ 1955ء میں C.O صاحب تعینات ہو گئے میری مثل انکے ہاں آ گئی۔ تاریخیں پڑتی رہیں آخر کار 25 مئی 1955ء مجھے رکھ غلاماں کی تاریخ دی 24 مئی کو عید (عیدالضحیٰ) تھی میں عید پڑھ کو رات آدھی کوٹ جا کر رہا 12 میل پیدل ہی گیا انکو تاریخ کا پتہ نہ تھا صبح 4:00 بجے لاری میں بیٹھ کر رکھ غلاماں پہنچ گیا وہاں تقریباً 2:00 بجے حاجی نیاز محمد خاں ترین C.O نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ واپسی پر والدہ ماجدہ اور بھائیوں نے بہت خوشی کی مٹھائی وغیرہ تقسیم کی گئی ۔مگر سب کے پیٹ میں بُرائی تھی کہ یہ کیا بن گیا۔

والد صاحب کی مخالفت

ایک درخواست تیار کی کہ عبدالمجید خاں کو میں نے آپ زمین دینی ہے تم سب لڑ کے اس پر دستخط کر دو ہم نے اپنا حق اس بھائی کو دے دیا سب نے دستخط کر دیے مگر میں نے نہیں کئے میں نے عرض کی کہ پہلے پچھلی زمین آمدہ ہندوستاں چھوڑ دو کیونکہ وہ ہم نہیں رکھ سکتے ایسا نہ ہو کہ ہمیں کوئی نقصان پہنچے پھر میں دستخط کرونگا اس پر سب نے کہا کہ ہم نہیں کرینگے ہم کھاتے ہیں اور یہ سڑتا ہے ۔ادھر حافظ احمد علی اور اسکے ساتھیوں کو آگ تو لگی ہوئی تھی ۔ پہلے تو ہماری ضمانتیں ہو گئیں ۔لڑائی ہو پڑی تھی مگر کسی بھائی نے چوں چراں نہ کی میں نے ہی مقابلہ کیا باقی سب کھڑے دیکھتے رہے کسی نے ہاتھ نہ اٹھایا۔ پھر زمین ڈبل

الاٹمنٹ کی درخواستیں شروع کردیں جس پر ہماری زمین 1956ء جو الاٹ تھی کینسل کردی جسکی خبر 1957ء میں لگی پھر اپیل وغیرہ کی مگر الاٹ ایک سال کیلئے ٹنڈر پر ہم نے 12 روپے فی ایکڑ کے حساب سے لی۔ یہ حکم ہوا بعد ٹنڈر ختم ہونیکے الاٹ بحال رکھی جاویں۔ مجھے دو الاٹ کے 360 روپے ٹنڈر دینا پڑا اور کچھ خرچ یعنی ایک ایک ہزار روپیہ ہمیں خرچ کا آیا۔ اور پچھلی زمین کینسل کرانی پڑی بانسبت انکے مجھے بہت تکلیف ہوئی کیونکہ یہ تو پچھلی زمین کی پیداوار کھاتے تھے عبدالرشید بھی پچھلی زمین سسرال کی فری میں کھاتا تھا میرا خرچ تھل میں سے ہوا میری طاقت اس طرح کمزور ہوتی گئی۔ پہلے نمبرداری پر 1200/- روپیہ خرچ ہوا بعد میں غلط الاٹ پر خرچ ہوگیا۔ جب حساب کتاب کیا گیا تو میرے ذمہ 360 روپے انکے نکلے میرے ساتھ لڑائی اور بائیکاٹ والد صاحب کا بھائیوں کا بلکہ عبدارشید نے سب کو مشورہ دیا کہ ایک روز پکڑ کر ماریں بلکہ والد صاحب نے بھی ابھارا کہ ایسا کرو۔

بار بار روپے مانگتے تھے۔ اور تنگ کرتے۔ بلکہ معاملہ روک لیا وہ نہ دیں مجھے تحصیل والے پکڑ کر لے گئے حوالات میں بند کردیا بقایا میں خیر وہاں سے جان چھوڑائی۔ اور 360 روپے کی تحریر لکھائی گئی کہ میں ادا کروں گا اب بھی انکے پاس تحریر موجود ہے۔ یہ قانون عبدالحکیم خاں عبدالرشید خان نے نکالے تھے بلکہ تحریر لکھ کر عبدالحکیم نے رکھی ہوئی تھی کہ اس پر دستخط کروالینا۔ یہ سب میرے ملیا میٹ کرنے کے ارادے تھے۔ نمبرداری کے لئے مجھے بعد میں پتہ چلا عبدالرشید بھی عبدالرحیم کے پاس گیا کہ اسکی نمبرداری نہیں ہونی چاہیئے باقی والد صاحب کو کروادو یا کسی اور کو۔ انہوں نے منہ توڑ جواب دیا۔ میں مقدمہ نمبرداری کے دوران میں ان سب سے بائیس صدروپیہ لیا تھا جسمیں 5 صد والد صاحب کا۔ اور عبدالستار صاحب کا دوصد باقی عبدالرشید کا میں سب کو دے دیا اس کا کچھ حساب باقی میرے ذمہ رہ گیا۔ والد صاحب کا تو معاملہ میں کاٹ دیا۔ عبدالستار کا محمد خاں کو لائل پور بذریعہ منی آرڈر ارسال کردیا تھا۔

عبدالحکیم کی پہلے منگنی محمد خاں کی صاحبزادی نصیراں بیگم سے ہوئی مگر شادی میرے سے خفیہ رکھی گئی محمد خاں میرا سالہ ہی لگتا تھا اور میرا انکے ساتھ سلوک اچھا تھا۔ کہ اس کو مت بتلانا یہ سب کام چوری چوری ہوجاوے۔ آخر پتہ تو مجھے لگ ہی گیا مگر یہ کبھی ہوسکتا تھا کہ میں بھائی کی مخالفت کروں مگر انکی میرے ساتھ کوئی بول چال نہ تھی بلکہ مجھے ناگ کی طرح دیکھتے تھے قدرتاً جب شادی کی تیاری ہوئی دنوں کے لئے گئے تو وہ آناً فاناً مرگئی وہاں سے رہ گئے اور کوئی رشتہ نہ ملے۔ میرے والد بزرگوار برادری کے کاموں سے واقف نہ تھے اور نہ ہی کسی سے حسن سلوک سے پیش آنا جانتے تھے جتنی ہماری شادیاں ہوئیں بچوں کے ذریعہ ہوئیں۔ ان کے اندر کوئی خاصیت نہ تھی بلکہ والدہ ماجدہ سب خانگی معاملات سے ہشیار تھیں اور سخی بھی تھیں۔ والدہ صاحبہ کی گفتگو میرے ساتھ تھی مگر سب گھر والوں سے چوری۔ والدہ صاحبہ نے ایک دن فرمایا کہ عبدالحکیم کے لئے کچھ کرنا چاہیئے میں نے عرض کیا بتلائیں میں کیا کرسکتا ہوں والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ امام عبداللہ خاں کی لڑکی ہے اگر وہ دے دیوے ماسٹر صاحب نے کرنا ہے وہ تمہارے ویسے خلاف ہے کیا کیا جائے تمہاری چچی ستارہ بیگم سے بھی کہا ہے وہ بھی انکے گھر جا کر کوشش کرے کچھ تم کرو۔ ماسٹر صاحب سے پوچھو تم خود جا کر۔ حمید بیگم کا بھی 27/2/56 ماہ فروری 1956ء 14 ماہ رجب، 16 پھاگن میں انتقال ہوگیا تھا سیف الرحمن کا بھی گھر برباد ہوچکا تھا ایک لڑکی شمشاد بیگم رہ گئی تھی۔ والدہ نے کہا اسکا بھی کچھ کرنا ایک سالی ماسٹر کی ہے وہ سیف الرحمن کو دے دیویں۔ تو دونوں کا گھر آباد ہوجائیگا۔ سوائے ہمارے اسکا اور کس نے کرنا ہے سیف الرحمن کا۔

میں والدہ ماجدہ کے فرمان کے بموجب سکول جانے کے لئے تیار ہوگیا اس سے قبل میری کبھی ان سے گفتگو نہ تھی۔ نمبرداری کے معاملہ میں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا آرام سے منت سے بات کریں۔ خیر میں گیا جب میں ماسٹر صاحب کے کمرہ میں داخل ہوا تو وہ حیران ہوگئے کہ یہ کیا ہوگیا فوراً لڑکے کو اشارہ کیا وہ کرسی لے آیا میں بجائے کرسی کے میز پر ہی بیٹھ گیا میں نے کہا میں تو ایک عرض کرنے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا فرماؤ میں آہستگی سے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ میں تو رشتہ کے لئے آیا ہوں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں اگر میرے سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اسکو نظر انداز کر کے معاف فرمائیں۔ عبدالحکیم وسیف

الرحمن کے لئے حاضر ہوا ہوں بھیک لینے آیا ہوں یہ باتیں سن کر ماسٹر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور چپ بیٹھے رہے فرمانے لگے کے بلاوجہ آپکے ساتھ ہم نے زیادتی کی اور معافی بھی تم ہی مانگ رہے ہو میں نے عرض کی کہ چھوٹا جو ہوا۔ خیر ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ عبداللہ خاں سے آپ بات کریں میں راضی ہوں میں نے عرض کیا یہ سب آپ نے ہی کرنا ہے انہوں نے کہا آپ ایک دفعہ اس سے بات کریں کیونکہ بڑا بھائی ہے میں نے ان سے بات کی عبداللہ خاں نے جواب دیا کہ جیسے ماسٹر صاحب کی مرضی ہو مگر عبداللہ اپنی سالی امانت بی بی کا رشتہ سیف الرحمن کو دینے کے لئے تیار نہ تھا وہ عبدالحئی کے لڑکے نذیر احمد کو چاہتا تھا۔

نذیر احمد پہلے ہی کبھی رشتہ کا مطالبہ جب کبھی ہوا تو کہہ چکا تھا کہ امانت بی بی میری بہن ہے اسکا عام چرچا ہو چکا تھا۔ ماسٹر صاحب ناراض تھے انہوں نے ہمیں ہاں کر دی اور فرمایا کہ جب تک نکاح نہ ہو جائیں چپ رہیں ہم سب خاموش رہے کسی کو معلوم تک نہ ہونے دیا۔ تب ہی پتہ چلا جب والد صاحب مولوی قمرالدین صاحب کو نکاح کے لئے ربوہ سے لے آئے اور رات کو ہی ہم نے نکاح فارم پر کئے اور ایک ہزار روپیہ حق مہر باندھا ہمارے گھر بیٹھ کر محمد سرور کے صحن میں مولوی صاحب نے فرمایا اعلان صبح کی نماز میں مسجد میں کر دینگے دستخط وغیرہ لڑکے لڑکیوں ورثاء کے سب کے ہو گئے بعد میں عبدالحئی وغیرہ کو جب معلوم ہوا تو وہ لاٹھیاں لیکر ماسٹر صاحب کے مکان کے ارد گرد گھومنے لگے خیر ہم نے بھی امداد کے لئے للکار اصبح کی نماز میں سب کو بلایا گیا عبدالحئی وغیرہ بھی نماز کے لئے آ گئے لڑکوں کے ہار سرگودھا سے منگوائے گئے تھے ڈالے گئے کسی نہ چوں نہ کی لوگ حیران ہو گئے کہ عطاء اللہ اور حافظ وغیرہ کے اتنے تعلقات ہونے کیوجہ سے یہ رشتہ ہم کیسے لے گئے پھر دو حافظ کی ایک چچا کی لڑکی دوسری بھانجی۔ جب سے ان سے مخالفت اور ہم سے موافقت ہو گئی۔ ایک دم یہ رشتہ ہونے پر سب کے حالات تبدیل ہو گئے۔ اور ہماری اور بھی زیادہ اکثریت ہو گئی۔ شادی ماہ اگست سال 1958ء میں عبدالحکیم و سیف الرحمن کی شادی دھوم دھام سے ہو گئی۔ سیف الرحمن کی طرف ہم نہیں گئے تھے میں زیور انعام طلائی 1.1 / 4 تولہ عبدالحکیم کی بیوی کو ڈالا اور کپڑے وغیرہ بھی دیئے۔ ایک زیور کلپ عبدالرشید اور انگوٹھی عبدالمجید خاں نے ڈالی تھی۔

شادی کے کچھ دن بعد عبدالرشید اور عبدالحکیم میرے پاس آئے کہ میرا حساب کر دو حساب کیا گیا عبدالرشید کے مبلغ 355/- روپیہ میرے ذمہ نکلے میں نے مبلغ 354 روپے اسی وقت ادا کر دیئے ایک روپیہ رہ گیا عرض کی کہ کل کو دے دونگا۔ شکرانہ کے دو نفل سب نے ادا کئے ایک دن گذر جانے کے بعد پھر عبدالرشید میرے پاس آیا کہ کچھ حساب میں غلطی ہے میرا آپ کے ذمہ یکصد روپیہ اور نکلتا ہے میں نے ہر چند سمجھایا مگر اس کے حساب میں بات نہ آئی۔ کیونکہ ادھر عبدالحکیم وغیرہ کی انگشت تھی۔ بے علم تھا عبدالحکیم نے کہا کہ میں نے اسکے رجسٹر میں یکصد روپیہ اور تمہارا لکھا ہوا دیکھا وہ اس بات پر بگڑ گیا۔ کافی جھگڑا لڑائی وغیرہ ہوئی سب نے میرا بائیکاٹ کر دیا۔ میں نے تحریر پر فیصلہ کر دیا یہ بھی وہ نہ مانا میں نے عرض کی کہ جب سب رقم گن کر حساب کیا گیا تو اب یکصد روپیہ کہاں سے آ گیا۔ والد صاحب نے مشہوری کر دی بلکہ بطور ضمانت ماسٹر صاحب کے گھر مجھے بلوایا گیا مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا سب نے فیصلہ کر دیا والدین نے کہا کے بے ایمان ہو گیا۔

ضبطی زمین

سال 1956ء کے خبر میں ہماری الاٹ ہائے ڈبل الاٹ منٹ کیوجہ سے باپ بیٹے کے سوال میں ضبط کر لی گئی تھی۔ کیونکہ محمد حسین ولد مطلوب خاں حافظ احمد علی وغیرہ کی ہمارے خلاف درخواستیں تھیں میں نے ہر چند والد صاحب و برادران سے کہا کہ کلی نو کی زمین کینسل کروا دیویں ہمیں خطرہ ہے مگر یہ سب نے ہی کہا کے ہم کھاتے ہیں اور اسکو حصہ نہیں ملتا یہ زور دیتا ہے۔ الاٹ ہائے ضبط ہونے پر میں بہت گھبرا گیا تھا اور کلی نو چلا گیا۔ عبدالستار سے

سب قصہ سنایا اس نے کہا تم میرے پاس آ جاؤ عبدالحکیم رنجیت کوٹ ضلع جھنگ میں اسوقت پٹواری لگا ہوا تھا۔ والد صاحب نے عبدالحکیم کو تار دی کہ عبداللطیف کو لیکر پہنچو۔ انہوں نے عبدالرشید نے عبدالحکیم نے مجھے مجبور کیا کہ چلوز میں کی کوشش کرو میں نے عرض کی کہ میرے پاس نہ کوئی روپیہ ہے اور نہ ہی میرا دماغ کام کرتا ہے اس پر ان دونوں نے جواب دیا کہ روپے خود ہم لگائینگے تمہیں کوئی ضرورت نہیں خیر میں تنگ آ کر واپس چک آ گیا کوشش شروع کی گئی۔ محمد افضل محمد اشرف کوشش بحالی زمیں شامل تھے۔ کوشش میں ہم کامیاب ہوگئے ربیع 1957 تا ربیع 1958ء تک 12 روپیہ فی ایکڑ کے حساب زمیں ہمارے نام ٹنڈر رہو گئی۔ اسکے بعد بحالی ہوگئی۔ ایک ایک ہزار روپیہ ہر الاٹ پر خرچ ہوا کچھ رقم میرے ذمہ والد صاحب کی نکلی اسکی میرے لئے رسید بنوائی گئی تقریباً 350 روپے تھے۔ مشترکہ خرچ میں سے نکلے تھے۔

وفات والدہ

والدہ محترمہ کی وفات 30 ماہ جون 1959ء کو ہوئی چند دن بعارضہ بیماری بیمار رہ کر اس جہان فانی سے رحلت فرما گئی۔ والدہ محترمہ میرے حق میں نہایت اچھی تھیں میرا احساس ہر وقت کرتی رہتی تھیں۔ باقی سب کے سب میرے خلاف رہتے تھے مگر والدہ محترمہ میرا بہت خیال رکھتی تھی اور میرا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں۔ امداد بھی وقتاً فوقتاً کر دیتی تھیں۔ والدہ محترمہ کی وصیت تھی فوراً ہی ربوہ ٹرک 90 روپے میں کرایہ پر لیکر لیجائی گئی عبدالرشید بمعہ بال بچہ ربوہ قبل جنازہ پہنچ گیا مگر ہمارے میں سے صرف عبدالحکیم جنازہ پر ربوہ نہ پہنچ سکا بلکہ جب والدہ محترمہ کو دفنا چکے جب پہنچا۔ محمد علی شاہی بھی وقت پر پہنچ گیا تھا۔ جو کچھ بھی والدہ صاحبہ پر خرچ ہوا والد صاحب نے خود کیا کسی بیٹے سے کچھ نہیں لیا۔ عبدالرشید اور اسکی بیوی بیس 20 محرم کے بعد کلی نوکو چلے گئے تھے۔

علیحدگی ہمشیرہ

ہمشیرہ رشیدہ بیگم کو علیحدہ تو والدہ اپنی زندگی میں ہی کر گئی تھی مگر ابھی وہ اپنے گھر نہیں گئی تھی کہ والدہ بیمار ہو کر فوت ہوگئیں اسکے فوراً ہی بعد اپنے گھر چلی گئی ایک بیل اور ایک سنڈہ ایک بکری خود دی تھی دوسری اپنی مرضی سے لے گئی۔ اور گھر میں سوائے نصرت کے اور عبدالکریم کے کون تھا۔ اور جو کچھ بھی لینا تھا اپنی مرضی سے لے گئی کسی نے بھی اعتراض یا گلا نہیں کیا اور نہ ہی ہاتھ روکا۔

شادی عبدالکریم

ماہ ستمبر 1960ء میں عزیز عبدالکریم کی شادی چچا عبدالغفور کی دختر بشریٰ بیگم سے ہوئی والد صاحب سے پہلے ہی چچا صاحب کا بہت پیار تھا جب لڑکی پیدا ہوئی تو اسی وقت چچا صاحب نے والد صاحب کو کہہ دیا تھا کہ یہ تمہاری ہوئی۔ پارٹیشن میں حالات تبدیل ہوگئے تھے چچا عبدالحیٔ ولد نعمت خاں شیر پور والے کے لڑکے نذیر احمد کو زور لگاتی تھی مگر عزیز عبدالرشید جس کے چچا سے تعلقات اچھے تھے یہ اپنا زور لگا تا رہا مگر چچا ثابت قدم رہا چچی جان خلاف رہی۔ والدہ ضعیف العمر ہوگئی تھی کئی دفعہ شادی کے لئے کہا گیا مگر چچی صاحبہ انکار کرتی گئی۔ کبھی کہتی کہ میں اپنی والدہ سے 469 گ ب سمندری جا کر پوچھ آؤں کبھی کہتی تیاری نہیں مگر آخر میں جو اصلی بات تھی وہ نکل آئی والدہ کو کہنے لگی جب تک تو زندہ ہے میں شادی نہیں کرونگی وہی بات ہوئی والدہ محترمہ کی وفات کے سوا سال بعد شادی کی گئی۔ عبدالرشید نے سونے کی بالیاں اور عبدالمجید نے کلپ طلائی اور ہم نے مبلغ 40/- روپے اور کپڑے وغیرہ سب نے حسب دستور دئے۔ نومبر 1960ء میں بندہ محکمہ TDA کا مالکانہ کا باقیدار تھا مبلغ 980/- روپے کا محمد اشرف و محمد افضل پسران ہدایت خاں نے کوشش سے ملکر

بقایا نکال کر مثل باقیدار بنوادی اور محکمہ نے مجھے معطل کر دیا اسکے بعد محمد اشرف نے ایک نلکہ کی درخواست دی کہ جو نلکہ سرکار نے چک میں لگوانے کیلئے دو عدد دئے تھے۔ نمبردار نال کٹوار کر بیچ کر کھا گیا ہے اور محمد افضل ولد ہدایت خاں نے بیگاری غلام رسول کی زمین کی درخواست برخلاف میرے دی کہ یہ زمین کی برداشت ناجائز کرتا رہا۔ سب چک اندر ہی اندر میرے خلاف ہو گئے تھے بلکہ والد بزرگوار اور بہن بھائی بھانجے وغیرہ سب یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ نمبردار رہے۔ اندر ہی اندر بڑے زور لگتے رہے۔ ایک رشید الرحمن ولد عبدالحق ومشتاق احمد میرا ساتھ دیتے رہے۔ جو حسب توفیق امداد بھی کرتے رہے۔ ان سے میرے مخالفین نے میرے باپ بھائیوں کا میل جول تھا۔ اور میرا بائیکاٹ تھا جب میں نے والد صاحب سے کہا کہ اب محمد افضل سے کیوں بات چیت کرتے تو الٹا میرے ساتھ لڑ پڑے اور ہم پٹھے رشیدہ بیگم کی مشین پر کترا کرتے تھے۔ والد صاحب نے رشیدہ بیگم کے مشورہ سے پٹھے مشین پر سے منصورہ بیگم کو اٹھوادئے۔ میں گیا تھا مگر والد صاحب کو بولتے سن کر میں واپس لوٹ آیا بےعزتی اور فساد سے ڈر کر، عبدالحکیم کا مکان میں اپنے استعمال میں رکھتا تھا۔ والد صاحب نے کئی دفعہ تالا لگایا اور بھوسہ وغیرہ ڈال دیا تا کہ یہ تنگ آجائے مجھے انہوں نے ہر چند بھگانے کی کوشش کی بلکہ جو بھی میرے ساتھ بات کرتا اُسے بھی منع کرتے میں اپنا وقت ان کی نسبت اچھا پاس کرتا گیا۔ مگر والدہ کے بعد ہمشیرہ صاحبہ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد والد ماجد کو اپنی باتیں سنا سنا کر میرے خلاف عین بھر دیا والد صاحب میرے ہی خلاف تھے۔ یہی بھائیوں کا دستور تھا۔ ایک چچا عبدالغفور بھی انکی پارٹی کا آدمی تھا۔ صرف یہ میرے ساتھ ہی ایسا کرتے تھے اگر کوئی سامنے جو کوئی غیر آجائے تو ڈر کر چک چھوڑنے پر بھی آمادہ ہو جاتے تھے اتنے بہادر تھے۔ صرف مجھے تنگ کرتے رہے۔ محمد اشرف گھر آکر والد کی بےعزتی کر گیا گالی گلوچ بھی دی مگر خاموش اندر وڑ گئے کسی نے ٹس سے مس نہیں کیا جب کبھی میری بات آجائے تو شیر کی طرح تنگ کرنے پر آمادہ ہو جاتے میرے نزدیک تو خدا کے فضل کے کوئی نہیں آتا تھا۔ صرف دکھ انکو نمبرداری کا تھا۔ والد صاحب نے جس کو ملنا خواہ غیر ہو یا اپنا رشتہ دار میرے بدخوئی ہی کرتے تھے۔ بات کیا کرنی اسکی فطرت اچھی نہیں کسی کام کا نہیں کسی سے سلوک نہیں رکھتا ایسی باتیں ہمیشہ کرتے رہتے تھے۔

غالباً مئی جون 1960ء میں امانت علی والد مطلوب خاں کی الاٹ نصیر احمد ولد عبدالحئی نے مبلغ 300/- روپیہ پیشگی پر نصف حصہ بٹائی پر کاشت کیلئے دیا جس کی رسید میں نے تحریر کی تھی جس میں مستری عبدالغنی کالو چک TDA / 1 کا گواہ تھے والدہ امانت علی رضامند تھی اور رسید پر انگوٹھا بھی اسی کا تھا مگر محمد حسین برادر حقیقی پہلے تو رضامند تھا مگر بعد میں برخلاف ہو گیا۔ محمد اشرف ومحمد افضل وغیرہ نے اکسایا کہ تو ہمارے ساتھ تھانہ میں چل ہم تجھے زمین دلواتے ہیں۔ کرامت اللہ ساتھ تھا تھانہ میں جا کر درخواست دی کہ امانت علی پاگل ہے اس سے انگوٹھا لگوا کر الاٹ لکھوالی۔ ایسی درخواست دی کے تھانہ والوں نے انکو طلب کیا سپاہی غلام علی آیا تو اس احمد علی نے مجھے ساتھ چلنے پر مجبور کیا مجھے بلوایا حتیٰ کہ میں اسکے مکان پر گیا ادھر ان سب کو بھی معلوم ہو گیا کہ عبداللطیف ساتھ جائیگا۔ ادھر عبدالحکیم، عزیز الرحمن سے محمد افضل، محمد اشرف نے بات کی کہ عبداللطیف نہ جائے تو ہم سب کچھ پیروی مقدمہ چھوڑتے ہیں اسکو واپس کرو اسی پر مشتاق احمد مجھے بلانے کے لئے گیا جب میں واپس آیا تو عبدالمجید عبدالحکیم وغیرہ سب مجھے کہنے لگے تو مت جا اب ہمارا وقار ہے سب بھائی ملتے ہیں تو ٹل جا میں نے عرض کیا کہ اب تو بندہ انکو ہاں کر چکا ہے۔ مگر میں انکے خلاف کچھ نہیں کہوں گا۔ ہر حال انکی بات کروں گا۔ احمد علی کو بھی پتہ لگ گیا کہ عبداللطیف کو موڑ لیا وہ میرے مکان پر مجھے لینے کے لئے آیا اور مجھے منت سماجت کر کے لے گیا ہم سب تھانہ میں پہنچے ادھر محمد اشرف۔ کرامت اللہ۔ محمد علی۔ اسماعیل۔ محمد حسین گئے وہاں بڑے منشی سے گفتگو ہوئی خیر سب باتوں کی بات زمین امانت علی کو واپس دینے کا تھانہ والوں نے کہہ دیا۔ میں نے ان کے حق میں کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ رسید کی تحریر پر مجھے قسم پر تھانہ والوں نے آمادہ کیا جس پر بندہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے عرض کی کہ گواہوں کو طلب

کر کے دریافت کی جاوے۔محمد علی نے میرے پر تھانہ میں ترش کلامی بہت کی مگر بندہ نے جواب نہیں دیا۔دوسرے دن صبح کو غالباً 14 جون 1961ء کو عبدالسلام پسر منیر احمد کی سنتیں تھی۔بندہ تو انکا نمائندہ تھا ہی انہوں نے میرے ساتھ مشورہ کیا میں نے کہا تم سنتیں کرو میں بھی آجاتا ہوں۔اسی دوران میں محمد اشرف بھی جوہر آباد سے آگیا۔مجھے دو تین عبدالسلام وغیرہ بلانے کے لئے آئے مگر میں ابھی نہیں گیا تھا مگر جانے کو آمادہ تھا اتنے میں کسی نے کہا تمہیں والد صاحب بلاتے ہیں جب میں والد صاحب کے پاس گیا تو وہاں کوٹھری کچی میں والد صاحب رشیدہ بیگم بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔جب میں گیا تو انہوں نے جانے کے متعلق بات چیت میرے ساتھ شروع کر دی ابھی ہم بات چیت کر ہی رہے تھے اتنے میں محمد اشرف آگیا۔اور سب کو بلایا گیا خیر یہ بات طے ہوئی کہ سنتوں پر نہیں جانا جو عورت جا چکی اسکو واپس بلالو چچی ستاراں وجمیلا آ گئی مگر پارس نہ آئی عبدالمجید کو میں نے ہر چند کہا کہ تم اپنی بیوی کو بلالو مگر وہ یہی کہتا رہا کہ پہلے تم اپنے رشتہ داروں کو چھوڑو پھر میں چھوڑ ونگا خیر میں تو خاموش ہو گیا۔خیر شام کو وہ خود بخود ہی آ گئی جب سنتیں ہو چکی تھی چچی ستاراں بھی نیوندا دس روپے خود جا کر دے آئی پارس تو وہاں موجود ہی تھی۔ہماری سب کی احمد علی منت ساجت کے لئے آیا تھا مگر سب نے ٹھکرا دیا جب شام کو پارس گھر آئی تو عبدالمجید نے کہا کہ ہم سب نے مشورہ کیا کہ شیر پوریوں سے ملنا جلنا نہیں باپ اور نمبردار محمد اشرف نے مشورہ کر کے طے کر دیا پارس نے عبدالمجید کو اور ان تینوں کو گالی گلوچ بھی دی اور کہا کہ یہ اپنے بچے سنبھالو میں جاتی ہوں مجھے کوئی ضرورت نہیں میں پانے رشتہ دار نہیں چھوڑ سکتی تم جیسے مرضی کرو اس بات کا گواہ محمد انور ہے جو کھڑا سن رہا تھا وہ یہ کہ کر چلی گئی مروڑ سے، پھر رات کو عبدالسلام کی بیوی پارس کو ساتھ لے کے اور چاولوں کا تھال لیکر چھوڑنے آئی اس وقت عبدالمجید گھر پڑا تھا۔ادھر عبدالغفور کے سب بچے بیوی شامل سنتیں رہی اور چاول وغیرہ خوب کھائے مگر عبدالغفور انکے گھر نہیں گیا مگر ارادہ انکے ساتھ ہی تھا عبدالغفور کو کھانے کا دوسرے کا بہت شوق تھا۔یعنی عبدالستار کے گھر سب بچے بدستور جاتے رہتے وہ کوئی نہ کوئی چیز دیتی رہتی تھی۔اسی اثنا میں سب نے مل کر محمد حسین کو کہا کہ تم خوشی واپسی الاٹ روٹی پکاؤ سب سے دو دو روپے محمد افضل نے اکھٹے کئے اسکے گھر روٹی پکائی گئی۔سب گاؤں کے افراد نے مل کر روٹی اسکے مکان پر کھائی۔اسکے بعد محمد اشرف نے اور ماسٹر عطاء اللہ نے قرآن شریف منگوار کر حلف اٹھایا کہ ہم شیر پور والوں سے بالکل نہیں ملیں گے نہ گفتگو کریں گے سب گاؤں والوں نے تقریباً حلف اٹھایا اور محمد اشرف نے حلف اٹھا کر وعدہ کیا کہ محمد افضل اگر میرے کہنے سے باہر ہو کر تمہارے خلاف کچھ کریگا تو میں اسکے خلاف ہونگا اور تمہاری حمایت کرونگا۔جو جائز خرچ محمد افضل کا استغاثہ پر وہ تم ادا کر دینا میرے خلاف عدالت ADM سرگودھا میں زائد وصولی معاملہ کا استغاثہ کر رکھا تھا جب مجھے ساتھ ملالیا تو عبدالحکیم نے اس محمد افضل سے طے کیا کہ جو جیب خرچ ہے وہ بتلاؤ ہم تم کو ادا کر دینگے تو حساب کر کے محمد افضل 211 روپے بتلائے میں نے منظور کر لئے خیر اسکے بعد شیر پور والوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے رہے کہ ان کو ماریں۔ محمد سرور محمد انور لکی نو گئے ہوئے تھے تقریباً 4 جولائی کو واپس لکی نو سے آ گئے یہ بھی شامل ہو گئے مگر اس وقت تک کوئی بات نہیں بگڑی تھی۔اسکے بعد سب نے ڈیرہ پر اکھٹے ہو کر صلاح کی کہ ان کو تنگ کریں ماریں۔مجھے امیر قافلہ تجویز کرنے لگے۔مگر میں ان کی چال کو سمجھتا تھا میں نے کہہ دیا کہ مجھے تو دکھائی نہیں دیتا بینائی کمزور ہے تم ہی ہو۔چال انکی محمد افضل وغیرہ کی یہ تھی کہ شیر پوریوں سے جب لڑینگے تو پھنس جائیگا اندر حوالات میں ہو جائیگا تو ہم پیروی میں انکو کھائیں کے عبداللطیف تو آگے ہی مقدمہ میں پھنسا ہوا ہے معطل ہے انکے دل میں ہماری طرف سے بے ایمانی تھی ہمیں پھنسانا چاہتے تھے۔ہمارے دل میں والد صاحب کا بدلہ لینے کی خواہش تھی ہمارا دل صاف تھا۔مگر مجھے ان کی چال سے خوب چانن ہو چکا تھا اسی دور میں سب نے اکھٹے ہو کر وعدہ کیا کہ جہاں بھی یہ ملیں ان کو مارو لاٹھیاں لے کر انکے پیچھے چھپ کر بیٹھنے لگے۔مگر وہ بچتے رہے۔ایک دن نصیر احمد ولد عبدالحئی کے ٹنڈر میں ہل جور رہا تھا اسکے پیچھے محمد افضل عبدالکریم، محمد سرور وغیرہ سب گئے کہ اسکو مل کر ماریں مگر کسی نے جرأت نہ کی ایک دن اسی طرح نمبرداری الاٹ میں وہ گھیر لئے ہمارے مارکہ کے

سب شامل تھے مگر میں نہ تھا۔ وہاں مڈھ بھیڑ ہوئی تو احمد علی، عبدالستار، نذیر احمد، نے معافی مانگ لی تتر بتر ہو گئے اسکے بعد ماہ جولائی 1961ء کو ایک دن جمعہ پڑھنے گئے تو وہاں جا کر جب دیکھا تو نصیر احمد نے لاٹھی لا کر مسجد میں کھڑی کر رکھی تھی۔ میرے ساتھ عبدالکریم محمد سرور نے پہلے بات کر رکھی تھی کہ مسجد سے نکلتوں کو ماریں گے اور تو کوئی موقعہ نہیں ملتا وہ تو بچ جاتے ہین۔ جب جمعہ پڑھ کر ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے تو اس وقت عبدالکریم نے عبدالسلام کی سوٹی جو رحمت اللہ کے پاس ہی پڑی تھی دو تین ماریں اور محمد سرور نے کرامت اللہ کا ڈنڈا اٹھا کر نصیر احمد کو دو تین مار دیئے وہ مسجد سے نکل کر بھاگ گئے۔ اور باہر آ کر عبدالحئی کچھ بولنے لگا اس پر عبدالحکیم نے والد صاحب کی سوٹی اٹھا کر اسکے دو تین مار دیں شور وغل ہو گیا ہم سب نے باہر نکل کر اسکو للکارا کہ آؤ نکلو تمہیں دیکھیں وہ اپنے دروازہ کے سامنے ہی کھڑے مگر آگے نہ آئے ادھر اسماعیل عرف نہرو نے لکیر کھینچ دی کہ اس لکیر پر آؤ اگر ماں کا دودھ پی رکھا ہے تم کہا کرتے تھے کہ ہم لکیر مار کر دیس میں لڑا کرتے تھے خوب للکار امگر وہ نہ آئے ہم واپس چلے آئے پھر چچا عبدالغفور کو دھمکی دینے لگے ہم نے تو عبدالکریم کو جان سے مارنا اور آپکی لڑکی کو رنڈی کرنا ہے۔ چچا صاحب حالانکہ غیر جانبدار ہی تھے نہ ہی ہماری امداد اور نہ ہی انکی امداد۔ بلکہ چچی ستاراں ڈائری باز ساری کاروائی مشورہ جو ہم مل کر کرتے تھے اسکو دے دیتی کیونکہ اسکے چچا کے لڑکے تھے مگر ہماری اکثریت تھی۔ ضمانتوں کی درخواست 107 / 157 شروع تھی احمد علی ولد نعمت خاں نے دے رکھی تھی۔ ساری جولائی ایسا ہی ہوتا تاریخ بمطابق مارشل لاء بلکہ ایک روز نمبرداری الاٹ میں دونوں فریقین اکھٹے ہو گئے شیر پور والوں کو مارنے پر آمادہ تھے مگر وہاں احمد علی اور نذیر احمد ولد عبدالحئی نے معافی مانگی اور ڈنڈے اپنے پھینک دیئے اور کہا کے ہم لڑنے کے لئے تیار نہیں۔ سب گھر کو چلے آئے۔ مگر میں اس میں شامل نہ تھا۔ 3 اگست کو ہماری ضمانتوں کی تاریخ جو ہر آباد چوہدری غلام مرتضٰے باجوہ کی عدالت میں تھی 2 اگست کو جنگلات میں گھاس لینے کے لئے جب میں گیا تو وہاں ناصر و اشفاق دونوں گھاس کاٹ رہے تھے میں بھی گھاس کاٹنا شروع کر دیا کیونکہ صبح 3 اگست کو تاریخ پر جانا تھا۔ میں نے ایک جھولی گھاس کاٹ کر جہاں ان دونوں کا گھاس پڑا تھا وہاں جھولی گھاس رکھ دی۔ یہ دونوں جلدی سے میرا گھاس اٹھا کر لے گئے گھر انکو پہنچتے ہی لڑائی کا پیغام مل گیا۔ محمد اشرف اپنی الاٹ میں گیا تو وہاں عبدالحئی اور محمد اشرف کی ایک کھال مشترکہ تھی۔ نصیر احمد ولد عبدالحئی و محمد اشرف کی آپس میں کشمکش ہوتی رہی اور محمد اشرف کی لڑکی بھی ساتھ تھی اس سے فوراً کہا کہ جاؤ گھر اور سب کو بلا لاؤ کہ محمد اشرف کو گالیاں دیں اور مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس کا گاؤں آنا ہی تھا یکدم سب اکٹھے ہو کر وہاں الاٹ میں پہنچ کر انکو روکا میں جنگل میں ہی تھا۔ بھائی عبدالمجید نے جونہی لاٹھی عبدالغفار و نصیر احمد پسران عبدالحئی پر ماری تو نصیر احمد نے کلہاڑی کا جونہی عبدالمجید پر وار کیا تو اسنے روکنے کے لئے لاٹھی دونوں ہاتھ سے پکڑ کر وہ وار روکنا چاہا تو انگوٹھا لاٹھی پر آ گیا اسپر کلہاڑی لگ کر وہ انگوٹھا کٹ گیا۔ اس پر پھر خوب لڑائی ہوئی۔ مقرب فتح خاں و عباس بروقت موقع لڑائی پر موجود تھے خوب لاٹھی چلی عبدالسلام کی بائیں ٹانگ توڑ دی عبدالغفار کے کلہاڑیاں ایک سر میں اور دو بازو پر ایک گلے کے پاس نصیر احمد تو اسی وقت بھاگ گیا منیر احمد شیشم پر چڑھ گیا عبدالسلام، عبدالستار عبدالغفار۔ یہ لڑتے رہے ایک نصیر احمد کا ماموں بھی لڑائی میں شامل تھا اسکا نام خواجہ خاں تھا۔ بٹہ والوں نے مقرب وغیرہ نے بیچ میں ہو کر لڑائی منتشر کر دی سب کی منت سماجت کی عبدالستار کے کوئی لاٹھی نہ لگی اسکو محمد اشرف بچاتا رہا۔ گئے تو سب تھے مگر لڑائی میں محمد سرور محمد انور اشفاق احمد ناصر احمد دونوں نے خوب لڑائی کی اور سب کو خوب مارا مگر محمد افضل نے کسی کے نہیں ماری اس طرح محمد اسلم کے پاس لاٹھی تھی جونہی اس پر عبدالسلام نے لاٹھی چلائی اس نے اپنی لاٹھی آگے کر دی اسپر اسکی لاٹھی لگ کر اسکی لاٹھی ٹوٹ گئی۔ پھر یہ سب مل کر فوراً گھر کو لوٹ آئے بھائی عبدالمجید خاں کو محمد اشرف کی گدھی پر بٹھا کر گھر لائے۔ وہ سب وہیں بیہوش پڑے رہے۔ عبدالمجید کے سر میں پانچ لاٹھیاں لگیں اور باقی جسم پر بھی کافی لگیں مگر سر میں ایک زخم تو 11 / 2 انچ تک تھا۔ میں بھی گھاس لیکر واپس آ رہا تھا جب میں بھوندو کی الاٹ میں ہی تھا تو مجھے ربانی کہنے لگا کہ میں صرف آپکی طرف جا رہا تھا لڑائی ہو

پڑی ہے دوڑ کر چلو جب میں گھر آیا تو عبدالحکیم کے احاطہ میں سب سایہ میں بیٹھے تھے۔ جب میں آیا دیکھا ناصر اور اشفاق کے بھی ایک ایک کلہاڑی کا نشان تھا۔ میں ان سب کو لیکر تھانہ گنجیال لے گیا۔ تو وہاں ہمارے جانے سے پیشتر نصیر احمد پہلے پہنچ چکا تھا۔ وہاں غلام قادر سب انسپکٹر تھا۔ جیون علی شاہ افسر دوئیم تھا۔ محمد نواز ہیڈ محرر تھا۔ بہت کوشش سے پرچہ درج کرایا گیا عبدالمجید ناصر احمد۔ اشفاق کا ڈسپنسری گنجیال سے ملاحظہ کرایا گیا مبلغ 150/- ڈیڑھ صد روپیہ ڈاکٹر کو دیکر 326 کا نتیجہ حاصل کیا گیا۔ مجھ سے دریافت کیا گیا کے تم بروقت لڑائی کہاں تھے۔ میں نے عرض کی کہ میرے شہادت تھی جوہر آباد جب میں وہاں سے فراغت پا کر واپس گھر آ رہا تھا جب میری لاری پل نہر پہنچی جب میں نے باہر جھانکا تو یہ سب وہاں انتظار میں بیٹھے تھے میں تو وہاں سے ہی لیکر انکو تھانہ لے گیا ہوں مجھے معلوم نہیں انکے چوٹ آئی یا نہیں انکی زبانی معلوم ہوا تھا کہ وہ سب ہمیں مار پیٹ کر بھاگ گئے۔ وہ سامنے نصیر احمد کھڑا کہہ رہا تھا کہ وہ سب قریب المرگ پڑے ہیں۔ جا کر موقعہ دیکھیں۔ جب گواہان کا وقت آیا کہ کون کون رکھیں تو وہاں شیخ کا کا عبدالرحیم موجود تھا میں نے کہا ایک تو اسکا نام لکھواس پر شیخ نے صاف انکار کر دیا تو پھر محمد صدیق، سلیمان موقعہ کے گواہ رکھے گئے یہ سب 2 اگست کا ماجرہ ہے پھر وہاں مضروبان کو داخل کر کے سب تو آ گئے کیونکہ صبح 3 اگست کو ضمانتوں کی تاریخ تھی۔ ادھر جیون شاہ چک میں آ گیا۔ محمد افضل نے اٹھوا کر گھر انکو پہنچایا عبدالسلام وغیرہ کو بھی ہماری اجازت سے ایسا کیا۔ بٹہ والوں نے بھی جواب دے دیا۔ بعد آمد پولیس اک چک والوں کو سپاہی لایا تو انکو ہسپتال خوشاب پہنچایا گیا گاؤں کے کسی فرد نے حصہ نہ لیا۔ جہاں عبدالحیٔ کی الاٹ میں لڑائی ہوئی تھی رات کو ہی ایک نواب مراسی ہوتا تھا اسکو میں نے کہہ کر کھالہ کو تڑوا کر وہاں لڑائی کی جگہ پانی چھوڑ دیا تا کہ نشان مٹ جائیں۔ میں بھی 3 اگست کو شام کو گھر واپس آ گیا اور احمد علی کو بھی جوہر آباد آ کر ہی پتہ چلا کہ لڑائی ہوئی وہ بھی 469 لائل پور گیا ہوا تھا۔ کریم بخش نمبردار اسکول گیا تھا پھر اس نے درخواست دیکر تاریخ ضمانت لی۔ یہاں چک مہر جیون شاہ نے دریافت کر کے گیارہ اشخاص پر پرچہ 326/307 ، 148/325 درج کر کے تھانہ بذریعہ چوکیدار ارسال کر دیا میرے متعلق ان سب نے کہا احمد علی وغیرہ نے کہ مبلغ چھ صد روپیہ حاضر ہے مگر نمبردار عبداللطیف کا نام پرچہ میں ضرور ہو اس پر اس نے مجھے طلب کیا وہ اسماعیل کے مکان میں بیٹھا تھا جب میں گیا تو جا کر بیٹھ گیا تو شاہ نے مجھ سے کہا کہ تم نے سب جھوٹ بول کر پرچہ درج کروایا ہے انصاف تو یہ ہے کہ مار انکو زیادہ پڑی نسبت آپکے تم نے پہلے پرچہ درج کرا لیا۔ بہت ہشیاری کی اور باتیں بہت کرتا رہا میں خاموش تھا کیونکہ مجھے تو اپنا فکر تھا مجھے امید تھی کہ پرچہ میں میرا نام سب سے پہلے آئے گا اور وہ روپے خرچ کرنے کے لئے تیار تھا کہ اسکا نام پرچہ میں لکھو مگر اسکا مجھے اسوقت علم نہ تھا شاہ نے کہا بتلاؤ سچی بات کیا ہے کیسے لڑائی ہوئی تم نمبردار ہو ہمارے نمائندے ہو اس پر بندہ نے جواب دیا عالیجاہ میں تو چک میں ہی موجود نہ تھا میری تو جوہر آباد شہادت باجوہ صاحب کی عدالت میں تھی وہاں گیا ہوا تھا کورٹ سرٹیفیکیٹ میرے پاس موجود ہے۔ اس پر شاہ نے کہا کہ دکھاؤ وہ عدالت کا سرٹیفیکیٹ بندہ نے عرض کی کہ بر موقعہ دکھلا دونگا میں یہ سمجھ چکا تھا کہ یہ صرف میرے باندھنے کی باتیں ہو رہی ہیں مگر میں پختہ رہا میں نے کہا کہ سب لڑائی والوں کو قرآن اٹھوا کر پوچھیں کہ میں کہاں تھا۔ میری سب باتیں سن کر فدا شاہ صاحب کچھ سوچنے لگ گئے اور مجھے کہا کہ جاؤ دفعہ ہو جاؤ وقت ضرورت آپ کو طلب کیا جائے گا۔ میں سلام عرض کر کے چلا آیا۔ 15 اگست 1961ء کو سب انسپکٹر صاحب گنجیال میاں، غلام قادر بمعہ آٹھ سپاہی موقعہ ملاحظہ کے لئے تشریف لائے۔ اور محمد رفیع ولد احمد حسن کے مکان میں ڈیرا جمایا گیا۔ شام کو چار بجے چار اگست کو مجھے بلوایا گیا۔ میں سپاہی کے ساتھ چلا گیا مگر میرے گھر والے یعنی سب سے زیادہ فکر منصورہ بیگم کو تھا کہ ابا جان کو کیا ہوگا۔ میں نے عرض کی خدا سے دعائیں مانگو۔ میں چپ کر کے چلا گیا تو ایک چارپائی پر تھانیدار صاحب لیٹے تھے دوسری پر شاہ صاحب جیون علی شاہ بیٹھے تھے۔ میں نے سلام عرض کی اور ہاتھ آگے بڑھایا سب انسپکٹر نے ہاتھ تو تھام لیا اور میرے چہرے کی طرف غور سے دیکھا۔ اور فرمایا کہ تم نمبردار ہو میں نے عرض کی کہ اب تو بندہ معطل ہے۔ ویسے نمبردار میں ہی ہوں

اب نمبرداری کا کام محمد افضل کررہا ہے۔ سب انسپکٹر نے فرمایا معطل تو ہم بھی ہوجاتے ہیں بتلاؤ کے کیا واقعات ہیں۔ چارپائی پر بیٹھ جاؤ میں شاہ صاحب کی بائیں طرف بیٹھ گیا اور عرض کی عالیجاہ بندہ تو موقعہ پر موجود نہ تھا اور نہ ہی اصلی واقعات کا مجھے علم ہے میری تو تاریخ پیشی تھی جو ہرآباد اور میری غیر حاضری میں یہ لڑائی ہوئی۔ میں تو جب واپس تاریخ سے گھر آرہا تھا تو نہر پل پر یہ سب لوگ بیٹھے تھے میرے انتظار میں۔ جونہی میری لاری پل پر آئی اور محمد اشرف وغیرہ نے مجھے دیکھا وہ دوڑے اور مجھے وہیں اتار لیا سب لڑائی کا قصہ بیان کیا اور تھانہ جانے کے لئے کہا میں گھر نہیں آیا ان کے کہنے کے مطابق تھانہ پہنچ گیا۔ مجھے لڑائی کا کوئی علم نہیں کہ کس موضوع پر ہوئی اور کس طرح ہوئی کون کون شامل لڑائی تھا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھانیدار صاحب اٹھے اور مجھے چلے جانے کے لئے فرمایا اور آپ اندر مکان کی جانب چل دیئے میں ابھی چلنے کو تیار ہی تھا کہ وہ دونوں اندر گھس گئے سب انسپکٹر نے چپکے سے فرمایا شاہ صاحب اسکا نام پرچہ میں نہیں دینا یہ خطرناک آدمی ہے مقدمہ خراب ہوجائیگا میں چپکے یہ بات سن کر چلا آیا کچھ دل میں تسلی ہوئی۔ مگر یقین نہ آتا تھا۔ علی الصبح بندہ پھر گیا تو سب انسپکٹر صاحب نے ایک کاغذ مجھے دیا اور فرمایا کہ ان آدمیوں کو بلاؤ محمد اشرف وہاں ہی موجود تھا جب بندہ نے وہ نام پڑھے تو یہ نام تھے۔ عبدالمجید خاں، عبدالکریم خاں، محمد سرور، محمد انور، اشفاق احمد، محمد اکرم ربانی، ناصر احمد، محمد افضل، محمد اسلم، محمد حسین، سب کے سب آگئے مگر محمد افضل اور محمد حسین نہ آئے۔ جب یہ آدمی سب کے سب جمع ہوگئے سیف الرحمن بھی ساتھ ہی وہاں تھا سب انسپکٹر اٹھ کر ہماری طرف آیا اور فرمایا نمبردار قبلہ کی طرف منہ کرکہ ان میں سے کون کون لڑائی میں تھا۔ میں نے عرض کی عالیجاہ میں تو موقع پر موجود ہی نہ تھا مجھے کیا علم اس پر سیف الرحمن نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد انور ربانی لڑائی میں شامل نہ تھے اسپر صاحب موصوف نے فرمایا کہ تم سے نہیں پوچھتے اس وقت موقعہ ملاحظہ کے لئے چل دئے جب موقعہ پر گئے تو محمد اشرف نے پوچھا موقعہ بتلاؤ کہاں لڑائی ہوئی۔ وہ موقعہ صحیح نہ بتلا سکا سب انسپکٹر نے گالی بھی نکالی اور مجھ سے کہا ادھر آؤ اور موقعہ بتلاؤ میں نے بتلایا کہ اسطرح موقعہ بتلانا ہے۔ لڑتے لڑتے عبدالحئی کے الاٹ میں چلے گئے۔ وہاں پر لڑائی تو ہوئی تھی مگر ہم نے پانی چھوڑ کر پاؤں کے سب نشان مٹا دیئے تھے مگر ایک جگہ سرخ نشان خون کا ملا تھا وہ مٹی اٹھالی گئی اور واپس آگئے۔ آتے ہی مجھے حکم دیا کہ جاؤ ان آدمیوں کو لیکر ہمارے ساتھ چلو مگر محمد اشرف کا نام نہ تھا۔ میں تو گھر کو آگیا گھر آکر ماجرہ گھر والوں کو بتلایا کچھ تسلی ہوئی میرے گھر اسوقت صرف تیس روپے تھے جب میں وہ لے کر باہر نکلا تو ناصر کی دیوار آخری کے پاس محمد اشرف نے کہا کہ میں بھی کپڑے بدل آؤں۔ اس پر سب انسپکٹر نے گالی نکالی اور کھینچ کر کہا کہ جنج کے لاڑے تو تم ہی ہو۔ سب مروادیئے اور کہتے ہو میں گھر جاؤں آگے لگا وہ میں تو واپس اندر لوٹ آیا یہ بات سن کر جب یہ سب چلے گئے تو میں بعد میں گیا جب میں سڑک پر گیا تو یہ سب سڑک پر نہیں تھے مگر سب انسپکٹر چارپائی پر بیٹھے تھے میں نے سلام کیا۔ فرمایا آگئے۔ جی ہاں کہا جاؤ کرایہ محمد اشرف کو دے دو اور محمد افضل محمد حسین کو تھانہ حاضر کرو میں روپے انکو دینے گیا تو محمد اشرف نے میرے طرف اس نظر سے دیکھا گھور کر اور روپے پکڑنے سے انکار کردیا۔ محمد سرور کو میں روپے پکڑا کر واپس آگیا۔ بعد میں سب تھانے چلے گئے میں صبح 15 اگست کو محمد افضل و محمد حسین کو ساتھ لیکر تھانے پہنچا تو یہ سب باہر ہی تھانے میں بیٹھے تھے۔ ان کو بھی بٹھا لیا۔ مجھے کہا کہ جاؤ کل کو یہ سرگودھا محمد اسلم ورک کی عدالت میں پیش ہوں گے ضمانتوں کا انتظام کرو۔ محمد اسلم نے پہلے ہی دوصد روپیہ مہاجر سوہنے خاں آف اوکھلی موہلہ سے لاکر مجھے دے دیا تھا۔ عبدالمجید، ناصر احمد، اشفاق تو گنجیال ڈسپنسری میں داخل تھے ڈاکٹر بہت اچھا تھا 326 ت کا پرچہ ہم نے 150 روپے دے کر بنوایا۔

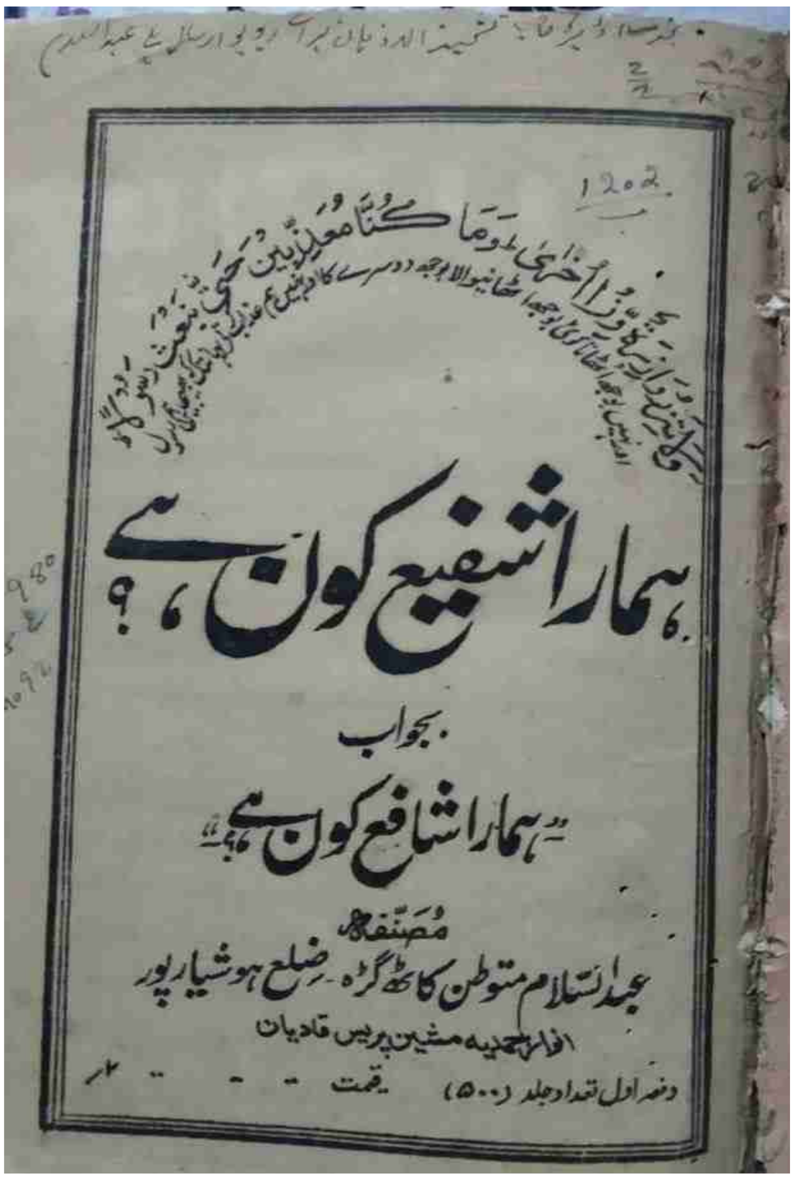
(نوٹ:: محترم والد صاحب کی کتاب کے یہیں تک کے حالات دستیاب ہوئے ہیں۔)

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ہمارا شفیع کون بجواب ہمارا شافع کون؟

حضرت عبدالسلام صاحب کاٹھگڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاٹھگڑھ کے صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ آپ کو علمی رنگ میں بھی نمایاں خدمات کی توفیق حاصل ہوئی۔ آپ کے بعض مضامین الفضل قادیان میں محفوظ ہیں۔ خوش قسمتی سے آپ کی ایک نایاب کتاب ''ہمارا شفیع کون بجواب ہمارا شافع کون؟'' کے مرور زمانہ سے محفوظ ہے۔ یہ اس آج سے ایک صدی قبل شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا اصل ٹائٹل نیچے درج ہے۔ اگلے صفحات میں یہ کتاب من عن شائع کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عبدالسلام کاٹھگڑھی کو اعلیٰ علیین میں نمایاں مقام عطا فرمائے۔ آمین

رانا عبدالرزاق خاں۔ کاٹھگڑھی۔ لندن



ہمارا شفیع کون ہے؟

بجواب

ہمارا شافع کون ہے؟

مصنفہ

عبدالسلام کاٹھ گڑھ۔ ضلع ہوشیار پور

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان

عرض حال

مجھے ایک پادری صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان سے کچھ مذہبی بات چیت ہوئی آخر جب میری بات کا جواب نہ دے سکے تو مجھے دو چار چھوٹے چھوٹے رسالے دیئے اور کہا ان کو پڑھو اور غور کرو۔ ان میں ایک رسالہ ہمارشفیع کون ہے۔؟ مصنفہ پادری جی۔ ایچ راؤس صاحب ڈی ڈی تھا۔ اس رسالہ کو میں نے بغور کئی دفعہ پڑھا۔ اس میں کوئی معقول بات نظر نہ آئی۔ بہت سی باتیں بلا دلیل تھیں اور بہت سی بودی باتیں بلا دلیل تھیں۔ اور بہت سے بودے اعتراض اسلام پر کئے ہوئے تھے۔

اس خیال سے کہ عام لوگوں کو دھوکہ نہ لگے۔ مَیں نے اس کا جواب لکھا ہے۔ اگر چہ رسالہ جس کا جواب لکھا گیا ہے چھوٹا سا ہے۔ اور اس کا جواب بڑا ہے۔ میں نے بہت چاہا کہ رسالہ کا حجم چھوٹا ہو مگر چونکہ سوال ہمیشہ چھوٹا سا ہوتا ہے اور اس کا جواب بڑا ہوتا ہے۔ اسلئے اس رسالہ کا حجم کچھ بڑھ گیا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میرا ارادہ ہے کہ مسیحی مذہب کے چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ ہیں ان کا جواب لکھا جائے۔ اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ''کیا انجیل منسوخ ہوگئی۔'' کا جواب ''بیشک انجیل منسوخ ہوگئی'' لکھنے کا ارادہ ہے۔

والسلام

خاکسار عبدالسلام

ساکن کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ایک شخص بآنامی جس کو بچپن ہی سے چوری کی عادت پڑ گئی تھی۔ پہلے تو وہ چھوٹی چیزیں چرایا کرتا تھا مگر رفتہ رفتہ وہ اس کام میں ماہر ہوگیا۔ جس کا مال اسباب اس کی نظر چڑھ جاتا۔ اس کو جب تک چُرا نہ لیتا اس کو چین نہ آتی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سوداگر جس نے کہ دور دراز کے ملکوں میں سفر کر کے اور طرح طرح کی تکالیف جھیل کر بہت سا مال اسباب جمع کیا ہوا تھا۔ بڑی بڑی حویلیوں اور مکانات بنوائے باغ اور کوئیں لگوائے۔ ہزاروں روپیہ طلائی اور نقرہ، زیور، موتی اور جواہرات چھوڑ امرا۔

اس کے پیچھے ایک اس کا دس برس کا لڑکا رہا اور اس کی بیوی تھی۔ سوداگر کی بیوی اس کو بہت محبت اور پیار سے رکھتی۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی لڑکا یا لڑکی نہ تھی۔ ایک دن جاڑے کے موسم میں جب کہ ہوا تیز چل رہی تھی اور اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ چور نقب لگا کر اندر آ گھسا۔ والدہ تو اس بچہ کی سو رہی تھی مگر وہ بچہ ''ج'' نامی جاگ رہا تھا۔ جونہی کہ اس نے چور کو دیکھا۔ شور مچانا شروع کیا۔ اس چور نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے گھر کا مال اسباب لے کر چلتا ہوا۔ صبح جب بڑھیا اٹھی۔ تو اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا مرا پڑا ہے اور گھر کا تمام اسباب بکھرا ہوا ہے اور جو عمدہ اور قیمتی مال زیور جواہرات تھے۔ وہ چرائے گئے ہیں۔ اس پر اس نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ محلہ کے لوگ جمع ہو گئے۔ سب نے افسوس کیا۔ پولیس میں اطلاع کی گئی۔ پولیس نے بہت کوشش کی مگر چور کا کچھ پتہ نہ چلا۔

یا چور چور کی جرأت بڑھتی جاتی تھی۔ کئی ایک چور اس کے شاگرد بن گئے۔ اب ایک خاص مجمع ان چوروں کا ہو گیا۔ جس جگہ جاتے وہاں سے بہت سا مال اسباب لاتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک دفعہ سرکاری خزانہ پر بھی ہاتھ مارا۔ سرکار نے اس کے پکڑنے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ کسی کے پھندے میں نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ ایک میلہ کے اوپر اس نے فقیرانہ بھیس بدلا ہوا تھا۔ ساتھ اس کے وہ بدمعاش اس کے چیلے بھی تھے۔ کسی نے مخبری کر دی کہ یہ وہ ڈاکو ہے جس کی کہ سرکار پکڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آخر کار وہ پکڑا گیا اور سرکاری قید خانہ میں رکھا گیا۔

اس کا مقدمہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے اپنے تمام جرموں کا اقرار کیا کہ بے شک میں نے لوگوں کو قتل کیا۔ اس بڑھیا کے لڑکے کا گلا گھونٹا اور ساتھ ہی بہت نادم اور پشیمان ہوا۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کوئی عذر ہے تو پیش کرو۔ خواہ اصالتاً خواہ وکالتاً تب اُس نے جھٹ ایک وکیل کھڑا کر دیا۔ جس نے کھڑے ہو کر کہا۔

وکیل:: بے شک اس نے یہ جرم فی الواقعہ کئے ہیں اور بے شک یہ اپنی عمر بھر چوری کرتا رہا ہے اور لوگوں کا مال اسباب لوٹتا رہا ہے مگر یہ بادشاہ کے بیٹے یعنی شہزادہ کو بہت اچھا آدمی سمجھتا ہے اور ان کو نیک اور دیانتدار آدمی سمجھتا ہے اور اس کا یہ پختہ خیال ہے کہ وہ میری خاطر اور سب گناہ گاروں کے لئے مر گیا ہے۔ جو اُس کو اچھا آدمی سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ گمان ہے کہ جو کچھ ہم کرتے جائیں۔ ہمیں کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ خواہ کسی کی جان لیں۔ یا اسباب لوٹ آئیں۔ ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ ہمارے گناہوں کی گٹھری تو شہزادہ صاحب نے اٹھائی ہوئی ہے اور اس نے ہمارے گناہوں کے لئے جان دی ہے۔ اس لئے یہ بری ہونے کے لائق ہے۔ تب بادشاہ نے کہا

بادشاہ:: اول تو میرا کوئی بیٹا ہی نہیں۔ ہاں ایک شخص میرا خادم ضرور ہے اور میرا مقرب ہے اور میں نے لوگوں کے لئے اس کو استاد مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو نیک راستہ بتادے اور نیک کاموں کی ہدایت کرے اور بُرے کاموں سے ڈراوے۔ اور ان کو یقین دلاوے کہ جو ہمارے حکم اور قوانین پر چلے گا۔ ان کو آرام اور سُکھ ہوگا۔ دنیا میں شریف کہلاوے گا۔ ہم ان کو بڑے آرام اور عمدہ باغوں اور مال و دولت کے وارث بنائیں گے۔ ظالم لوگوں نے اس کو پھانسی چڑھا دیا۔ وہ تو پھانسی چڑھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بہت واویلہ اور شور مچایا کہ اے بادشاہ تو نے مجھے اکیلا کیوں چھوڑ دیا۔ وہ تمہاری خاطر نہیں مرا۔ بلکہ ظالموں نے پھانسی دینے کی کوشش کی۔ ہم نے اس کی پکار سنی۔ مگر تم کہتے ہو کہ میں نے پکار نہیں سنی اور تمہاری کتابیں تو ثابت کر رہی ہیں کہ اس نے اچھا نمونہ نہیں دکھلایا۔ پھر تم اس سے کیا امید رکھتے ہو کہ تمہاری خاطر مرا۔

اگر تم یہ ہی سمجھو کہ اس کو اچھا آدمی سمجھنے سے تمہارا چھٹکارا ہو جاوے گا تو اس طرح سے میرا تمام قانون باطل ہو جاتا ہے۔ مجھے پھر قانون بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو چاہے جرم کرے۔ کوئی ڈاکہ مارے۔ اور چوری کرے۔ اور لوگوں پر ظلم کرے۔ بدمعاشی کرے اور زنا کرے۔

صرف یہ یقین رکھے کہ میرا غلام اچھا آدمی ہے اور وہ ہمارے لئے مر گیا۔

اور اس طرح سے میری تمام بادشاہی میں بدامنی پھیلتی ہے۔ میری بادشاہی میں جس قدر آزادی ہو کہ جو جس کا دل چاہے۔ کرے۔ تو کمزوروں پر ظلم ہوگا۔ زبردست زیردستوں کو دبالیں گے۔ ''اندھیر نگری چوپٹ راجہ'' ہوگا۔ سو میں بادشاہت بڑی دانائی اور حکمت سے کرتا ہوں۔ اور مجھے ہر طرح کا اختیار ہے۔ مَیں خود مختار ہوں۔ جو عمدہ صفات ہیں۔ وہ مجھ میں ہیں۔ مَیں کسی کا محکوم نہیں بلکہ حاکم ہوں۔ بعض دفعہ جب کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک شریر کی اصلاح اس طرح سے ہوتی ہے تو مَیں اُس کو چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ اس پر رحم کرتا ہوں۔ مجھے رحم کرنے کا اختیار ہے۔ جب مَیں دیکھتا ہوں کہ جب تک میں

اس کو سزا نہ دوں تو اس کی اصلاح نہ ہو گی۔ تو مَیں سزا بھی دیتا ہوں اور سخت سزا دیتا ہوں۔ رحم اور عدل دونوں مجھ میں جمع ہیں۔

وکیل:: بے شک یہ بات حضور کی درست ہے۔ پہلے آپ کی بادشاہت میں ایسا ہی چلا آیا ہے کہ آپ کے خادم قوموں کو جگاتے رہے اور نیک کاموں کی طرف لگاتے رہے اور قانون سرکار پر چلانے کی کوشش کرتے رہے مگر اب شاہزادہ صاحب کو مان لینا ہی کافی ہے۔

بادشاہ:: میرا قانون جزا اور سزا کے لئے ایک ہی ہے۔ اگر مَیں ایسا کروں کہ لوگ قانون پر نہیں چلیں تو ملک برباد ہو جاوے۔ اس میں شک نہیں کہ سب لوگ قانون پر نہیں چلتے مگر جب مَیں دیکھتا ہوں کہ اس شخص نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اگر اس کو معاف کردوں۔ تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ تو مَیں معاف بھی کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہفتہ کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان جان نامی میری عدالت میں پیش ہوا۔ اس نے ایک شخص کو مارا۔ مَیں نے مقدمہ کی تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ اس نے لڑائی جھگڑا کیا ہے۔ تو مَیں نے اس کو اس وعدہ پر رہا کر دیا کہ آگے کو کسی کے ساتھ دنگہ اور فساد نہ کرنا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر سماجت کی اور بہت ہی نادم ہوا کہ اس دفعہ میرا قصور معاف کریں۔ پھر میں کسی کو دکھ نہ دوں گا۔ چنانچہ اس شرط پر مَیں نے اس کو رہا کر دیا لیکن لوگوں نے بھی اس کو سمجھایا کہ ان کاموں سے باز آ۔ اسی دن سے اس نے عہد کر لیا کہ میں دنگہ فساد کے نزدیک نہ جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اب وہ نیک اور صالح آدمی ہے اور لوگوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ غرباء کی پرورش اور خدمت کرتا ہے۔ حلیم اور منکسر المزاج آدمی ہے۔ اسی اس طرح مقدمات بھی پیش ہوتے ہیں۔ بعض میں سزا بھی دیتا ہوں تا کہ اسی طرح سے ان کی اصلاح ہو جاوے۔

بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس کے پاس کافی دلیل اپنی رہائی کے لئے نہیں ہے۔ تو اس نے اس کے لئے پھانسی کا حکم دے دیا۔

عزیزاں! ہم اس دنیاوی بادشاہ سے بڑھ کر ایک احکم الحاکمین بادشاہ کی رعایا ہیں۔ وہ ہمارا سچا بادشاہ اور خالق مالک رازق ہے۔ جس طرح کہ اس بادشاہ کی رعایا تین طرح کی تھی اس طرح اس بادشاہ حقیقی کی مخلوق بھی تین طرح کی ہے۔

(1) بعض نیک صالح اور پرہیز گار ہیں۔ کسی کو دُکھ نہیں دیتے۔ سب کو سکھ اور آرام پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہر وقت مخلوق کی بھلائی میں لگے رہتے ہیں۔ لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ خدا کو سب قدرت والا، عظمت والا، شوکت والا، جزا دینے والا، رحیم، عادل، بغیر محنت کے دینے والا، سچی محنت کو ضائع نہ کرنے والا سمجھتے ہیں۔

(2) بعض ہم نے ایسے بھی ہیں کہ کبھی وہ نیک کام کرنے لگ پڑتے ہیں۔ جب کوئی واعظ یا منادمنادی کرے۔ تو دل نرم ہو جاتے ہیں اور نیکی اور راہ راست کی طرف طبیعت جھکتی ہے۔

(3) بعض ہم میں سے اس ''با'' چور کی طرح ہیں کہ وہ خدا اور اس کے احکام کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ جہاں نیک مجلس ہو۔ وہاں سے وہ دور بھاگتے ہیں۔ شرارت اور فسق و فجور میں بڑھتے جاتے ہیں۔

یہ تین طرح کی مخلوق دنیا میں پائی جاتی ہے۔ ایسی تقسیم بائبل نے بھی کیا ہے۔

ایسا ہی اس بادشاہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کہ اصل بادشاہ ہے۔ مخلوق کی اصلاح اور بھلائی کے لئے قانون بنائے ہیں۔ اور اپنی طرف سے رسولوں کو ان کی بھلائی کے لئے بھیجا ہے۔ تا کہ لوگوں کو بُرے کاموں سے منع کریں۔ اور اللہ کے عذاب سے ڈراویں۔ اور اس کے وعدوں کی خوشخبری دیں۔

چنانچہ جناب موسیٰ نے اپنی قوم کو تعلیم دی اور کہا کہ صرف میرا اچھا آدمی مان لینا کچھ کام نہ آوے گا بلکہ اگر نجات چاہتے ہو تو شریعت اور قواعد پر عمل

کرو۔اور وہ شریعت یہ ہے۔

خروج باب 2 آیت 11 پھر خدا یہ سب باتیں بولا اور کہا کہ خداوند تیرا خدا جو تجھے زمین مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا۔ میں ہوں۔ میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو۔ تو اپنے لئے مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے۔ مت بنا۔ تُو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ انکی عبادت کر۔ کیوں کہ مَیں خداوند تیرا خدا غیّو ر خدا ہوں۔

تواریخ باب 33 آیت 8 اور مَیں بنی اسرائیل کے پاؤں کو اس سرزمین سے جو میں نے ان کے باپ دادوں کو عنایت کی ہے ہرگز نہ ٹلواؤنگا۔ بشرطیکہ وہ خبر داری سے ان سب باتوں پر جو میں نے انہیں فرمائیں اور اس ساری شریعت اور حکموں پر اور قانون پر جو موسیٰ نے دئے عمل کریں۔

خروج باب 1 آیت 13:: تُو اپنے ماں باپ کو عزت دے۔ تا کہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرے خدا تجھے دیتا ہے۔ دراز ہوے۔ تُو خون مت کر۔ تُو زنا مت کر۔ تُو چوری مت کر۔ تُو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔ تُو اپنے پڑوسی کی جورو اور اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔

خروج باب 21 آیت 12:: جو کوئی کسی مرد کو مارے اور وہ مر جاوے۔ تو وہ البتہ قتل کیا جاوے۔

خروج باب 21 آیت 23:: جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ دانت کے بدلے دانت۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں۔ جلانے کے بدلے جلانا۔ زخم کے بدلے زخم۔ چوٹ کے بدلے چوٹ۔

خروج باب 22 آیت 19:: جو کوئی چار پائے سے مباشرت کرے۔ جان سے مارا جائے۔

خروج باب 24 آیت 12:: اور خداوند نے موسیٰ کو کہا کہ پہاڑ پر میرے پاس آ۔ اور وہاں رہ۔ اور میں تجھے پتھر کی لوحیں اور شریعت اور احکام جو میں نے لکھے ہیں دوں گا۔ تا کہ تو انہیں سکھلاوے

احبار باب 1 آیت 2:: اگر کوئی تم میں سے خداوند کے لئے قربانی لایا چاہے۔ تو تم اپنی قربانی مویشی یعنی گائے بیل اور بھیڑ بکری سے لاؤ۔

احبار باب 10 آیت 8، 9، 10 پھر خداوند نے خطاب کر کے ہارون کو فرمایا کہ جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو تو تم میں سے کوئی یا کوئی چیز جو نشانہ کرنے والی ہو۔ نہ پیچو۔ نہ تُو اور نہ تیرے بیٹے تا نہ ہو کہ تم مر جاؤ اور یہ تمہارے لئے اور تمہارے قرنوں میں ہمیشہ تک قانون ہے۔ تا کہ تم حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک میں تمیز کرو۔ اور تا کہ تم سارے احکام جن کو خداوند نے موسیٰ کے وسیلے تم کو فرمایا بنی اسرائیل کو سکھلاؤ۔

استثناء باب 6 آیت 1، 2 وہ شریعتیں اور حقوق اور احکام ہیں۔ جو خداوند تمہارے خدا نے مجھے فرمائے کہ میں تمہیں سکھلاؤں۔ تا کہ تم اس سرزمین میں جس کے وارث ہوئے جاتے ہو۔ ان پر عمل کرو۔ تا کہ تُو خداوند اپنے خدا سے ڈرتا رہے۔ اور اس کے سب حقوق اور اس کے سب حکموں کو جو میں تمہیں فرماتا ہوں حفظ کرے۔

احبار باب 12 آیت 3 آٹھویں دن لڑنے کا ختنہ کیا جاوے۔

احبار باب 13 آیت 1 مبرص ناپاک ٹھہرایا جاوے۔

احبار باب 18 آیت 3 سو تم میری شریعت حفظ کرو۔ اور ان مکروہ فعلوں میں سے جو تم سے آگے کئے گئے۔ کوئی کام نہ کرو۔ اور اپنے تئیں ان سے گندہ نہ کرو۔ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔

احبار باب 24 آیت 4 اگر تم میری شریعتوں پر چلو گے اور میرے کلموں کو حفظ کرو گے۔ اور ان پر عمل کرو گے تو مَیں تمہارے لئے وقت پر مینہ برساؤں گا۔

زبور:: مبارک وہ آدمی جو شریروں کے صلاح نہیں چلتا۔ اور خطا کاروں کی راہ پر کھڑا نہیں رہتا۔ اور ٹھٹھا کرنے والوں کے جلسے میں نہیں بیٹھتا۔ بلکہ خداوند کی شریعت میں مگن رہتا ہے۔

امثال باب 28 آیت 7 وہ جو شریعت کو حفظ کرتا ہے دانشور بیٹا ہے۔

واعظ باب 10 آیت 1 وہ جو گڑا کھودتا ہے وہ اس میں گرے گا۔ اور وہ جو دیوار کو توڑتا ہے اسے سانپ ڈسے گا۔ جو پتھروں کو سرکاتا ہے سو ان سے دکھ پاتا ہے۔

ملاکی باب 4 آیت 4 تم میرے بندے موسیٰ کی شریعت کو یاد رکھو۔

یہ قواعد شریعت ہے۔ جس سے سکھ اور آرام ملتا ہے اور اس پر چلنے والا مبارک ہے۔ خدا کا فضل ہوتا ہے۔ منیہ برستا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احسان جتا کر فرماتا ہے کہ مَیں نے تم کو مصر کی غلامی سے نکالا۔ مَیں تمہارا خداوند ہوں۔ میرے حکموں پر چلو۔ میری شریعت میں مگن رہو۔ میری شریعت کو حفظ کرو۔ اور لوگوں کو شریعت سکھلاؤ۔ اگر تم شریعت پر چلو گے تو پاک اور صاف ہو جاؤ گے۔

کوئی مکروہ فعل نہ کرو۔ جس سے تم گندے ہو جاؤ۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ خون نہ کر۔ لالچ نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ یہ احکام ہیں۔ جن کی بابت خداوند نے تاکید کی ہے۔ اگر ان پر عمل کرو گے مبارک ہو گے۔ پاک اور صاف ہو گے۔ اس کے علاوہ خداوند نے چھٹکارے کا کوئی اور طریقہ نہیں بتایا۔ ہمیشہ سے اس کا یہ وہی قانون رہا ہے کہ جو شریعت پر عمل کرے گا۔ اس پر فضل ہوگا۔ اور رحمت ہوگی۔ کسی جگہ اُس نے کسی نبی کو نہیں کہا کہ ایک میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس پر صرف ایمان لے آؤ۔ تو نجات ہوگی۔ بلکہ ہزاروں انبیاء نجات کا یہی طریقہ بتاتے آئے ہیں جیسا کہ آپ کو انبیاء کی کتب کے حوالہ جات سے معلوم ہوا ہے۔

یسوعی صاحبان ہمیں بتلاویں کہ کس نبی کی معرفت خداوند نے فرمایا ہے کہ تم کو اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ شریعت لعنت ہے بلکہ خداوند تاکید کرتا ہے کہ تم میری شریعت کو حفظ کرو۔ اور اس پر عمل کرو اور کوئی مکروہ فعل نہ کرو۔ کہیں نہیں لکھا کہ جو چاہو کرتے جاؤ اور پیٹ بھر کر گناہ کرو۔ یسوع نے تمہارے گناہ کی سزا بھگت لی اور تم کو نجات ہوگی۔ بلکہ نجات اس کے فضائل اور اعمال صالح سے ہے۔

عیسائی:: موسیٰ کی شریعت منسوخ ہوگئی۔ وہ اس لئے بھیجی تھی کہ اس پر عمل نہیں ہوسکتا۔ آخر اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی پر چڑھایا۔ کہ لوگوں کے گناہوں کی سزا بھگتے۔

مسلمان:: آپ کس طرح سے موسیٰ کی شریعت کو منسوخ کرتے ہیں بلکہ یسوع مسیح صاحب نے تو شریعت پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے اور یہی نجات کا ذریعہ بتایا ہے چنانچہ نیا عہد نامہ میں لکھا ہے۔

مقتی باب 5 آیت 17 یہ خیال مت کرو کہ مَیں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا۔ مَیں منسوخ کرنے کو نہیں آیا بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا شوشہ کا ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے۔ اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے۔ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ پر جو کہ عمل

کرے اور سکھلاوے۔ وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔

آپ خیال فرمائیں۔ یسوع صاحب کس زور اور طاقت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ یہ خیال مت کرو کہ تم شریعت کے بندھن سے چھوٹ کر آزاد ہو جاؤ گے اور جو چاہو کرتے پھرو۔ تمہیں باز پرس نہ ہوگی۔ اور تم یہ خیال نہ کر بیٹھو کہ احکام مٹا دئے گئے نہیں بلکہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شعشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلے گا اور جو ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹال دے گا۔ وہ خدا کی بادشاہت میں ادنیٰ ہوگا۔ اس کا درجہ سب سے نیچے ہوگا اور وہ ذلیل ہوگا اور جو عمل کرے گا وہ بلند اور اعلیٰ مقام پر ہوگا۔

اے عیسائیوں! تم کس بات پر اتراتے پھرتے ہو۔ اور اپنے میں پھولے نہیں سماتے کہ ہماری نجات بغیر اعمال کے ہو جاوے گی۔ اگر چہ ہم توریت کے حکموں کو ٹال دیں۔ تب بھی بڑے کہلائیں گے۔ یہ تمہارا خام خیال ہے کیونکہ یسوع صاحب تو با آواز بلند پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نجات اور فضل چاہتے ہو تو عمل کرو۔ اور تورت کے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی بغیر عمل کئے نہ چھوڑو۔ خدا کا خوف کرو۔ یسوع صاحب کو کیا تم منہ نہ دکھلاؤ گے۔ اور اُس کے سامنے اپنے کیا نیک اعمال پیش کرو گے۔ جب تمہاری یہ دلیری ہے کہ ہمارے گناہ کی سزا خدا نے اپنے چھوٹے بیٹے کو دے دی۔ ہمیں کسی قسم کا فکر نہیں۔ ہماری بداعمالی کی سزا ہم کو نہیں ملے گی۔

یسوع صاحب نے ایک جگہ نہیں کہا بلکہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

متی باب 19 آیت 18 اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے۔ تو حکموں پر عمل کر۔

متی باب 23 آیت 1، 2 تب یسوع لوگوں اور اپنے شاگردوں سے کہنے لگا۔ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ اس لئے جو کچھ وہ تمہیں ماننے کو کہیں مانو اور عمل میں لاؤ لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔

متی باب 5 آیت 21 تُو خون مت کر اور جو خون کرے عدالت میں سزا کے قابل ہوگا۔

کیسے صاف الفاظ میں یسوع نے کہا ہے کہ میں تمہارے گناہوں کی سزا کو ہرگز نہیں بھگتوں گا بلکہ جو گناہ کرے وہی اس کی سزا عدالت نے بھگتے گا۔

گناہوں کی سزا بھگتنا ایک اہم مسئلہ ہے کہاں یسوع صاحب نے کہا ہے کہ تم زنا کرو۔ چوری کرو۔ تمہاری سزا کو میں بھگتوں گا۔ یہ کیسا احمقانہ مسئلہ ہے کہ گناہ کوئی کرے اور اس کی سزا کے لئے کوئی دوسرا پکڑا جائے۔

یسوع صاحب نے کسی جگہ بھی نہیں لکھا کہ مَیں لوگوں کے گناہوں کی سزا بھگتوں گا بلکہ جب یسوع صاحب کو صلیب پر لٹکایا گیا تو شکایت اور بدظنی بقول بائبل کرتا رہا۔ (ایلی ایلی لما سبقتنی) اے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ بیچارہ روتا پیٹتا رہا۔ کیا جو اپنی جان قربان کرتے ہیں اور دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ان کی یہ ہی نشان ہوا کرتے ہیں۔ ''بریں عقل و دانش بباید گریست'' افسوس صد افسوس۔

مَیں عیسائی صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ وہ اس دنیا میں کفارہ کا کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں جیسا کہ اور انبیاء نے جو دعویٰ آخرت کے متعلق کیا۔ اس کا دنیا میں ثبوت دیا۔ جبکہ ایک نبی کے بات اس دنیا میں پوری نہیں ہوتی، تو آخرت کے متعلق دوسرا آدمی کس طرح سے ایمان لے آوے۔

جیسا کہ جناب موسیٰ نے فرعون کو کہا خروج باب 9 آیت 13 پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ صبح سویرے اٹھ اور فرعون کے آگے کھڑا ہو۔ اور اس سے کہہ کہ خداوند عبرانیوں کا خدا یوں کہتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے۔ تا کہ وے میری عبادت کریں۔ اس لئے کہ مَیں اب کے اپنی ساری بلائیں تیرے دل اور تیرے نوکروں اور تیری رعیت پر نازل کروں گا۔

خروج باب 9 آیت 18 دیکھ کل مَیں اسی وقت ایسے بڑے بڑے اولے جو مصر میں اس کی بنیاد سے اب تک نہ پڑے تھے برساؤں گا۔

باب 9 آیت 24 خداوند نے مصر کی زمین پر اولے برسائے۔ اور خداوند نے کہا تھا کہ اسرائیل قوم کو بھیج دے۔ ورنہ تُو ہلاک ہو جاوے گا۔ سو وہ ہلاک ہو گیا اور جناب موسیٰ مظفر و منصور اپنی قوم کو مصر سے باہر لے گئے۔ یہ ہے حضرت موسیٰ کی سچائی کی دلیل۔ جو کچھ اُس نے کہا تھا کہ خدا کی طرف سے تھا۔ اور وہ بات بالکل سچی تھی۔ اس سے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جو باتیں اس نے آخرت کے متعلق کہیں۔ وہ بھی پوری ہو جاویں گی۔ اگر دنیا میں دعوی کی سچائی ظاہر نہ ہو۔ تو وہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔

اسی طرح حضرت محمد مصطفی ﷺ فائدہ ابی وامی کی معرفت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (سورۃ الانفال آیت 75)

اور قرآن شریف میں آیا ہے

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ○ (سورۃ النساء 101)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اور جگہ دی اور مدد کی وہ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔

اور جو کوئی اللہ کے راستے میں ہجرت کرتا ہے وہ دنیا میں بڑی کشائش دیکھتا ہے۔ یہ پیشگوئی جو رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر کی۔ کس طرح روز روشن کی طرح پوری ہوئی۔ عرب کی خشن پوش قوم ریتلے ٹیلوں اور بیابانوں کے رہنے والے کس طرح زمین کے وارث بنے۔ ایک وقت ہے کہ اس نبی کی قوم کو دکھ دیا جاتا ہے اور وہ ستائی جاتی ہے۔ نہ دن کو آرام ہے نہ رات کو چین ہے۔ رات دن دکھوں اور مصیبتوں میں کٹتی ہے۔ کہیں قوم سے تنگ آ کر افریقہ (ابی سینیا) کی طرف بھاگتے ہیں۔ جنگلوں میں چھپتے ہیں۔ قوم قریش در پے ایذا ہے۔ ان سب تکالیف کو برداشت کر کے گھر سے بے گھر ہو کر اپنے خویش واقارب کو چھوڑ کر قوم کے ظلم برداشت کر کے اور صبر کر کے ایک وقت ایسا آیا ہے کہ وہی جن کے پاس ایک تہ بند ہوتا ہے اور گھر میں کوئی کپڑا نہ تھا۔ تختوں کے وارث اسی دنیا میں بنائے گئے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی لڑکیاں ان کے نکاح میں آئیں۔ انکو باغات ملے جن کے نیچے نہریں بہتی تھیں۔

قرآن شریف میں یہ پیشگوئی کس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں کی گئی تھی اور وہ اس دنیا میں پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو آخرت کا حصہ ہے وہ بھی ضرور پورا ہو جاوے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابیؓ کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ اس کو قیصر و کسریٰ کے کڑے پہنائے جائیں گے۔

اس وقت قوم کی حالت بہت غربت میں تھی۔ یہ خیال اور وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ بات پوری ہو گی۔ مگر وہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ اگر مَیں اس کو بیان کروں تو اس کے لئے ایک الگ کتاب ہو جاوے گی۔ ہزاروں رسول کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور اب تک پوری ہو رہی ہیں مثلاً آپ نے ایک مجدد کے متعلق فرمایا کہ اس کا ظہور تب ہو گا۔ جب اونٹ بیکار ہو جاویں گے۔ دریا چیرے جائیں گے۔ مری پڑے گی۔ قحط پڑیں گے۔ ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی اور بہت سی ایسی پیشگوئیاں ہیں۔ اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو بہت صفائی سے پوری ہوئیں ہیں۔ ان میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں۔ اس زمانہ میں کیا اونٹ بیکار نہیں ہوئے۔ دریا نہیں چیرے گئے۔ سب کچھ ہوا۔ اور اس زمانہ کے امام مجدّد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور قادیان دارالامان میں ہوا۔ اور یہ پیشگوئیوں کا سلسلہ حضرت خاتم النبیین تک ہی ختم نہیں بلکہ اس سلسلہ کے خادم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان فداہ ابی وامی نے بھی بہت سی پیشگوئیاں کی ہیں۔آتھم کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔سووہ بھی آپ کی زندگی میں مرا۔لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ وہ چھ سال کے اندر مرجائے گا۔سوایسا ہی ہوا۔ڈوئی کے متعلق پیشگوئی کی وہ بھی ہلاک ہوا۔ پلیگ جبکہ پنجاب میں بالکل نہ تھی ابھی شروع ہی نہیں ہوئی تھی۔اُس وقت آپ نے شائع فرمایا کہ ایک فرشتہ پلیگ کے سیاہ پودے پنجاب میں لگا رہا ہے۔سوایسا ہی ہوا۔اس کے چندسال بعد تمام پنجاب میں گاؤں گاؤں شہر بہ شہر یہ عذاب الٰہی پھیل گیا۔اور گھروں کو اُجاڑ کر ویران کر دیا۔بہت سے گھر بے چراغ ہو گئے۔آپ نے شائع فرمایا کہ مولوی نورالدین صاحب کے گھر ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے تمام بدن پر پھوڑے ہوں گے۔سوایسا ہی ہوا۔پیرومرشد حضرت خلیفۃ المسیح موعود حضرت مولوی نورالدین صاحب کے گھر ایک لڑکا مولوی عبدالحیٔ صاحب پیدا ہوئے۔جن کے تمام بدن پر پھوڑے تھے جس کو یقین نہ ہو وہ قادیان میں جا کر دیکھے۔اور ہزاروں ایسی پیشگوئیاں ہیں جو کہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ہورہی ہیں۔یہ محض زندہ نبی کے نشانات۔یہ ہے ان کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں۔کس شان اور طاقت سے پوری ہوئیں۔

ان اصول اور معیار کے ماتحت ہے کہ جو دعویٰ کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ دنیا میں بھی پورا ہوتا ہے اور ان کی بہت سی باتیں اس دنیا میں بھی پوری ہوجاتی ہیں۔جو دعویٰ یسوعی صاحبان کفارہ کے متعلق کرتے ہیں۔اس کا کون سا حصہ دنیا میں پورا ہوا۔کیا کفارہ پر ایمان لانے سے یسوعی صاحبان کے گناہ معاف ہوں گئے۔کیا جو گناہوں کی سزا اس دنیا میں ملتی ہے۔وہ اُن کو نہیں ملتی۔کیا ایک شخص جس نے بدکار عورت سے زنا کیا اور پھر جلدی یسوعی ہو گیا۔تو وہ آتشک اور سوزاک سے محفوظ رہتا ہے۔ہرگز نہیں۔بلکہ وہ بھی ایسے ہی سزایاب ہوتے ہیں جیسے کہ غیر یسوعی۔جیسے ایک سوسائی زنا کار کو سوزاک ہوتا ہے۔ اس کا آلہ تناسل گل جاتا ہے تمام بدن میں زخم ہوجاتے ہیں۔گلے میں پیپ پڑ جاتی ہے۔نہ دن کو آرام ہے نہ رات کو نیند آتی ہے۔کسی چیز میں مزا نہیں ہے۔زندگی کے دن تلخ ہیں جیسے جیا یا نہ جیا۔یہی حالت یسوعی کی بھی ہوتی ہے۔جو اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے ویسے ہی وہ تکلیف اٹھاتا ہے جیسے کہ اور آدمی جو کہ یسوعی بھیڑوں میں شامل نہیں ہوئے۔

تو پھر دنیا میں ان کے گناہوں کے نتائج کی معافی کا کیا امتیازی نشان ہے جب کہ سب لوگ اسی طرح سے اپنے گناہوں کے نتائج کو بھوگتے ہیں۔ مسیح صاحب نے ان کے کون سے گناہوں کا بوجھ اٹھایا اور کون سی گھڑی اس نے اٹھائی۔جب کہ ان بیچاروں کے لئے بھی عدل کی میزان لگائی گئی ہے۔ اسلئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات نہ مسیح صاحب نے کسی جگہ بائبل میں فرمائی ہے کہ جو مجھ کو پہچانتے ہیں اور مجھ پر صرف امید رکھتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کے نتائج حضرت مسیح بھوگے گا بلکہ یہ حضرت پولوس کی کارستانی ہے۔جنہوں نے یہ مسئلہ تراشا ہے اور لوگوں کے دل بہلانے کی ایک بات بنائی ہے اور یہ ایک طفل تسلّی ہے جبکہ اس کا کوئی کامل ثبوت نہیں ہے۔

یسوعی صاحبان اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ گناہوں کی سزا دنیا میں بھی ملا کرتی ہے یہ مثلاً پیدائش میں ذکر ہے۔

جب کہ آدم نے حوا کے ورغلانے سے اس درخت کے پھل سے کھایا۔جس سے وہ منع کئے گئے تھے۔تو اس نافرمانی اور گناہ کی سزا میں خداوند نے کہا پیدائش باب 3 آیت 16 اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تو لڑکے جنے گی۔اور آدمی کو سزا دی۔تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا۔

یہ دو سزائیں آدم اور حوا کو ملیں۔پھر ان سے تمام مرد اور عورتوں کو ملیں۔

کیا وہ عورتیں جو کہ مسیحی ہیں۔ان کو گناہ کی سزا نہیں بھگتنی پڑتی۔وہ اب کیوں درد سے بچہ جننے کی سزا کو بھوگ رہی ہیں۔جبکہ کفارہ پر ایمان لانے سے

تمام گناہوں کے سزاؤں کو یسوع صاحب نے اپنے سر لے لیا کیا۔ کیا کوئی عورت اس سزا سے مستثنیٰ ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر ایک عورت عیسائی ہو یا موسائی سب اس سزا کو بھوگ رہے ہیں۔

اس وقت مجھے ایک عجیب واقعہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مَیں ایک پادری صاحب سے ملا اور میں نے ان سے یہ ہی سوال کیا کہ آپ میں کوئی ایسی مسیحی عورت ہے جو مسیح کے کفارے پر ایمان لا چکی ہو۔ اور اس کے تمام گناہوں کی سزاؤں کو اور ان کے برے نتائج کو مسیح صاحب نے اپنے ذمے لیا ہو۔ تو اس کو جو دردزہ کی سزا ہے وہ اب نہ ملی ہو۔ ہرگز آپ میں کوئی عورت نہ ہوگئی۔ جس کو یہ سزا نہ ملتی ہو۔ اور کسی یسوعی عورت کے اس گناہ کا کفارہ مسیح صاحب نے اپنے ذمہ نہیں لیا۔ اس نے مجھ پر سوال کیا۔ کہ آپ نے کبھی کوئی عورت بچہ جنتے ہوئے دیکھی ہے۔ میں نے کہا ہاں میں نے بحیثیت ایک طبیب اور انہوں نے عورتوں کو بچہ جنتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو پھر اس نے مجھ سے کہا کہ آپ نے کسی مسیحی عورت کو بچہ جنتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں نے کہا۔ ہاں یہ بات تو سچ ہے کہ میں نے نہیں دیکھا۔

شاید ان پادری صاحب کے علم میں ایسی لیڈیاں ہوں جن کو دردزہ نہ ہوتا ہو۔ ورنہ تمام عیسائی یا موسائی لیڈیوں کی ایک جیسی حالت ہے۔ وہ سب اس سزا کو بھوگتی ہیں۔

جب کہ سب کی ایک جیسی حالت ہو تو پھر کفارہ سے کیا فائدہ ہوا۔ اور کفارہ نے کون سے گناہوں کی سزا سے نجات دلائی۔

ایک اور مثال لیجیے کہ آدمی جو عیاشی میں زندگی گذارتا ہے گھر میں روپیہ ختم ہو گیا۔ چوری کی عادت پڑ گئی ہے۔ جس کا مال دیکھتا ہے اٹھا لیتا ہے۔ جن سے قرض لیتا ہے واپس نہیں دیتا۔ ایسا شخص اگر مشنری کمپاؤنڈ میں چلا جائے۔ اور وہاں بپتسمہ لے لے اور اس کے چند دن بعد چوری کی تفتیش ہو اور اس پر یہ جرم ثابت ہو جاوے۔ اور اس کے پاس سے کچھ مال بھی برآمد ہو جائے تو کیا ایسا مسیحی چھوٹ جائے گا۔ اگرچہ مشنری صاحبان مل کر اس کے جرمانے کو تو پورا کر دیں گے۔ مگر اس کو جو اس گناہ کی بدنی سزا ملنی ہے خواہ وہ کسی کو اپنا ضامن بنائے۔ یا اپنا نجات دہندہ ٹھہرائے۔ مگر وہ نجات دہندہ نجات نہ دے سکے گا۔ جب کہ خود اس کو اپنے گناہوں کی سزا سے نجات نہ ملی۔ اگر کوئی بھولا بھالا مشنری اس پر سوال کرے کہ یہ گورنمٹ تو مسیحی قانون کے ماتحت نہیں ہے اور یسوعی تعلیم کے ماتحت قانون نہیں بنایا گیا۔ بلکہ یہ (انفیڈس گورنمنٹ) کافروں کی حکومت ہے اس قانون کے مجوز مسیحی ہوتے تو ضرور ایک یسوعی چور اور زنا کار مسیحی کو جو کہ مسیح کی نجات پر ایمان لا چکا ہے سزا نہ دیتے بلکہ چھوڑ دیتے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں بے شک اس قانون کے مجوز پادری صاحبان نہیں ہیں اور نہ ان کے منشاء کے موافق قانون بنایا گیا لیکن اگر قانون بنانا ان کے اختیار میں ہوتا تو وہ بھی ایسی اندھیر نگری نہ مچاتے کیونکہ اگر پولوسی مذہب کے مطابق قانون بنایا جاوے تو یہ ایک بڑا ظلم ہوگا کہ ایک یسوعی چوری کرے۔ زنا کرے۔ کسی کا مال لوٹ لے۔ اس کو اس کے گناہوں کی سزا نہ دی جاوے۔ پولوسی مذہب صرف ''ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور'' ہیں کیونکہ مشنری صاحبان اپنے ماتحت کمونڈ کے دیگر ملازمین کو اُن کے گناہ سزا جس کو مسیح اپنے اوپر اٹھا چکا ہے۔ دیتے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ پولوسی قانون پر خود اس کے مُدعی نہیں چلتے اور مسیحیوں کو کفارہ ان کے گناہوں کی سزا سے بچانے والا نہیں ہے۔

یسوعیوں کی یہ حالت ہے کہ ان کو خواہ کسی طرح سے سمجھایا جاوے۔ عقلی یا نقلی دلائل سے مگر وہ ماننے میں آتے ہی نہیں۔ اس پر بعض مسیحی کہتے ہیں کہ پہلے جو گناہ ہو چکے سو ہو چکے۔ مگر آگے کو مسیحی بن کر گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ بلکہ کفارہ پر ایمان لانے والے میں گناہ کی طاقت ہی نہیں رہتی۔

یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور طوفان ہے بلکہ بڑی بڑی لمبی فہرستیں یسوعی قوم کی کرتوتوں کی ہر سال شائع ہوتی ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں لمبی لمبی

فہرستیں ہے ان کے جرائم کی شائع ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک کتاب نیو یارک میں چھاپی گئی ہے۔ جس کا نام (Crimes of Preachers) ''پادریوں کے جرم'' ہے۔ ان میں صرف صوبجات متحدہ امریکہ کا حال کوئی بیس برس کا لکھا ہے۔ ان حالات کے پڑھنے سے ہم کس طرح سے یقین کر لیں کہ کفارہ پر ایمان لانے والے میں بدی کی طاقت ہی نہیں رہتی۔ جب کہ یہ کتاب ان کے 20 سالہ جرموں کی تصدیق کرتی ہے۔ ایک صاحب جے این ملیر نام بے جا اوفٹ صاحب نے ایک کتاب (Crimes of Christianity) لکھی ہے جو 1887ء میں لندن میں چھپی ہے۔ اس میں یسوعی گرجوں کے ایسے ہیبت ناک بے راز لکھے ہیں کہ الامان۔

ایک کتاب ہے روم کے گرجوں کی اندرونی کہانی۔

ایک کتاب کا نام مسیحی مذہب کیوں ناکام ہے۔ (Why is Chrischianity filure) یہ چند کتابیں ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اگر میں ہر ایک کتاب میں سے اس کی تھوڑی سی نقل پیش کروں۔ تو اس کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہوگی۔

جب یسوعی صاحبان ہر طرح سے عاجز آجاتے ہیں اور کوئی دلیل کفارہ کے ثبوت میں نہیں دے سکتے۔ تو کہتے ہیں اگر خدا رحم کرے اور لوگوں کی اصلاح کے لئے ان کو بخش دے تو اس کا دل نہیں رہتا اور اس طرح سے لوگ گناہ پر دلیر ہوں گے۔

پیشتر اس کے کہ میں ان کو رحم اور عدل کے معنی بتاؤں۔ پہلے یسوعی صاحبان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کیا خداوند عالم کی طبیعت میں فرق آگیا ہے۔ (نعوذ باللہ) بڑھاپے کے باعث طبیعت میں چڑ چڑا پن آگیا ہے کہ وہ کسی پر رحم کرتا ہی نہیں اور کہتا ہے کہ میرا عدل ٹوٹتا ہے۔ حالانکہ پہلے وہ رحم کرتا آیا ہے اور اس کا عدل نہیں ٹوٹا۔ جیسا کہ ذیل کے حوالجات سے آپ کو معلوم ہوگا۔ جنہوں نے اس کے حکموں کو مانا ہے اُس پر رحم کیا ہے۔ درمیان مین ایجنٹ یا بیٹے کا واسطہ نہیں ہے۔ کسی نے کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا بلکہ خود اس نے رحم کیا ہے۔

خروج باب 20 آیت 6 پر ان میں سے ہزاروں پر جو مجھے پیار کرتے ہیں۔ اور میرے کلموں کو حفظ کرتے ہیں۔ رحم کرتا ہوں۔

زبور باب 6 آیت 5 اپنی رحمت کے سبب مجھے بچالے۔

پیدائش باب 39 آیت 21 لیکن خداوند یسوع کے ساتھ تھا اس نے اُس پر رحم کیا۔

زبور باب 12 آیت 5 اور میں جو ہوں۔ سو تیری رحمت پر میرا بھروسہ ہے۔

زبور باب 57 آیت 1 مجھ پر رحم کر اے خدا! مجھ پر رحم کر کیونکہ میری جان کو تیرا بھروسہ ہے۔

زبور باب 106 آیت 1 خداوند کی ستائش کرو۔ خداوند کا شکر کرو کیونکہ وہ بھلا ہے۔ اور اس کی رحمت ابدی ہے۔

زبور 136 میں میں بیس دفعہ تاکید کر کے ذکر ہے۔ (اس کی رحمت ابد تک ہے۔)

یسعیاہ باب 14 آیت 1 خداوند یعقوب پر رحم فرمائے گا۔

میرمیاد کا نوحہ باب 3 آیت 22 یہ خداوند کی رحمتوں میں سے ہے کہ ہم نیست نہ ہوئے۔

مذکورہ بالا حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے رحم کرتا چلا آیا ہے بلکہ اس نے پرزور الفاظ میں بہت تاکید کے ساتھ ایک ایک باب میں بیس بیس دفعہ فرمایا ہے کہ میری رحمت چند دنوں تک نہیں۔ یا چند نبیوں کے زمانہ تک نہیں بلکہ میری رحمت ابدی ہے۔ کوئی ایسا زمانہ نہیں آئے گا کہ میں عدل سے ڈر کر رحم نہ کر سکوں۔ اور عاجز اور ناتواں ہو جاؤں۔ اور اپنے بیٹے پر ٹال دوں کہ وہی رحم کر سکتا ہے۔ اگر میں رحم کروں تو میرا دل ٹوٹتا ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہ

فرماتا ہے میرا رحم ابدی ہے۔ اگر یسوعی صاحبان ان کتابوں کو مانتے ہیں جن کا میں نے حوالہ دیا ہے تو پھر کیوں وہ خدا کے رحم کو نہیں مانتے۔

ایک اور غلطی مسیحی صاحبان کو لگی ہوئی ہے کہ عدل کو رحم کی ضد سمجھتے ہیں حالانکہ عدل رحم کی ضد نہیں ہے۔ قاموس جو کہ لغت کی ایک مستند کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ (العدل ضد الجور) عدل جور کی ضد ہے۔ عدل کے مقابل ظلم ہے۔ فرض کرو کہ ہم نے ایک مزدور کو کسی کام پر لگایا ہے۔ ہم نے اس کے ساتھ آٹھ آنہ مزدوری مقرر کی ہے۔ شام کے وقت ہم اسے اگر پورے آٹھ آنے دیتے ہیں تو عدل ہوگا اگر سات آنے دیتے ہیں تو یہ ظلم ہوگا۔ اگر نو یا دس آنہ دیتے ہیں یہ رحم ہوگا۔

ہم دنیا کے قانون میں بھی ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ ایک افسر کسی مشکل ڈیوٹی کو ادا کرنے کے لئے اپنے ایک ماتحت سے وعدہ کر لیتا ہے۔ اگر تم نے اچھی طرح سے اپنی ڈیوٹی کو ادا کیا۔ تو دس روپیہ ترقی کر دی جائے گی۔ مگر افسر صاحب نے بجائے دس روپیہ کے پندرہ روپیہ ترقی کر دی۔ یہ بے عدلی نہیں ہوگی بلکہ رحم ہوگا۔ جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ خدا پہلے سے رحم کرتا چلا آیا ہے اور رحم عدل کا منافی نہیں ہے بلکہ رحم میں عدل بھی آجاتا ہے اور اب خدا کو رحم کرنے میں کیوں مضائقہ ہے اور اب بیٹے کی کیوں ضرورت پڑی۔

یسوعی صاحبان پہیلیوں میں اس بات کو بیان کیا کرتے ہیں کہ ایک قرضدار ہے تو اس کا قرضہ بادشاہ کے بیٹے نے ادا کیا۔ اس میں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بادشاہ ایسا تنگدل اور کم ظرف آدمی ہے کہ وہ خود کیوں اپنے پاس سے ادا نہیں کر دیتا۔ اور بادشاہ کا ہی اس نے قرضہ دینا ہے تو وہ کیوں معاف نہیں کر دیتا بلکہ بیٹا ادا کرتا ہے۔ اور جو بیٹے نے قرضہ ادا کیا تو وہ اپنے پاس سے نہیں کیا بلکہ وہ باپ کا ہی خزانہ تھا۔ جس سے اس نے قرضہ ادا کیا۔ اگر بادشاہ کے ادا کرنے سے خزانے میں کمی آتی ہے تو بیٹے کے خرچ کرنے سے بھی کمی واقعہ ہوگی۔

فرض کرو کہ بیٹا قرض ادا بھی کر دے تو یہ ایک ظلم ہوگا کیوں کہ ایک عیاش، چور، ڈاکو، ظالم، شرابی، زناکار کا قرضہ ادا کیا اور اس چور کو اور بھی اپنے گناہوں پر جرأت ہوگی کہ کچھ بات نہیں ہے میں شرابیں پیوں زنا کرو۔ عیش وعشرت کرو۔ میاں یسوع صاحب ہمارا تمام قرض ادا کر دیں گے۔

یسوع صاحبان ٹھنڈے دل سے سوچ کر اور فکر کے فرمائیں کہ ایسے قرضے ادا کرنا رحم نہیں بلکہ ظلم ہوا۔ وہ شخص پبلک کے لئے اس کا موجب نہیں ہوسکتا بلکہ دکھ کا باعث ہوگا۔ جب کہ وہ دیکھے گا کہ قرضہ تو ادا ہو ہی جاتا ہے کسی کی بہن کو کسی کی جورو کو بھگایا اور لوگوں کو ترغیب دے کر اپنا ہم پیالہ اور ہم نوالہ بنایا۔ اس سے دوسرے لوگوں پر بھی اس کے اخلاق کا برا اثر پڑا۔ کیا یہ مسیح صاحب کا رحم ہے۔ افسوس صد افسوس ایسے رحم پر جو کہ ظلم سے بھی بدتر ہے اور لوگوں کو دُکھ دینے اور تنگ کرنے کا موجب ہے اور دنیا میں بدامنی پھیلانے کا باعث ہے۔

مسیح صاحب کس طرح سے رحم کر سکتے ہیں جبکہ باپ رحم نہیں کر سکتا اور وہ عذر کرتا ہے کہ میرا دل ٹوٹتا ہے جبکہ خدا رحم نہیں کر سکتا۔ تو بیٹا کس طرح سے کرے گا جیسا کہ ذیل کے حوالے سے آپ کو معلوم ہوگا۔

یوحنا باب 5 آیت 19 بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا مگر وہ جو باپ کو کرتے دیکھے کیونکہ جو کچھ کہ وہ کرتا ہے بیٹا بھی اسی طرح سے کرتا ہے۔

اگر معاف کرنا ظلم ہے اور عدل کو توڑتا ہے اور بے انصافی ہے تو مسیح کیوں ایسی بے انصافی کا حکم کرتا ہے۔ متی باب 18 آیت 21 میرا بھائی میرا گناہ کرے۔ تو کتنی دفعہ معاف کروں۔ سات دفعہ بلکہ مسیح نے کہا۔ ستر دفعہ) یہ معاف کرنا بغیر بدلہ کے ہے۔

مسیح کا کفارہ محدود ہے

بائبل میں حضرت مسیح نے کہا ہے کہ میں اسرائیل کی دس گمشدہ قوموں کو تلاش کرنے آیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ صرف اسرائیل کے لئے ہی آیا

تھا۔کسی دوسری قوم کی نجات سے اسے کچھ سروکار نہ تھا۔مسیحی لوگ اب دوسرے لوگوں کو کیوں بلاتے ہیں۔گاؤں گاؤں شہر بہ شہر پولوسی منادکیوں پھرتے۔ ان کا خداوند تو کانوں پر ہاتھ دھرتا ہے کہ مجھے دوسری قوم سے کچھ سروکار نہیں مگر پولوس منادوں نے تمام دنیا کی نجات کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔

کفارہ نیچر کے خلاف ہے

مسیح کا کفارہ نیچر کے خلاف ہے۔اگر ایک آدمی کے سر میں درد ہے۔تو کیا دوسرے آدمی کو اپنے سر پر پتھر مارنے سے مریض کو آرام آجاوے گا۔پتھر مارنے والے کو سر درد شروع ہوجائے گا۔اگر ایک مسیحی کی بچپن کی غلط کاریوں کے باعث آنکھیں کمزور ہوگئی ہیں۔دوسرے آدمی کی آنکھوں میں درد پیدا کرنے سے اس کو آرام نہیں آجاوے گا۔ایک شخص کو زنا کاری کے گناہ کے بعد آتشک سوزاک ہوگیا ہے۔کیا دوسرا آدمی ان تکلیف کو اٹھا کر پہلے کو آرام دے سکتا ہے۔ہرگز نہیں۔جب کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے کے دکھ درد کو اٹھا نہیں سکتا۔تو یسوع مسیح کس طرح سے ہمارے دکھ دردوں کو اپنے ذمہ لے کر ہمیں نجات دلا سکتا ہے۔اور ابھی تک تجربہ سے بھی ثابت نہیں ہوا کہ کسی کے دکھ درد کو مسیح صاحب نے اٹھایا ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بالکل غلط اور خود تراشیدہ ہے۔سواسے مسیحی برادران آپ کو اس قدر جھوٹ کے پل باندھنے سے کیا فائدہ۔خدا کا خوف کرو کچھ تو شرماؤ۔

کیا مسیح نے خوشی سے صلیب قبول کی؟

معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے خوشی سے اور قوم کی خاطر صلیب قبول نہیں کی۔بلکہ بیچارہ روتا رہا اور چلاتا رہا کہ ایک خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔جب ذرا سی تکلیف محسوس ہوئی تو کہا ''ایلی ایلی لما سبقتنی ''اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔یہ ان لوگوں کا نشان نہیں ہے جو کہ نجات ہندہ ہوتے ہیں۔اور دوسروں کے بوجھوں کو اپنے سر پر اٹھاتے ہی۔اور قوم کے لئے اپنے او پر تکلیف گوارہ کرتے ہیں۔ذیل کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خوشی سے صلیب قبول نہیں کی۔

مرقس باب 14 آیت 24 اپنے شاگردوں سے کہا کہ جب تک میں دعا مانگوں تم یہاں بیٹھے رہو اور پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو اپنے ساتھ لیا۔اور وہ گھبرائے۔اور بہت اداس ہونے لگا۔اور وہ تھوڑا آگے جا کر زمین پر گر پڑا۔اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہوسکتا ہے اس پیالے کو مجھ سے ٹال دے۔

ان فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خوشی سے صلیب پر نہیں چڑھا بلکہ وہ بہت اداس ہوگیا۔اور انکار کیا۔یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے۔گریہ وازری سے دعا کرتا رہا کہ مجھ کو صلیب پر کھینچے جانے سے بچالے۔میں صلیب پر نہ مروں۔کیا جو شخص اس قدر صلیب سے گریز کرتا ہے۔گھبراتا ہے۔اداس ہوتا ہے۔کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے قوم کی خاطر جان دی۔ہرگز نہیں بلکہ وہ تمام رات دعا کرتا رہا کہ میں صلیب پر نہ مروں۔فارسی میں مثل مشہور ہے۔''پیراں نمے مریداں مے پرانند''

استاد تو کچھ دعویٰ نہیں کرتا۔اور نہ وہ کہتا ہے میں خوشی سے تمہارے لئے کاٹھ پر لٹکتا ہوں بلکہ اس کے آگے جو چیلے ہیں وہ خواہ مخواہ بناتے ہیں کہ اس نے جان قربان کی اور ہمارے گناہوں کی خاطر اپنے او پر لعنت لی یہ ڈرپوک اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ فداہ امی وابی کا ایک جنگ میں جب کہ دشمنوں سے مقابلہ ہو رہا تھا۔اور جان کو ہتھیلی پر رکھا ہوا ہے۔اور سب لوگ موت کے منہ میں ہیں۔معلوم نہیں کہ کون زندہ بچے گا اور کون مرے گا۔ایسی حالت میں آپ فرمارہے ہیں۔انا النبی لا کذب میں نبی ہوں اور میں جھوٹا نہیں

ہوں۔ یہ ہے ہمت اور دلیری اور جرائت اور سچی قربانی۔ ایسی حالت میں آپ فرمارہے ہیں کہ جس دشمن کا دل چاہے۔ سامنے آئے۔ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں۔ میں نبی ہوں۔ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ میں ضرور غالب ہوں گا۔

کیا واقعی یسوع مسیح صلیب پر مر گیا۔

یہ ایک بڑا اہم سوال ہے اور اس پر تمام کفارہ کا مدار ہے۔ اگر وہ صلیب پر مر گیا۔ تو کیا کسی قدر کفارہ کی امید ہوسکتی ہے کہ شاید ہمارے گناہوں کے لئے مرا ہو۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ وہ صلیب پر مرا ہی نہیں۔ تو تمام کفارہ کا بخیہ اُدھڑ جاتا ہے۔ اور تمام ملمعہ کی تقریریں خاک میں مل جاتی ہیں۔ سو یہ بات تاریخ سے ثابت ہوتی ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ صلیب سے زندہ اتا تا گیا۔

آج کل کے زمانہ میں بھانسی اسی طرح پر ہے کہ وہ آدمی جس کو بھانسی دی جاتی ہے ایک تختہ کے اوپر کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور تختہ کی چوکھٹ لگی ہوتی ہے۔ اس میں رسی بندھی ہوتی ہے۔ وہ تختہ کہ جس میں مجرم کھڑا ہوتا ہے اس کے نیچے گھڑا ہوتا ہے اس تختہ کو اس کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیتے لیں۔ مجرم گھڑے میں گر جاتا ہے۔ اور لٹک کر ایک دومنٹ میں مر جاتا ہے۔ اس طرح آج کل بھانسی دی جاتی ہے۔

لیکن اُس زمانہ کی بھانسی جس کو صلیب کے نام سے پکارتے ہیں اس طرح نہیں بلکہ ایک لمبی سی لکڑی لے کر اس کے ساتھ ایک اور لکڑی بطور شاخوں کے لگا دیتے تھے اور اس کی شکل اس طرح پر ہے جس آدمی کو صلیب دینا منظور ہوتا اس کو اس پر لٹکا دیتے اور اس کے پاؤں میں میخیں گاڑ دیتے ہیں اس طرح سے مجرم کو تین چار دن تک اس کاٹھ پر لٹکائے رکھتے آخر وہ بھوکا اور پیاسہ تین چار دن کے بعد مر جاتا۔

(1) چونکہ یسوع مسیح صاحب چند گھنٹے صلیب پر رہے۔ اس لئے اتنی جلدی ان کی جان نہیں نکلی۔ جمعہ کا دن تھا۔ جب وہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ تین چار گھنٹے کے بعد وہ اتارے گئے۔ اس لئے وہ اتنی جلدی نہیں مرے کیونکہ اتنی جلدی آدمی صلیب پر نہیں مرتا۔ جب تک کے صلیب پر تین چار تک دن تک نہ رہے۔

مرکس باب 16 آیت 43,42 اور جب کہ شام ہوئی۔ اس لئے کہ تیاری کا دن تھا۔ جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف اور متیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا۔ آیا اور دلیری سے پلاطوس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی اور پلاطوس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا۔

بادشاہ کے بھی ایسا شبہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اتنی جلدی مرا نہیں تھا دوپہر کا آدمی لٹکا یا ہوا شام تک مرا نہیں کرتا تھا۔

انسائیکلوپیڈیا جلد 13 صفحہ 669 میں لکھا ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد دس دفعہ لوگوں سے ملاقات کی اور وہ صرف تین گھنٹہ تک صلیب پر رہا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تھوڑی دیر صلیب پر رہا۔

(2) یوحنا باب 19 میں لکھا ہے کہ جو لوگ مسیح کے ساتھ صلیب دیئے گئے تھے ان کی ٹانگیں توڑی گئیں تاکہ جلد مر جائیں اور دوسرے دن کوئی آدمی صلیب پر نہیں رہنا چاہیے تھا اور مسیح کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں۔ سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھید دی اور فی الفور اس میں سے لہو نکلا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ تھا اور صرف بے ہوشی کی حالت تھی۔ ایک ٹانگیں نہیں توڑی گئیں۔ دوسرے اس کے بدن سے لہو نکلا۔ لہو کا نکلنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ زندہ تھا۔ کیونکہ مردے سے لو نہیں نکلا کرتا بلکہ مردے کا لہو خوش ہو جاتا ہے۔

(3) پیلاطوس بادشاہ یسوع کا معتقد تھا۔

یوحنا باب 19 آیت 6 پلاطوس نے انہیں کہا کہ تم ہی اسے لو اور صلیب دو کیوں کہ میں اس میں کچھ قصور نہیں پاتا۔

لوقا باب 23 آیت 19۔20 پلاطوس نے چاہا کہ یسوع کو چھوڑ دیں پھر انہیں سمجھایا پر انہوں نے چلا کے کہا کہ اس کو صلیب دے اس کو صلیب دے۔تیسری بار اس نے ان سے کہا کیوں اس نے کیا بدی کی ہے۔ میں نے قتل کے لائق کوئی قصور نہیں پایا۔اس لئے میں اسے تنبیہ کر کے چھوڑ دوں گا۔

اس سے آپ خود انصاف فرما سکتے ہیں کہ پلاطوس کا کیا ارادہ تھا۔اس کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ اسے صلیب دیا جائے اور اس نے تمام لوگوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں اس میں کوئی قصور نہیں پاتا۔جہاں تک اس کی کوشش تھی۔سمجھانے سے اور بدلائل یہودیوں کو روکا کہ اس کو میں صلیب نہیں دوں گا۔جب انہوں نے اصرار کیا کہ اس کو ضرور صلیب دیا جاوے۔تو اس نے کہا کہ لوتم جانو اور تمہارا کام۔میں اس کے خون سے ہاتھ اٹھاتا ہوں۔

جبکہ ایک بادشاہ بحیثیت ایک اعلیٰ حاکم ہونے کے مجرم کی بریت کی کوشش کرتا ہے تو اس نے کیوں ایسی راہ نہ نکالی ہوگی کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ بچ جاوے۔ہاں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خود سبت سے ایک دن پہلے صلیب پر لٹکایا۔کیوں کہ سبت کے دن کسی کو صلیب پر نہ رکھ سکتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ اتنی جلدی نہیں مرا تھا۔

لوقا باب 24 آیت 50 و 51 ایک شخص یوسف نامی مشیر جو نیک اور راستباز تھا۔وہ ان کی صلاح اور کام میں شریک نہ ہوا۔

یہ شخص بھی یسوع کا مرید تھا اور یہودیوں کی شرارت میں شامل ہوا تھا۔اس نے مسیح کی لاش حاکم وقت سے مانگی۔اس نے اسی وقت دے دی۔اور ایک کوٹھڑی میں جو کہ قبر نما تھے۔رکھ دی اور اس کے اوپر ایک بڑا پتھر رکھ دیا۔وہ اس ملک کی قبروں جیسی نہ تھی بلکہ اندر سے کھلی اور فراخ تھی اس کی قبر پر کچھ عورتیں آئیں۔تو دو آدمیوں نے کہا لوقا باب 24 آیت 5 تم کیوں زندہ کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو۔

اب اس سے بھی معلوم ہوا کہ مسیح مرا نہیں تھا بلکہ زندہ تھا اور تکالیف کے باعث بیہوشی طاری ہوگئی تھی۔

(5) ایک جگہ مسیح خود اپنے قصہّ کو یونس بن متی کے قصہّ سے مشابہت دیتا ہے۔بلکہ اس قصہّ کو بطور نشان کے قرار دیتا ہے۔اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر نہیں مرا تھا۔اور نہ مردہ ہونے کی حالت میں شکم ماہی میں داخل ہوا تھا۔تو پھر اگر فرض کیا جاوے کہ مسیح مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوا تھا تو یونس کے قصہ سے اس کے قصہ کو کسی طرح مشابہت نہیں رہتی۔پس یہ مثال جو اپنے لئے مسیح نے پیش کی ہے۔مسیح کی طرف سے ایک صاف گواہی ہے کہ وہ سولی پر نہیں مرا تھا اور قبر میں زندہ داخل ہوا تھا جیسا کہ یونس بھی مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی داخل ہوا تھا۔غرض یونس نبی سے مسیح کی یہ ہی مماثلت تھی کہ وہ زندگی کی حالت میں ہی یونس کی طرح قبر میں داخل ہوا اور نیز قوم کے ڈر سے دوسرے ملک کی طرف بھاگا۔اگر اس مماثلت کو قبول نہ کیا جاوے تو پھر مسیح کا بیان خلاف واقعہ ٹھہرتا ہے اور نیز بجائے مماثلت کے منافقت ثابت ہوتی ہے اور مماثلت کے قبول کرنے سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔

(6) اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔نسخہ مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی کتابوں میں جو ہزار کے قریب ہے بلکہ غالباً اس سے زیادہ ہوگی۔اب تک پایا جاتا ہے موجود ہے اور یہ کتابیں یونانی، رومی، عبرانی، فارسی میں موجود ہیں اور اس زمانہ سے عیسوی تاریخ کی دوسری صدی تک ان کتابوں کا پتہ ملتا ہے۔اس نسخہ مرہم عیسیٰ کی نسبت طبیب لوگ یہ لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے عیسیٰ کے لئے تیار کی تھی اور چونکہ اس مرہم کے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ وہ زخموں کے لئے بہت مفید ہے اور زخم کو اچھا کرتی ہے اور خون جاری کو بند کرتی ہے۔پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مرہم مسیح کے ان زخموں کے لئے تیار کی گئی تھی جو صلیب سے اس کو پہنچے تھے۔یہ شہادت یعنی نسخہ مرہم عیسیٰ بڑی توجہ کے لائق ہیں کیونکہ علمی کتابوں میں یہ درج ہے اور ہزارہا طبیب اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ مسیح مرا نہیں تھا بلکہ زندہ صلیب سے اتارا گیا تھا۔اگر مرکر زندہ ہوتا تو یہ زخم اس کے باقی نہ رہتے۔

(7) عیسائی فرقوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی رنگ میں ہوگی نہ کہ حقیقی یعنی اس کی خُو اور صفت پر کوئی اور آ جائے گا کیونکہ وہ مر چکا ہے۔ چنانچہ نیولائف آف جیزس جلد اول صفحہ 48 مصنفہ ڈی ایف سٹر اس میں اس کا ذکر ہے۔

جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کے مسیح صلیب پر نہیں مرا

جرمن کے محقق عیسائی یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگر چہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے۔ اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ قضا پرزور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب چھ گھنٹے صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی۔ اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا۔ تو اس کی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعویٰ کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ مَیں ایک دفعہ فوجی کام سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں مَیں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے مَیں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس میں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے ان کے اتار لینے کی اجازت حاصل کی۔ اور اُن کو فوراً اتار کر ان کی خبر گیری کی۔ تو ایک بلآخر تندرست ہوگیا۔ پر باقی دو مر گئے۔

ور کتاب ماڈل ڈوٹ اینڈ کرسچن بیلف کے صفحہ 455، 457 میں یہ عبارت ہے۔ جس کا ذیل میں ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

”شیلر مینیجر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مارا بلکہ ایک ظاہراً موت کی سی حالت ہوگئی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا۔ اور پھر دوسری یعنی اصل موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہوگیا۔“

ایسا ہی ایک کتاب سوپر نیچرل ریلجن کے صفحہ 875 پر لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اس کا جسم اس کے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔“

اس بات کا سب سے بڑا ثبوت کے مسیح صلیب پر نہیں مرا یہ ہے کہ اس کی قبر اب تک موجود ہے۔ چنانچہ وہ صلیب سے رہائی پا کر مختلف ملکوں کا سفر کرتا ہوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں سیر کر کے آخر سری نگر محلہ خانیار میں وفات ۔ پائی اس کا ثبوت اس طرح پر ملتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوز آصف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا۔ اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شاہزادہ بھی کہلاتا تھا اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا۔ اس ملک کا وہ باشندہ تھا اور اس کی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی تھی بلکہ بعض مثالیں اور بعض فقرے اس کی تعلیم کے بعینہٖ مسیح کے ان تعلیمی فقرات سے ملتے ہیں جو اب تک انجیلوں میں پائے جاتے ہیں اور یسوعی نہایت مجبور اور حیرت زدہ ہو کر اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ یہ شخص جو یوز آسف اور شاہزادہ بنی کہلاتا ہے۔ وہ مسیح کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد تھا۔ اس بنا پر اس کو بڑا مقدس سمجھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ سسلی میں اس کے نام کا ایک گرجا بھی بنایا ہوا ہے۔ جو پرانے اور قدیم زمانہ سے ہے۔ اس تعلق کے قبول کرنے کے بعد یوز آسف کا قصہّ یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر پر جوش محبت سے یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا جانا۔ اس بات پر دلیل ہے کہ کم سے کم یوز آسف کو ایک مقدس حواری سمجھا گیا ہے۔ پس اس صورت میں تمام یسوعی صاحبان اس مطالبہ کے نیچے ہیں کہ انہوں نے بہر حال یوز آسف کا عیسائی مذہب سے ایک تعلق مان لیا ہے اور اس کے ظہور کا بھی وہی زمانہ قرار دیا ہے جو مسیح کا زمانہ تھا۔ اور اس کی سوانح کا بڑی محبت اور دلچسپی سے ترجمہ بھی کیا اور اس کی یادگار کا ایک گرجا بھی بنایا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اس کی تعلیم کا اخلاقی حصہ

انجیل کی تعلیم سے ملتا ہے اور اس نے بھی اپنے تعلیم کا نام انجیل ہی رکھا۔ پس اس صورت میں اگر یوزآسف یسوع نہیں ہے تو یہ بار ثبوت عیسائی صاحبان کی گردن پر ہے کہ وہ ثابت کر کے دکھلائیں کہ کبھی مسیح کا کوئی شاگرد شاہزادہ نبی بھی کہلاتا تھا اور اگر کبھی اس نے مسیح کی تعلیم کو اپنی تعلیم بھی قرار دیا اور اس کا نام انجیل رکھا اور مَیں بڑے دعویٰ اور ثبوت سے کہتا ہوں کہ یہ ثبوت ہرگز ان کے لئے ممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک شاہزادہ نبی ایک ہی ہے یعنی یسوع ابن مریم۔

مسلمانوں کی کتابوں میں بعض ہزار برس سے زیادہ زمانہ کی تالیف ہیں جیسا کہ اکمالُ الدین جس میں یہ تمام باتیں درج ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا۔

ماسوا اس کتاب کے خاص سرینگر میں جہاں حضرت مسیح کی قبر ہے ایسے پرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہ نبی جس کا نام یوزآسف ہے اور اسے عیسیٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شاہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے۔ جو اس پرانے زمانہ میں کشمیر میں آیا تھا اور اس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی سی نہیں بلکہ بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں۔

بس ایک حق کے طالب کو یہ تمام ثبوت اس بات کے قبول کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں کہ درحقیقت یہ حضرت مسیح کی قبر ہے بالخصوص جب کہ ان تمام باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے کہ اوّل تو خود انجیل جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ صلیب پر غشی کی حالت میں ہو گیا تھا۔ جیسا کہ اس نے خود کہا کہ یونس نبی کا معجزہ دکھایا جاوے گا۔ پس اگر صلیب پر مر گیا تھا اور مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوا تو اس کے اس واقعہ کو یونس کے واقعہ سے کیا مشابہت ہوئی۔ پھر یہ کہ انہیں انجیلوں میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے زندہ نکلا اور ابھی زخم اس کے اچھے نہیں ہوئے تھے کہ وہ اپنے حواریوں کو ملا اور منع کیا کہ میرا حال کسی سے مت کہو۔ اور ان کے ساتھ اپنے وطن کی طرف چلا گیا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور پھر طب کی کتابوں سے متواتر طور پر ثابت ہوا ہے کہ یسوع کے زخموں کے لئے مرہم عیسیٰ بنائی گئی تھی۔ جس کے استعمال سے اس کے زخم اچھے ہوئے اور چونکہ وہ یہود کے دوبارہ حملے سے ڈرتا تھا۔ اس لئے وہ اس ملک سے نکل گیا اور یہ رائے کچھ ہمارے خاص رائے نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے محقق پادریوں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ جیسا کہ جرمن کے پادریوں کے رائے بھی ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اور کئی پرانی تحریریں اور بھی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع واقعہ صلیب کے بعد مدت تک مختلف علاقوں میں سیاحت کرتا رہا۔

واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا جو کہ نجات کا ذریعہ ٹھہرایا جاتا ہے۔ جبکہ اصل ہی غلط ہے تو اس کا نتیجہ بھی غلط ہے۔ اگر دائمی سعادت اور ابدی نجات چاہتے ہو تو ان خیالات کو کہ مسیح صلیب پر مرا اور ہماری نجات کے لئے مرا چھوڑ دو اور حضرت محمد رسول ﷺ کی طرف دوڑو کہ اس جگہ وہ چشمہ ہے جو تمہیں پرانی میلوں سے پاک کر دے گا۔ اور وہ نجات جو یقین اور قوت ایمان اور پورے عرفان سے ملتی ہے۔ وہ تمہیں دی جائے گی اور یقیناً سمجھو کہ یہ سوال ابن مریم کے خون پر تمہارا بھروسہ غلط ہے اگر وہ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ بھی صلیب پر چڑھایا جاتا ہے تب بھی وہ تمہیں نجات نہ دے سکتا۔ نجات ایمان اور محبت اور یقین سے پیدا ہوتی ہے نہ کسی کے خون سے۔ دیکھو زمانہ تمہیں بتلا رہا ہے کہ یہ تمام خیال چھوٹے تھے پس قبل اس کے جو تم خدا کی طرف بلائے جاؤ۔ ان خیالات سے توبہ کرو۔ جب کہ آپ پر بخوبی روشن ہو گیا کہ کفارہ کا ثبوت عقل اور نقل سے نہیں ملتا۔ تو اب میں آپ کے سامنے شفاعت کی حقیقت کو پیش کرتا ہوں کہ شفاعت کیا ہے اور کون کر سکتا ہے۔

شفاعت کیا ہے

شفاعت کا لفظ شفع سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں جفت۔ پس اس میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ تمام برکات شفع سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اور ہورہے ہیں۔ ایک انسان کے اخلاق اور قوت اور صورت دوسرے انسان میں اسی ذریعہ سے آجاتے ہیں۔ یعنی وہ ایک جوڑ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک حیوان جو دوسرے سے پیدا ہوتا ہے مثلاً بکری، بیل، گدھا وغیرہ اور تمام قوائے جو ایک حیوان سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں۔ وہ بھی درحقیقت ایک جوڑ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ پس یہی جوڑ جب ان معنوں سے لیا جاتا ہے کہ ایک ناقص ایک کامل سے روحانی تعلق پیدا کر کے۔ اس کی روح سے اپنی کمزوری کا علاج پاتا ہے اور نفسانی جذبات سے محفوظ رہتا ہے تب اس جوڑ کا نام شفاعت ہے جیسا کہ چاند سورج کے مقابل ہوکر ایک قسم کا اتحاد اور جوڑ اس سے حاصل کرتا ہے۔ تو معاً اس نور کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو آفتاب میں ہے اور چونکہ اس روحانی جوڑ کو جو پرمحبت دلوں کو انبیاء کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس جسمانی جوڑ سے ایک مناسبت ہے۔ جو زید کو مثلاً اپنے باپ سے ہے۔ اس لئے روحانی فیضاب بھی خدا کے نزدیک اولاد کہلاتے ہیں اور اس تولد کو کامل طور پر حاصل کرنے والے ہی نقوش اور اخلاق اور برکات حاصل کر لیتے ہیں جو نبیوں میں موجود ہوتے ہیں۔ دراصل یہی حقیقت شفاعت ہے اور جس طرح جسمانی شفع یعنی جوڑ کا یہ لازمہ ذاتی ہے کہ اولاد مناسب حال اس شخص کی ہوتی ہے جس سے یہ جوڑ دیا گیا ہے ایسا ہی روحانی شفع کا بھی خاصہ ہے۔ غرض یہ ہی حقیقت شفاعت ہے کہ خدا کا قانون جسمانی اور روحانی اس طرح قدیم سے واقع ہے کہ تمام برکات جوڑ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ ایک قسم کو شفع کہا گیا ہے اور دوسری قسم کا نام شفاعت رکھا گیا ہے اور انسان کو جس طرح کے سلسلہ تناسل یا نئی نسل کو محفوظ رکھنے کے لئے تاکہ یہ نسل بڑھتی رہے یہ ایک جوڑے کی ضرورت ہے۔ ایسا ہی روحانیت کے سلسلہ کو باقی رکھنے کے لئے بھی ایک جوڑے کی ضرورت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں شفاعت کہا گیا ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ کون اس لائق ہے کہ روحانی ترقی کے لئے اس سے جوڑ پیدا کیا جاوے۔ عیسائی صاحبان کو ایک غلطی لگی ہوئی ہے یا وہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ یسوعی صاحبان کسی جوڑ موڑ یا شفاعت کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ تو مانتے ہیں کہ مسیح ہمارے تمام گناہوں کو اٹھا کر صلیب پر مر کر لعنتی ہوا۔ کفارہ اور شفاعت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کفارہ کے معنی ہیں کہ ایک چیز کے بدلے دوسری چیز کا کافی ہونا۔ مگر شفاعت کے معانی جس کا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ جوڑ اور تعلق کے معنی ہیں۔ کہ ایک شخص سے تعلق پیدا کر کے رنگ میں رنگین ہو جانا۔ چونکہ مسلمان کفارہ کو تو کسی صورت میں نہیں مانتے اس لئے پادری صاحبان ہمارے آگے شفاعت کو پیش کرتے ہیں تا کہ مسلمان اس ڈھب سے پہلے مسیح کی شفاعت کا مانیں اور پھر آہستہ آہستہ کفارہ کو مانیں۔

مفاعت کے متعلق بھی پہلے اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ یسوع صاحب لائق تھے کہ ان سے جوڑ پیدا کیا جاوے۔ جس کو دوسرے الفاظ میں شفاعت کہتے ہیں۔ سوعرض ہے کہ یسوع ناصری ہرگز اس بات کے لائق نہ تھا کہ اس کے ساتھ جوڑ پیدا کیا جاوے۔

بے گناہ ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ بہت سے بچے اور مرفوع القلب ہیں۔ جنہوں نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ اور وہ اس بات سے بالکل ناآشنا ہیں کہ گناہ کیا چیز ہوتا ہے۔ وہ اس کوچہ سے بالکل ناواقف ہیں۔ ان کو ایک اعلیٰ مراتب یہ خوبی والے اور بلند مرتبہ والے انسان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایک بچہ معصوم ہے اور گناہ سے بالکل ناواقف ہے۔ وہ خوبی کی بات نہیں۔ ایک نامرد آدمی جس میں کی طاقت نہیں۔ وہ فخر نہیں کر سکتا کہ میں کنجروں کے بازار میں گیا اور میں نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ یہ اس کے لئے خوبی نہیں ہے۔ خوبی اُس وقت ہوسکتی ہے کہ اس میں طاقت اور قوت ہو اور پھر وہ بچ نکلے۔ گناہ کا لفظ اصل میں جناح سے نکلا ہے۔ جس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ ہم کسی نبی کو بھی نہیں مانتے کہ وہ خدا کی نافرمانی کی طرف جھکا ہوا تھا۔ ہاں بشری کمزوری کے باعث غلطیاں ہوئی ہیں۔ اجتہادی غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ قرآن شریف نے مسیح کی پوزیشن کو بہت صاف کرنا چاہا ہے اور بہت کوشش

کی ہے کہ یہودی حضرت مسیح پر جوالزام لگاتے ہیں ان کو دور کیا جائے۔ یہودی حضرت مسیح کی پیدائش کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مریم کا ناجائز تعلق تھا اور وہ صلیب پر لعنتی موت مرا۔ وہ جھوٹا نبی تھا۔ وہ ناکام اور نامراد مرا۔ اُس نے کہا تھا کہ میرے حواری بارتختوں کے وارث ہوں گے۔ ایک حواری مرتد ہو گیا تھا۔ اس سے پھر گیا تھا۔ بارہ تخت کہار ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں یہودیوں کا بادشاہ ہوں۔ وہ کہاں بادشاہ ہوا۔ ان کے الزامات کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بائبل سے تو یہ الزامات ہرگز دور نہیں ہو سکتے بلکہ قرآن شریف نے ان الزامات کو دور کیا ہے فرمایا ہے امہ صدیقہ اس کیماں صادق تھی۔ اور فرمایا کہ یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک یعنی اے عیسٰی میں تجھے طبی طور پر وفات دینے والا ہوں اور پھر درجہ بلند کرنے والا ہوں۔ یہودیوں کا جو خیال ہے کہ لعنتی موت مرا ہے۔ بالکل غلط ہے بلکہ وہ طبعی موت مرا ہے جس طرح کہ اور لوگ فوت ہو گئے۔ اسی طرح یسوع مسیح بھی فوت ہو گئے۔ ان کی قبر سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے۔ جس کا دل چاہے وہاں جا کر دیکھے۔

بائبل میں کسی جگہ نہیں کہ مسیح بیگناہ تھا

میں من آنم کے من دانم یسوع مسیح نے خود کہا ہے کہ ''مجھے نیک نہ کہو۔''

اس کو اپنی کمزوری معلوم ہوگی۔ جو جو گناہ اس نے کئے ہوں گے۔ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کس کو علم ہوگا۔ وہ خود لوگوں کو منع کر رہا ہے کہ مجھے نیک نہ کہو۔ میں نیک نہیں ہوں۔ اس کو اوروں کے دل کا کیا علم ہوگا۔ اس نے تو سب کو اپنے پر ہی قیاس کیا۔ المریقین علی نفسہ بلکہ اس نے کہا کہ کوئی دنیا میں نیک ہی نہیں۔ جیسا کہ مرقس باب 10 آیت 18 ''یسوع نے اسے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کہ نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔''

اس میں تو شک نہیں کہ اصل ذات خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور سب اس کی طرف سے ہی ہے مگر بہت لوگ اور انبیاء نیک ہے مگر وہ کسی کو بھی اپنے اوپر قیاس کر کے نیک نہیں

مسیح کا پہلا معجزہ

یسوع صاحب ایک بیاہ کی دعوت میں شریک تھے۔ وہاں شراب کا دور چل رہا تھا۔ آپ بھی خوب مست تھے۔ مہمانوں نے اس قدر شراب کی کہ شراب ختم ہوگئی۔ تو گھر والوں کو فکر پیدا ہوا کہ اب مہمانوں کو شراب کہاں سے دیں تو اس وقت مست نشے میں یسوع صاحب نے ایک معجزہ دکھلایا۔ سبحان اللہ یہ یسوع صاحب کا پہلا معجزہ تھا۔ جیسا کہ مذکور ہے۔

یوحنا باب 2 آیت 6 تا 11 ''پتھر کے چھ مٹکے طہارت کے لئے رکھے ہوئے تھے یسوع نے کہا ان میں پانی بھر دو۔ جب اس پانی کو نکالا تو بہت عمدہ شراب تھے۔'' یہ ہے مسیح صاحب کا بے گناہ ہونا کہ آپ نے شراب تیار کر کے معجزہ دکھلا رہے ہیں اور یہ حضرت مسیح صاحب کا پہلا معجزہ کہلاتا ہے۔

حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو کہا اس کھیت سے بغیر اجازت اس کے مالک کے بالیں توڑ لو۔ مسیح کے اس حکم کا اس کے شاگردوں پر کیا اثر پڑا ہوگا۔ جب کہ انہوں نے دیکھا ہوگا کہ ہمارا استاد تو جائز اور ناجائز اور حرام اور حلال میں فرق نہیں جانتا کہ ذرا سی بھوک لگے تو کسی کے باغ سے پھول توڑ لو۔ اور کھیتوں سے بالیں توڑ و لو۔ اگر یہ نادرشاہی حکم مسیحی شریعت کا سرکار انگریزی ایک دن کے لئے دے دے تو باغوں کے باغ اُجڑ جائیں۔ جس کو ذرا بھوک لگے کسی باغ کی طرف نکل گئے۔ اگر آموں کا باغ ہے تو آم کھانے شروع کر دیئے۔ اگر کسی نے پوچھا تو کہہ دیا۔ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔ اگر انگور کا باغ ہے اس کے خوشے توڑنے شروع کر دیئے۔ اگر کسی کھیتی کی طرف نکل گئے تو اس کو برباد کر کے اس کا ستیاناس کر دیا۔ یہ حکم دنیا کی بھلائی اور آخرت کے لئے نہیں ہے بلکہ لوگوں کو برباد کرنے اور لوٹنے کے لئے ہے۔ یسوع صاحب نے ایسے ایسے کام کئے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ بائبل کی رو سے بے

گناہ تھا۔ معلوم نہیں۔ یسوعی صاحبان کس کو گناہ کہتے ہیں۔ سب کام کرتے جاؤ اور اس کو گناہ نہ کہو۔

کیا تم اسی یسوع کو جس کا بائبل ذکر کرتی ہے اپنا خداوند اور نجات دہندہ کہتے ہو۔

یسوع صاحب کے ماں اور بھائی

یسوع صاحب کی والدہ مریم اور اس کا بھائی یسوع صاحب کو ملنے آئے اور دروازے پر کھڑے بلا رہے ہیں کہ ہم صرف آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔ آپ کو اندر اطلاع دی گئی کہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کون ہے میری ماں اور کون ہے میرا بھائی اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ہی میرے بھائی اور رشتہ دار ہو۔

اس میں تو شک نہیں کہ جو لوگ خدا کو نہیں مانتے اور اس سے نہیں ڈرتے۔ ان سے ہمارا کیا تعلق ہے مگر حقوق العباد ایسی چیز ہے کہ اگر والدین کافر بھی ہوں تو ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ ان سے مدارات سے پیش آنا چاہئے مگر یسوع صاحب نے اس قدر تنگ دلی کی کہ ایک مسافر کے برابر بھی ان کو نہ سمجھا۔ اگر کوئی اجنبی مسافر کسی گاؤں میں آجائے۔ تو بھی لوگ اس کو جگہ دیتے ہیں اور خاطر تواضع سے پیش آتے ہیں۔ یہ ہیں یسوع صاحب کے اخلاق۔ جس پر کہ مسیحی صاحبان ناز کرتے ہیں اور یسوع کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

یسوع صاحب کی تعلیم اور فیض سے کوئی شخص تیار نہ ہوا اور وہ تمثیلوں میں باتیں کرتا رہا اور پھر پھر کر منادی کرتا رہا اور اچھے کاموں کا وعظ کرتا رہا۔ کچھ اس کے شاگرد بھی بن گئے۔ ایک تو اس کی جان ہلاک کرنے کا باعث ہوا۔ دوسرے بھی بے ایمان اور بے یقین رہے۔ وقت پر سب جواب دینے والے تھے۔ پطرس جو کہ سب سے بڑا شاگرد گنا جاتا ہے جو کہ یسوع کا بہت فرمانبردار تھا۔ جب اس کی جان پر آبنی۔ تو اس نے بھی جواب دے دیا اور مسیح سے انکار کیا اور بیچارہ یسوع اکیلا رہ گیا۔

یسوع صاحب نے انجیل میں لکھا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ سو یہ بات بالکل سچ ہے۔ ایک درخت بظاہر خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب اس کے پھل کو دیکھا جاتا ہے تو وہ کڑوا ہوتا ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع کو جو پھل لگا وہ کیسا تھا۔ وہ کڑوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع صاحب بھی بقول بائبل کے ایک کڑوا درخت تھا۔ جس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ اور نہ اس سے میٹھے پھل کی امید رکھنی چاہیے۔

مسیح کو قرآن شریف میں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے

اگر قرآن شریف مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے تو یہ لفظ رسول اللہ یا نبی اللہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کلمۃ اللہ کا جملہ قرآن شریف میں صرف حضرت مسیح کے بارے میں ہی نہیں آیا بلکہ کئی اور مقامات پر بھی وارد ہوا ہے چنانچہ سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

(سورہ لقمان آیت 28)

ترجمہ: اگر تمام روئے زمین کے درخت قلمیں بن جائیں اور اگر سمندر پھیل کر سات سمندر سیاہی کے ہو جائیں تو کلمات ختم نہیں ہو سکیں گے۔ کیوں کہ اللہ بہت بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

ایسا ہی سورۃ الکہف کی آیت 110 میں ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○

(سورہ الکھف آیت 110)

کہو اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائیں اور ہم اس قسم کے کئی سمندر لے آئیں۔ تو وہ سب قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں۔ ختم ہو جائیں گے۔ ان آیات میں کلمات اللہ کا استعمال صاف بتاتا ہے کہ اگر حضرت مسیح کا کلمۃ اللہ کہا گیا ہے تو اس سے ان کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ جیسے دوسرے کلمات مخلوق ہیں اور ان کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر سارے سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی سب کلمات لکھنے میں نہیں آسکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کوئی خاص کلمہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بہت سے اور کلمات ہیں۔ ان میں سے مسیح بھی ایک کلمہ ہے اس میں کوئی بزرگی نہیں ہے۔ نبی اللہ اور رسول اللہ اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اور بہت عزت اور اکرام کے لائق ہیں۔ خدا کے مقرب اور پیارے ہیں۔ کلمۃ اللہ ہونا کوئی خصوصیات نہیں۔

کلمہ کے معنی بشارت کے بھی ہیں جیسا کہ سورۃ آل عمران کی 40 آیت میں حضرت مریم کو مخاطب کر کے کہا گیا

اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُكَ بِیَحۡیٰی مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ

جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالی آپ نے کلمہ یعنی پیشگوئی کے ذریعہ بشارت دیتا ہے وہ بھی اشارہ کر کے بیٹے کے متعلق تھی۔

مسیح کو قرآن شریف میں روح اللہ کہا گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مسیح کی نسبت قرآن شریف میں صرف ایک جگہ سورۃ النساء کی آیت 172 میں رُوح کا لفظ بولا گیا ہے۔ لیکن وہاں اس کی بڑائی بزرگی اور خدائی نشانات کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس کی ولادت پر سے مخالفین کے اعتراضوں کو دور کرنے اور اس کی ولادت کو جائز ثابت کرنے کے لئے ہے وہ ٹکڑا آیت کا یہ ہے۔

اِنَّمَا الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَكَلِمَتُهٗ○ اَلۡقٰهَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَرُوۡحٌ (سورۃ النساء آیت 172)

یہاں صاف طور پر روح منہ لکھا ہے۔ یعنی عیسی مریم کا بیٹا اور اللہ کا ایک رسول تھا۔ اور اس کی طرف سے ایک رُوح تھی۔ اب اصل الفاظ قرآنی یعنی خدا کی طرف سے ایک روح کوئی خصوصیت حضرت مسیح کی ظاہر نہیں کرتی۔ اس قسم کے الفاظ قرآن کریم میں اوروں کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں۔

چنانچہ قرآن شریف میں آیت فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ○ (سورۃ الحجر آیت 30)

دو موقعوں پر حضرت آدم علیہ السلام کے لئے آئی ہے ایک سورہ حجر آیت 29 اور دوسرے ص آیت 72 میں۔ جس کا ترجمہ ہی ہے۔ جب میں اس کی شکل برابر کر لی اور اس میں اپنی روح پھونک دی تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ اب اس آیت میں کھلے طور پر خدا فرماتا ہے میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ اور پھر فرشتوں کو حکم دیا تم اس کے آگے سر بسجود ہو جاؤ۔

اب ناظرین اس عبارت کے متعلق جو آدم کی نسبت ہے۔ اور اس میں جو مسیح کی نسبت ہ۔ فرق بیّن دیکھ لیں۔ وہاں تو ''روح منہ'' ہے اور یہاں ''روحی'' ہے یعنی خدا کہتا ہے کہ میری روح اور وہاں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں۔ یہاں فرشتوں کو حکم کیا جاتا ہے کہ آدم کے لئے سجدہ کرو اس کی فرمانبرداری کرو۔ اس کے کام میں لگ جاؤ۔ پس اگر ''روح منہ'' خدائی اور نجات دہندہ ہونے کی دلیل ہے۔ تو آدم تو بڑا خدا ہوا اور سب کا نجات دہندہ ہوا۔ کیونکہ اس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ روحی یعنی میری روح ہے۔ تو آدم اور خدا میں کچھ فرق نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ آدم ہی خدا ہونا چاہیے کیونکہ اس میں خدا کی روح آ گئی ہے۔ اگر یسوعی صاحبان قرآن شریف میں ''روح منہ'' کا لفظ دیکھ کر یہ منوانا چاہتے ہیں کہ رسولوں اور نبیوں سے بڑھ کر تھا۔ اگر یہ ہی معنی لئے جاویں تو

آدم سب سے بڑھ کر تھا۔ اور سب کا نجات دہندہ تھا۔ پس روح منہ کا کلمہ کوئی امتیازی خطاب نہیں۔ جو حضرت مسیح پر ہی بولا گیا ہو۔ بلکہ تمام نوع انسان کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے۔ چنانچہ آیت ذیل نمونہ کے لئے پیش کیا جاتی ہے۔

الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ○ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ○ثُمَّ سَوّٰىہُ وَنَفَخَ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِہٖ (سورۃ السجدہ آیت 8 تا 10)

ترجمہ: انسان کو مٹی سے پیدا کرنا شروع کیا۔ پھر حقیر پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل بنائی۔ پھر اسے شکل دی اور اس میں روح پھونکی دیکھو۔ سورۃ سجدہ۔ آیت 7۔8 اب ظاہر ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں خدا نے اپنی روح پھونکی رُوح کے معنی (1) ایسی چیز جس سے نفع اٹھایا جاوے۔ (2) رحمت

روح منہ اللہ کی طرف سے رحمت تھا

پس سب لوگ حضرت مسیحؑ اور آدمؑ کے برابر ہو گئے، روحی یا روح منہ خاص لفظ نہیں۔ جو مسیح پر بولا گیا۔ بلکہ سب دنیا کے لئے ہے۔ تو اب یسوع صاحب کی کیا بزرگی یا بڑائی رہی۔ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ یا نبی اللہ سے بڑھ کر تھا۔ بلکہ ثابت ہو گیا کہ وہ عام انسانوں جیسا تھا۔ جس طرح کہ اور انسان کمزور اور ضعیف تھے۔ اسی طرح مسیح بھی تھا۔

یسوع کا بے باپ ہونا

یسوع کا بے باپ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ سب سے بزرگ اور ہم کو نجات دینے والا ہے۔ اور ہماری شفاعت کرنے والا ہے کیونکہ حضرت آدمؑ بھی بن باپ تھے۔ وہ تو یسوع سے بڑھ کر شافع ہوئے۔ اور ہزاروں لاکھوں کروڑوں کیڑے مکوڑے برسات میں بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ کیا وہ مسیح کے ساتھ خدائی کے حق دار نہیں بلکہ ان کا زیادہ حق ہے کیونکہ مسیح کے متعلق تو کوئی شبہ بھی کرسکتا ہے کہ شاید اس کا کوئی باپ بھی ہو مگر جس کی ماں بھی نہ ہو اس پر کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا کوئی فضیلت نہیں کیونکہ لاکھوں کیڑے مکوڑے آئے دن بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔

گناہ کی مزدوری موت ہے۔

انجیل میں مرقوم ہے ''گناہ کی مزدوری موت ہے'' پر خدا کی پرستش ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔''

پیش کر کے مسیحی صاحبان یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ مسیح نے گناہ کی مزدوری سے سب لوگوں کے لئے اٹھالی۔ یعنی وہ مر گیا۔ اب اور لوگوں سے جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ گناہ کی مزدوری نہ لی جاوے گی۔ یہ کفارہ کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ دلیل تو کفارہ کو باطل کر رہی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع نے کوئی گناہ کی مزدوری نہیں اٹھائی۔ کیونکہ اگر ہو گناہ کی مزدوری اٹھا لیتا تو اوروں کو کیوں گناہ کی مزدوری اٹھانی پڑتی۔ گناہ کی مزدوری جب موت ہے تو اب یسوعی کیوں مرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مزدوری کسی اور کے گلے پڑ گئی۔ تو اب ان کے گلے کیوں پڑتی ہے۔ چاہیے کہ جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں۔ نہ مریں۔ اور ہمیشہ کی زندگی میں رہیں کیونکہ مسیح نے مر کر ان کے گناہ کی مزدوری خود اٹھالی۔

کسی کے گناہ کی سزا یسوع صاحب نے نہیں اٹھائی بلکہ بائبل کی رو سے اپنے گناہ کی سزا میں مرا۔ اور دنیا سے رخصت ہوا۔ اس بیچارہ نے کسی کے گناہ کو کیا اٹھانا تھا۔ بلکہ وہ تو یہودیوں کے ہاتھوں سے مارا مارا پھرتا رہا۔ اور اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا رہا۔ بلکہ روتا پیٹتا رہا۔ کہ اے خدا مجھ سے یہ موت کا

پیالہ ٹلادے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طالب اور استغفار کرنے والے تھے۔

سورۃ الضحیٰ کی ساتویں آیت میں یوں مرقوم ہے۔**وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى**○(سورۃ الضحیٰ آیت 8)

ترجمہ: تجھے طالب پایا اور سیدھے راستہ کی ہدایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی سچائی کے طالب تھے۔اپنے اور بیگانے کا حق پہچاننے والے تھے۔ اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے تھے۔مہمان کی عزت کرنے والے تھے۔اپنے اہل کے ساتھ نیک معاشرت کرنے والے تھے۔جب کہ اس قدر آپ میں اخلاص تھا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے طالب پایا۔تو ان کی راہنمائی کی اور حقیقی راستی کا دروازہ ان پر کھول دیا۔اور آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طاقت اور قوت طلب کرتے رہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خالق ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔اور وہ ہم کو پیدا کر کے ہم سے الگ نہیں ہوا۔اور انسان اس سے غنی نہیں ہوتا۔اور اس سے بے پرواہ نہیں ہوجاتا۔اس لئے طاقت اور قوت کو طلب کرنے اور مدد کو حاصل کرنے کے لئے اور بشریت کی کمزوری سے بچنے کے لئے آپ کو استغفار سکھلایا گیا تھا۔

چنانچہ سورہ مومن کے رکوع 6 میں مذکور ہے۔**استغفر لذنبك** کہ اپنی بشری کمزوری کے دبائے جانے اور ڈھانپے جانے کے لئے استدعا کر۔

استغفار کا لفظ غفر سے نکلا ہے۔اور اس کے اصل معنی دبانے اور ڈہانکنے کے ہیں۔یعنی درخواست کرنا کہ بشریت کی کمزوری ظاہر ہو کر نقصان نہ پہنچاوے اور وہ ڈھکی اور دبی رہے۔چونکہ بشر خدا نہیں ہے۔اور نہ خدا سے مستغنیٰ ہے اس لئے وہ اس بچہ کی طرح ہے جو ہر قدم میں ماں کا محتاج ہے تا وہ اس کو گرنے سے بچاوے اور ٹھوکر سے محفوظ رکھے۔ایسا ہی یہ ہر قدم میں خدا کا محتاج ہوتا ہے تا وہ اس کو ٹھوکر اور لغزش سے بچاوے۔سو اس کا علاج استغفار ہے۔

بلکہ معصوم کے لئے اول علامت یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔اور ہر آن وہر حالت میں بشریت کی کمزوری سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالیٰ سے طاقت طلب کرتا رہے۔جس کو دوسرے لفظوں میں استغفار کہتے ہیں۔کیونکہ اگر ایک بچہ ہر وقت ماں کے ہاتھ کے سہارے سے چلتا ہے اور روا نہیں رکھتا کہ ایک سیکنڈ بھی ماں سے دور ہو۔وہ بچہ بلا شبہ ٹھوکر سے بچ رہے گا۔لیکن وہ بچہ جو ماں سے علیحدہ ہو کر چلتا ہے۔ وہ خود بخود کبھی کسی خوفناک سیڑھی پر چڑھتا ہے۔اور کبھی کسی خوفناک زینہ سے اترتا ہے وہ ضرور ایک دن گرے گا۔اور اس کا گرنا سخت ہوگا۔پس جس طرح خوش قسمت بچہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنی پیاری ماں سے ہرگز علیحدگی اختیار نہ کرے۔اور ہرگز اس کی گود سے جدا نہ ہو۔اور اس کے دامن کو نہ چھوڑے۔یہ ان مبارک مقدسوں کی ہوتی ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر ایسے جا پڑتے ہیں جیسے ماں کی گود میں بچے اور جیسا کہ ایک بچہ اپنا تمام کام اپنی مان کی طاقت سے نکالتا ہے۔اور ہر ایک دوسرا بچہ جو اُس کی مخالفت کرتا ہے یا کوئی کتا اُس کے سامنے آتا یا کوئی اور خوف اور نمودار ہوتا ہے یا کسی لغزش کی جگہ اپنے تئیں پاتا ہے۔تو فی الفور اپنی ماں کو پکارتا ہے۔تا وہ جلد تر اس کی طرف دوڑے۔اور اس کی آفت سے اس کو بچاوے۔یہی حال ان روحانی بچوں کا ہوتا ہے۔کہ بعینہ اپنے رب کو اپنی ماں کی طرح سمجھ کر اس کی طاقت کو اپنا ذخیرہ سمجھتے ہیں۔اور ہر وقت اور ہر دم اس کی طاقتوں کو طلب کرتے ہیں۔اور جس طرح شیر خوار بچہ جب بھوک کے وقت اپنا منہ اپنی ماں کی پستان کے اوپر رکھ دیتا ہے۔اور اپنی طبعی کشش سے دودھ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو جبھی ماں محسوس کرتی ہے کہ گریہ وزاری کے ساتھ اس بچہ کے نرم نرم ہونٹ اس کے پستان پر جا لگتے ہیں۔تو طبعاً اس کا دودھ جوش مارتا ہے۔اور اس بچہ کے منہ میں گرتا جاتا ہے۔پس یہی قانون ان بچوں کے لئے بھی ہے۔جو روحانی دودھ کے طالب اور جویاں ہیں۔لیکن

یسوع صاحب بجائے اس کے کہ اپنی بشری کمزوری کے باعث مصیبت اور دکھ درد کے وقت اپنے خالق اور مالک سے مدد طلب کرتے ہیں کہ ایلی ایلی لما سبقتانی اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

خدا تو کسی کو نہیں چھوڑتا مگر لوگ خدا کو چھوڑتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہر وقت خدا کی رحمت طلب کرتے ہیں اور سب کچھ خدا سے مانگتے ہیں۔اوران کو ملا بھی۔ چنانچہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (سورہ الانبیاء آیت 108)

تجھے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اور مسلمان اب تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تڑپ تڑپ کر دعا کرتے ہیں۔اوران کی آل کے لئے جو نیک لوگ ہیں۔کہ اے خدا ان کا درجہ اس سے زیادہ بلند کر۔اوران پر اس سے بھی زیادہ اپنی رحمت اور برکت بھیج۔

اللھم صلی علی محمد و علیٰ آل محمد

اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے سے زیادہ درود ورحمت اور برکت بھیج۔اس شان کا دوسرا کون نبی ہے۔جس کے لئے ہر آن ہر وقت پہلے سے زیادہ ترقی درجہ کی استدعا کی جاتی ہے۔

آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ نبی کس شان اور علو مرتبہ اور خدا کا مقرب ہوگا۔جس کے لئے تیرہ سو سال سے ہر وقت یہ ہی خواہش ہو رہی ہے۔کہ اس پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اور فعل خدا کا قول اور فعل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو خدا کا قول کہا گیا ہے۔مثلاً قو کی نسبت یہ آیت ہے۔

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ○ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ○ (سورۃ النجم آیت 4-5) یعنی اس نبی کا قول بشری ہوا ہوس کے چشمہ سے نہیں نکلا۔ بلکہ اس کا قول خدا کا قول ہے۔اب دیکھو کہ اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل اقوال خدا تعالیٰ کے اقوال ثابت ہوتے ہیں۔ پھر ان کے مقابل پر دوسری آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے افعال بھی خدا تعالیٰ کے افعال ہیں جیسا کہ فرمایا۔

وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورۃ الانفعال آیت 18) یعنی جو کچھ تو نے چلایا یہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ پھر جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال بھی خدا کے اقوال ہوئے اور افعال بھی خدا افعال ہوئے۔تو اب عیسائی بتلائیں کہ ان کے ہاتھ میں کیا عذر رہا۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا اقرار نہیں دیتے۔اور مسیح کی طرح آنجناب کو الوہیت کا کوئی اقنوم نہیں ٹھہراتے۔حالانکہ اس جگہ عملی طور پر ثبوت ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کے لئے غیرت رکھتا ہے۔اسی طرح خدا تعالیٰ آنجناب کے لئے غیرت کو دکھلاتا ہے۔ چنانچہ جنلوگوں نے آنجناب کو دکھ دیا تھا۔اور ناحق کے خون کئے تھے اور آپ کو وطن سے نکالا تا تھا۔خدا تعالیٰ نے آنجناب کو وفات نہیں دی جب تک کہ ان لوگوں کو عذاب کا مزا نہ چکھا لیا۔اور جن لوگوں نے ساتھ دیا تھا ان کو تختوں پر بٹھا دیا تھا۔اب جب ہم آنجناب کا یسوع مسیح کے حالات سے مقابلہ کرتے ہیں۔تو مجبوراً ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر یسوع مسیح کے لئے کوئی اپنی تائید ظاہر نہ کی۔ بلکہ الٹا یہودیوں کی تائید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے یسوع کو صلیب پر چڑھا دیا۔اور بڑی بڑی اذیتیں پہنچائیں۔خسرو پرویز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے لئے جب ارادہ کیا تو ایک ہی رات میں خود قتل کیا گیا۔لیکن جب یہودیوں کی جھوٹی مخبری سے یسوع مسیح گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا۔تو صرف ایک دو سپاہیوں نے تین گھنٹہ کی اندر یسوع مسیح کو گرفتات کر کے حوالات میں داخل کر دیا۔اب کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ کوئی الٰہی جلال بھی تھا۔ جو باوجود تمام رات کی دعاؤں کے گرفتار ہونے سے بچ نہ سکا اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے جس قدر لوگ حملہ کی نیت سے آپ کے گھر جمع ہوئے تھے۔اور گھر کا محاصرہ کرلیا تھا۔وہ باوجود سخت درسخت کوششوں کے نامراد رہے۔اور بغیر اس کے جو آنجناب یسوع مسیح کی طرح کی تمامرات دعائیں۔کرتے عنایت ایزدی سے بچائے گئے اور اس جرگہ سے روز روشن میں صاف نکل گئے۔اور کوئی آپ کو دیکھ نہ سکا۔لیکن حضرت مسیح کی دردناک دعا ''ایلی ایلی لما سبقتانی'' جس پر اب تک یہود ہنسی ٹھٹھا مارتے ہیں۔ایسی نامقبولہوئی کہ باقرار یسوعیوں اس دعا کے بعد نتیجہ نکلا کہ مصلوب ہوگئے اور یہ تو حضرت مسیح کی ذات کے ساتھ خدا تعالیٰ کے معاملات تھے پھر حواریوں کے حالات بھی ایسے ہی ہیں۔ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ ابھی تم زندہ ہوگے کے میں واپس آؤں گا۔اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے چھوٹ نکلی اور دو ہزار برس ہونے لگے آنے کا نام ونشان نہیں۔وہ تمام انتظام کرنے والے ایسی حالتوں میں مرے کہ ہمیشہ یہود ان سے ٹھٹھا کرتے رہے کہ تمہارا استاد کہاں دوبارہ آیا۔اور وہ ہمیشہ اس سوال سے شرمندہ رہے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ان کو بارہ تختوں کا وعدہ دیا گیا تھا۔مگر خود حضرت مسیح کی زندگی میں ایک حوالدی مرتد ہوگیا۔اور دوسروں نے بھی مرتدوں کا سا کام کیا اور اس حساب سے تخت صرف دس رہ گئے حالانکہ پیشگوئی میں بارہ کا وعدہ دیا گیا تھا۔اب یہ شخص کب ہماری شفاعت کرسکتا ہے۔بلکہ وہ خود کسی دوسرے کی شفاعت کا محتاج ہے۔

مسیح خدا کا بیٹا ہے۔اس لئے شفاعت کرے گا

غرض حضرت مسیح کی تعلیم میں ان االفاظ سے جن سے کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا بنایا جاتا ہے کوئی نادر اور عجیب لفظ نہیں۔اس لئے کہ اور نبیوں کی شان میں بھی اس قسم کے الفاظ بہت آئے ہیں۔آدم کو بھی خدا کا فرزند کہا گیا ہے۔اور بہت سے لوگوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔جیسا کہ ذیل کے حوالجات سے آپ کو معلوم ہوگا۔

(1)اسرائیل خدا کا بیٹا ہے۔4باب آیت22

(2)داؤد کا بڑا بیٹا ہے۔زبور89باب آیت26،27

(3)سلیمان خدا کا بیٹا ہے۔تاریخ پہلی22باب آیت9-10

(4)قاضی مفتی خدا کے بیٹے ہیں۔زبوع82باب آیت6

(5)سب بنی اسرائیل خدا کے بیٹے ہیں۔رومی9باب آیت4

(6)تمام یتیم بچے خدا کے لڑکے ہیں۔زبور68باب آیت5

کیا ایسے لفظوں سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہیے کہ جن لوگوں کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔وہ درحقیقت خدا ہیں۔یا خدا کے بیٹے ہیں۔حضرت مسیحؑ نے بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔جب یہ لوگ خدا کے بیٹے ہوکر شفاعت نہیں کرسکتے تو مسیح بھی نہ خدا کا بیٹا اور نہ شفاعت کرسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی شافع ہیں

اب میں دیکھتا ہوں کہ جس مسئلہ عصمت و رشفاعت کو عیسائیوں کی طرف سے بار بار پیش کیا جاتا ہے۔وہ ایک سراسر دھوکا ہے۔جو عیسائیوں کو لگا ہوا ہے۔اگر معصوم کے یہ معنی ہوں کہ کوئی دشمن کسی کی عملی زندگی کی نسبت کوئی نکتہ چینی نہ کرے۔تو آؤ ہم یہود کی کتابیں دکھلاتے ہیں۔جنہوں نے حضرت مسیح اور ان کی ماں کے چال چلن پر بہت نکتہ چینی کی ہے اور اگر معصوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص اپنے منہ سے یہ کہے کہ میں نیک ہوں۔پس جب کہ خود مسیح ابن مریم کی عصمت کسی طور سے ثابت نہیں ہوسکی۔بلکہ انجیلوں سے بعض حرکات اس کی عصمت کے برخلاف ثابت ہوتی ہیں۔جیسا کہ شراب پینا انجیل

کے ابدی احکام حرمت خنزیر وختنہ وغیرہ کا توڑنا ناحق دوسروں کے مالوں کا نقصان پہنچانا فقہیوں فریسوں کا گالیاں دینا بدکردار عورتوں کو جسم چھونے کا موقع دینا حرام کا تیل سر پر ملوانا۔ شاگردوں کو غیر لوگوں کے کھیتوں سے خوشے توڑنے سے منع نہ کرنا۔ اب بتلاؤ کہ تمام امور گناہ ہیں یا نہیں۔ اگر شراب پینا اچھا کام تھا تو یوحنا نے شراب پینے سے کیوں نفرت کی۔ دانیال نے کہا شراب پینے والوں پر آسمان کے دروازے بند رہتے ہیں۔ ختنہ جو ابدی حکم تھا۔ اس سے کیوں روک دیا۔ حالانکہ آج کل کی تحقیقات کی رو سے بھی وہ بہت سے امراض کو مفید ہے۔ ایسا ہی سؤر ہمیشہ کے لئے حرام تھا۔ اس کو کھانے کا کیوں فتویٰ دیا۔ اور خود کہا کہ توریت منسوخ نہیں ہوئی۔ اور پھر آپ ہی اسے منسوخ کیا۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح ابن مریم کی عصمت انجیل کی رو سے ثابت کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ اس مسلول کی صحت ثابت کرنا جس کا مرض ذبول اور دستوں کی حالت تک پہنچ چکا ہے۔ کیا ضروری نہ تھا کہ پہلے حضرت مسیح کی عصمت ثابت کر لیتے پھر دوسروں پر نکتہ چینی کرتے۔ قرآن شریف میں استغفار کا لفظ دیکھ کر فی الفور یہ دعویٰ کر دینا کہ اس سے گناہ گار رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اور انجیل کے اس لفظ کو ہضم کر جانا کہ میں نیک نہیں۔ کیا یہ ایمانداری ہے۔ پھر ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہا آخرت کا شفیع وہ ثابت ہوسکتا ہے۔ جس نے دنیا میں کوئی شفاعت کا نمونہ دکھایا ہو۔ سو اس معیار کو آگے رکھ کر جب ہم موسیٰؑ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ شفیع ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ بارہا اس نے اترتا ہوا عذاب دعا سے ٹال دیا۔ اس کی توریت گواہ ہے۔ اس طرح جب ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کا شفیع ہونا اجلیٰ بدیہات معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اس کے کہ بت پرستی اور شرک میں نشونما پایا تھا۔ ایسے موجد ہو گئے۔ جن کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ اور پھر آپ کی شفات کا ہی اثر تھا کہ اب تک آپ کی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پانے والے ہیں خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ مگر مسیح ابن مریم میں یہ تمام ثبوت کیوں کر اور کہاں سے مل سکتے ہیں۔

ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پت اس سے بڑھ کر اور زبردست شہادت کیا ہوگی کہ ہم اس جناب کے واسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے ہیں۔ ہمارے دشمن وہ نہیں پا سکتے۔ اگر وہ اس فیصلہ کی طرف آویں تو چند روز میں فیصلہ ہوسکتا ہے۔ مگر وہ فیصلہ کے خواہاں نہیں ہیں۔ وہ اسی خدا کو ماننے کے لئے ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ جو نہ بول سکتا نہ دیکھ سکتا ہے۔ اور نہ پیش از وقت کچھ بتلا سکتا ہے مگر ہمارا خدا ان سب باتوں پر قادر ہے۔ مبارک وہ جو ایسے کا طالب ہو۔

اختتام

خاکسار نے جب سے ہوش سنبھالی۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کے متعلق سنتا رہا۔ان کا آبائی وطن، اوران کے رہنے سہنے کے طریقے، ان کا معیار، پھر میرے بزرگ احمدی کب ہوئے، کیسے ہوئے، وغیرہ وغیرہ، میرے خاندان میں فوجی، کرنل، میجر، پولیس میں کپتان، مال کے محکمہ میں تحصیلدار، پٹواری، مالی ونہری، محکمہ ڈاک میں اعلیٰ آفیسر، ٹیلیفون میں ڈائریکٹر، بلکہ بیس ایکس گریڈ تک بھی لوگوں نے خدمات حکومت انجام دیں۔ پڑھے لکھے لوگ، سیاسی غیر سیاسی ہر قسم کے لوگ میرے خاندان میں پائے جاتے ہیں۔مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے توفیق ملی کہ میں اپنے آباؤ اجداد کے حالات لکھوں۔ بے شک یہ پورے اور مکمل حالات تو نہیں ہیں۔ کیونکہ بہت سے بزرگ وفات پا چکے ہیں، جن کی زبانی مزید حالات کی خبر مل سکتی تھی۔ کئی باتیں میں نے لکھنے سے گریز کی راہ اپنائی ہے۔جن سے جھوٹ کا تاثر جھلک سکتا تھا۔سچائی پر سب واقعات کا انحصار ہے۔ اکثر حقائق کا حوالہ بھی پیش کیا ہے۔ یا بات بتانے والے کا نام قلمبند کیا ہے۔دروغ برگردن راوی است۔

میں اُن دوستوں کا بہت ہی تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے میری اس کتاب کی تیاری میں مدد کی۔ میری سب سے زیادہ مدد مکرم ومحترم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب مربی سلسلہ آف قادیان نے کی۔ آپ نے البدر، الحکم، اور باقی اخبارات اور رسائل سے کاٹھگڑھ سے متعلق خبریں تلاش کر کے دیں۔جس سے اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہوا۔اس کے نتیجہ میں آئندہ آنے والے مورّخ یا قاری کو ایک بنیاد میسر ہوگی۔جس پر وہ آئندہ نسلوں کی تاریخ بیان کر سکے گا۔ یا اہل کاٹھگڑھ کے حالات بیان کر سکے گا۔مکرم ومحترم اعزاز احمد صاحب مربی سلسلہ عالیہ کا میں بہت مشکور ہوں جنہوں نے اپنا مقالہ مجھے اس کتاب میں ترتیب دینے کے لئے دیا۔اللہ تعالیٰ اُنہیں بھی جزا دے۔

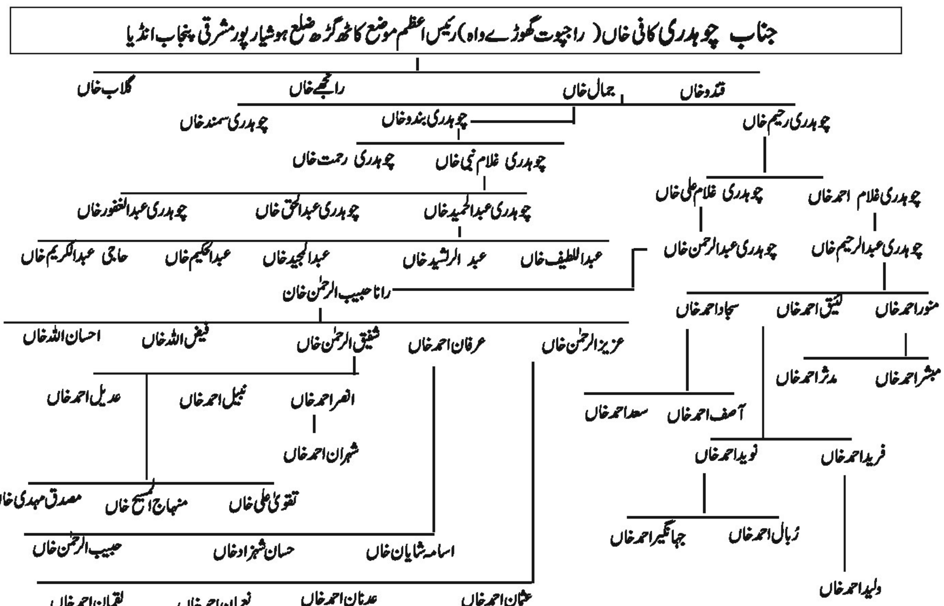
ہماری نسلوں کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم سب کو اپنے حالات کو نوٹ کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ جولوگ اپنے بزرگوں کو یاد نہیں رکھتے وہ قومیں ترقی نہیں کر سکتیں۔خود انسان کچھ بھی نہیں۔ جب تک وہ اپنے اردگرد کے ماحول اور اپنے بزرگوں کے حالات کو یاد نہ رکھے۔ میرا مقصد صرف یہی تھا کہ آنے والی نسلوں کے لئے یہ ورثہ تیار کردوں۔اور وہ نسلیں آئندہ اس کام کو آگے بڑھائیں۔اسی طرح آخر میں خاکسار چوہدری سجاد منصور خاں ابن رئیس کاٹھگڑھ ،عرفان شہزاد خاں صاحب، مسرت سلطانہ صاحبہ زوجہ رانا بشارت اللہ خاں مرحوم آف لندن، شاہدہ پروین بنت رانا نعیم الدین خاں مرحوم، زاہدہ رانا بنت رانا حبیب الرحمن خاں مرحوم، عنبرین حسین صاحبہ بنت رانا لئیق احمد خاں نے اس کتاب کو مکمل کرنے میں کافی تعاون کیا۔شجرہ جات سب میرے بھتیجے رانا ثقلین احمد ولد رانا مبارک احمد آف جرمنی نے بنائے ہیں۔خدا تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔آمین۔

یقیناً اس کتاب میں کافی اغلاط کا امکان ممکن ہے۔کتاب پڑھنے کے بعد ان اغلاط کا ازالہ دوسرے ایڈیشن میں ممکن ہوگا۔تصحیح اور اصلاح کے پہلو کا احتمال ہر کتاب میں ممکن رہتا ہے۔ میرے علم میں جو کچھ آیا یا مجھے بتایا گیا، میں نے وہ من وعن لکھ دیا ہے۔اگر کوئی غلط بیانی یا غلطی سرزد ہوگئی ہو تو آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ احباب کو اسے پڑھ کر مجھے ضرور آگاہ کرنا چاہیئے۔تا کہ درستی ہو جائے۔اس کتاب کو لکھنے میں بہت عرصہ لگا ہے۔جس کا تعین مشکل ہے۔ میں نے اس کتاب کو لکھنے کا ارادہ 1998 میں کیا اور اس کی تکمیل 2021 میں ممکن ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ میں کسی کے متعلق بیان کرنے میں ارادتاً کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے۔خاکسار کو اور میرے اہل وعیال کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

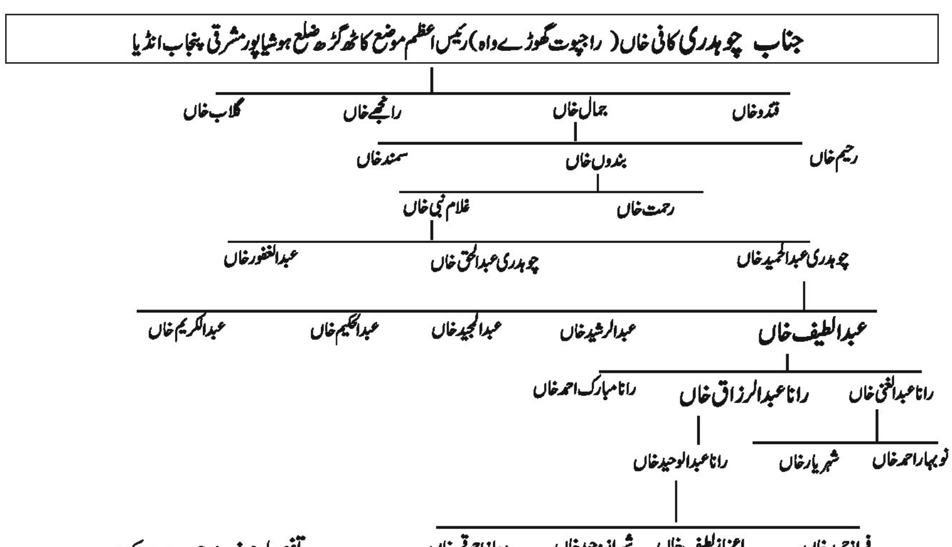
طالب دعا

راناعبدالرزاق خاں حال لندن

شجرہ جات کتاب ہذا

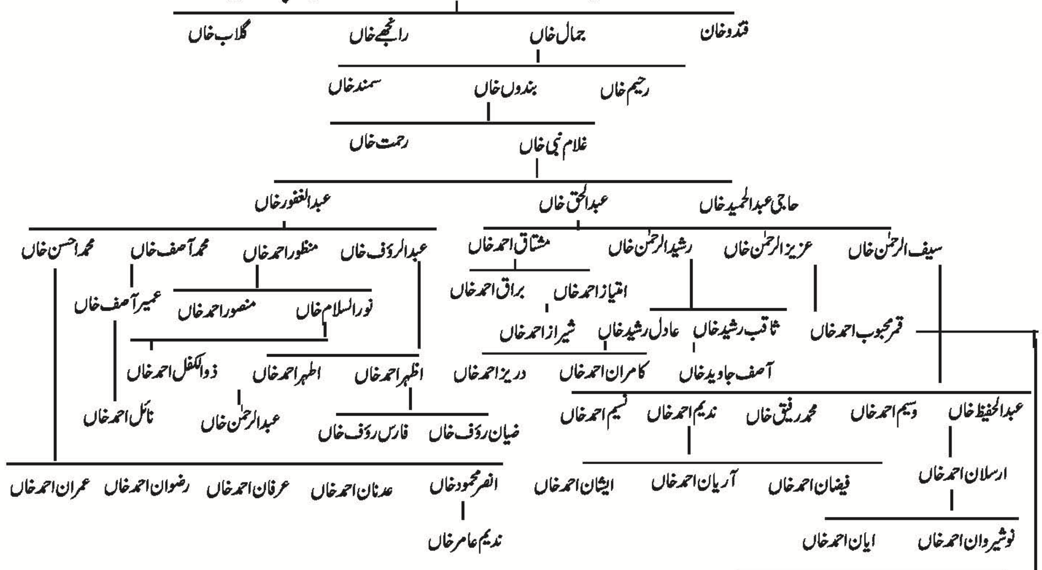


تفصیل صفحہ 50 پر ملاحظہ کریں



تفصیل صفحہ 81 پر ملاحظہ کریں

کافی خاں راجپوت گھوڑے واہ رئیس کاٹھگڑھ ہوشیار پور انڈیا

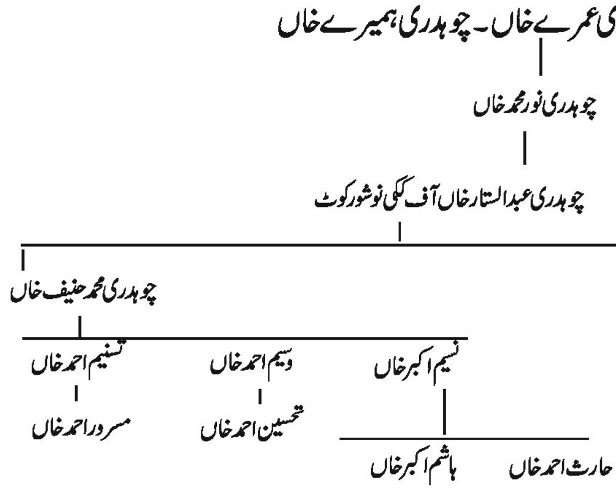


تفصیل صفحہ 99 پرملاحظہ کریں

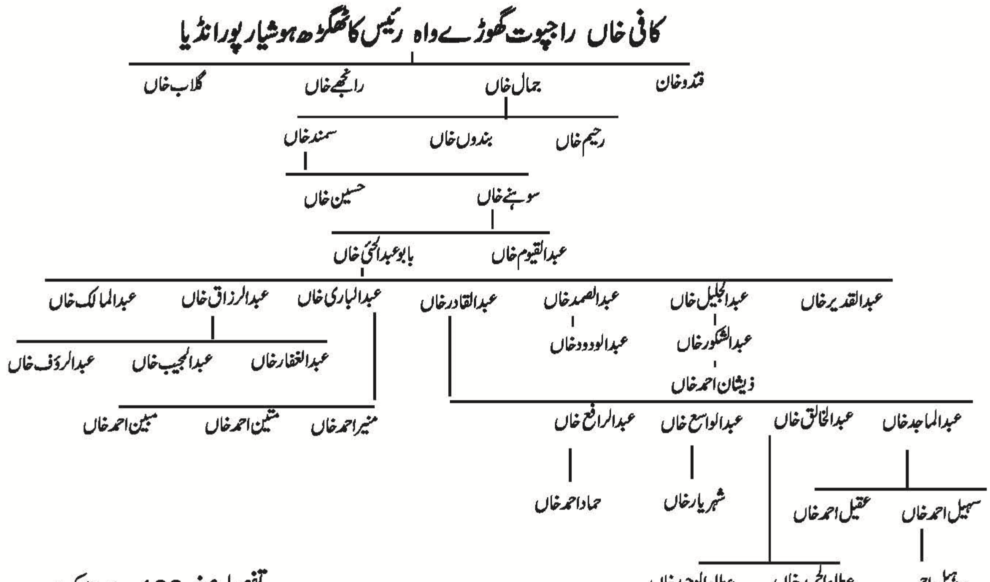
جناب چوہدری کافی خاں (راجپوت گھوڑے واہ) رئیس اعظم موضع کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور مشرقی پنجاب انڈیا



تفصیل صفحہ 81 پرملاحظہ کریں

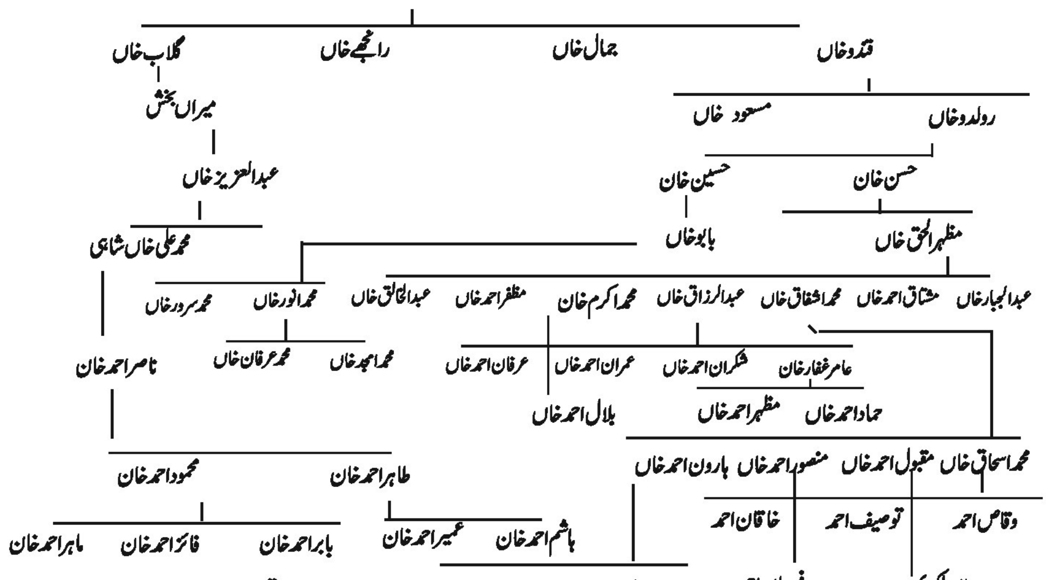


تفصیل صفحہ 81 پر ملاحظہ کریں



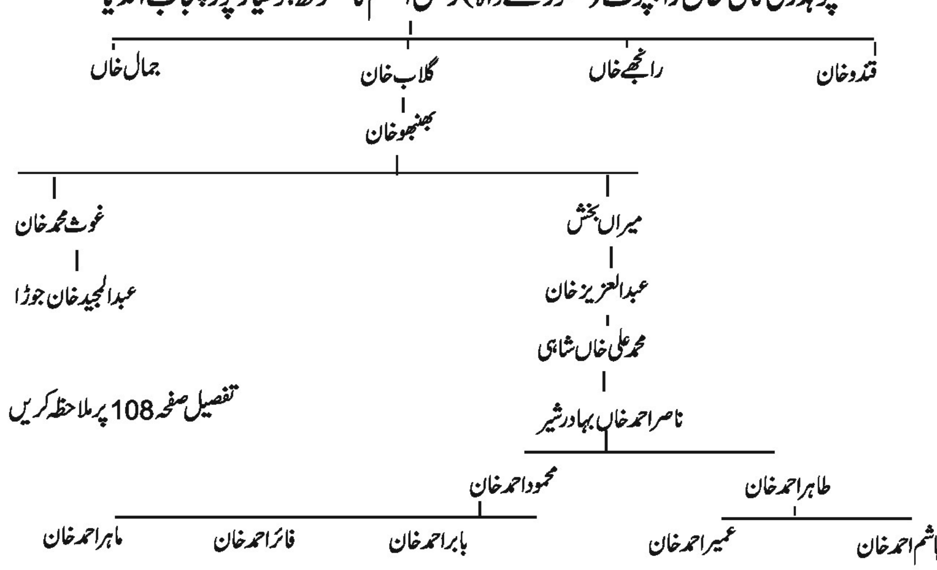
تفصیل صفحہ 106 پر ملاحظہ کریں

کافی خاں راجپوت گھوڑے واہ رئیس کاٹھگڑھ ہوشیار پور انڈیا

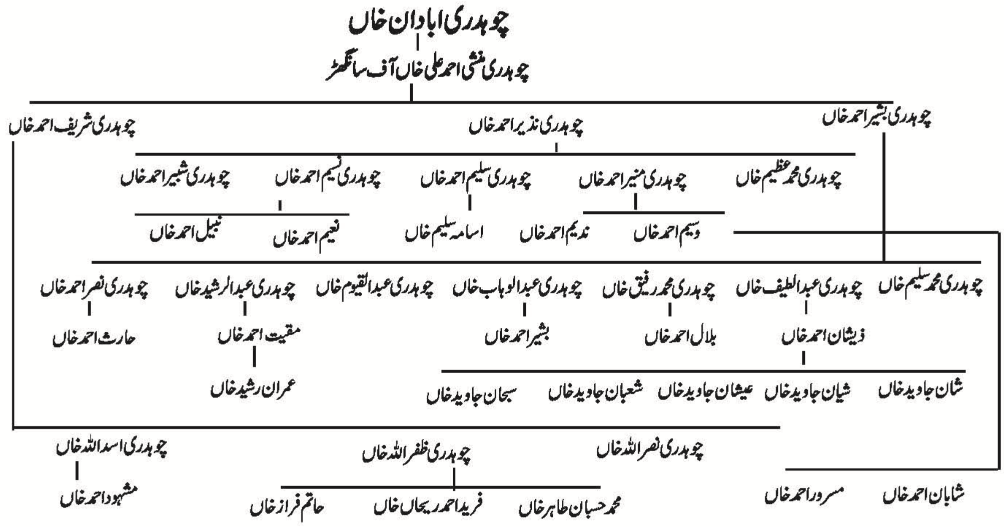


تفصیل صفحہ 107 پر ملاحظہ کریں

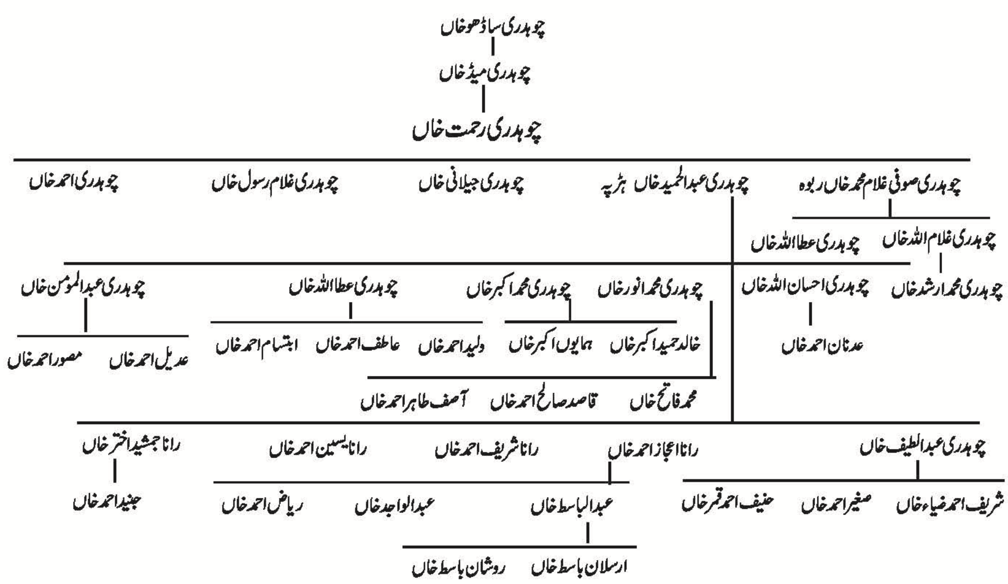
چوہدری کافی خاں راجپوت (گھوڑے واہ) رئیس اعظم کاٹھگڑھ ہوشیار پور پنجاب انڈیا



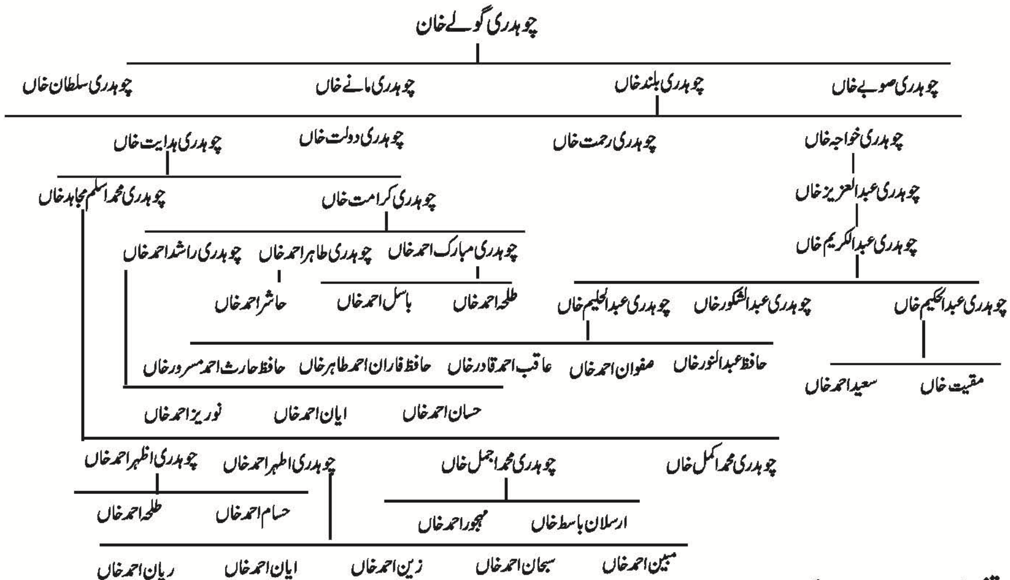
تفصیل صفحہ 108 پر ملاحظہ کریں



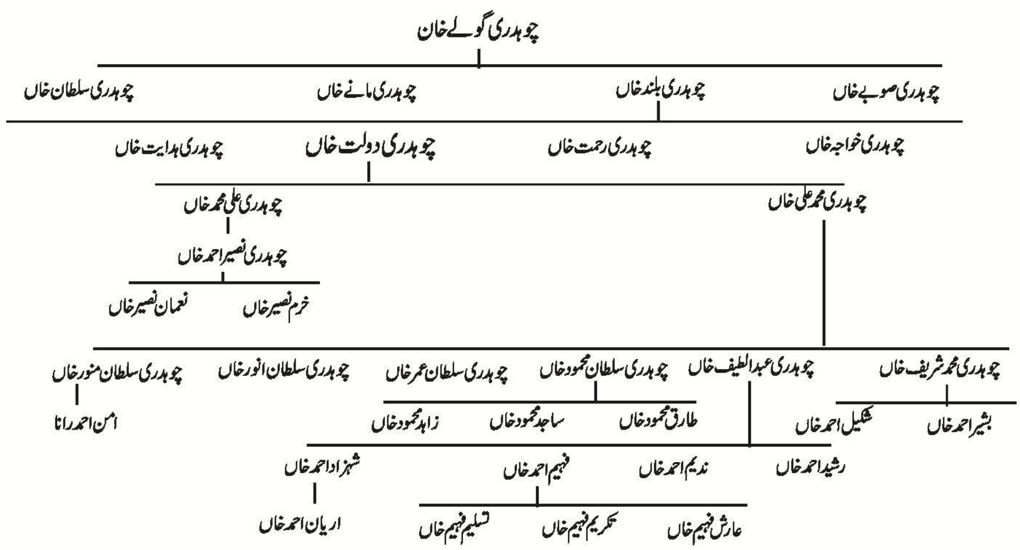
تفصیل صفحہ 126 پر ملاحظہ کریں



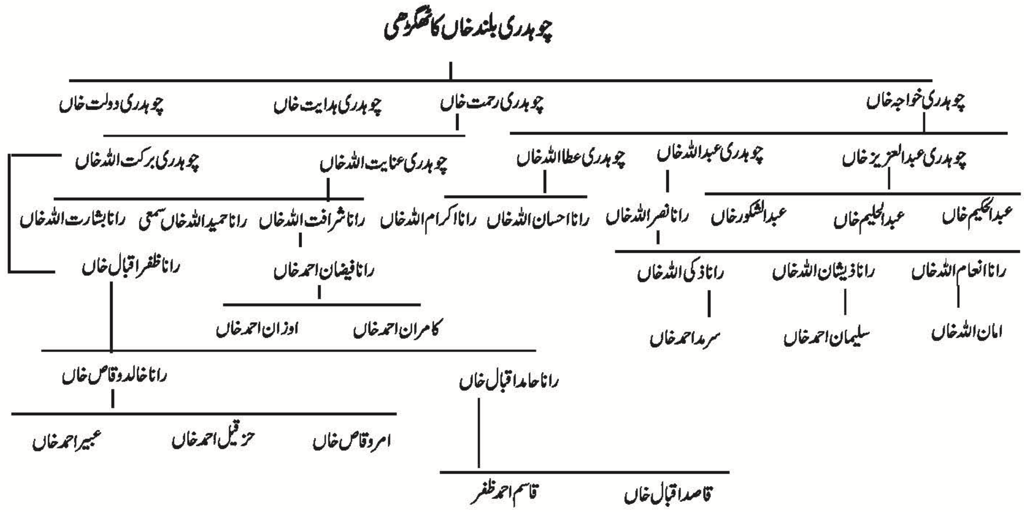
تفصیل صفحہ 132 پر ملاحظہ کریں



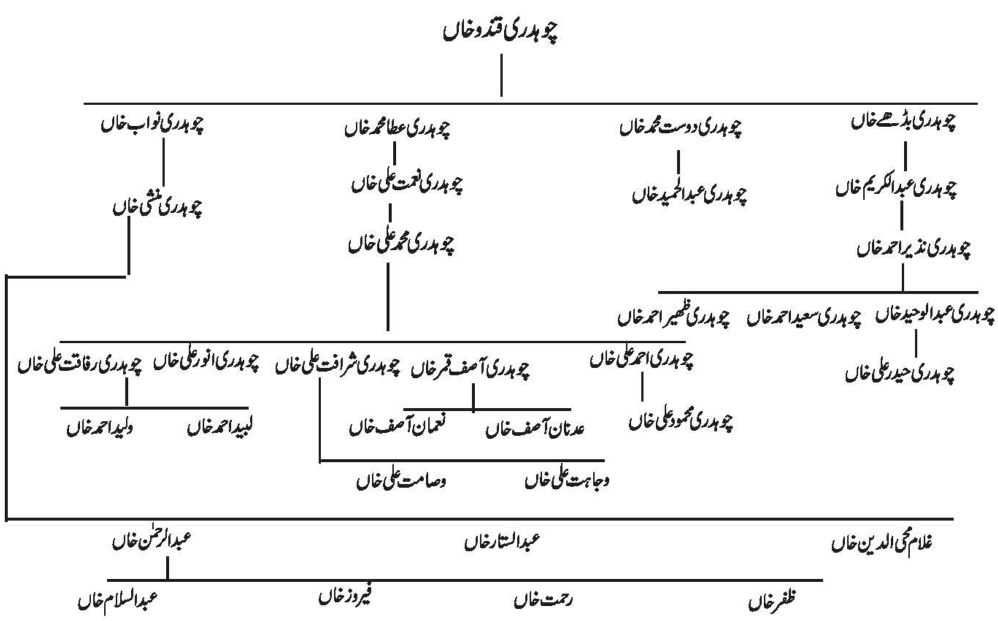
تفصیل صفحہ 134 پر ملاحظہ کریں



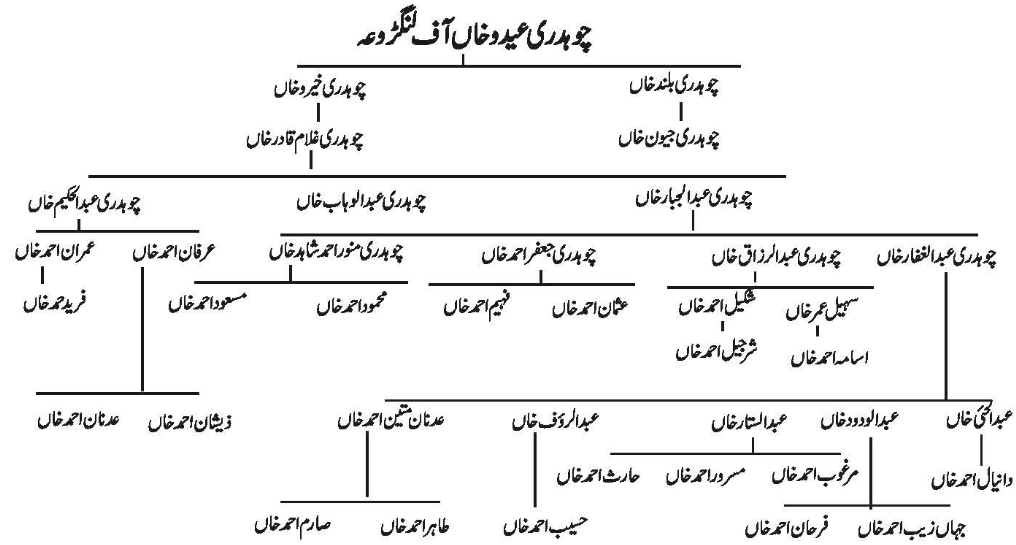
تفصیل صفحہ 134 پر ملاحظہ کریں



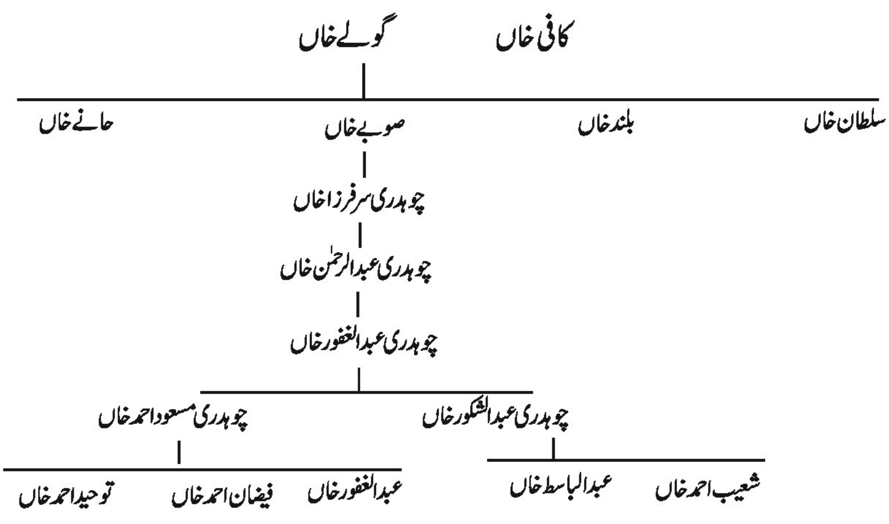
تفصیل صفحہ 134 پر ملاحظہ کریں



تفصیل صفحہ 132 پر ملاحظہ کریں

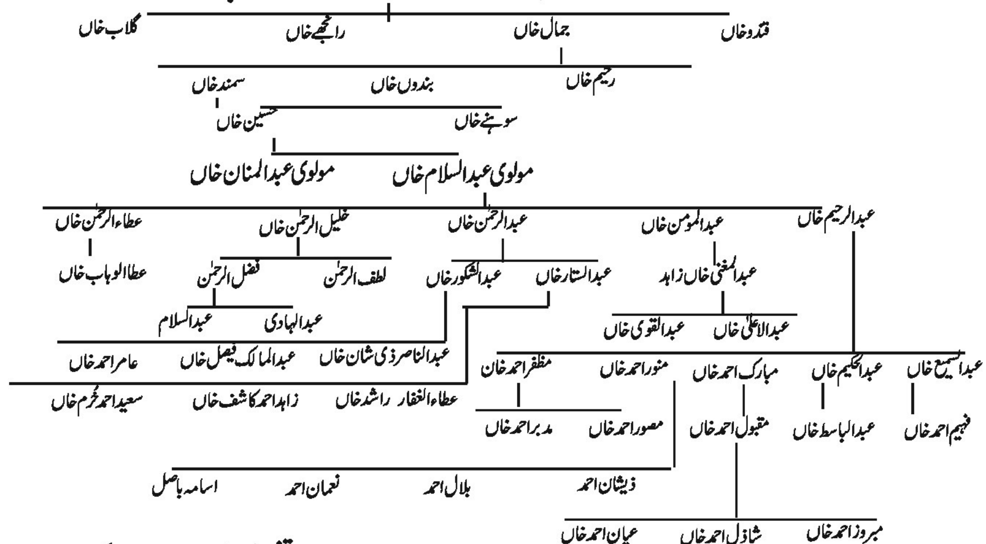


تفصیل صفحہ 217 پر ملاحظہ کریں



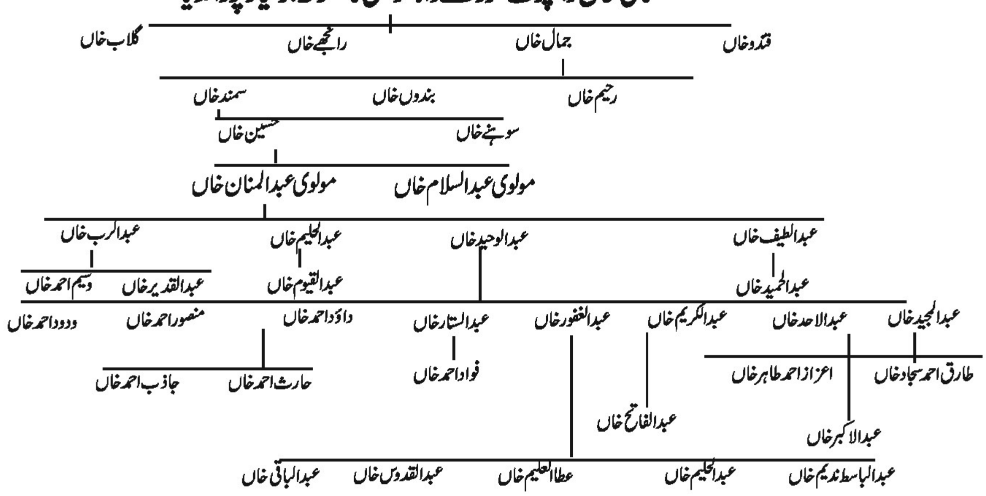
تفصیل صفحہ 217 پر ملاحظہ کریں

کافی خاں راجپوت گھوڑے واہ رئیس کاٹھگڑھ ہوشیار پور انڈیا

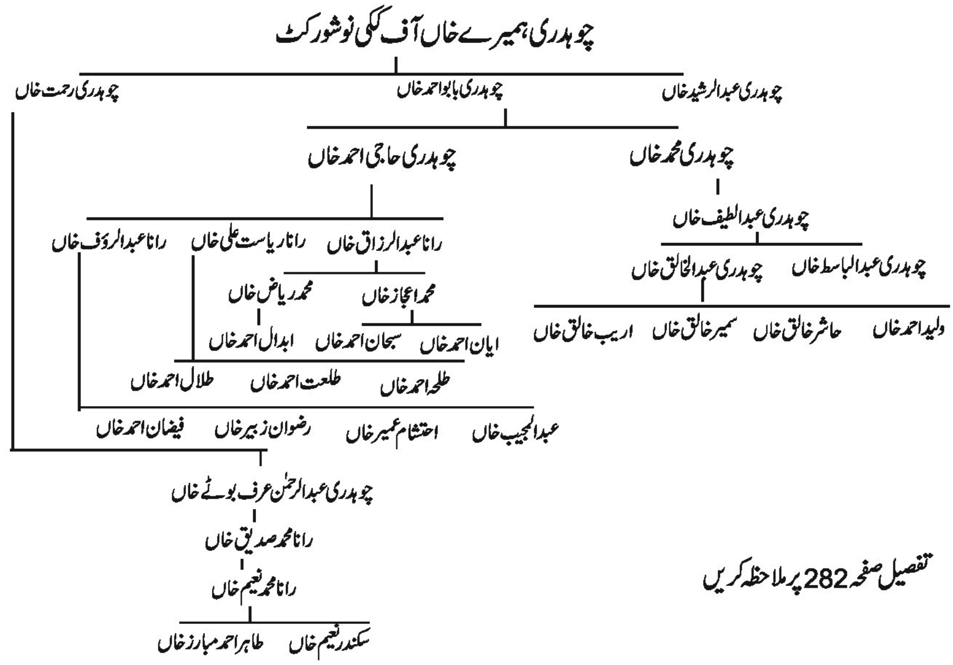


تفصیل صفحہ 227 پر ملاحظہ کریں

کافی خاں راجپوت گھوڑے واہ رئیس کاٹھگڑھ ہوشیار پور انڈیا



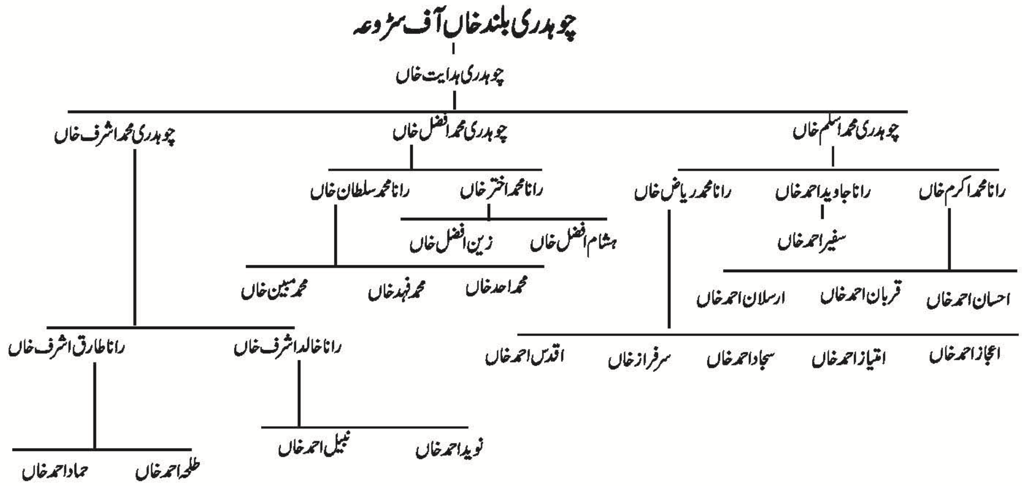
تفصیل صفحہ 263 پر ملاحظہ کریں



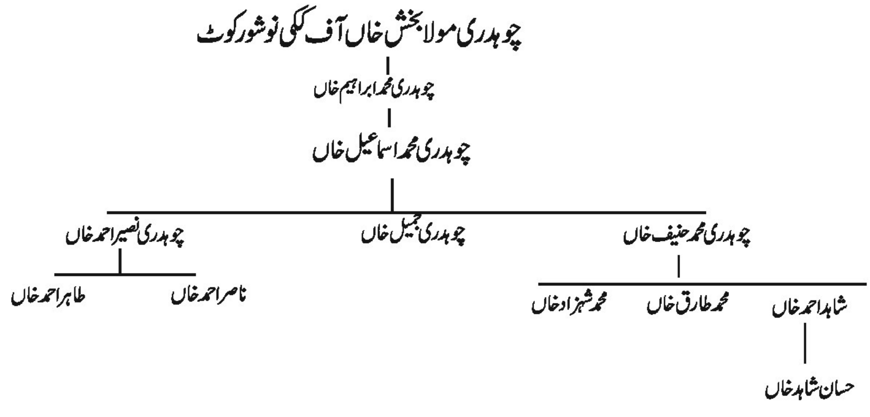
تفصیل صفحہ 282 پر ملاحظہ کریں



تفصیل صفحہ 223 پر ملاحظہ کریں



تفصیل صفحہ 104 پر ملاحظہ کریں



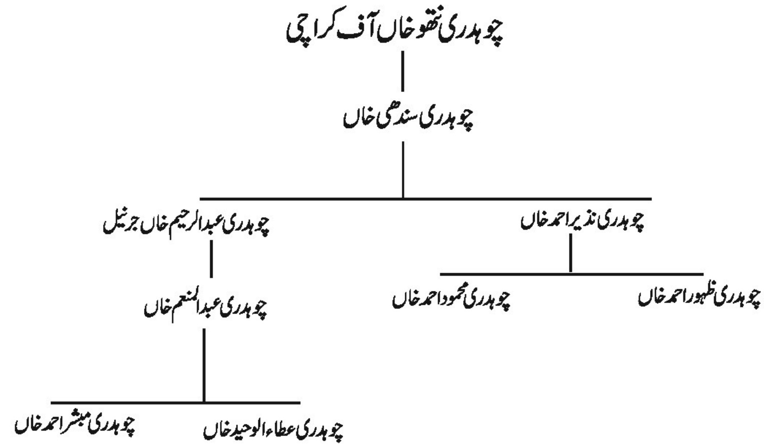
تفصیل صفحہ 226 پر ملاحظہ کریں

- چوہدری عدالت خاں آف ہلواڑہ
  - چوہدری محمد طفیل خاں
    - چوہدری محمد سرور خاں
      - چوہدری مقبول احمد خاں
        - چوہدری عنصر مقبول خاں
        - چوہدری اظفر مقبول خاں
      - چوہدری منصور احمد خاں
        - چوہدری مشہود احمد خاں
        - چوہدری مسرور احمد خاں
        - چوہدری سمیر احمد خاں
    - چوہدری محمد انور خاں
      - چوہدری محمد احمد خاں
      - چوہدری نعیم احمد خاں
        - چوہدری عاصم خاں

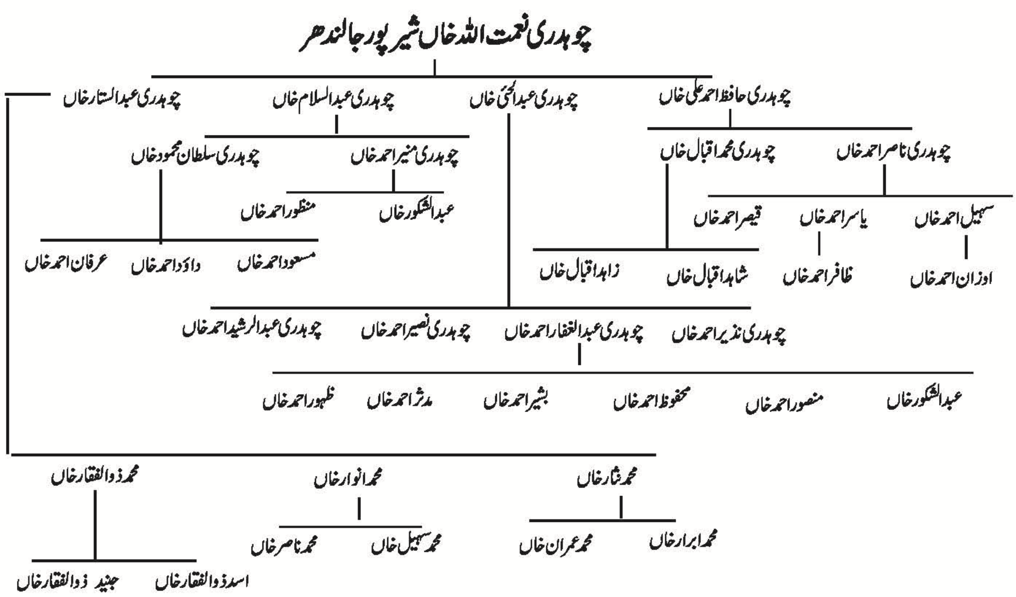
تفصیل صفحہ 331 پر ملاحظہ کریں

- چوہدری جمال احمد خاں
  - چوہدری محمد اسماعیل کاٹھگڑھی
    - چوہدری محمد ابراہیم خاں
      - چوہدری رضوان احمد خاں
        - چوہدری سعد احمد خاں
        - چوہدری سدید احمد خاں
      - چوہدری نعمان احمد خاں

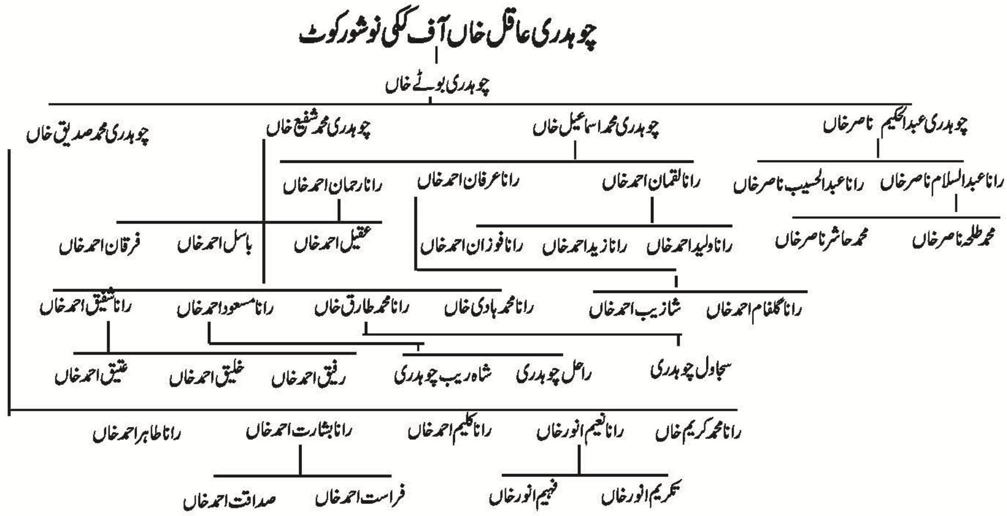
تفصیل صفحہ 226 پر ملاحظہ کریں



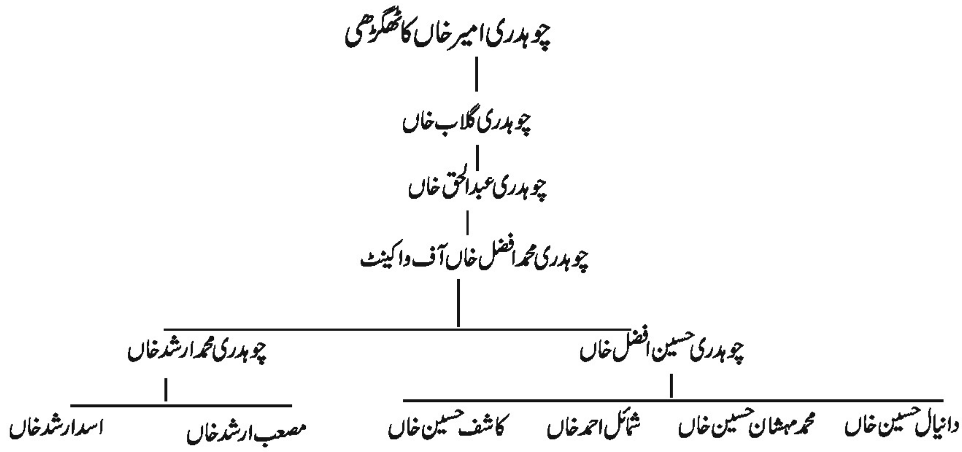
تفصیل صفحہ 226 پر ملاحظہ کریں



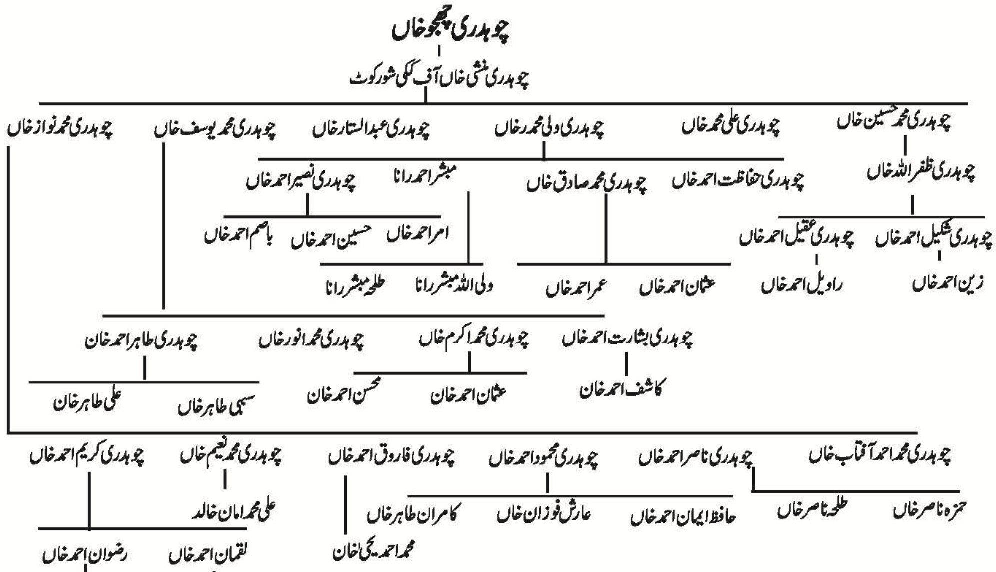
تفصیل صفحہ 322 پر ملاحظہ کریں



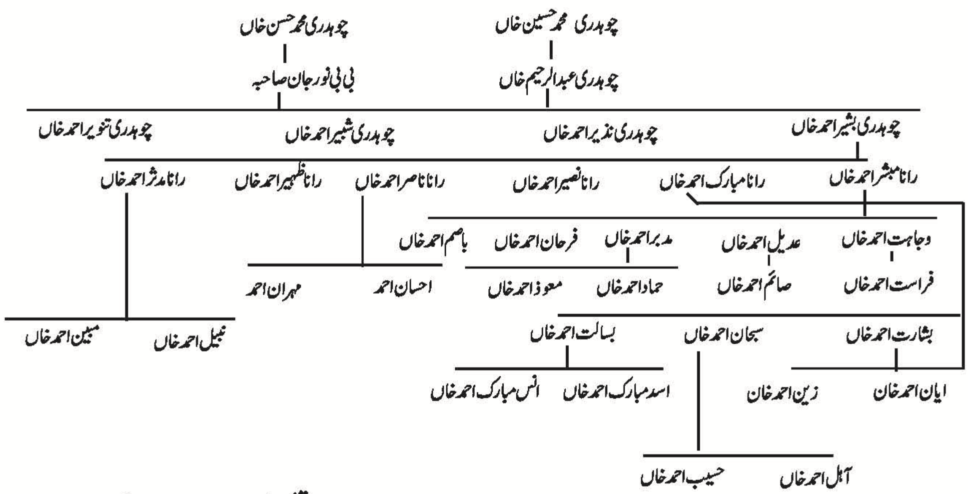
تفصیل صفحہ 276 پر ملاحظہ کریں



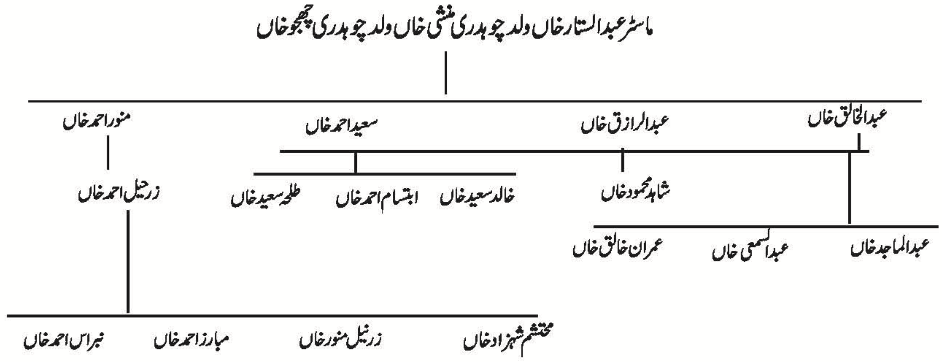
تفصیل صفحہ 289 پر ملاحظہ کریں



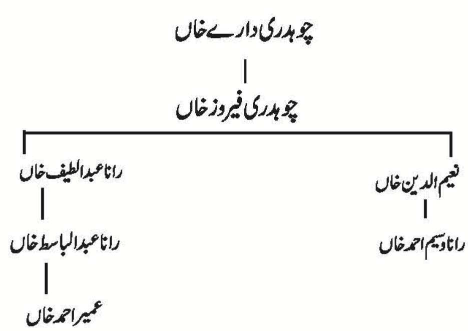
تفصیل صفحہ 221 پر ملاحظہ کریں



تفصیل صفحہ 220 پر ملاحظہ کریں



تفصیل صفحہ 222 پر ملاحظہ کریں



تفصیل صفحہ 278 پر ملاحظہ کریں



چوہدری محمد علی خاں



چوہدری محمد اسمعیل خاں



چوہدری غلام قادر خاں



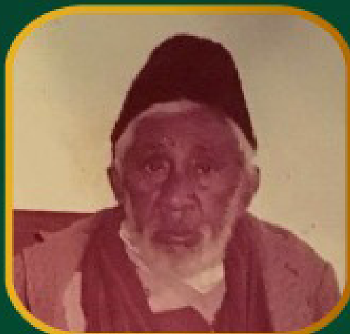
چوہدری غلام محمد خاں



چوہدری عبداللطیف خاں



چوہدری حاجی احمد خاں



چوہدری عبدالجلیل خاں



چوہدری محمد علی خاں شاہی



چوہدری عنایت اللہ خان



چوہدری عبدالرحیم خاں



چوہدری عبدالمومن خاں



چوہدری عبدالرحمٰن خاں



چوہدری خلیل الرحمٰن خاں



چوہدری احمد علی خاں



چوہدری ہدایت اللہ خان



چوہدری عبدالمجید خاں



چوہدری محمد نواز خاں



چوہدری عبداللہ خاں



چوہدری عطاء اللہ خان



چوہدری عبدالعزیز خان



رانا عبدالرزاق خان کاٹھگڑھی، لندن

تعارف مصنّف

رانا عبدالرزاق خاں عاصی صحرائی

پیدائش۔ 13 اپریل۔ 1951 ککی نوشورکوٹ ضلع جھنگ پنجاب پاکستان؛

تعلیم۔میٹرک ایف اے۔ربوہ جھنگ۔تعلیم الاسلام سکول وکالج ربوہ پاکستان۔بی اے پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

ملازمت۔پیکیجز لمیٹڈ لاہور۔1972.1975۔۔ملازمت بیرون ملک بحرین عربین گلف۔۔1975.1984

واپسی پاکستان۔چک 2ٹی ڈی اے خوشاب۔تقرر نمبردار۔

1988۔انتخاب صدر جماعت احمدیہ چک 2ٹی ڈی اے خوشاب۔وقائد مجلس خدام الاحمدیہ خوشاب۔

1990۔۔ممبر مجلس عاملہ ضلع خوشاب۔

2001۔انتخاب بطور امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع خوشاب۔

2004۔سیکٹری دعوت الی اللہ ضلع خوشاب۔

2006۔وقف مجلس انصاراللہ جماعت احمدیہ یوکے۔

2010۔ڈیلی یوکے ٹائمز میں کالم نگاری۔

2013۔جنوری میں ماہنامہ ''قندیل ادب'' جاری کیا۔

1997۔ناظم انصاراللہ ضلع خوشاب۔

2001۔سیکٹری مال ضلع خوشاب۔

2005۔ آمد لندن یوکے۔ٹوٹنگ وانڈزورتھ۔

2008۔مجلس شعروسخن لندن فورم کا قیام

2011۔مدیر گوشہ ادب ڈیلی یوکے ٹائمز لندن۔

2013.نامزدگی سیکرٹری اشاعت TICOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یوکے۔

2014۔سیکٹری تجنید TICOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یوکے۔

2016۔جنرل سیکرٹری TICOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یوکے۔

2017۔''قندیل حق'' 500 صفحات کی کتاب شائع ہوئی۔''قندیل علم'' 510 صفحات کی کتاب شائع ہوئی۔''دانشکدہ عظیم'' 650 صفحات شائع ہوئی۔ان سب کتب کو بہت پذیرائی ملی۔

2018۔ایڈیٹر ماہنامہ ''المنار'' یوکے۔

2019۔جنوری میں سہ ماہی ''قندیل حق'' جاری کیا۔20 شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

2020۔چوہدری سر ظفراللہ خان کے متعلق ایک 615 صفحات کی کتاب ''سپوت ایشیا'' کے نام سے کتاب منظر عام پر آئی۔اس کتاب کو بھی بہت پذیرائی ملی۔

2020۔جنرل سیکرٹری TICOSA تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یوکے۔

2023۔''تاریخ احمدیت کاٹھگڑھ'' کی اشاعت۔

2023۔قندیل شعروسخن لندن کے زیر اہتمام 300 مشاعروں کا انعقاد مکمل۔

2023۔''قندیل صحرائی''۔غزلوں کا مجموعہ منظر عام پر آیا۔

8 کتب شائع ہو چکی ہے۔300 عالمی اور مقامی مشاعرے کرا چکے ہیں۔کئی تنظیموں کے عہدیدار رہیں۔بہت سوشل ورک کیا ہے۔

HISTORY OF AHMADIYYAT (RAJPOOT) KATHGARH

Compiled by

RANA ABDUL RAZZAQ KHAN KATHGARHI, LONDON